

اعلام الفقه اہل ہند

پہلے حصے کا ایل

فقہی احکام و مسائل پر ایک مستند اور بلند پایہ کتب

مصنف

حضرت مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنوی



ناشر

دارالاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

علم الفقہ

چھ حصے کا مکمل اردو

علم الفقہ اردو زبان میں مکمل فقہ اسلامی کی ایک بہترین کتاب ہے جس میں وہ تمام اسلامی احکام و مسائل کہ جن کی ہر مسلمان کو دن رات ضرورت پیش آتی ہیں دیے ہیں۔ اس کتاب میں عربی کی ضخیم اور مستند کتابوں کے تمام مضامین سہل اور آسان اردو میں منتقل کر دیے گئے ہیں۔ تاکہ ہر مسلمان خود مسائل دیکھ کر ان پر عمل پیرا ہو سکے۔ اس لئے ہر مسلمان گھرانے میں اس کی موجودگی نہایت ضروری ہے۔

حضرت مولانا عبد الشکور صاحب، فاروقی ٹکنی

ناشر

دارالاشاعت

مقابل مولوی مسافر حناہ کراچی

جملہ حقوق محفوظ

اشاعت : اول اگست ۱۹۶۵ء

باہتمام :- محمدرضی عثمانی

کل صفحات : ۵۶

قیمت مجلد :- ۵۶/-

طباعت :- ایجوکیشنل پریس، کراچی

میلنے کا پتہ

۱۔ ادارۃ المعارف ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی

۲۔ ادارۃ اسلامیات سٹا انارکلی لاہور

ناشر

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

پیش لفظ

یہ ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے کہ برصغیر ہند و پاک کے علماء اسلام نے اگر ایک طرف اپنے مذہب کی گرانقدر اور بے پایاں خدمات انجام دی ہیں تو دوسری طرف برصغیر میں اردو زبان کی تشکیل اور اُس کے بعد اس کی ترویج میں بھی نمایاں اور ٹھوس خدمات سرانجام دی ہیں اور اردو زبان پر علماء کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انھوں نے عربی و فارسی زبان کی اہم اور بلند پایہ کتب کو اردو میں منتقل کیا ہے اور قرآن و حدیث فقہ تاریخ اور دوسرے اسلامی علوم پر اب تک اردو میں جس قدر ذخیرہ عوام کے سامنے آچکا ہے وہ یقیناً ہند و پاک کے مسلمانوں کے لئے باعث فخر و امتنان ہے۔

ہند و پاک کے مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ وہ اپنے دین مذہب سے اردو زبان کے ذریعہ مکمل واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔

مذہبی نقطہ نظر سے سب سے زیادہ اہم عقائد و عبادات و معاملات ہیں جن کے مسائل و احکام سے واقف اور روشناس ہونا ہر شخص کے لئے ضروری ہے اس سلسلہ میں علماء نے مختلف چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف کیں اس دور میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بہشتی زیور کو جو مقبولیت و شہرت

حاصل ہوتی وہ کسی دوسری کتاب کا حصہ نہ بن سکی۔ لیکن بہشتی زیور صرف فقہی مسائل پر ہی مشتمل نہیں بلکہ اس میں فقہی مسائل و احکام کے علاوہ اور بھی بہت سی معلومات ہیں لیکن اس کے حواشی اور ضمیموں نے اس کی ضخامت اتنی بڑھا دی کہ ہر شخص کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا مشکل ہو گیا ہے احقر کی دیرینہ خواہش اور تمنا تھی کہ کوئی ایسی کتاب پورے اہتمام کے ساتھ شائع کی جائے کہ جس میں نہایت آسان فقہی ترتیب کے مطابق مکمل مسائل درج ہوں اور علماء کے نزدیک معتبر مستند ہونے کے ساتھ عام فہم بھی رہتا کہ ہر شخص اس سے استفادہ کر سکے۔

کافی تلاش و جستجو کے بعد حضرت مولانا عبد الشکور صاحب راجہ فاروقی لکھنؤی کی مشہور کتاب علم الفقہ پر نظر پڑی جو مستند ہونے کے ساتھ ساتھ اعمال و عبادات اور تمام دینی ضروریات پر مفصل معلومات کی حامل ہے کافی عرصہ ہوا یہ انمول کتاب ہندوستان میں شائع ہوئی تھی۔ لیکن پاکستان میں کسی ادارہ نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ حالانکہ یہ کتاب اس کی مستحق ہے کہ ہر شخص کو یہ کتاب اپنے گھر میں رکھنا چاہیے۔

تاکہ ہماری قوم کا ہر فرد اسلامی احکام کا پورا پورا علم حاصل کر سکے اور ہماری آئندہ نسل صحیح معنی میں مسلمان کہلانے کی مستحق بن سکے۔

اس کتاب علم الفقہ میں فقہ کی ان تمام ضخیم اور مستند کتابوں کے

مضامین سہل اور آسان اردو میں منتقل کر دیئے گئے ہیں جنہیں عربی میں ہونے کی وجہ سے اردو زبان طبقہ نہیں پڑھ سکتا۔ علم الفقہ اسلامی احکام و مسائل کی ایسی جامع اور مستند کتاب ہے کہ لوگ اس کی موجودگی میں دوسروں سے مسائل پوچھنے کی محنت سے بے نیاز ہو جائیں گے اس لئے اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا انتہائی ضروری ہے تاکہ وہ روزمرہ پیش آنے والے مسائل کا خود ہی حل تلاش کر کے اس پر عمل پیرا ہو سکے۔ اسی لئے اس کتاب کی اشاعت میں انتہائی اہتمام اور احتیاط برتی گئی ہے۔ چنانچہ اصل نسخہ پر نظر ثانی کرائی گئی اور پھر اس کے بعد کتابت کرائی گئی ہے تاکہ کتاب بالکل صحیح چھپے اور یہ پاکستانی نسخہ اغلاط سے پاک ہے۔ حتی الامکان کتابت و طباعت میں بھی پورا اہتمام کیا گیا ہے اور کاغذ بھی سفید گلیر استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہ پوری کتاب چھ حصوں پر مشتمل ہے جن کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے

① علم الفقہ حصہ اول۔ (مسائل طہارت)

اس حصہ میں پاکی ناپاکی وضو و غسل وغیرہ کے تمام احکام درج کئے گئے ہیں۔

② علم الفقہ حصہ دوم (مسائل نماز)

اس حصہ میں فرض نماز سنتیں نفاقل اور ہر قسم کی نمازوں اور ان کے احکام درج ہیں۔

③ علم الفقہ حصہ سوم (مسائل روزہ و رمضان)

جس میں رمضان کے فضائل اور روزہ کے تمام مسائل اور اعتکاف

روایت ہلال کا تفصیلی بیان ہے۔

علم الفقہ حصہ چہارم (مسائل زکوٰۃ و صدقات)

۲

اس حصہ میں مسائل زکوٰۃ و صدقات کی تفصیل قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کی گئی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ زکوٰۃ کن لوگوں پر اور کن صورت میں واجب ہے اور کن صورتوں میں نہیں اور یہ کہ زکوٰۃ و صدقات کے کون لوگ مستحق ہیں۔

علم الفقہ حصہ پنجم (مسائل حج)

۳

اس میں حج اور عمرہ کے تمام احکام و مسائل درج کئے گئے ہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حج کن لوگوں پر فرض ہے اور اسکے شرائط کیا ہیں؛ اور ساتھ ہی تمام مقامات زیارت کے احکام اور طریقے تفصیل کیساتھ کئے گئے ہیں۔

علم الفقہ حصہ ششم (مسائل معاشرت)

۴

اس حصہ میں نکاح طلاق خلع مہر و میراث وغیرہ کے مسائل و احکام درج ہیں انکے علاوہ دوسرے ایسے تمام مسائل جو روزمرہ زندگی سے متعلق ہیں۔ کتاب کا یہ ایک مجمل خاکہ ہے تفصیل اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں، امید ہے کہ لوگ اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کریں گے۔ دارالاشاعت کراچی کی ابتداء ہی سے یہ کوشش رہی ہے کہ عام مسلمانوں کے فائدے کیلئے مفید اسلامی کتابیں اعلیٰ معیار پر شائع کی جائیں کہ جو عصر سے نایاب ہیں اور جنکی فی زمانہ ہر شخص کو ضرورت ہے۔ لیکن یہ ایک مشکل اور صبر آزما کام ہے اسکو ضرورتاً اللہ تعالیٰ کی مدد اور احباب و اہل ذوق حضرات کا تعاون ہی پورا کر سکتا

بندہ محمد رضی عثمانی

۶

۲۰ اپریل ۱۹۶۵ء مطابق ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ

تقریظ

از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنؤی دامت برکاتہم کی
تصنیف لطیف علم الفقہ اردو زبان میں مکمل فقہ اسلامی کی
بہترین کتاب ہے اس کے مستند اور معجز ہونے کے لئے تو
خود حضرت مصنف کا اسم گرامی کافی ضمانت ہے جو اپنے علم و
فضل اور خدمات کی بناء پر محتاج تعارف نہیں کتاب کی
ترتیب سہل اور عام لوگوں کے فائدہ کے لئے عبارت
آسان کرنے کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ تاکہ عام اردو
خواں حضرات پر آسانی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

جولائی الاول ۱۳۸۱ھ

خالی صفحہ برائے یادداشت قارئین کرام

کتاب مطالعہ کرنے والے حضرات کی سہولت کے لئے یہ ایک صفحہ خالی چھوڑا
گیا ہے تاکہ اس میں لوگ کتاب سے متعلق یادداشت درج کر سکیں۔

فہرست مضامین علم الفقہ چھ حصے کا مل اندو

۳۷	کنویں کے پاک کرنے کا طریقہ	۳	پیش لفظ
۳۸	متفرق احکام	۷	تقریباً حضرت مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہ
۴۰	نجاستوں کا بیان	علم الفقہ حصہ اول (مسائل طہارت)	
۴۳	نجاست کے مسائل میں کارآمد اصول		
۴۵	ان چیزوں کا بیان جنہیں نجاست غلیظہ ہے	۱۷	آغاز
	جن چیزوں میں نجاست خفیفہ ہے ان کا	۱۷	اس کتاب میں جن امور کا لحاظ کیا گیا
۴۸	بیان	۱۹	پانی کے مسائل
۵۱	پاک ہونے والی چیزوں کی قسمیں	۱۹	مطلق پانی کی پانچ قسمیں ہیں
۵۱	زمین وغیرہ کی پاکی کا طریقہ	۲۰	پانی کی دوسری قسمیں
	جن چیزوں میں مسام نہیں ان کی پاکی	۲۰	نجس پانی کی تینوں قسمیں
۵۲	کا طریقہ	۲۱	پانی کے مسائل میں کارآمد اصول
	جن چیزوں میں کم مسام ہیں ان کی پاکی کا	۲۳	ماء مطلق طاہر مطہر غیر مکروہ کا بیان
۵۳	طریقہ	۲۵	غیر مستعمل پانی
۵۲	مسام والی چیزوں کی پاکی کا طریقہ	۳۰	طاہر مطہر مکروہ پانی
۵۵	رقیق و سیال چیز کی پاکی کا طریقہ	۳۱	جانوروں کا جھوٹا پانی
۵۵	کارٹھی اور بستہ چیزوں کی پاکی کا طریقہ	۳۲	کنویں کے احکام

۷۹	وضو کے مکروہات	۵۵	کھال کی پاکی کا طریقہ
۸۰	معذور کا وضو	۵۶	جسم کی پاکی کا طریقہ
۸۲	وضو دو قسم کی چیزوں سے ٹوٹتا ہے	۵۹	متفرق مسائل
۸۲	پہلی قسم کی اول صورت	۶۱	استنجا کے مسائل
۸۳	پہلی قسم کی دوسری صورت	۶۱	پیشاب پاخانہ جہاں درست نہیں
۸۵	دوسری قسم	۶۲	پیشاب پاخانہ کے وقت جن امور سے بچنا
۸۶	وضو جن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا		چاہیے
۸۹	مسح کا بیان	۶۳	جن چیزوں سے استنجا بلا کراہت درست ہے
۸۹	موزوں کا مسح	۶۳	استنجا کا طریقہ
۹۰	مسح کی شرطیں	۶۵	استنجا کے احکام
۹۱	وہ چیزیں جن پر مسح درست ہے	۶۶	نجاست حکمیہ سے پاک ہونے کا طریقہ
۹۲	جن کو مسح درست ہے اور جنکو درست نہیں	۶۸	وضو کا بیان
۹۳	مسح کے احکام	۶۹	وضو کے واجب ہونے کی شرطیں
۹۴	مسح کا مسنون و مستحب طریقہ	۶۹	وضو کے صحیح ہونے کی شرطیں
۹۴	مسح کے فرائض	۷۰	وضو کے احکام
۹۴	مسح کے سنن و مستحبات	۷۰	وضو کا مسنون و مستحب طریقہ
۹۴	مسح کے باطل ہو جانے کی صورتیں	۷۲	وضو کے فرائض
۹۴	حدث اصغر کے احکام	۷۵	وضو کے واجبات
۹۷	وضو کے احکام	۷۶	وضو کی سنتیں
۹۹	غسل کا بیان	۷۸	وضو کے مستحبات

۱۱۸	پانی کے استعمال سے معذور ہونے کی صورتیں	۹۹	غسل کے واجب ہونے کی شرطیں
۱۱۹	جن چیزوں سے تیمم جائز ہے اور جن سے نہیں	۹۹	غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں
۱۲۰	تیمم کے احکام	۱۰۰	غسل کے فرض ہونے کی صورت
۱۲۰	تیمم کا مسنون و مستحب طریقہ	۱۰۲	استحاضہ کی صورتیں
۱۲۱	تیمم کے فرائض اور واجبات	۱۰۵	جن صورتوں میں غسل فرض نہیں
۱۲۱	تیمم کی سنن اور مستحبات	۱۰۷	جن صورتوں میں غسل واجب ہے
۱۲۲	تیمم جن چیزوں سے ٹوٹا جاتا ہے	۱۰۷	جن صورتوں میں غسل سنت ہے
۱۲۳	علم الفقہ حصہ دوم (مسائل نماز)	۱۰۷	جن صورتوں میں غسل مستحب ہے
		۱۰۸	غسل کا مسنون و مستحب طریقہ
۱۲۴	نماز کی تاکید اور اس کی فضیلت	۱۰۹	غسل کے فرائض
۱۲۸	اصطلاحات	۱۰۹	غسل میں جن اعضاء کا دھونا فرض نہیں
۱۳۱	اوقات نماز	۱۱۰	غسل کے واجبات
۱۳۶	اذان اور اقامت کا بیان	۱۱۰	غسل کی سنتیں
۱۳۸	اذان کے صحیح ہونے کی شرطیں	۱۱۰	غسل کے مستحبات
۱۳۹	اذان اور اقامت کا مسنون طریقہ	۱۱۱	غسل کے کردہات
۱۴۰	اذان و اقامت کے احکام	۱۱۱	حدیث اکبر کے احکام
۱۴۲	اذان و اقامت کے سنن و مستحبات	۱۱۲	غسل کے متفرق مسائل
۱۴۶	متفرق مسائل	۱۱۶	تیمم کا بیان
۱۴۸	نماز کے واجب ہونے کی شرطیں	۱۱۷	تیمم کے واجب ہونے کی شرطیں
۱۴۹	نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں	۱۱۷	تیمم کے صحیح ہونے کی شرطیں

۲۰۲	نماز کے مستحبات	۱۵۷	فرض نمازوں کا بیان
۲۰۳	جماعت کا بیان	۱۶۴	نماز وتر کا بیان
۲۰۴	جماعت کی فضیلت اور تاکید	۱۶۶	نفل نمازوں کا بیان
۲۱۱	جماعت کی حکمتیں اور فائدے	۱۶۹	نماز تہجد
۲۱۲	جماعت کے واجب ہونے کی شرطیں	۱۷۰	نماز چاشت
۲۱۴	ترک جماعت کے عذر پندرہ ہیں	۱۷۱	نماز تحیۃ المسجد
۲۱۴	جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں	۱۷۲	سنت وضو
۲۲۲	جماعت کے احکام	۱۷۳	نماز سفر
۲۲۴	مقتدی اور ان کے متعلق مسائل	۱۷۳	نماز استخارہ
۲۳۱	جماعت حاصل کرنے کا طریقہ	۱۷۳	نماز حاجت
۲۳۳	نماز جن چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے	۱۷۵	صلوۃ الاوامین
۲۳۹	نماز جن چیزوں سے مکروہ ہو جاتی ہے	۱۷۵	صلوۃ التسبیح
۲۴۴	نماز میں حدیث کا بیان	۱۷۷	نماز توبہ
۲۴۶	پہلا نقشہ	۱۷۸	نماز قتل
۲۴۷	دوسرا نقشہ	۱۷۸	نماز تراویح
۲۴۹	تیسرا نقشہ	۱۸۲	نماز احرام
۲۵۰	نماز میں سہو کا بیان	۱۸۳	نماز کسوف و خسوف
۲۵۲	قضا نمازوں کا بیان	۱۸۵	نماز کے فرائض
۲۶۰	مریض اور معذور کی نماز	۱۹۰	نماز کے واجبات
۲۶۴	مسافر کی نماز کی نماز	۱۹۳	نماز کی سنتیں

۳۲۶	کفن کے مسائل	۲۶۷	خوف کی نماز
۳۲۸	نماز جنازہ کے مسائل	۲۶۹	نماز جمعہ کا بیان
۳۳۵	دفن کے مسائل	۲۷۱	جمعہ کے فضائل
۳۳۹	شہید کے احکام	۲۷۳	جمعہ کے آداب
۳۴۳	متفرق مسائل	۲۷۶	نماز جمعہ کی فضیلت اور تاکید
۳۴۵	ایصال ثواب کے مسائل	۲۷۸	نماز جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں
۳۵۳	مسجد کے احکام	۲۷۹	نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں
۳۵۵	چہل حدیث نماز	۲۸۱	خطبے کے مسائل
۳۶۹	چہل آثار فاروق اعظم رضی	۲۸۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ جمعہ کے دن
		۲۸۷	نماز کے مسائل
۳۷۸	علم الفقہ حصہ سوم مسائل روزہ رمضان	۲۸۹	عیدین کی نماز کا بیان
۳۸۲	روزے کی فضیلت تاکید اور رمضان کی بزرگی	۲۹۳	کعبہ کرمہ کے اندر نماز پڑھنے کا بیان
۳۹۱	رویت ہلال کے احکام	۲۹۵	قرآن مجید کے نزول جمع و ترتیب کے حالات
۳۹۵	روزے کے واجب ہونے کی شرطیں	۲۹۹	قرآن مجید کے فضائل اور اسکی تلاوت کا ثواب
۳۹۶	روزے کے صحیح ہونے کی شرطیں	۳۰۶	قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کے آداب
۳۹۸	روزے کے اقسام	۳۱۰	سجدہ تلاوت کا بیان
۴۰۰	روزے کے فرائض	۳۱۹	جنازہ کی نماز وغیرہ کا بیان
۴۰۱	روزے کے سنن و مستحبات	۳۱۹	بیمار کی عبادت کا بیان
۴۰۱	روزہ جن چیزوں سے فاسد ہو جاتا ہے	۳۲۱	قریب المرگ کے احکام
۴۰۸	وہ صورتیں جن میں روزہ فاسد نہیں ہوتا	۳۲۲	غسل میت کے مسائل

۴۸۸	زکوٰۃ اور عشر کے مستحقین کا بیان	۴۱۳	معذورین کے احکام
۴۹۲	رکاز کا بیان	۴۱۷	قضا اور کفارے کے مسائل
۴۹۵	صدقہ فطر کا بیان	۴۱۹	روزے کے متفرق مسائل
۴۹۵	مسائل	۴۲۱	اعتکاف کا بیان
۵۰۰	چہل حدیث زکوٰۃ	۴۲۳	اعتکاف کے مسائل
۵۱۳	چہل آثار امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی	۴۲۸	چہل حدیث صیام
۵۳۰	علم الفقہ حصہ ششم (مسائل حج و عمرہ)	۴۳۶	چہل آثار امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی
۵۳۲	حج کی تاکید اور فضیلت	۴۵۳	علم الفقہ حصہ چہارم (مسائل زکوٰۃ و صدقات)
۵۳۵	اصطلاحی الفاظ اور مقامات کے ناموں کی تشریح	۴۴۵	زکوٰۃ کی فضیلت اور اسکی تاکید
۵۴۰	حج کے فوائد اور اس کی حکمتیں	۴۴۶	زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرطیں
۵۴۱	حج کے احکام	۴۵۰	زکوٰۃ کے صحیح ہونے کی شرطیں
۵۴۲	حج کے واجب ہونے کی شرطیں	۴۵۱	ساتھ جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان
۵۴۳	حج کے صحیح ہونے کی شرطیں	۴۵۲	اونٹن کا نصاب
۵۴۵	حج کی فرضیت ساقط ہونے کی شرطیں	۴۵۳	گائے بھینس کا نصاب
۵۴۵	حج کا مسنون و مستحب طریقہ	۴۵۴	بکری بھیر کا نصاب
۵۵۱	حج کے فرائض	۴۵۵	چاندی سونے اور تجارتی مال کا نصاب
۵۵۱	حج کے واجبات	۴۵۶	زکوٰۃ کے مسائل
۵۵۲	حج کے مسائل	۴۸۱	عشر یعنی زمین کی پیادار کی زکوٰۃ
		۴۸۷	ساعی اور عاشر کا بیان

۶۱۶	نہایت التجا کے ساتھ میری وصیت ہے	۵۶۱	حلق و تقصیر
۶۲۳	حجۃ الوداع کی مختصر کیفیت	۵۶۲	عمرہ
۶۲۰	چہل حدیث حج	۵۶۲	قرآن
۶۵۳	چہل آثار امیر المومنین فاروق اعظم رضی	۵۶۳	تمتع
۶۶۶	علم الفقہ حصہ ششم (مسائل معاشرت)	۵۶۵	جنایتوں کا بیان
۶۶۹	نکاح	۵۶۵	احرام کی جنائتیں
۶۶۶	نکاح کی ترغیب اور فضیلت	۵۶۱	دوقربانی کی جنائتیں
۶۸۰	نکاح کے احکام	۵۶۴	مفسد حج و عمرہ
۶۸۱	نکاح کا مسنون و مستحب طریقہ	۵۶۵	شکار کی جزا
۶۸۶	رسوم نکاح	۵۸۹	جرم کی جنائتیں
۶۸۸	نکاح کے ارکان اور اس کے صحیح و نیکو شکلیں	۵۸۳	احرام پر احرام باندھنا
۶۹۱	ایجاب و قبول	۵۸۶	احصار کا بیان
۶۹۸	گواہی	۵۸۶	احصار کی صورتیں
۷۰۱	محرمات کا بیان	۵۸۷	احصار کا حکم
۷۰۱	پہلا سبب	۵۸۸	دوسرے کی طرف سے حج کرنا
۷۰۳	دوسرا سبب	۵۹۴	حج کی نذرانا
۷۰۳	سسرالی رشتہ	۵۹۶	متفرق مسائل
۷۰۳	مدخلات	۵۹۸	رسول اکرم کے روضہ اقدس کی زیارت کا بیان
۷۰۳	مدخلات اور منکوحات کے اصول	۶۰۳	زیارت روضہ اقدس کے فضائل اور اس کا حکم
۷۰۳	اپنے اصول	۶۰۹	زیارت کا طریقہ اور اسکے احکام

۷۱۷	گیارہواں سبب	۷۰۳	اپنے فروغ
۷۱۷	تعلق حق غیر	۷۰۷	تیسرا سبب
۷۱۷	محرمات کا بیان	۷۰۷	دودھ کا رشتہ
۷۲۰	ولی کا بیان	۷۰	دودھ کے رشتہ کی شرطیں
۷۲۷	کفو کا بیان	۷۱۱	چوتھا سبب
۷۲۸	مہر کا بیان	۷۱۱	اختلاف مذہب
۷۳۲	مہر کی مقدار واجب کا بیان	۷۱۳	پانچواں سبب
۷۳۳	نقشہ مہر اہیات المؤمنین	۷۱۳	اتحاد نوع
۷۳۷	مہر مثل	۷۱۳	چھٹا سبب
۷۵۰	نکاح فاسد و باطل کا بیان	۷۱۳	اختلاف جنس
۷۵۲	حقوق زوجین	۷۱۳	ساتواں سبب
۷۵۳	زوجہ کے حقوق	۷۱۳	طلاق
۷۵۳	نقہ کے مسائل	۷۱۳	آٹھواں سبب
۷۵۹	زوج کے حقوق	۷۱۳	لعان
۷۶۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن معاشرت	۷۱۳	نواں سبب
۷۶۲	لونڈی غلام اور آنکے نکاح کے احکام	۷۱۳	ملک
۷۶۶	نا بالغ بچوں کے نکاح کا بیان	۷۱۳	دسواں سبب
۷۶۷	کافروں کے نکاح کا بیان	۷۱۳	جمع اور اس کا مطلب
۷۷۲	خاتمہ کتاب	۷۱۶	جمع کا دوسرا مطلب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا یَلِیْقُ بِجَلَالِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْظَرِ كَمَالِہٖ عَبْدًا وَّ
رَسُوْلًا سَبَّحًا وَّوَدَّ عَلٰی مَا كُنَّا نَحْمَدُہٗ وَاَلِیْمًا اَصْحَابِہِ الْمُتَحَلِّیْنَ بِمَخَصَلِیْنِ

چونکہ اس کتاب کے مقدمہ میں فقہ کی تعریف اور اس کے پڑھنے پڑھانے کی فضیلت اور اس کی
احتیاج اور ضرورت جو ہر مسلمان کو ابتدائے پیدائش سے آخر وقت تک رہتی ہے نہایت دل چسپ
تقریر اور بہت دلکش تحریر میں ہدیہ ناظرین ہوگی اور اس کے متعلق دوسری مفید اور کارآمد بحثیں
نہایت عمدہ تفصیل سے پیش کی جائیں گی۔ اس لئے اس مقام پر صرف بعد ظاہر کرنے ان امور کے
جن کا التزام اس کتاب میں کیا گیا ہے اصل مقصود کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔

اس کتاب میں جن امور کا لحاظ کیا گیا ہے

- ۱۔ ہر شے کے متعلق جس قدر احکام ہیں وہ سب ایک جگہ جمع کر دیئے جاویں تاکہ ہر شخص کو
سند نکالنے میں آسانی ہو۔
- ۲۔ ہر مسئلہ میں وہی قول لکھا جائے گا جس پر فتویٰ ہے مختلف اقوال اور روایات کا ذکر نہ کیا
جائے گا تاکہ دیکھنے والے کے ذہن کو انتشار نہ ہو۔
- ۳۔ وہ بہت سے مسائل جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہیں حالانکہ ان کے نہیں
یا بعض کمزور مسائل کو مفتی بہ لکھ دیا گیا ہے اس کی بھی تحقیق کی جائے گی۔
- ۴۔ بعض مسائل کی بلحاظ ضرورت دلیل بھی بیان کی جائے گی۔
- ۵۔ زمانہ کے بدلنے سے جو احکام بدل گئے ہیں اور تجارت کے نئے اسباب مثل ریل، تار،

ڈاک، ٹیکٹ، اسٹامپ، نوٹ وغیرہ کے احکام کا بھی بیان ہوگا

۶۔ جب کوئی ایسا مسئلہ پیش آوے کہ جس کا حکم کتب فقہ میں نہیں یا سخت اختلاف کی وجہ سے ایک دو شخص فیصلہ نہ کر سکیں تو علمائے عرب و عجم سے مشورہ کر کے محقق قول لکھ دیا جائیگا

۷۔ جن کتب معتبرہ سے مسائل نقل کئے جائیں گے ان کے نام بحوالہ مصنف و موسط یا فصل و باب لکھ دیئے جائیں گے تاکہ اگر کسی کو اصل کا دیکھنا منظور ہو تو اس کو دقت نہ ہو۔ ہاں جن مسائل میں اتفاق ہے یا مشہور ہیں ان کا حوالہ نہ دیا جائے گا۔

۸۔ اردو عام فہم ہوگی لغت اور اصطلاح کی بھرت نہ ہوگی تاکہ عام لوگ بھی سمجھ لیں۔ میں خداوند تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کر کے پوری پوری اُمید رکھتا ہوں کہ میری اس کتاب سے عام اہل اسلام کو نفع ہوگا علم والوں کو بھی اور بے علموں کو بھی عورتوں کو بھی مردوں کو بھی اس لئے کہ اسکی عبارت اس قدر آسان اور سادھی ہے جس کا سمجھنا کسی جاہل کو بھی مشکل نہیں ہے۔ وہ معتبر نایاب کتابیں جن سے اس کتاب میں کام لیا گیا ہے غالباً ہر شخص کو نہیں مل سکتیں۔ خدا نے چاہا تو اس کتاب کے بعد مفتی بہ اور محقق مسئلہ دریافت کرنے کے لئے پھر کسی اور فقہ کی کتاب کی ضرورت نہ رہے گی۔ چونکہ فقہ میں عبادات اور عبادات میں نماز کا رتبہ سب سے زیادہ ہے اور وہ بغیر طہارت کے نہیں ہو سکتی اور طہارت پانی پر موقوف ہے اس لئے پہلے پانی کے مسائل لکھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے (آمین)

پانی کے مسائل

مقدمہ :- اس میں ان اصطلاحی الفاظ کے معنی بیان کئے جائیں گے جو پانی کے مسائل میں بولے جاتے ہیں۔ پانی کو عربی زبان میں ماء کہتے ہیں اور اسکی دو قسمیں ہیں مطلق، مقید۔
۱۔ مطلق :- وہ پانی جس کو محاورہ میں پانی کہتے ہیں اور پانی کے لفظ سے بغیر کسی خصوصیت کے جو عام لوگ سمجھتے ہیں۔

پانی :- لطیف شے ہے اگر گرد و غبار کی آمیزش اس میں نہ ہو تو جس برتن میں رکھا جاتا ہے اسکی تمام اندرونی چیزیں اس میں دکھلائی دیتی ہیں۔ رقیق اور تپلا ایسا ہے جس کو کپڑے سے نجو بی نجوڑ سکتے ہیں اور جسم اور اعضاء پر بہت آسانی سے بہا سکتے ہیں۔ جاندار چیزوں کی زندگی اور زمین سے اشیاء کا اگنا، بڑھنا باقی رہنا اس پر موقوف ہے۔ بیزنگی اس کا رنگ ہے۔ مزہ اس کا اس سے پوچھئے جس نے گرمی کی شدت اور پیاس کی حالت میں اس کو پیا ہو۔

۲۔ مقید :- وہ پانی جس کو محاورہ میں پانی نہیں کہتے جیسے گلاب، کیوڑہ، رس، سرکہ یا پانی کے ساتھ کوئی اور خصوصیت لگاتے ہیں جیسے تر بوز کا پانی، ناریل کا پانی۔

مطلق پانی کی پانچ قسمیں ہیں

۱۔ طاہر مطہر غیر مکروہ :- وہ پانی جو خود پاک ہو اور اس سے وضو اور غسل وغیرہ بغیر کراہت کے درست ہو۔

۲۔ طاہر مطہر مکروہ :- وہ پانی جو خود پاک ہو مگر طاہر مطہر غیر مکروہ کے ہوتے ہوئے اس سے وضو، غسل وغیرہ مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر وہ نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

۳۔ طاہر غیر مطہر :- وہ پانی جو خود پاک ہے مگر وضو یا غسل اس سے جائز نہیں

۴۔ مشکوک :- وہ پانی جو خود پاک ہے مگر مطہر یا غیر مطہر ہونا اس کا یقینی نہیں یعنی

اگر اس سے وضو یا غسل کیا جائے تو اس کو نہ جائز کہہ سکتے ہیں نہ ناجائز

ف۔ طاہر غیر مطہر اور مشکوک میں فرق یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس پانی طاہر غیر مطہر ہو تو اس

کو صرف تمیم کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ اس پانی سے وضو اور غسل کا ناجائز ہونا یقینی ہے اور اگر کسی

کے پاس ماء مشکوک ہو تو اس کو وضو و تمیم دونوں کرنا چاہئیں۔ اس لئے کہ ماء مشکوک ہے وضو

اور غسل کا جائز یا ناجائز ہونا یقینی نہیں۔

پانی کی یہ چاروں قسمیں ناپاک کو پاک کر دیتی ہیں۔ مذکورہ بالا فرق صرف وضو اور غسل کے احکام میں ہے

۵۔ نجس :- وہ پانی جو خود ناپاک ہو اور وضو اور غسل اس سے جائز نہیں ناپاک چیزیں اس سے

پاک نہیں ہوتیں بلکہ پاک چیزوں کو ناپاک کر دیتا ہے۔ چونکہ اس کی تین قسموں کا سمجھنا پانی کی دوسری

قسموں کے معلوم کر لینے پر موقوف ہے۔ اس واسطے پہلے وہ دوسری قسمیں لکھی جاتی ہیں۔

پانی کی دوسری قسمیں

۱۔ جاری :- وہ پانی جو بہتا ہوا ہو جسکو عام طور پر جاریہ میں بہتا پانی کہتے ہیں۔

۲۔ راکد :- وہ پانی جو ایک جگہ ٹھیرا ہوا ہو بہتا ہوا نہ ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ کثیر۔ قلیل

۱۔ کثیر :- اس قدر پانی کہ جس کی نجاست ایک طرف گرے تو دوسری طرف اس کا کچھ اثر نہ ہو

نجاست کا رنگ، بو، مزہ پانی کے اور طرفوں میں معلوم نہ ہو۔

۲۔ قلیل :- وہ پانی جو کثیر نہ ہو یعنی اگر اس کے ایک طرف نجاست گرے تو دوسری کسی طرف نجاست

کا رنگ یا بو یا مزہ معلوم ہو۔

نجس پانی کی تینوں قسمیں

۱۔ وہ ماء جاری جس کے رنگ، بو، مزہ کو نجاست نے بدل دیا ہو۔

کثیر راکد :- جس کے تمام طرفوں کے رنگ، بو، مزہ کو نجاست نے بدل دیا ہو۔

قلیل را کد :- جس میں نجاست گری ہو خواہ تھوڑی یا بہت اور پانی کے رنگت، بو، مزہ میں فرق

ہو اور پانی نہ ہو۔

مستعمل :- وہ پانی جس سے زندہ آدمی فرض ادا کرنے یا نواب حاصل کرنے کے لئے وضو کرے یا

نہائے یا کسی عضو کو دھوئے بشرطیکہ وہ پانی اس کے جسم سے ٹپک چکا ہو اور جسم پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ ہو

بنیذ تھر :- وہ پانی جو کھجوروں کے بھیگنے سے شیریں ہو گیا ہو مگر اس کی اصل رقت و نیلان میں کوئی

فرق نہ ہو اور نہ اس کے پینے سے نشہ پیدا ہو۔

در پانی جانور :- جن کی پیدائش اور زندگی پانی میں ہو۔ خواہ پانی سے جدا ہو کر زندہ رہ سکیں یا

نہیں جیسے گھڑیاں اور مچھلی وغیرہ۔

خشکی کے جانور :- جن کی پیدائش اور زندگی پانی میں نہ ہو۔ خواہ پانی میں زندہ رہ سکیں یا نہیں

جیسے بٹ وغیرہ۔

دموی جانور :- جن میں ذبح کرنے یا کسی عضو کے کاٹنے سے خون بہے یا ٹپکے۔

غیر دموی جانور :- جن میں بالکل خون نہ ہو یا ایسا خون نہ ہو جو بہے بلکہ گاڑھا ہو جو بہ نہ سکے۔

کنواں :- پانی کا وہ چشمہ جو کثیر کی حد تک نہ پہنچا ہو۔

اسراف :- بے ضرورت یا ضرورت سے زائد پانی کو خرچ کرنا

پانی کے مسائل میں کارآمد اصول

(اصل ۱) الاصل فی الماء الطہارۃ (اصل پانی میں پاکی ہے)

پانی اصل میں پاک ہے اور جب تک کسی دلیل سے اس کا ناپاک ہونا معلوم نہ ہو پاک سمجھا جائیگا

مثال :- جھل میں گڑھوں میں جو پانی بھرا رہتا ہے تاوقتیکہ قرآن سے اسکے ناپاک ہونیکا یقین ہو جائے پاک ہے

(اصل ۲) اَلْیَقِیْنِ لَا یَزُولُ بِالشَّكِّ (یقین شک سے نہیں جاتا)

مثال (شافعی جلد ۱) اور اگرچہ کل جوبہ مشہور ہے کہ جو پانی دس گز طول دس گز عرض مربع ہو وہ کثہ ہے

اس سے کم ہو تو قلیل۔ یہ قول متاخرین کا ہے اصل مذہب میں اس کا کچھ تہ نہیں نہ حدیث سے کوئی نسخہ ہے

مثلاً جیسے پشاپ پانخانہ اور نجاست حقیقیہ کی تعریف انشاء اللہ نجاستوں کے بیان میں آوسکیگی۔

جس بات کا یقین ہو اس کو محض وہم یا شک سے چھوڑنا نہ چاہیے۔

مثال :- کسی مکان میں پاک پانی رکھا ہوا ہے وہاں سے کتنا نکلتے ہوئے دیکھا کہتے کو پانی پیتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ کسی قرینہ سے اس کا پینا معلوم ہوا۔ اگر گمان ہوتا ہے کہ شاید کتے نے پانی پی لیا ہو تو وہ پانی پاک ہے اس لئے کہ پانی کا پاک ہونا یقینی ہے۔ ناپاک ہونے کا شک ہو تو اس شک سے یقین نہ جائے گا۔

(اصل ۳) غَالِبُ الظَّنِّ مُلْحَقٌ بِالْيَقِينِ (گمان غالب یقین کا حکم رکھتا ہے)

یقین کی طرح گمان غالب بھی محض وہم و خیال سے چھوڑنا نہ جائے گا۔

مثال :- کسی پانی کو دو مسلمان پاک کہیں اور ایک عورت یا کافر اس کو ناپاک بتائے تو وہ پانی پاک ہے دو مسلمانوں کے کہنے سے اس کے پاک ہونے کا گمان غالب ہے اور ایک عورت یا کافر کے کہنے سے اس کے ناپاک ہونے کا شک ہے۔ اس لئے اس کے پاک ہونے کا حکم دیں گے۔

(اصل ۴) الْأَصْلُ بَقَاءُ مَا كَانَ عَلَى مَا كَانَ (اصل یہ ہے کہ ہر چیز اپنی پہلی حالت پر باقی رہتی ہے)

ہر چیز اپنی پہلی حالت پر باقی بھی جائے گی جب تک کہ اسکی پہلی حالت کا چلا جاتا کسی دلیل سے معلوم نہ ہو

مثال :- گھر سے گلاس میں پانی لیا گلاس کے پانی میں نجاست دیکھی تو گھر سے کے پانی کو ناپاک نہ کہیں گے۔ گھر سے کا پانی پاک تھا اب بھی پاک رہے گا اور نجاست شاید گلاس میں ہو۔ ہاں گلاس دھو کر دیکھ کر پانی لیا جائے تو پھر یقیناً نجاست گھر سے میں سمجھی جائے گی۔

(اصل ۵) الْأَصْلُ إِضَافَةُ الْحَارِثِ إِلَى قُرْبِ أَوْقَاتِهِ (اصل یہ ہے کہ نئی پیدا ہوتی چیز کو کہیں گے کہ

اسی وقت پیدا ہوتی ہے

جو چیز کہ نئی پیدا ہوتی ہو۔ اور اس کے پیدا ہونے کا وقت معلوم نہ ہو تو اس کو سمجھیں گے کہ ابھی پیدا ہوئی

مثال :- کنویں میں مرا ہوا چوہا دیکھا جائے اور گرنے کا وقت کسی قرینہ سے معلوم نہ ہو تو اس کنویں کے پانی کو دیکھنے کے وقت سے ناپاک کہیں گے اور اس سے پیشتر اس پانی سے جو وضو یا غسل کیا گیا ہے سب کو جائز رکھیں گے۔

(اصل ۶) الْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيرَ (سختی سے آسانی ہوجاتی ہے)

قیاسی احکام ضرورت اور حرج کے وقت بدل سکتے ہیں۔

مثال :- ہڈیوں کی بیٹھنا ناپاک ہے کنویں میں گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر کنویں کے پانی کو ناپاک کہیں تو بہت وقت ہوگی کیونکہ پرندوں کی بیٹھنے سے کنویں کی حفاظت مشکل ہے

(اصل ۷) لَا مَانِعَ لِذِي حَيْثُهَا فِي مَوَدِّ النَّصِ (شرعی حکم میں عقل کو دخل نہیں۔)

شرعی حکم کو عقل کے خلاف سمجھ کر رو نہیں کر سکتے۔

مثال :- کنوئیں میں مرا ہوا چوہا بچھلے تو بیس ڈول کھینچنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ بیس ڈول سے تمام پانی کا پاک ہونا سمجھ میں نہیں آتا تو بیس ڈول سے پانی پاک نہیں ہوتا۔

(اصل ۸) مَا ثَبَتَ عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ
فَغَفِيْرًا لَا يَقَاسُ عَلَيْهِ
جو حکم قیاس کے خلاف ہو اس کو دوسری جگہ جاری نہیں کرتے۔

شریعت کا جو حکم خلاف قیاس کے ہو اس کو دوسری چیزوں کے لئے ثابت نہیں کر سکتے
مثال :- پانی سے وضو اور غسل درست ہے۔ عرق سے جو پانی کے مثل ہے وضو اور غسل کو درست نہ کہیں گے۔

(اصل ۹) الضَّرُورَاتُ تَبِيْحُ الْمَحْذُوْرَاتِ
حاجت نا جائز چیزوں کو جائز کر دیتی ہے

ممنوع اور ناجائز چیزیں ضرورت کے وقت جائز ہو جاتی ہے

مثال :- تشنگی میں جان پر آجے تو نا پاک پانی پینا درست ہے۔

(اصل ۱۰) الْعَبْوَةُ لِلْغَالِبِ بِالْمَغْلُوْبِ
اعتبار غالب کا ہوتا ہے نہ مغلوب کا

چند چیزیں جب مل جائیں تو ان میں جو غالب ہے اس کا حکم اور مجموعہ کا حکم ایک ہے

مثال :- مستعمل اور مطہر پانی اگر مل جائیں اور مستعمل زیادہ ہو تو یہ کل پانی مستعمل سمجھا جائے

گا اور اگر مطہر زیادہ ہو تو یہ کل پانی مطہر سمجھا جائے گا۔

پاک شے اگر پانی میں مل جائے اور پانی کی رقت وسیلان کو کھو دے یا پانی کے مزے اور رنگ

یا رنگ اور بو یا بو اور مزے کو بدل دے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شے پانی پر غالب ہے اور اس پانی کو ماء مطلق نہ کہیں گے۔

ماء مطلق طاهر مطہر غیر مکررہ کا بیان

مسائل

مسئلہ (۱) بارش، دریا، سمندر، نہر، تالاب، چشمہ، کنوئیں کا پانی، شبنم، برف اور اولہ کا پانی جو گہری سے

عَسَ وَ يَنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَ بِكُمْ وَيُبْرِئَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَ دَوْمَرِے مقام میں ہے
(بقایا حاشیہ صفحہ ۲۴ پر دیکھیں)

پگھل کر ٹپکے۔ یہ تمام پانی پاک ہیں۔ وضو اور غسل ان سے بلا کراہت درست ہے

مسئلہ (۲) نجاست جیسے پاخانہ، گوبر، لید وغیرہ سے پانی اگر گرم کیا جائے تو اس سے پانی میں کچھ نقصان نہ آئے گا وضو اور غسل بلا کراہت درست ہے

مسئلہ (۳) پانی کا زیادہ کھڑے رہنے، رکنے، بند رہنے سے یا برتن میں بہت دن رکھنے سے رنگ بدل جائے یا بد مزہ ہو جائے یا بو کرنے لگے تو وضو اور غسل بلا کراہت اس سے جائز ہے جیسے تالاب حوض کا پانی زیادہ روز رکھنے سے بو کرنے لگتا ہے۔ حاجی پنیوں میں زمزم کو لاتے ہیں تو اس کا رنگ و مزہ بدل جاتا ہے۔

مسئلہ (۴) جنگل میں چھوٹے گڑھوں میں جو پانی بھرا رہتا ہے تا وقتیکہ قرآن سے اس کے ناپاک ہونے کا یقین یا ظن غالب نہ ہو اس وقت تک اس کو پاک ہی کہیں گے۔

مسئلہ (۵) راستوں پر ٹھکے گھڑے وغیرہ میں پانی پینے کو رکھ دیتے ہیں اور اس سے ہر قسم کے لوگ شہری دیہاتی چھوٹے بڑے مرد و عورت پانی لے کر پیتے ہیں اور احتیاط نہیں کرتے تو یہ پانی پاک ہے ہاں اگر ناپاک ہونے کا کسی طور سے یقین ہو جائے تو پھر پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ (۶) کافروں کے برتن کا پانی بھی پاک ہے اس لئے کہ نجاست سے ہر مذہب و ملت کے لوگ پیتے ہیں۔ ہاں جو کافر کہ نجاست سے نہیں پیتے اور کسی طرح قرآن سے معلوم ہو جائے کہ ان کے برتن پاک نہیں تو پھر ان کے برتن کا پانی پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ (۷) چھوٹے بچے جن کے ہاتھوں کا کچھ اعتبار نہیں نجاست سے وہ احتیاط نہیں کرتے اگر پانی میں ہاتھ ڈال دیں تو پانی پاک ہے۔ ہاں اگر انکے ہاتھ کا ناپاک ہونا یقینی طور سے معلوم ہو جائے تو پانی ناپاک ہے

مسئلہ (۸) وہ کنویں جن سے ہر قسم کے لوگ پانی بھرتے ہیں اور میلے گرو وغبار آلود برتن اور ہاتھوں سے بھرتے ہیں ان کا پانی پاک ہے تا وقتیکہ برتنوں اور ہاتھوں کا ناپاک ہونا یقیناً معلوم نہ ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳)

وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا دونوں آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ خدا نے تمہارے پاک کرنے کو عینہ برسیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ بارش کا پانی پاک ہے اور ناپاک چیزوں کو پاک کر دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ایک اور مقام میں ہے خَانَ الْمُبِجِدِ مَاءٌ فَتَيْمَمُوا صَبِيحًا طَيِّبًا تمہیں پانی نہ ملے تو تیمم کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ پانی پاک ہے اس سے وضو و غسل درست ہے یہ اگر نہ ہو تو تیمم کرنا چاہیے۔ حدیث میں ہے الْمَاءُ طَهُورٌ پانی پاک کر دیتا ہے ۱۲ منہ

مسئلہ (۹۱) گھڑے یا مٹکے سے لوٹے یا آنچورے میں پانی لیا جائے اور پانی پیتے وقت اور اس کے قبل لوٹے اور آنچورے کو نہ دیکھا جس سے معلوم ہوتا کہ ان میں کچھ تھمایا نہیں ہاں پانی لینے کے بعد دیکھا تو لوٹے میں یا آنچورے میں نجاست پانی تو ایسی حالت میں مٹکے اور گھڑے کا پانی پاک ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں اس کا یقین نہیں کہ یہ نجاست گھڑے یا مٹکے میں تھی۔ ممکن ہے کہ لوٹے یا گلاس ہی میں ہو اور اسی طرح ڈول سے بلا دیکھے ہوئے پانی بھرا جائے اور کھینچنے کے بعد ڈول میں نجاست نکلے تو پانی کنویں کا پاک ہے۔

مسئلہ (۱۰۱) درخت کی تہی گھونٹنے کی وجہ سے پانی اگر ٹوکرنے لگے یا بدمزہ ہو جائے یا رنگ بدل جائے یا مزہ اور رنگ اور بو تینوں بدل جائیں تو یہ پانی پاک ہے۔ وضو اور غسل اس سے درست ہے۔

مسئلہ (۱۱۱) با وضو شخص بلا نیت وضو کے ہاتھ پیر ٹھنڈا کرنے یا گردوغبار دھونے کی غرض سے یا دوسرے شخص کو وضو سکھانے کے لئے اگر وضو کرے تو اس وضو کا پانی مستعمل نہ ہوگا اور استعمال شدہ پانی سے وضو اور غسل درست ہے۔

غیر مستعمل پانی

مسئلہ (۱۲۱) با وضو مرد یا عورت جس کو نہانے کی ضرورت نہ ہو اور غسل نہ کرنا مسنون ہو اور نہ جسم پر کسی جگہ نجاست لگی ہو اور پھر نہانے تو یہ پانی مستعمل نہ ہوگا اور اس سے وضو اور غسل درست ہے اور اسی طرح وہ شخص جس کو نہانے کی ضرورت نہ ہو اگر اس عضو کو جو وضو میں نہیں دھویا جاتا دھوئے بشرطیکہ یہ عضو پاک ہو تو یہ پانی بھی مستعمل نہیں خواہ وہ سر کے بال ہی کیوں نہ دھوئے۔

مسئلہ (۱۳۱) حائضہ یا وہ عورت جس کو بچہ پیدا ہونے کے بعد خون آتا ہے خون بند ہونے سے پہلے اگر نہانے اور جسم اس کا پاک ہو تو یہ پانی مستعمل نہیں اور وضو اور غسل اس سے درست ہے۔

مسئلہ (۱۴۱) چار پانچ سال کا ایک ایسا لڑکا جو وضو کو نہیں سمجھتا وہ اگر وضو کرے یا دیوانہ وضو کرے تو یہ پانی مستعمل نہیں۔

عہ جس پانی کے ناپاک ہونے کا شبہ ہو اور پاک ہونا یقینی ہو اس سے وضو اور غسل کرنا مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ اچھا پانی موجود ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: «ما یسہل الی ما یسہل» مشتبہ چیز کو چھوڑ دو اور یقینی غیر مشتبہ کو لے لو (شامی ص ۱۷۱)۔

عہ بعض کتابوں میں ہے کہ اس سے وضو اور غسل درست نہیں یہ قول صحیح نہیں اس لئے کہ تپوں کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا اور عوار سے میں لوگ اسکو پانی کہتے ہیں اور جب یہ پانی مطاق اور ملہر ہوا تو پھر وضو اور غسل اس سے درست نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں اسی طرح گرد و مٹی پانی میں ملی ہو جیسے بارش کا پانی برسات میں دیا کہ پانی سے ہر جاتا ہر وہ بھی عزا پالی کہلاتا ہے۔

عہ پاک ہونا ان کے جسم کا اگر پہلے سے مشتبہ ہو تو پھر اس کا مکروہ ظاہر پانی کا حکم ہوگا۔ ۱۲

مسئلہ (۱۵) پاک کپڑا، برتن اور دوسری پاک چیزیں جس پانی سے دھوئی جائیں اس سے وضو اور غسل درست ہے۔ بشرطیکہ محاورے میں اس کو ماء مطلق کہتے ہوں اور پانی کے تین وصفوں سے دو وصف باقی ہوں اور اگر دو وصف بدل جائیں تو پھر درست نہیں مثال چاول دھوئے جائیں یا ترکاری وغیرہ دھوئیں تو اگر رنگ، بو، مزہ تینوں بدل جائیں یا رنگ، مزہ بدل جائے یعنی دو وصف بدل جائیں تو وضو اور غسل درست نہیں۔ ہاں اگر کچھ نہ بدلے یا ایک بدلے تو درست ہے

مسئلہ (۱۶) سور، کتے کے علاوہ کوئی زندہ جانور جس پانی سے نہلایا جائے وہ پاک ہے بشرطیکہ جسم پر نجاست لگی ہوئی نہ ہو اور لعاب دہن نہ ملا ہو اور اسی طرح سور، کتے کے سوا زندہ جانور جس پانی میں جائے یا گر پڑے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچے اور جسم پر نجاست بھی نہ ہو تو یہ پانی پاک ہے اور وضو اور غسل اس سے درست ہے۔ ہاں گھوڑا اور وہ جانور جن میں دم سائل نہیں اور وہ جانور جن کا گوشت درست ہے ان کا لعاب دہن بھی اگر پانی میں مل جائے تو پانی پاک ہے۔ (در مختار)

مسئلہ (۱۷) بدن یا کپڑا صاف کرنے کے لئے یا خود پانی ہی صاف کرنے کی غرض سے کوئی شے مثل صابون وغیرہ کے پانی میں جوش دی جائے تو اس سے وضو اور غسل درست ہے بشرطیکہ پانی کی اصلی رقت میں کچھ فرق نہ ہوا اور پانی گاڑھا نہ ہو جائے خواہ مزہ، بو، رنگ تینوں جاتے رہے ہوں (سرائی الفلاح)

مسئلہ (۱۸) پاک پانی میں خشک چیز مثل آٹے، ستوا، اناج وغلہ کے ڈال دی جائے یا خشک روٹی بھگو دی جائے یا گاڑھی چیز مثل شربت بنفشہ نیلو فر معجون گلقد کے ڈال دی جائے اور پانی کے تینوں وصف مزہ، بو، رنگ جاتے رہیں لیکن جوش نہ دیا جائے اور پانی کی رقت وسیلان اصلی میں کچھ فرق نہ آئے اور محاورے میں اس کو پانی بھی کہتے ہوں تو اس سے وضو درست ہے اور اگر محاورے میں پانی اس کو نہ کہیں بلکہ اس کا دوسرا نام ہو تو وضو درست نہیں خواہ رقت وسیلان پانی کا سا ہو۔ مثال: شکر گھول کر پانی میں شربت بنائیں تو اس سے وضو درست نہیں اگرچہ اس میں پانی کی کسی رقت باقی ہو اس لئے کہ اس کو محاورے میں پانی نہیں کہتے بلکہ شربت کہتے ہیں۔

۱۵۔ اس لئے کہ محاورے میں اس کو ماء مطلق بولتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ مردے کو بیری کی پتی پانی میں جوش دے کر غسل دوا اور ظاہر ہے کہ اس سے تینوں وصف بھی بدل جائیں گے۔ ۱۲۔

۱۶۔ رقت کے باقی رہنے کی یہ علامت ہے کہ کپڑے سے پتھریں تو نچر جائے اور سیلان کی علامت یہ ہے کہ اعضا پر پانی کی طرح بہے۔ ۱۲۔ مسند۔

مسئلہ (۱۹) ایسی رقیق سیال شے جو پانی سے رنگ، بو، مزہ تینوں وصفوں میں مخالف ہو جیسے سرکہ، دودھ، رس کہ ان کا مزہ، بو، رنگ تینوں مخالف ہیں اگر پانی میں مل جائے اور پانی کے کسی ایک وصف کو کھودے خواہ مزہ بدل جائے یا رنگ یا بو تو اس پانی سے وضو اور غسل درست ہے ہاں اگر دو وصف جاتے رہیں تو درست نہیں۔ اور جو رقیق شے پانی سے دو وصف یا ایک میں مخالف ہو اور ایک یا دو میں موافق ہو جیسے عرق بادبان، کیوڑہ وغیرہ کہ جن کی بو، مزہ مخالف ہے اور رنگ میں موافق ہے تو یہ اگر پانی میں مل جائیں اور پانی کے مزہ، رنگ اور بو میں کچھ تغیر نہ ہو تو اس سے وضو درست ہے ورنہ نہیں یعنی اگر وصف بدل جائے گا تو وضو درست نہ ہوگا

مسئلہ (۲۰) رقیق و سیال شے جو پانی سے کسی وصف میں مخالف نہیں اس کا مزہ، رنگ، بو سب پانی کا سا ہے تو یہ اگر قلیل پانی میں مل جائے اور اس سے قلیل پانی وزن میں زیادہ ہو مثلاً یہ رقیق اگر ایک سیر ہو اور قلیل سوا سیر ڈیڑھ سیر ہو تو اس وقت اس قلیل سے وضو درست ہے

مثال: مستعمل پانی ایک سیر جو کہ پانی سے کسی وصف میں مخالف نہیں دو سیر پانی میں مل جائے تو تمام پانی غیر مستعمل ہوگا اور اس سے وضو اور غسل درست ہے

مسئلہ (۲۱) جس جانور میں دم سائل نہ ہو یا دریائی جانور پانی میں مرجائے یا پھول بچھٹ جائے تو یہ پانی پاک ہے وضو اور غسل اس سے درست ہے

مسئلہ (۲۲) کثیر یا جاری پانی میں نجاست گرے یا کوئی جانور گر کر مر جائے اور پانی کا مزہ، رنگ، بو ان تینوں میں سے ایک بھی نہ بدلے اور پانی اپنی اصلی حالت پر رہے تو ان سے وضو اور غسل درست ہے، ہاں اگر تینوں میں سے ایک بھی بدل جائے گا تو درست نہیں۔

مسئلہ (۲۳) جاری یا کثیر پانی میں مستعمل یا نجس پانی جو کہ جاری اور کثیر سے زیادہ ہو مل جائے تو اس سے

۱۔ پانی سے تینوں وصف میں جو مخالف ہے اگر وہ دو وصف کو کھودے تو سمجھا جائے گا کہ وہ پانی پر غالب ہے اور پانی فنا ہو کر سہی بن گیا اور جب پانی فنا ہو گیا اور دوسری شے بن گیا تو پھر اس کو پانی کا حکم نہ رہے گا جیسے پانی برف بن کر جم جائے۔ ۱۲۔

۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ شخص جس کو نہانے کی ضرورت ہے اگر حوض یا کنویں میں نہائے اور اس کے جسم پر نجاست نہ ہو تو پانی کنویں کا پاک ہے اور اسی طرح وضو کے وقت کنویں میں مستعمل پانی کے قطرے ٹپکس تو سبھی کچھ حرج نہیں اس لئے کہ مستعمل پانی بہ نسبت غیر مستعمل کے تھوڑا ہے اور اس تھوڑے پر فقہانے جو نجس ہونے کو لکھا ہے وہ مفتی بہ نہیں۔ ۱۲۔

۳۔ ایسا جانور اگر پانی میں بچھٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا ہے تو اس کا پینا مکروہ تحریمی ہے (شامی صفحہ ۱۳ ج ۱ ص ۱۲)

جاری اور کثیر ناپاک نہ ہوگا۔

مسئلہ (۲۳۴) کنواں، چشمہ ناپاک اگر خشک ہو جائے اور پھر دوبارہ اس میں خشک ہونے کے بعد پانی نکلے تو یہ پانی پاک ہے بشرطیکہ اس میں اس وقت نجاست نہ ہو

مسئلہ (۲۳۵) پنجس پانی گھڑے، پیالے، گلاس وغیرہ میں ہو اور نجاست کی وجہ سے پانی کارنگ مزہ، بو، تینوں میں سے کوئی بھی نہ بدلا ہو تو ایسی حالت میں پاک پانی اوپر سے بر سے یا ان برتنوں میں اس قدر ڈالا جائے کہ پانی کنوائے سے نکل کر نیچے رہ جائے تو اس سے پانی و برتن دونوں پاک ہو جائیں گے (شامی ص ۱۳۱ ج ۱)

مسئلہ (۲۳۶) ناپاک زمین پر اگر اس قدر پانی ڈالا جائے کہ ایک گز بہ جائے یا اس قدر بارش ہو کہ ایک گز بہ جائے تو زمین اور پانی دونوں پاک ہیں (شامی ص ۱۳۱ ج ۱)

مسئلہ (۲۳۷) جاری پانی سے چند آدمیوں کو برابر متصل ہو کر وضو غسل کرنا درست ہے خواہ یہ پانی جاری کسی چھوٹے سے نالے میں ہو جیسا کہ ہندستان میں چھوٹے چھوٹے بڑے نالے ہوتے ہیں جس سے کھیتوں کو پانی دیا جاتا ہے

مسئلہ (۲۳۸) جاری پانی اگر ناپاک ہو جائے یعنی نجاست اس کے کسی وصف کو بدل دے تو نجاست کا جب اثر جاتا رہے گا پانی پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ (۲۳۹) طائر منظر پانی میں مستعمل پانی برابر یا زیادہ مل جائے تو تمام پانی کو مستعمل کا حکم ہوگا ہاں اگر منظر زیادہ ہو تو تمام کو منظر کہیں گے۔

مسئلہ (۲۴۰) حائضہ یا نساء عورت غرن بند ہونے کے بعد نہانے تو یہ پانی مستعمل ہے۔

۵ کثیر اور جاری پانی نجاست سے پاک نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر اسکو ناپاک ہونے کا حکم دیا تو انسان کی معاشرت بہت مشکل ہو جائے گی۔ دوسری نجاست کا مدار طہارے نفیسہ پر ہے نفیس طبیعت والے میں پانی کے استعمال کو برا جانتے اور گوارا نہ کریں تو وہ ناپاک ہے اور ظاہر ہے کہ کثیر یا جاری پانی میں اگر نجاست گرنے اور اس کا اثر معلوم نہ ہو تو ایسی طبیعت کے لوگ اس کے استعمال سے احتراز نہ کریں گے ہاں اگر نجاست پانی کے کسی وصف کو بدلے تو ضرور اس کے استعمال سے احتراز ہوگی اور اس وقت یہ بھی ناپاک ہے۔ اس پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی نہر میں اگر جانور مرجلے اور مہر کے پانی کا اکثر حصہ تلور ہوتا ہو یا بچہ اور پانی کا کوئی وصف اس کی وجہ سے متغیر نہ ہو تو یہ پانی پاک ہے اور جانور کے پیچھے کی طرف وضو اور غسل کرنا درست ہے جو اس کے خلاف لکھتے ہیں اس کی وجہ معلوم نہیں ہوتی ۱۲۔

۶ ہلکے فقہانے یہاں بہت جزئیات بیان کئے ہیں تاکہ مدار اس پر ہے کہ مستعمل پانی ناپاک ہے۔ مثلاً یہ لکھتے ہیں۔
(بلیغہ حاشیہ ص ۲۹ پر)

مسئلہ (۳۱) جس شخص کو نہانے کی ضرورت ہو اور جسم پر اس کے کہیں نجاست نہ ہو وہ اگر نہانے یا اپنے کسی پاک عضو کو دھوئے یا کلی کرے یا ناک میں پانی ڈالے یا بلا ضرورت پیر کو یا ہاتھ کو پانی میں ڈال دے تو یہ مستعمل ہو جائے گا لیکن ہاتھ یا پیر کو اگر پانی میں ڈالے گا تو اسی قدر پانی مستعمل ہوگا جس قدر ہاتھ یا پیر کو لگا ہے نہ تمام اگر کسی ضرورت سے ہاتھ کو یا پیر کو اگر پانی میں ڈالے مثلاً پانی نکالنے کے لئے یا رکھنے کی وجہ سے تو پانی مستعمل نہ ہوگا اور اسی طرح سنت ادا کرنے کے واسطے اگر نہانے جیسے عیدین، جمعہ، حج، طواف وغیرہ کے لئے تو یہ بھی مستعمل ہوگا۔

مسئلہ (۳۲) بے وضو اگر وضو کرے یا اپنے کسی عضو کو دھوئے جس کا وضو نہیں دھونا فرض یا سنت ہے تو یہ پانی مستعمل ہوگا۔ اور اسی طرح با وضو وضو کے ارادے سے اگر وضو کرے لیکن دونوں وضو ایک مقام پر نہ ہوں تو یہ پانی بھی مستعمل ہو جائے گا ہاں اگر ایک جگہ وضو کیا اور پھر بلا فصل اسی جگہ دوسرا وضو کیا تو دوسرے وضو کا پانی مستعمل نہ ہوگا۔

مسئلہ (۳۳) جس جگہ پانی کا استعمال مسنون یا مستحب ہے وہاں جو پانی استعمال کیا جائیگا وہ مستعمل کہلائیگا مثلاً کھانے کے پہلے یا پیچھے ہاتھ دھونا مسنون ہے تو جس پانی سے کھانے کے پہلے یا پیچھے ہاتھ دھویا جائے وہ مستعمل ہے۔

مسئلہ (۳۴) کافر کے بدن پر نجاست نہ ہو لیکن نہانے کی ضرورت ہو یا بے وضو ہو تو وہ جس پانی سے نہانے وہ مستعمل ہوگا ہاں اگر نہانے کی ضرورت نہ ہو اور با وضو پھر نہانے تو مستعمل نہ ہوگا۔

مسئلہ (۳۵) با وضو شخص وضو کے ارادہ سے دوبارہ وضو کرے یا بے وضو شخص بے ارادہ وضو کے اعضاء وضو کو دھوئے تو وہ پانی مستعمل ہوگا۔

مسئلہ (۳۶) قلیل پانی تھوڑی نجاست سے ناپاک ہو جاتا ہے مثلاً ایک قطرہ شراب یا پیشاب یا خون یا نجس پانی کا پڑ جائے یا ایک رقی پاخانہ گر جائے تو سب پانی نجس ہو جائیگا

لاکھ قلیل

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸) کہ ایسا شخص جو نہانے کی ضرورت رکھتا ہے اور اس کے جسم پر کہیں نجاست نہیں اگر کنویں میں داخل ہو تو تمام پانی ناپاک ہے۔ بے وضو شخص اگر پانی کے برتن میں پیچھے سے زیادہ ہاتھ ڈالے تو تمام پانی ناپاک ہے۔ وضو کے برتن میں اگر مستعمل پانی چکے تو سب پانی نجس ہو گیا اسی قسم کے اور بہت مسائل ہیں اور فقہانے یہاں بڑی طبع آزمایاں کی ہیں اور لاطائل بخشن چھڑی ہیں زیادہ تعجب کی یہ بات ہے کہ جب مستعمل پانی خود پاک ہے اگر مٹھر میں جو زیادہ ہے مل جائے تو لگتے ہیں کہ منہتی یہ ہے کہ مٹھر مٹھر ہوگا۔ ایسی بچشوں کا کیا موقع تھا۔ ۱۲

اگرچہ نجاست سے پانی کا رنگ، بو، مزہ میں کچھ فرق نہ آیا ہو۔

مسئلہ (۳۷) خون سائل جن جانوروں میں ہوتا ہے ان کا بدن مرجانے کے بعد ناپاک ہو جاتا ہے تو اگر ایسا جانور قلیل پانی میں گر کر مرجائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا اور جن جانوروں میں خود خون سائل نہیں ہوتا مگر جب دوسرے جانوروں کا مثل انسان وغیرہ کے خون پیتے ہیں تب ان کا خون سائل ہو جاتا ہے جیسے بڑا کھٹمل، چونک، بڑا مچھر پستور وغیرہ پس اگر یہ جانور ایسے وقت میں کہ ان میں خون سائل ہو قلیل پانی میں گر کر مرجائے تو پانی ناپاک ہو جائیگا جب تک کہ جن میں خون سائل ہو پانی میں مرجائے ہوئے گر جائیں تو پانی ناپاک ہو جائیگا

مسئلہ (۳۸) پاخانہ یا اور کسی نجاست سے جو کثیر پیدا ہوتا ہے وہ نجس ہے۔ قلیل پانی میں گر جائے تو ناپاک ہو جائے گا۔ (شامی ص ۱۲ ج ۱)

مسئلہ (۳۹) قلیل ناپاک پانی میں اس قدر پانی چھوڑا جائے کہ وہ کثیر ہو جائے تو وہ پانی پاک نہ ہوگا بلکہ ناپاک ہو جائے گا۔ اور اسی طرح نجس حوضوں میں پانی نہ ہو تھوڑا تھوڑا جائے یا حوض میں نالی کے ذریعہ سے پانی بھرا جائے تو ان دونوں حالتوں میں پانی ناپاک ہوگا۔ حاصل یہ کہ تھوڑا پانی نجس پانی یا کسی دوسری نجس چیز سے ملے تو کل ناپاک رہے گا۔

طاہر مطہر مکروہ پانی

مسئلہ (۴۰) دھوپ سے جو پانی گرم ہو گیا ہو اس سے وضو غسل مکروہ ہے (شامی ص ۱۳ ج ۱)

مسئلہ (۴۱) جس قلیل پانی میں آدمی کا تھوک یا ناک مل جائے اس سے وضو غسل مکروہ ہے (خزانة المقتن)

مسئلہ (۴۲) مستعمل پانی کا پینا اور کھانے کی چیزوں میں استعمال کرنا مکروہ ہے اور وضو غسل اس سے درست نہیں (شامی ص ۱۴ ج ۱)

مسئلہ (۴۳) جس پانی کے ناپاک ہونے کا یقین اور گمان غالب نہ ہو محض شک ہو اس سے وضو غسل مکروہ ہے

مثال :- چھوٹا پتھر جس پانی میں ہاتھ ڈال دے اور اس کے ہاتھوں کا ناپاک ہونا یقینی نہ ہو۔ بلکہ ناپاک ہونے کا شک ہو تو اس سے وضو غسل مکروہ ہے

ہدایہ میں ہے کہ یہ پانی پاک نہیں ہوتا لیکن یہ صحیح نہیں۔ جب تک کہ ملامت یہ ہے کہ اس کے پیر کی انگلیوں میں جعلی اور کھال نہ ہو۔ البتہ وہ جانور جن میں خون سائل نہ ہو ان کے مرنے سے پانی نجس نہیں ہوگا۔ ۱۲۔

مسئلہ (۳۴) مرد کو خوب صورت لڑکے اور غیر محرم عورت کا جھوٹا پانی پینا مکروہ ہے بشرطیکہ اس پانی کے پینے سے شہوت کا گمان ہو اس میں وہ لطف ملے جو محبوبوں کے جھوٹے میں ملتا ہے۔ اور اسی طرح عورت کو بھی غیر مرد کا جھوٹا پینا مکروہ ہے (طحطاوی و مراقی الفلاح)

مسئلہ (۳۵) زوم کے پانی سے بے وضو کو وضو نہ کرنا چاہیے اور اسی طرح وہ شخص جس کو نہانے کی حاجت ہو اس سے غسل نہ کرے اور اس سے ناپاک چیزوں کا دھونا اور استنجا کرنا مکروہ ہے (مراقی الفلاح ص ۱۲)

مسئلہ (۳۶) عورت کے وضو اور غسل کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو، غسل مکروہ ہے (شامی)

مسئلہ (۳۷) دریائی یا غیر موسمی جانور پانی میں مر کر پھٹ جائے اور ریڑھ، ریڑھ ہو کر پانی میں مل جائے تو اس پانی کا پینا مکروہ ہے ہاں وضو، غسل اس سے درست ہے اس لئے کہ ان کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا (شامی ص ۱۳۵ ج ۱)

مسئلہ (۳۸) وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجا کرنا مکروہ ہے

مسئلہ (۳۹) جن مقاموں پر خدا کا عذاب کسی قوم پر آیا ہو جیسے نمود اور عاد کی قوم اس مقام کے پانی سے وضو اور غسل مکروہ ہے (شامی ص ۱۳۵ ج ۱)

جانوروں کا جھوٹا پانی

مسئلہ (۵۰) آدمی کا جھوٹا پانی مطہر غیر مکروہ ہے خواہ مسلمان کا ہو یا کافر کا، چھوٹے کا ہو یا بڑے کا مرد کا ہو یا عورت کا یا ایسے شخص کا ہو جس کو نہانے کی ضرورت ہو یا حیض اور نفاس والی عورت کا بشرطیکہ کوئی ناپاک چیز مثل شراب اور سوڑ کے کھا کر فوراً نہ پیا ہو (طحطاوی شرح مراقی الفلاح)

مسئلہ (۵۱) گھوڑے کا جھوٹا، حلال جانوروں کا جھوٹا چرند ہوں یا پرند، غیر موسمی جانوروں کا جھوٹا حرام ہوں یا حلال، دریائی جانوروں کا جھوٹا حرام ہوں یا حلال، طاهر مطہر غیر مکروہ ہے بشرطیکہ ان کا منہ اس وقت ناپاک نہ ہو یعنی نجاست کھانی کر فوراً پانی نہ پیا ہو اور ایسا بھی نہ ہو کہ نجاست اکثر کھایا گئے ہوں جیسا کہ بعض جانوروں کو نجاست کھانے کی عادت ہوتی ہے۔ اور دوسری چیزوں سے اسکو زیادہ کھاتے ہیں (شامی)

مسئلہ (۵۲) جو جانور حرام ہیں اور مکاناتوں میں رہتے ہیں جیسے بٹی، چوہا، سانپ اور حرام پرند اور اسی طرح وہ حلال جانور جو چھوٹے پھرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں وہ کھاتے ہیں جس چیز میں چاہتے ہیں منہ ڈال دیتے ہیں ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے

مسئلہ (۵۳) پرندوں کے سوا حرام جانور جو مکانوں میں نہیں رہتے جنگل میں رہتے ہیں جیسے شیر، بھیریا، چیتا، گوہ، ہاتھی وغیرہ ان کا جھوٹا ناپاک ہے

مسئلہ (۵۴) جن جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے اگر وہ ناپاک چیز کھا کر فوراً پانی پیں تو یہ جھوٹا ناپاک ہے اس لئے کہ ناپاک چیز کے لگنے سے زبان ہونٹ وغیرہ ناپاک ہو جاتے ہیں۔ ہاں کچھ توقف کے بعد جس میں دو ایک دفعہ لعاب نکلنے سے منہ صاف ہو جائے اگر کسی پانی کو پیں تو ناپاک نہ ہوگا۔

مسئلہ (۵۵) جس پتھر کی پیدائش گدھی یعنی مادہ تر سے ہو اس کا جھوٹا اور گدھے کا جھوٹا مشکوک ہے

کنویں کے احکام

کنویں میں گرنے والی چیزوں کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم وہ ہے جس سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

دوسری قسم وہ ہے جس سے کل پانی ناپاک ہو جاتا ہے

تیسری قسم وہ ہے جس سے کل پانی ناپاک نہیں ہوتا بلکہ تھوڑا پانی۔

مسئلہ (۵۶) پاک چیز کے کنویں میں گر جانے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا اور وضو، غسل

اس کے پانی سے اس وقت تک درست ہے کہ اسکو پانی مطلق کہیں مثال :- کنویں میں

شکر چھوڑ دی جائے تو اس سے وضو اس وقت تک درست ہے جب تک کہ وہ شربت نہ ہو جائے

مسئلہ (۵۷) حیوان غیر دُموی یا دریائی کے کنویں میں گر کر مر جانے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا

بشرطیکہ ان کے جسم پر نجاست نہ ہو۔ مثال :- پھلی، گھڑیاں، وہ سائب جس میں خون نہ ہو اگر کنویں

میں گر کر مر جائیں یا مر کر گر جائیں تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

فقہانے کنویں کے پانی کو راکد قرار دیا ہے۔ اور راکد کی دو قسمیں ہیں۔ کثیر، قلیل، لیکن چونکہ کثیر کا حکم یہاں بھی وہی

ہے جو دوسرے کثیر پانیوں کا ہے۔ لہذا فقہانے اس کا اعتبار نہیں کیا۔ بخلاف کنویں کے قلیل پانی کے کہ یہ دوسرے قلیل پانیوں

کے مخالف ہے۔ دوسرے قلیل پانی ناپاک ہونے کے بعد پاک نہیں ہوتے اور یہ پاک ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے فقہانے

کنویں کے قلیل پانی کے احکام علیحدہ بیان کئے ہیں اور کنویں سے ان کی مراد وہی کنواں ہے جس میں قلیل

مسئلہ (۵۸) مسلمان کی لاش نہلانے کے بعد اگر کنویں میں گر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ جسم پر نجاست نہ ہو اور لاش پھولی پھٹی نہ ہو۔

مسئلہ (۵۹) شہید نہلانے کے قبل بھی گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ جسم پر نجاست نہ ہو اور خون اس کا پانی میں نہ ملے۔

مسئلہ (۶۰) زندہ آدمی کنویں میں گر جائے یا غوطہ ننگائے اور پھر زندہ نکل آئے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ جسم پر نجاست ہونے کا یقین یا گمان غالب نہ ہو اور استنجہ پانی سے کئے ہوئے ہو کافر ہو یا مسلمان مرد ہو یا عورت باوہ شخص جسکو نہلانے کی ضرورت ہو یا حیض و نفاس والی عورت بشرطیکہ گرتے وقت خون بند ہو۔

مسئلہ (۶۱) سوز کے سوا کل جانوروں کی خشک ہڈی یا ناخن یا بال کے گر جانے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا (قاضی خاں)

مسئلہ (۶۲) جن جانوروں کا جھوٹا پاک ہے وہ اگر کنویں میں گر جائیں اور زندہ نکل آئیں تو پانی ناپاک نہ ہوگا تا وقتیکہ ان کے جسم پر نجاست ہونے کا یقین یا ظن غالب نہ ہو اور یہی حکم ان جانوروں کا ہے جن کا جھوٹا مکروہ تشریحی ہے ہاں احتیاطاً اگر بیس بیس ڈول نکال ڈالے جائیں تو بہتر ہے (قاضی خاں)

مسئلہ (۶۳) سور کے سوا جو جانور ایسے ہیں کہ ان کا جھوٹا ناپاک یا مشکوک ہے وہ اگر کنویں میں گر جائیں اور زندہ نکل آئیں تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ ان کے جسم پر نجاست ہونے کا یقین یا گمان غالب نہ ہو اور منہ ان کا پانی میں نہ ڈوبے پانی سے علیحدہ رہے جس میں ان کے منہ کا لعاب پانی میں نہ ملنے پائے ہاں اگر احتیاطاً بیس بیس ڈول نکال ڈالے جائیں تو بہتر ہے۔

مسئلہ (۶۴) ظاہر مظهر مکروہ پانی یا مستعمل پانی کنویں میں گر جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ ایسا جھوٹا لڑکا جو نجاست سے احتیاط نہیں کرتا اور اس کے جسم کا پاک یا ناپاک ہونا معلوم نہ ہو اگر کنویں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی پاک ہے ہاں احتیاطاً دس بیس ڈول نکال ڈالے جائیں تو بہتر ہے۔

عقہ حیوان دموی کا جسم مرنے کے بعد نجس ہو جاتا ہے اسی کے موافق چاہیے سمجھا کہ مسلمان کا جسم بھی مثل کافر اور دوسرے دموی حیوانات کے ایسا نجس ہو جاتا کہ نہلانے سے بھی پاک نہ ہوتا۔ لیکن اسلام نے اس کے ذریعہ جسم کو ایسا پاک کر دیا ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی ایسا نجس نہیں ہوتا۔

عقہ جانوروں کا جسم بالخصوص پیران وغیرہ جو نجاست سے خالی ہوں مگر چونکہ ان کے نجس ہونے کا یقین یا ظن غالب ہے اس لئے پانی ناپاک نہ ہوگا۔

مسئلہ (۶۵) مرغی یا کسی ایسے جانور کا انڈا جن کا گوشت حلال ہے اگر کنویں میں گر جائے تو کنواں پاک ہے (قاضی خاں)

مسئلہ (۶۶) زندہ عورت بچہ جننے اور وہ بچہ اسی وقت کنویں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ اس کے جسم پر خون یا اور کسی قسم کی نجاست نہ ہو۔ (شامی)

مسئلہ (۶۷) مرغی اور بٹ کے سوا کسی پرند کے پاخانہ یا پیشاب سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ (مطہاری شیعہ مرقی الفلاح)

مسئلہ (۶۸) چھوٹے اور بڑے کے پاخانہ یا پیشاب سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

مسئلہ (۶۹) اونٹ یا بکری کی تھوڑی مینگنی کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا خواہ جنگل کے کنویں میں گرے یا آبادی کے پانی میں گر کر ٹوٹ جائے یا نہ ٹوٹے

مسئلہ (۷۰) بس کنویں میں لید اور گوبر سے احتیاط دشوار ہے جیسے ان لوگوں کا کنواں جو گائے بھینس پاتے ہیں یا وہ کنواں جس سے ہر قسم کے لوگ پانی بھرتے ہیں جن میں ایسے لوگ بھی جن کے برتنوں میں گوبر یا لید لگی ہوتی ہے یا وہ کنواں جس کے قریب جانور اٹھتے بیٹھتے ہیں تو ان سب صورتوں میں تھوڑی لید یا گوبر سے کنواں ناپاک نہ ہوگا (مراتی الفلاح - شامی)

مسئلہ (۷۱) آدمی کا گوشت یا کھال ناخن سے کم اگر گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا (مطہاری شرح مرقی الفلاح)

مسئلہ (۷۲) جس شے کے ناپاک ہونے کا گمان غالب یا یقین نہ ہو وہ اگر کنویں میں چھوڑی جائے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ مثال :- آج کل کنویں میں انگریزی دوائیں چھوڑی جاتی ہیں اور ان کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شاید اس میں شراب ہو تو محض اتنے خیال سے پانی ناپاک نہ ہوگا تا وقتیکہ اس میں شراب ہونے کا یقین نہ ہو۔

مسئلہ (۷۳) بکری شیر سے بھاگ کر یا چوڑی سے یا وہ جانور جس کا ذکر نہیں ہوا کسی جانور سے ڈر کر کنویں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی ناپاک نہ ہوگا (شامی)

مسئلہ (۷۴) نلوں کا پانی جو آج کل ہندوستان کے اکثر شہروں میں رائج ہیں جاری پانی کے حکم میں ہے یعنی جاری کی طرح نجاست گرنے سے نجس نہیں ہوتا جب تک کہ مزہ رنگ، بو میں فرق نہ آئے۔

مسئلہ (۷۵) جن جانوروں کا بیان اور جو صورتیں نمبر ۷۰ سے نمبر ۷۲ تک ہو چکی ہیں ان کے سوا اور کسی جانور کا پاخانہ یا پیشاب کنویں میں گر جائے تھوڑا پانی ہو یا بہت کنواں

دوسری قسم

۷۵ ان کے پاخانہ یا پیشاب کے پاک ہونے میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ ناپاک ہے۔ ۱۲-

۷۶ تھوڑی کی مقدار میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ دیکھنے میں اور عرف میں جسکو لوگ تھوڑی کہیں وہ تھوڑی ہے۔ ۱۲-

ناپاک ہو جائے گا اور اسی طرح نمبے میں جن جانوروں کا ذکر ہوا ہے ان کا پاخانہ زیادہ گر جائے تب بھی کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

مسئلہ (۷۶) نجاست تھوڑی ہو یا بہت خفیف ہو یا غلیظ کنویں میں گر جائے تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔
 مثال (۱) ایک قطرہ خون کا یا شراب کا یا پیشاب کا یا پاخانہ کا گر جائے (۲) ایسا زخمی جانور جس کے زخم سے خون یا پیپ جاری ہو کنویں میں گر جائے زندہ نکلے یا نہیں (۳) ناپاک شے جیسے ناپاک کپڑا برتن کنویں میں گر جائے (۴) آدمی یا کسی جانور کے جسم پر نجاست ہو اور وہ غوطہ لگائے یا پانی سے استنجانہ کئے ہوئے کنویں میں داخل ہو۔

مسئلہ (۷۷) جو بچہ کہ مرا ہو یا پیدما ہو کنویں میں گر جائے تو تمام پانی ناپاک ہو جائے وہ بچہ انسان کا ہو یا اور کسی کا۔

مسئلہ (۷۸) دموی غیر دریائی جانور کنویں میں گر کر سچول سچٹ جائیں یا سچولے پھٹے ہوئے کنویں میں گر جائیں تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔

مسئلہ (۷۹) سور کے گرنے سے تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ مرا ہوا نکلے یا زندہ نکل آئے اس لئے کہ سور کا بدن پیشاب یا پاخانہ کی طرح نجس ہے۔

مسئلہ (۸۰) آدمی جو ان ہو یا بچہ کنویں میں گر کر مر جائے تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور اسی طرح بکری یا بکری کا بچہ یا بکری سے بڑا جانور جیسے ہاتھی، گھوڑا، اونٹ، بیل، یا ان کا بچہ اگر کنویں میں گر جائے تب بھی تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔

مسئلہ (۸۱) دو دلیاں یا دو سے زیادہ ایک تلی اور تین چوہے یا چھ چوہے یا چھ سے زیادہ اگر کنویں

پھوٹے پھٹنے سے ان کے اندر کی نجاست پانی میں مل جائے گی جس سے تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔

پھولنے کی پہچان یہ ہے کہ پانی میں گرنے سے اس کا جسم اپنے اصلی حجم سے بڑھ گیا ہو اور سچٹ جلنے کی علامت یہ ہے کہ اس کے بال گر گئے ہوں یا شق ہو گیا ہو۔

کنویں میں گرنے والے جانور کی شریعت میں تین قسمیں ہیں۔ بکری، بلی، چوہا جو جانور بکری سے بڑے ہیں یا بکری کے برابر وہ بکری کے حکم میں ہیں۔ اسی طرح جو جانور بلی کے برابر یا بڑے وہ بلی کے حکم میں ہیں بشرطیکہ بکری سے چھوٹے ہوں اور جو جانور چوہے کے برابر ہیں یا بڑے بشرطیکہ بلی سے چھوٹے ہوں وہ چوہے کے حکم میں ہیں۔ ۱۲

اس لئے کہ دو دلیوں کو ایک بکری کا حکم ہے اور اسی طرح چھ چوہوں کو ایک بکری کا حکم ہے۔ ۱۲۔

ہیں اگر کر مر جائیں تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اگر چھان میں سے کوئی بھی پھولا پھٹا نہ ہو۔

مسئلہ (۸۲) مشکوک پانی جیسے گدھے پھر کا جھوٹا پانی کنویں میں گر جائے تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔

مسئلہ (۸۳) جن کنویں کا تمام پانی ناپاک ہو گیا تھا اس کا پانی اگر کسی کنویں میں گر جائے تو اس کا بھی تمام

پانی ناپاک ہو جائے گا (قاضی خاں)۔

مسئلہ (۸۴) کنویں کے قریب اگر کوئی نالہ یا گڑھا ایسا نہ ہو جس میں ناپاک پانی جمع رہتا ہے اور اس

کا اثر کنویں کے پانی میں معلوم ہو تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اور اسی طرح اگر پاخانہ وغیرہ کسی گڑھے میں

ڈال دیا جاتا ہو اور کسی طرح اس کا اثر کنویں میں معلوم ہو تو ناپاک ہو جائے گا۔

مسئلہ (۸۵) چوہا یا اس کے برابر کوئی اور جانور یا اس سے چھوٹا یا اس سے بڑا لیکن بلی سے

تیسری قسم چھوٹا اگر کنویں میں گر کر نہ رہ جائے تو تمام پانی ناپاک نہ ہوگا بلکہ تھوڑا پانی اور سہی حکم ہے

در چوہوں کا ان سب صورتوں میں بیس ڈول نکلنے سے کنواں پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ (۸۶) بلی یا کبوتر یا ان کے برابر کوئی دوسرا جانور کنویں میں گر کر مر جائے یا مرا ہوا گر جائے مگر

پھولا پھٹا نہ ہو تو تمام پانی ناپاک نہ ہوگا بلکہ تھوڑا پانی چالیس ڈول نکلنے سے پانی پاک ہو جائے گا۔ اور

سہی حکم ہے اگر ایک بلی اور ایک چوہا گر جائے

مسئلہ (۸۷) جن کنویں کا کل پانی ناپاک نہیں ہو بلکہ تھوڑا پانی ناپاک ہو اسے اس کا پانی اگر کسی کنویں

میں گر جائے تو اس کنویں سے بھی اسی قدر پانی نکالنا چاہئے جس قدر اس کنویں سے نکالنا واجب ہے۔

مثلاً ایک کنویں میں چوہا گر تو اس سے بیس ڈول پانی نکالنا واجب ہے اب اگر اس کنویں کا پانی کسی دوسرے

کنویں میں گر جائے تو اس سے بھی بیس ڈول پانی نکالنا واجب ہوگا اور اگر پہلے کنویں سے دس ڈول نکل چکے

تھے صرف دس اور نکالنا باقی تھے اس وقت اس کا پانی دوسرے کنویں میں گر تو اس دوسرے کنویں سے

بھی صرف دس ہی ڈول نکالے جائیں گے۔ حاصل یہ ہے کہ پانی گرتے وقت جس قدر ڈول ناپاک کنویں

سے نکالنا واجب ہوگا اسی قدر اس دوسرے کنویں سے بھی نکالا جائے گا جیسے اس کا پانی گرا ہے (عللگیری)

مسئلہ (۸۸) جو کنواں کسی چیز کے گرنے سے ناپاک ہو اسکو گرنے کے وقت سے ورنہ جس وقت سے

دیکھا ہے ناپاک کہیں گے اور اس سے پہلے اسکو پاک سمجھیں گے اگر چہ ہمیں کوئی پھولا پھٹا جانور ہی کیوں نہ نکلے

عہ چھوٹا جانور اگر بڑے جانور کے ساتھ گرے تو اس کا اعتبار نہیں بڑے جانور کے گرنے سے جتنا پانی نکالنا چاہیے

تھاب بھی اتنا ہی نکالنا ہوگا ۱۲

عہ یہ مذہب صاحبین رحمۃ اللہ علیہا کا ہے اور بعض فقہاء کا فتویٰ بھی اسی پر ہے چونکہ یہ روایت درایت کے موافق ہے اور

اس پر عمل کرنے میں سہولت ہے اس لئے یہی روایت اختیار کی گئی۔ ۱۳

کنویں کے پاک کرنے کا طریقہ

مسئلہ (۸۹) جس چیز کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے پہلے اس چیز کو نکالنا چاہیے بعد اس کے شہادت کے حکم کے موافق اس کا پانی نکالنا چاہیے جب تک وہ چیز نہ نکالی جائے گی کنواں پاک نہ ہوگا۔ اگر چہ کتنا ہی پانی کیوں نہ نکالا جائے (درمختار خزائنہ المفتیین)

مسئلہ (۹۰) اگر وہ نجاست ایسی ہے جو نکل نہیں سکتی تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس کی ناپاکی دوسرے کی وجہ سے نہ ہو بلکہ خود ہی ناپاک ہو جیسے مردہ جانور کا گوشت یا وہ جانور جو کنویں میں گر کر مر گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ ناپاک چیز خود ناپاک نہ ہو بلکہ دوسرے کی وجہ سے ناپاک ہو گئی ہو جیسے ناپاک کپڑا اور لکڑی وغیرہ پہلی صورت میں کنویں کو اتنی مدت تک چھوڑ دینا چاہیے جس میں وہ ناپاک چیز مٹی ہو جائے جس کی مقدار فقہاء چھ مہینے لکھتے ہیں پھر اس مدت کے بعد بقدر واجب پانی نکال ڈالا جائے تو کنواں پاک ہو جائیگا (شامی) دوسری صورت میں اسی وقت پانی نکال ڈالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا (شامی)

مسئلہ (۹۱) جن صورتوں میں تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے ان میں کنویں کے پاک کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ کل پانی نکال ڈالا جائے یعنی کنویں سے اس قدر پانی نکال ڈالا جائے کہ پھر اسمیں اگر ڈول ڈالیں تو آدھا ڈول نہ بھر سکے۔ اس کے بعد کنواں ڈول رسی کھینچنے والوں کے ہاتھ پر پاک ہو جائیں گے دھونے کی حاجت نہیں (شامی - قواعدی خاں)

مسئلہ (۹۲) جس کنویں کا تمام پانی نہ نکل سکے اس سے تین سو ڈول نکال دیتے جائیں تو وہ پاک ہو جائیگا۔ اس لئے کہ یہ شے خود ناپاک نہیں ہے بلکہ دوسری چیز کی وجہ سے ناپاک ہو گئی ہے۔ پس جیسے بقدر واجب پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے ویسا ہی چیز بھی پاک ہو جائے گی اور اگر یہ چیز خود ناپاک ہوتی تو البتہ پاک نہ ہو سکتی اس لئے کہ نجاست کسی طرح پاک نہیں ہو سکتی - ۱۲

۵ تمام پانی نکال ڈالنے سے فقہاء کی عراد یہی ہے کہ اس قدر پانی نکل جائے کہ بعد اس کے آدھا ڈول بھی نہ بھر سکے - ۱۲
۶ اس مسئلہ میں دو اختلاف ہیں پہلا یہ کہ آیا تین سو ڈول نکال ڈالنے سے کنواں پاک ہوگا یا نہیں۔ بعض فقہاء اس طرف ہیں کہ پاک نہ ہوگا اس لئے کہ جب اس کا تمام پانی ناپاک ہو چکا ہے تو تین سو ڈول نکلنے سے کیا نتیجہ جب تک کہ کل پانی نہ نکالا جائے اور کل پانی نکالنے کی ان لوگوں نے چند صورتیں لکھی ہیں (۱) دو آدمیوں سے جن کو پانی پہچاننے میں ہمارت ہو اندازہ کر لیا جائے جتنے فعل وہ بتائیں اتنے ڈول نکال دیتے جائیں (۲) کنویں میں رسی ڈال کر

مسئلہ (۹۳) تیسرے قسم نمبر ۸۶ میں ڈول نکلنے سے کنواں پاک ہو جائے گا اور اس میں یہ شرط نہیں کہ میں ڈول ایک ہی وقت میں نکال دے جائیں بلکہ مختلف وقتوں میں بھی تیس ڈول اگر نکال دے جائیں تب بھی پانی پاک ہو جائے گا اور اسی طرح اگر ایک دفعہ اتنی بڑی چیز سے جس میں تیس ڈول پانی سماتا ہو پانی نکال دیا جائے تب بھی پاک ہو جائے گا اور یہی حکم ہے تمام ان صورتوں کا جن میں گنتی اور شمار سے ڈول نکلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی اختیار ہے کہ ایک ساتھ سب ڈول نکال دے جائیں یا مختلف وقتوں میں یا ایک ہی دفعہ اتنی بڑی چیز سے جس میں اس قدر ڈول پانی سماتا ہو (شامی)

مسئلہ (۹۴) تیسرے قسم نمبر ۸۷ میں چالیس ڈول پانی نکالنا چاہیے۔

مسئلہ (۹۵) جس قدر پانی نکالنا واجب ہے اگر اس قدر پانی کسی نلے کے ذریعہ سے نکالی جا جائے تب بھی کنواں پاک ہو جائے گا۔ (در مختار)

مسئلہ (۹۶) ناپاک کنواں اگر بالکل خشک ہو جائے تب بھی پاک ہو جائے گا۔ اس کے بعد اگر اس سے پانی نکلے تو وہ ناپاک نہ ہوگا۔ (مرآتی الفلاح)

مسئلہ (۹۷) ظاہر مطہر پانی کو ہر قسم کی ضرورت میں استعمال کرنا درست ہے مگر اسراف مکروہ ہے اگر چہ وضو اور غسل میں ہو۔

مستشرق احکام

(بقیہ حاشیہ ۳۱) ناپا جائے کہ کتنے ہاتھ پانی ہے پھر کچھ ڈول پانی نکال کر سی ڈالی جائے کہ کتنے ہاتھ پانی کم ہو گیا اسی حساب سے پانی نکال ڈالا جائے مثلاً سی ڈال کر دیکھا تو دس ہاتھ پانی ہے سو ڈول نکالنے کے بعد پھر سی ڈال کر دیکھا تو ایک ہاتھ پانی کم ہو گیا تو نو سو ڈول اور نکال دے جائیں تو کل پانی کنویں کا نکل جائے گا (۳) کنویں میں جس قدر پانی ہے اتنا ہی گہرا لانا چوڑا کر گہرا کھودا جائے اور اس قدر پانی نکالا جائے کہ وہ گہرا بھر جائے (۳) آدمی پانی کھینچنا شروع کریں جب وہ تنگ جائیں تو کل پانی نکل جائیگا۔ اور بعضے اس طرف ہیں کہ تین سو ڈول نکلنے سے پاک ہو جائے گا جیسا کہ کتاب میں لکھا گیا ہے اور یہی قول صحیح ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے اور امام صاحب سے بھی اکثر کتب فقہ میں مثل کنز دملتی و خلاصۃ آثار خانہ و معراج الدرایہ و عناد یہ وغیرہ کے یہی منقول ہے دوسرا اختلاف یہ ہے کہ جس ڈول سے پانی نکالا جائے وہ کتنا بڑا ہونا چاہئے صحیح یہ ہے جس ڈول سے اس کنویں کا پانی بھر جاتا ہے اتنی ڈول سے تین سو ڈول نکال دیئے جائیں بشرطیکہ ڈول بہت بڑا نہ ہو اور اگر کنویں کا کوئی ڈول نہیں یا بڑا ڈول ہے یا بہت ہی چھوٹا اس کنویں کے مختلف ڈول ہیں تو ان سب صورتوں میں اس ڈول سے پانی نکالنا چاہئے جس میں ساٹھ تین میر پانی آجائے امام محمد کی کتابوں میں امام صاحب سے یہی منقول ہے۔ ۱۲۰ اشئ منغلقة صفحہ ۱۲۰

حدیث کی کتابوں میں مثل ابن ماجہ وغیرہ کے ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک نہر سے وضو کر رہے تھے اور (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹ پر دیکھئے)

مسئلہ (۹۸) ناپاک پانی کا استعمال جس کے تینوں وصف نجاست کی وجہ سے بدل گئے ہوں کسی طرح درست نہیں نہ جانوروں کو پلانا اور سنت ہے نہ مٹی میں ڈال کر کاربانا جائز ہے اور اگر تینوں وصف نہیں ملتے تو اس کا جانوروں کو پلانا اور مٹی میں ڈال کر کاربانا اور مکان میں چھڑکنا درست ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ (۹۹) دریا، ندی و تالاب جو کسی کی زمین میں نہ ہو اور وہ جس کو نہانے والے نے وقف کر دیا ہو تو اس تمام پانی سے عام لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی کو اس کے استعمال سے منع کرنے یا اس کے استعمال میں ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے عام لوگوں کو نقصان ہو جیسے کوئی شخص دریا یا تالاب سے نہر کھود کر لائے اور اس سے وہ دریا یا تالاب خشک ہو جائے یا کسی گاؤں یا زمین کے غرق ہو جانے کا اندیشہ ہو تو یہ طریقہ استعمال کا درست نہیں اور ہر شخص کو اختیار ہے کہ اس ناجائز طریقہ کے استعمال سے منع کرے۔

مسئلہ (۱۰۰) جو تالاب یا کنواں کسی کی زمین میں ہو اس سے انسان اور دوسرے حیوانوں کو پانی پینے کا حق ہے اور مالک کو اس سے منع کرنے کا اختیار نہیں ہاں پانی پینے کے سوا اور کسی ضرورت میں بے اجازت مالک کے استعمال کرنا درست نہیں

مسئلہ (۱۰۱) دریا، تالاب، کنویں وغیرہ سے جو شخص اپنے کسی برتن میں مثل گھڑے، مشک و غیرہ کے پانی بھر لے تو وہ اس پانی کا مالک ہو جائے گا۔ اس پانی سے بغیر اس شخص کی اجازت کے کسی کو استعمال کرنا درست نہیں۔

مسئلہ (۱۰۲) جو کنواں تالاب کسی کی زمین میں ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ لوگوں کو اس کنویں تالاب سے پانی نہ بھرنے دے۔ بشرطیکہ اس کے قریب زیادہ سے زیادہ ایک سبیل کی دوری پر کہیں اور پانی ہو۔ اور اگر اتنی دوری پر کہیں اور پانی نہیں تو پھر نہیں منع کر سکتا

مسئلہ (۱۰۳) جس شخص کا پیاس سے دم نکلتا ہو اور دوسرے شخص کے پاس پانی ہو جو اس کے پینے کی ضرورت سے زیادہ ہو اور وہ خوشی سے نہ دے تو اس سے زبردستی چھین لینا درست ہے۔

مسئلہ (۱۰۴) راکد قلیل میں پاخانہ پیشاب کرنا اور بلا ضرورت اس کا نجس کرنا اور اس میں نجاست ڈالنا

ابقیہ حاشیہ ص ۱۱۱) ضرورت سے زیادہ پانی خرچ ہو رہا تھا اسی درمیان میں حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ اے سعد اسراف نہ کرو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ وضو میں بھی اسراف ہے۔ ارشاد ہوا کہ ہاں خیال کرنا چاہیے کہ جب وضو میں جو خود بھی عبادت اور نماز جیسی عبادت کی مشرطہ ہے۔ اسراف ناجائز ہوا تو اور چیزوں میں اسراف

کرنا کیسا ہوگا۔ ۱۲

حرام ہے اور راکہ کثیر میں مکروہ تحریمی اور جاری میں مکروہ تنزیہی ہے (مراقی الفلاح)
 مسئلہ (۱۰۵) بلا ضرورت پانی میں تھوکنے کا مکروہ صاف کرنا مکروہ ہے اور مختار ص ۹۵ ج ۱
 مسئلہ (۱۰۶) صرف ڈھیلے سے جس نے استنجہ کیا ہو اس کو راکہ قلیل میں غوطہ لگانا اس میں شمس کرنا حرام ہے اور راکہ کثیر میں مکروہ تحریمی اور جاری میں مکروہ تنزیہی ہے۔
 مسئلہ (۱۰۷) دریا کے سفر کرنے والوں کو دریا میں پاخانہ پیشاب درست ہے۔
 مسئلہ (۱۰۸) ناپاک پانی جیسے پاخانہ کی نالیاں ان کو نہر تالاب میں لانا اور پھوڑنا درست نہیں۔
 مسئلہ (۱۰۹) لوگوں کے پینے کے لئے جو پانی رکھا ہوا ہو جیسے گرمیوں میں پانی رکھ دیتے ہیں اس سے وضو غسل درست نہیں اور نہ دوسری ضرورت میں استعمال کرنا جائز ہے ہاں اگر زیادہ ہو تو مشافقہ نہیں اور جو پانی وضو کے واسطے رکھا ہو اس سے پینا درست ہے۔

شجاستوں کا بیان اور ان سے پاکی کے طریقے

مقدمہ اس میں ان اصطلاحی الفاظ کے معنی بیان کیے جائیں گے جو نجاست کے مسائل میں بولے جاتے ہیں (۱) نجاست کی دو قسمیں ہیں حکمیہ - حقیقیہ
 (۲) حکمیہ انسان کی وہ حالت جس میں نماز اور قرآن مجید درست نہیں اور اس کو حدث بھی کہتے ہیں اور حدث کی دو قسمیں ہیں حدث اکبر، حدث اصغر
 (۳) حدث اکبر انسان کی وہ حالت جس میں بغیر نہلے یا تم گئے نماز یا قرآن مجید کا پڑھنا درست نہیں۔
 (۴) حدث اصغر انسان کی وہ حالت جس میں بغیر وضو یا تم گئے نماز پڑھنا درست نہیں ہاں قرآن مجید پڑھنا درست ہے۔

(۵) نجاست حقیقیہ وہ چیز جس سے انسان نفرت کرتا ہے اور اپنے بدن اور کپڑوں اور کھانے پینے کی چیزوں کو اس سے بچاتا ہے اسی وجہ سے شریعت میں اس سے بچنے کا حکم ہوا اور اگر کسی چیز میں لگ جائے تو اس کے دور کرنے اور اس چیز کے پاک کرنے کا حکم کیا گیا۔ (حجۃ اللہ الباقیہ ص ۱۹)

اور نجاست حقیقیہ کی دو قسمیں ہیں غلیظہ بغلیظہ اور غلیظہ خفیظہ کی بھی دو قسمیں ہیں اس لحاظ سے نجاست حقیقیہ کی چار قسمیں ہوتی ہیں

(۶) غلیظہ وہ چیز جس کے ناپاک ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو تمام دلیلوں سے اس کا ناپاک ہی ہونا ثابت ہو

کوئی دلیل ایسی نہ ہو جس سے اس کا پاک ہونا نکلے اور اس سے بچنے میں انسان کو کچھ دقت نہ ہو جیسے آدمی کا پاخانہ یا شراب وغیرہ۔ (خزانة المفتین)

خفیہ وہ چیز جس کا نجس ہونا یقینی نہ ہو کسی دلیل سے اس کا ناپاک ہونا معلوم ہوتا ہو اور کسی دلیل سے اس کے پاک ہونے کا شبہ ہوتا ہو (مراقی الفلاح ص ۸۲)

(۸) نجاست مرئیہ وہ ہے جو سوکھنے اور خشک ہونے کے بعد نظر آئے خواہ وہ خود ہی ایسی ہو جو خشک ہونے کے بعد معلوم ہوتی ہو جیسے پاخانہ، خون، سائل یا خود ایسی نہ ہو۔ مگر جب کوئی دوسری چیز اس پر تری کی حالت میں پڑ جائے اور جم جائے تب وہ خشک ہونے کے بعد معلوم ہوا اور اگر کوئی چیز نہ پڑے تو نہ معلوم ہو جیسے ناپاک پانی اگر کپڑے وغیرہ پر پڑ جائے تو خشک ہونے کے بعد معلوم نہ ہوگا ایسی حالت میں وہ نجاست مرئیہ میں داخل نہ ہوگا اور تری کی حالت میں اس پر مٹی وغیرہ پڑ جائے اور سوکھنے کے بعد معلوم ہو تو ایسی حالت میں وہ نجاست مرئیہ میں داخل ہوگا۔ (مراقی الفلاح ص ۸۲)

(۹) نجاست غیر مرئیہ وہ ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے جیسے نجس پانی (۱۰) جسم و کپڑے کا چوتھا حصہ۔ اگر کپڑے میں اجزاء نہ ہوں جیسے عمامہ، درتھی، رومال، چادر وغیرہ تو کل کا چوتھا حصہ معتبر ہوگا۔ اور اگر کپڑے میں اجزاء ہوں اور چند اجزاء سے جوڑ کر بنایا گیا ہو جیسے کرتہ، پاجامہ، گان میں کٹی، اسٹین، آگ، پھوپھا اور پانچے وغیرہ ہوتے ہیں تو ایسی حالت میں جس چیز پر نجاست لگی ہو اسی کا چوتھا حصہ معتبر ہوگا نہ پورے کرتہ کا اور اسی طرح پاجامہ کے ایک پانچے میں نجاست لگ جائے تو اسی پانچے کا چوتھا حصہ معتبر ہوگا نہ پورے پاجامہ کا اور اسی طرح جسم کے جس عضو پر لگی ہو اسی کا چوتھا حصہ معتبر ہوگا بشرطیکہ عورت میں مستقل عضو سمجھتے ہوں (شانی ص ۲۳۲ ج ۱)

(۱۱) درہم وزن اس کا تین ماشہ اور ایک رتی ہے اور پیمائش اس کی یہ ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ کی تھیلی کو خوب

خفیہ غلیظہ کے یہ معنی امام صاحب کہتے ہیں اور قاضی ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ غلیظہ وہ ہے جس کو تمام علماء ناپاک کہیں اور خفیہ وہ ہے جس کو تمام علماء پاک بھی کہیں۔ ۱۲۔

حصہ زکوٰۃ کے مسائل میں درہم کا وزن دو ماشہ اور ایک رتی ہے لیکن یہاں مثقال یعنی دینار کے برابر جو درہم ہو وہ معتبر ہے یعنی تین تین ماشہ اور ایک رتی۔ علامہ ابن عابد شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے کہ شوخو کے برابر ایک دینار ہوتا ہے اور چار چھ کی ایک رتی ہوتی ہے اور آٹھ رتی کا ایک ماشہ ہوتا ہے تو اس حساب سے ایک دینار تین ماشہ اور ایک رتی کا ہوا۔ ۱۳۔

اچھی طرح تان کر پھیلائے اور اس پر پانی ڈال کر دیکھے کہ کتنی دور تک پانی ٹھہرتا ہے جتنی دور تک پانی ٹھہرے وہی درجہ کی پیمائش ہے۔ یہ پیمائش قریب قریب روپیہ مروجہ کے برابر ہوتی ہے اس سے کم نہیں۔

(۱۲) منی وہ پانی جس کے نکلنے سے انسان کی طبعی خواہش کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور انسان کی اس جنبش واضطراب خاص کو سکون ہو جاتا ہے۔ مرد کی منی سپید اور گاڑھی ہوتی ہے اور عورت کی مائل بزرگی اور تیلی۔

(۱۳) مذی وہ سپید اور تیل پانی جو انسان کی عین خواہش نفسانی اور خاص جنبش اور اضطراب کے وقت نکلتا ہے اور چونکہ انسان کو اس وقت ایک قسم کی بیخودی ہوتی ہے لہذا اس کے نکلنے کی خبر نہیں ہوتی اور اس کے بعد جب منی نکلتی ہے تو اس کا نکلنا بند ہو جاتا ہے۔

(۱۴) ودی وہ گاڑھا پانی جو اکثر پیشاب کے بعد نکلتا ہے اور منی مذی کے نکلنے کے جو اوقات ہیں اس میں نہیں نکلتا۔

(۱۵) حیض وہ خون جو جوان عورت غیر حاملہ کو کم سے کم تین روز آئے اور کسی مرض یا بچہ پیدا ہونے کے سبب سے نہ ہو۔

(۱۶) نفاس وہ خون جو عورت کو بعد بچہ پیدا ہونے کے آئے

(۱۷) استیحا حصہ وہ خون جو حیض و نفاس کے علاوہ عورتوں کو آئے۔

(۱۸) منہ بھرتے وہ ہے جو آدمی کے منہ میں بلا تکلف نہ سما سکے (مراقی الفلاح)

(۱۹) دباغت کھال کی بدبو اور رطوبت کے دور کرنے کو کہتے ہیں خواہ مٹی سے ہو یا کسی دوسری چیز سے جیسے بول کی چھال وغیرہ یا دھوپ میں رکھ کر۔ اور جس کھال کو دباغت دیں اس کو مدبوغ کہتے ہیں۔

(۲۰) استنجی جو نجاست کہ انسان کے اعضاء مخصوصہ سے نکلے اس کے اعضاء دور کرنے کو کہتے ہیں۔

۱۔ یہ لفظ ایسا مشہور اور متعارف ہے کہ جس کو تمام لوگ جانتے ہیں اور ہم کو اس کے معنی بیان کرنے کی ضرورت نہ

تھی لیکن مذی، ودی کی مناسبت سے اس کے معنی بھی لکھ دیئے گئے۔ ۱۲۔

۲۔ ان تینوں کی تفصیل حکمی نجاست کے بیان میں ہوگی اور وہیں ان کے احکام بھی لکھے جائیں گے۔ ۱۲۔

نجاست کے مسائل میں کارآمد اصول

(اصل ۱) العشقۃ والحرج انما یعتبر
فیما لانص فیہ
مشقت و حرج کا اعتبار ان احکام میں ہے جو
منصوبہ نہیں ہیں۔

جو احکام دلیل قطعی (جیسے قرآن مجید) سے ثابت ہیں وہ مشقت اور حرج کی وجہ سے نہیں بدل سکتے۔
مثال - سور، شراب، خون کا ناپاک ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہے لہذا یہ کسی وقت پاک نہ ہوں گے۔
(اصل ۲) العشقۃ تجلب التیسیر
سختی سے آسانی ہو جاتی ہے۔

احکام قیاسی کو ایسے وقت میں کہ ان پر عمل کرنے سے حرج یا مشقت ہو چھوڑ دینا درست ہے۔
مثال - مردہ آدمی اگر نہلایا جائے تو اس کے جسم سے جو پانی گریے وہ ناپاک ہے لیکن نہلانے والے کے اوپر
اس کی چھینٹیں پڑ جائیں تو چونکہ اس کا اس سے بچنا دشوار تھا اس لئے معاف ہیں

(اصل ۳) عموم البلواشی من العشقۃ
جس امر میں عام لوگ مبتلا ہوں اور اس کا چھوڑنا دشوار ہو
وہ بھی مشقت ہے۔ تمام لوگ جس کام کو کرتے ہوں اور قیاس سے ناجائز ہو اسکا ترک کرنا دشوار ہو تو اس حکم پر عمل نہ کریں گے۔
مثال - بارش کے موسم میں راستہ کے پانی اور کچھڑے سے بچنا دشوار ہے۔ لہذا وہ اگر کپڑے وغیرہ پر لگ جائے
تو معاف ہے۔

(اصل ۴) المعدوم لا یعود
جو شے زائل ہو گئی ہے وہ پھر عود نہ کرے گی۔

شارع نے جس چیز کے چلے جانے کا حکم دے دیا ہے وہ پھر دوبارہ نہیں لوٹتی۔
مثال - کپڑے سے منی کھرچ دی جائے تو کپڑا پاک ہو جاتا ہے اس کے بعد اگر کپڑا پانی میں بھیج دیا جائے
یا پانی میں گر جائے تو کپڑا اور پانی ناپاک نہ ہوگا۔ اسی طرح نجس زمین خشک ہو جانے سے پاک ہو جاتی ہے
اگر زمین بھیج جائے تو پھر اس کی ناپاکی نہ لوٹے گی۔

(اصل ۵) ما ابع للضر و ما یتقدس
بقدرسھا
ضرورت سے جو شے ناجائز کی گئی وہ وہیں جائز
ہوگی جہاں ضرورت ہے۔

جو امور کہ ناجائز ہیں اور ضرورت کی وجہ سے جائز ہو گئے وہ وہیں جائز ہوں گے جہاں ضرورت ہو اور بلا ضرورت
جائز نہ ہوں گے۔

مثال - کھلیان باڑنے کے وقت اگر بیل غلہ پر پیشاب کر دیں تو ضرورت کی وجہ سے وہ معاف ہے یعنی غلہ

اس سے ناپاک نہ ہوگا اور کھلیاں کے مارنے کے سوا دوسرے وقت میں پیشاب کریں تو ناپاک ہو جائیگا
اس لئے کہ یہاں ضرورت نہیں۔

(اصول ۱۶) اذا اجتماع الحاضر والمبجور حج
الحاضر
جب منع کرنے والی اور اجازت دینے والی دلیل جمع ہو جائیں
تو منع کرنے والی دلیل کو ترجیح دی جائے گی

جس چیز کے جائز اور ناجائز حرام اور حلال پاک اور ناپاک ہونے کی دلیلیں ہر طرح سے برابر ہوں تو منع کرنے
والی دلیل (جس سے ناجائز، حرام، ناپاک ہونا نکلتا ہے) کا اعتبار ہوگا۔

مثال - نجاست پاک چیز میں اگر مل جائے تو تمام کون ناپاک کہیں گے اسی طرح نجاست غلیظہ اور خفیضہ دونوں
ایک شے پر لگ جائیں تو نجاست غلیظہ کا اعتبار ہوگا یعنی اس کے پاک کرنے میں وہی شرط معتبر ہوں گے جو غلیظہ
میں ہے بشرطیکہ خفیضہ غلیظہ سے زیادہ نہ ہو۔

(اصول ۱۷) الحاجة تنزل منزلة الضرورة
عامة كانت او خاصة
حاجت اور ضرورت کا ایک حکم ہے۔ وہ عام
لوگوں کی ہو یا خاص لوگوں کی

ناجائز شے ضرورت کے وقت جیسے ناجائز ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حاجت کے وقت بھی جائز ہو جاتی ہے
حاجت عام لوگوں کی ہو یا خاص لوگوں کی۔

مثال - نجاست لگی ہوئی ہو تو اس کا دھونا واجب ہے۔ لیکن جب اس قدر پانی ہو کہ جو پینے کی ضرورت
سے زائد ہو اور اگر اس پانی کو دھونے میں صرف کیا جائے تو تشنگی سے اپنے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو تو
ایسی صورت میں حاجت کی وجہ سے یہ معاف ہے

(اصول ۱۸) كالعبرة للتوهم
یقین اور ظن کے مقابلے میں وہم اور شک کا اعتبار نہیں
جس شے کے پاک ہونے کا یقین یا ظن غالب ہو یا اس کے ناپاک ہونے کا یقین اور ظن غالب نہ ہو تو محض
وہم و شک سے اس کے ناپاک ہونے کا حکم نہ دیں گے۔

مثال - کافر کھانے کی شے جو بتاتے ہیں یا ان کے برتن اور کپڑے وغیرہ کو ناپاک نہ کہیں گے۔ تا وقتیکہ اس کا
ناپاک ہونا کسی دلیل سے یا قرینہ سے معلوم نہ ہو۔

(اصول ۱۹) الثابت بالبرهان كالثابت
بالبيان
جو شے دلیل سے ثابت ہو جائے وہ واقع میں ثابت
ہو جائے گی۔

جن چیزوں کا ہونا دلیل سے معلوم ہو جانے تو وہ حقیقت میں موجود سمجھی جائیں گی
مثال - ناپاک ہوتے ہوئے ہم نے کسی شے کو نہیں دیکھا لیکن دو شخصوں نے اس کے ناپاک ہونے کی گواہی

دی یا قرآن اور آثار سے اس کا ناپاک ہونا معلوم ہوا تو وہ شے واقع میں ناپاک سمجھی جائے گی۔
 (اصل ۱۰) العادة محكمة
 عادت سے بھی حکم معلوم ہو جاتا ہے

رواج اور عادت جیسی ہو اسی کے موافق حکم دیا جائے گا۔

مثال۔ عادت یہ ہے کہ اکثر آدمی طبعاً کھانے کو اور نیز دیگر چیزوں کو ناپاکی سے بچاتے ہیں تو کفار کی چیزوں کو ناپاک نہ کہیں گے تا وقتیکہ تریبہ یا دلیل سے اس کا ناپاک ہونا معلوم نہ ہو۔

مسائل

ان چیزوں کا بیان جن میں نجاست غلیظہ ہے

- مسئلہ (۱) جاندار چیزوں میں سور نجس ہے زندہ ہو یا مردہ (مراقی الفلاح)
 مسئلہ (۲) جن جاندار چیزوں میں خون سائل ہے وہ مرنے کے بعد نجس ہو جاتی ہیں بشرطیکہ دریائی نہ ہوں خواہ انسان ہو یا دوسرا حیوان مگر وہ مسلمان جو شہید ہوا ناپاک نہیں ہوتا (شامی مصری مسئلہ ۱۵ ج ۱)
 مسئلہ (۳) وہ مردہ بچہ جس میں جان پڑی ہو انسان کا ہو یا کسی دوسرے حیوان کا اور اسی طرح خون لیسہ اور وہ گوشت کا لوتھڑا جس میں اعضاء نہیں ہیں (شامی مسئلہ ۱۵ ج ۱)
 مسئلہ (۴) جن جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے ان کا پسینہ اور لعاب دہن بھی ناپاک ہے (نیتہ المصلی)
 مسئلہ (۵) مردہ جانور یعنی جو جانور بلا ذبح کے مر جائے اس کی ہڈی، سینک، بال جو کاٹے گئے ہوں بڑے، چرخی، کھر، پنچے، دانت کے سوا یعنی ان اعضاء کے سوا جن میں خون سرایت نہیں کرتا تمام نجس ہیں۔ جیسے گوشت، چربی، پٹھ، کھال۔ مگر کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے بخلاف گوشت وغیرہ کے۔
 مسئلہ (۶) جو چیزیں اور اعضاء مردہ جانور کے پاک ہیں وہ حرام و حوی جانور کے بھی پاک ہیں اور اس کے

مشکوک پانی چونکہ پاک ہے لہذا جن جانوروں کا جھوٹا مشکوک ہے ان کا پسینہ اور لعاب دہن بھی پاک سمجھا جائے گا
 نچ جس کو پانی کے احکام کے نسبتاً بیان کیا ہے۔ ۱۲۔

بعض لوگ جو چربی شیر وغیرہ کی استعمال کرتے ہیں اور اس کو پاک جانتے ہیں یہ درست نہیں۔ ہاں اگر طبیب عاقل
 کی رائے ہو کہ اس مرض کا علاج سوا چربی کے اور کچھ نہیں تو ایسی حالت میں درست ہے۔ ۱۳۔

سوا تمام ناپاک ہیں جیسے گوشت، چربی وغیرہ اور جو ناپاک ہیں وہ شرعی طور سے ذبح کے بعد پاک ہو جاتی ہیں اور کھال سب کی سور کے سوا باغیت کے بعد پاک ہو جاتی ہے (شامی مصری ص ۱۵۱ ج ۱)

مسئلہ (۷) خون سائل نجس ہے خواہ انسان کا ہو یا اور کسی حیوان کا اور اس میں یہ شرط نہیں کہ بالفعل سیال ہو بلکہ اگر بالفعل منجمد ہو لیکن ایسا ہو کہ اگر رقیق ہوتا تو بہ جاتا تب بھی نجس ہے (مراقی الفلاح ص ۸۳)

مسئلہ (۸) زندہ حیوان دموی کا کوئی عضو کٹ جائے یا ٹوٹ کر علیحدہ ہو جائے تو نجس ہے بشرطیکہ ان اعضاء میں سے ہو جن میں خون سرایت کرتا ہے جیسے ہاتھ، پیر، کان، ناک اور اگر ایسا عضو ہو جس میں خون سرایت نہیں کرتا تو وہ نجس نہیں جیسے بال، ناخن وغیرہ

مسئلہ (۹) حرام جانور کا دودھ مردہ ہو یا زندہ اور مردہ جانور کا دودھ حرام ہو یا حلال نجس ہے (عالمگیری)

مسئلہ (۱۰) حیوان دموی کے جسم سے مرنے کے بعد جو رطوبت نکلے وہ نجس ہے۔ (شامی ص ۱۵۱ ج ۱)

مسئلہ (۱۱) انسان کا پاجانہ، پیشاب، منی، مذی، ودی نجس ہے اور اسی طرح تمام جانوروں کی منی۔

مسئلہ (۱۲) عورت کی نثر مگاہ سے جو رطوبت نکلے وہ نجس ہے۔ (شامی)

مسئلہ (۱۳) منہ بھرتے بڑے کی ہویا بچہ کی اور حیض و نفاس و استحاضہ کا خون نجس ہے

مسئلہ (۱۴) ہر دموی جانور کا جگال (پاگر کرتے وقت جو کف منہ سے نکلتا ہے) ناپاک ہے

(مراقی الفلاح)

مسئلہ (۱۵) انسان کے جسم سے دم سائل یا پیپ وغیرہ نکلے یا کوئی رقیق یا غلیظ شے جو وضو کو توڑ

دے وہ نجس ہے۔

مسئلہ (۱۶) شہید کا خون جب اس کے جسم سے بہہ کر جائے تو نجس ہے

مسئلہ (۱۷) جانور کے ذبح کرنے کے بعد رگوں پٹھوں میں یا گوشت اور ہڈی پر جو خون سائل لگ جائے

وہ نجس ہے بشرطیکہ جما ہوا اور اسی عضو کا نہ ہو۔

مسئلہ (۱۸) حرام جانوروں کا پیشاب اور اٹا نجس ہے۔ پرنملوں یا غیر پرنمل چھوٹے ہوں یا بڑے۔

عہ مرد اور عورت کی منی میں کچھ فرق نہیں۔ ۱۲۔

عہ جانوروں کی منی حرام ہوں یا حلال نجس ہے اور بعضوں نے سوا سوا اور کچھ کے باقی جانوروں کی منی کو پاک لکھا ہے مگر

یہ صحیح نہیں (در مختار و شامی) ۱۲۔ یہ مذہب صاحبین کہے اور امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ وہ پاک ہے۔ ۱۲۔

للعہ منہ بھرتے سے کم اگر ہو تو نجس نہیں۔ ۱۲۔ یہ ہے بلای کے پیشاب کو بعض علماء نے پاک لکھا ہے۔ مگر صحیح

یہ ہے کہ ناپاک ہے اور ہاں ضرورت کی وجہ سے بعض چیزوں میں معاف کیا گیا ہے۔ ۱۲۔

(طحاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۸۹، شامی ص ۱۳۲ ج ۱)

مسئلہ (۱۹) پرندوں کے سوا تمام جانوروں کا پاخانہ نجس ہے۔ (درمختار)
 مسئلہ (۲۰) جو پڑا لے جانور اڑتے نہیں ان کا پاخانہ نجس ہے جیسے مرغی، ببط وغیرہ۔ (درمختار)
 مسئلہ (۲۱) شراب اور تمام ایسی رقیق و سیال اشیاء جو نشہ لاتی ہیں نجس ہیں۔
 شامی ص ۲۲ ج ۱۔ مراقی الفلاح ص ۳ ج ۱)

مسئلہ (۲۲) نجاستوں سے جو عرق کھینچا جائے یا ان کا جوہر نکالا جائے وہ نجس ہے (شامی ص ۲۳۲ ج ۱)
 مسئلہ (۲۳) جس پانی سے کوئی نجس چیز دھوئی جائے وہ نجس ہے خواہ پانی پہلی دفعہ کا ہو یا دوسری دفعہ کا یا تیسری دفعہ کا۔

مسئلہ (۲۴) مردہ انسان جس پانی سے نہلایا جائے وہ پانی نجس ہے
 مسئلہ (۲۵) سانپ کی کھال نجس ہے (عالمگیری)
 مسئلہ (۲۶) مردہ انسان کے منہ کا لعاب نجس ہے (عالمگیری)
 مسئلہ (۲۷) نجاست غلیظہ اور خفیفہ اگر مل جائیں تو مجموعہ کو غلیظہ کہیں گے اور اسی طرح پاک چیزیں اگر نجاست غلیظہ مل جائے تب بھی مجموعہ کو غلیظہ کہیں گے۔

مسئلہ (۲۸) کسی چیز پر مثل کپڑے وغیرہ کے اگر ایک جگہ نجاست غلیظہ ہو اور دوسری جگہ نجاست خفیفہ ہو اور ہر نجاست تنہا اسی قدر ہو جس قدر شریعت میں معاف ہے یا اس سے کم لیکن اگر دونوں کو ملا لیں تو اس مقدار سے بڑھ جائے تو ایسی حالت میں اگر نجاست غلیظہ خفیفہ کی برابر یا زیادہ ہو تو وہ خفیفہ بھی غلیظہ سمجھی جائے گی یعنی دونوں کا مجموعہ ایک درہم سے کم یا برابر ہو تو معاف ہے ورنہ نہیں اور اگر نجاست خفیفہ غلیظہ سے زیادہ ہے تو کل خفیفہ سمجھی جائے یعنی کپڑے کے جو متحالی حصہ تک معاف ہے اور اس سے زیادہ نہیں۔

۱۱ اور ان کے پاخانہ میں اکثر بدبو آیا کرتی ہے تو اگر یوں کہا جائے کہ جن پرندوں کے پاخانہ میں بدبو گئے وہ نجس ہے تو بھی صحیح ہے ۱۲۔

۱۲ آج کل جو انگریزی دعائیں شراب کا جوہر ہیں یا جن میں شراب پڑتی ہے وہ نجس ہیں اس کا استعمال درست نہیں تا وقتیکہ طبیب حافق مسلمان یہ نہ کہہ دے کہ اس کا علاج سوا اس کے اب کچھ نہیں ہے ۱۲۔

۱۳ یہ قید اس واسطے لگائی گئی کہ اگر اس مقدار سے زیادہ ہو تو اس کا حکم کھلا ہوا ہے یعنی معاف نہیں۔ ۱۲۔

جن چیزوں میں نجاست خفیہ ہے ان کا بیان

مسئلہ (۱) حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے اور اسی طرح گھوڑے کا پیشاب بھی

مسئلہ (۲) تمام پرندہ جڑتے ہیں ان کا پاخانہ نجس ہے اور ایسا ہی حلال پرندوں کا بشرطیکہ بدلوارہ ہو۔

معافی جو شریعت نے کی؛ شریعت کے احکامات اور اس کی معافیاں بیشمار ہیں نمونہ کے طور پر چند

مسئلے یہاں لکھے جاتے ہیں کیلئے قاعدہ ان معافیوں کا اصل ۳۰۲ میں بیان ہو چکا ہے

(۱) نجاست غلیظہ مرئیہ بڑ تو درہم کی برابر وزن میں معاف ہے اور غیر مرئیہ بڑ تو درہم کی برابر پیمائش میں معاف

ہے یعنی کسی شخص کے جسم یا کپڑے پر اس قدر نجاست لگی ہو اور وہ بغیر اس کے دور کیے نماز پڑھے تو نماز ہو جائیگی

لیکن دھونا بہتر ہے بشرطیکہ دھونے پر قدرت ہو اور باوجود قدرت کے نہ دھونا مکروہ ہے اور سہی حکم ہے اس

نجاست غلیظہ کا جو درہم سے کم ہو۔ (شامی ص ۱۱ ج ۱)

(۲) نجاست خفیہ مرئیہ ہو یا غیر مرئیہ اگر جسم یا کپڑے پر لگ جائے تو جو تھائی حقہ کے بقدر معاف ہے۔

(۳) نجاست اسی قدر لگے جس قدر معاف ہے یا اس سے بھی کم مگر پھیل کر اس سے بڑھ جائے تو وہ معاف

نہیں اور اس کا وہی حکم ہے جو اس نجاست کا ہے جو پہلے ہی سے زیادہ لگ جائے (شامی ص ۲۳۱ ج ۱)

(۴) اگر کپڑے میں ایک طرف مقدار معالی سے کم نجاست لگے اور دوسری طرف سزیت کر جائے اور

ہر طرف مقدار سے کم ہو لیکن دونوں کا مجموعہ اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ کم ہی سمجھی جائے گی اور معاف

ہوگی ہاں اگر کپڑا دوسرا ہو یا دو کپڑوں کو ملا کر اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ زیادہ سمجھی جائے گی اور معاف

نہ ہوگی۔ (خزانة المفتیین)

(۵) نجاست غلیظہ مرئیہ وزن میں درہم سے کم ہو مگر پیمائش میں درہم سے زیادہ ہو تو کچھ حرج نہیں اس لئے

کہ اس میں درہم کا وزن معتبر ہے پیمائش کا اعتبار نہیں۔

(۶) کھلیان چلاتے وقت جو جانور غلہ پر پیشاب کر دے وہ معاف ہے

یہاں تک کہ بعض فقہانے لکھا ہے کہ درہم کی برابر نجاست ہو تو نماز توڑ کر دھوئے۔ ۱۲-

یہاں فقہانے لکھتے ہیں کہ جب اس غلہ سے کچھ علیحدہ کر دیا جائے تو تمام پاک ہو جائے گا اور یہی اس کے پاک کرنے کا

طریقہ ہے اس لئے کہ جب اس کے دو حصے کر دے تو کسی ایک کو بالخصوص ناپاک نہیں کہہ سکتے لیکن یہ اس وجہ سے صحیح نہیں

کہ ناپاک ہونا یقینی ہے اور پاک ہونے کا شک یقین سے نہ جائے گا بحکم اصل (۱۰) مسائل اب بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ بحکم

اصل (۱۰) حرج و مشقت کی وجہ سے شریعت نے معاف کر دیا۔ ۱۲-

- (۷) کسی نجاست کی چھینٹیں اگر کپڑے یا بدن پر پڑ جائیں اور اس قدر باریک ہوں جیسے سوئی کی نوک تو وہ معاف ہیں اگرچہ مجموعہ ان کا اس مقدار سے زیادہ ہو جو شریعت میں معاف نہیں ہے اور اسی طرح جو لوگ گائے بیل بھینس وغیرہ پالتے ہیں جیسے گاڑی بان، یکہ بان وغیرہ تو ان پر بھی اگر ان کا پانخانہ پیشیا قلیل متفرق طور سے لگ جائے کہ جن کا مجموعہ درہم سے زیادہ ہو تو معاف ہے۔ (شامی ص ۱۳۵)
- (۸) مردہ کو کوئی شخص نہلائے اور نہلائیوالے پر اس کے پانی کی چھینٹیں پڑیں تو یہ معاف ہے
- (۹) راستوں کی کھیڑ اور ناپاک پانی معاف ہے بشرطیکہ ہمیں نجاست کا اثر نہ معلوم ہو۔ (مراقی الفلاح)
- (۱۰) فرش یا مٹی یا اور کسی ناپاک چیز پر بھیکے بدن سے لیٹ جانے یا ناپاک زمین پر قدم رکھنے یا کسی ناپاک فرش پر سونے کی حالت میں پسینہ نکلے تو یہ سب معاف ہے۔ بشرطیکہ نجاست کا اثر بدن پر نہ معلوم ہو۔ (مراقی الفلاح ص ۱۳۵)
- (۱۱) ناپاک چیز پر اگر تر کپڑا پھیلا دیا جائے تو معاف ہے بشرطیکہ نجاست کا اثر اس پر نہ پایا جائے۔
- (۱۲) دو دو دھرتے وقت دو ایک میٹنگنی وورہ میں پڑ جائیں یا تھوڑا سا گوبر گر جائے تو معاف ہے بشرطیکہ گرتے ہی نکال ڈالا جائے۔ (خزانة المفتیین)
- (۱۳) چوہے کی میٹنگنی آٹے میں پس جائے تو معاف ہے بشرطیکہ اس کا اثر آٹے میں نہ معلوم ہو اور اسی طرح اگر روٹی میں پک جائے وہ بھی معاف ہے بشرطیکہ گھلی نہ ہو اور ورسی ہی سخت ہو۔ (خزانة المفتیین)
- یہاں اگرچہ ناپاک چیزوں کا بیان ہے مگر بعض وہ چیزیں جو پاک نہیں ہیں اور ان کا معلوم ہو جانا مفید ہے لکھی جاتی ہیں۔
- (۱) شہید کا خون جو اس کے بدن پر لگا ہو پاک ہے (شامی ص ۲۳۲ ج ۱)
- (۲) خون پیپ وغیرہ جو جسم یا زخم سے نکلے اور اس قدر نہ ہو جو بے سکے پاک ہے خانا و چنڈہ بار کے لگنے سے زیادہ درہم سے ہو جائے۔ (شامی ص ۲۳۲ ج ۱)
- (۳) حلال ذبح کئے ہوئے جانور کے گوشت وغیرہ پر جو اسی جگہ کا خون ہوتا ہے وہ پاک ہے۔
- (۴) خون سائل جن جانوروں میں نہیں ہوتا جیسے بچھڑ، کھنسی، پتو وغیرہ ایسے جانور اگر انسان کا خون پیسے تو وہ پاک ہے۔ بشرطیکہ سائل نہ ہو۔ (شامی ص ۲۳۲ ج ۱)
- (۵) دیہائی جانور اور وہ جانور جن میں دم سائل نہیں مرنے کے بعد بھی ناپاک نہیں ہوتے حرام ہوں۔ یا حلال جیسے مچھلی، بچھو، بعضے سانپ، چمکلی، بھڑا۔ (مراقی الفلاح ص ۸۳)
- (۶) یہ صحیح ہے کہ کتا اور بامتنی نجس نہیں۔

(۷) حلال پرندوں کا پاخانہ پاک ہے بشرطیکہ بوجہ دار نہ ہو (خزانة المفتیین و عالمگیری)

(۸) جن کا جھوٹا پاک ہے ان کا پسینہ بھی پاک ہے جیسے آدمی مسلمان ہو یا کافر مرد ہو یا عورت خواہ

عائقہ ہو یا انجماع یا وہ شخص جس کو نہانے کی ضرورت ہو۔ (شامی ص ۲۳۷ ج ۱)

(۹) نجاست اگر جلائی جائے تو اس کا دھواں پاک ہے وہ اگر نم جائے اور اس سے کوئی چیز بنا لی جائے

تو وہ پاک ہے جیسے نوشادر کو کہتے ہیں کہ نجاست کے دھوئیں سے بنتا ہے (شامی ص ۲۳۷ ج ۱)

(۱۰) نجاست کے اوپر جو گرو غبار ہو وہ پاک ہے بشرطیکہ نجاست کی تری نے اس میں اثر کر کے اس کو تر

نہ کر دیا ہو۔ (شامی ص ۲۳۷ ج ۱)

(۱۱) نجس چیز جیسے پاخانہ، سوراخ وغیرہ نمک کی کان میں گر کر نمک ہو جائے تو وہ پاک ہے اور اسی طرح

مٹی ہو جائے یا جل کر راکھ ہو جائے تو وہ بھی پاک ہے۔ حاصل یہ کہ نجس چیز کی اگر حقیقت بدل کر دوسری

چیز بن جائے تو وہ پاک ہو جائے گی جیسے شراب سرکہ بن جائے یا نجاست جل کر راکھ ہو جائے (شامی ص ۲۳۷ ج ۱)

(۱۲) نجاستوں سے جو بخارات اٹھیں وہ پاک ہیں۔ (شامی ص ۲۳۷ ج ۱)

(۱۳) پھل وغیرہ کے کپڑے پاک ہیں (شامی ص ۲۵۵)

(۱۴) کھانے کی چیزیں اگر سر جائیں اور بوجہ کرنے لگیں تو نا پاک نہیں ہوتیں جیسے گوشت، حلوا وغیرہ مگر نقصان

کے خیال سے ان کا کھانا درست نہیں۔ (شامی ص ۲۵۵ ج ۱)

(۱۵) نجاستوں سے جو کپڑے پیدا ہوتے ہیں جیسے پاخانہ یا شراب وغیرہ سے وہ نجس ہیں (شامی ص ۲۵۵ ج ۱)

(۱۶) سور کے سوا تمام جانوروں کے سینگ، بال، ہڈی، پٹھے، کھردانت یعنی وہ شے جن میں خون نہیں ستر

کر تا پاک ہے بشرطیکہ جسم کی رطوبت اس پر نہ ہو خواہ یہ چیزیں مردہ جانوروں کی ہوں یا مذکورہ کی۔ (شامی ص ۲۵۵ ج ۱)

(۱۷) مشک اور اس کا نانہ پاک ہے اور اسی طرح عنبر وغیرہ

(۱۸) منہ بھرتے سے کم تھے پاک ہے۔ (امراقی الفلاح ص ۲)

(۱۹) سوتے میں آدمی کے منہ سے جو پانی نکلتا ہے وہ پاک ہے۔ (خزانة المفتیین و عالمگیری)

(۲۰) گندہ امڈا حلال جانور کا پاک ہے۔ (خزانة المفتیین)

(۲۱) سانپ کی کچلی پاک ہے۔ (عالمگیری)

عد گران کا کھانا درست نہیں۔ ۱۲۔

(۲۲) گدھی کا دودھ پاک ہے مگر اس کا کھانا درست نہیں۔ (عالمگیری)

جو چیزیں نجس ہیں وہ کبھی پاک نہیں ہو سکتیں ہاں ان کی حقیقت اگر بدل جائے تو پاک ہو جائیں گی جیسے پاخانہ مٹی بن جائے۔ البتہ جو پاک چیزیں کہ نجس چیز کے لگنے سے ناپاک ہو جاتی ہیں پاک کرنے سے پاک ہو سکتی ہیں اور یہ پاک چیزیں چونکہ مختلف اقسام پر ہیں اور ہر قسم کے پاک کرنے کا طریقہ جدا جدا ہے اس لئے پہلے ان پاک چیزوں کی قسمیں لکھی جاتی ہیں جو نجاست سے ناپاک ہوں پھر ہر ایک کے پاک کرنے کا طریقہ لکھا جائے گا۔

ناپاک ہونے والی چیزوں کی قسمیں

- ۱- زمین اور زمین سے اگنے والی چیزیں جو کہ اس پر لگی ہوئی ہوں جیسے درخت، گھاس وغیرہ اور وہ چیزیں جو زمین سے چسپاں کر دی گئی ہوں جیسے دیوار، اینٹ، پتھر وغیرہ
- ۲- وہ چیزیں جن میں مسام نہیں یعنی اس قسم کی چیزیں جو پانی کو جذب نہیں کرتیں جیسے لوتا، چاندی، تانبہ، پتیل، شیشہ وغیرہ۔
- ۳- وہ چیزیں جن میں کم مسام ہیں اور رطوبت کو جذب کرتی ہیں جیسے چمچا وغیرہ
- ۴- وہ چیزیں جن میں بہت مسام ہیں اور رطوبت کو خوب جذب کرتی ہیں جیسے کپڑا وغیرہ۔
- ۵- رقیق چیزیں جیسے شربت، شہد، دودھ، تیل، گھی، عرق، سرکہ وغیرہ۔
- ۶- گاڑی اور بستہ چیزیں جیسے جامہ اگھی، جامہ ادرہ، گلقد، گوندھا ہوا آٹا وغیرہ
- ۷- کھال
- ۸- جسم
- ۹- پانی

زمین وغیرہ کی پاکی کا طریقہ

- ۱- زمین اگر ناپاک ہو جائے خواہ نجاست مرئیہ سے یا غیر مرئیہ سے تو خشک ہونے سے پاک ہو جائے گی دھوپ سے خشک ہو یا ہوا سے یا آگ سے اور خشک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کی تری اور تری جاتی رہے نہ یہ کہ سوک جائے۔

۵ اس کے احکام چونکہ تفصیل کے ساتھ پہلے لکھ دئے گئے ہیں اس لئے یہاں نہ بیان کئے جائیں گے ۱۲۰۔

- ۲۔ ناپاک زمین اگر خشک ہونے سے پہلے دھو ڈالی جائے تب بھی پاک ہو جائے گی۔ لیکن اس کے دھونے کا یہ طریقہ ہے کہ اس پر اس قدر پانی چھوڑا جائے کہ پانی بہہ جائے اور اس پانی میں کسی طرح نجاست کا اثر معلوم نہ ہو یا پانی ڈال کر اس کو کپڑے وغیرہ سے جذب کریں اسی طرح تین بار کریں (شامی ص ۲۲۷ ج ۱)
- ۳۔ مٹی کے ڈھیلے، ریت، کنکر بھی خشک ہونے سے پاک ہو جاتے ہیں اور اسی طرح وہ پتھر جو چکنا نہیں اور پانی کو جذب کر لیتا ہے خشک ہونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (شامی ص ۲۲۷ ج ۱)
- ۴۔ زمین سے آگے والی چیزیں جو اس میں جھی ہوئی کھڑی ہیں جیسے درخت، گھاس وغیرہ بھی خشک ہونے سے پاک ہو جاتے ہیں (شامی ص ۲۲۷ ج ۱)
- ۵۔ زمین پر جو چیزیں قائم ہیں جیسے دیوار، لکڑی کے ستون، ٹٹی وغیرہ یا وہ چیزیں جو زمین سے چسپاں ہیں جیسے اینٹ پتھر جو کھٹ کی لکڑی وغیرہ تو یہ بھی خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہیں (شرح مرقی الفلاح ص ۲۲۷ ج ۱)
- ۶۔ ناپاک زمین کی مٹی اوپر کی نیچے اور نیچے کی اوپر کر دینے سے پاک ہو جاتی ہے۔ (شامی ص ۲۲۷ ج ۱)
- ۷۔ تنور اگر ناپاک ہو جائے تو اس میں آگ جلانے سے پاک ہو جائے گا بشرطیکہ بعد گرم ہونے کے نجاست کا اثر نہ رہے۔ (شامی ص ۲۲۷ ج ۱)
- ۸۔ ناپاک مٹی سے جو برتن بنایا جائے وہ پکانے سے پاک ہو جاتا ہے بشرطیکہ پکانے کے بعد نجاست کا اثر نہ معلوم ہو۔ (شامی ص ۲۳۱ ج ۱)
- ۹۔ ناپاک زمین پر مٹی وغیرہ ڈال کر نجاست چھپا دی جائے اس طرح کہ نجاست کی بوٹائے تو وہ پاک ہے۔ (خزانة المفتیین)

جن چیزوں میں مسام نہیں انکی پاکی کا طریقہ

- ۱۔ آئینہ، تلوار، چھتری، چاقو اور تمام وہ چیزیں جو لوہے سے بنتی ہیں یا چاندی سے جیسے زیور وغیرہ یا سونے سے یا تانبے پتیل سے یا اور کسی ایسی چیز سے جس میں مسام نہیں ہوتے یا چکنا پتھر جو رطوبت کو نہیں جذب کرتا یا روغن یا لک کے ہوئے مٹی کے برتن میں پانی جذب نہیں ہوتا یا پیرانے استعمال کیے ہوئے برتن ایسے جو پانی کو جذب نہ کریں تو یہ سب چیزیں اگر نجس ہو جائیں خواہ نجاست مرتبہ سے یا غیر مرتبہ سے تو زمین پر رگڑنے یا تکرار سے یا پونے سے پاک ہو جائیں گی بشرطیکہ نجاست مرتبہ اور اس قدر رگڑی یا پونے سے پاک ہو جائے کہ نجاست کا اثر جاتا رہے اور اگر نجاست خشک ہو تو مرتبہ رگڑنے اور پونے سے اور غیر مرتبہ صرف پونے سے پاک ہوگی

اور ان تمام صورتوں میں یہ شرط ہے کہ یہ چیزیں نقشین نہ ہوں۔ (شامی ص ۲۲۶ ج ۱)
 اور نجاست غیر مرتبہ تین بار دھونے سے بھی پاک ہو جائے گی اور اس میں یہ شرط نہیں کہ ہر مرتبہ
 دھونے کے بعد خشک بھی کر لیا جائے بلکہ وقفہ دھونے سے بھی پاک ہو جائے گی اور نجاست مرتبہ اس قدر
 دھونے سے پاک ہو جائے گی کہ اس کا اثر جاتا رہے۔ (شامی ص ۲۲۳ ج ۱)

۲۔ وہ چیزیں جو منقش ہوں جیسے زیور یا نقشین برتن وغیرہ تو بغیر دھونے پاک نہ ہوں گی پس اگر ان میں
 نجاست مرتبہ لگ جائے تو اس قدر دھوئی جائیں کہ وہ نجاست دور ہو جائے اور اگر غیر مرتبہ لگ جائے
 تو تین مرتبہ دھو ڈالی جائیں۔ (شرح مرقی الفلاح ص ۸۵)

۳۔ چٹائی اگر نجس ہو جائے تو نجاست غیر مرتبہ تین بار دھونے سے اور مرتبہ تکرار سے پونچھنے سے
 پاک ہو جائے گی۔ (خزانة المفتیین)

جن چیزوں میں کم مسام ہیں ان کی پاکی کا طریقہ

۱۔ موزہ یا جوتہ اور کوئی ایسی چیز جو چمڑے سے بنائی گئی ہو یا پستین اس طرف سے جس طرف بال نہ ہوں
 یا دباغت دی ہوئی کھال نجاست مرتبہ سے ناپاک ہو جائیں تو یہ نجاست پھیل کر یا مل کر دور کر دی جائے
 تو پاک ہو جائیں گی۔ نجاست خشک ہو یا ترا اور اگر نجاست غیر مرتبہ سے ناپاک ہو جائیں تو بغیر دھونے پاک
 نہ ہوگی۔ اور ان کے دھونے کا یہ طریقہ ہے کہ تین مرتبہ دھوئی جائیں اور ہر مرتبہ اتنا توقف کیا جائے کہ
 خشک ہو جائیں اور پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔ (شامی ص ۲۲۶ ج ۱)

۲۔ مٹی کے تے برتن یا ایسے پتھر کے برتن جو نجاست کو جذب کرتا ہو یا ایسی لکڑی کے برتن جو نجاست
 کو جذب کریں تین مرتبہ اس طرح دھونے سے پاک ہو جائیں گے کہ ہر مرتبہ خشک کر لئے جائیں کہ پانی ٹپکنا
 بند ہو جائے اور اگر کوئی چیز اس پر رکھی جائے تو اس میں نمی نہ آئے اور یہ شرط اس وقت ہے کہ جب یہ چیزیں
 کسی برتن میں ڈال کر دھوئی جائیں اور اگر جاری پانی میں دھوئی جائیں یا پانی اوپر سے ڈالا جائے تو یہ شرط نہیں
 بلکہ جاری پانی میں صرف اتنی دیر تک رکھ دینا کافی ہے کہ پانی ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائے اور
 اوپر سے پانی چھوڑنے میں صرف اسی قدر کافی ہے کہ سب دھل جائے اور پانی بالکل ٹپک جائے (مطحاوی شرح مرقی الفلاح)

۵۔ نجاست مرتبہ کا حکم یہاں بھی وہی ہے جو ان چیزوں کا ہے جن میں مسام نہیں البتہ غیر مرتبہ کا حکم یہاں دوسرا ہے۔ ۱۲۔

اور اگر مٹی یا پتھر کے برتن کو آگ میں ڈال دیں تب بھی پاک ہو جائے گا۔
۲۔ غلہ اگر ناپاک ہو جائے تو تین مرتبہ دھو ڈالا جائے اور ہر مرتبہ خشک کر لیا جائے بشرطیکہ نجاست غیر مرئیہ
ہو اگر نجاست مرئیہ ہو تو نجاست دور کر دی جائے خواہ دھونے سے با اور کسی طرح سے (خزانۃ المفتیین)

مسام والی چیزوں کی پاکی کا طریقہ

۱۔ کپڑے میں اگر مٹی لگ جائے تو مسلنے اور منی کے کھرچنے سے پاک ہو جائے گا بشرطیکہ مٹی خشک ہو کپڑا
نیا ہو یا پرانا اکہرا ہو یا دوسرا روئی کا ہو یا بے روئی کا اور پھر اگر یہ کپڑا پانی میں بھیجک جائے تو ناپاک نہ ہو گا
اور اگر مٹی کے سوا کوئی دوسری نجاست لگ جائے تو بغیر دھونے پاک نہ ہو گا۔
نجاست مرئیہ سے پاک کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس نجاست کو پاک پانی یا اور کسی ایسی رقیق سیال شے
سے جو چلنی نہ ہو دور کر دیں خواہ ایک دفعہ دھونے سے یا کئی دفعہ دھونے سے اور جب تک وہ دور نہ ہوگی۔
کپڑا پاک نہ ہوگا اور اگر نجاست کا دھبہ جس کا دور کرنا دشوار ہے باقی رہ جائے تو کچھ حرج نہیں صرف نجاست
کی ذات کا دور کر دینا کافی ہے۔ مثلاً مٹی لگ جائے اور اس کو دھو ڈالیں مگر اس کا دھبہ باقی رہ جائے یا کوئی
بخس رنگ لگ جائے یا خون لگ جائے تو صرف اس قدر دھو ڈالنا چاہیے کہ پانی صاف نکلنے لگے۔ (شامی ص ۲۱)
اور نجاست غیر مرئیہ سے پاک کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اسکو تین مرتبہ دھوئیں اور ہر مرتبہ پانی کو خوب اپنی طاقت
کے موافق چھوڑ ڈالیں یہ اس وقت ہے جب کپڑے پر پانی ڈال کر دھوئیں اور اگر جاری پانی میں اتنی دیر تک
ڈال دیں کہ وہ بھیجک جائے اور پانی ایک جانب سے دوسری جانب سرایت کر کے نکل جائے تو ایک مرتبہ
دھو ڈالنا بھی کافی ہے۔ (مراقی الفلاح)

۲۔ باریک یا پرانے کپڑے میں اگر نجاست غیر مرئیہ لگ جائے اور دور سے پھوڑنے میں کپڑے کے پھوڑنے
جانے کا اندیشہ ہو تو صرف تین مرتبہ دھو ڈالنا کافی ہے زور سے پھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔
۳۔ نجاست غیر مرئیہ اگر ایسی چیز میں لگ جائے جس کا پھوڑنا دشوار ہے جیسے ٹاٹ چٹائی بڑی درمی تو
تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاتی ہے اس طرح کہ ہر مرتبہ پانی خشک ہو جائے خشک ہونے کا مطلب یہ
ہے کہ اگر اس پر کوئی چیز دکھ دیں تو وہ تہ نہ ہو۔ (شامی ص ۲۲ ج ۱)

۴۔ منی خواہ تیلی ہو یا گاڑی ملنے سے پاک ہو جاتی ہے بشرطیکہ خشک ہو اور بعض فقہانے یہ شرط بھی لکھی ہے کہ منی
نیکلنے وقت جہاں سے نکلی ہے کسی دوسری نجاست سے مل کر ناپاک نہ ہوئی ہو۔ ۱۲۰۔

۳۔ ناپاک تیل یا ناپاک گھی اگر کسی کپڑے میں لگ جلتے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا اگرچہ اس کی چکناہٹ باقی ہو اس لئے کہ تیل اور گھی خود ناپاک نہیں بلکہ کسی نجاست کے لگنے سے ناپاک ہو ہے اور وہ نجاست تین مرتبہ دھونے سے جاتی رہے گی بخلاف مردار کی چربی کے کہ وہ خود ناپاک ہے لہذا جب تک اس کی چکناہٹ نہ جائے گی پاک نہ ہوگا۔ (مراقی الفلاح ص ۸۶)

رقیق و سیال چیز کی پاکی کا طریقہ

- ۱۔ ناپاک تیل یا چربی کا صابون بنا لیا جائے تو پاک ہو جائے گا۔ (شامی ص ۲۳)
- ۲۔ تیل یا گھی ناپاک ہو جائے تو اس میں پانی ڈالا جائے جب یہ تیل یا گھی پانی کے اوپر آجائے تو وہ اتار لیا جائے اسی طرح تین مرتبہ کرنے سے پاک ہو جائے گا۔ (مراقی الفلاح ص ۸۶)
- ۳۔ شہد یا شربت اگر ناپاک ہو جائے تو اس میں پانی ڈال کر جوش دیا جائے جب تمام پانی خشک ہو جائے اور وہ اپنی اصلی حالت پر آجائے تو پھر پانی ڈال کر جوش دیا جائے اسی طرح تین مرتبہ کرنے سے پاک ہو جائے گا۔ (مراقی الفلاح ص ۸۶)

گاڑھی اور بستہ چیزوں کی پاکی کا طریقہ

- ۱۔ صابون یا اور کوئی گاڑھی جمی ہوئی چیز ناپاک ہو جائے تو جس قدر ناپاک ہے اسی قدر علیحدہ کر دینے سے پاک ہو جائے گی جیسے جامہ ہوا گھی وغیرہ۔

کھال کی پاکی کا طریقہ

- ۱۔ سور کے سوا تمام جانوروں کی کھال حرام کی ہوں یا حلال کی باعث سے پاک ہو جاتی ہیں خواہ کافر و باغی و یہ یا مسلمان اور اگر حلال جانوروں کی کھال ہو تو صرف ذبح سے پاک ہو جائے گی و باغی کی ضرورت نہ ہوگی۔ (شامی ص ۲۳ ج ۱)

۵۔ اس لئے کہ صابون بنانے سے اسکی حقیقت بدل گئی اور حقیقت بدل جانے سے ناپاک چیز پاک ہو جائیگی ۱۲

۲۔ سور کی چربی اور ناپاک چیز سے کھال کو باغٹ دیں تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گی۔

جسم کی پاکی کا طریقہ

انسان کا جسم دونوں طرح کی نجاست سے نجس ہوتا ہے یعنی نجاست حکمیہ اور حقیقیہ۔ نجاست حقیقیہ سے پاکی کا طریقہ بیان کیا جاتا ہے اور نجاست حکمیہ سے پاکی کا طریقہ آئندہ بیان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ

۱۔ آدمی کی انگلی یا اور کوئی عضو اگر نجاست مرتبہ سے ناپاک ہو جائے تو وہ عضو تین بار پانی کے دھونے سے پاک ہو جائے گا اور اسی طرح اگر اس عضو کو تین بار کوئی شخص چاٹ لے خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان تو وہ پاک ہو جائے گا اور اگر نجاست مرتبہ سے ناپاک ہو جائے تو تین بار دھونا یا چاٹنا شرط نہیں بلکہ اس قدر دھونا یا چاٹنا کافی ہے کہ وہ نجاست دور ہو جائے۔ (خزانة المفتیین شامی ص ۲۲۵)

۲۔ اگر آدمی کا منہ کسی نجس چیز جیسے شراب، سوراخ وغیرہ کے کھانے پینے سے نجس ہو جائے تو تین مرتبہ لعاب نکلنے سے پاک ہو جائے گا۔ (خزانة المفتیین و شامی ص ۲۲۵)

۳۔ آدمی کے کسی ناپاک عضو کو اگر کوئی ایسا جانور جس کا جھوٹا ناپاک لہے نہ ہو، پاکی ہو جائے گا۔

۴۔ عورت کے سر پستان پر اگر کوئی نجاست غیر مرتبہ لگ جائے تو جب لہے کا اس کو تین مرتبہ چوس لے گا تو پاک ہو جائے گا اور نجاست مرتبہ میں صرف اس قدر چوسنا کافی ہے کہ وہ نجاست دور ہو جائے تین مرتبہ کی شرط نہیں۔ (خزانة المفتیین و شامی ص ۲۲۵ ج ۱)

۵۔ انسان کے جسم پر اگر منی لگ جائے تو کھرچ ڈالنے سے بھی پاک ہو جائے گا اور یہ طریقہ صرف منی کے پاک کرنے کا ہے اور دوسری نجاست بغیر دھونے یا چاٹنے پاک نہ ہوگی۔ (شامی ص ۲۲۶ ج ۱)

۶۔ فصد کے مقام یا اور کسی عضو کو جو خون، پیپ کے نکلنے سے نجس ہو گیا اور دھونا نقصان کرتا ہو تو پھر تزکیے سے پوچھ دینا کافی ہے۔ (شامی ص ۲۲۶ ج ۱)

۷۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایسا کیا جائے تو پاک ہو جائے گا نہ یہ کہ ایسا کرنا جائز ہے اس لئے کہ جب وہ عضو نجس ہے تو اس کا چاٹنا مسلمان کو کسی طرح جائز نہیں۔ ۱۲۔

۸۔ لیکن بلا غدر لڑکے کے منہ میں نجس پستان بغیر دھونے دینا جائز نہیں اس لئے کہ مسلمانوں کو نجس چیز سے خود بچنا اور اپنے بچوں کو بچانا واجب ہے۔ ۱۲۔

۷۔ ناپاک رنگ اگر جسم میں لگ جائے یا بال اس ناپاک رنگ سے رنگین ہو جائیں تو صرف اس قدر دھونا کہ پانی صاف نکلنے لگے کافی ہے اگرچہ رنگ دور نہ ہو۔ (شامی ص ۲۲۱ ج ۱)

۸۔ ناپاک چیز اگر جلد کے اندر بھردی جائے جیسا کہ ہندو اور بعض دیہات کے جاہل مسلمان کیا کرتے ہیں جس کو ہمارے عرف میں گودنہ کہتے ہیں تو وہ صرف دھو ڈالنے سے پاک ہو جائے گا جلد پھیل کر اس رنگ کو نکالنا نہ چاہیے۔ (شامی ص ۲۲۱ ج ۱)

۹۔ اگر ٹوٹے ہوئے دانت کو جو ٹوٹ کر علیحدہ ہو گیا ہے اس کی جگہ پر رکھ کر جمایا جائے خواہ پاک چیز سے یا ناپاک چیز سے اور اسی طرح اگر کوئی ہڈی ٹوٹ جائے اور اس کے بدلے کوئی ناپاک ہڈی رکھ دی جائے یا کسی زخم میں کوئی ناپاک چیز بھردی جائے اور وہ اچھا ہو جائے تو اس کو نکالنا نہ چاہیے بلکہ وہ خود بخود پاک ہو جائے گا۔ (شامی ص ۲۲۱ ج ۱)

اگرچہ ہم ناپاک چیزوں کے پاک کرنے کا طریقہ اور ان کی پاک کرنے والی چیزیں نہایت عمدہ تفصیل سے لکھ چکے ہیں جس کے دیکھنے کے بعد ہر چیز کی پاکی و ناپاکی اور اس کے پاک کرنے کے متعدد طریقے ہر شخص کو بہت آسانی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ایک نقشہ اس قسم کا بناویں جس کو دیکھ کر ہر شخص کو پاک کرنے کے طریقوں کی تعداد اور جو چیزیں جس طریقہ سے پاک ہو سکتی ہے اس کی کیفیت سے بخوبی واقف ہو جائے اور وہ مضامین جو اوپر لکھے گئے ہیں ایک اچھی صورت میں صفحہ اول پر نقش ہو جائیں۔

وہ نقشہ یہ ہے

نمبر شمار	پاک کرنے والی چیزیں	پاک ہونے والی چیزیں
۱	دھونا خواہ پاک پانی سے ہو یا کسی ایسی بہنے والی چیز سے جو نجاست کو دور کرے جیسے کیوڑہ، گلاب اور دوسرے عقیات بخلاف دودھ، تیل وغیرہ کے کہ یہ بوجہ چکنا چٹا کے نجاست کو دور نہیں کر سکتے	اس طریقہ سے وہ چیزیں پاک ہو جاتی ہیں جنکی نجاست ذاتی نہیں ہے بلکہ کسی دوسری نجاست کی وجہ سے ناپاک ہو جاتی ہیں نجاست غیر مرئیہ میں یہ طریقہ تین مرتبہ عمل میں لانا چاہیے اور مرئیہ میں صرف اسی قدر کہ وہ نجاست دور ہو جائے۔

۱۰۔ اگرچہ یہ ناپاک ہے لیکن چونکہ اس کے علیحدہ کرنے سے تکلیف اور نقصان ہوگا اس لئے معاف ہے۔ ۱۰۔

نمبر شمار	پاک کرنے والی چیزیں	پاک ہونے والی چیزیں
۲	حقیقت کا بدل جانا خواہ جلانے سے یا کسی دوا سے یا اور کسی ترکیب سے۔	اس طریقہ سے تمام نجس چیزیں پاک ہو جاتی ہیں خواہ ان کی نجاست ذاتی ہو یا عارضی یعنی کسی دوسری نجاست کی وجہ سے۔
۳	چھلنا خواہ انسان چاٹے کافر ہو یا مسلمان عورت ہو یا مرد بچہ ہو یا بوڑھا یا کوئی ایسا جانور چاٹے جس کا جھوٹا پاک ہے۔	اس طریقہ سے صرف ناپاک چیزیں پاک ہوتی ہیں کہ جن کی نجاست عارضی ہو جیسے عورت کا پستان ناپاک ہو جائے تو بچہ کے چاٹنے سے پاک ہو جاتا ہے۔
۴	آگ سے جلا دینا	مٹی اور پتھر کی چیزیں یا وہ چیزیں جن میں مسام نہیں
۵	تحت اچھیلنا خواہ چاقو، چھری، کھری وغیرہ سے یا ناخن سے یا اور کسی چیز سے یا گرگڑالنے سے۔	اس طریقہ سے وہ چیزیں پاک ہو جاتی ہیں جو چھڑے سے بنی ہوں جیسے موزہ وغیرہ
۶	مسح (پوچھنا) ترکیز سے یا تہاتھ سے یا اور کسی تر چیز سے مثل روئی وغیرہ کے۔	اس سے وہ ناپاک چیزیں پاک ہو جاتی ہیں جنکو دھونے سکتے ہوں مثل اس زخم کے جس کو دھونا نقصان کرتا ہو۔
۷	کد لک (ملنا) زمین پر ڈال کر یا خود اس پر مٹی چھوڑ کر	اس سے وہ ناپاک چیزیں جو چھڑے کی قسم سے ہوں پاک ہو جاتی ہیں۔
۸	فسک (ہاتھ سے کھرچنا)	یہ طریقہ صرف جسم اور کپڑے کو پاک کرتا ہے جو بوجھ منی لگ جانے کے ناپاک ہو گیا ہو منی خواہ مرد کی ہو یا عورت کی۔ اس طریقہ سے صرف ناپاک زمینیں پاک ہوتی ہیں
۹	قلب (الٹ دینا) یعنی نیچے کے حصہ کو اوپر اور اوپر کے حصہ کو نیچے کر دینا بشرطیکہ نجاست کی بدبو باقی نہ رہے۔	

نمبر شمارہ	پاک کرنے والی چیزیں	پاک ہونے والی چیزیں
۱۰	بیس (سوکھ جانا) خواہ دھوپ سے یا آگ سے یا ہوا وغیرہ سے	یہ طریقہ صرف ان پاک چیزوں کے پاک کرنے کا ہے جو زمین سے اگنے والی چیزیں ہوں بشرطیکہ اس پر لگی ہوں جیسے درخت گھاس چوہا ستون دروازہ کی چوکھٹ بازو وغیرہ
۱۱	ترج (کنویں سے پانی نکالنا)	اس طریقہ سے صرف کنویں کا باقی پانی اور کنویں کی مٹی اور اس کی اینٹیں اور وہ ڈول جس سے پانی نکالا گیا ہے اور پانی نکالنے والوں کے ہاتھ پیر پاک ہو جاتے ہیں۔
۱۲	ذبح (کسی جانور کو حلال کرنا) دموی جانور کا خون شرعی طور پر نکال ڈالنا اس کی تفصیل اور قسمیں انشاء اللہ آئندہ بیان ہوں گی۔	اس طریقہ سے سور کے سوا تمام جانوروں کی کھال پاک ہو جاتی ہے حرام ہوں یا حلال اور حلال جانوروں کا گوشت بھی پاک ہو جاتا ہے۔
۱۳	دبا غمت دچھڑے کی رطوبت کا دور کرنا خواہ کسی دوا سے یا بغیر دوا کے اس طرح کہ اس کی بوجھ جاتی رہے۔	اس طریقہ سے سور کے سوا تمام جانوروں کی کھال پاک ہو جاتی ہے حرام ہوں یا حلال مردہ کی کھال ہو یا زندہ کی۔

متفرق مسائل

- مسئلہ (۱) جو چیزیں بغیر دھوپ سے پاک ہو جاتی ہیں خواہ طے سے یا خشک ہونے سے وہ اگر کسی طرح تر ہو جائیں تو ناپاک نہ ہوں گی اور اسی طرح اگر یہ چیزیں کسی قبیل پانی میں گر جائیں وہ پانی ناپاک نہ ہوگا۔ (شامی ص ۲۲۹ ج ۱)
- مسئلہ (۲) نجاست نمازی کے جسم پر نہ ہو اور نہ اس کے جسم سے ملی ہوئی ہو اور نہ اس کی پیر سے پر ہو جس کو

وہ پہننے ہوئے ہے اور نہ ایسی چیز پر ہو جس کا قیام و قرار نمازی کے جسم کی وجہ سے ہو تو اس کا اعتبار نہیں۔
 مثال (۱) کسی جانور کے جسم پر نجاست ہو اور وہ نمازی کے سر پر آ بیٹھے (۲) خشک نجاست زمین پر ہو اور نمازی کا کپڑا اس پر پڑ جائے (۳) بڑا لڑکا جو خود آٹھ بیٹھ سکتا ہو اور اس کے جسم پر نجاست ہو وہ نمازی کی گور میں آ کر بیٹھ جائے۔ (شامی ص ۲۳۲ ج ۱ و طحاوی، مراقی الفلاح ص ۸۵)

مسئلہ (۳) کوئی چیز اگر ناپاک ہو جائے اور نجاست کا مقام یاد نہ رہے اور نہ کسی مقام خاص پر گمان غالب ہو تو ایسی صورت میں وہ چیز پوری دھونی چاہیے (شامی ص ۲۳۹ ج ۱)

مسئلہ (۴) ناپاک چیز ایسی کہ جو چکنی ہو جیسے تیل، گھی، مردار کی چربی اگر کسی چیز میں لگ جائے اور اس قدر دھونی جائے کہ پانی صاف نکلنے لگے تو پاک ہو جائیگی اگرچہ اس ناپاک چیز کی چکناہٹ باقی ہو۔ (شامی ص ۲۴۰ ج ۱)
 مسئلہ (۵) ناپاک چیز پانی میں گرے اور اس کے گرنے سے چھینٹیں اڑ کر کسی پر پڑ جائیں تو وہ پاک ہیں بشرطیکہ اس نجاست کا کچھ اثر ان چھینٹوں میں نہ ہو۔ (مراقی الفلاح ص ۸۵)

مسئلہ (۶) کپڑا اگر ناپاک اور تر ہو مگر ایسا تر نہ ہو کہ پھوڑ سکیں تو اس میں اگر کوئی خشک کپڑا لپٹ جائے تو وہ ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ وہ ناپاک کپڑا عین نجاست سے ناپاک نہ ہو بلکہ ایسی چیز سے جس کو نجاست نے ناپاک کر دیا ہو جیسے ناپاک پانی اور اگر عین نجاست جیسے پیشاب وغیرہ سے ناپاک ہو تو پھر وہ خشک کپڑا جو اس میں لپٹ گیا ہے ناپاک ہو جائے گا۔ (مراقی الفلاح ص ۸۵)

مسئلہ (۷) زمین یا اور کسی نجس چیز پر بھیجا کپڑا سوکھنے کو ڈال دیں یا ویسے ہی رکھ دیں تو ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ نجاست کا اثر اس میں نہ معلوم ہو خواہ زمین وغیرہ خشک ہو یا تر (مراقی الفلاح ص ۸۵) و عالمگیری

مسئلہ (۸) بکری یا اور جانوروں کے سر اور پیر پر ذبح کرنے کے بعد جو خون ہوتا ہے وہ جلا دینے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (مراقی الفلاح)

مسئلہ (۹) کتے کا لعاب اگر کسی برتن میں لگ جائے تو تین بار دھونے سے پاک ہو جائے گا۔ برتن خواہ مٹی کا ہو یا اور کسی چیز کا لیکن سات بار دھونا بہتر ہے اور ایک بار اسی سات بار میں مٹی سے دھونا چاہیے
 مسئلہ (۱۰) دو ہرا کپڑا پارونی کا کپڑا اگر ایک جانب نجس ہو جائے اور ایک جانب پاک ہو تو کل ناپاک سمجھا جائے گا نماز اس پر درست نہیں۔ (فتاویٰ المفتین)

مسئلہ (۱۱) پختے ہوئے گوشت یا اور کسی پکتی ہوئی چیز میں نجاست پڑ جائے تو پاک نہیں ہو سکتا (مراقی الفلاح ص ۸۵)
 مسئلہ (۱۲) مرغی یا اور کوئی پرند پیٹ چاک کرنے اور اس کی آلائش نکلنے سے پہلے پانی میں جوش دیکھنے جیسا کہ آج کل انگریزوں اور ان کے ہم منش ہندوستانوں کا دستور ہے تو وہ کسی طرح پاک نہیں ہو سکتی۔

استنجا کے مسائل

انسان کے اعضاء مخصوصہ پر پاخانہ پیشاب کے نکلنے سے جو نجاست لگ جاتی ہے اس کے پاک کرنے کے طریقے اور دوسری پاک چیزوں کے پاک کرنے کے طریقے میں کچھ فرق ہے اس لئے اس کے مسائل اور اس کے آداب علیحدہ بیان کیے جاتے ہیں۔

پیشاب پاخانہ جہاں درست نہیں

مسجد میں یا مسجد کی چھت پر پاخانہ پیشاب کرنا حرام ہے۔ ایسی جگہ پاخانہ یا پیشاب کرنا جہاں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا پڑے مگر وہ تخریبی ہے خواہ جنگل ہو یا آبادی اور ایسی جگہ استنجا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(شامی خزائنہ المفتیین، مجمع الانہر)

چھوٹے بچوں کو پاخانہ پیشاب کے لئے ایسی جگہ بٹھلانا جہاں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ ہونا جائز ہے۔ اور اس کا گناہ بٹھلانے والے پر ہے۔ (شامی، خزائنہ المفتیین، طحاوی)

چاند، سورج کی طرف پاخانہ یا پیشاب کے وقت منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے۔ (شامی) راکہ قلیل پانی میں پاخانہ پیشاب کرنا حرام ہے اور راکہ کثیر میں مکروہ تخریبی اور جاری میں مکروہ تنزیہی ہے۔ (مراتی الفلاح ص ۲۹ و شامی و در مختار)

بدن میں پاخانہ پیشاب کر کے پانی میں ڈالنا یا ایسی جگہ پاخانہ پیشاب کرنا جہاں سے بہ کر پانی میں چلا جائے مکروہ ہے۔ (شامی)

۵۰ اس بیان میں بعض الفاظ اس قسم کے آئیں گے جن کے معنی بیان کئے گئے جیسے سنت، مکروہ وغیرہ ان کے معنی نجاست حکمیہ کے بیان میں لکھے جائیں گے۔ ۱۲۔

۵۱ حاصل یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے اگر کوئی شخص بھوٹے سے قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے بیٹھ جائے اور درمیان میں یاد آئے تو اسی حالت میں اس کو چاہیے کہ دوسری طرف پھر کر بیٹھ جائے قبلہ کی طرف ایسی حالت میں منہ یا پیٹھ کرنا قبلہ کی بے تعظیمی ہے۔ ۱۲ (شامی)

۵۲ آیت جو لوگ دریا کا سفر کرتے ہیں ان کو جوہ مجبوری کے جائز ہے۔ ۱۲ (شامی)

نہرا اور تالاب وغیرہ کے کنارے پاخانہ پشیا ب کرنا مکروہ ہے اگر نجاست اس میں نہ گریے اور اسی طرح ایسے درخت کے نیچے جس کے سایہ میں لوگ بیٹھتے ہوں، اور اسی طرح پھل پھول والے درخت کے نیچے جاڑوں میں جس جگہ دھوپ لینے کو لوگ بیٹھتے ہوں، جانوروں کے درمیان میں، مسجد اور عید گاہ کے اس قدر قریب جس کی بدبو سے نمازیوں کو تکلیف ہو وے قبرستان میں، یا ایسی جگہ جہاں لوگ وضو یا غسل کرتے ہوں، راستہ میں، ہوا کے رخ پر سوراخ میں، راستہ کے قریب اور قافلہ یا کسی مجمع کے قریب مکروہ تحریمی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ایسی جگہ جہاں لوگ بیٹھتے آٹھتے ہوں اور ان کو تکلیف ہو اور ایسی جگہ جہاں سے بہہ کر اپنی طرف آتے مکروہ ہے۔ (شامی خزائنہ المفتین)

پشیا ب پاخانہ کے وقت جن امور سے بچنا چاہیے

بات کرنا، بلا ضرورت کھانا سنا، کسی آیت یا حدیث یا اور متبرک چیز کا پڑھنا ایسی چیز جس پر خدا یا نبی یا کسی فرشتہ یا کسی معظّم کا نام ہو یا کوئی آیت یا حدیث یا دعا لکھی ہوئی ہو اپنے ساتھ رکھنا، بلا ضرورت لیٹ کر یا کھڑے ہو کر پاخانہ پشیا ب کرنا، تمام کپڑے اتار کر بہہ نہ ہو کر پاخانہ پشیا ب کرنا، دانے ہاتھ سے استنجا کرنا۔ (خزائنہ المفتین، شامی، مراقی الفلاح)

جن چیزوں سے استنجا درست نہیں

ہڈی، کھانے کی چیزیں، لید اور کل نا پاک چیزیں وہ ڈھیلہ یا پتھر جس سے ایک مرنبہ استنجا ہو چکا ہو، پختہ اینٹ، ٹھیکری، شیشہ، لوہا، چاندی، سونا، پتیل وغیرہ کوئلہ، چوڑ۔ (مراقی الفلاح) اور ایسی چیزوں سے استنجا کرنا جو نجاست کو صاف نہ کرے جیسے سرکہ وغیرہ (طحاوی و خزائنہ المفتین) وہ چیزیں جس کو جانور وغیرہ کھاتے ہوں، جیسے ٹھنڈس اور گھاس وغیرہ اور ایسی چیزیں جو قیمت والی ہوں۔

۱۱۔ اس سے عام راستہ مراد ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا بہت لوگ اس راستہ سے گزرتے ہوں یا کم، ۱۲۔

۱۳۔ قیمتیں چیز سے استنجا کرنا اس وقت مکروہ ہے جب یہ خیال ہو کہ استنجا کرنے سے وہ چیز بالکل بیکار ہو جائے گی یا اس کی قیمت کم ہو جائے گی اور اگر استنجا کرنے کے بعد دھونے سے وہ چیز کام میں آسکے اور قیمت اس کی کم نہ ہو تو مکروہ نہیں ۱۲۔

خواہ تھوڑی قیمت ہو یا بہت ہو۔ جیسے کپڑا، عرق وغیرہ آدمی کے اجزاء جیسے بال، ہڈی، گوشت وغیرہ
 حیوان کا وہ چیز جو اس سے متصل ہو، مسجد کی چٹائی یا کوڑا یا جھاڑو وغیرہ، درختوں کے پتے، کاغذ خواہ لکھا ہوا
 ہو یا سادہ، زعفران کا پانی، وضو کا بچا ہوا پانی، دوسرے کے مال سے بلا اس کی اجازت و رضامندی کے خواہ
 وہ پانی ہو یا کپڑا یا اور کوئی چیز، روئی تمام ایسی چیزیں جن سے انسان یا ان کے جانور نفع اٹھائیں۔
 ان تمام چیزوں سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔ (شامی و طحاوی)

جن چیزوں سے استنجا بلا کر بہت درست ہے

پانی، مٹی کا ٹھیسلا، پتھر، کپڑا اور کل وہ چیزیں جو پاک ہوں اور نجاست کو دور کر دیں بشرطیکہ مال اور
 محترم نہ ہوں۔ (در مختار و مراقی الفلاح و خزانة المفتیین)

استنجا کا طریقہ

جس شخص کو پاخانہ یا پیشاب کی ضرورت ہو اس کو چاہیے کہ اس سے پہلے کہ وہ اس کو مجبور کر دے اٹھے
 اور کسی علیحدہ مکان میں جائے اور اگر جنگل میں جائے تو اتنی دوزنکل جائے کہ لوگوں کی نظر سے غائب ہو جائے
 اور تنگے سر نہ ہو جب پاخانہ کے دروازے پر پہنچے ^{بعده} **بِسْمِ اللّٰهِ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبۡثِ وَالْخُبَاۡثِ** پڑھے
 اور پاخانہ میں پہلے بایاں پیرکھے اور بیٹھنے کے بعد اپنے جسم کو کھولے اور بائیں پیر پر زور دے کر پیر کھیلے اور
 اپنے خیال کو پاخانہ کے سوا اور کسی طرف نہ لے جائے خاص کر دین کی باتوں کی طرف اور اس حالت میں کسی سے
 بات نہ کرے یہاں تک کہ سلام یا سلام کا جواب یا چہینک کے بعد الحمد للہ کہی نہ کہے اور اذان کا جواب بھی نہ دے
 اور اپنے جسم خصوصاً شرمگاہ گونہ دیکھے اور نہ پاخانہ یا پیشاب کو اور پاخانہ یا پیشاب میں نہ تھوکے اور بلا ضرورت

ع ع عرق سے استنجا اگر کر لیا جائے تو درست ہے لیکن چونکہ اس میں مال ضائع ہوتا ہے اس وجہ سے مکروہ ہے۔ ۱۲

ع ع خواہ اس پر انگریزی لکھی ہو یا ناگری یا فلسفہ یا کوئی چیز ہو ہر حال میں اس سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔ ۱۲

ع ع اس میں یہ شرط ہے کہ نہ بہت کم درجہ جو تکلیف دہ ہے نہ ایسا چکنا ہو جو نجاست کو دور نہ کر سکے۔ ۱۳ (مراقی الفلاح)

ع ع ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے۔ اللہ کا نام ہے کہ اسے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے وسیلے سے نہ پاکی اور نہ پاک چیزوں سے۔ ۱۳

زیادہ دیر تک نہ ٹھہرے اور نہ اپنے بدن سے شغل کرے اور نہ نگاہ کو اونچا اٹھائے بلکہ نہایت فحرم و حیا کی حالت میں بیٹھے اور اس امر کی کوشش کرے کہ اپنی ضرورت سے اچھی طرح فارغ ہو جائے اور فارغ ہونے کے بعد بقدر ضرورت ڈھیلوں کا استعمال کرے اس طرح کہ پہلا ڈھیلہ آگے سے پیچھے کو لے جائے اور دوسرا پیچھے سے آگے کو اور تیسرا پچھلے کی طرح بشرطیکہ گرمی کا زمانہ ہو ورنہ ڈھیلہ پیچھے سے آگے کو اور دوسرا اس کے خلاف اور تیسرا پچھلے کی طرح اور یہ صورتیں مردوں کیلئے ہیں عورتوں کو ہر ہاڑ میں دوسری صورت کے موافق کرنا چاہیے اور کھڑے ہونے سے پہلے اپنے جسم کو بند کر لے اور نکلتے وقت پہلے ہاتھ پیر نکالے اور بعد نکلنے کے یہ دُعا پڑھے۔ **عَفْرًا أَنْكَ اللَّهُمَّ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي مَا يُؤْذِينِي وَأَمْسَكَ مَا يُعْنِي** اس کے بعد ڈھیلے سے اتنی دیر تک استنجا کرے کہ پھر قطرہ آنے کا شبہ نہ رہے اور پورا اطمینان ہو جائے خواہ حرکت کرے اور چلنے سے یا اور کسی طرح پھر جب ڈھیلے سے استنجا کر چکے تو پانی سے استنجا کرے پانی سے استنجا کرنے کے لئے کسی دوسری جگہ جائے اور پہلے اپنے ہاتھ تین مرتبہ دھوئے اور جسم کھلنے سے پہلے یہ دُعا پڑھے۔ **بِسْمِ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَمُحَمَّدٍ الْخَيْرِ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى دِينِ الْإِسْلَامِ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ الَّذِينَ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ**۔ پھر پانی سے پہلے اپنے پاخانہ کے مقام کو دھوئے اس کے بعد پیشاب کے مقام کو اور مبالغہ کے ساتھ استنجا کرے اس طرح کہ نجاست کی بو جاتی رہے اس کے بعد اپنا ہاتھ زمین یا مٹی سے مل کر تین مرتبہ دھوئے اور کوئی کپڑا وغیرہ ہو تو اس سے اپنے جسم کے پانی کو صاف کرے پھر پا جامہ یا ازار باندھ لے اور اس کے بعد نکلتے وقت یہ دُعا پڑھے۔ **الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ الْمَاءَ طَهُورًا فَالْإِسْلَامَ نَسْرًا قَائِدًا وَدَلِيلًا إِلَى اللَّهِ وَالِى جَنَّاتِ النَّعِيمِ اللَّهُمَّ حَسِّنْ فِرْجِي وَطَهِّرْ قَلْبِي وَمَحْضْ ذَنْبِي (شامی)**

ترجمہ اس کا یہ ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے تیری بخشش چاہتا ہوں سب تعریفیں اسی اللہ کو جس نے دور کردی مجھ سے وہ چیز جو مجھ کو تکلیف دہی اور باقی رکھی وہ چیز جو مجھ کو فائدہ کرتی ہے انسان جو غذا کھاتا ہے اس کا فضل و نفع ہو جاتا ہے اور اگر نہ نفع ہو تو بیماری کا خوف ہے اور خون وغیرہ جو اس سے بنتا ہے باقی رہتا ہے اگر نہ رہے تو زندگی کی کوئی صورت نہیں۔

بزرگ خلائک کا نام لیکر اور اسکی تعریف کر کے اللہ کا شکر ہے کہ دین اسلام پر اسے اللہ مجھ کو اس گروہ سے کر جو گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور نجاستوں سے پاک رہتے ہیں اور نہ ان کو کچھ خوف ہوتا ہے نہ رنج۔ ۱۲۔

ترجمہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے پانی کو پاک کر دیا اور اسلام کو ایسی روشنی بنایا کہ جس کے ذریعہ سے اس کی بارگاہ تک سائی ہوتی ہے اور جنت ملتی ہے اے اللہ شرمگاہ کو گناہوں سے بچا اور میرے دل کو پاک کر اور میرے گناہوں کو معاف فرما۔ ۱۲۔

استنجا کے احکام

(۱) استنجا کرنا سنت موکدہ ہے بشرطیکہ اپنے نکلنے کی جگہ سے نہ بڑھے اور اگر اپنی جگہ سے بڑھ جائے خواہ درہم سے کم ہو یا زیادہ تو اس کا دھونا فرض ہے

(مراقی الفلاح)

(۲) جس جگہ پاخانہ پیشاب کیا جائے اگر وہاں سے کوئی شخص بے استنجا کئے ہوئے اٹھ جائے اور اس وجہ سے نجاست اپنی جگہ سے بڑھ جائے تو استنجا کرنا واجب ہے اور اگر نہ بڑھے تو مسنون ہے

(۳) قصداً خروج ریح اور سونے کے بعد استنجا کرنا بدعت ہے

(۴) جو پاک چیز پاخانہ کے مقام سے نکلے جیسے کوئی کنکری یا دانہ وغیرہ تو اس کے بعد استنجا کرنا بدعت ہے بشرطیکہ اس پر نجاست نہ لگی ہو

(۵) جب کوئی ناپاک چیز پاخانہ پیشاب کے مقام سے نکلے تو اس کے بعد استنجا کرنا چاہیے خواہ وہ پاخانہ پیشاب ہو یا اس کے سوا جیسے خون، پیپ وغیرہ۔

(۶) پاخانہ پیشاب کے مقام پر کسی دوسرے کی نجاست لگ جائے تو اس کا دھونا پانی سے فرض ہے اور اگر ڈھیلہ، پتھر وغیرہ سے استنجا کرے تو درست نہیں۔

(۷) نجاست اگر ایسی خشک ہو جائے جو ڈھیلے سے نہ چھوٹ سکے تو پھر صرف پانی سے استنجا کرنا چاہیے۔

(۸) استنجا میں طاق حد کا استعمال مسنون ہے خواہ وہ تین ہوں یا پانچ یا سات لیکن کم سے کم اس قدر ضرور ہوں جن سے وہ نجاست دور ہو جائے اور یہ شرط ہے کہ تین سے کم نہ ہوں اگر چہ اس سے کم میں

بھی نجاست دور ہو سکتی ہے۔ بعد ڈھیلے کے پانی سے استنجا کرنا مسنون ہے

یہ مذہب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور قاضی ابویوسف اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہما درہم سے کم کو فرض نہیں سمجھتے تا وقتیکہ درہم سے زیادہ نہ ہو۔ بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ اگر بغیر استنجا کئے ہوئے اٹھ جائے تو اسکو استنجا کرنا واجب ہے خواہ نجاست بڑھے یا نہ بڑھے صحیح نہیں۔ ۱۲۔ اور اگر اس پر نجاست لگی ہوئی ہو تو بوجہ اس نجاست کے استنجا کرنا ہوگا۔ ۱۳۔

پانی اور ڈھیلے دونوں سے استنجا کرنا مسنون ہے اور اگر دونوں سے نہ ہو سکے تو پانی سے استنجا کرنا بہ نسبت ڈھیلے وغیرہ کے بہتر ہے۔ ۱۴۔ (مراقی الفلاح) ہمیں یہ شرط ہے کہ تنہائی میں استنجا کیا جائے تاکہ دوسرا کوئی اس کے جسم کو نہ دیکھے اور اگر کہیں اتفاق سے ایسا موقع ہو کہ تنہائی نہ ہو سکے تو پھر پانی سے استنجا کرنا چاہیے اس لئے کہ ستر کا دوسرے شخص کو دکھانا حرام ہے البتہ مرد کو اپنی عورت اور عورت کو اپنے شوہر کے سامنے استنجا کرنا جائز ہے۔ ۱۵۔

نجاست حکیمہ سے پاک ہونے کا طریقہ

نجاست حکیمہ کی ایک قسم یعنی حدیث اصغر کی طہارت وضو اور تیمم سے ہوتی ہے اور دوسری قسم یعنی حدیث اکبر کی طہارت غسل اور تیمم سے ہوتی ہے اس لئے پہلے ایک مقدمہ لکھا جاتا ہے جس میں وضو، تیمم اور غسل کے اصطلاحی الفاظ کے معانی ظاہر کئے جائیں گے۔ اس کے بعد ہر ایک کا بیان بہ تفصیل لکھا جائے گا۔

مقدمہ

- جو احکام الہی بندوں کے افعال و اعمال کے متعلق ہیں ان کی اسی قسمیں ہیں، (۱) فرض (۲) واجب، (۳) سنت (۴) مستحب (۵) حرام (۶) مکروہ تحریمی (۷) مکروہ تنزیہی (۸) مباح
- ۱۔ فرض وہ فعل جس کا بلا عذر چھوڑنے والا فاسق مستحق عذاب اور اس کا منکر کافر ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں فرض عین اور کفایہ
 - ۲۔ فرض عین۔ جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے اور جو شخص بلا عذر چھوڑ دے وہ فاسق اور مستحق عذاب ہے جیسے بیچ وقتی اور جمعہ کی نماز وغیرہ۔
 - ۳۔ فرض کفایہ۔ جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری نہیں بلکہ بعض لوگوں کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے گا اور اگر کوئی نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے جیسے جنازہ کی نماز وغیرہ
 - ۴۔ واجب۔ وہ فعل ہے جس کا بلا عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے بشرطیکہ با کسی تاویل اور شبہ کے چھوڑے اور جو شخص اسکو باہکا سمجھ کر چھوڑے وہ گمراہ ہے اور منکر اس کا کافر نہیں۔
 - ۵۔ سنت۔ وہ فعل جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں سنت ماکدہ، سنت غیر ماکدہ۔
 - ۶۔ سنت ماکدہ۔ وہ فعل جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ کیا ہو اور بلا عذر کبھی ترک نہ کیا ہو لیکن ترک کرنے والے پر کسی قسم کا رجز اور تنبیہ نہ کی ہو اس کا حکم بھی عمل کے اعتبار سے واجب

۷۔ چند الفاظ کا استعمال نواقض وضو میں ہوتا ہے ان کو وہیں بیان کریں گے۔ ۱۷

کاسے یعنی بلا عذر چھوڑنے والا اور اس کی عادت کرنے والا فاسق اور گنہگار ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہے گا ہاں اگر کبھی چھوٹ جائے تو مضائقہ نہیں مگر واجب کے چھوڑنے میں یہ نسبت اس کے چھوڑنے کے گناہ زیادہ ہے

۷۔ سنت غیر موکدہ۔ وہ فعل جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہو اور بلا عذر کبھی ترک بھی کیا ہو اور اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور چھوڑنے والا عذاب کا مستحق نہیں اور اس کو سنت زائدہ اور سنت عاریہ بھی کہتے ہیں۔

۸۔ مستحب۔ وہ فعل جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا لیکن ہمیشہ اور اکثر نہیں بلکہ کبھی کبھی اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور نہ کرنے والے پر کسی قسم کا گناہ نہیں اور اس کو فقہاء کی اصطلاح میں نفل اور مندوب اور قطوع بھی کہتے ہیں۔

۹۔ حرام۔ وہ فعل جس کا عذر کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق اور منکر اس کا مثل فرض کا منکر کافر ہے۔

۱۰۔ مکروہ تحریمی۔ وہ فعل جس کا بغیر عذر کے کرنا باعث گناہ اور اس کا منکر واجب کے منکر کی طرح کافر نہیں بلحاظ عمل کے واجب اور مکروہ تحریمی برابر ہیں فرق صرف اعتقاد کا ہے یعنی انکار حرام کفر ہے اور مکروہ تحریمی کا انکار کفر نہیں۔

۱۱۔ مکروہ تنزیہی۔ وہ فعل جس کے نہ کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے میں عذاب نہیں۔

۱۲۔ مباح۔ وہ فعل جس کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں عذاب نہ ہو۔

۱۳۔ جنابت۔ مرد یا عورت کی وہ حالت جس میں اس پر غسل فرغ ہو جائے بشرطیکہ حیض و نفاس سے نہ ہو۔

نسا۔ ہم مرد اور عورت کے عطف مخصوص کو خاص حصہ میں لکھیں گے اور پاخانہ کے مقام کو مشترک حصہ میں

۱۴۔ حدیث شریف میں ہے مَنْ تَدْرِكُ سُنَّتِيْ كَمَنْ يَكُلُ شِقَاقِيْ (جس نے میری سنت چھوڑ دی وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ ۱۲۔)

۱۵۔ فرض مثل حرام کے ہے فرق اتنا ہے کہ فرض کا کرنا فرضی ہے اور حرام کا نہ کرنا اسی طرح واجب ہے اور مکروہ تحریمی یکساں ہیں اور مستحب اور مکروہ تنزیہی یکساں ہیں۔ ۱۱۔

۱۶۔ مستحب کا چھوڑنا مکروہ تنزیہی نہیں یعنی یہ کلیہ نہیں کہ مستحب کا ترک مکروہ تنزیہی ہو یا اگر گناہت کی کوئی دلیل ہو تو مکروہ ہے ورنہ نہیں۔ ۱۲۔

وضو کا بیان

صحیح یہ ہے کہ وضو اگلی امتوں میں بھی تھا اس امت کے ساتھ خاص نہیں (عمدۃ القادری)

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت کو (جس کا ایک فرد وضو ہے) نصف ایمان فرمایا ہے (ترمذی) ایمان کے دو حصے ہیں (۱) اعتقاد اور (۲) عمل۔ عمل کا بڑا حصہ یعنی نماز طہارت پر موقوف ہے اس لئے اس کو نصف ایمان فرمایا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کرنے سے اللہ تعالیٰ صغیرہ گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ اور آخرت میں بڑے مرتبے دیتا ہے اور وضو کرنے سے تمام بدن کے گناہ نکل جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مسنون طریقے سے وضو کرے اور اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھے اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دئے جائیں گے جس دروازے سے چاہے جائے (مسلم)

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت کہہ کر پکاری جائے گی یہ اس لئے کہ وضو کا پانی جن اعضا پر پڑتا ہے وہ اعضا قیامت کے دن نہایت چمک دار اور روشن ہو جائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

بعض صحیح احادیث میں ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی امت کو قیامت کے دن پہچان لوں گا کسی نے پوچھا کہ حضرت اتنے کثیر مجمع میں آپ کیسے پہچان لیں گے۔ ارشاد ہوا کہ ایک پہچان ہوگی وہ یہ کہ وضو کی وجہ سے ان کے منہ ہاتھ پیر چمکتے ہوں گے۔

۱۱ ہاں اعضائے وضو کا روشن ہو جانا اس امت کے ساتھ خاص ہے ۱۲

۱۳ بعض احادیث میں ہے کہ منہ دھونے سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو آنکھ سے ہوئے تھے اور ہاتھ دھونے سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو ہاتھ سے ہوئے تھے اور پیر دھونے سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو پیر سے ہوئے تھے گویا میل کے ساتھ گناہ بھی دھل جاتے ہیں یہاں تک کہ آدمی وضو کے بعد گناہوں سے پاک ہو جائے۔ اس حدیث سے آنکھ اور پیر ہاتھ کی تخصیص سے یہ گمان نہ ہونا چاہیے کہ اور اعضائے گناہ معاف نہیں ہوتے اس لئے کہ بعد میں یہ فرمایا گیا ہے کہ بعد وضو کے گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری حدیثوں میں بدن کا لفظ ہے جو تمام اعضا پر بولا جاتا ہے۔ ۱۲

(۵) با وضو نہ ہونے سے آدمی شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے احادیث میں ہے کہ ہر وقت با وضو رہنا ہوا
مومن کامل کے اور کسی سے نہیں ہو سکتا۔

(۶) با وضو نماز کے نئے مسجد جانے میں ہر قدم پر گناہ معاف ہوتے ہیں اور ثواب ملتا ہے
(۷) با وضو مسجد میں نماز کا انتظار کرنے سے جتنا وقت انتظار میں گزرتا ہے وہ سب نماز میں شمار ہوتا
ہے اور نماز کا ثواب ملتا ہے۔

وضو کے واجب ہونے کی شرطیں

- (۱) مسلمان ہونا، کافر پر وضو واجب نہیں
- (۲) بالغ ہونا، نابالغ پر وضو واجب نہیں۔
- (۳) عاقل ہونا، دیوانہ، مست اور میہوش پر وضو واجب نہیں۔
- (۴) پانی کے استعمال پر قادر ہونا جس شخص کو پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو اس پر وضو واجب نہیں۔
- (۵) نماز کا اس قدر وقت باقی رہنا کہ جس میں وضو اور نماز کی گنجائش ہو۔ اگر کسی شخص کو اتنا وقت نہ ملے
تو اس پر وضو واجب نہیں۔ مثال کوئی کافر ایسے وقت میں اسلام لایا کہ وضو اور نماز دونوں کی گنجائش
نہیں کوئی نابالغ ایسے تنگ وقت بالغ ہوا۔

وضو کے صحیح ہونے کی شرطیں

- (۱) تمام اعضا پر پانی کا پہنچ جانا اگر کوئی جگہ بال کے برابر بھی خشک رہ جائے گی تو وضو نہ ہوگا۔
- (۲) جسم پر ایسی چیز کا نہ ہونا جس کی وجہ سے جسم پر پانی نہ پہنچ سکے۔ مثال اعضاء وضو پر چربی یا
خشک موم لگا ہوا ہو۔ انگلی میں تنگ انگوٹھی ہو۔

عہ اس لئے کہ وضو عبادت ہے اور کافروں کو عبادت کا حکم نہیں دیا گیا نہ ان کی عبادت قبول ہوتی ہے جب تک
وہ ایمان نہ لادیں۔ ۱۲۔

عہ پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونے کی صورتیں تیمم کے بیان میں آئیں گی۔ ۱۳۔

(۳۱) جن حالتوں میں وضو جاتا رہتا ہے اور جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں حالت وضو میں ان چیزوں کا نہ ہونا بشرطیکہ وہ شخص معذور نہ ہو۔ حیض یا نفاس والی عورت۔ غنو کرے تو درست نہیں، جنب اگر وضو کرے تو نہ ہوگا، پاخانہ، پیشاب کرتے وقت کرے تو نہ ہوگا۔

فرض ہے نماز کے نفل ہو یا سنت واجب ہو یا فرض جنازہ کی نماز ہو یا سجدہ

وضو کے احکام

تلاوت۔

واجب ہے کلمہ مکرمہ کے طواف کے لئے، قرآن مجید چھونے کے لئے۔

سنت ہے سوتے وقت، غسل کے پہلے۔

مستحب ہے اذان، تکبیر کے وقت خطبہ پڑھتے وقت خواہ نکاح کا ہو یا جمعہ کا یا اور کسی چیز کا اور علم دین

کی تعلیم کے وقت، دین کی کتاب میں چھوتے وقت، سلام یا سلام کا جواب دیتے وقت، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے

وقت، سوا سٹھنے کے بعد، اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد، میت کو غسل دینے کے بعد، جنازہ اٹھانے

کے لئے، ہر وقت با وضو رہنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے، عرفات میں ٹھہرنے کے لئے، سعی

صفاء مردہ کے لئے، جنب کو قبل غسل کھانا کھانے کے لئے اور اپنی زوجہ سے خواہش پورا کرنے کے لئے

وہ حالتیں جن میں ہمارے نزدیک وضو نہیں جاتا اور دوسرے ائمہ کے نزدیک جاتا رہتا ہے، حیض یا

نفاس والی عورت کو ہر نماز کے وقت وضو کرنا۔

وضو کا مسنون و مستحب طریقہ

وضو کے لئے کسی مٹی کے برتن میں پانی لے کر اونچے مقام پر قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور دل میں یہ ارادہ کرے

کہ میں یہ وضو خاص اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ثواب کے لئے کرتا ہوں۔ بدن کا صاف کرنا، منہ ہاتھ کا دھونا مجھے

مقصود نہیں یہی ارادہ ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت ہے پھر بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام

معذور کا وضو ان حالتوں کے ساتھ بھی صحیح ہو جاتا ہے جیسے کسی کو پیشاب کا مرض ہو کہ ہر وقت پیشاب جاری رہتا

ہے تو اس کا وضو اسی حالت میں درست ہے۔ ۱۲۰

۱۱۹ عرفات کے قریب ایک مقام ہے حاجی لوگ نوین تاریخ کو وہاں ٹھہرتے ہیں۔ ۱۲۰

۱۱۸ عفا اور مردہ دو پہاڑ ہیں ان کے درمیان میں حاجی دوڑتے ہیں یا سی دوڑنے کو سعی صفا مردہ کہتے ہیں۔ ۱۲۰

۱۱۷ سعیدیں وہاں ذکر کی جائیں گی جہاں وہ چیزیں لکھی جائیں گی جن سے وضو نہیں جاتا۔ ۱۲۰

۱۱۶ اللہ کا نام لے کر اور اس کا شکر ہے اپنے مسلمان ہونے پر۔ ۱۲۰

پڑھ کر اپنے چلو میں پانی لے اور دونوں ہاتھوں کو گٹھوں تک مل کر دھوئے اسی طرح تین بار کرے پھر دلہنے ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر کلی کرے اور مسواک کو داسے ہاتھ میں اس طرح پکڑ کر چھوٹی انگلی مسواک کے ایک سرے پر اور انگوٹھا مسواک کے دوسرے سرے کے قریب اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر ہوں، اوپر کے دانتوں کے طول میں دائری طرف سے ملتا ہوا ہاتھیں طرف لائے پھر اسی طرح نیچے کے دانتوں کو ملے پھر مسواک کو منہ سے نکال کر پھر ڈالے اور دھو کر اسی طرح ملے اسی طرح تین بار ملے اس کے بعد دو کلیاں اور کرے تاکہ تین کلی پوری ہو جائیں تین سے زیادہ بھی نہ ہوں۔ کلی اس طرح کرے کہ پانی حلق تک پہنچ جائے اگر روزہ دار نہ ہو۔ کلی کرتے وقت بعد بسم اللہ کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھتا جائے۔ **اللّٰهُمَّ اَعِنِّي عَلٰى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِهِ وَشُكْرِهِ وَحَسَنَ عِبَادَتِكَ**۔ ناک میں پانی لیتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھتا جائے **اللّٰهُمَّ اَنْزِلْنِيْ رِجْلِيْ الْجَنَّةِ وَكَانَتْ رِجْلِيْ رِجْلِيْ الْجَنَّةِ** پھر داسے ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر ناک میں اس طرح لے کہ نھنوں کی جڑ تک پہنچ جائے اگر روزہ دار نہ ہو اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے اس طرح تین بار کرے اور ہر بار نیا پانی ہو پھر دونوں چلوؤں میں پانی لے کر تمام منہ کو مل کر دھوئے اس طرح کہ کوئی جگہ بال برابر بھی چھوٹے نہ پائے پھر اگر محرم نہ ہو تو داڑھی کا حلال کرے اس طرح کہ داسے چلو میں پانی لے کر داڑھی کی جڑ کو تر کرے اور ہاتھ کی پشت گردن کی طرف کرے انگلیاں بالوں میں ڈال کر نیچے سے اوپر کی جانب لے جائے اسی طرح دوسرے ہاتھ دھوئے اور داڑھی کا حلال کرے تاکہ تین مرتبہ منہ دھل جائے اور تین بار داڑھی کا حلال ہو جائے تین بار سے زیادہ نہ ہونے پائے اور منہ دھوئے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھتا جائے **اللّٰهُمَّ بَيِّنْ لِّيْ رِجْلِيْ الْجَنَّةِ وَرِجْلِيْ الْجَنَّةِ وَرِجْلِيْ الْجَنَّةِ** پھر داسے چلو میں پانی لے کہ تینوں تک بہا دے اور مل کر دھوئے کہ ایک بال برابر بھی خشک نہ رہ جائے اور مرد کے ہاتھ میں انگوٹھی ہو تو وہ اس کو حرکت دے لے اگرچہ انگوٹھی ڈھیلی ہو اور اسی طرح عورت اپنے پھلوں آرسی کنگن چوڑی وغیرہ کو اس طرح دو بار داسے ہاتھ کو اور دھوئے پھر اسی طرح تین بار بائیں ہاتھ کو دھوئے اور دانتا ہاتھ دھوتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھتا جائے **اللّٰهُمَّ اَعْظِئْنِيْ كِتَابِيْ بِمِئْتِيْ وَحَاسِبِيْ حِسَابًا يُّسِّرُ اَبْيَانَ** ہاتھ دھوتے

۱۱۔ اس کو ہمارے عرف میں غزہ کہتے ہیں۔ ۱۲۔

۱۳۔ اے اللہ میری یاد کر قرآن کے پڑھنے اور تیرا ذکر و شکر اور تیری عبادت کرتے ہیں۔ ۱۴۔

۱۵۔ اے اللہ مجھ کو جنت کی خوشبو سنکا اور دوزخ کی بدبو سے بچا۔ ۱۶۔

۱۷۔ اے اللہ میرا منہ روشن کر جس دن کہ بعضوں (ایمانداروں) کے منہ روشن ہوں گے یعنی قیامت کے دن۔ ۱۸۔

۱۹۔ اے اللہ میرا نامہ اعمال داسے ہاتھ میں دینا اور میرا حساب آسان کرنا یہ نیکیوں کے لئے ہوگا۔ ۲۰۔

وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھے۔ **اللَّهُمَّ لَا تَقْطَعِي كِتَابِي بِشِمَائِي وَلَا مِنْ ذُرَائِي**
ظہری پھر دونوں ہاتھوں کو تر کر کے پورے سر کا مسح اس طرح کرے کہ دونوں ہتھیلیاں مع انگلیوں کے سر کے
اگلے حصے پر رکھ کر آگے سے پیچھے لے جائے اور پھر پیچھے سے آگے لے آئے اور انھیں ہاتھوں سے اگر خشک نہ
ہو گئے ہوں، تو دوسری دفعہ تر کر کے کانوں کا مسح کرے اس طرح کہ چھوٹی انگلی دونوں کانوں کے سوراخ میں ڈالے
اور سر کا مسح کرتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھے۔ **اللَّهُمَّ أَظْلِنِي تَحْتَ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا تَظُلُّ**
الْأَنْظِلُ عَرْشَكَ اور سر کا مسح ایک ہی بار کرے اور کانوں کے مسح کے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت
کے یہ دعا پڑھے۔ **اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ يَسْتَمْعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ** پھر دہنہ ہاتھ سے پانی
ڈالے اور بائیں ہاتھ سے پہلے داہنا پیر تین بار دھوئے اور ہر بار اس کی انگلیوں کا بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے
خلال کرتا جائے خلال داہنے پیر کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے پھر بائیں پیر تین بار دھوئے اور ہر بار اس کی
انگلیوں کو بھی بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے خلال کرتا جائے بائیں پیر کا خلال بائیں پیر کے انگوٹھے سے شروع
کرے داہنا پیر دھوتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھے۔ **اللَّهُمَّ ثَبِّتْ قَدْحِي عَلَى الصِّرَاطِ**
الْمُسْتَقِيمِ يَوْمَ تَنْزِلُ الْأَقْدَامُ اور بائیں پیر دھوتے وقت بعد بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے یہ دعا پڑھے
اللَّهُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِي مَعْفُورًا وَسَعْيِي مَشْكُورًا وَتِجَارَتِي لِنَبِيِّكَ تَبْرًا اب وضو تمام ہو چکا اور وضو خود
ہی کرے کسی دوسرے سے نہ کرائے اور ایک عضو دھونے کے بعد فوراً دوسرا عضو دھو ڈالے کہ پہلا عضو
باوجود ہوا اور جسم کے متبدل ہونے کے خشک نہ ہونے پائے اگر وضو سے کچھ پانی بچ جائے تو کھڑے ہو کر پی لے اور
کلمہ شہادت پڑھ کر یہ دعا پڑھے۔ **اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ** اور انا نزلناہ
کی سورت پڑھے۔ یہی وضو ہے کہ جس کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی میرا ایسا وضو کرے اگر
کوئی میرا ایسا وضو کرے تو اس کے اگلے گناہ بخش دے جائیں گے۔

۱۱۔ اے اللہ میرا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں اور پیچھے سے نہ دینا ۱۲۔ اے اللہ مجھ کو قیامت میں اپنے عرش کے زیر سایہ رکھ ۱۲۔

۱۱۔ اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے کر کہ جو بائیں سکر نیک بات پر عمل کرتے ہیں ۱۲۔

۱۱۔ اے اللہ قیامت میں مجھے ثابت قدم رکھ ۱۲۔

۱۱۔ اے اللہ میرے گناہوں کو معاف اور میری کوشش قبول کر اور میری تجارت کو ترقی دے ۱۲۔

۱۱۔ اے اللہ مجھے توبہ اور طہارت نصیب کر ۱۲۔

۱۱۔ اسی طرح مکر بخاری میں ہے ۱۲۔

یہ نقشہ اس لئے کھینچا جاتا ہے کہ ناظرین کو اجالی طور پر معلوم ہو جائے کہ اس طریقے میں کون کون امور فرض ہیں اور کون واجب اور کون سنت اور کون مستحب، اس نقشہ کے بعد انشاء اللہ ہر ایک کا بیان بالتفصیل بھی کیا جائے گا۔

<p>(۱) جو چیزیں مستحب ہیں ان کے خلاف کرنا (۲) پانی میں اسراف (۳) پانی میں کمی (۴) وضو میں بلا عذر دینا وی بات کرنا (۵) اعضائے وضو کے علاوہ اعضاء کا بلا ضرورت دھونا (۶) اعضائے وضو پر زور سے چھینٹا مارنا (۷) تین بار سے زیادہ اعضاء کو دھونا (۸) پانی سے تین بار سر کا مسح (۹) وضو کے بعد ہاتھوں کا پانی جھٹکنا۔</p>	<p>مکروہات ۹ ہیں</p>
<p>(۱) وضو کرنے کے لئے اپنے مقام پر بیٹھنا (۲) قبلہ رو ہونا (۳) مٹی کے برتن سے وضو کرنا۔ (۴) خود ہی کرنا (۵) فرض واجب کی حد سے زیادہ اعضاء کو دھونا (۶) دھونے ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا (۷) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۸) ڈھیلی انگوٹھی کا حرکت دینا (۹) کانوں کے مسح کے وقت چھوٹی انگلی کانوں کے سوراخ میں ڈالنا (۱۰) ہر عضو دھوتے یا مسح کرتے وقت بسم اللہ اور کلمہ شہادت پڑھنا (۱۱) وضو میں جو دعائیں وارد ہوئیں ان کا پڑھنا (۱۲) بعد وضو کے دعائے ماسورہ اور اتا انزلنا پڑھنا (۱۳) پیر دھوتے وقت بائیں ہاتھ سے پانی ڈالنا اور (۱۴) دھونے ہاتھ سے ملنا (۱۵) جاڑوں میں پہلے ہاتھ پاؤں کا تر کرنا۔</p>	<p>مستحبات پندرہ ہیں</p>
<p>(۱) وضو کی نیت کرنا (۲) بسم اللہ اور الحمد للہ پڑھ کر وضو کرنا (۳) منہ دھونے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو گشتوں تک دھونا (۴) تین بار کلی کرنا (۵) مسواک کرنا (۶) تین بار ناک میں پانی لینا (۷) غیر محرم کو تین مرتبہ ٹواڑھی کا خال کرنا (۸) ہاتھوں کو انگلیوں کی طرف سے دھونا (۹) ہاتھوں کی انگلیوں کا خال (۱۰) پیر کی انگلیوں کا خال (۱۱) پورے سر کا مسح (۱۲) کانوں کا مسح (۱۳) ہر عضو کا تین بار پے در پے کا ملنا (۱۵) اور ترتیب وار وضو کرنا۔</p>	<p>سُنَّتیں پندرہ ہیں</p>
<p>(۱) اعضائے وضو کو جن بالوں سے چھپایا ہو ان کا دھونا (۲) کہنیوں کا دھونا (۳) ٹخنوں کا دھونا (۴) چوتھائی سر کا مسح۔</p>	<p>واجبات چار ہیں</p>
<p>(۱) تمام منہ کا ایک مرتبہ دھونا (۲) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک ایک مرتبہ دھونا (۳) سر کے کسی جزو کا مسح کرنا (۴) پیروں کا ٹخنوں تک ایک مرتبہ دھونا۔</p>	<p>فرائض چار ہیں</p>

وضو کے فرائض

وضو میں چار فرض ہیں (۱) منہ کا دھونا (۲) دونوں ہاتھوں کا دھونا (۳) سر کا مسح کرنا (۴) دونوں پیروں کا دھونا، انہیں چاروں چیزوں کا نام وضو ہے۔

پہلا فرض: تمام منہ کا ایک مرتبہ دھونا خواہ وضو کرنے والا خود دھوئے یا کوئی دوسرا دھوئے یا خود بخود دھل جائے جیسے کوئی شخص دریا میں غریبہ لگائے یا بیتہ کا پانی چہرے پر پڑ جائے اور تمام منہ دھل جائے۔

(۱) تمام منہ سے مراد وہ سطح ہے جو ابتدائے پیشانی سے ٹھوڑی تک اور دونوں کانوں کے بیچ میں ہے۔

(۲) آنکھ کا جو گوشہ ناک کے قریب ہے اس کا دھونا فرض ہے۔ اور اکثر اس پر میل آجاتا ہے اس کو دور کر کے پانی پہنچانا چاہیے۔

(۳) جو سطح رخسار و اور کان کے درمیان میں ہے اس کا دھونا فرض ہے خواہ ڈاڑھی نکلی ہو یا نہیں۔

(۴) ٹھوڑی کا دھونا فرض ہے بشرطیکہ ڈاڑھی کے بال اس پر نہ ہوں یا ہوں تو اس قدر کم ہوں کہ جلد نظر آئے۔

(۵) ہونٹ کا جو حصہ کہ ہونٹ بند ہونے کے بعد دکھائی دیتا ہے اس کا دھونا فرض ہے

دوسرا فرض (۱) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک ایک مرتبہ دھونا خواہ وضو کرنے والا خود دھوئے یا کوئی دوسرا دھوئے یا اور کسی طریقے سے دھل جائیں دونوں ایک مرتبہ لاکر دھوئے یا علیحدہ علیحدہ۔

(۲) انگلیوں کی گھائی میں بغیر خلال کے پانی نہ پہنچے تو خلال کرنا فرض ہے۔

(۳) کسی شخص کے ایک جانب میں پورے دو پیر یا دو ہاتھ ہوں تو وہ اگر دونوں ہاتھوں میں ہر ایک سے کام لیتا ہے یعنی چیزوں کو پکڑ سکتا ہے اور اٹھا سکتا ہے تو دونوں ہاتھوں کا دھونا فرض ہے۔ اسی طرح اگر دونوں

پیروں میں ہر ایک سے پیر کا کام لیتا ہے چل سکتا ہے تو دونوں کا دھونا فرض ہے اور اگر دونوں سے کام نہیں لے سکتا تو اگر دونوں جڑے ہوئے انگوٹھے ہوں تب بھی دونوں کا دھونا فرض ہے اور اگر ملے ہوئے نہ ہوں بلکہ جدا ہوں تو صرف اسی کا دھونا فرض ہے جو کام دیتا ہے۔

۷ دھونا فقہاء کے نزدیک اس کا نام ہے کہ پانی عضو کے ایک مقام سے دوسرے مقام پر بہ جائے اور کم سے کم دو قطر عضو سے دھونے کے بعد فوراً ٹپک جائیں۔ ۱۲ (شامی)

ہاتھ یا پیر کے درمیان سے اگر دوسرا ہاتھ یا پیر جما ہو تو اس کا دھونا فرض ہے بشرطیکہ اس مقام سے جما ہو
جن کا دھونا وضو میں فرض ہے مثلاً ہاتھ میں کہنی یا کہنی کے نیچے سے جما ہوا پیر میں ٹخنے کے نیچے سے جما ہوا اور اگر
کہنی یا ٹخنے کے اوپر سے جما ہو تو اس قدر حصہ کا دھونا فرض ہے جو کہنی یا ٹخنے کے نیچے حصہ کے مقابلہ
میں ہو۔

تیسرا فرض : سر کے کسی جزو کا مسح

چوتھا فرض : دونوں پیروں کا ٹخنوں تک ایک مرتبہ دھونا بشرطیکہ موزہ پہنے ہوئے نہ ہو۔ اگر انگلیوں
کی گھائی میں بٹیر خلال کے پانی نہ پہنچے تو خلال بھی فرض ہے۔

(۱) آنکھ ناک منہ کے اندر کا دھونا۔ (۲) ڈاڑھی یا مونچھ یا بھوڑوں اگر اس قدر گھنی ہوں۔

فرض نہیں

کہ جلد نظر نہ آئے تو اس جلد کا دھونا جو اس سے چھپی ہوئی ہے فرض نہیں۔ (۳) وضو
میں جن اعضا کا دھونا فرض ہے اگر ان پر کوئی چیز لگ جائے جو جلد تک پانی پہنچنے سے منع نہ کرے تو اس کا
پھیرانا فرض نہیں مثال منہ یا ہاتھ یا پیر پر مٹی وغیرہ لگ جائے تو اس کا چھڑانا فرض نہیں۔

وضو کے واجبات

وضو میں چار واجبات ہیں (۱) بھویں یا ڈاڑھی یا مونچھ اگر اس قدر گھنی ہوں کہ اس کے نیچے کی جلد چھپ
جائے اور نظر نہ آئے تو ایسی صورت میں اس قدر بالوں کا دھونا واجب ہے جن سے جلد چھپی ہوئی ہے۔ باقی
بال جو جلد کے آگے بڑھ گئے ہیں ان کا دھونا واجب نہیں۔

(۲) کہنیوں کا دھونا اگر ایک ہی جانب کسی کے دو ہاتھ ہوں تو اسے دوسرے ہاتھ کی کہنیاں دھونا بھی

اگرچہ اکثر فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے وضو اور غسل کے احکام میں فرض اور واجب کی تفصیل نہیں کی ہے۔ دونوں ایک
ہی جگہ جمع کر دیا ہے بلکہ بعض نے واجبات کو بھی فرض ہی کے عنوان سے بیان کیا ہے اور بعض نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ وضو اور
غسل میں کوئی واجب نہیں ہے مگر اسکی خاص وجہ یہ ہے کہ وضو اور غسل میں واجب اور فرض دونوں عمل یکساں ہیں جیسا کہ
کے ترک ہونے سے وضو اور غسل نہیں ہوتا ویسا ہی واجب کے ترک ہونے سے بھی نہیں ہوتا اگر ہم نے اس کتاب میں ناظرین کی
آسانی کے لئے فرائض کو علیحدہ بیان کیا ہے اور واجبات کو علیحدہ لکھا ہے مثلاً فقہائے کرام نے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں
سمیت دھونا فرض لکھا ہے ہم نے فرائض میں صرف ہاتھوں کا دھونا لکھا ہے کہنیوں کا دھونا واجبات میں لکھا ہے۔ ۱۲

بھی واجب ہے بشرطیکہ دونوں سے کام لے سکتا ہو ورنہ اگر دونوں ہاتھ ملے ہوئے ہوں تب بھی دوسرے ہاتھ کی کہنی کا دھونا واجب ہے اور اگر ملے ہوئے نہ ہوں تو صرف اسی ہاتھ کی کہنی کا دھونا واجب ہے جو کام دیتا ہے۔ ہاتھ کے درمیان سے اگر دوسرا ہاتھ... نکلا ہو تو اس کے کہنی یا حصہ کا جو کہنی کے مقابل ہو دھونا واجب ہے۔

(۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا واجب ہے اگر سر پر بال ہوں تو صرف انھیں بالوں کا مسح کرنا واجب ہے جو چوتھائی سر پر ہوں۔

(۴) دونوں پیروں کے ٹخنوں کا دھونا واجب ہے اگر روزہ نہ پہننے ہو اگر ایک ہی جانب میں کسی شخص کے دو پیر ہوں تو اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو کہنی کے بیان میں گذری۔

وضو کی سنتیں

وضو میں سنت موکدہ پندرہ ہیں

(۱) وضو اور اس کے متعلقات مثل استنجا وغیرہ کے پہلے وضو کی نیت کرنا اور نیت یہ نہیں ہے کہ زبان سے کچھ کہے بلکہ محض یہ ارادہ کرے کہ میں وضو محض ثواب اور خدا کی خوشی کے لئے کرتا ہوں نہ اپنے ہاتھ منہ صاف کرنے کے لئے۔ (درمختار)

(۲) بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی دینِ الْاِسْلَامِ پڑھ کر شروع کرنا۔

(۳) منہ دھونے سے پہلے دونوں ہاتھوں کا مع گٹوں کے ایک بار دھونا۔ اور واجب ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونے تو ہاتھوں کو پھر بہیں سے دھونا چاہیے۔

(۴) تین بار کلی کرنا لیکن پانی ہر بار نیا ہو اور منہ بھر کر ہو اور کلی میں اس قدر مبالغہ کرے کہ پانی حلق کے قریب تک پہنچ جائے بشرطیکہ روزہ دار نہ ہو۔ اگر روزہ دار ہو تو اس قدر مبالغہ نہ چاہئے۔

(۵) کلی کرتے وقت مسواک کرنا، مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک داسنے ہاتھ میں اس طرح لے لے کہ مسواک کے ایک سرے کے قریب انگوٹھا اور دوسرے سرے کے نیچے آخر کی انگلی اور درمیان میں اوپر کی جانب اور انگلیاں رکھے اور مٹھی باندھ کر نہ پکڑے اور پہلے اوپر کے دانتوں کے طول میں داہنی طرف کرے پھر بائیں طرف اسی طرح پھر نیچے کے دانتوں میں، اسی طرح اور ایک بار مسواک کرے کے بعد مسواک کو

ع اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور اس کا شکر کرے مجھ کو اس نے اسلام سے مشرف کیا۔ ۱۲۔

مذ سے نکال کر چوڑے اور از سر نو پانی سے بھگو کر پھر کرے اسی طرح تین بار کرے اس کے بعد مسواک کو دھو کر دیوار وغیرہ سے کھڑی کر کے رکھ دے۔ زمین پر ویسے ہی نہ رکھ دے دانتوں کی عرض میں مسواک نہ کرنا چاہیے۔

مسواک ایسی خشک اور سخت لکڑی کی نہ ہو جو دانتوں کو نقصان پہنچا دے اور نہ ایسی ترا اور نرم کہ میل کو صاف نہ کر سکے بلکہ متوسط درجے کی ہو نہ بہت سخت نہ بہت نرم۔ زہریلے درخت کی بھی نہ ہو۔ پیلیو یا زیتون یا کسی کڑوے درخت کی مثل نیم وغیرہ کے ہو تو بہتر ہے۔ لمبائی میں ایک بالشت کی ہونا چاہیے استعمال سے تراشتے تراشتے اگر کم ہو جائے تو مضائقہ نہیں موٹائی میں انگوٹھے سے زیادہ نہ ہو سیدھی ہو کرہ وار نہ ہو اگر مسواک نہ ہو یا دانت نہ ہوں تو کپڑے یا انگلی سے مسواک کا کام لینا چاہیے۔

(۷) ناک میں تین بار پانی لینا اور ہر بار نیا پانی ہوا اور اس قدر مبالغہ کیا جائے کہ پانی نیتھوں کی جڑ تک پہنچ جائے بشرطیکہ روزہ دار نہ ہو۔

(۸) تین بار اس شخص کو منہ دھونے کے بعد جو محرم نہ ہو ڈاڑھی کا خلال کرنا بشرطیکہ ڈاڑھی گھنی ہو خلال کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ داہنے چلو میں پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے کے بالوں کی جڑوں میں ڈالے اور ہاتھ کی پشت گرون کی طرف کر کے انگلیاں بالوں میں ڈال کر نیچے سے اوپر کی جانب لے جائے۔

(۹) ہاتھوں کو انگلیوں کی طرف سے دھونا کھینوں کی طرف سے۔

(۱۰) کہنیوں تک تین بار ہاتھ دھونے کے بعد ہاتھوں کی انگلیوں کا تین بار خلال کرنا اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی پشت دوسرے ہاتھ کی پھیلی پیر کھ کر اوپر کے ہاتھ کی انگلیاں نیچے کے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر کھینج لے۔

(۱۱) تین بار پیر کے دھونے کے وقت پیر کی انگلیوں کا ہر بار خلال کرنا پیر کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے کرنا چاہیے اس طرح کہ داہنے پیر کی انگلی سے شروع کرے اور بائیں پیر کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے (۱۲) پورے سر کا ایک بار مسح کرنا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ مع انگلیوں اور پھیلیوں کے تر کر کے

محرم اس شخص کو کہتے ہیں جو حج یا عمرہ کے ارادہ سے احرام باندھے محرم نہ ہونے کی شرط اس لئے کی گئی ہے کہ خلال کرنے میں بال ٹوٹنے کا اندیشہ ہے اور محرم کو بال کا توڑنا منع ہے۔ ۱۲۔ ہاتھ کی انگلیوں کا خلال اس وقت مسنون ہے کہ جب انگلیوں کی گھائی میں پانی پہنچ جائے اور اگر پانی نہ پہنچے تو فرض ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا اور یہی کیفیت پیر کی انگلیوں کے مسح کی بھی ہے۔ ۱۲۔

بعض فقہاء نے سر کے مسح کا وہ ہر طریقہ بھی لکھا ہے لیکن صحیح اور آسان یہی ہے جو لکھا گیا۔ ۱۲۔

سر کے آگے کے حصہ پر رکھ کر آگے سے پیچھے لے جائے اور پھر پیچھے سے آگے لائے۔

(۱۲) سر کے مسح کے بعد کانوں کا مسح کرنا لیکن کانوں کے مسح کے لئے از سر نو ہاتھوں کو تر نہ کرے بلکہ سر کے مسح کے لئے تر کرنا اس کے لئے بھی کافی ہے ہاں اگر سر کے مسح کے بعد عامہ یا ٹوپی یا اور کوئی ایسی چیز چھوئے جس سے ہاتھوں کی تری جاتی رہے تو پھر دوبارہ تر کر لے۔ کانوں کے مسح کا یہ طریقہ ہے کہ چھوٹی انگلی کو کان کے سوراخ میں ڈال کر حرکت دے اور شہادت کی انگلی سے کان کے اندرونی حصے کو انگوٹھے سے ان کی پشت پر مسح کرے۔ (اسکر الرائق)

(۱۳) ہر عضو کا تین بار اس طرح دھونا کہ ہر بار پورا دھل جائے اور اگر ایک بار آدھا اور پھر دوسری بار باقی دھویا تو یہ دوبارہ سمجھا جائے گا بلکہ ایک ہی بار سمجھا جائے گا۔

(۱۴) وضو اسی ترتیب سے کرنا جس ترتیب سے لکھا گیا یعنی پہلے کلی پھر ناک میں پانی لیتا پھر منہ دھونا پھر ڈاڑھی کا خلال پھر ہاتھوں کا دھونا پھر انگلیوں کا خلال پھر سر کا مسح پھر کانوں کا مسح پھر پیروں کا دھونا پھر پیر کی انگلی کا خلال۔

(۱۵) دھونے کے وقت ہاتھوں کو بائیں عضو سے پہلے دھونا۔

(۱۶) ایک عضو کے دھونے کے بعد دوسرے عضو کے دھونے میں اس قدر دیر نہ کرنا کہ پہلا عضو باوجود ہوا اور جسم کے معتدل ہونے کے خشک ہو جائے۔ ہاں اگر کسی ضرورت کی وجہ سے اس قدر دیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

(۱۷) دھونے کے وقت اعضا کو ہاتھ سے ملنا اور ہاتھ کا اعضا پر پھیرنا۔

وضو کے مستحبات

وضو میں چودہ مستحبات ہیں۔

۱- وضو کرنے کے لئے کسی اسی مقام پر بیٹھنا تاکہ مستقبل پانی جسم اور کپڑوں پر نہ پڑے۔

۲- وضو کرنے کے وقت قبلہ رو ہو کر بیٹھنا۔

۳- وضو کا برتن مٹی کا ہونا۔

۴- وضو کرنے میں کسی سے مدد نہ لینا یعنی دوسرے شخص سے اعضائے وضو کو نہ دھلانا بلکہ خود ہی دھونا۔

۵- اگر کوئی دوسرا شخص پانی دیتا جائے اور اعضاء کو خود ہی دھونے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

- ۵۔ اعضاء کو جہاں تک دھونا فرض یا واجب ہے اس سے زیادہ دھو ڈالنا۔
- ۶۔ دابہنے ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔
- ۷۔ بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔
- ۸۔ انگوٹھی وغیرہ اگر ایسی ہو کہ جسم تک پانی پہنچنے سے منع نہ کرے تو اس کا حرکت دینا۔
- ۹۔ کانوں کے مسج کے وقت چھوٹی انگلی کا دونوں کانوں کے سوراخ میں ڈالنا۔
- ۱۰۔ پیر دھوتے وقت دابہنے ہاتھ سے پانی ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے ملنا۔
- ۱۱۔ جاتروں کے موسم میں پہلے ہاتھ پیروں کو تر ہاتھ سے ملنا تاکہ تمام عضو دھوتے وقت پانی آسانی سے پہنچ جائے۔
- ۱۲۔ ہر عضو دھوتے وقت یا مسج کرتے وقت بسم اللہ اور کلمہ شہادت پڑھنا اور عبادت کی نیت کرنا۔
- ۱۳۔ وضو میں اور وضو کے بعد جو دعائیں حدیث شریف میں وارد ہوئی ہیں ان کا پڑھنا۔
- ۱۴۔ وضو کے پہلے پیرے پانی کا کھڑے ہو کر پینا۔

وضو کے مکروہات

- ۱۔ جو چیزیں وضو میں مستحب ہیں ان کے خلاف کرنے سے وضو مکروہ ہو جاتا ہے۔
- ۲۔ پانی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا۔
- ۳۔ پانی کا اس قدر کم خرچ کرنا کہ جس سے اعضا کے دھونے میں نقصان ہو۔
- ۴۔ حالت وضو میں کوئی دنیا کی بات بلا عذر کرنا۔
- ۵۔ بلا عذر دوسرے سے اعضا کا وضو میں دھونا۔
- ۶۔ عمدہ اور دوسرے سے اعضا پر زبرد سے چھینٹا مارنا۔
- ۷۔ نین بانسے زیادہ اعضاء کو دھونا۔
- ۸۔ تین پانی سے تین بار مسج کرنا۔
- ۹۔ وضو کے بعد ہاتھوں کا پانی چھڑکنا۔

وضو و دو قسم کی چیزوں سے لوٹتا ہے :-
 وضو جن چیزوں سے لوٹتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں
 ایک وہ جو انسان کے جسم سے نکلے دوسری وہ
 جو اس کو طاری ہوں جیسے بہرہ نشی اور مونا وغیرہ۔

پہلی قسم کی وہ چیزیں ہیں ایک وہ جو خاص حصہ اور مشترک حصہ سے نکلے جیسے پیشاب یا خانہ وغیرہ دوسری
 وہ جو جسم کے باقی مقامات سے نکلے جیسے تھے خون وغیرہ

پہلی قسم کی اول صورت :-
 ۱۔ زندہ آدمی کے خاص حصہ سے کوئی چیز نہ نکلے اور اس کے
 نکلنے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ خواہ وہ چیز پاک ہو جیسے

کنکر، پتھر وغیرہ یا ناپاک ہو جیسے پاخانہ، پیشاب، ذمی وغیرہ

۲۔ مرد یا عورت اگر اپنے خاص حصہ میں کپڑا دنی وغیرہ رکھیں اور یہ کپڑا پیشاب سے تر ہو جائے اور
 کپڑے کے باہر کی جانب میں اس کا اثر معلوم ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا بشرطیکہ یہ کپڑا وغیرہ خاص
 حصہ کے اندر چھپ نہ گیا ہو۔ حاصل یہ کہ نجاست کے نکلنے سے وضو اس وقت جا تا ہے کہ جب
 وہ نجاست جسم سے جدا ہو جائے یا ظاہر ہو۔

۳۔ زندہ آدمی کے مشترک حصہ سے اگر کوئی چیز نکلے خواہ پاک ہو جیسے کنکر پتھر اور غیرہ یا ناپاک ہو جیسے
 پاخانہ وغیرہ تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۴۔ اگر کسی عورت کا خاص مشترک حصہ سے مل کر ایک ہو گیا ہو تو اس کے جس حصہ ہوا نکلے وضو ٹوٹ
 جائے گا اس لئے کہ اس کے دونوں حصوں میں اب فرق باقی نہیں رہا۔

۵۔ اگر کسی شخص کے جسم میں مرد اور عورت دونوں کے اعضاء ہوں اور اس کا مرد یا عورت ہونا متعین
 نہ ہو تو اس کے جس عضو سے ہوا نکلے وضو ٹوٹ جائے گا۔

۶۔ اگر کسی شخص کے مشترک حصہ کا کوئی چیز باہر نکل آئے جس کو ہمارے عرف میں کاپچھ بکھانا کہتے ہیں،
 تو اس سے وضو جائز ہے خواہ وہ بخود چلا جائے یا کسی لکڑی، کپڑے، ہاتھ وغیرہ کے ذریعہ
 سے اندر پہنچا یا جو اسے۔

۷۔ اگر کوئی چیز مشترک یا خاص حصہ سے کچھ نکل کر پھر اندر چلی جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۸۔ یہ فیہ اس لئے ہے کہ اگر چھپ جائے گا تو پھر ہونے سے وضو نہ جائے گا۔ ۱۲۔

۹۔ اس مسئلہ میں فقہاء نے کلام کا اختلاف ہے اکثر یہ کہتے ہیں کہ اگر خود بخود اندر چلا جائے تو وضو نہ جائے گا اور بعض

یہ کہتے ہیں کہ ہر حال میں وضو جائز ہے لیکن وضو کا ٹوٹنا اور اہمیت کے موافق ہے۔ ۱۲۔

مثال - ۱۔ عورت کے خاص حصہ سے لڑکے کا کوئی جز مثل سر وغیرہ کے نکل کر پھر اندر چلا جائے خواہ وہ جز جو باہر نکلا تھا نصف ہو یا نصف سے کم یا زیادہ بشرطیکہ خون نہ نکلے۔ ۲۔ مرد یا عورت کے مشترک حصہ سے یا خانہ وغیرہ کا کوئی حصہ باہر نکل کر اندر چلا جائے۔ ۳۔ اور اسی طرح آنت وغیرہ کا کوئی حصہ باہر نکل کر اندر چلا جائے۔

۸۔ اگر کسی کے مشترک یا خاص حصہ کے قریب زخم ہو گیا اور کسی طرح کوئی سوراخ ہو جائے تو اس کا وہی حکم ہوگا جو اس حصہ کا ہے بشرطیکہ اس سوراخ سے وہ نجاست عادیہ نکلتی ہو جو اس کے قریب کے حصہ سے نکلتی ہے۔

مثال - ۱۔ مشترک حصہ کے قریب ہو اور اس سے پاخانہ نکلتا ہو۔ ۲۔ خاص حصہ کے قریب ہو اور اس سے پیشاب وغیرہ۔

۹۔ اگر کسی کے مشترک حصہ میں کوئی چیز مثل لکڑی یا انگلی یا کپڑے وغیرہ کے ڈالی جائے یا عمل (حصہ) لیا جائے خواہ وہ خود ڈالے اور لے لیا کوئی دوسرا واجب رہ چیز باہر نکلے گی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ ۱۰۔ منی اگر بغیر شہوت خارج ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

مثال - ۱۔ کسی شخص نے کوئی بوجھ اٹھایا یا کسی اونچے مقام سے گر پڑا اور اس سے منی بغیر شہوت خارج ہو گئی۔ ۱۱۔ جن چیزوں کے نکلنے سے غسل واجب ہوتا ہے۔ جیسے حیض، نفاس، منی وغیرہ ان سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

پہلی قسم کی دوسری صورت

۱۔ زندہ آدمی کے جسم سے اگر خون یا پیپ یا اور کوئی ناپاک چیز نکلے تو وضو ٹوٹ جائیگا بشرطیکہ کوئی چیز انسان کے جسم سے نپک جائے یا اپنے مقام سے بہ کر اس مقام پر پہنچ جائے جس کا وضو یا غسل میں فرض یا واجب ہے۔

یہ شرط اس لئے کی گئی ہے کہ اگر خون نکل آئے گا تو صحت اکبر ہو جائیگا اور اس کا حال آگے لکھا جاتا ہے۔ ۱۲۔

یہ شرط اس لئے کی گئی ہے کہ اگر شہوت سے نکلے گی تو غسل بھی واجب ہوگا اور اس کا بیان آگے کیا گیا ہے۔ ۱۲۔

پہلی قسم کی دوسری صورت سے امام صاحب کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے امام شافعی کے نزدیک نہیں امام صاحب کے

موافق احادیث بھی ہیں اور یہی مذہب ہے عشرہ بشرہ اور ابن مسعود اور ابن عباس اندر بڑے بڑے تابعین کا رضی اللہ

عنہم دیکھو امام صاحب کا مذہب کیا سارے روایت سے روایت کے موافق ہے امام صاحب کی دلیل عقلی بھی بہت پاکیزہ ہے

اور اگر دقیق نہ ہوتی اور تفصیل میں طول کا خوف نہ ہوتا تو میں اس کو ہدیہ ناظرین کرتا۔ ۱۲۔

- ۲۔ اگر کسی زندہ آدمی کے جسم سے کوئی ناپاک چیز نکلے اور اپنے مقام سے نہ بہے مگر ایسی ہو کہ اگر جسم پر چھوڑ دی جائے تو ضرور اپنی جگہ سے بہہ کر دوسری جگہ چلی جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔
- ۳۔ زخم سے خون یا پیپ نکلے یا نکالا جائے اور زخم ایسی جگہ ہو جس کا دھونا مضر نہ ہو تو وضو ٹوٹ جائیگا۔
- ۴۔ فصد میں خون اگر اپنے مقام سے نکلے لیکن جسم کے کسی حصہ پر نہ بہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔
- ۵۔ چونک یا کھٹل یا اور کوئی جانور اگر اس قدر خون پیئے کہ وہ اگر جسم پر چھوڑا جائے تو اپنی جگہ سے بہہ کر دوسری جگہ چلا جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔
- ۶۔ خون ناک سے نکل کر نٹھنے میں آجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔
- ۷۔ اگر زخم سے ذرا ذرا سا خون یا پیپ کئی بار نکلے اور ہر بار کپڑے سے صاف کر دیا جائے یا مٹی وغیرہ ڈال کر خشک کر دیا جائے تو ہر بار چونکلا ہے وہ اگر اس قدر ہو کہ اگر نہ پونچھا جاتا تو اپنی جگہ سے بہہ کر دوسری جگہ چلا جاتا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔
- ۸۔ زخم پر مٹی باندھ دی گئی ہو اور خون یا پیپ مٹی کے اوپر سے ظاہر ہو تو اگر اس قدر ہو کہ اگر مٹی نہ بندھی ہوتی تو اپنی جگہ سے بہہ کر دوسری جگہ چلا جاتا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔
- ۹۔ رمانغ یا پیٹ یا منہ سے اگر منہ کی طرف سے خون سائل نکلے تو وضو ٹوٹ جائیگا خواہ منہ بھر کر ہو یا نہیں۔
- ۱۰۔ اگر کسی کے منہ یا ناک سے خون تھوک یا ناک کے لعاب کے ساتھ ملا ہوا نکلے تو وضو ٹوٹ جائیگا بشرطیکہ خون غالب ہو یا برابر اور یہی حکم پیپ تھوک وغیرہ سے غالب یا برابر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔
- ۱۱۔ تھوک اور پاک شے کے اگر کوئی ناپاک شے قے میں نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا بشرطیکہ ایک متلی سے ہو اور منہ بھر کر ہو خواہ وہ خون بستہ ہو یا پتہ ہوں یا کھانا۔
- ۱۲۔ اگر خون بستہ یا پتہ یا کھانا وغیرہ کسی پاک شے کے ساتھ ملکر نکلیں جیسے تھوک بلغم وغیرہ تو اگر تھوک کم ہو یا برابر تو وضو ٹوٹ جائے گا۔
- ۱۳۔ اگر ایک متلی سے کئی بار تھوڑی تھوڑی سی قے ہو اور ہر بار کی قے سے منہ نہ بھر سکے مگر سب دفعہ کی قے

۱۴۔ نیتھانا ناک کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو نرم ہی بیان تک کہ خون آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس سے کہتے ہیں جہاں جہاں حصہ ہو نہیں کا دھونا غسل میں واجب ہے۔ ۱۲۔ عد خون کا غالب یا برابر ہونا رنگ سے معلوم ہوتا ہے اگر سرخ رنگ ہے تو خون غالب یا برابر سمجھا جائیگا اور رنگ نہ دہے تو تھوک غالب ہے۔ ۱۲۔ (تیسرے الحقائق) متلی کی شرط اس لئے کی گئی کہ اگر متلی بدل جائے تو وضو نہ جائے گا جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ طبیعت مالش کرے اور پھر سکون ہو جائے یعنی متلی جانی ہے اور پھر طبیعت مالش کرے تو یہ دوسری متلی سمجھی جائیگی اور جب تک وہ پہلی مالش دفع نہ ہو ایک متلی ہی سمجھی جائیگی۔ ۱۲۔ (تیسرے الحقائق کنز الدقائق)

اگر ملائی جائے تو منہ بھر کر ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے

- ۱۴۔ کسی شخص کی آنکھ سے کچھ (میل) اور کبھی کبھی آنکھوں سے پانی بہتا ہو تو اس کا وضو پانی پہننے سے ٹوٹ جائیگا
 ۱۵۔ جسم کے کسی حصہ سے سپید پانی نکلے اور اس کے نکلنے سے انسان کو تکلیف ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا خواہ ظاہر میں کوئی زخم معلوم ہوتا ہو یا نہیں اور اگر اس کے نکلنے سے تکلیف نہ ہو مگر کوئی طبیب عاقل تجویز کرے یا اور کسی طریقہ سے معلوم ہو جائے کہ یہ پیپ ہے اور کسی زخم سے آئی ہے تب بھی وضو ٹوٹ جائیگا۔

۱۔ جن حالتوں میں ہوش و حواس درست نہیں رہتے ان میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

دوسری قسم :- مثال را، چیت یا پٹ یا کروٹ یا اور کسی ایسی ہیئت پر سو جائے کہ جس میں سرین زمین سے علیحدہ ہو جائیں خواہ وہ شخص سوئے جس کو خروج ریح کا مرض ہو یا اور کوئی۔

۲۔ نماز اور تلاوت اور شکرانہ کے سجدوں کے سوا کسی اور سجدہ میں ہیئت مسنونہ کے خلاف سو جائے۔

۳۔ جو مریض لیٹ کر نماز پڑھتا ہے وہ نماز میں سو جائے۔

۴۔ خارج نماز میں دوڑنا تو بیٹھ کر سو جائے خواہ رانوں پر سر رکھ کر یا کسی اور طرح بشرطیکہ دونوں ایڑی زمین سے علیحدہ ہوں۔

۵۔ جو شخص زمین پر اس طرح بیٹھا ہو کہ سرین زمین سے علیحدہ ہوں وہ اگر سو جائے اور سونے کی حالت میں زمین پر اس طرح گرے کہ سرین زمین سے علیحدہ ہو جائیں تو وہ اگر زمین پر گرنے سے پہلے بیدار نہ ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۶۔ کسی مرض یا عدمہ وغیرہ سے بیہوش ہو جائے۔

۷۔ کسی نشیلی چیز کے استعمال سے نشہ پیدا ہو۔

(۳) کسی بالغ کا مرد ہو یا عورت بحالت بیداری جتنا زے کے سوا اور کسی نماز میں قہقہہ مارنا

(۴) دو بالغ آدمیوں کی شرمگاہیں بشرط ہوت مل جائیں خواہ دونوں مرد ہوں یا عورت یا ایک مرد اور دوسری عورت بشرطیکہ درمیان میں کوئی ایسی چیز حائل نہ ہو جس کی وجہ سے ایک کو دوسرے کے جسم کی حرارت محسوس نہ ہو سکے۔

- ۱۔ نماز میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ قصداً سونے یا بے قصد سرین زمین سے جدا ہوں
- ۲۔ اگر کسی شے سے ٹیک (سہارا) لگا کر سوجائے لیکن سرین زمین پر رہے تو وضو نہ جائے گا اگرچہ ٹیک اس طرح لگائے کہ اگر وہ شے جس پر ٹیک لگائی ہے علیحدہ کر جائے تو سرین زمین سے علیحدہ ہو جائیں۔
- ۳۔ سجدہ میں سونے سے وضو نہیں جاتا خواہ سجدہ نماز کا ہو یا تلاوت کا یا شکرانہ صلا۔
- ۴۔ نماز اور تلاوت اور شکرانہ کے سجدہ کے سوا کسی اور سجدہ میں سونے سے وضو اس وقت نہ ٹوٹے گا جب کہ یہ سجدہ اسی ہیئت سے کیا جائے جس ہیئت سے مستنون ہے لیکن یہ شرط مرد کے لئے ہے نہ عورت کے لئے عورت کا وضو غیر مستنون سجدہ میں سونے سے بھی نہ جائے گا۔
- ۵۔ اگر کوئی شخص زمین پر بیٹھ کر اس طرح سوجائے کہ سرین زمین سے علیحدہ نہ ہوں پھر وہ نیند ہی میں زمین پر گریڑے تو اس کا وضو نہ جائے گا بشرطیکہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی بیدار ہو جائے۔
- ۶۔ اونٹنی سے وضو نہ جائے گا۔
- ۷۔ اگر کسی کے حواس میں خلل ہو جائے لیکن یہ خلل جنون اور مدہوشی کی حد کو نہ پہنچا ہو تو وضو نہ جائے گا۔
- ۸۔ نابالغ کے قہقہے سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ نماز میں ہو۔
- ۹۔ نماز میں اگر کوئی شخص سوجائے اور سونے کی حالت میں قہقہہ لگائے تو وضو نہ جائے گا۔
- ۱۰۔ جنازہ کی نماز اور تلاوت کے سجدہ میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں جاتا بالغ ہو یا نابالغ۔
- ۱۱۔ ضحک اور تبسم سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ نماز میں ہو۔

- ۱۲۔ یہ باب ہم نے اس لئے قائم کیا کہ بعض صورتیں اسمیں ایسی آئیں گی جن میں ہمارے امام صاحب کے نزدیک نہ ٹوٹتا جاتا بلکہ اگر دوسرے ائمہ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا اور ایسی صورتوں کے بیان کرنے کی ہرگز وجہ سے ضرورت ہے۔ ہم مستحبات میں لکھ چکے ہیں کہ جن صورتوں میں ہمارے یہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے اور دوسرے ائمہ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا ہے ان میں وضو مستحب ہے لہذا اگر ہم یہ باب قائم نہ کرتے تو وہ صورتیں ہمارے عزیز ناظرین کو کیسے معلوم ہوتیں۔ اور یہ بھی ہرگز دکھانا ہے کہ امام صاحب کا مذہب کیسا درایت و درایت کے موافق ہے اور ہرگز یہ بھی منظور ہے کہ ہمارے عزیز ناظرین فقہ بن جائیں۔ ۱۲۔
- ایسی حالت میں صاحب ہدایہ نے وضو ٹوٹنے کو لکھا ہے مگر یہ صحیح نہیں صحیح یہی ہے کہ نہیں ٹوٹتا۔ ۱۲۔
- ۱۳۔ سجدہ کی مستنون ہیئت کا بیان نماز کے بیان میں ہوگا۔ ۱۲۔ ضحک وہ ہنسی جس میں ایسی خفیف آواز ہو کہ پاس کا آدمی نہ سن سکے۔ ۱۲۔ تبسم وہ ہنسی جس میں بالکل آواز نہ ہو جس کو ہمارے عرف میں مسکرائنا کہتے ہیں۔ ۱۲۔

۱۲۔ مرد یا عورت اپنے خاص حصہ میں تیل یا کوئی دوا یا پانی ڈالیں پچکاری سے یا اسی طرح اور وہ باہر نکل آئے تو اس سے وضو نہ ٹوٹے گا اس لئے کہ خاص حصہ میں نجاست نہیں رہتی تاکہ یہ احتمال ہو کہ یہ تیل وغیرہ اسی نجاست پر ہو کر واپس آیا ہے۔

۱۳۔ ڈکار آنے سے وضو نہیں جاتا خواہ بربور ہو۔

۱۴۔ کان یا جسم کے کسی حصہ کوئی ایسی چیز نکلے جس کے نکلنے سے تکلیف نہ ہو اور کسی طریقہ سے نہ ختم ہو تو اسے معلوم نہ ہو تو وضو نہ جائے گا مثلاً کان سے میل نکلے یا جسم کے کسی حصہ سے سپید پانی نکلے۔

۱۵۔ عورت کی پشتان سے دودھ نکلنے سے وضو نہیں جاتا خواہ وہ دودھ خود ٹپکے یا پھوڑا جائے یا لڑکا پوسے۔

۱۶۔ ناک سے اگر خون نکلے مگر اس مقام تک نہ پہنچے جو دم ہے تو وضو نہ جائے گا۔

۱۷۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کو دانت سے کاٹے یا پکڑے اور اس پر خون کا اثر پیدا ہو جائے تو کپڑا یا ہاتھ وغیرہ پر نہ لگا کر دیکھا جائے اگر اس پر خون نہ نکلے تو وضو نہ جائے گا۔

۱۸۔ مرد یا عورت کا ستر بچھنے سے یا ستر برہنہ ہوجانے سے یا اپنا ستر بچھنے سے وضو نہ جائے گا۔

۱۹۔ مرد کو عورت یا عورت کا خاص حصہ یا کسی کا مشترک حصہ یا اپنا خاص حصہ چھونے سے وضو نہ جائے گا۔

اور اسی طرح عورت کا وضو یا مرد کا خاص حصہ یا مشترک حصہ یا اپنا خاص حصہ یا مشترک حصہ چھونے سے نہ جائے گا۔

۲۰۔ اگر کوئی مرد یا عورت اپنے خاص حصہ میں کوئی چیز مثل روئی کپڑے وغیرہ کے رکھ لیں اور نجاست اندر سے نکل کر اس کپڑے کو تڑ کر دے تو وضو نہ جائے گا بشرطیکہ کپڑے کے باہر کی جانب اس نجاست کا کچھ اٹھ نہ ہو اور کپڑا اس خاص حصہ میں اس طرح رکھا ہوا ہو کہ باہر سے نظر نہ آئے۔

۵۷ جس کو ہمارے عرف میں مختلف کہتے ہیں نارسی میں زمرہ بیٹی ۱۲۔

۵۸ اس مسئلہ میں ہمارے سردار اور مولانا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سخت اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ مرد کو اپنا خاص حصہ یا عورت

کا خاص حصہ یا کسی کا مشترک حصہ چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم یہاں امام شافعی اور ان کے

مقلدین کے پروردگار نقل کر کے ان جوابات کا ذکر کریں جو ہمارے مقدس فقہاء کے مبارک دماغوں سے نکلے ہیں لیکن

طول کا خوف ہے اور اگر صرف یہی کریں کہ امام صاحب کے اس مذہب پر روایت اور روایت کے طریقہ سے کچھ رائے دی

تب بھی بہت طول ہو جائے گا لہذا ہم اسی قول پر اکتفا کرتے ہیں کہ امام صاحب کا مذہب روایت اور روایت دونوں

قاعدوں سے بہت پروردگار قابل قبول ہے اور صاحب شریعت کی جانب سے متصور ہے واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۲۔

مثال۔ ۱۔ کسی مرد نے اپنے خاص حصہ میں روئی رکھ لی اور پیشاب یا منی نے اپنے مقام سے آکر اس روئی کو تر کر دیا مگر اس روئی کا وہ حصہ جو باہر سے دکھلائی دیتا ہے تر نہیں ہوا یا وہ روئی اس حصہ میں ایسی چھپی ہوئی ہو کہ باہر سے بالکل نظر نہیں آتی تو اس صورت میں اگر پوری روئی تر ہو جائے تب بھی اس مرد کا وضو نہ جائے گا۔
 ۲۔ کسی عورت نے اپنے خاص حصہ میں روئی یا کپڑا رکھ لیا اور پیشاب یا حیض نے اپنے مقام سے آکر اس روئی یا کپڑے کو تر کر دیا مگر روئی یا کپڑے کا وہ حصہ جو باہر سے دکھلائی دیتا ہے تر نہیں ہوا یا وہ روئی اور کپڑا اس خاص حصہ میں ایسا چھپ گیا ہو کہ باہر سے نظر نہ آتا ہو تو اس صورت میں اگر پوری روئی یا کپڑا تر ہو جائے تب بھی اس عورت کا وضو نہ جائے گا۔

۲۱۔ اگر کوئی مرد یا عورت اپنے مشترک حصہ میں روئی یا کپڑا وغیرہ رکھ لیں اور اس روئی یا کپڑے کا وہ حصہ اندر ہے نجاست سے تر ہو جائے مگر وہ حصہ جو باہر سے تر نہ ہو یا وہ بھی تر ہو جائے اور وہ روئی وغیرہ مشترک حصہ میں ایسی چھپ گئی ہو کہ باہر سے نظر نہ آتی ہو تو ان سب صورتوں میں وضو نہ جائے گا۔
 ۲۲۔ اگر کوئی شخص کسی مردہ جانور کے ساتھ بڑا کام کرے تو اس کا وضو نہ جائے گا جب تک کہ مذی یا منی نہ نکلے۔

۲۳۔ اگر نابالغ کے ساتھ یہ فعل کیا جائے تب بھی بغیر منی یا مذی کے نکلنے ہوئے وضو نہ جائے گا بشرطیکہ وہ نابالغ ایسا نابالغ ہو کہ اس کے ساتھ کرنے میں مشترک حصہ اور خاص حصہ کے مل جانے کا خوف ہو۔
 ۲۴۔ منی اپنے مقام سے نکلی مگر اس نے اپنے خاص حصہ کو اس زور سے دبا لیا کہ منی باہر بالکل نہ نکلی تو وضو نہ جائے گا۔

۲۵۔ اگر وہ شخص اپنے حصوں کو ملاویں مگر درمیان میں مثل موٹے کپڑے وغیرہ کے کوئی ایسی چیز حائل ہو جو ایک دوسرے کے جسم کی حرارت نہ محسوس ہونے دے تو وضو نہ جائے گا خواہ دونوں مرد ہو یا دو عورت یا ایک عورت اور دوسرا مرد بالغ ہوں یا نابالغ۔

۲۶۔ آنکھ کے اندر اگر خون یا پیپ ہے اور آنکھ سے باہر نہ آئے تو وضو نہ جائے گا۔

۲۷۔ زخم سے خون وغیرہ نکل کر زخم ہی میں رہے اور نہ ختم ایسا ہو جس کا دھونا نقصان کرنے کا وضو نہ جائے گا۔

۲۸۔ ہمیشہ شراب پینے والے کے بدن سے پسینہ نکلے تو اس سے وضو نہ جائے گا۔

۲۹۔ زخم سے اگر کپڑا یا گوشت کا ٹکڑا گر پڑے یا ہوا نکلے وضو نہ جائے گا۔

۳۰۔ اس لئے کہ آنکھ جسم کا ایسا حصہ ہے جس کے پاک کرنے کا نہ وضو میں حکم ہے نہ غسل میں۔ ۱۲۔

۳۱۔ ایسی حالت میں بعض فقہاء لکھتے ہیں کہ وضو جاتا رہتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ نہیں جاتا۔ ۱۳۔

۳۰۔ تھوک یا بلغم اگر کسی ایسی شے کے ساتھ مثل کھانے یا پتے یا ایسی شے کے ساتھ جوتے میں نکلے درآنحالیکہ پاک ہو تو اس صورت میں اگر تھوک اور بلغم زیادہ ہو اور وہ چیز کم اور اس قدر ہو جس سے منہ نہ بھر سکے تو وضو نہ جائے گا اور تھوک اور بلغم اور وہ چیز برابر ہو مگر دونوں میں کوئی اس قدر نہ ہو جس سے منہ نہ بھر سکے تب بھی وضو نہ جائے گا۔

۳۱۔ اگر کوئی چیز تے میں نکلے جیسے کیرا وغیرہ تب بھی وضو نہ جائے گا۔

۳۲۔ اعضاء وضو پر اگر زخم ہو اور وضو کے بعد اس زخم کے اوپر کی کھال جدا کر دی جائے تو اس سے وضو نہ جائے گا نہ اس مقام کے دوبارہ دھونے کی ضرورت ہوگی خواہ جلد کے جدا کرنے سے تکلیف ہو یا نہ ہو۔

۳۳۔ وضو کرنے کے بعد اگر سر یا پاؤں کے بال یا بھنوں منہ وادی جائیں تو اس سے وضو یا سر کا مسح باطل نہ ہوگا یعنی اس کے بعد دوبارہ وضو یا سر کے مسح یا اس مقام کے دھونے کی جہاں کے بال منڈوائے گئے ہیں حاجت نہیں۔

۳۴۔ بڑھے ہوتے ناخن اگر وضو کے بعد کٹوائے جائیں تو وضو نہ جائے گا اور نہ اس مقام کے دوبارہ دھونے کی ضرورت ہوگی جو ناخن کٹ جانے سے کھل گیا ہے۔

۳۵۔ پاک چیز کے جسم سے نکلنے سے وضو نہیں جاتا جیسے آنکھوں سے آنسو یا جسم سے پسینہ۔

۳۶۔ تھوک یا بلغم اگر منہ سے نکلے تو وضو نہ جائے گا خواہ کتنا ہی کیوں نہ ہو یعنی منہ بھر بھی ہو تو وضو نہیں جاتا۔

۳۷۔ کوئی گناہ کرنے سے یا کافر ہو جانے سے (توڑا اللہ منہ) وضو نہیں جاتا۔

۳۸۔ اونٹ کا گوشت یا اور کوئی چکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں جاتا۔

مثال۔ کسی نے وضو کیا اس کے بعد اپنے کسی بھائی کی غیبت کی یا جھوٹ بولا یا کافر ہو گیا (معاذ اللہ منہ) تو اس کا وضو نہ جائے گا یعنی وہ غیبت کرنے والا اور جھوٹ بولنے والا اور وہ کافر بعد مسلمان ہونے کے اسی وضو سے بشرطیکہ اور کسی وجہ سے نہ ٹوٹا ہو نماز پڑھ سکتا ہے۔

موزوں کا مسح :- ہم وضو کے چوتھے فرض میں لکھ چکے ہیں کہ وضو کا چوتھا فرض دونوں پیروں کا مسح ہے۔ تک ایک مرتبہ دھونا بشرطیکہ موزے پہنے ہوئے نہ ہو اور اگر موزے پہنے ہو تو اس کا حکم وہاں نہیں بیان کیا گیا لہذا اب ہم اس کا حکم لکھتے ہیں۔

۱۰ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو چلا جاتا ہے۔ ۱۰

اگر کوئی شخص پیروں میں موزے پہنے ہو تو اس پیروں کا دھونا فرض نہیں بلکہ بجائے پیروں کے دھونے کے صرف ایک مرتبہ دونوں موزوں کا مسح کافی ہے در صورتیکہ مسح کے سبب شرائط موجود پائی جائیں جن کی تفصیل آگے معلوم ہوگی۔

وضو کے وقت پیروں سے موزوں کا اتار کر پیروں کا دھونا اور پھر موزوں کا پہنا مشقت سے خالی نہ تھا خصوصاً عجلت کے اوقات میں اور اس ملک کے لوگوں کو جہاں موزے پہننے کا عموماً دستور ہے جیسے عرب ترکستان اور اکثر بلاد عجم میں اس لئے مشہور حقیقی نے محض اپنے لطف و کرم سے اس مشقت کو معاف فرمادیا اور بجائے اس کے صرف ایک ایک مرتبہ دونوں موزوں کے مسح کو قائم فرمایا اور اپنی حکمت بالغہ سے اس کے لئے چند شرط مقرر فرمائے جو یہاں بیان کئے جاتے ہیں۔ موزوں کا مسح اسی امت کے ساتھ خاص ہے۔ اٹلی اٹلیں اس نام میں شریک نہیں۔

۱۔ جن موزوں پر مسح کیا جائے وہ ایسے ہونا چاہئیں کہ پہننے سے پیر کے اس حصہ کو چھپالیں جس کا دھونا وضو میں فرض ہے ہاں اگر ہاتھ کی چھوٹی انگلی کی برابر تین انگلیوں سے کم گھارا رہ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

۲۔ موزے کا اس قدر پھٹا ہونا جو مسح کو مانع ہو اگر اس سے کم پھٹا ہو تو حرج نہیں۔

۳۔ موزوں کا پیر کی جلد سے متصل ہونا اس قدر بڑے نہ ہوں کہ کچھ حصہ ان کا پیر سے خالی رہ جائے اور اگر بڑے ہوں تو موزوں کے اسی حصہ میں مسح کیا جائے جس میں پیر ہے۔

۴۔ موزوں میں ان چار وصفوں کا ہونا (۱) ایسے دبیز ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے ہوئے پیروں پر کھڑے رہیں (۲) ایسے گندھے ہوں کہ ان کو پہن کر تین میل یا اس سے زیادہ چل سکیں (۳) ایسے موٹے کہ ان کے نیچے کی جلد نظر نہ آئے (۴) پانی کو جذب نہ کرتے ہوں یعنی اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو ان کے نیچے کی سطح تک نہ پہنچے۔

۵۔ قبل حدث موزوں کا طہارت کا ملکہ کی حالت میں پہنا ہوا ہونا اگرچہ پہننے کے وقت طہارت کا ملکہ نہ ہو۔

مثال۔ کسی نے وضو کرتے وقت پہلے دونوں پیر دھو کر موزے پہن لئے اس کے بعد باقی اعضاء کو دھویا یا ایک پیر دھو کر موزہ پہن لیا اس کے بعد دوسرا پیر دھو کر دوسرا موزہ پہنا تو پہلی صورت میں

۵۔ اس کا بیان وہاں کیا جائے گا جہاں کے باطل ہو جانے کی صورتیں لکھی جائیں گی۔ ۱۲۔

۶۔ فقہانے یہ بھی شرط لکھی ہے کہ موزے کی پیر کے نہ ہوں مگر صحیح یہ ہے کہ جن میں یہ چار وصف ہوں ان پر مسح درست ہے۔

دونوں موزوں کے وقت طہارت کاملہ نہ تھی اور دوسری صورت میں پہلا موزہ پہننے کے وقت طہارت کاملہ نہ تھی مگر چونکہ بعد پہننے کے طہارت کاملی ہو گئی لہذا اب ان پر مسح ہو سکتا ہے۔

۱۔ پیر کے موزے اور پائتالوں پر مسح درست ہے بشرطیکہ ان میں مسح کے شرائط پائے جائیں۔
وہ چیزیں جن پر مسح درست ہے:-

خواہ وہ چمڑے کے ہوں یا کپڑے کے یا اور کسی چیز کے۔

۲۔ بوٹ پر مسح جائز ہے بشرطیکہ پورے پیر کو مدٹھنے کے چھپالے اور اس کا چاک تسموں سے اس طرح بندھا ہو کہ پیر کی اس قدر جلد نظر نہ آئے کہ جو مسح کو مانع ہو۔

۳۔ موزوں کے اوپر اگر موزے پہنے جائیں تو ان اوپر والے موزوں پر مسح درست ہے بشرطیکہ ان میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہوں خواہ نیچے کے موزوں میں شرائط پائے جائیں یا نہیں اور یہ اوپر والے موزے قبل حدث کے اور قبل اس کے کہ پہلے موزوں پر مسح کیا جائے پہنے گئے ہوں۔

۴۔ اگر ایسے موزوں پر جن میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہیں ایسے موزے پہنے جائیں جن میں شرائط نہیں پائے جاتے تو ان پر بھی مسح جائز ہے بشرطیکہ ایسے رقیق ہوں کہ مسح کی تری ان سے تجاوز کر کے نیچے کے موزوں تک پہنچ جائے جن میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہیں یہ سمجھا جائے گا کہ درحقیقت مسح انہیں پر ہوا۔

۵۔ اگر موزے ایسے چھوٹے ہوں کہ جن سے ٹخنے نہ چھپ سکیں اور کوئی ٹکڑا چھڑنے وغیرہ کا ان کے ساتھ سی کر پورے کر لے جائیں تو ان پر مسح جائز ہے۔

۶۔ زخم کا پٹی پر مسح درست ہے انہیں تین صورتوں میں جن کا بیان معذور کے وضو میں ہو چکا مگر موزوں کے مسح میں اور پٹی کے مسح میں یہ فرق ہے کہ موزوں پر صرف بقدر تین انگلیوں کے مسح کیا جاتا ہے اور پٹی کا مسح پٹی کی پوری سطح پر ہوتا ہے یا اس کے اکثر حصہ پر۔

۱۔ وہ موزے جن میں مسح کے شرائط نہ پائے جاتے ہوں مثلاً موزے اس قدر چھوٹے ہوں کہ پیر کی

پوری اس جلد کو نہ چھپائیں جس کا دھونا وضو میں فرض ہے بلکہ تین انگلیوں کی برابر پیر کی جلد ان سے ظاہر ہوتی ہو یا اس قدر چھٹے ہوں کہ جو مسح کو مانع ہے یا ان چار وصفوں سے کوئی وصف ان میں نہ پایا جاتا ہو یا طہارت کاملہ کی حالت میں پہنے ہوئے نہ ہوں۔

مثال۔ کسی نے تیمم کی حالت میں موزے پہنے ہوں تو جب وہ وضو کرے تو ان موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔

اس لئے کہ تیمم طہارت کاملہ نہیں خواہ وہ تیمم صرف غسل کا ہو یا وضو غسل دونوں کا۔ ہاں سے زمانہ میں جو پائتا بے آونی اور سوتی رانج ہیں ان پر مسح جائز نہیں اسی لئے کہ ان میں مسح کی شرطیں نہیں پائی جاتیں صرف ان کو پہن کر تین میل نہیں چل سکتے اور پانی کو جذب کر لیتے ہیں شیشہ اور لکڑی اور ہاتھی دانت وغیرہ کے موزوں پر بھی مسح جائز نہیں اس لئے کہ ان کو پہن کر بالکل نہیں چل سکتے۔

۲۔ اگر موزوں پر موزے پہنے جائیں اور پہلے موزوں کا مسح ہو چکا ہو تو ان اور پر والے موزوں پر مسح جائز نہیں اور اسی طرح اگر یہ دوسرے موزے حدث کے بعد پہنے گئے ہوں تب بھی ان پر مسح درست نہیں۔

۳۔ جن موزوں میں شرائط پائے جاتے ہیں ان پر اگر ایسے موزے پہنے جائیں جن میں شرائط نہیں پائے جاتے اور نہ ایسے رقیق ہوں جن سے مسح کی تری تجاوز کر کے نیچے کے موزوں تک پہنچ جائے تو ان اور پر والے موزوں پر مسح جائز نہیں۔

۴۔ حدث گزر جانے کے بعد بغیر پیر دھونے ہوئے موزوں پر مسح جائز نہیں۔

۵۔ بجائے ہاتھوں کے دھونے کے دستاؤں پر مسح جائز نہیں۔

۶۔ بجائے سر کے مسح کے عمامہ پر مسح جائز نہیں۔

۷۔ اگر موزے پر موزے پہنے جائیں اور اوپر والے موزوں میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہوں تو ہاتھ ڈال کر نیچے والے موزوں پر مسح درست نہیں خواہ ان میں مسح کے شرائط پائے جاتے ہوں یا نہ پائے جاتے ہوں۔

۸۔ اگر کپڑے کے موزوں پر جن میں شرائط مسح کے نہ پائے جاتے ہوں چھڑا چھڑا دیا جائے مگر صرف اسی سطح پر جو چلنے کی حالت میں زمین پر رہتی ہے تب بھی ان پر مسح جائز نہیں۔

جن کو مسح درست ہے اور جن کو درست نہیں،

۱۔ وضو کرنے والے کو مسح درست ہے خواہ مرد ہو یا عورت یا مسافر بشرطیکہ مسح کی سب شرطیں پائی جائیں۔

۲۔ غسل کرنے والے کو مسح جائز نہیں خواہ غسل فرض ہو یا سنت۔ غسل میں مسح کرنے کی یہ صورت ہے کہ پیروں کو کسی اونچے مقام پر رکھ کر خود بیٹھ جائے اور سوا پیروں کے باقی جسم کو دھونے اسکے بعد

پیروں پر مسح کرے۔ (در مختار وغیرہ)

تیمم کرنے والے کو مسح جائز نہیں۔

مقیم کو حدث کے بعد سے ایک دن رات تک موزوں پر مسح کی اجازت ہے اور مسافر کو حدث کے

بعد کے تین دن اور تین رات تک بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔

اگر ظہر کے وقت پیروں پر مسح کر موزے پہنے جائیں اور عشا تک حدث نہ ہو بعد عشا کے حدث ہو تو عشا

کے وقت سے اس کو ایک رات اور ایک دن تک مسح کی اجازت ہوگی اگر مقیم ہے اور تین رات تین دن

تک اگر مسافر ہے پہننے کے وقت کا اعتبار نہیں۔ اگر کوئی مقیم موزے پہننے کے بعد ایک دن رات سے

پہلے سفر کرے تو اس کو مسافر کی مدت پوری کرنے کی اجازت ہوگی۔

مثال۔ کسی مقیم نے مغرب کے وقت موزہ پہنا اور اسی شب کی صبح کو اس نے سفر کیا تو اس کو تین دن

اور دو رات مسح کرنے کی اجازت ہوگی۔ اگر کوئی مسافر تین دن تین رات سے پہلے قیام کرے تو اس

کو مقیم ہی کی مدت تک مسح کی اجازت ہوگی

مثال۔ کسی مسافر نے فجر کے وقت موزہ پہنا اور اسی دن حروب آفتاب کے وقت اپنے گھر پہنچ گیا تو اس کو

صرف ایک رات اور مسح کی اجازت ہوگی۔

۱۔ اگر کسی کے پاس وضو کے لئے صرف اسی قدر پانی ہو کہ اس سے پیر کے

سوا اور سب اعضاء دھل سکتے ہیں تو اس کو موزوں کا مسح واجب ہے

اگر کسی کو خوف ہو کہ پیروں سے وقت جاتا رہے گا تو اس پر مسح واجب ہے اسی طرح اگر کسی کو

خوف ہو کہ پیروں سے عرفات میں نہ ٹھیر سکے گا تو اس پر بھی مسح واجب ہے کسی موقع پر مسح

نہ کرنے سے رافضی یا خارجی ہونے کا لوگوں کو گمان ہو وہاں بھی مسح کرنا واجب ہے یہ کہ جہاں کہیں

مسح نہ کرنے سے کوئی واجب ترک ہوتا ہو تو وہاں مسح کرنا واجب ہے۔

سوائے مقامات کے جہاں مسح کرنا واجب ہے موزوں کو اتار کر پیروں کا دھونا بہ نسبت مسح کرنے

کے بہتر ہے۔

۲۔ بے موزے اتارے ہوئے پیروں کا دھونا گناہ ہے۔

مسح کا مسنون و مستحب طریقہ

دونوں ہاتھوں کو غیر مستعمل پانی سے تر کر کے واسطے ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے واسطے موزے کے سرے پر جو انگلیاں پڑ رہتا ہے ہا اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزے کے سرے پر رکھ کر انگلیوں کو مٹوں تک کھینچ لیا جائے اس طرح کہ موزے پر پانی کے خطوط کھینچ جائیں۔ مسح موزے کے اس حصہ کے ظاہری سطح پر ہونا چاہیے جو پیر کی پشت پر رہتا ہے نہ اس حصہ پر جو چلنے میں زمین پر رہتا ہے۔

مسح کے شرائط :-
۱۔ مسح کا موزے کی اس ظاہری سطح پر ہونا جو پیر کی پشت پر رہتی ہے۔
۲۔ موزوں کا انگلیوں کے مقام سے تسمہ باندھنے کی جگہ تک ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے تین انگلیوں کے برابر تر ہو جانا خواہ ہاتھ سے تر کئے جائیں یا اور کسی چیز سے یا خود بخود تر ہو جائیں جیسے کوئی شخص گھاس میں چلے اور شبنم سے اس کے موزے تر ہو جائیں یا مینے کے ترشح سے اس کے موزوں کو استقدر تری پہنچ جائے تو یہ مسح سمجھا جائیگا۔ اختیار ہے کہ دونوں موزوں کا مسح ایک ساتھ کیا جائے یا پہلے ایک کا پھر دوسرے کا یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے جس موزے کا مسح پہلے کیا جائے تسمہ باندھنے کی جگہ وہ بڑی ہے جو پیر کی پشت پر بیچ میں اٹھی معلوم ہوتی ہے۔

- مسح کے سنن اور مستحبات :-**
- ۱۔ ہاتھ سے مسح کرنا نہ کسی اور چیز سے
 - ۲۔ مسح کرتے وقت ہاتھ کی انگلیوں کو کشادہ رکھنا۔
 - ۳۔ انگلیوں کو موزوں پر رکھ کر اس طرح کھینچنا کہ موزوں پر خطوط کھینچ جائیں۔
 - ۴۔ مسح پیر کی انگلیوں کی طرف سے شروع کرنا نہ پنڈلی کی طرف سے۔
 - ۵۔ مسح پنڈلی کی جڑ تک کرنا اس سے کم نہیں۔
 - ۶۔ ایک ہوا سا ٹھنڈا موزوں کا مسح کرنا۔
 - ۷۔ واسطے ہاتھ سے واسطے موزے کا مسح کرنا اور بائیں ہاتھ سے بائیں موزے کا۔
 - ۸۔ ہاتھ کی ہتھیلیوں کی جانب سے مسح کرنا نہ پشت کی جانب سے۔

مسح کے باطل ہو جانے کی صورتیں

۱۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے مسح بھی باطل ہو جاتا ہے یعنی پھر دوبارہ مسح کرنے کی ضرورت

ہوگی۔ جیسے معذرت کا وضو نماز کا وقت جانے سے ٹوٹ جاتا ہے ویسے ہی اس کا مسح بھی باطل ہو جاتا ہے مگر اس کو موزے اتار کر پیروں کا دھونا واجب ہے ہاں اگر اس کا فرض وضو کرنے اور موزے پہننے کی حالت میں نہ پایا جائے تو وہ بھی مثل اور مسح آدمیوں کے سمجھا جائے گا۔

موزے کا پیر سے یا پیر کے اکثر حصہ سے اتر جانا خواہ قصداً اُتارے یا بغیر قصد کے اُتر جائیں اس مسئلہ میں موزوں کا اتار کر پیروں کو دھونا چاہیے۔

موزے کا پھٹ جانا بشرطیکہ اگر ایڑی کے پاس پھٹا ہو تو اس قدر ہو کہ چلنے کی حالت میں اس سے ایڑی کا اکثر حصہ کھل جاتا ہو اور اگر انگلیوں کے پاس پھٹا ہو تو اس قدر ہو کہ چلنے کی حالت میں تین انگلیاں اس سے کھل جاتی ہوں اور اگر ان دونوں مقاموں کے سوا اور کہیں پھٹا ہو تو اس قدر پھٹا ہو کہ اس سے چلنے کی حالت میں پیر کی چھوٹی انگلی سے تین انگلیوں کی برابر پیر کی جلد کھل جاتی ہو اس صورت میں بھی موزے اتار کر پیروں کو دھونا چاہیے۔

اگر موزہ کئی جگہ پھٹا ہو اور ہر جگہ تین انگلیوں سے کم پھٹا ہو مگر سب ملانے سے تین انگلیوں کی برابر ہو جائے تب بھی مسح باطل ہو جائے گا بشرطیکہ ایک ہی موزہ اس قدر پھٹا ہو اور اگر دونوں موزے مل کر اس قدر پھٹے ہوں تو اس قدر اعتبار نہیں مسح باطل نہ ہوگا۔ اگر موزوں میں اس قدر یا ایک یا ایک سوراخ ہو جائیں جن میں موٹی سوئی نہ جاسکے تو ان کا اعتبار نہیں اگرچہ کہتے ہی ہوں۔

اگر موزے پھٹے ہوں مگر پیر کا حصہ بقدر تین انگلیوں کے نہ ظاہر ہو تو اس کا اعتبار نہیں مسح باطل نہ ہوگا اگرچہ وہ پھٹا ہو تین انگلیوں سے زیادہ ہو۔

پیر کے اکثر حصہ کا کسی طرح دھل جانا اس صورت میں موزوں کو اتار کر پیروں کو دھونا چاہیے۔ مسح کی مدت کا گزر جانا۔ اس صورت میں بھی موزوں کو اتار کر پیروں کو دھونا چاہیے۔ ہاں اگر کسی کو سردی کے زمانے میں بوڑھ پانی سے پیروں کو دھونے میں نقصان کا خوف ہو اور گرم پانی کسی طرح نہ مل سکتا ہو تو اس کو موزوں کا اتار کر پیروں کا دھونا معاف ہے بلکہ انہیں موزوں پر اس کو مسح کرنے کی اجازت ہے جب تک خون زائل نہ ہو جائے مگر یہ مسح پٹی کے مسح کی طرح ہوگا یعنی پورے موزے پر یا اس کے اکثر حصہ پر نہ موزے کی طرح اس لئے کہ موزے سے مثل زخم کے پٹی ہیں۔

اس مسئلہ میں بعض فقہاء کا یہ رائے ہے کہ اس صورت میں ان موزوں پر مسح جائز نہیں بلکہ ایسے شخص کو معذور سمجھ کر تیمم کی اجازت دینا بیجا ہوگا یہ رائے اگرچہ نظر اہل قرین قیاس ہے مگر اکثر بلکہ تمام فقہاء کے خلاف ہے۔ ۱۲۔

ف جب ایک موزے کا مسح باطل ہو جائے گا تو دوسرے موزے کا مسح بھی باطل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ایک پیر کو مسح کرنا اور دوسرے کو دھونا جائز نہیں اگر مسح کیا جائے تو دونوں پیر اور دھونے جائیں تو دونوں۔

مثال۔ کسی شخص کا ایک ہی موزہ بقدرتین انگلیوں کے پٹھا ہو دوسرا نہیں یا کسی کا ایک پیر دھل جائے دوسرا نہیں دھونے سے جو شرعی حالت انسان کے جسم میں پیدا ہوتی ہے۔
حدیث اصغر کے احکام :- وہ حدیث اصغر ہے۔

۱۔ حدیث اصغر کی حالت میں نماز پڑھا حرام ہے خواہ نفل ہو یا فرض نچوقت ہوں یا عیدین کی ہوں یا جنازہ کی۔
۲۔ سجدہ کرنا حرام ہے خواہ تلاوت کا ہو یا شکرانہ کا یا ویسے ہی کوئی شخص سجدہ کرے۔
۳۔ کعبہ مکرمہ کا طواف کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

۴۔ قرآن مجید اور ایسی چیز کا چھونا جو قرآن مجید کے ساتھ چسپاں ہو مثل دفنی اور چمڑے یا اس کیڑے کے جو جلد چڑھا کر سیویا جاتا ہے مکروہ تحریمی ہے خواہ ان اعضاء سے چھوئے جو وضو میں نہیں دھوئے جاتے ہیں۔
مثال۔ ہاتھ یا منہ کے یا ان اعضاء سے جو وضو میں نہیں دھوئے جاتے جیسے بازو سینہ وغیرہ یا ایسے کیڑے سے چھوئے جو اس کے جسم پر مثل آستین، واسن، عمامہ، رومال، چادر وغیرہ کے۔ (عالمگیری، شامی وغیرہ)
۵۔ اگر کاغذ یا کسی اور چیز پر جیسے کیڑا بھلی وغیرہ قرآن مجید کی ایک آیت بھی لکھی ہو تو اس پورے کاغذ کا چھونا مکروہ تحریمی ہے خواہ اس مقام کو چھوئے جس میں وہ آیت لکھی ہوئی ہے یا اس مقام کو جو سادہ ہے۔

۶۔ کاغذ وغیرہ کے سوا کسی اور چیز پر قرآن مجید یا اس کی کوئی آیت لکھی ہوئی ہو تو اس کے صرف اسی مقام کو چھونا مکروہ ہے جس میں لکھا ہوا ہے سوائے مقام کا چھونا مکروہ نہیں۔
مثال۔ کسی پتھر یا دیوار یا روپیہ پر کوئی آیت قرآن مجید کی لکھی ہو تو اس کے صرف اسی مقام کو چھونا مکروہ ہے جہاں لکھا ہے۔

۷۔ قرآن مجید کے سوا اور آسمانی کتابوں میں مثل توریت، انجیل، زبور وغیرہ کے صرف اسی مقام کو چھونا مکروہ ہے جہاں لکھا ہو سادے مقام کو چھونا مکروہ نہیں۔
۸۔ قرآن مجید اگر جزو دان میں ہو یا ایسے کیڑے میں پٹا ہو جو اس کے ساتھ چسپاں نہ ہو تو اس کا چھونا

مکروہ نہیں۔

۹۔ اگر کسی ایسے کپڑے سے قرآن مجید کو چھوئے جو جسم پر نہ ہو یا کپڑے کے سوا کسی اور چیز سے مثل لکڑی وغیرہ کے چھوئے تو مکروہ نہیں۔

۱۰۔ حدیث اصغر کی حالت میں قرآن مجید کا کسی کاغذ پر لکھنا مکروہ نہیں بشرطیکہ اس کاغذ کو نہ چھوئے نہ لکھے ہوئے کو نہ سادے کو اس لئے کہ کاغذ وغیرہ پر ایک آیت بھی لکھی ہو تو اس پر سادے کاغذ کا چھونا مکروہ ہے۔

۱۱۔ کاغذ وغیرہ کے سوا کسی اور چیز پر مثل تپھر وغیرہ کے قرآن مجید کا لکھنا مکروہ نہیں بشرطیکہ لکھے ہوئے کو نہ چھوئے خواہ سادے مقام کو چھوئے۔

۱۲۔ ایک آیت سے کم کا لکھنا مکروہ نہیں خواہ کسی چیز پر لکھے۔

۱۳۔ حدیث اصغر کی حالت میں قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا خواہ دیکھ کر پڑھے پڑھنے کے یا زبانی درست ہے۔

۱۴۔ نابالغ بچوں کو حدیث اصغر کی حالت میں بھی قرآن مجید کا دینا اور چھوانا مکروہ نہیں۔

۱۵۔ تفسیر کی کتابوں کا چھونا مکروہ ہے بشرطیکہ اس میں آیات قرآنیہ لکھی ہوں اور تفسیر ہوں اور تفسیر کے سوا دوسری دینی کتابوں کا چھونا مثل حدیث فقہ وغیرہ کے جائز ہے۔

۱۶۔ اگر قرآن مجید کا ترجمہ کسی اور زبان میں ہو تو صحیح یہ ہے کہ اس کا بھی وہی حکم ہے جو قرآن مجید کا ہے۔

(بھرا لائق، درمختار)

۱۷۔ قرآن مجید کی جو آیتیں منسوخ التلاوت ہیں ان کا وہ حکم ہے جو قرآن مجید کے سوا دوسری آسمانی کتابوں کا ہے وہ اگر کسی چیز پر لکھی ہوں تو اس کے صرف اسی مقام کا چھونا مکروہ ہے جہاں لکھا ہو سادے مقام کا چھونا مکروہ نہیں۔

وضو کے متفرق مسائل

۱۔ ہاتھ اگر ناپاک ہوں اور پانی میں بے ہاتھ ڈالے ہوئے وضو ممکن نہ ہو یعنی کوئی ایسا شخص نہ ہو جو ہاتھ دھلا دے یا پانی نکال دے اور نہ کوئی ایسا کپڑا ہو جس کو پانی میں ڈال کر ہاتھ دھوئے تو اس صورت میں وضو نہ کرنا چاہیے۔

۲۔ وضو کے بعد اگر کسی عضو کی نسبت نہ دھونے کا شبہ ہو لیکن وہ عضو متعین نہ ہو تو ایسی صورت میں شک دفع کرنے کے لئے بائیں پیر کو دھوئے اسی طرح اگر وضو کے درمیان میں کسی عضو کی نسبت یہ شبہ ہو تو ایسی حالت میں اخیر عضو کو دھوئے مثلاً کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے بعد یہ شبہ ہو تو منہ دھو ڈالے اور اگر پیر دھوتے وقت یہ شبہ ہو تو ہاتھ دھو ڈالے یہ اس وقت ہے کہ اگر کبھی کبھی شبہ ہوتا ہو اور اگر کسی کو اکثر اس قسم کا شبہ ہوتا ہو تو اس کو چاہیے کہ اس شبہ کی طرف خیال نہ کرے اور اپنے وضو کو کامل سمجھے۔

۳۔ عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو کرنا مکروہ ہے

۴۔ ناپاک جگہ وضو کرنا درست نہیں۔

۵۔ مسجد میں وضو کرنا درست نہیں ہاں اگر اس طرح وضو کرے کہ وضو کا پانی مسجد میں نہ گرنے پائے تو خیر۔

۶۔ دانت پر میل آجانے کے وقت، سواٹھنے کے بعد، منہ میں بدل بوا جانے کے وقت، خانہ کعبہ میں داخل ہونے کے وقت، کسی مجلس اور مجمع میں جانے کے لئے، قرآن مجید پڑھنے کے لئے، مسواک کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ایک وضو سے دوسرے وقت کی نماز پڑھے تو اس کو بھی مسواک کرنا مستحب ہے۔ (شامی)

۷۔ وضو کے بعد وضو کے اعضا کا کسی کپڑے وغیرہ سے لپونچہ ڈالنا جائز ہے مگر لپونچے میں مبالغہ اچھا نہیں جس کپڑے سے وضو کا پانی پوچھا جائے اس کو صاف پاک ہونا چاہیے جو کپڑا استنجا کے بعد استعمال کیا جائے اس سے وضو کا پانی نہ پوچھنا چاہیے۔

۸۔ اگر کسی شخص کا پیر معہ ٹخنے کے کٹ گیا ہو اور دوسرے پیر میں موزہ پہنے ہو تو اس کو صرف ایک ہی موزے پر مسح جائز ہے۔

۹۔ جس شخص کو ایسا مرض ہو جس میں وضو کی توڑنے والی چیزیں برابر جاری رہتی ہوں اس کو مستحب ہے کہ نماز کے اخیر وقت مستحب تک انتظار کر کے وضو کرے شروع وقت میں نہ کرے اس خیال سے کہ شاید بعد وقت تک اس کا وہ مرض دفع ہو جائے۔

۱۰۔ کافر کا وضو صحیح ہے اس لئے کہ وضو کے صحیح ہونے میں مسلمان ہونا شرط نہیں ہاں واجب ہونے کے لئے البتہ اسلام شرط ہے۔ اگر کوئی کافر حالت کفر میں وضو کرے اور اس کے بعد قبل اس کے کہ کوئی چیز وضو کے توڑنے والی پانی جائے اسلام لائے تو وہ اسی وضو سے نماز وغیرہ پڑھ سکتا ہے

اگر کسی سر میں اس قدر رو د ہو یا زخم وغیرہ ہوں کہ سر کا مسح نہ کر سکے تو اس کو سر کا مسح معاف ہے

غسل کا بیان

فقہاء کی اصلاح میں غسل سر سے پیر تک جسم کی تمام اس سطح کے دھونے کو کہتے ہیں جس کا دھونا بغیر کسی قسم کی تکلیف کے ممکن ہو۔

۱۔ مسلمان ہونا کافر پر غسل واجب نہیں۔

۲۔ بالغ ہونا، نابالغ پر غسل واجب نہیں۔

۳۔ عاقل ہونا، دیوانے اور مست اور بیہوش پر غسل واجب نہیں۔

۴۔ مسطہ پانی کے استعمال پر قادر ہونا جس شخص کو قدرت نہ ہو اس پر غسل واجب نہیں۔

۵۔ نماز کا اس قدر وقت ملنا کہ جس میں غسل کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہو۔ اگر کسی کو اتنا وقت نہ

ملے تو اس پر اس وقت غسل واجب نہیں۔

مثال۔ کسی کو ایسے تنگ وقت میں نہانے کی ضرورت ہو کہ غسل کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش نہ ہو یا

کوئی عورت ایسے ہی تنگ وقت میں حیض یا نفاس سے پاک ہو۔

۶۔ حدث اکبر کا پایا جانا، جو حدث اکبر سے پاک ہو اس پر غسل واجب نہیں۔

۷۔ نماز کے وقت کا تنگ ہونا، شروع وقت میں غسل واجب نہیں۔

غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں :-

۱۔ تمام جسم کے ظاہری حصہ پر پانی کا پہنچ جانا بشرطیکہ

کوئی عذر نہ ہو۔ اگر بغیر کسی عذر کے کوئی

ظاہری حصہ جسم کا بال برابر بھی خشک رہ جائے گا تو غسل صحیح نہ ہوگا۔

۲۔ جسم پر ایسی چیز کا نہ ہونا جس کی وجہ سے جسم تک پانی نہ پہنچ سکے۔

مثال۔ جسم پر چربی یا خشک موم یا خمیر وغیرہ لگا ہوا ہو یا انگلیوں میں تنگ انگوٹھی چھلے وغیرہ ہوں یا

کانوں میں تنگ بالیاں ہوں کہ سوراخ میں پانی نہ پہنچ سکے۔

۳۔ جن چیزوں سے حدث اکبر ہوتا ہے ان چیزوں کا حالت غسل میں نہ ہونا، کوئی عورت حیض یا

نفاس کی حالت میں غسل کرے یا کوئی مرد منیٰ کرنے کی حالت میں غسل کرے تو صحیح نہ ہوگا۔

غسل کے فرض ہونے کی صورت

حدیث اکبر سے پاک ہونے کے لئے غسل فرض ہے اور حدیث اکبر کے پیدا ہونے کے چار سبب ہیں
 خروج منی یعنی منی کا اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہو کر جسم سے باہر نکلنا سوتے میں یا جاگ
 پہلا سبب :- میں، بیہوشی میں یا ہوش میں، جماع سے یا بغیر جماع کے کسی خیال و تصور سے یا خاف
 حصہ کو ہاتھ سے حرکت دینے سے یا لواطت سے یا کسی مردہ یا جانور سے خواہش پورا کرنے سے۔
 اگر منی اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہوئی مگر خاص حصہ سے باہر نکلنے وقت شہوت نہ تھی تب بھی غسل
 فرض ہو جائے گا۔

مثال :- منی اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہوئی مگر اس نے اپنے خاص حصہ کے سوراخ کو ہاتھ سے بند کر لیا۔
 روئی وغیرہ رکھ لی تھوڑی دیر کے بعد جب شہوت جاتی رہی تو اس نے خاص حصہ کے سوراخ سے
 ہاتھ یا روئی ہٹالی اور منی بغیر شہوت خارج ہو گئی۔
 اگر کسی کے خاص حصہ سے کچھ منی نکلی اور کچھ اندر باقی رہ گئی اور اس نے غسل کر لیا بعد غسل کے
 وہ منی جو باقی رہ گئی تھی بغیر شہوت کے نکلی تو اس صورت میں پہلا غسل باطل ہو جائے گا دوبارہ پھر غسل
 فرض ہے بشرطیکہ یہ باقی منی قبل سونے کے اور قبل پیشاب کرنے کے اور قبل چالیس قدم یا اس سے
 زیادہ چلنے کے نکلے۔

اگر کسی کے خاص حصہ سے بعد پیشاب کے منی نکلے تو اس پر بھی غسل فرض ہوگا بشرطیکہ شہوت کے
 ساتھ ہو۔ اگر کسی مرد یا عورت کو اپنے جسم یا کپڑے پر سوا سٹھنے کے بعد تری معلوم ہو تو اس میں چودہ صورتیں

۱۔ مرد کے جسم میں منی کی جگہ پیٹھ ہے اور عورت کے جسم میں سینہ کی ڈیریاں۔ ۱۲۔ درختارہ وغیرہ

۲۔ سونے کی حالت میں عورتوں کی منی گرتی ہے احادیث سے ثابت ہے۔ ۱۲۔ م۔ ل۔

۳۔ جلگتے میں بغیر جماع کے منی نکلنے کی صورتیں مردوں کے ساتھ خاص ہیں عورتوں کی منی بیداری میں بغیر جماع کے نہیں ۱۲

۴۔ لواطت کی کسی کے مشترک حصہ میں اپنے خاص حصہ کے داخل کرنے کو کہتے ہیں خواہ وہ مشترک حصہ مرد کا ہو یا عورت کا۔ ۱۲

۵۔ یہ مذہب امام صاحب اور امام محمد کا ہے اور قاضی ابو یوسف کے نزدیک حصہ سے باہر نکلنے وقت بھی شہوت

فرض ہے لہذا ان کے نزدیک اس صورت میں غسل فرض نہ ہوگا۔ ۱۲

ہیں بجز ان کے سات صورتوں میں غسل فرض ہے

۱۔ یقین ہو جائے کہ یہ منی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۲۔ یقین ہو جائے کہ یہ منی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

۳۔ یقین ہو جائے کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۴۔ شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

۵۔ شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۶۔ شک ہو کہ یہ مذی ہے یا مذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

۷۔ شک ہو کہ منی ہے یا مذی ہے یا مذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

اگر کسی شخص کا خفقہ نہ ہو اور اس کی منی خاص حصہ کے سوراخ سے باہر نکل کر اس کھال کے اندر رہ جائے جو خفقہ میں کاٹ دی جاتی ہے تو اس پر غسل فرض ہو جائے گا اگرچہ وہ منی اس کھال سے باہر نہ نکلی ہو۔ (بجز الرائق وغیرہ)

ایلاج یعنی کسی با شہوت مرد کے خاص حصہ کے سر کا کسی زندہ عورت کے خاص حصہ سے باہر نکلنا۔ حصہ میں یا کسی دوسرے زندہ آدمی کے مشترک حصہ میں داخل ہونا خواہ وہ مرد ہو یا عورت یا صحت منی گرسے یا نہ گرسے اس صورت میں اگر دونوں میں غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہیں تو دونوں پر در نہ جس میں پائی جاتی ہیں اس پر غسل فرض ہو جائے گا۔ اگر عورت کو لڑی ہو تو اس میں یہ بھی شرط ہے کہ اس کی بکارت وہ رہے۔ (در مختار وغیرہ)

اگر عورت کم سن ہو مگر ایسی کم سن نہ ہو کہ اس کے ساتھ جماع کرنے سے اس کے خاص حصہ اور مشترک حصہ مل جائے کا خوف ہو تو اس کے خاص حصہ میں مرد کے خاص حصہ کا سر داخل ہونے سے مرد پر غسل فرض ہو جائے گا اگر اس میں غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہوں۔

جس مرد کے خفقہ کٹ گئے ہوں اس کے خاص حصہ کا سر اگر کسی کے مشترک حصہ یا عورت کے خاص حصہ میں داخل ہو تب بھی غسل فرض ہو جائے گا دونوں پر در نہ جس میں غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہوں۔ (قاضی خاں)

اگر کسی مرد کے خاص حصہ کا سر کٹ گیا ہو تو اس کے جسم سے اسی مقدار کا اعتبار کیا جائے گا۔

(بجز الرائق و در مختار وغیرہ)

اگر کوئی مرد اپنے خاص حصہ کو کپڑے وغیرہ سے لپیٹ کر داخل کرے تو اگر جسم کی حرارت محسوس

ہو تو غسل فرض ہو جائے گا۔ (بحر الرائق وغیرہ)

اگر کوئی عورت شہوت کے غلبہ میں اپنے خاص حصہ میں کسی بے شہوت مرد یا جانور کے خاص حصہ کو یا کسی لکڑی وغیرہ کو یا اپنی منگلی کو داخل کرے تب بھی اس پر غسل فرض ہو جائے گا منی گرے یا نہ گریے
اشامی حاشیہ در مختار و حاشیہ بحر الرائق

حیض یعنی کسی عورت کے خاص حصہ سے حیض کے خون کا باہر آنا کم سے کم مدت تیسرا سبب :- حیض کی تین دن تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن رات اور کم سے کم دو حیضوں کے درمیان میں عورت پندرہ دن پاک رہتی ہے یعنی ایک حیض کے بعد کم سے کم پندرہ دن تک دوسرا حیض نہ آتا ہو اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ممکن ہے کہ کسی عورت کو تمام عمر حیض نہ آئے حیض کی مدت میں سوا خالص سپیدی کے اور جس رنگ کا خون آئے حیض سمجھا جائے گا۔ جس عورت کے حیض کی عادت مقرر ہو گئی ہو اس کو اگر عادت سے زیادہ خون آئے مگر دس دن سے زیادہ نہ ہو تو وہ خون حیض سمجھا جائے گا۔

مثال :- کسی عورت کو پانچ دن حیض آیا کرتا ہے اس کو اگر نو دن یا دس دن خون آئے تو یہ سب حیض سمجھا جائیگا اگر کسی عورت کو تین دن رات یا زیادہ یا اگر عادت مقرر ہو گئی ہو تو عادت کے موافق خون اگر بند ہو جائے اور پندرہ دن یا اس سے زیادہ بند ہے اور اس کے بعد پھر خون آئے تو یہ دونوں خون علیحدہ علیحدہ دو حیض سمجھے جائیں گے۔

اگر کسی عورت کو دس دن سے کم حیض ہو کر بند ہو جائے اور پندرہ دن سے کم بند رہے اس کے بعد پھر خون آئے تو خون آنے کے وقت سے دس دن تک اس کے حیض کا زمانہ سمجھا جائے گا اگر عادت مقرر نہ ہو ورنہ خون آنے کے دن سے بقدر عادت کے حیض سمجھا جائے گا۔

مثال :- جس عورت کی عادت مقرر نہیں اس کو ایک دن خون آیا اس کے بعد چودہ دن تک بند رہا اس کے بعد پھر خون آیا تو ایک دن وہ جس میں خون نہیں آیا جملہ دس دن حیض سمجھے جائیں گے۔

جس عورت کی عادت سات دن حیض کی ہو اس کو ایک دن خون آیا اور چودہ دن بند رہا تو ایک دن وہ جس میں خون آیا اور چودہ دن وہ جس میں خون نہیں آیا جملہ سات دن اس کے حیض سمجھے جائیں گے۔

نفاس یعنی عورت کے خاص حصہ یا مشترک حصہ سے نفاس کے خون کا باہر نکلنا چوتھا سبب :- نفاس کا حکم اس وقت کے خون سے دیا جائے گا جو نصف سے زیادہ حصہ پچھ

کے باہر آنے کے بعد اس سے پہلے جو خون نکلے وہ نفاس نہیں۔ (بحر الرائق وغیرہ)
زیادہ سے زیادہ مدت نفاس کی چالیس دن رات ہے اور کم مدت کی کوئی حد نہیں۔ ممکن ہے کہ
کسی عورت کو بالکل نفاس نہ آئے

کم سے کم نفاس اور حیض کے درمیان میں عورت پندرہ دن ظاہر رہتی ہے
نفاس کی مدت میں سوا خالص سپیدی کے اور جس رنگ کا خون آئے وہ نفاس سمجھا جائے گا جس
عورت کی عادت مقرر ہو اس کو اگر عادت سے زیادہ خون آئے مگر چالیس دن سے زیادہ نہ ہو تو وہ سب
نفاس سمجھا جائے گا۔

مثال۔ کسی عورت کو بیس دن نفاس کی عادت ہو اس کو اتالیس یا پورے چالیس دن خون آئے تو یہ
سب خون نفاس سمجھا جائیگا۔ اگر کسی عورت کو چالیس دن سے کم نفاس ہو کر بند ہو جائے گا اور پھر
چالیس دن کے اندر ہی دوسرا خون آئے اور وہ خون چالیس دن کی حد سے آگے نہ بڑھے تو یہ سب
زمانہ یعنی جس میں پہلا خون آیا اور جس میں بند رہا اور جس میں دوسرا خون آیا نفاس سمجھا جائے گا۔
اور اگر دوسرا خون چالیس دن کی حد سے آگے بڑھ جائے تو پہلے خون سے چالیس دن تک اگر
عادت مقرر نہ ہو اور اگر عادت مقرر ہو تو بقدر عادت کے نفاس سمجھا جائے گا۔

مثال۔ ۱۔ کسی عورت کو عادت والی ہو یا بے عادت پندرہ دن نفاس ہو کہ بیس دن بند رہا اور پانچ دن
پھر خون آیا تو یہ سب زمانہ جس کا مجموعہ چالیس دن ہوتا ہے نفاس سمجھا جائے گا۔ ۲۔ جس عورت کی
عادت بیس دن نفاس کی ہو اس کو پندرہ دن خون آکر پندرہ دن بند رہے۔ اور پھر گیارہ دن خون
آئے تو پندرہ دن وہ جن میں پہلا خون آیا ہے اور وہ پانچ دن جن میں خون بند رہا جملہ بیس دن اس کا
نفاس ہوگا اس لئے کہ دوسرا خون چالیس دن کی حد سے آگے بڑھ گیا۔ اگر کسی عورت کے دو بچے
پیدا ہوں اور دونوں کی ولادت میں چھ مہینے سے کم فاصل ہو تو اس کا نفاس پہلے بچے کے بعد سے ہوگا
پس اگر دوسرا بچہ چالیس دن کے اندر پیدا ہو تو خون اس کے بعد آئے وہ بھی نفاس ہے بشرطیکہ
اتنے دن آئے کہ پہلے خون سے ملکر چالیس دن یا اس سے کم ہو زیادہ نہ ہو اور اگر اتنے دن ہو کہ پہلے
خون سے مل کر چالیس دن سے زیادہ ہو جائے تو اگر اس کی عادت مقرر نہ ہو تو چالیس دن تک ورنہ
جس قدر عادت ہے اس قدر نفاس سمجھا جائے۔ اگر کسی عورت کے دو بچے پیدا ہوں اور دونوں
کی ولادت میں چھ مہینے یا اس سے زیادہ کا فاصل ہو اور دونوں بچوں کے بعد خون آئے تو وہ دونوں
خون علیحدہ علیحدہ دو نفاس سمجھے جائیں گے۔

اگر کسی عورت کے پیٹ میں زخم وغیرہ کی وجہ سے سوراخ ہو گیا ہو اور لڑکا اس سوراخ سے پیدا ہو تو اگر خون اس کے خاص حصہ یا مشترک حصہ سے باہر آئے تو وہ نفاس سمجھا جائے گا۔ (بحر الرائق وغیرہ)

۱۔ نو برس سے کم عمر والی عورت کو جو خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں خواہ تین دن راست آئے یا اس سے کم۔

۲۔ پچپن سال یا اس سے زیادہ عمر والی عورت کو جو خون آئے وہ حیض نہیں بشرطیکہ خالص سرخ یا یا سرخ مائل بہ سیاہی نہ ہو۔

۳۔ حاملہ عورت کو خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں۔

۴۔ تین دن رات سے کم جو خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں۔

۵۔ دس دن رات سے زیادہ جو خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں۔

۶۔ عادت والی کو اس کی عادت سے زیادہ خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں بشرطیکہ دس دن رات سے بڑھ جائے۔

مثال۔ کسی عورت کو پانچ دن حیض آنے کی عادت ہو اس کو گیارہ دن خون آئے تو جس قدر اس کی عادت سے بڑھ گیا ہے یعنی چھ دن استحاضہ میں شمار ہوں گے۔

۷۔ اگر کسی عورت کو دس دن حیض ہو کر بند ہو جائے اور پندرہ دن سے کم بند رہے اس کے بعد پھر خون آئے تو یہ دوسرا خون استحاضہ ہے حیض نہیں اس لئے کہ دو حیضوں کے درمیان میں کم سے کم پندرہ دن کا فصل ہوتا ہے۔

۸۔ بچہ کے ہنسنے سے زیادہ باہر نکلنے کے پہلے جو خون آئے وہ استحاضہ ہے نفاس نہیں اس لئے کہ نفاس اسی وقت سے ہے جب نصف یا اس سے زیادہ حصہ بچہ کا باہر آجائے۔

۹۔ چالیس دن نفاس ہو کر بند ہو جائے اور پندرہ دن سے کم بند رہے اور پھر خون آئے تو یہ دوسرا خون استحاضہ ہے حیض نہیں اس لئے کہ کم سے کم نفاس بند ہونے کے بعد پندرہ دن تک حیض نہیں ہوتا۔

۱۰۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد چالیس دن سے زیادہ خون آئے تو اگر اس کی عادت مقرر نہ ہو تو چالیس دن سے جس قدر زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے نفاس نہیں اور اگر عادت مقرر ہو تو جس قدر عادت سے زیادہ ہے وہ سب استحاضہ ہے۔

۱۱۔ اور جب تک بچہ کا نصف یا اس سے زیادہ حصہ باہر نہیں آجائے نفاس ہی کہا جائے گا ۱۲۔ م۔ ن

- مثال (۱) بے عادت والی عورت کو اکتالیس دن خون آئے تو چالیس دن نفاس ہوگا اور ایک دن استخاضہ۔
 (۲) جس عورت کو بیس دن نفاس کی عادت ہو اس کو اکتالیس دن خون آئے تو بیس دن اس کا نفاس ہوگا اور اکیس دن استخاضہ۔
 ۱۱۔ جس عورت کے دوپٹے پیدا ہوں اور دونوں میں چھ ماہ سے کم فصل ہو اور دوسرا پچھ چالیس دن کے بعد پیدا ہو جو خون اس کے بعد آئے وہ استخاضہ ہے نفاس نہیں۔

جن صورتوں میں غسل فرض نہیں

- ۱۔ منی اگر اپنی جگہ سے بشہوت نہ جدا ہو تو اگرچہ خاص حصہ سے باہر نکل آئے غسل فرض نہ ہوگا۔
 مثال۔ کسی شخص نے کوئی بوجھ اٹھایا یا اپنے سے گر پڑا یا کسی نے اس کو مارا اور اس صدمہ سے اس کی متی بغیر شہوت کے نکل آئی۔
- ۲۔ اگر منی اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہوئی مگر خاص حصہ سے باہر نہ نکلی تو غسل فرض نہ ہوگا خواہ یہ نہ نکلنا خود بخود ہو یا خاص حصہ کا سوراخ بند ہو جانے کے سبب سے خواہ ہاتھ سے بند کیا گیا ہو یا روئی وغیرہ رکھ کر۔
- ۳۔ اگر کسی شخص کے خاص حصہ سے بعد پیشاب کے بغیر شہوت کے منی نکلے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔
- ۴۔ اگر کوئی مرد کسی جانور یا مردہ کے خاص حصہ یا مشترک حصہ میں اپنا خاص حصہ داخل کرے یا اس کا خاص حصہ اپنے مشترک حصہ میں داخل کرے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔ بشرطیکہ منی نہ نکلے اسی طرح اگر کوئی عورت کسی جانور یا مردہ کا خاص حصہ یا کوئی لکڑھی یا انگلی یا اور کوئی چیز اپنے خاص حصہ یا مشترک حصہ میں داخل کرے تب بھی غسل فرض نہ ہوگا بشرطیکہ منی نہ نکلے اور خاص حصہ مشترک داخل کرنے میں یہ بھی شرط ہے کہ غلبہ شہوت کی حالت کا نہ ہو۔
- ۵۔ اگر کوئی بے شہوت لڑکا کسی عورت کے ساتھ جماع کرے تو کسی پر غسل فرض نہ ہوگا اگرچہ عورت مکلف ہو۔
- ۶۔ اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ اپنے ہی مشترک حصہ میں داخل کرے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔
- ۷۔ اگر کوئی مرد کسی کم سن عورت کے ساتھ جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا۔ بشرطیکہ منی نہ گھرے اور وہ عورت اس قدر کم سن ہو کہ اس کے ساتھ جماع کرنے میں خاص حصہ اور مشترک حصہ کے مل جانے کا خوف ہو۔

۸- اگر کوئی مرد اپنے خاص حصہ میں کپڑا لپیٹ کر جماع کرے اور کپڑا اس قدر موٹا ہو کہ جسم کی حرارت اس کی وجہ سے نہ محسوس ہو تو غسل فرض نہ ہوگا۔

۹- اگر کسی کنواری عورت کے ساتھ صحبت کی جائے اور اس کی بکارت زائل نہ ہو تو غسل فرض نہ ہوگا۔ (مراۃ الفلاح)

۱۰- اگر کوئی مرد اپنے خاص حصہ کا جز مقدار سر سے کم داخل کرے تب بھی غسل فرض نہ ہوگا۔

۱۱- نذی اور ودی کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

۱۲- اگر کسی عورت کے خاص حصہ میں مرد کی منی بغیر مرد کے خاص حصہ کے داخل ہوئے چلی جائے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

۱۳- اگر کسی عورت کے بچہ پیدا ہو اور خون بالکل نہ نکلے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

۱۴- استحاضہ سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

۱۵- اگر کسی شخص کو منی جاری رہنے کا مرض ہو تو اس کے اوپر منی نکلنے سے غسل فرض نہ ہوگا۔

۱۶- سو اٹھنے کے بعد کپڑوں پر تری دیکھنے کی بقیہ سات صورتوں میں غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۱) یقین ہو جائے کہ یہ نذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۲) شک ہو کہ یہ منی یا نذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۳) شک ہو کہ یہ منی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۴) شک ہو کہ یہ نذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۵) یقین ہو جائے کہ یہ ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۶) یقین ہو جائے کہ ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

(۷) شک ہو کہ یہ منی ہے یا نذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو ہاں دوسری تیسری ساتویں صورت میں احتیاطاً غسل کر لینا ضروری ہے۔

۱۷- حصہ (عمل) کے مشترک حصہ میں داخل ہونے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

۱۸- اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ کسی عورت یا مرد کی ناف میں داخل کرے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

۱۹- اگر کوئی شخص خواب میں اپنی منی گرتے ہوئے دیکھے اور منی گرنے کی لذت بھی اس کو محسوس ہو مگر

کپڑوں پر تری یا کوئی اثر نہ معلوم ہو تو غسل فرض نہ ہوگا۔

جن صورتوں میں غسل واجب ہے

- ۱- اگر کوئی کافر اسلام لائے اور حالت کفر میں اس کو حدث اکبر ہوا ہو اور وہ نہ نہایا ہو یا نہایا ہو مگر شرعاً وہ غسل صحیح نہ ہوا ہو تو اس پر بعد اسلام کے نہانا واجب ہے۔
- ۲- اگر کوئی شخص پندرہ برس کی عمر سے پہلے بالغ ہو جائے تو اس کا نہانا واجب ہے
- ۳- مسلمان مردے کی لاش کو نہلانا زندہ مسلمان پر واجب کفایہ ہے۔

جن صورتوں میں غسل سنت ہے

- ۱- جمعہ کے دن بعد نماز فجر کے نماز جمعہ کے لئے ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر نماز جمعہ واجب ہو۔
- ۲- عیدین کے دن بعد فجر ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر عیدین کی نماز واجب ہے۔
- ۳- حج یا عمرہ کے احرام کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔
- ۴- حج کرنے والے کو عرفہ کے دن بعد زوال کے غسل کرنا سنت ہے۔

جن صورتوں میں غسل مستحب ہے

- ۱- اسلام لانے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے اگرچہ حدث اکبر سے پاک ہو۔
- ۲- کوئی مرد یا عورت جب پندرہ برس کی عمر کو پہنچے اور اس وقت تک کوئی علامت جوانی کی اس میں نہ پائی جائے تو اس کو غسل کرنا مستحب ہے۔
- ۳- بچنے لگوانے کے بعد اور جنون اورستی اور بے ہوشی رفع ہو جانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔
- ۴- مردے کو نہلانے کے بعد نہلانے والوں کو غسل کرنا مستحب ہے۔
- ۵- شب بارات یعنی شعبان کی پندرہویں رات کو غسل کرنا مستحب ہے۔

- ۶۔ لیلتہ القدر کی راتوں میں اس شخص کو غسل کرنا مستحب ہے جس کو لیلتہ القدر معلوم ہو۔
- ۷۔ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔
- ۸۔ مزدلفہ میں بٹھہرنے کے لئے دسویں تاریخ کی صبح کو بعد نماز فجر کے غسل مستحب ہے۔
- ۹۔ طواف زیارت کے لئے غسل مستحب ہے۔
- ۱۰۔ کنکری پھینکنے کے وقت غسل مستحب ہے۔
- ۱۱۔ کسوف اور خسوف اور استسفا کی نمازوں کے لئے غسل مستحب ہے۔
- ۱۲۔ خوف اور مصیبت کی نمازوں کے لئے غسل مستحب ہے۔
- ۱۳۔ کسی گناہ سے توبہ کرنے کے لئے غسل مستحب ہے۔
- ۱۴۔ سفر سے واپس آنے والے کو غسل مستحب ہے جب وہ اپنے وطن پہنچ جائے۔
- ۱۵۔ استخاضہ والی عورت کو غسل کرنا مستحب ہے جب اس کا استخاضہ دفع ہو جائے۔
- ۱۶۔ جو شخص قتل کیا جاتا ہو اس کو غسل کرنا مستحب ہے۔

غسل کا مسنون و مستحب طریقہ

جو غسل کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ کوئی کپڑا مثل لنگی وغیرہ کے باندھ کر نہائے اور اگر بہنہ ہو کر نہائے تو کسی ایسی جگہ نہائے کہ جہاں کسی نامحرم کی نظر نہ پہنچ سکے اور اگر کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو زمین پر انگلی سے ایک دائرہ کھینچ کر اس کے اندر لیسم الشد پڑھا کر نہائے۔

۷۔ لیلتہ القدر رمضان المبارک کی ۲۱ یا ۲۳ یا ۲۵ یا ۲۹ تاریخ کو ہوتی ہے اس کو معلوم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ کسی کو کشف اولیٰ الہام سے مدام ہو جائے کہ آج لیلتہ القدر ہے یا جو علامتیں اس رات کی مذکور ہیں ان کو دیکھ کر کوئی شخص معلوم کرے کہ آج لیلتہ القدر ہے ۱۲۔

۸۔ مزدلفہ ایک مقام ہے مکہ اور منیٰ کے درمیان میں وہاں حاجی جمع ہوتے ہیں اسی لئے اس کو بھی جمع کہتے ہیں ۱۲۔

۹۔ طواف زیارت وہ طواف ہے جو دی حجہ کی دسویں یا تیرھویں تاریخ کو کیا جاتا ہے ۱۲۔

۱۰۔ منیٰ میں حاجی لوگ دسویں گیارھویں بارھویں تاریخ کو کنکری پھینکتے ہیں۔

۱۱۔ کسوف سورج گرہن کو اور خسوف چاند گرہن کو کہتے ہیں ان دونوں گرہنوں میں دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے ۱۲۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ سے پانی برسنے کی دعا مانگنے کو استسفا کہتے ہیں ایسے وقت میں ایک خاص طریقہ سے نماز بھی پڑھی جاتی ہے ۱۲۔

عدت کو اور برہنہ نہانے والے کو بیٹھ کر نہانا چاہیے اگر کوئی مرد کپڑے پہنے ہوئے نہا کے اس کو اختیار ہے چاہے بیٹھ کر نہائے اور چاہے کھڑے ہو کر اگر برہنہ نہائے تو نہاتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو گٹھوں تک تین مرتبہ دھوئے اس کے بعد اپنے خاص حصہ یعنی خصیتین کے دھوئے اگر ان پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ ہو۔ اس کے بعد اگر بدن پر کہیں نجاست حقیقیہ ہو تو اسکو دھو ڈالے اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو مٹی سے مل کر دھوئے اس کے بعد پورا وضو کر کے یہاں تک کہ سر کا مسح بھی اور اگر کسی ایسے مقام پر نہاتا ہو جہاں غسل کا پانی جمع رہتا ہو تو پیروں کو اس وقت تک نہ دھوئے بلکہ بعد فراغت غسل کے دوسری جگہ ہٹ کر پیروں کو دھوئے اگر یہ غسل فرض ہو اور اس وضو میں ہوا بسم اللہ کے اور کوئی دعا نہ پڑھے وضو کے بعد اپنے بالوں میں انگلیاں ڈال کر تین مرتبہ سر کا خلال کر کے پہلے دائیں جانب کا پھر بائیں جانب کا اس کے بعد اپنے سر پر پانی ڈالے پھر داہنے شانے پر پھر بائیں شانے پر اور تمام جسم کو ہاتھوں سے ملے اسی طرح دوبارہ اور تمام جسم پر اسی ترتیب سے پانی ڈالے تاکہ تین بار تمام جسم پر پانی پہنچ جائے اس کے بعد چاہے اپنے جسم کو کسی کپڑے سے پونچھ ڈالے اور نہاتے وقت کسی سے کوئی بات بغیر سخت ضرورت کے نہ کرے۔

غسل کے فرائض

غسل میں ایک فرض ہے تمام بدن کے ظاہری حصہ کا سر سے پیر تک دھونا اس طرح کہ بال برابر کوئی حصہ جسم کا خشک نہ رہنے پائے۔ ناف کا دھونا فرض ہے۔ ڈاڑھی مونچھ اور ان کے نیچے کی سطح کا دھونا فرض ہے اگرچہ یہ چیزیں گھنی ہوں اور ان کے نیچے کی جلد نظر نہ آتی ہو۔ سر کے بالوں کا کھگونا فرض ہے اگرچہ ان میں گوند یا خطمی لگی ہو۔ انگوٹھی اگر تنگ ہو اور کان کے سوراخوں میں بالیاں ہوں کہ بے حرکت دئے ہوئے پانی جسم تک نہ پہنچے تو ان کا حرکت دینا فرض ہے اور کان کے سوراخوں میں اگر بالیاں نہ ہوں اور سوراخ اگر بند نہ ہوئے ہوں تو اگر بغیر ہاتھ سے ملے ہوئے یا کوئی تنکا وغیرہ ڈالے ... ہوئے پانی ان میں نہ پہنچے تو تنکے وغیرہ کا ڈال کر ان میں پہنچانا فرض ہے جس کا ختم نہ ہوا ہو اسکو جلد کا دھونا فرض ہے جو ختم نہ کی کھال کے نیچے چھپی ہے اگر اس کھال کو اوپر چڑھانے میں تکلیف نہ ہو۔

غسل میں جن اعضاء کا دھونا فرض نہیں

۱- بدن کا منہ اگر اس پر کوئی نجاست حقیقیہ ایسی نہ ہو جو بغیر ملے ہوئے دور نہ ہو سکے۔

۲۔ عورت کو اپنے خاص حصّہ کے اندرونی جزو کا انگلی وغیرہ ڈال کر صاف کرنا۔

۳۔ جسم کے اس حصّہ کا دھونا جس کے دھونے سے تکلیف یا ضرر ہو۔

مثال۔ آنکھ کے اندر کی سطح کا دھونا اگرچہ اس میں نجس سر نہ لگا ہو۔ (۲) عورت کو اپنے کان کے اس سوراخ کا تنکا وغیرہ ڈال کر دھونا جو بند ہو گیا ہو جس مرد کا ختنہ نہ ہوا ہو اور اس کو ختنہ کی کتال کو اوپر چڑھانے میں تکلیف ہو تو اس کو اس کھال کے نیچے کی جلد کا دھونا۔ عورت کو اپنے گندھے ہوئے بالوں کا کھولنا بشرطیکہ بغیر کھولے ہوئے بالوں کی جڑیں بھیجک جائیں اگر بالوں میں گرہ پڑ گئی ہو تو اس کا کھولنا۔

۱۔ کلی کرنا

غسل کے واجبات :- ۲۔ ناک میں پانی لینا۔

۳۔ مردوں کو اپنے گندھے ہوئے بالوں کا کھول کر تر کرنا۔

۴۔ ناک کے اندر جو میل ناک کے لعاب سے جم جاتا ہے اس کو چھڑا کر اس کے نیچے کی سطح کا دھونا۔

غسل کی سنتیں :- ۱۔ خدا کی خوشی اور ثواب کے لئے نہاتا ہوں نہ بدن صاف کرنے کے لئے۔

۲۔ اسی ترتیب سے غسل کرنا جس ترتیب سے لکھا گیا یعنی پہلے ہاتھوں کا دھونا پھر خاص حصّہ کا دھونا پھر نجاست حقیقیہ کا دھونا اگر ہو پھر پورا وضو اور اگر ایسی جگہ ہو جہاں پانی جمع ہو تو پیروں کا بعد غسل کے دوسری جگہ ہٹ کر دھونا پھر تمام بدن پر پانی بہانا۔

۳۔ بسم اللہ کا کہنا۔

۴۔ مسواک کرنا۔

۵۔ ہاتھ پیروں کا اور ڈاڑھی کا تین مرتبہ خلال کرنا۔

۶۔ بدن کو ملنا

۷۔ بدن کو اس طرح دھونا کہ باوجود جسم اور ہوا کے معتدل ہونے کے ایک حصّہ خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرے حصّہ کو دھو ڈالے۔

۸۔ تمام جسم پر تین مرتبہ پانی بہانا۔

غسل کے مستحبات :- ۱۔ ایسی جگہ نہانا جہاں کسی نامحرم کی نظر نہ پہنچے یا تہ بند وغیرہ باندھ کر نہانا۔

۲۔ داہنے جانب کو بائیں جانب سے پہلے دھونا۔

- ۳۔ سر کے دلہنے حصہ کا پہلے خلال کرنا پھر بائیں حصہ کا۔
- ۴۔ تمام جسم پر پانی اس ترتیب سے بہانا کہ پہلے سر پر پھر داہنے شانے پر پھر بائیں شانے پر۔
- ۵۔ جو چیزیں وضو میں مستحب ہیں وہ غسل میں بھی مستحب ہیں سوا قبلہ رو ہونے اور دعا پڑھنے اور غسل سے بچے ہوئے پانی کا کھڑے ہو کر پینا بھی مستحب نہیں۔

غسل کے مکروہات :-

۱۔ بلا ضرورت ایسی جگہ نہانا جہاں کسی غیر محرم کی نظر پہنچ سکے۔

۲۔ برہنہ نہانے والے کو قبلہ رو ہونا۔

۳۔ غسل میں سوا بسم اللہ کے اور دعاؤں کا پڑھنا۔

۴۔ بے ضرورت کلام کرنا۔

۵۔ جتنی چیزیں وضو میں مکروہ ہیں وہ غسل میں بھی مکروہ ہیں۔

حدیث اکبر کے احکام

جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان کے پیدا ہونے سے جو اعتباری حالت انسان کے جسم کو طاری ہوتی ہے اس کو حدیث اکبر کہتے ہیں۔

۱۔ جو چیزیں حدیث اصغر میں متع ہیں وہ حدیث اکبر میں بھی متع ہیں جیسے نماز اور مسجد تلامت کا ہو یا شکرانہ کا، قرآن مجید بغیر کسی حائل کے چھونا وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ مسجد میں داخل ہونا حرام ہے ہاں اگر کوئی سخت ضرورت ہو تو جائز ہے۔

مثال۔ کسی شخص کے گھر کا دروازہ مسجد میں ہو اور کوئی دوسرا راستہ اس کے نکلنے کا ہو اس کے دہرے کو اس کو مسجد میں تیمم کر کے جانا جائز ہے۔ کسی مسجد میں پانی کا چشمہ یا کنواں یا حوض ہو اور اس کے سوا کہیں پانی نہ ہو تو اس مسجد میں تیمم کر کے جانا جائز ہے۔

۳۔ قرآن مجید کا بقصد تلاوت کرنا حرام ہے اگرچہ ایک آیت سے کم ہو اور اگر یہ فسوخ التلاوت ہو۔

۴۔ کعبہ مکرمہ کا طواف کرنا حرام ہے۔

۵۔ قرآن مجید کا چھونا جن شرائط سے حدیث اصغر میں جائز ہے انہیں شرائط سے حدیث اکبر میں بھی جائز ہے۔

۶۔ عید گاہ میں اور مدرسہ میں اور خانقاہ وغیرہ میں جانا جائز ہے۔

۷۔ قرآن مجید کی ان آیتوں کو جن میں رعایا اللہ تعالیٰ کی تعریف ہو بقصد دعا کے پڑھنا جائز ہے۔ کوئی شخص سورہ فاتحہ یا اور کسی ایسی ہی آیت کو بطور دعا کے پڑھے تو جائز ہے۔

- ۸۔ حیض و نفاس کی حالت میں عورت کے ناف اور زانو کے درمیان کے جسم کو دیکھنا یا اس سے اپنے جسم کو ملانا بشرطیکہ کوئی کپڑا درمیان میں نہ ہو مگر وہ تھوڑی سی ہے اور جماع کرنا حرام ہے
- ۹۔ استحاضہ کی حالت میں صرف جماع کرنا حرام ہے اگرچہ اس سے حدث اکبر نہیں ہوتا۔
- ۱۰۔ حیض و نفاس کی حالت میں عورت کو روزہ رکھنا حرام ہے
- ۱۱۔ حیض والی عورت اگر کسی کو قرآن مجید پڑھاتی ہو اس کو ایک ایک لفظ کا رک رک کر پڑھانے کی غرض سے کہنا جائز ہے ہاں پوری آیت کا ایک دم پڑھ دینا اس وقت بھی ناجائز ہے۔
- ۱۲۔ حیض اور نفاس کی حالت میں عورت کے بوسے لینا اور اس کا چھوٹا پانی وغیرہ پینا اور اس سے لپٹ کرنا سونا اور اس کے ناف اور ناف کے اوپر اور زانو اور زانو کے نیچے کے جسم سے اپنے جسم کو ملانا اگرچہ کپڑا درمیان میں نہ ہو اور ناف اور زانو کے درمیان میں کپڑے کے ساتھ ملانا جائز ہے بلکہ حیض کی وجہ سے عورت سے علیحدہ ہو کر سونا یا اس کے اختلاط سے بچنا مکروہ ہے

غسل کے متفرق مسائل

- ۱۔ اگر کوئی مرد سوا ٹھنڈے کے بعد اپنے کپڑوں پر تری دیکھے اور قبل سونے کے اس کے خاص حصہ کو اتار دے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا اور وہ تری مذی سمجھی جائے گی بشرطیکہ احتلام یا دن نہ ہو اور اس تری کے منی ہونے کا خیال نہ ہو۔ (در مختار)
- ۲۔ اگر دو مرد یا دو عورتیں یا ایک مرد اور ایک عورت ایک ہی بستر پر لپٹیں اور سوا ٹھنڈے کے بعد اس بستر پر منی کا نشان پایا جائے اور کسی طریقہ سے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ کس کی منی ہے اور نہ اس بستر پر ان سے پہلے کوئی اور سویا ہو تو ان صورتوں میں دونوں پر غسل فرض ہوگا اور اگر ان سے پہلے کوئی اور شخص اس بستر پر سوچکا ہے اور منی خشک ہے تو ان دونوں صورتوں میں کسی پر غسل فرض نہ ہوگا۔ (در مختار و بحر الرائق وغیرہ)
- ۳۔ عورتوں کو حیض و نفاس کے وقت اپنے خاص حصہ میں روئی یا کپڑا رکھنا سنت ہے کنواری ہوں یا نہ ہوں۔
- ۴۔ چونکہ عورتوں کو ہر مہینہ حیض آتا ہے اور پانچ سات روز رہتا ہے اس لئے بخیاں ہر چھ تعلیم اس قدر اجازت دی گئی۔
- ۵۔ اگر وہ ہونے کی وجہ سے ایک یا دو بار سوا ٹھنڈا کہ حیض کی حالت میں وہ عورتوں کو الگ کر دیتے تھے اور ان کے اختلاط سے پہلے کرتے تھے۔ اور یہ وہ وغیرہ کی مشابہت ہم لوگوں کو منع ہے دوسرے یہ کہ صحیح احادیث میں ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حالت حیض میں اختلاط فرماتے تھے۔ ۱۲۔

- نہیں اور جو کنواری نہ ہوں ان کو بغیر حیض و نفاس کے بھی روٹی رکھنا مستحب ہے
- ۴۔ حیض و نفاس کا حکم اس وقت سے دیا جائے گا جب خون جسم کے ظاہری حصہ تک آجائے اور اگر خاص حصہ میں روئی وغیرہ ہو تو اس کا وہ حصہ تر ہو جائے جو جسم کے ظاہری حصہ کے مقابل ہے ہاں اگر روئی نکالی جائے تو اگر اس کے اندرونی حصہ میں خون ہوگا تب بھی حیض و نفاس کا حکم دے دیا جائے گا اس لئے کہ نکالنے کے بعد وہ اندرونی حصہ بھی خارجی حصہ بن گیا
- ۵۔ اگر کوئی عورت روئی رکھنے کے وقت ظاہر تھی اور جب اُس نے روئی نکالی تو اس میں خون کا اثر پایا تو جس وقت سے اُس نے روئی نکالی اسی وقت سے اس کا حیض و نفاس سمجھا جائے گا اس سے پہلے نہیں یہاں تک کہ اس سے پہلے کی اگر کوئی نماز اس کی قضا ہوئی ہوگی تو وہ بعد حیض کے پڑھنا پڑے گی اور اگر عورت روئی رکھتے وقت حائضہ تھی اور جس وقت روئی نکالی اس وقت اس پر خون کا نشان نہ تھا تو اس کی طہارت اسی وقت سمجھی جائیگی جب سے اُس نے روئی رکھی تھی۔ اسی طرح اگر کوئی عورت سو اٹھنے کے بعد حیض دیکھے تو اس کا حیض اسی وقت سے ہوگا جب سے بیدار ہوئی ہے اس سے پہلے نہیں اور اگر کوئی حائضہ سو اٹھنے کے بعد اپنے کو ظاہر پائے تو جب سے سوتی ہے اسی وقت سے ظاہر سمجھی جائے گی۔ (بھرائائق در مختار در مختار وغیرہ)
- ۶۔ اگر کوئی ایسی جوان عورت جس کو ابھی تک حیض نہیں آیا اپنے خاص حصہ سے خون آتے ہوتے دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اس کو خون حیض سمجھ کر نماز وغیرہ چھوڑ دے پھر اگر وہ خون تین دن رات سے پہلے بند ہو جائے تو اس کی جس قدر نمازیں چھوٹ گئی ہیں ان کی قضا پڑھنا ہوگی اس لئے کہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ خون حیض نہ تھا استحاضہ تھا حیض تین دن رات سے کم نہیں آتا (بھرائائق در مختار وغیرہ) اسی طرح اگر کوئی عورت اپنی عادت سے زیادہ خون دیکھے اور عادت اس کی دس دن سے کم ہو تو اس کو چاہیے کہ اس خون کو حیض سمجھ کر نماز وغیرہ پڑھے اور غسل نہ کرے پس اگر وہ فون دس دن رات سے زیادہ ہو جائے تو جس قدر اس کی عادت سے زیادہ ہو گیا ہے استحاضہ سمجھا جائیگا اور اس زمانہ کی نمازیں اسکو قضا پڑھنا ہوگی۔ (بھرائائق وغیرہ)
- ۷۔ جس عورت کا حیض دس دن رات تک بند ہوا ہو اس سے بغیر غسل کے خون بند ہوتے ہی جماع ہائز ہے اور جس عورت کا خون دس دن رات سے کم کر بند ہوا ہو تو اگر اسکی عادت سے بھی کم کر بند ہوا ہے
- ۸۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ تین دن رات سے پہلے نماز چھوڑنا چاہیے۔ مگر صحیح اور مفتی بہ وہی قول ہے جو ہم نے اختیار کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

تو اس سے جماع جائز نہیں جب تک کہ اس کی عادت نہ گزر جائے اگرچہ غسل بھی کر چکے اور عادت کے موافق آکر بند ہوا ہے تو جب تک غسل نہ کرے یا ایک نماز کا وقت نہ گزر جائے جماع جائز نہیں۔ بعد نماز کا وقت گزر جانے کے بغیر غسل کے بھی جائز ہے۔ نماز کا وقت گزر جانے سے یہ مقصود ہے کہ شروع وقت میں خون بند ہوا ہو تو باقی وقت سب گزر جائے اور اگر اخیر وقت میں خون بند ہوا ہو تو اس قدر وقت ہونا ضروری ہے کہ جس میں غسل کر کے نماز کی نیت کرنے کی گنجائش ہو اگر اس سے بھی کم وقت باقی ہو تو پھر اس کا اعتبار نہیں دوسری نماز کا پورا وقت گزرنا ضروری ہے۔ اور یہی حکم ہے نفاس کا کہ اگر چالیس دن آکر بند ہوا ہو تو خون بند ہوتے ہی بغیر غسل کے اور اگر چالیس دن سے کم آکر بند ہوا ہو اور عادت سے بھی کم ہو تو بعد عادت گزر جانے کے اور اگر عادت کے موافق بند ہوا ہو تو بعد غسل یا نماز کا وقت گزر جانے کے جماع وغیرہ جائز ہے۔ ہاں ان سب صورتوں میں مستحب یہ ہے کہ بغیر غسل کے جماع نہ کیا جائے۔ (بجہ الرائق وغیرہ)

۸۔ جس عورت کا خون دس دن رات سے کم آکر بند ہوا ہو اور اگر عادت مقرر ہو چکی ہو تو عادت سے بھی کم ہو اسکو نماز کے اخیر وقت مستحب تک غسل میں تاخیر کرنا واجب ہے اس خیال سے کہ شاید پھر خون نہ آجائے مثلاً اگر عشا کے شروع وقت خون بند ہوا ہو تو عشا کے اخیر وقت مستحب یعنی نصف شب کے قریب تک اسکو غسل میں تاخیر کرنا چاہیے اور جس عورت کا حیض دس دن یا اگر عادت مقرر ہو تو عادت کے موافق آکر بند ہوا ہو تو اسکو نماز کے اخیر وقت مستحب تک غسل میں توقف کرنا مستحب ہے اور یہی حکم ہے نفاس کا کہ اگر چالیس دن سے کم اور اگر عادت مقرر ہو تو عادت سے کم آکر بند ہو تو اخیر وقت مستحب تک غسل میں تاخیر کرنا واجب ہے اور پورے چالیس دن یا عادت مقرر ہو تو عادت کے موافق آکر بند ہو تو اخیر وقت مستحب تک غسل میں تاخیر کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔ (منہایہ، فتح قدیر، بحر الرائق)

۹۔ اگر کسی عورت کے بچہ پیدا ہوا اور خون بالکل نہ ٹپکے تب بھی احتیاطاً اس پر غسل واجب ہوگا۔ (منہایہ، بحر الرائق وغیرہ)

۱۰۔ اگر کوئی عورت غیر زمانہ حیض میں کوئی دوا ایسی استعمال کرے کہ جس سے خون آجائے تو وہ حیض نہیں۔ (اشباہ و نظائر)

۱۱۔ امام صاحب کا مذہب ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں غسل واجب نہیں ہوتا اور بعض فقہانے ان کے قول کو صحیح بھی لکھا ہے مگر چونکہ اکثر فقہاء اسی طرف ہیں اور احتیاطاً اسی میں ہی لہذا وہی قول اختیار کیا گیا۔ ۱۲

مثال۔ کسی عورت کو مہینے میں ایک دفعہ پانچ دن حیض کے پندرہ دن کے بعد دوا کے استعمال سے خون آجائے وہ حیض نہیں۔

۱۱۔ اگر کوئی عورت کوئی دوا وغیرہ استعمال کر کے یا اور کسی طرح اپنا حمل ساقط کر دے یا اور کسی وجہ سے اس کا حمل ساقط ہو جائے اور اس کے بعد خون آئے تو اگر بچہ کی شکل مثل ہاتھ پیر یا انگلی وغیرہ کے ظاہر ہوتی ہو تو وہ خون نفاس ہے۔

اور اگر بچہ کی شکل وغیرہ نہ ظاہر ہوتی ہو بلکہ گوشت کا ٹکڑا ہو تو اس کے بعد جو خون آئے وہ نفاس نہیں بلکہ اگر تین دن رات یا اس سے زیادہ آئے اور اس سے پہلے عورت پندرہ دن تک ظاہرہ چکی ہو تو یہ خون حیض ہوگا ورنہ استحصاضہ (بحر الرائق، طحطاوی وغیرہ)

۱۲۔ کسی بچہ کے تمام اعضا کٹ کٹ کر نکلیں تو اس کے اکثر اعضا نکل چکنے کے بعد جو خون آئے وہ بھی نفاس ہے

۱۳۔ ایک بار حیض یا نفاس آنے سے عادت مقرر ہو جاتی ہے مثلاً ایک دفعہ جس کو سات دن حیض آئے

اور دوسری دفعہ سات دن سے زیادہ اور دس دن سے بھی بڑھ جائے تو اس کا حیض سات ہی دن رکھا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی کو ایک مہینے دن نفاس آئے اور دوسری مرتبہ بیس دن سے زیادہ اور چالیس دن سے بڑھ جائے تو اس کا نفاس بیس ہی دن رکھا جائیگا۔ (اشامی از علامہ برکوی)

۱۴۔ اگر کسی ایسی عورت کو جس کی عادت مقرر نہیں یعنی اس کو اب تک کوئی حیض یا نفاس نہیں آیا بالغ

ہوتے ہی خون جاری ہو جائے اور برابر جاری رہے تو خون جاری ہونے کے وقت سے دس دن رات تک اس کا حیض سمجھا جائے گا اور بیس رات دن طہارت کے یعنی استحصاضہ پھر دس رات

دن حیض اور بیس رات دن استحصاضہ۔ اسی طرح برابر حساب رہے گا اور اگر اسی حالت میں اس کے بچہ پیدا ہونے کے بعد سے چالیس رات دن اس کے نفاس کے اور بیس رات دن طہارت کے

رکھے جائیں گے پھر اسی طرح دس رات دن حیض کے اور بیس رات دن طہارت کے۔

۱۵۔ اگر کسی عادت والی عورت کے خون جاری ہو جائے اور برابر جاری رہے تو اس کا حیض، نفاس

ظہر اس کی عادت کے موافق رکھا جائے گا۔ ہاں اگر اس کی عادت چھ مہینہ ظاہر رہنے کی ہو۔ تو اس کا ظہر اسکی عادت کے موافق یعنی پورے چھ مہینے نہ ہوگا بلکہ ایک گھڑی کم چھ مہینے۔

۱۶۔ اگر کسی عادت والی عورت کے خون جاری ہو جائے اور برابر جاری رہے اور اسکو یہ یاد رہے کہ مجھے

پندرہ دن کے بعد کی قید اس سے بڑھانی گئی کہ اگر پندرہ دن سے پہلے خون آئے گا تو وہ یوں بھی حیض نہ سمجھا جائیگا

اس لئے کہ حیض کے بعد پندرہ دن تک دوسرا حیض نہیں آتا دوا کے پینے کو کوئی دخل نہ ہوگا۔ ۱۲

مجھے کتنے دن حیض ہوتا تھا یا یہ یاد نہ رہے کہ مہینہ کی کس کس تاریخ سے شروع ہوتا تھا اور کب ختم ہوتا تھا یا دونوں باتیں یاد نہ رہیں تو اس کو چاہیے کہ اپنے غالب گمان پر عمل کرے یعنی جس زمانہ کو وہ حیض کا زمانہ خیال کرے اس زمانہ میں حیض کے احکام پر عمل کرے اور جس زمانہ کو طہارت کا زمانہ خیال کرے اس زمانہ میں طہارت کے احکام پر عمل کرے اور اس کا گمان کسی طرف نہ ہو تو اسکو ہر نماز کے وقت نیا وضو کر کے نماز پڑھنا چاہیے اور روزہ بھی رکھے مگر جب اس کا یہ مرض دفع ہو جائے روزہ کی قضا کرنی ہوگی اور اسکو شک کی کیفیت ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ اس کو کسی زمانہ کی نسبت یہ شک ہو کہ زمانہ حیض کا ہے یا طہر کا تو اس صورت میں ہر نماز کے وقت نیا وضو کر کے نماز پڑھے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو کسی زمانہ کی نسبت یہ شک ہو کہ یہ زمانہ حیض کا ہے یا طہر کا یا حیض سے خارج ہونیکا تو اس صورت میں وہ ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز پڑھا کرے (بحر الرائق وغیرہ) اگرچہ ابھی ان مسائل کے متعلق بہت کچھ تفصیل باقی ہے مگر چونکہ اس مقام کے مناسب نہیں اور ان کی تفصیل سے عام ناظرین کو فائدہ بھی نہیں اس لئے اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

۱۷۔ مرد کو مردوں کے سامنے برہنہ ہو کر نہانا واجب ہے بشرطیکہ غسل فرض ہو اور کوئی صورت ستر کی ممکن نہ ہو۔ اسی طرح عورت کو عورتوں کے سامنے، اور مرد کو عورتوں کے یا محنت کے سامنے اور عورتوں کو مردوں اور محنتوں کے سامنے اور محنتوں کو سب کے سامنے نہانا حرام ہے (در مختار در مختار وغیرہ) اگر کسی کو سر کا بھگونا نقصان کرتا ہو اس کو سر کا دھونا معاف ہے باقی جسم کا دھونا اس پر فرض ہے۔ (در مختار، بحر الرائق وغیرہ)

تیمم کا بیان

تیمم وضو اور غسل کا قائم مقام ہے اور منجملہ ان جلیل القدر نعمتوں کے جو اسی امت کے ساتھ خاص

۱۸۔ تیمم سن پانچ ہجری میں شروع ہوا فقہ مختصر یہ ہے کہ ایک لڑائی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ حضرت عائشہ کے تشریف لے گئے تھے اثنائے راہ میں حضرت عائشہ کا ایک باجو پانی بہن حضرت اسماء سے مانگ لائی تھیں کھو گیا حضرت کو جب یہ حال معلوم ہوا تو آپ نے وہیں قیام کر دیا اور کچھ ٹوکوں کو اس کی تلاش پر مامور فرمایا جس جگہ آپ نے قیام فرمایا تھا کہیں پانی وغیرہ نہ تھا جب نماز کا وقت آیا تو لوگوں نے بے وضو نماز پڑھ لی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا۔ اسی وقت تیمم کی آیت جو سورہ مائدہ میں ہے۔ نازل ہوئی اس کے بعد وہ ہر بھی مل گیا۔ ۱۲

ہیں۔ اگلی اُمتوں میں تیمم نہ تھا۔ خیال کرو کہ جب ان کو پانی نہ ملتا ہوگا تو وہ لوگ کیا کرتے ہوں گے یا اسی طرح نجاست کی حالت میں نماز وغیرہ پڑھتے ہوں گے یا نماز وغیرہ ان کو چھوڑنا پڑتی ہوگی۔

تیمم کے واجب ہونے کی شرطیں

- ۱۔ مسلمان ہونا، کافر پر تیمم واجب نہیں
- ۲۔ بالغ ہونا، نابالغ پر تیمم واجب نہیں۔
- ۳۔ عاقل ہونا، دیوانہ اور مست اور بے ہوش پر تیمم واجب نہیں۔
- ۴۔ حدث، اصغریا کبریا پایا جانا جو شخص دونوں حدثوں سے پاک ہو اس پر تیمم واجب نہیں۔
- ۵۔ جن چیزوں سے تیمم جائز ہے۔ ان کے استعمال پر قادر ہونا۔ جس شخص کو ان کے استعمال پر قدرت نہ ہو اس پر تیمم واجب نہیں۔
- ۶۔ نماز کے وقت کا تنگ ہو جانا شروع و تمت میں تیمم واجب نہیں۔
- ۷۔ نماز کا اس قدر وقت ملنا کہ جس میں تیمم کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہو اگر کسی کو اتنا وقت نہ ملے تو اس پر تیمم واجب نہیں۔

تیمم کے صحیح ہونے کی شرطیں

- ۱۔ مسلمان ہونا، کافر کا تیمم صحیح نہیں یعنی حالت کفر کے تیمم سے بعد اسلام کے نماز جائز نہیں ہاں اسلام لانے کے وقت جو غسل مستحب ہے اگر اس کے عوض تیمم کرے تو اس کو مستحب کے ادا کرنے کا ثواب مل جائے گا۔
- ۲۔ تیمم کی نیت کرنا جس حدیث کے سبب سے تیمم کیا جائے یا اس سے طہارت کی نیت کی جائے یا جس چیز کے لئے تیمم کیا جائے اس کی نیت کی جائے۔ مثلاً اگر نماز جنازہ کے لئے تیمم کیا جائے یا قرآن مجید کی تلاوت کے لئے تیمم کیا جائے تو اس کی نیت کی جائے مگر نماز اسی تیمم سے صحیح ہوگی جس میں حدث سے طہارت کی نیت کی جائے یا کسی ایسی عبادت مقصودہ کی نیت کی جائے جو بغیر طہارت کے نہیں ہو سکتی۔
- ۳۔ پورے حنہ اور دونوں ہاتھوں کا معرہ کہنیوں کے مسح کرنا۔

۵۔ عبادت مقصودہ وہ عبادت جس کی مشروعیت صرف ثواب اداء اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو کسی دوسری عبادت کے ادا کرنے کے لئے اس کی مشروعیت نہ ہو جیسے نماز، قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ بخلاف وضو و قرآن مجید کے پھینکے اور مسجد میں جانے کے کہ ان سے صرف ثواب مقصود نہیں ہوتا بلکہ دوسری عبادتوں کا ادا کرنا بھی منقول ہوتا ہے۔ ۱۲

- ۴- جسم پر ایسی چیز کا نہ ہونا جو مسح کو مانع ہو مثل روغن، چربی، موم یا تنگ انگوٹھی اور پھلوں وغیرہ کے
 ۵- پورے دونوں ہاتھوں سے یا ان کے اکثر حصہ سے مسح کرنا۔
 ۶- جن چیزوں سے حدث اصغریا اکبر ہوتا ہے ان کا تیمم کے وقت نہ ہونا۔ کوئی حالت عورت تیمم کرے تو صحیح نہیں۔

اور اگر ایسی عبادت کے لئے تیمم کیا جائے جو بغیر طہارت کے نہیں ہو سکتی جیسے نماز قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ تو اس کے لئے پانی کے استعمال سے معذور ہونا بھی شرط ہے اور پانی کے استعمال سے معذور ہونے کی چند صورتیں ہیں۔

پانی کے استعمال سے معذور ہونے کی صورتیں

- ۱- اس قدر پانی کا جو وضو اور غسل کے لئے کافی ہو وہاں موجود نہ ہونا بلکہ ایک میل یا ایک میل سے زیادہ فاصلہ پر ہونا
- ۲- پانی موجود ہو مگر کسی کی امانت ہو یا کسی سے غضب کیا ہوا ہو۔ (بحر الرائق در مختار)
- ۳- پانی کے زرخ کا معمول سے زیادہ گراں ہو جانا۔
- ۴- پانی کی قیمت کا نہ موجود ہونا۔ خواہ پانی قرض مل سکتا ہو یا نہیں اور بہ صورت قرض لینے کے اس کے اور پر قادر ہو یا نہیں۔ (مرآتی الفلاح)
- ۵- ہاں اگر اس کے ملک میں مال ہو اور ایک مدت معینہ کے وعدے پر اسکو قرض مل سکے تو قرض لینا چاہیے
- ۶- پانی کے استعمال سے کسی مرض کے پیدا ہو جانے یا بڑھ جانے کا خوف ہو یا یہ خوف ہو کہ پانی کے استعمال سے صحت کے حاصل ہونے میں دیر ہوگی۔
- ۷- سردی کا اس قدر زیادہ ہونا کہ پانی کے استعمال سے کسی عضو کے ضائع ہو جانے یا کسی مرض کے پیدا ہو جانے کا خوف ہو اور اگر پانی نہ مل سکتا ہو۔
- ۸- کسی دشمن یا دہندہ کا خوف ہو مثلاً پانی ایسے مقام پر ہو جہاں درندے وغیرہ آتے ہوں یا راستہ میں چوروں کا خوف ہو یا اس پر کسی کا قرض ہو یا کسی سے عداوت ہو اور یہ خیال ہو کہ اگر پانی لینے جائیگا تو وہ قرض خواہ یا دشمن اسکو قہر کرے گا یا کسی قسم کی تکلیف دیگا۔ یا کسی فاسق کے پاس پانی ہو اور عورت کو اس سے پانی میں اپنی بے حرمتی کا خوف ہو۔

۹- ہمارے زمانہ میں انگریزی میل کے حساب سے شرعی ایک میل تقریباً ایک میل دو فرلانگ ہوتا ہے۔ ۱۲

۱۰- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بغیر خوف جان کے تیمم جائز نہیں۔ ۱۲

- ۸۔ پانی کھانے پینے کی ضرورت کے لئے رکھا ہو کہ اگر وضو یا غسل میں خرچ کر دیا جائے تو اس ضرورت میں حرج ہو مثلاً پانی آٹا گوند بھنے یا گوشت وغیرہ پکانے کے لئے رکھا ہو یا پانی اس قدر ہو کہ اگر وضو یا غسل میں صرف کر دیا جائے تو پیاس کا خوف ہو خواہ اپنی پیاس کا یا کسی اور آدمی کا یا اپنے جانور کا بشرطیکہ کوئی ایسی تدبیر نہ ہو سکے جس سے مستعمل پانی جانوروں کے کام آسکے۔
- ۹۔ کنویں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور نہ کوئی کپڑا ہو جس کو کنویں میں ڈال کر تر کرے اور اس سے نچوڑ کر طہارت کرے یا پانی ملے وغیرہ میں ہو اور کوئی چیز پانی نکالنے کی نہ ہو اور متکا جھکا کر پانی نہ لے سکتا ہو اور ہاتھ نجس ہوں اور کوئی دوسرا شخص ایسا نہ ہو جو پانی نکال دے یا اس کے ہاتھ دھلا دے۔
- ۱۰۔ وضو یا غسل کرنے میں ایسی نماز کے چلے جانے کا خوف ہو جس کی قضا نہیں جیسے عیدین اور جنازہ کی نماز۔
- ۱۱۔ پانی کا بھول جانا۔ مثلاً کسی شخص کے پاس پانی ہو اور وہ اس کو بھول گیا ہو اور اس کے خیال میں ہو کہ میرے پاس پانی نہیں ہے۔

جن چیزوں سے تیمم جائز ہے اور جن سے جائز نہیں

- ۱۔ مٹی یا مٹی کی قسم سے جو چیز ہو اس سے تیمم جائز ہے اور جو مٹی کی قسم سے نہ ہو اس سے جائز نہیں۔ جو چیزیں آگ میں جلانے سے نرم نہ ہوں اور نہ جل کر راکھ ہو جائیں اور وہ چیزیں مٹی کی قسم سے ہیں جیسے ریگ اور تپھر کے اقسام عقیق زبرجد فیروزہ سنگ مرمر ہر تال سنگھیا وغیرہ اور جو چیزیں آگ میں جلانے سے نرم ہو جائیں یا جل کر راکھ ہو جائیں اور وہ مٹی کی قسم سے نہیں جیسے کپڑا لکڑی وغیرہ کہ جل کر راکھ ہو جاتے ہیں اور سونا چاندی وغیرہ کہ جلنے سے نرم ہو جاتی ہیں۔
- ۲۔ جو چیزیں مٹی کی قسم سے نہ ہوں اگر ان پر غبار ہو تو ان سے بوجہ اس غبار کے تیمم جائز ہے۔
- مثال۔ کسی کپڑے یا لکڑی یا سونے چاندی وغیرہ پر غبار ہو تو اس سے تیمم جائز ہے۔
- ۳۔ کسی نجس چیز پر غبار ہو تو اگر وہ غبار اس پر خشکی کی حالت میں پڑا ہو اور اس سے تیمم کرنے میں نجاست کے کسی جز کے آنے کا خوف نہ ہو تو اس سے تیمم جائز ہے ورنہ نہیں۔
- ۴۔ کسی حیوان یا انسان یا اپنے اعضاء پر غبار ہو تو اس سے تیمم جائز ہے جیسے کسی نے جھاڑودی اور اس سے غبار اڑ کر منہ اور ہاتھوں پر پڑ جائے اور ہاتھ سے مل لے تو تیمم ہو جائے گا۔
- ۵۔ اگر کوئی ایسی چیز جس سے تیمم جائز نہیں مٹی وغیرہ کے ساتھ مل جائے تو غالب کا اعتبار ہوگا اگر مٹی وغیرہ غالب ہو تو تیمم جائز ہوگا ورنہ ناجائز۔

۱۔ جن چیزوں کے لئے وضو فرض ہے ان کے لئے وضو کا تیمم بھی فرض ہے اور جن کے لئے وضو واجب ہے ان کے لئے وضو کا تیمم بھی واجب ہے اور جن کے لئے وضو سنت یا مستحب ہے ان کے لئے وضو کا تیمم بھی سنت یا مستحب ہے اور یہی حال ہے غسل کے تیمم کا بقیاس غسل کے۔

۲۔ اگر کسی کو حدیث اکبر ہو اور مسجد میں جانے کی اس کو سخت ضرورت ہو اس پر تیمم کرنا واجب ہے۔
۳۔ جن عبادتوں کے لئے دونوں حدیثوں سے طہارت شرط نہیں جیسے سلام، سلام کا جواب وغیرہ۔ ان کے لئے وضو و غسل دونوں کا تیمم بغیر عذر کے ہو سکتا ہے اور جن عبادتوں میں صرف حدیث اصغر سے طہارت شرط نہ ہو جیسے قرآن مجید کی تلاوت اذان وغیرہ ان کے لئے صرف وضو کا تیمم بغیر عذر کے ہو سکتا ہے۔

۴۔ اگر کسی کے پاس مشکوک پانی ہو جیسے گدھے کا جھوٹا پانی تو ایسی حالت میں پہلے وضو یا غسل کرے اسکے بعد تیمم کرے۔
۵۔ اگر وہ عذر جس کی وجہ سے تیمم کیا گیا ہے آدمیوں کی طرف سے ہو تو جب وہ عذر جاتا رہے تو جس قدر نمازیں اس تیمم سے پڑھی ہیں سب دوبارہ پڑھنی چاہئیں۔ مثال کوئی شخص جیل میں ہو اور جیل کے ملازم اس کو پانی نہ دیں یا کوئی شخص اس سے کہے کہ اگر تو وضو کرے گا تو میں تجھ کو مار ڈالوں گا۔
۶۔ ایک مقام سے اور ایک ڈھیلے سے چند آدمی یکے بعد دیگرے تیمم کریں تو درست ہے۔
۷۔ جو شخص پانی اور مٹی دونوں کے استعمال پر قادر نہ ہو خواہ پانی یا مٹی نہ ہونے کی وجہ سے یا بیماری سے تو اس کو چاہیے کہ نماز بلا طہارت پڑھے پھر اس کو طہارت سے لوٹالے۔

مثال۔ کوئی شخص ریل میں ہو اور اتفاق سے نماز کا وقت آجائے اور پانی اور وہ چیز جس سے تیمم درست ہے نہ ہو اور نماز کا وقت جانا ہو تو ایسی حالت میں بلا طہارت نماز پڑھے۔ جیل میں کوئی شخص ہو اور وہ پاک پانی اور مٹی پر قادر نہ ہو تو بے وضو اور تیمم کے نماز پڑھے اور دونوں صورتوں میں نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔

تیمم کا مسنون و مستحب طریقہ

تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر اور نیت کر کے اپنے دونوں ہاتھوں کو کسی ایسی مٹی پر جس کو نجاست نہ پہنچی ہو یا نجاست اس کی دھو کر زائل کر دی گئی ہو اپنے دونوں ہاتھوں کو تھیلیوں کی جانب سے کشادہ کر کے مار کر ملے اس کے بعد ہاتھوں کو اٹھا کر ان کی مٹی جھاڑ ڈالنے پھر پورے دونوں ہاتھوں کی اپنے پورے منہ پر ملے اس طرح کہ کوئی جگہ ایسی نہ باقی رہے جہاں ہاتھ نہ پہنچے پھر اسی طرح دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر ملے اور پھر

ان کی مٹی جھاڑ ڈالے اور بائیں ہاتھ کی تین انگلیاں سواکھمہ کی انگلی اور انگوٹھے کے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے سرے پر پشت کی جانب رکھ کر کہنیوں تک پہنچ لائے اسی طرح کہ بائیں ہاتھ کی پتھیلی بھی لگ جائے اور کہنیوں کا مسح بھی ہو جائے پھر باقی انگلیوں کو اور ہاتھ کی پتھیلی کو دوسرے جانب رکھ کر انگلیوں تک کھینچا جائے اسی طرح بائیں ہاتھ کا بھی مسح کرے وضو اور غسل دونوں کے تیمم کا یہی طریقہ ہے اور ایک ہی تیمم دونوں کے لئے کافی ہے اگر دونوں کی نیت کی جائے۔

تیمم کے فرائض اور واجبات

- ۱۔ تیمم کرتے وقت نیت کرنا فرض ہے۔
- ۲۔ مٹی یا مٹی کے قسم سے کسی چیز پر دو مرتبہ ہاتھ مارنا فرض ہے۔
- ۳۔ تمام منہ اور دونوں ہاتھوں کے اکثر حصہ سے ملنا فرض ہے۔
- ۴۔ اعضاء سے ایسی چیز کا دور کر دینا فرض ہے جس کے سبب مٹی جستم تک نہ پہنچ سکے جیسے روغن یا چربی وغیرہ
- ۵۔ تنگ انگوٹھی تنگ چھلوں اور چوڑیوں کا اتار ڈالنا واجب ہے
- ۶۔ اگر کسی قرینہ سے پانی کا قریب ہونا معلوم ہو تو اس کے تلاش میں سو قدم تک خود چلنا یا کسی کو بھیجا دینا واجب ہے
- ۷۔ اگر کسی کے پاس پانی ہو اور اس سے ملنے کی امید ہو تو اس سے طلب کرنا واجب ہے۔

تیمم کی سنن اور مستحبات

- ۱۔ تیمم کے شروع میں بسم اللہ کہنا درست ہے
- ۲۔ اسی ترتیب سے تیمم کرنا سنت ہے جس ترتیب سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا یعنی پہلے منہ کا مسح پھر دونوں ہاتھوں کا۔
- ۳۔ پاک مٹی پتھیلیوں کی اندرونی سطح کو ملنا سنت ہے نہ ان کی پشت کو۔
- ۴۔ بعد ملنے کے دونوں ہاتھوں سے مٹی کا جھاڑ ڈالنا سنت ہے۔
- ۵۔ مٹی پر ہاتھ مارتے وقت انگلیوں کا کشادہ رکھنا سنت ہے تاکہ غبار ان کے اندر پہنچ جائے
- ۶۔ کم سے کم تین انگلیوں سے مسح کرنا سنت ہے
- ۷۔ پہلے دائیں عضو کا مسح کرنا پھر بائیں کا سنت ہے
- ۸۔ مٹی سے تیمم کرنا سنت ہے نہ اس کے ہم جنس سے
- ۹۔ منہ کے مسح کے بعد ڈاڑھی کا خال کرنا سنت ہے۔

- ۱۰۔ ایک عضو کے مسح کے بعد بلا توقف دوسرے عضو کا مسح کرنا مستحب ہے
- ۱۱۔ مسح کا اسی خاص طریقہ سے ہونا مستحب ہے جو تیمم کے طریقہ میں لکھا گیا ہے
- ۱۲۔ جس شخص کو آخر وقت تک پانی ملنے کا یقین یا گمان غالب ہو اسکو نماز کے اخیر وقت تک پانی کا انتظام کرنا مستحب ہے مثال۔ کنویں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور یقین یا گمان غالب ہو کہ اخیر وقت تک رسی ڈول مل جائیگا۔ یا کوئی شخص ریل پر سوار ہو اور یقیناً معلوم ہو کہ اخیر وقت تک ریل ایسٹیشن پر پہنچ جائے گی جہاں پانی مل سکتا ہے۔

تیمم جن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے

- ۱۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے وضو کا تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان سے غسل کا تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے
- اگر وضو اور غسل دونوں کے لئے ایک ہی تیمم کیا جائے تو جب وضو ٹوٹ جائیگا تو وہ تیمم وضو کے حق میں ٹوٹ جائیگا اور غسل کے حق میں باقی رہے گا جب تک غسل کی واجب کرنے والی کوئی چیز نہ پائی جائے جس عذر کے سبب سے تیمم کیا گیا تھا اسکے زائل ہوجانے سے تیمم جاتا رہتا ہے اگرچہ اسکے بعد ہی فوراً دوسرا عذر پیدا ہوجائے۔ مثال۔ کسی شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا پھر جب پانی ملا تو وہ بیمار ہو گیا۔ اگر کوئی شخص سوتا ہوا اونگھتا ہوا پانی کے پاس سے گزرے تو اس کا تیمم نہ جائیگا اس لئے کہ وہ ایسی حالت میں پانی پر پہنچا تھا جس میں اسکو پانی کے استعمال پر قدرت نہ تھی مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اس طرح سویا ہو کہ جس سے وضو نہ ٹوٹے یا تیمم غسل کے عوض میں کیا ہو۔ مثال۔ کوئی شخص گھوڑے یا کسی گاڑی پر بیٹھا ہوا سو جائے اور اثنائے راہ میں سے کوئی پانی کا چشمہ یا ندی وغیرہ ملے تو اس کا تیمم نہ جائیگا۔ (قاضی خان، زاہدی، تہر، فتح القدیر وغیرہ)
- اگر کوئی شخص ریل پر سوار ہو اور اس نے پانی نہ ملنے سے تیمم کیا ہو اور اثنائے راہ میں چلتی ہوئی ریل سے اسے پانی کے چشمے، تالاب وغیرہ دکھائی دیں تو اس کا تیمم نہ جائے گا اس لئے کہ اس صورت میں وہ پانی کے استعمال پر قادر نہیں۔ ریل نہیں ٹھہر سکتی اور چلتی ہوئی ریل سے اتر نہیں سکتا۔
- اللہ تعالیٰ کی عنایت سے علم الفقہ کی پہلی جلد جس میں طہارت کا بیان ہے ختم ہو گئی اس کے بعد دوسری جلد شروع ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ امد و فرمائے۔ آمین۔

۳۔ یہ شرط اس لئے کی گئی ہے کہ اگر تیمم کا وضو ہوگا اور اسی طرح سو جائے گا جس سے وضو ٹوٹ جاتا تو اس کا تیمم سونے سے ٹوٹ جائے گا پانی ملنے کو کچھ دخل نہ ہوگا۔ ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الصَّلٰوةَ مِعْرَاجَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَصَيَّرَهَا عِمَادَ النَّبِیِّیْنَ
وَ الصَّلٰوةَ وَالسَّلَامَ عَلٰی اَكْرَمِ الْاَوْلِیِّیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِمَامِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ
سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِیْنَ ۝

چونکہ ہم اس کتاب کی پہلی جلد میں طہارت (جو نماز کی شرطوں میں ایک اعلیٰ درجہ کی شرط ہے) کے مسائل لکھ چکے ہیں اس لیے اب ہم نماز کا بیان شروع کرتے ہیں خدا سے تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس کو حسب دل خواہ انجام تک پہنچائے اور اہل اسلام کو اس سے منتفع فرمائے۔ آمین۔

نماز ایک ایسی پسندیدہ عبادت ہے جس سے کسی نبی کی شریعت تعالیٰ نہیں۔ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس وقت تک تمام رسولوں کی امت پر نماز فرض تھی۔ ہاں اس کی کیفیت اور تعینات میں الینتہ تغیر ہوتا رہا۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر ابتداء سے رسالت میں دو وقت کی نماز فرض تھی ایک آفتاب نکلنے سے پہلے اور ایک آفتاب ڈوبنے کے بعد۔

ہجرت سے ڈیڑھ برس پہلے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو ان پانچ وقتوں میں نماز فرض کی گئی۔ ۱۔ فجر۔ ۲۔ ظہر۔ ۳۔ عصر۔ ۴۔ مغرب۔ ۵۔ عشاء۔ ان پانچوں وقتوں کی نماز صرف اسی امت کے ساتھ خاص ہے۔ انکی امتوں میں کسی پر صرف فجر کی نماز فرض تھی کسی پر ظہر کی کسی پر عصر کی۔

نماز کی تاکید اور اس کی فضیلت

نماز اسلام کا رکن اعظم ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اسلام کا دار و مدار اسی پر ہے تب بھی بالکل مبالغہ نہیں ہے۔ مسلمان باطل یا بالغ پر ہر روز پانچ وقت فرض عین ہے۔ امیر ہو یا فقیر صبح ہو یا رخصت مسافر ہو یا مقیم یہاں تک کہ اگر دشمن کے مقابلہ میں جب لڑائی کی آگ بھڑک رہی ہو اس وقت بھی اس کا چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ عورت کو جب وہ دروزہ میں مبتلا ہو جو ایک سخت مصیبت کا وقت ہے نماز کا چھوڑنا جائز نہیں بلکہ اس کے اوامیر ویر کرنے کی بھی اجازت نہیں یہاں تک کہ اگر بچہ کا کوئی جبر و نصف سے کم اس کے خاص حصہ سے باہر آ گیا ہو خون نہکلا ہو یا نہیں اس وقت بھی اس کو نماز پڑھنے کا حکم ہے اور نماز پڑھنے میں توقف کرنا جائز نہیں، جو شخص اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ یقیناً کافر ہے۔

نماز کی تاکید اور فضائل سے قرآن مجید اور احادیث کے مبارک صفحات مالا مال ہیں شریعت میں کسی اور عبادت کی اس قدر سخت تاکید نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ نماز چھوڑنے والے کو کافر فرماتے ہیں امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم جیسے جلیل الشان فقیہ صحابی کا بھی یہی قول ہے امام احمد رحمۃ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام شافعیؒ بھی اس کے قتل کا فتویٰ دیتے ہیں ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ اس کے کفر کے قائل نہیں مگر ان کے نزدیک بھی نماز چھوڑنے والے کے لیے سخت تعزیر ہے۔ تمام وہ حدیثیں جن سے نماز کی تاکید اور فرضیت نکلتی ہے اگر ایک جگہ جمع کی جائیں تو قاضی طور پر اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نماز کا ترک کرنے والا خدا اور رسول کے نزدیک سخت گنہگار اور سرکش اور نافرمان ہے اور نماز کا ترک کرنا تمام گناہوں میں ایک بڑے درجہ کا گناہ ہے اپنے مالک و آقا کی رضا جوئی یوں ہی ہر بندے پر فرض و واجب ہوتی ہے اور جو بندہ خیال نہیں کرتا وہ اس مالک کے تمام بندوں میں ایک بڑا بندہ سمجھا جاتا ہے اور مالک کے نزدیک نہایت ذلیل اور خوار رہتا ہے۔ اگر اس قدر سخت تاکیدوں کے بعد بھی خیال نہ کرے تو خیال کیجئے کہ بات کہاں تک پہنچتی ہے!

تمام وہ حدیثیں یا اکثر ان میں کی اگر ایک جگہ جمع کی جائیں تو اس کے لیے ایک طویل دفتر بھی کفایت نہ کرے گا۔ لہذا چند آیات قرآن اور چند صحیح احادیث اور صحابہ و تابعین

رضی اللہ عنہم کے چند اقوال اس جگہ بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلٰی الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔ بیشک ایمان داروں پر نماز فرض ہے وقت وقت سے۔

۲۔ قَوْلُ تَعَالٰی حَافِظُوْا عَلٰی الصَّلٰوةِ وَالصَّلٰوةِ الْوَسْطٰی۔ پابندی کرو نمازوں کی خصوصاً درمیان نماز (عصر) کی۔

۳۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ بِشَكَ نِيكِيَاۤ اِبْرٰهِيْمَ كُوْمًا وَّيَسٰىءُ يٰۤاِبْرٰهِيْمَ نِيكِيُوْنَ سے مراد اس آیت میں نماز ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث سے جو آگے بیان ہوگی یہ مراد صاف طور پر واضح ہے۔

۴۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَكَذٰلِكَ كَرَّمَ اللّٰهُ الْكِبْرَ بِشَكَ نِيكِيُوْنَ سے مراد اور خراب کاموں سے انسان کو بچاتی ہے اور بیشک اللہ کے ذکر کا بڑا مرتبہ ہے اور بڑا اثر ہے۔

۵۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنا پانچ چیزوں پر ہے۔ ۱۔ توحید اور رسالت کا اقرار۔ ۲۔ نماز پڑھنا۔ ۳۔ زکوٰۃ دینا۔ ۴۔ رمضان کے روزے رکھنا بشرط قدرت۔ ۵۔ حج کرنا (بخاری، مسلم)

۶۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن اہل کفر کے درمیان میں نماز حد فاصل ہے (مسلم) خیال کرو کہ جب یہ حد فاصل نہ رہے تو کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

۷۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔ (مشکوٰۃ) جو لوگ بے نماز کو کافر نہیں کہتے ان کے نزدیک اس حدیث میں کافر ہو جانے کا یہ مطلب ہے قریب کفر کے ہو گیا اور محاورے میں ایسا استعمال ہوتا رہتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی جنگل میں بے یار و مددگار ہو جائے اور اس کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہ رہے تو اس کو کہتے ہیں کہ مر گیا یعنی اب موت اس کے قریب ہے۔

۸۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھتا رہے گا قیامت میں اس کے ساتھ ایک نور ہو گا اور وہ نماز اس کے لیے باعث نجات ہوگی اور جو شخص نماز سے غفلت کرے گا وہ قیامت میں قارون، فرعون، ہامان، ابی بن خلف جیسے دشمنان خدا کے ہمراہ ہوگا (مسند امام احمد، دارنی، بیہقی)

۹۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خدائے تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے جو شخص ان کو اچھی طرح وضو کر کے پابندی اوقات سے پڑھتا رہے گا اور ان کے ارکان و آداب کی رعایت کرے گا اس کے لیے عمل شانہ کا وعدہ ہے کہ بخش دے گا اور جو شخص ایسا نہ کرے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا کچھ وعدہ نہیں چاہئے بخش دے اور چاہے غذا کئے گا۔ (مسند امام احمد مؤطا امام مالک ابو داؤد)

۱۰۔ حضرت ابوالدرداءؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی فرماتے ہیں کہ مجھے میرے جانی دوست نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ اے ابوالدرداء! نماز نہ چھوڑنا اس لیے کہ نماز چھوڑنے والے سے اسلام کا ذمہ برمی ہے رابن ماجہ گو یا وائزہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔

۱۱۔ ابوزرعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم حیاڑوں کے زمانے میں جب پت جھڑ ہو رہی تھی باہر تشریف لائے اور ایک درخت کی دو شاخیں پکڑ کر بلائیں اس سے بکثرت پتے گرنے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابوزرعی جب کوئی مسلمان خلوص دل سے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ بھی اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔ (مسند امام احمد)

۱۲۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو تمام عبادتوں میں کون سی عبادت زیادہ پسند ہے۔ ارشاد ہوا کہ نماز (بخاری و مسلم)۔

۱۳۔ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ بتلاؤ اگر کسی کے دروازہ پر نہر ہو، دروہ ہر روز پانچ مرتبہ اس نہر میں نہانا ہو پھر بھی اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہ جائیگا صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس کے بدن پر کچھ بھی میل نہ رہے گا۔ ارشاد ہوا۔ کہ یہی کیفیت نماز کی ہے جس طرح نہانے سے بدن کی کثافت دور ہو جاتی ہے اسی طرح نماز پڑھنے سے روح کی گناہ کی کثافت دور ہو جاتی ہے۔ (بخاری - مسلم)

۱۴۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے نہایت رنج و ندامت کی حالت میں جو ان کو ایک عورت کے ساتھ سوا جماع کے اور باقی ناجائز امور کے ارتکاب سے طاری تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھ سے ایک خطا صادر ہو گئی ہے میرے لیے جو سزا تجویز فرمائیے میں حاضر ہوں حضرت نے یہ بھی نہ پوچھا کہ تم سے کیا گناہ ہوا ہے اتنے میں نماز کا

وقت آگیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے تشریف لے گئے وہ شخص بھی نماز میں آپ کے ساتھ تھے نماز کے بعد پھر انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے لیے کیا حکم ہوتا ہے ارشاد ہوا کہ نماز پڑھنے سے تمہارا گناہ معاف ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اسی وقت یہ آیت بھی نازل ہوئی إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ اور اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ حکم خاص میرے لیے ہے یا آپ کی تمام امت کے لیے ارشاد ہوا کہ سب کے لیے۔ (بخاری - مسلم)

۱۵۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز سے دوسری نماز تک جتنے صغیرہ گناہ ہوتے ہیں سب معاف ہو جاتے ہیں (مشکوٰۃ المصابیح)

۱۶۔ عبد اللہ بن شقیق (ایک جلیل القدر تابعی) فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سوا نماز کے اور کسی عبادت کے چھوڑنے کو کفر نہ سمجھتے تھے۔ (ترمذی)

۱۷۔ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کی کیفیت تھی کہ جب نماز کا وقت آتا تو ان کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا لوگوں نے پوچھا کہ اسے امیر المؤمنین آپ کی یہ کیا حالت ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اب اس امانت کے ادا کرنے کا وقت آگیا جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش فرمایا تھا اور وہ سب اس امانت کے لینے سے ڈر گئے اور انکار کر دیا۔ (احیاء العلوم)

۱۸۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جس وقت نماز کے واسطے وضو فرماتے ان کا رنگ زرد ہو جاتا ایک مرتبہ ان کے گھروالوں نے ان سے پوچھا کہ وضو کے وقت آپ کی یہ حالت ہو جاتی ہے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔ (احیاء العلوم)

۱۹۔ یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف إِنَّ عَرْشَنَا أَمَانَةٌ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ قَابِلِينَ أَنْ يَعْمِلُنَهَا وَأَشْفَقْنَا مِنْ جُنُودِهَا وَهَمَلَهَا الْإِنْسَانُ یعنی ہم نے پیش کی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پس انکار دیا ان سب نے اور ڈر گئے وہ اس امانت سے اور سنے لیا اس امانت کو انسان سنہ ۱۲

اصطلاحات

ہم اس میں چند اصطلاحی الفاظ کے معنی بیان کرتے ہیں۔

- ۱۔ زوال۔ آفتاب کا ڈھل جانا جسے ہماری عرف میں دوپہر ڈھلنا کہتے ہیں۔
- ۲۔ سایہ اعلیٰ۔ وہ سایہ جو زوال کے وقت باقی رہتا ہے یہ سایہ ہر شہر کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے کسی میں بڑا ہوتا ہے کسی میں چھوٹا کہیں بالکل نہیں ہوتا جیسے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں زوالی اور سایہ اعلیٰ کے پھانسنے کی سہل تدبیر یہ ہے کہ ایک بیدھی لکڑی ہموار زمین پر گاڑ دیں اور جہاں تک اس کا سایہ پہنچے اس مقام پر ایک نشان بنا دیں پھر دیکھیں کہ وہ سایہ اس نشان کے آگے بڑھتا ہے یا پیچھے ہٹتا ہے اگر آگے بڑھتا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ ابھی زوال نہیں ہوا۔ اور اگر پیچھے ہٹے تو زوال ہو گیا اگر کیساں رہے نہ پیچھے ہٹے نہ آگے بڑھے تو ٹھیک دوپہر کا وقت ہے، اس کو استواء کہتے ہیں۔ (بحر الرائق)
- ۳۔ ایک مثل۔ سایہ اعلیٰ کے سوا جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے۔
- ۴۔ دو مثل۔ سایہ اعلیٰ کے سوا جب ہر چیز کا سایہ اس سے دو گنا ہو جائے۔
- ۵۔ تشویب۔ وہ اعلام جس سے پہلے کوئی اعلام ہو چکا ہو اور اس کی غرض اور اس اعلام کی غرض ایک ہو مثلاً پہلے اعلام سے لوگوں کو نماز کے لیے بلانا مقصود ہو تو دوسرے اعلام سے بھی وہی مقصود ہے۔
- ۶۔ اقامت۔ جس کو ہمارے عرف میں تکبیر کہتے ہیں حاضرین کو جماعت قائم ہونے کی اطلاع کے لیے کہی جاتی ہے۔
- ۷۔ عورت۔ جسم کا وہ حصہ جس کا ظاہر کرنا شرعاً حرام ہے۔ مرد کے لیے خواہ آزاد ہو یا غلام ناف کے نیچے سے گھٹنے تک عورت ہے گھٹنا عورت میں داخل ہے اور آزاد عورتوں کے لیے سوا منھا اور ہاتھ اور دونوں قدم کے کل جسم عورت ہے اور لڑکی کے لیے پیٹ اور پیچھے سے گھٹنوں کے نیچے۔ سینے اور پشت کا وہ حصہ جو سینہ کے مقابل ہے عورت نہیں بنتی اگر کسی کا غلام ہو تو اس کا حکم مثل لڑکی کے ہے۔ اگر آزاد ہو مثل آزاد عورتوں کے۔
- ۸۔ عورت خلیفہ۔ خاص حصہ اور مشترک حصہ اولاد نہیں اور ان کے قریب قریب کا جسم۔

۹۔ عورتِ خفیضہ۔ خاص حصہ اور مشترک حصہ اور ان کے متصل جسم کے سوا باقی وہ اعضاء جن کے چھپانے کا حکم ہے۔

۱۰۔ تدریکہ۔ وہ شخص جس کو شروع سے اخیر تک کسی کے پیچھے جماعت سے نماز سنے اور اس کی مقتدی اور موٹھم بھی کہتے ہیں۔

۱۱۔ مسبقوق۔ وہ شخص جو ایک رکعت یا اس سے زیادہ ہو جانے کے بعد جماعت میں آکر شریک ہوا ہو۔

۱۲۔ وہ شخص جو کسی امام کے پیچھے نماز میں شریک ہوا ہو اور بعد شریک ہونے کے اس کی سبب رکعتیں یا کچھ رکعتیں جاتی رہیں خواہ اس وجہ سے کہ وہ سو گیا ہو یا اس کو حدث ہو جائے اصغر یا اکبر۔ ربراتی الفلاح۔ در مختار

۱۳۔ مقیم۔ وہ شخص جو اپنے وطن میں ہو خواہ وہ وطن اصلی ہو یا وطن اقامت یا ایسے مقام پر ہو جو اس کے وطن سے تین دن کی مسافت سے کم فاصلہ پر ہو۔

۱۴۔ مسافر۔ وہ شخص جو اپنے وطن اصلی یا وطن اقامت سے ایسے مقام کا ارادہ کرے کہ نکلے جو وطن سے تین دن کی مسافت پر ہو جب وہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے اس پر مسافر کا اطلاق شروع ہو جائے گا۔ تین دن کی مسافت متوسط چال سے ہونا چاہیے نہ بہت تیز اور نہ بہت سست جس کا اندازہ تیس کوس انگریزی میل کے حساب سے کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ انسان متوسط چال سے ہر روز دس کوس چلتا ہے۔

۱۵۔ وطن۔ رہنے کی جگہ۔ وطن کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ وطن اصلی۔ ۲۔ وطن اقامت۔

۱۶۔ وطن اصلی۔ وہ مقام جہاں ہمیشہ رہنے کے قصد سے انسان جو دو باش کرے پورا اگر اتفاقاً اس مقام کو چھوڑ کر وہ دوسرے مقام میں اسی قصد سے سکونت اختیار کرے تو یہ دوسرا مقام وطن اصلی ہو جائے گا۔ اور پہلا مقام وطن اصلی نہ رہے گا۔

۱۷۔ وطن اقامت۔ وہ مقام جہاں انسان پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کے قصد سے قیام کرے خواہ رہنے کا اتفاق پندرہ دن سے کم ہو یا زیادہ۔

۱۸۔ تین دن کی مسافت پیدل چلنے کے اعتبار سے ہے۔ فقہاء و جمہ اللہ نے اس کی تعیین ۸۸ میل سے کی ہے

۱۹۔ نظار صوم میں بھی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک ۸۸ میل ہی کی شرط ہے۔ محمد بن عبد یحییٰ

- ۱۸۔ عمل کثیر۔ وہ فعل جس کو نماز پڑھنے وال بہت سمجھے خواہ دونوں ہاتھوں سے کیا جائے یا ایک ہاتھ سے اور خواہ دیکھنے والا اس فعل کے کرنے والے کو نماز میں سمجھے یا نہ سمجھے۔
- ۱۹۔ عمل قلیل۔ وہ فعل جس کو نماز پڑھنے والا بہت نہ سمجھے۔
- ۲۰۔ ۱۹۔ وہ نماز جو اپنے وقت پر پڑھی جائے۔
- ۲۱۔ قضا۔ وہ نماز جو اپنے وقت میں نہ پڑھی ہو بلکہ مثلاً ظہر کی نماز عصر کے وقت پڑھی جائے۔

۱۹۔ عمل کثیر کی ہمارے فقہاء نے مختلف تعریفیں لکھی ہیں بعض نے یہ لکھا ہے کہ عمل کثیر وہ ہے جس کے کرنے میں دونوں ہاتھوں کی ضرورت پڑے جیسے عمار کا باندھنا اور بعض نے لکھا ہے کہ عمل کثیر وہ ہے جس کے کرنے والے کو دیکھ کر لوگ یہ سمجھیں کہ یہ نماز میں نہیں ہے مگر صحیح اور امام صاحب کے اصول کے موافق یہی تعریف ہے جو لکھی گئی (بحر الرائق)

اوقات نماز

چونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے ادائے شکر کے لیے ہے جو ہر وقت و ہر آن نازل ہوتی رہتی ہیں لہذا اس کا مقتضایہ تھا کہ کسی وقت انسان اس عبادت سے خالی نہ رہے مگر چونکہ اس سے تمام ضروری حوائج میں حرج ہوتا اس لیے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ان ہائے وقتوں میں نماز فرض کی گئی۔ فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء۔

فجر کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔

ربح، درمختار مراقی العلام

سب سے پہلے اخیر شب میں ایک سپیدی بیچ آسمان ظاہر ہوتی ہے۔ مگر یہ سپیدی قائم نہیں رہتی بلکہ اس کے بعد ہی اندھیرا ہو جاتا ہے اس کو صبح کاذب کہتے ہیں۔

اس کے تھوڑی دیر کے بعد ایک سپیدی آسمان کے کنارے پر چاروں طرف ظاہر ہوتی ہے اور وہ باقی رہتی ہے بلکہ وقتاً فوقتاً اس کی روشنی بڑھتی چلی جاتی ہے اس کو صبح صادق کہتے ہیں اور اسی سے صبح کا وقت شروع ہوتا ہے۔ مردوں کے لیے مستحب ہے کہ فجر کی نماز ایسے وقت شروع کریں کہ روشنی خوب پھیل جائے اور اس قدر وقت باقی ہو کہ اگر نماز پڑھی جائے اور اس میں چالیس پچاس آیتوں کی تلاوت اچھی طرح کی جائے، اور بعد نماز کے اگر کسی وجہ سے اعادہ کرنا چاہیں تو اسی طرح چالیس پچاس آیتیں اس میں پڑھ سکیں اور عورتوں کو ہمیشہ اور مردوں کو حالت حج میں مرد و لفظ میں فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے۔ (درمختار۔ مراقی العلام)

ظہر کا وقت۔ آفتاب ڈھلنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور جب تک ہر چیز کا سایہ اصلی سایہ کے علاوہ وہ مثل نہ ہو جائے ظہر کا وقت رہتا ہے مگر احتیاط یہ ہے کہ ایک مثل کے اندر اندر

۱۰ فجر کے وقت میں کسی کا اختلاف نہیں نہ ابتدا میں نہ انتہا میں سب کے نزدیک فجر کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور آفتاب نکلنے تک رہتا ہے ۱۱

۱۲ ظہر کا اول وقت متفق علیہ ہے سب کے نزدیک ظہر کا وقت بعد آفتاب ڈھلنے کے شروع ہوتا ہے مگر آخر وقت میں اختلاف ہے بعض میں کے نزدیک ظہر کا آخر وقت ایک مثل ہے اور امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت اسی مضمون کی نقل کی جاتی ہے اور ایک روایت علامہ زبلی نے یہ بھی نقل کی ہے کہ ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد چلا جاتا ہے اور عصر کا وقت دو مثل کے بعد آتا ہے اس بنا پر ایک مثل سے دو مثل تک کسی نماز کا وقت نہیں مگر امام ابو حنیفہ کا مشہور مذہب جو فقہ کی کتب معتبرہ میں اور شروع میں اختیار کیا گیا ہے وہی ہے جو ہم نے لکھا مگر پھر بھی ان اختلافات سے بچنے کے لیے بہتر ہے کہ ظہر کی نماز ایک مثل کے اندر پڑھ لی جائے (زنائی بصر)

ظہر کی نماز پڑھ لی جائے۔

دلیلاً، جمعہ کی نماز کا وقت بھی یہی ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں کچھ تاخیر کر کے پڑھنا بہتر ہے خواہ گرمی کی شدت ہو یا نہیں اور جازوں کے زمانہ میں جلد پڑھنا مستحب ہے۔ (شامی، بحر)

عصر کا وقت۔ بعد دو شل کے شروع ہوتا ہے اور آفتاب ڈوبنے تک رہتا ہے
عصر کا مستحب وقت اس وقت تک جب تک آفتاب میں زردی نہ آجائے اور اس کی روشنی
ایسی کم ہو جائے کہ اس پر نظر ٹھہرنے لگے اس کے بعد مکروہ ہے اور عصر کی نماز ہر موسم میں خواہ گرمی
ہو یا جاز اور گرمی کے پڑھنا مستحب ہے مگر نہ اس قدر دیر کہ آفتاب میں زردی آجائے اور اس کی
روشنی کم ہو جائے ہاں جس دن ابر ہو اس دن عصر کی نماز جلد پڑھنا مستحب ہے (در مختار)
مغرب کا وقت۔ آفتاب ڈوبنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور جب تک شفق کی
پیمیدی آسمان کے کناروں میں قائم رہے باقی رہتا ہے۔ (بحر طحاوی حاشیہ مراقی الفلاح)
مغرب کی نماز وقت شروع ہوتے ہی پڑھنا مستحب ہے اور ستاروں کے اچھلنے
نکل آنے کے بعد مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں جس روز ابر ہو اس دن اس قدر تاخیر کر کے نماز پڑھنا کہ
جس میں وقت آجانے کا اچھی طرح یقین ہو جائے مستحب ہے۔ مغرب کا وقت بالکل فجر کا

۱۔ عصر کے ابتدائی وقت میں اختلاف ہے صاحبین کے نزدیک بعد ایک شل کے عصر کا وقت آجاتا ہے اور امام
صاحب کے نزدیک بعد دو شل کے اور عصر کے آخر وقت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نزدیک عصر کا وقت
غروب آفتاب تک رہتا ہے اور بعض نے عصر کے وقت کو آفتاب کے زرد ہونے تک بیان کیا ہے ۱۴
۲۔ آفتاب ڈوبنے کے بعد ایک سرخی آسمان کے کناروں میں ظاہر ہوتی ہے اس کے بعد پھر ایک پیمیدی نمودار
ہوتی ہے۔ اس پیمیدی اور اس سرخی دونوں کو شفق کہتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مغرب کا وقت
پیمیدی شفق تک رہتا ہے اور صاحبین کے نزدیک سرخ شفق تک بعض فقہانے صاحبین کے مذہب پر فتویٰ
دیا ہے اور اسی کو امام صاحب کا مذہب بھی بیان کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں امام صاحب کے نزدیک مغرب
کا وقت پیمیدی شفق تک رہتا ہے۔ اور اکابر صحابہ سے مثل حضرت صدیق اور حضرت عائشہ اور انس اور
معاذ بن جبل اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی یہی منقول ہے صرف ابن عمر سے اور ایک روایت میں ابن
عباس سے سرخ شفق کا قول نقل کیا گیا ہے۔ لہذا فقہین کا اس پر اتفاق ہے امام صاحب کے قول پر عمل کرنا
چاہیے ۱۵ (فتاویٰ تہذیبیہ بحر الرائق - طحاوی - حاشیہ مراقی الفلاح - شامی)

عکس ہے فجر کے وقت پہلے سپیدی ظاہر ہوتی ہے اس کے بعد سرخی اور مغرب میں پہلے سرخی ظاہر

ہوتی ہے پھر سپیدی نہ شفق کی سپیدی زائل ہو جانے کے بعد شروع ہوتا ہے اور جب تک
عشا کا وقت - شفق کی سپیدی زائل ہو جانے کے بعد شروع ہوتا ہے اور جب تک
صبح صادق نہ نکلے باقی رہتا ہے (بحر - فتح القدر)

عشا کی نماز تہائی رات گزر جانے کے بعد اور نصف شب سے پہلے مستحب ہے اور
نصف شب کے بعد مکروہ ہے۔ (شامی)

جس دن ابر ہو اس دن عشا کی نماز جلد پڑھنا مستحب ہے۔ (رواح و غیرہ)

و تر کا وقت نماز عشا کے بعد ہے جو شخص آخر شب میں اٹھا ہو اس کو مستحب ہے کہ و تر آخر
شب میں پڑھے اور اگر اٹھنے میں شک ہو تو پھر عشا کی نماز کے بعد ہی پڑھ لینا چاہیے (مراتی الفلاح و غیرہ)
عیدین کی نماز کا وقت آفتاب کے اچھی طرح نکلنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور زوال
آفتاب تک رہتا ہے آفتاب کے اچھی طرح نکلنے کے بعد یہ مقصود ہے کہ آفتاب کی زردی چائی رہے
اور روشنی ایسی تیز ہو جائے کہ نظر نہ ٹھہر سکے اس کی نشیمن کے لیے فقہانے لکھا ہے کہ بقدر ایک
نیزے کے بلند ہو جائے۔ عیدین کی نماز کا جلد پڑھنا مستحب ہے (مراتی الفلاح - شامی)
اوقات مکروہہ - اٹھارہ ہیں۔

۱۔ آفتاب نکلنے کے وقت جب تک آفتاب کی زردی نہ زائل ہو جائے اور اس قدر روشنی
اس میں نہ آجائے کہ نظر نہ ٹھہر سکے اس کا شمار نہ نکلنے میں ہوگا اور یہ کیفیت آفتاب میں
ایک نیزہ بلند ہونے کے بعد آتی ہے۔

۲۔ ٹھیک دوپہر کے وقت جب تک آفتاب واصل نہ جائے۔

۳۔ آفتاب میں سرخی آجانے کے بعد غروب آفتاب تک۔

۴۔ نماز فجر پڑھنے کے بعد آفتاب کے اچھی طرح نکلنے تک۔

۵۔ نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک۔

علم عشا کے ابتدائی وقت میں اختلاف ہے جن لوگوں کے نزدیک مغرب کا وقت سرخ شفق تک رہتا ہے
ان کے نزدیک عشا کا وقت سرخ شفق کے بعد آجاتا ہے اور امام صاحب کے نزدیک چونکہ مغرب کا
وقت سپید شفق تک رہتا ہے اس لیے ان کے نزدیک عشا کا وقت بعد سپید شفق کے آتا ہے ۱۲

۶۔ فجر کے وقت اس کی سنتوں کے علاوہ۔

۷۔ مغرب کے وقت مغرب کی نماز سے پہلے۔

۸۔ جب امام خطبہ کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو تو وہ خطبہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا یا نکاح کا یا حج وغیرہ کا۔

۹۔ جب فرض نماز کی تکبیر کہی جاتی ہو، ہاں اگر فجر کی سنت نہ پڑھی ہو اور کسی طرح یہ یقین ہو

جائے کہ ایک رکعت جماعت سے مل جائے گی تو فجر کی سنتوں کا پڑھ لینا مکروہ نہیں۔

۱۰۔ نماز عیدین سے قبل خواہ گھر میں یا عید گاہ میں۔

۱۱۔ نماز عیدین کے بعد (عید گاہ میں)۔

۱۲۔ عرفہ میں عصر اور ظہر کی نماز کے درمیان اور ان کے بعد۔

۱۳۔ مزدلفہ میں مغرب اور عشا کی نماز کے درمیان اور ان کے بعد۔

۱۴۔ نماز کا وقت تنگ ہو جانے کے بعد سوا فرض وقت کے اور کسی نماز کا پڑھنا خواہ وہ

قضا کے واجب الترتیب کیوں نہ ہو۔

۱۵۔ پاخانہ پشاپ معلوم ہوتے وقت یا خروج ریح کی ضرورت کے وقت۔

۱۶۔ کھانا آبلانے کے بعد اگر اس کی طبیعت کھانا کھانے کو چاہتی ہو اور خیال ہو کہ اگر نماز

پڑھے گا تو اس میں جی نہ لگے گا اور یہی حکم ہے تمام ان چیزوں کا جن کو چھوڑ کر نماز پڑھنے

میں جی نہ لگنے کا خوف ہو۔ ہاں اگر نماز کا وقت تنگ ہو تو پھر پہلے نماز پڑھنے میں کچھ

گراہت نہیں (طحاوی حاشیہ مراتب الفلاح)۔

۱۷۔ آدھی رات رات کے بعد عشا کی نماز پڑھنا۔

۱۸۔ ستاروں کے بکڑت نکل آنے کے بعد مغرب کی نماز پڑھنا۔

ان تمام اوقات میں نماز مکروہ ہے صرف اس قدر تفصیل ہے کہ پہلے دو مرتبے تیسرے

پندرہویں سو لہویں وقت میں سب نمازیں مکروہ ہیں فرض ہوں یا واجب یا نقل اور سوجہ تلاوت

کا ہو یا سہو کا اور پہلے تین وقتوں میں کوئی نماز شروع کی جائے تو اس کا شروع کرنا بھی صحیح نہیں

اور اگر نماز پڑھتے پڑھتے ان میں سے کوئی وقت آجائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔ مگر ہاں چھ

پہیزوں کا شروع کرنا ان تین میں بھی صحیح ہے۔

۱۔ جنازہ سے کی نماز بشرطیکہ جنازہ انہیں تین وقتوں میں سے کسی وقت آیا ہو۔

- ۲ - سجدہ تلاوت - بشرطیکہ سجدہ کی آیت انھیں تین وقتوں میں سے کسی وقت پڑھی گئی ہو۔
- ۳ - اسی دن کی عصر۔
- ۴ - نفل نماز۔
- ۵ - وہ نماز جس کے ادا کرنے کی نذر انھیں تین وقتوں میں سے کسی وقت میں کی گئی ہو۔
- ۶ - اس نماز کی قضا جو انھیں وقتوں میں شروع کر کے فاسد کر دی گئی ہو۔ جنازے کی نماز کا شروع کرنا بیترکراہت کے صحیح بلکہ افضل ہے اور سجدہ تلاوت کا شروع کرنا کراہت تزییہ کے ساتھ صحیح ہے باقی تین کا شروع کرنا کراہت تحریمہ کے ساتھ صحیح ہے مگر ان کا باطل کر کے اچھے وقت میں ادا کرنا واجب ہے۔
- دو وقتوں میں صرف فرض نمازوں کا ادا کرنا مکروہ ہے۔
- باقی اوقات میں صرف نوافل کا ادا کرنا مکروہ ہے فرض اور واجب کا ادا کرنا مکروہ نہیں۔

دو وقت کی نمازوں کا ایک ہی وقت پڑھنا جائز نہیں مگر وہ مقاموں میں (۱) عشاء میں عصر اور ظہر کی نمازوں کا ایک ہی وقت میں (۲) مرد و لفظ میں مغرب اور عشا کی نماز کا عشا کے وقت میں۔ (شامی)

یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے امام شافعیؒ کے نزدیک سفر میں اور بادش میں بھی دو نمازوں کا ایک وقت میں پڑھ لینا جائز ہے اور ظاہر احادیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لہذا اگر کسی فردت سے کوئی حنفی بھی ایسا کرے تو جائز ہے مگر اس کے ساتھ وہ اور بھی اس کو کرنا ہوں گے جو امام شافعیؒ کے نزدیک جمع کے وقت فروری ہیں۔ جن کا ذکر آگے آئے گا (در مختار)

نوٹ :- یہ مولانا مصنف کی ذاتی رائے ہے اور امام ابو حنیفہؒ، امام محمد اور امام ابو یوسفؒ کی تصریحات کے خلاف ہے فقہاء حنفیہ کے نزدیک دو نمازوں کا وقت واحد میں جمع کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ امام محمدؒ نے اپنی مؤلاہی حضرت عمر فاروقؓ کا حکم نقل فرمایا ہے جو تمام بلاد اسلامی میں جاری تھا۔ ان الجمع بین الصلاۃین کبیرۃ من الکبائر جمع بین الصلاۃین گناہ کبیرہ ہے منجد کبار کے۔ وقال تعالیٰ ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ تکفروا عنکرم سیئاتکم و لکن خلوکم عنہم خلاً کریماً۔ اور امام بخاریؒ کا بھی یہی مسک ہے کہ ہر نماز اپنے وقت میں ادا کی جائے۔ ان الصلاۃ کانت علی المؤمنین کتاباً رتوتاً و وقت واحد میں دو نمازوں کو پڑھنا اس آیت کے منافی ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیلاً بخاری اور ہادیہ کی شرح میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ (محمدیوں صدیقہ)

نماز کے اوقات کا بیان ہو چکا اب ہم اذان کا بیان شروع کرتے ہیں اس لیے کہ اذان بھی وقت معلوم ہونے کا ایک عمدہ ذریعہ ہے اور اسی کے ساتھ اقامت کا بھی ذکر کریں گے۔

اذان اور اقامت کا بیان

اذان کی ابتداء مدینہ منورہ میں کعبہ بھری سے ہوئی اس سے پہلے نماز بے اذان کے پڑھی جاتی تھی چونکہ اس وقت تک مسلمانوں کی تعداد کچھ ایسی کم تھی اس لیے ان کا جماعت کے لیے جمع ہو جانا بغیر کسی اطلاع کے دشوار نہ تھا، جب مسلمانوں کی تعداد بڑھنا شروع کرنے لگی اور مختلف حرفہ اور پیشہ کے لوگ جو جوق جوق دین الہی میں داخل ہونے لگے تو ضرورت اس امر کی پیش آئی کہ نماز کا وقت آنے اور جماعت قائم ہونے کی اطلاع ان کو دی جاسکے جس سے وہ اپنے اپنے قریب و بعید مقامات سے جماعت کے لیے مسجد میں آسکیں لہذا یہ طریقہ (اذان کا) اس غرض کے پورا کرنے کے لیے مفروض کیا گیا۔ اذان اسی امت کے لیے خاص ہے۔ اگلی امتوں میں نہ تھی

لے مختصر فقہ اذان کی مشروعیت کا یہ ہے کہ جب صحابہ کو اطلاع اوقات نماز اور قیام جماعت کی ضرورت معلوم ہوئی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا، بعضوں نے یہ رائے دی کہ بیرو کی طرح سگھ بجا یا ہوائے بعضوں کی رائے ہوئی کہ آگ بجلا دی جائے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں فرمایا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے یہ رائے دی کہ نماز کے وقت الصلوٰۃ جامعۃ کہہ دیا جائے اس کے بعد عبداللہ بن زید اور حضرت فاروقؓ نے خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ نے یہ طریقہ اذان کا جو آگے بیان کیا جائے گا ان کو تعلیم کیا کہ اسی طریقہ سے نماز کے اوقات اور جماعت کی اطلاع مسلمانوں کو کی جائے۔ بعض روایات میں ہے کہ عبداللہ بن زیدؓ فرماتے تھے کہ میں جاگا غنید ہی میں تھا بالکل سوتا نہ تھا اور بعض میں ہے کہ فرمایا اگر بگانی کا حرف نہ ہوتا تو میں کتا کہ بالکل سوتا ہی نہ تھا اسی لحاظ سے بعض علمائے اس واقعہ کو حال اور کشف پر محمول کیا ہے جو اباباہن کا حال تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ حضور نبیؐ میں عرض کیا تب حضرت نے فرمایا کہ بیشک یہ سچ ہے اور حضرت بلال کو ارشاد ہوا کہ اسی طرح اذان دیا کرو پھر حضرت فاروقؓ نے بھی آگ اپنے خواب کو بیان کیا بعض روایات میں ہے کہ اس سے پہلے حضرت پر وحی بھی نازل ہو چکی تھی چنانچہ عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں اور ابو داؤد نے مسند میں یہ روایت لکھی ہے۔ بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ شب معراج میں نبیؐ کو حضرت جبریلؑ نے اذان کی تعلیم فرمائی تھی مگر یہ احادیث صحیح نہیں اور بر تقدیر صحت اس میں وہ شب معراج مقصود نہیں جو کتب میں ہوئی تھی اس لیے کہ نبیؐ کو روحانی معراج بار بار ہوتی ہے۔ لہذا اس سے مقصود وہی رات ہوگی جس رات کو یہ خواب دیکھا گیا تھا حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری میں ایسا ہی لکھا ہے واللہ اعلم ۱۲

قالہ اللہ علی ذلک۔

اذان اللہ تعالیٰ کے اذکار میں ایک بہت بڑے رتبہ کا ذکر ہے اس میں توحید اور رسالت کی شہادت اعلان کے ساتھ ہوتی ہے اس سے اسلام کی شان اور شوکت ظاہر ہوتی ہے اس کی فضیلت اور اس کا ثواب احادیث میں جا بجا مذکور ہے کچھ یہاں بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ اذان کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اور جو لوگ اس کو سنتے ہیں جن ہوں یا انسان وہ سب قیامت کے دن اذان دینے والے کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ (بخاری۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء اور شہداء کے بعد اذان دینے والے جنت میں داخل ہوں گے بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ مؤذن کا مرتبہ شہید کے برابر ہے۔

۳۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سات برس تک برابر اذان دے اور اس سے اس کا مقصود محض ثواب ہو تو اس کے لیے دوزخ سے آزادی لکھ دی جاتی ہے (ابوداؤد ترمذی)

۴۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان کہنے میں کس قدر ثواب ہے تو یقیناً ان کو یہ منصب بغیر قرعہ ڈالنے نہ ملے بیشک وہ اس کے لیے قرعہ ڈالیں۔

حاصل یہ کہ اس منصب کے لیے سخت کوشش کریں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

صحابہ کے زمانہ میں ایسا ہوا ہے کہ اذان کے لیے لوگوں میں اختلاف ہوا۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ یہ مبارک منصب مجھے ملے یہاں تک کہ نوبت قرعہ ڈالنے کی آئی (تاریخ بخاری)

۵۔ قیامت کے دن مؤذنین کو بھی شفاعت کی اجازت دی جائے گی کہ وہ اپنے اعزاء احباب یا جس کے لیے چاہیں خداوند عالم سے سفارش کریں۔

۶۔ اذان دیتے وقت شیطان پر بہت خوف اور ہیبت طاری ہوتی ہے اور بہت بے حواسی سے بھاگتا ہے جہاں تک اذان کی آواز جاتی ہے وہاں تک نہیں ٹھہرتا۔

(بخاری۔ مسلم)

۷۔ قیامت کے دن مؤذنین کی گروہیں بلند ہوں گی یعنی وہ نہایت معزز اور لوگوں میں ممتاز ہوں گے اور قیامت کے خوف اور مصیبت سے محفوظ رہیں گے۔

۸۔ جس مقام پر اذان دی جاتی ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے غلاب اور بلاؤں سے وہ مقام محفوظ رہتا ہے۔

۹۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذنین کے لیے دعائے مغفرت فرمائی ہے۔ اور قیامت

کی فضیلت اور تاکید اذان سے بھی زیادہ ہے۔ (در مختار وغیرہ)

اس مقام پر یہ سوال ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر فضائل کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے اس منصب کو کیوں اختیار نہیں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ حضرات اس سے بھی زیادہ عہدہ اور اہم کاموں میں مشغول رہتے تھے اور اگر اس منصب کو اپنے ذمہ لیتے تو ان کاموں میں حرج ہوتا اس لیے وہ اس منصب کو اختیار کرنے سے مجبور رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کی حدیث ترمذی میں ہے اگرچہ اس سے قطعی ثبوت نہیں ہوتا۔ اور بچوں کے کان میں اذان دینا تو قطعاً آپ سے ثابت ہے۔

اذان کے صحیح ہونے کی شرطیں

- ۱۔ اگر کسی اذان نماز کے پہلے اذان دی جائے تو اس کے لیے اس نماز کے وقت کا ہونا، اگر وقت آنے سے پہلے اذان دی جائے تو صحیح نہ ہوگی بعد وقت آنے کے پھر اس کا اعادہ کرنا ہوگا خواہ وہ اذان فجر کی ہو یا اور کسی وقت کی (مراۃ المفلاح، در مختار وغیرہ)
- ۲۔ اذان اور اقامت عربی زبان میں خاص اہلین الفاظ سے ہونا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اگر کسی اور زبان میں یا عربی زبان میں کسی اور الفاظ سے اذان یا اقامت کہی جائے تو صحیح نہ ہوگی اگرچہ لوگ اس کو سن کر اذان سمجھ لیں اور اذان کا مقصود اس سے حاصل ہو جائے (ایضاً)
- ۳۔ مؤذن کا مرد ہونا۔ عورت کی اذان درست نہیں، اگر کوئی عورت اذان دے تو اس کا اعادہ کرنا چاہیے۔ اور اگر بغیر اعادہ کیے ہوئے نماز پڑھ لی جائے گی تو گویا بے اذان کے پڑھی گئی۔ (بحر الرائق۔ مراۃ المفلاح، طحاوی وغیرہ)
- ۴۔ مؤذن کا صاحب عقل ہونا اگر کوئی نابھمہ پھر یا مجنون یا مست اذان دے تو نہ ہوگی (ایضاً)

اذان اور اقامت کا مستون طریقہ

اذان کا مستون طریقہ یہ ہے کہ اذان دینے والا دونوں حدیثوں سے پاک ہو کر کسی اونچے مقام پر مسجد سے علیحدہ قبلہ رو کھڑا ہو اور اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو کلمہ کی انگلی سے بند کر کے اپنی طاقت کے موافق بلند آواز سے نہ اس قدر کہ جس سے تکلیف ہو دین کلمات کو کہے۔ **اللَّهُ أَكْبَرُ** چار مرتبہ۔ پھر **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** دو مرتبہ۔ پھر **أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ** دو مرتبہ۔ پھر **حَسْبِيَ عَلَى الْفَلَاحِ** دو مرتبہ۔ پھر **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** ایک مرتبہ اور **حَسْبِيَ عَلَى الْفَلَاحِ** کہتے وقت اپنے منہ کو داہنی طرف پھیر لیا کرے اس طرح کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائیں اور **حَسْبِيَ عَلَى الْفَلَاحِ** کہتے وقت بائیں طرف منہ پھیر لیا کرے اس طرح کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائے اور فجر کی اذان میں بعد **حَسْبِيَ عَلَى الْفَلَاحِ** **أَلْفَلَاخُ خَيْرٌ قَبْلَ الشُّؤْمِ** بھی دو مرتبہ کہے۔ پس کل الفاظ اذان کے پندرہ ہوئے۔ اور فجر کی اذان میں سترہ۔ اور اذان کے الفاظ کو گاکر آواز نہ کرے نہ اس طرح کہ کچھ پست آواز سے اور کچھ بلند آواز سے۔ اور دو مرتبہ **اللَّهُ أَكْبَرُ** کہہ کر اس قدر سکوت کرے کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے۔ اور **اللَّهُ أَكْبَرُ** کے سوا دوسرے الفاظ میں ہر نقطہ کے بعد اسی قدر سکوت کر کے دوسرا نقطہ کہے (شامی)

- ۱۱ اللہ بہت بڑا ہے یعنی اس کا مرتبہ بہت بلند ہے ۱۲
- ۱۲ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے جب تک انسان کو کسی امر کا پورا یقین نہیں ہوتا اس وقت تک اس کی کوئی گواہی نہیں دیتا اسی لیے یہاں اس عنوان سے پورے یقین کا اظہار مقصود ہے ۱۳
- ۱۳ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پیغمبر ہیں ۱۴
- ۱۴ آؤ نماز کے واسطے ۱۲
- ۱۵ آؤ ایک فائدہ کے لیے یعنی نماز کے لیے نماز میں فائدہ ہی فائدہ ہے ۱۲
- ۱۶ نماز بہتر ہے سونے سے۔ چونکہ یہ سونے کا وقت ہوتا ہے اور اس دنت آدمی کو اپنے خواب شیریں کا چھوڑنا ناگوار ہوتا ہے اس لیے اس کو اس امر کی اطلاع دی جاتی ہے کہ تمہارے اس خواب شیریں سے

اقامت کا طریقہ بھی یہی ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ اذان مسجد سے باہر کہی جاتی ہے اور اقامت مسجد کے اندر اور اذان بلند آواز سے کہی جاتی ہے اور اقامت پست آواز سے۔ اقامت میں الصلوٰۃ خیر من التیموم نہیں بلکہ بچائے اس کے ہر وقت قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ دو مرتبہ اور اقامت کہتے وقت کافوں کے سوراخ کو بند کرنا بھی نہیں اس لیے کہ کان کے سوراخ آواز بلند ہونے کے لیے بند کیے جاتے ہیں اور وہ یہاں مقصود نہیں۔ اور اقامت میں حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کہتے وقت وہی باتیں جانب کا منہ پھیرنا بھی نہیں ہے۔

اذان و اقامت کے احکام

۱۔ سوا نماز جمعہ کے سب فرض عین نمازوں کے لیے ایک بار اذان کتنا مردوں پر سنت مؤکدہ ہے۔ مسافر ہو یا مقیم جو غنیمت کی نماز یا تنہا۔ اور نماز ہو یا قضا۔ اور نماز جمعہ کے لیے دو بارہ اذان کتنا اگر نماز کسی ایسے سبب سے قضا ہوئی ہو جس میں عام لوگ مبتلا ہوں۔ تو اس کی اذان اعلان کے ساتھ دی جائے اور اگر کسی خاص سبب سے قضا ہوئی ہو تو اذان پوشیدہ طور پر آہستہ ہی جائے تاکہ لوگوں کو اذان سن کر نماز قضا ہونے کا علم نہ ہو اس لیے کہ نماز کا قضا ہو جانا عقوبت اور سستی پر دلالت کرتا ہے اور دین کے کاموں میں عقوبت اور سستی گناہ ہے اور گناہ کا ظاہر کرنا اچھا نہیں۔ اور اگر کئی نمازیں قضا ہوئی ہوں اور سب ایک ہی وقت پر پڑھی جائیں تو صرف پہلی نماز کی اذان دینا سنت ہے اور باقی نمازوں کے لیے صرف اقامت۔ ہاں مستحب یہ ہے کہ ہر ایک کے واسطے اذان بھی علیحدہ دو بارہ (دشائی)

۱۲۔ بے شک نماز تیار ہو گئی ۱۲

۱۳۔ خندق کی لڑائی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ظہر، عصر، مغرب کی نماز قضا ہو گئی تھی عشا کے وقت آپ نے سب کی قضا پڑھی بعض روایات میں ہے کہ صرف ظہر کے واسطے اذان کہی گئی اور باقی کے واسطے صرف اقامت اور بعض روایات میں ہے کہ اذان بھی ہر ایک کے لیے علیحدہ کہی گئی ۱۲ (دشائی)

۱۴۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کے لیے بھی مثل اور نمازوں کے ایک ہی اذان تھی اور یہ اذان جب امام خطبہ پڑھنے کے لیے منبر پر بیٹھا تھا تو اس وقت کہی جاتی تھی مگر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ایک اذان جمعہ کی نماز کے لیے اور بڑھائی ۱۲

۲۔ مسافر کے لیے اگر اس کے تمام ساتھی موجود ہوں تو اذان مستحب ہے سنت مؤکدہ

نہیں۔

۳۔ جو شخص اپنے گھر میں نماز پڑھے تنہا یا جماعت سے اس کے لیے اذان اور اقامت دونوں مستحب ہیں بشرطیکہ محلہ کی مسجد یا گاوڑوں کی مسجد میں اذان اور اقامت ہو چکی ہو اس لیے کہ محلہ کی اذان اور اقامت تمام محلے والوں کو کافی ہے (بحر الرائق - در مختار وغیرہ)۔
۴۔ جس مسجد میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ہو چکی ہو اس میں اگر نماز پڑھی جائے تو اذان اور اقامت کا کتنا کر وہ ہے ہاں اگر اس مسجد میں کوئی مؤذن اور امام مقرر نہ ہو تو نکر وہ نہیں بلکہ افضل ہے۔ (در مختار)

۵۔ اگر کوئی شخص ایسے مقام پر ہو جہاں جمعہ کی نماز کے شرائط پائے جاتے ہوں اور جمعہ بھی ہوتا ہو ظہر کی نماز پڑھے تو اس کو اذان اور اقامت کتنا کر وہ ہے خواہ وہ ظہر کی نماز کسی عذر سے پڑھتا ہو یا بلا عذر اور خواہ قبل نماز جمعہ کے ختم ہونے کے پڑھے یا بعد ختم ہونے کے۔

(بحر الرائق - در مختار)

۶۔ عورتوں کو اذان اور اقامت کتنا کر وہ ہے خواہ جماعت سے نماز پڑھیں یا تنہا۔

۷۔ لڑکوں اور غلاموں کے لیے اذان اور اقامت دونوں کدوہ ہیں اگرچہ جماعت سے

نماز پڑھیں (در مختار - بحر الرائق)

۸۔ فرض بھی نمازوں سے سوا اور کسی نماز کے لیے اذان و اقامت مسنون نہیں خواہ

فرض کفایہ ہو جیسے جنازے کی نماز یا واجب ہو جیسے وتر اور عیدین یا نقل ہو جیسے اور نمازیں۔

(بحر الرائق - در مختار)

۹۔ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے دہننے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کتنا مستحب

ہے اور اسی طرح اس شخص کے کان میں کتنا جو کسی رنج میں مبتلا ہو یا اس کو مرگی کا مرض ہو یا غصہ

کی حالت میں ہو اور جس کی عادتیں خراب ہو گئی ہوں خواہ انسان ہو یا جانور اور لڑائی کے

۱۰۔ اس مسئلہ میں علماء مختلف ہیں بعض کا قول ہے کہ اگر عورتیں تنہا نماز پڑھیں تو ان کے لیے اقامت کدوہ نہیں

اذان اس وقت بھی کدوہ ہے مگر صحیح یہ ہے کہ ہر حال میں دونوں کدوہ ہیں (مراتی الافلاج)

لطفاً وی حاشیہ مرآتی الافلاج، در مختار، بحر الرائق، شامی

وقت اور جگہ ہوتے کے کان میں اور اسی طرح اس مسافر کو جو راہ بھول گیا ہو اور کوئی راہ بتانے والا نہ ہو اور اسی طرح اگر کسی جن وغیرہ کا ظہور ہوتا ہو جو کسی کو تکلیف دیتے ہوں۔

۱۰۔ جو شخص اذان سننے مرد ہو یا عورت طاہر ہو یا جنب اس پر اذان کا جواب دینا واجب ہے یعنی جو لفظ مؤذن کی زبان سے سننے وہی خود بھی کہے۔ مگر حتیٰ علی الصلوٰۃ اور حتیٰ علی الفلاح کے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ بھی کہے اور الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت و برسرات اور بعد اذان کے درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے اللہم شربناھنی بالدعویۃ التامۃ الصالحۃ القائمۃ اب سیدنا محمد بن الوسیلۃ والفضیلۃ

۱۱۔ اس میں اختلاف ہے کہ اذان کا جواب دینا مستنون ہے یا واجب اور زبان سے جواب دینا واجب ہے یعنی جو لفظ مؤذن سے سنا جائے وہی لفظ خود بھی کہا جائے یا قدم سے جواب دینا واجب ہے یعنی اذان سن کر نماز کے لیے مسجد میں جانا چاہیے مگر صبح یہ ہے کہ اذان کا جواب زبان سے دینا واجب ہے صاحب خلاصہ محیط و قاضی خاں و نیر الطاق و بحر الرائق و دیگر محدثین نے اس کو اختیار کیا ہے اور احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جیسا مؤذن سے سنا ویسا ہی تم بھی کہو ۱۲

۱۲۔ ہمیں طاقت اور قوت مگر خدا کی مدد سے مؤذن حتیٰ علی الصلوٰۃ یا حتیٰ علی الفلاح کہتے ہیں تو وہ نماز کے لیے لوگوں کو بلاتا ہے لہذا اس کے جواب میں یہ امر ظاہر کیا گیا کہ نماز کے لیے آتے کی طاقت اور قوت خدا ہی کی مدد سے ہوتی ہے لہذا خدا کی مدد ہوتی ہے تو ہم حاضر ہوتے ہیں ۱۲

۱۳۔ چونکہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مؤذن سے سنا جائے وہی کہا جائے اور بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حتیٰ علی الصلوٰۃ اور حتیٰ علی الفلاح کے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہا جائے اس لیے بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ وہ بھی کہا جائے جو مؤذن سے سنا گیا ہے اور لا حول ولا قوۃ بھی کہا جائے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے ۱۲۔ تو نے سچ کہا اور اچھی بات کہی ۱۲

۱۴۔ اے اللہ اے مالک اس کامل دعا اور اذان اور اس قائم ہونے والی نماز کے عنایت فرما ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ ایک مقام ہے جنت میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو نہ ملے گا یا وسیلہ سے شفاعت کی اجازت مراد ہو اور بزرگی پہنچا ان کو مقام محمد (جہاں سب انبیاء خدا کی تعریف کریں گے اور آنحضرت کو شفاعت کی اجازت ملے گی) میں جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرنا بعض لوگ والفقیلہ کے بعد والذو جہۃ الرقیقہ بھی کہتے ہیں حالانکہ

وَابْعَثَهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتُهُ إِنَّكَ لَا تَخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝

۱۱۔ اذان سننے والے کو مستحب ہے کہ پہلی مرتبہ اشہد ان محمد رسول اللہ سے تو یہ بھی کہ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور جب دوسری مرتبہ سنے تو اپنے دونوں ہاتھ کے انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھ پر رکھ کر کہے قَسْرَةً عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اللَّهُمَّ مَتَّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ۔ (جامع الرموز۔ کنز العباد)

۱۲۔ اذان سننے والے کو مستحب ہے کہ اگر چلنے کی حالت میں اذان سے تو کھڑا ہو جائے اور اذان سننے کی حالت میں سوا جواب دینے کے اور کسی کام میں مشغول نہ ہو بیان تک کہ سلام یا سلام کا جواب بھی نہ دے اور اگر قرآن مجید پڑھتا ہو تو اس کا پڑھنا بھی موقوف کر دے۔

۱۳۔ جمعہ کی پہلی اذان سن کر تمام کاموں کو چھوڑ کر جمعہ کی نماز کے لیے جامع مسجد جانا واجب ہے۔ خرید و فروخت یا اور کسی کام میں مشغول ہونا حرام ہے۔

۱۴۔ جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینا واجب نہیں لیکن اگر جواب دے تو مکروہ بھی نہیں بلکہ مستحب ہے۔

۱۵۔ اقامت کا جواب دینا مستحب ہے واجب نہیں اور تہ قامت الصلوة کے جواب میں اقامتھا اللہ وادامہا کے رفع التقدير۔ بحر الرائق

۱۶۔ آٹھ صورتوں میں اذان کا جواب نہ دینا چاہیے۔ ۱۔ نماز کی حالت میں۔ ۲۔ خطبہ سننے کی حالت میں خواہ وہ خطبہ جمعہ کا ہو یا اور کسی چیز کا۔ ۳۔ ہم۔ حیض و نفاس میں۔ ۴۔ علم وین پڑھنے اور پڑھانے کی حالت میں۔ ۵۔ جماع کی حالت میں۔ ۶۔ پیشاب پانہ کی حالت میں۔

۱۷۔ رحمت نازل فرمائے اللہ تعالیٰ آپ پر اے خدا کے پیغمبر ۱۲

۱۸۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ ہی سے ہے اے رسول اللہ یا اللہ مجھے فائدہ مند کر سچ اور بھر سے ۱۲

۱۹۔ قرآن مجید میں ہے۔ إِذَا نُودِيَ لِلْعَلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ۔ جب نماز جمعہ کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر و نماز جمعہ کے لیے روڑو اور

خرید و فروخت چھوڑ دو یعنی دنیا کے تمام کاموں کو چھوڑ کر تائیت اتمام سے نماز کے لیے جاؤ۔ اور

باتفاق محققین اس اذان سے پہلی اذان مراد ہے (طحاوی، حاشیہ مراقی الفلاح)

قائم رکھے اس کو نماز اور ہمیشہ رکھے ۱۲

۸۔ کھانا کھانے کی حالت میں۔ ہاں بعد ان چیزوں سے فراغت کے اگر اذان ہووے زیادہ
زمانہ نہ گزرا ہو تو جواب دینا چاہیے ورنہ نہیں (بحر الرائق)

اذان اور اقامت کے سنن اور مستحبات

اذان اور اقامت کے سنن دو قسم کے ہیں بعض مؤذن کے متعلق ہیں بعض اذان اور اقامت
کے لئے ہم پہلے مؤذن کی سنتوں کا ذکر کرتے ہیں اس کے بعد اذان کی سنتیں بیان کریں گے۔
۱۔ مؤذن کا مرد ہونا، عورت کی اذان و اقامت مکروہ تحریمی ہے اگر عورت اذان کے تو
ہاں کا اعادہ کر لینا چاہیے اقامت کا اعادہ نہیں اس لیے کہ تکرار اقامت مشروع نہیں
بجائز تکرار اذان کے (در مختار)

۲۔ مؤذن کا عاقل ہونا، مجنون اور مست اور ناسمجھ بچے کی اذان اور اقامت مکروہ ہے
اور ان کی اذانوں کا اعادہ کر لینا چاہیے نہ اقامت کا (در مختار)

۳۔ مؤذن کا مساکل ضروریہ اور نماز کے اوقات سے واقف ہونا اگر باہل آدمی اذان سے
تو اس کو مؤذنین کی برابر جواب نہ ملے گا (بحر الرائق)

۴۔ مؤذنین کا پرہیزگار اور دیندار ہونا اور لوگوں کے حال سے خبردار ہونا جو لوگ جماعت
میں نہ آتے ہوں ان کو تنبیہ کرنا۔

۵۔ مؤذن کا بلند آواز ہونا۔

۶۔ اذان کا کسی اونٹنے مقام پر مسجد سے علیحدہ کھٹا اور اقامت کا مسجد کے اندر کھٹا مسجد
کے اندر اذان مکروہ ہے۔ ہاں جمعہ کی دوسری اذان کا مسجد کے اندر گھبر کے سامنے
کھٹا مکروہ نہیں بلکہ تمام بلاد اسلام میں معمول ہے۔ (مراقی الافلاح)

۷۔ اذان کا کھڑے ہو کر کہنا۔ اگر کوئی شخص بیٹھے بیٹھے اذان کہے تو مکروہ ہے اور اس کا
اعادہ کر لینا چاہیے ہاں اگر سوار ہو یا اذان صرف اپنی ٹانگے کے لیے کہے تو پھر اعادہ کی ضرورت نہیں۔

۸۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں یہ اذان بھی مسجد کے اندر نہ ہوتی تھی مگر عبداللہ نے
اپنے زمانہ میں اس کو مسجد کے اندر داخل کر لیا اور اس زمانہ میں بڑے بڑے جلیل الشان تابعی موجود تھے سب
سے سکتا کیا اس لیے فعل مکروہ نہ رہا اور تمام بلاد اسلام میں رائج ہو گیا اور کسی نے آج تک اس کا انکار
نہیں کیا۔

۸۔ اذان کا بلند آواز سے کہنا۔ ہاں اگر صرف اپنی نماز کے لیے کہے تو اختیار ہے مگر پھر بھی زیادہ ثواب بلند آواز میں ہوگا۔

۹۔ اذان کہتے وقت کالوں کے سوراخوں کو انگلیوں سے پیر کر لینا مستحب ہے۔

۱۰۔ اذان کے الفاظ کا ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنا اور اقامت کا جلد جلد سنت ہے یعنی اذان کی تکبیروں میں ہر وقت تکبیر کے بعد اس قدر سکوت کرے کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے اور تکبیر کے علاوہ اور الفاظ میں ہر ایک لفظ کے بعد اسی قدر سکوت کرے کہ وہ سراسر لفظ کے اور اگر کسی وجہ سے اذان کے الفاظ بغیر اس قدر ٹھہرے ہوئے کہ وہ تو اس کا اعادہ مستحب ہے اور اگر اقامت کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر کہے گئے تو اس کا اعادہ مستحب نہیں۔

(رد مختار رد المحتار)

۱۱۔ اذان میں حتیٰ علی الصلوٰۃ کہتے وقت وہ اپنی طرف منہ کو پھیرنا اور حتیٰ علی الفلاح کہتے وقت بائیں طرف منہ کو پھیرنا سنت ہے خواہ وہ اذان نماز کی ہر یا اور کسی چیز کی تکبیر اور قدم قبلہ سے نہ پھیرنے پائے۔

۱۲۔ اذان اور اقامت کا قبلہ رو ہونا کہنا بشرطیکہ سوا نہ ہو۔ بغیر قبلہ رو ہونے کے اذان و اقامت کہنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (رد مختار)

۱۳۔ اذان کہتے وقت حدیث اکبر سے پاک ہونا سنت ہے اور دونوں حدیثوں سے پاک ہونا مستحب ہے اور اقامت کہتے وقت دونوں حدیثوں سے پاک ہونا سنت ہے اگر حدیث اکبر کی حالت میں کوئی شخص اذان کہے تو مکروہ تحریمی ہے اور اس اذان کا اعادہ مستحب ہے اسی طرح اگر کوئی حدیث اکبر یا اصغر کی حالت میں اقامت کہے تو مکروہ تحریمی ہے مگر اقامت کا اعادہ مستحب نہیں۔

۱۴۔ اذان اور اقامت کے الفاظ کا ترتیب دار کہنا سنت ہے اگر کوئی شخص موخر لفظ کو پہلے کہے جائے مثلاً اشہد ان لا اله الا اللہ سے پہلے اشہد ان محمد الرسول اللہ کہہ جائے یا حتیٰ علی الصلوٰۃ سے پہلے حتیٰ علی الفلاح کہہ جائے تو اس صورت میں صرف اسی موخر الذکر لفظ کا اعادہ ضروری ہے جس کو اس نے مقدم کہہ دیا ہے پہلی صورت میں اشہد ان لا اله الا اللہ کہہ کر اشہد ان محمد الرسول اللہ پھر کہے اور دوسری صورت میں حتیٰ علی الصلوٰۃ کہہ کر حتیٰ علی الفلاح پھر کہے پھر اذان کا اعادہ کرنا ضروری نہیں۔ (رد المحتار رد المحتار)

۱۵۔ اذان اور اقامت کی حالت میں کوئی دوسرا کلام نہ کرنا خواہ وہ سلام یا سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی شخص اذان یا اقامت میں کلام کرے تو اگر بیت کلام کیا ہو تو اذان کا اعادہ کرے نہ اقامت کا (در مختار - شامی)

متفرق مسائل

۱۔ اگر کوئی شخص اذان کا جواب دینا بھول جائے یا قصداً نہ دے اور بعد اذان ختم ہونے کے پینال آئے یا دینے کا ارادہ کرے تو اگر زیادہ زمانہ نہ گزرا ہو تو جواب دے دے ورنہ نہیں۔

۲۔ اقامت کہنے کے بعد اگر زیادہ زمانہ گزر جائے اور جماعت قائم نہ ہو تو اقامت کا اعادہ کرنا چاہیے ہاں اگر کچھ قہوڑی سی دیر ہو جائے تو کچھ ضرورت نہیں اگر اقامت ہو جائے اور امام نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور ان کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے تو یہ زمانہ زیادہ فاضل نہ سمجھا جائے گا اور اقامت کا اعادہ نہ کیا جائے گا اور اگر اقامت کے بعد دوسرا کام شروع کر دیا جائے تو نماز کی قسم سے نہیں چلے کھانا پینا وغیرہ تو اس صورت میں اقامت کا اعادہ کر لینا چاہیے (در مختار)

۳۔ اگر مؤذن اذان دینے کی حالت میں مرتد ہو جائے یا اعاناً اللہ عنہ ریابے جوش ہو جائے یا اس کی آواز بند ہو جائے یا بھول جائے اور کوئی بتلائے والا نہ ہو یا اس کو حدیث ہو جائے اور وہ اس کے دور کوٹنے کے لیے چلا جائے تو اس اذان کا نئے سرے سے اعادہ کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ (در مختار - شامی)

۴۔ اگر کسی کو اذان یا اقامت کہنے کی حالت میں حدیث ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ اذان یا اقامت پوری کرے اس حدیث کے دور کرنے کو جائے۔

۵۔ ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے جس مسجد میں فرض پڑھے وہیں اذان دے (در مختار)

۶۔ بہتر یہ ہے کہ اذان کہنے کا منصب بھی امام ہی کے سپرد کیا جائے۔ (در مختار)

۷۔ جو شخص اذان دے اقامت بھی اسی کا حق ہے۔ ہاں اگر وہ اذان دے کر کہیں

چلا جائے یا کسی دوسرے کی اجازت دے تو دوسرا بھی کہہ سکتا ہے

۸۔ کسی مؤذنوں کا ایک ساتھ اذان کہنا جائز ہے (شامی)

۹۔ سوا مغرب کے اور وقتوں میں اذان اور اقامت کے درمیان میں تشریب بدعت حسنہ ہے اور تشریب اذان کے اس قدر پر کے بعد دی جائے کہ جس میں بیس آیتوں کی تلاوت ہو سکے پھر اس کے بعد اسی قدر توقف سے اقامت کہی جائے تشریب بھی مثل اذان کے کھڑے ہو کے کہی جائے تشریب کا عربی زبان میں ہونا کچھ ضروری نہیں۔ اگر کوئی شخص ایسا کہ دے کہ جماعت تیار ہے یا نماز ہوتی ہے یا اور کوئی لفظ تشریب بھی درست ہے یا اگر صرف کھانسنے سے لوگ سمجھ جائیں تو یہ بھی تشریب ہے۔ حاصل یہ کہ جیسا جہاں دستور ہو اسی کے موافق وہاں تشریب کی جائے۔

۱۰۔ اقامت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کہنا چاہئے اور چوں کہ یہ بدعت حسنہ ہے کسی بدعت

۱۱۔ اس کو عرف میں اذان بحق کہتے ہیں یہ بدعت حسنہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ میں نہ تھی (شامی) یہ قول متاخرین فقہاء کا ہے متقدمین کے تشریب میں دو قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ سوا فجر کے اور کسی وقت تشریب جائز نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ میں بھی سوا فجر کے اور کسی وقت تشریب نہ تھی۔ دو سوا قولی قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ قاضیوں اور حاکموں کے لیے فجر کے سوا اور اقامت میں بھی تشریب جائز ہے اس لیے کہ وہ لوگ اپنی کاموں میں مشغول رہتے ہیں لہذا ان کاموں کو تشریب کی ضرورت ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ وسلم کو جماعت تیار ہونے کی اطلاع دیا کرتے تھے اب چونکہ وہین کے امور میں سستی زیادہ بڑھ گئی ہے اس لیے متاخرین نے ہر عام و خاص کے لیے سوا فجر کے اور اقامت میں بھی تشریب کی اجازت دے دی ہمارے زمانے میں بعض جاہلوں کا دستور ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد الصلوٰۃ سنۃ سنۃ سبوی اللہ اس غرض سے کہتے ہیں کہ لوگ سنتیں وغیرہ پڑھ کر فراغت کر لیں حالانکہ یہ تشریب میں داخل ہی نہیں اس لیے کہ اس کی غرض وہ نہیں ہے جو پہلی اذان کی ہے پہلی اذان کی غرض لوگوں کا مسجد میں حاضر ہونا ہے اور اس کی غرض سنت پڑھنا اور تشریب میں یہ امر ضروری ہے کہ اس کی غرض اور اس سے پہلے جو اعلام ہوا ہو اس کی غرض ایک ہو لہذا یہ بدعت حسنہ ہے اس کو ترک کرنا چاہیے واللہ اعلم ۱۲

سے ثابت نہیں ہے اور اذان میں بھی کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔

۱۱ - مؤذن کو چاہیے کہ اقامت جس جگہ کہنا شروع کرے وہیں ختم کر دے۔

۱۲ - اذان اور اقامت کے لیے نیت شرط نہیں۔ ہاں ثواب بنی نیت کے نہیں ملتا اور نیت

یہ ہے کہ دل میں یہ ارادہ کرے کہ میں یہ اذان محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لیے کہتا ہوں اور کچھ مقصود نہیں۔ اذان اور اقامت کا بیان ہو چکا اب نماز کے مسائل لکھے جاتے

ہیں۔

نماز کے واجب ہونے کی شرطیں

۱ - اسلام - کافر پر نماز واجب نہیں بعض محققین کا قول ہے کہ کافر پر بھی نماز واجب ہوتی ہے

اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آخستہ میں اس کو عبادت اللہ کے ترک پر بھی عذاب کیا جائے گا۔

(خطاوی پر مرقی الفلاح)

۲ - بلوغ - نابالغ پر نماز واجب نہیں۔

۳ - عقل - بے عقل پر نماز واجب نہیں خواہ وہ بے عقلی جنون کے سبب سے ہو یا بے ہوشی کے

سبب سے مگر شرعاً اسی جنون اور بے ہوشی کا اعتبار ہے جو پانچ نمازوں کے وقت تک

رہے اگر اس سے کم ہو تو پھر اس پر نماز واجب ہے یہاں تک کہ بعد ہوشی کے قضا پڑھنی

پڑھے گی اور جو بے ہوشی نشہ کے سبب سے ہو اس سے نماز معاف نہیں ہوتی۔

۴ - عورتوں کو حیض و نفاس سے پاک ہونا حیض و نفاس کی حالت میں عورتوں پر نماز فرض نہیں۔

۵ - بعد اسلام یا بلوغ یا بعد جنون اور بے ہوشی کے اور اسی طرح بعد حیض و نفاس کے نماز کا وقت

بعض احادیث اس مضمون کی وارد ہوئی ہیں کہ اذان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام گرائی سن کر نگوٹھوں کو

چومنا چاہیے مگر کئی حدیث ان میں جلیل القدر محدثین کے نزدیک صحت کو نہیں پہنچا سب ضعیف ہیں

کسی ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے بشرطیکہ اس عمل کے سنت ہونے کا خیال نہ کیا جائے اور اس کو کوئی ضرر نہ

چیز نہ سمجھے ہمارے زمانہ میں افراط و تفریط کی حد ہو گئی ہے۔ اذان میں انگریزوں کے چومنے کا اس قدر رواج ہے

کہ بعض لوگ اس کو سنت سمجھتے ہیں اطراغیہ کن میں بعضوں کو اس کے نہ چومنے کا خیال ہے اگر کوئی نہ کرے

تو اس پر لعنت اقامت کی جاتی ہے۔ لہذا ایسی حالت میں اس کا ترک کرنا بہتر ہے واللہ اعلم ۱۲

منا اگرچہ وہ اسی قدر ہو کہ اس میں صرف تحریر کی گنجائش ہو۔ اگر کسی کو اس سے بھی کم وقت ملے تو اس پر اس وقت کی نماز فرض نہیں۔

نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں

چونکہ نماز کا اہتمام سب عبادتوں سے زیادہ ہے اس وجہ سے اس کے شرائط بھی بہت ہیں یہاں تک کہ مراثی بالفلاح میں دیکھا ہے کہ اس کے شرائط کا حصر نہیں ہوا مگر ہم اس مقام پر صرف ان مشہور شرطوں کو بیان کرتے ہیں جن کی ضرورت ہر نماز میں پڑتی ہے بعض شرائط جو کسی خاص نماز سے تعلق رکھتے ہیں جیسے جمعہ کی نماز کے شرائط ان کا ذکر اسی مقام پر کیا جائے گا جہاں ان نمازوں کا بیان ہوگا۔ پہلی شرط - طہارت، نماز پڑھنے والے کے جسم کو نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا چاہیے خواہ غلیظہ ہو یا خفیفہ مرئیہ ہو یا غیر مرئیہ ہاں اگر بقدر معافی ہو تو کچھ حصا لقمہ نہیں مگر افضل یہ ہے کہ اس سے بھی پاک ہو اسی طرح نجاست تکمیلی کی دونوں فرودوں (عذیبہ اکبرہ و صغریٰ) سے بھی پاک ہونا چاہئے نجاست حقیقیہ اور تکمیلی دونوں سے پاکی کے طریقے جلد اول میں بیان ہو چکے ہیں۔ نماز پڑھنے والے کے لباس کو نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا چاہیے اور اسی طرح اس چیز کو جو اس کے جسم سے ایسا تعلق رکھتی ہو کہ ان حرکتوں سے جو نماز میں ہوتی ہیں شکل رکھ کر سجدہ وغیرہ کے اس چیز کو بھی حرکت ہو۔ مثال - کسی چادر کا پاک حصہ نماز پڑھنے والے کے جسم پر ہو اور شخص حصہ زمین پر ہو مگر اٹھنے بیٹھنے سے اس کو جنبش ہوتی ہو (مراثی بالفلاح - در مختار)

اگر کوئی چادر اس قدر بڑی ہو کہ اس کا بخش حصہ نماز پڑھنے والے کے اٹھنے بیٹھنے سے جنبش نہ کرے تو کچھ حرج نہیں اور اسی طرح اس چیز کو بھی پاک ہونا چاہیے جس کو نماز پڑھنے والا اٹھانے ہونے پر بشرطیکہ وہ چیز خود اپنی قیادت سے رکی ہوئی نہ ہو۔ (در مختار وغیرہ)

مثالی - نماز پڑھنے والا کسی بچہ کو اٹھانے ہوئے ہو اور اس بچہ کا جسم یا کپڑا جنبش ہو تو کچھ حرج نہیں اگر نماز پڑھنے والے کے جسم پر کوئی کپڑا وغیرہ آگے بیٹھ جائے اور اس کا جسم جنبش ہو تو کچھ حرج نہیں اس لیے کہ وہ اپنی قوت اور ہمارے سے بیٹھا ہے پس یہ نجاست اسی کی طرف منسوب ہوگی اور نماز پڑھنے والے سے اس کو کچھ تعلق نہیں سمجھا جائے گا۔ (بکوالاقتی - مراثی بالفلاح وغیرہ)

اسی طرح اگر نماز پڑھنے والے کے جسم پر کوئی ایسی چیز ہو جس کی نجاست اپنی جائے پیدائش

میں ہو اور خارج میں اس کا کچھا اثر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں (در مختار - شامی)

مسئلہ - نماز پڑھنے والے کے جسم پر کوئی گنا بیٹھ جائے اور اس کے منہ سے لعاب نہ نکلتا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اس لیے کہ اس کا لعاب اس کے جسم کے اندر رہے اور وہی اس کے پیدا ہونے کی جگہ ہے پس مثل اس نجاست کے ہوگا جو انسان کے پیٹ میں دھنسی ہے جس سے طہارت کا حکم نہیں اسی طرح اگر کوئی ایسا اندھ ہے جس کی زردی خون ہوگی ہو نماز پڑھنے والے کے پاس ہو تب بھی کچھ حرج نہیں اس لیے کہ اس کا خون اسی جگہ ہے جہاں پیدا ہوا ہے خارج میں اس کا کچھا اثر نہیں بخلاف اس کے اگر کسی شیشی میں پیشاب بھرا ہو اور وہ نماز پڑھنے والے کے پاس ہو اگرچہ مناس کا بند ہو اس لیے کہ اس کا پیشاب ایسی جگہ نہیں ہے جہاں پیشاب پیدا ہوتا ہے۔

(بحر الرائق - شامی وغیرہ)

نماز پڑھنے کی جگہ - نجاست حقیقہ سے پاک ہونا چاہیے ہاں اگر نجاست بقدر معافی ہو تو کچھ حرج نہیں۔ نماز پڑھنے کی جگہ سے وہ مقام مراد ہے جہاں نماز پڑھنے والے کے پیر رہتے ہوں اور سجدہ کرنے کی حالت میں جہاں اس کے گھٹنے اور ہاتھ اور پیشانی اور ناک رہتی ہو۔

در مختار مراقی الفلاح وغیرہ

اگر صرف ایک پیر کی جگہ پاک ہو اور دوسرے پیر کو اٹھائے رہے تب بھی کافی ہے۔

(در مختار)

اگر کسی کپڑے پر نماز پڑھی جائے تب بھی اس کا اسی قدر پاک ہونا ضروری ہے پورے کپڑے کا پاک ہونا ضروری نہیں خواہ کپڑا چھوٹا ہو یا بڑا (بحر الرائق - شامی)

اگر کسی نجس مقام پر کوئی کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جائے تو اس میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ کپڑا اس قدر باریک نہ ہو کہ اس کے نیچے کی چیز صاف طور پر اس سے نظر آئے (بحر الرائق - شامی)

اگر کسی کپڑے کا اثر نجس ہو تو اس پر نماز درست نہیں (شرح وقایہ - بحر الرائق)

اگر نماز پڑھنے کی حالت میں نماز پڑھنے والے کا کپڑا کسی نجس مقام پر پڑنا ہو تو کچھ

حرج نہیں (بحر الرائق)

اگر کسی شخص کو کوئی پاک جگہ نماز کے لیے نہ ملے مگر یقین یا گمان غالب ہو کہ اخیر وقت مل جائے گی تو اس کو اخیر وقت تک انتظار کر کے نماز پڑھنا مستحب ہے اور اگر بغیر انتظار

کے اس نجس مقام میں نماز پڑھ لی جائے تب بھی کچھ حرج نہیں۔

دوسری شرط۔ ستر عورت۔ یعنی نماز پڑھنے کی حالت میں اس حصہ جسم کو چھپانا فرض ہے جس کا ظاہر کرنا شرعاً حرام ہے خواہ تنہا نماز پڑھے یا کسی کے سامنے۔

اگر کوئی شخص کسی تنہا مکان میں نماز پڑھتا ہو یا کسی اندھیرے مقام میں اس پر بھی ستر عورت فرض ہے اگرچہ کسی غیر شخص کے دیکھنے کا خوف نہیں، ہاں اپنی نظر سے چھپانا شرط نہیں اگر کسی کی نظر اپنے جسم پر نماز پڑھنے کی حالت میں پڑ جائے تو کچھ حرج نہیں (بحر المائق، درمختار، مراۃ الفلاح) اگر کوئی لونڈی صرف اسی قدر اپنے جسم کو چھپائے ہوئے نماز پڑھ رہی ہو جس کا چھپانا اس پر فرض ہے اور نماز پڑھنے ہی کی حالت میں آزاد کو وی جاوے تو اب اس پر تمام اس پورے جسم کا چھپانا فرض ہوگا جس کا چھپانا آزاد عورتوں پر فرض ہوتا ہے پس اگر وہ قبل ادا کرے ایک رکن کے بغیر عمل کثیر کے اپنے تمام جسم کو چھپائے تو اس کی نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں (درمختار وغیرہ) اگر نماز کی حالت میں کسی ایسے جسم کا چھپنا حصہ کھل جائے جس کا چھپانا فرض ہے خواہ وہ عورت غلیظہ ہو یا خفیضہ اور اتنی دیر تک کھلا رہے جس میں ایک رکن ادا ہو سکتا ہے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر نماز پڑھنے کے پہلے سے کھلا ہو تو اس نماز کا شروع کرنا صحیح نہ ہوگا۔ (درمختار، شامی وغیرہ)

اگر ایک ہی عضو کئی جگہ سے کھلا ہو تو سب کھلے مقامات ملا کر اگر اس عضو کی چوتھائی کے برابر ہو جائیں تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

مثال۔ کسی شخص کی ران ایک جگہ سے بقدر آٹھویں حصہ کے کھلی ہو اور دوسری جگہ بھی بقدر آٹھویں حصہ کے تو دونوں مل کر بقدر چوتھائی حصہ کے ہو جائیں گے اور نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر کئی عضو کھلے ہوں اور ہر ایک چوتھائی حصہ سے کم ہو تو اگر سب کھلے ہوئے مقامات مل کر ان کھلے ہوئے اعضا میں چھوٹے عضو کی چوتھائی کے برابر ہو جائیں تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی (درمختار وغیرہ)

مثال۔ کسی عورت کا سینہ ٹھوٹا کھلا ہو اور ایک کان کچھ کھلا ہو تو اگر دونوں کھلے ہوئے مقامات مل کر چوتھائی کے برابر ہو جائیں تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

اگر نماز پڑھنے کی حالت میں کوئی شخص قصداً اپنی عورت غلیظہ یا خفیضہ کے چوتھے حصے کو کھول دے تو اس کی نماز فوراً فاسد ہو جائے گی خواہ بقدر ادا کرنے ایک رکن کے کھلا ہے یا اس سے کم (شامی)

اگر کسی کے پاس کوئی ایسا کپڑا نہ ہو جس سے وہ اپنے اعضا کو چھپائے یا ایسا باریک کپڑا ہو جس سے بدن نظر آتا ہو تو اس کو چاہیے کہ کسی درخت کے پتے یا مٹی وغیرہ سے اپنے اعضا کو چھپائے اور اگر یہ کوئی صورت ممکن نہ ہو تو پھر اسی طرح نماز پڑھ لے۔ اگر کسی کو یقین یا گمان غالب ہو کہ اخیر وقت نماز تک اس کو کپڑا اہل جلسے کا قاس کو مستحب ہے کہ اخیر وقت تک انتظار کر کے نماز پڑھے۔ اگر کسی دوسرے شخص کے پاس کپڑا ہو اور یہ امید ہو کہ اگر اس سے مانگا جائے گا تو دے دے گا خواہ بطور رعایت کے یا ہبہ کے تو اس سے طلب کرنا واجب ہے۔ اگر کبھی کے پاس کوئی نجس کپڑا ہو تو نماز میں اس سے مترجائز نہیں بلکہ برہنہ نماز پڑھنا چاہیے۔ اگر کسی کے پاس کوئی کپڑا ہو جس کا چوتھائی سے کم حصہ پاک ہو تو اس سے مترجز کے نماز پڑھنا مستحب ہے اگر غیر اس سے مترجز کے ہوئے نماز پڑھے تب بھی جائز ہے اور اگر کسی کے پاس کوئی ایسا کپڑا ہو جو چوتھائی حصہ یا اس سے زیادہ پاک ہو تو اس سے مترجز کے نماز پڑھنا چاہیے بغیر اس سے مترجز کے ہوئے نماز نہ ہوگی (در مختار)

یہ سب صورتیں اسی وقت ہیں جب اس کپڑے کے ظاہر کرنے کی کوئی صورت ممکن نہ ہو مثلاً پانی نہ ملتا ہو یا پیسے وغیرہ کے لیے رکھا ہو اور اگر ظاہر کرنے سے معذوری بوجہ آدمیوں کے ہوگی تو جب عذر جاتا رہے گا ان نمازوں کا اعادہ کرنا پڑے گا۔

اگر کسی عورت کے پاس اس قدر کپڑا ہو جس سے وہ اپنے بدن کو اور سر کے چوتھائی حصہ کو چھپا سکتی ہو تو اس کو سر کے چوتھائی حصہ کا چھپانا فرض ہے۔ اور اگر اس قدر ہو کہ سر کے چوتھائی حصہ سے کم چھپ سکے تو پھر سر کا چھپانا فرض نہیں ہاں انشمال یہ ہے کہ جس قدر چھپ سکے اسی قدر چھپائے۔ (در مختار وغیرہ)

اگر کسی کے پاس اس قدر کپڑا ہو کہ اس سے جسم کچھ حصہ چھپ سکتا ہو تو عورت غلیظہ کو چھپانا چاہیے اور اگر اس قدر ہو کہ عورت غلیظہ بھی پوری نہ چھپ سکے تو خاص حصہ کا چھپانا نسبت مشترک حصہ کے بہتر ہے (در مختار وغیرہ)

ان سب صورتوں میں اگر کپڑے کے استعمال سے معذوری بوجہ آدمیوں کے ہو تو جب معذوری جاتی رہے گی نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔

مثال۔ کوئی شخص جبل میں ہو اور جبل کے بلازہوں نے اس کے کپڑے اتار لیے ہوں یا کسی دشمن نے اس کے کپڑے اتار لیے ہوں یا کوئی دشمن کتا ہو کہ اگر تو کپڑے پھینکے گا تو میں تجھے مار

ڈالوں گا اور اگر آدمیوں کی طرف سے نہ ہو تو پھر نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں (در مختار وغیرہ)
 اگر کسی کے پاس ایک کپڑا ہو کہ چاہے اس سے اپنے جسم کو چھپالے چاہے اسے بچھا کر نماز پڑھے
 تو اس کو چاہئے کہ اپنے جسم کو چھپالے اور نماز اسی نفس معصوم پر پڑھے۔

پہلے کی بشرط - استقبال قبلہ - یعنی نماز پڑھنے کی حالت میں اپنا سینہ کعبہ مکرمہ کی طرف
 کرنا خواہ حقیقتاً یا حکماً کعبہ کی طرف منہ کرنا بشرط نہیں ہاں مستحب ہے لہذا اگر کوئی کعبہ سے منہ
 پھیر کر نماز پڑھے تو ہو جائے گی مگر خلاف سنت کے وجہ سے مکروہ تحریمی ہے۔ جن لوگوں کو کعبہ مکرمہ
 نظر آتا ہو مثل ان لوگوں کے جو مکہ معظمہ میں رہتے ہیں اور ان کے اور بیت اللہ کے درمیان میں کوئی حجاب
 نہ ہو ان پر فرض ہے کہ خاص کعبہ کی طرف سینہ کر کے نماز پڑھیں جس طرف کعبہ ہو بالکل سیدھ پر
 کھڑا ہونا فرض نہیں جو شخص قبلہ کی طرف نماز پڑھنے سے عاجز ہو خواہ کسی مرض کی وجہ سے یا مال
 کے خوف سے یا کسی دشمن کے خوف سے یا اور کسی وجہ سے تو اس کو استقبال قبلہ کی ضرورت نہیں۔
 بلکہ جس طرف وہ نماز پڑھ سکتا ہو پڑھے۔ اگر کسی کو یہ نہ معلوم ہو کہ کعبہ مکرمہ کس طرف ہے اور نہ کوئی
 ایسا معتبر مسلمان ہو جس سے پوچھ لے تو اس کے لیے یہ شرط ہے کہ اپنے گمان غالب پر عمل کر لے
 اس کو غالب گمان ہے جس طرف کعبہ معلوم ہو اسی طرف نماز پڑھے لے اگ نماز پڑھتے ہیں اس کا گمان
 بدل جائے تو اس کو چاہیے کہ اسی طرف پھر جائے اور ایسی حالت میں اگر نماز پڑھ چکے کے بعد
 اس کو اپنے گمان غالب کی غلطی معلوم ہو جائے تو اس نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اور اگر
 کوئی ایسی حالت میں پیشتر غالب گمان کے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ادا نہ ہوگی اگرچہ اس نے کعبہ
 کی طرف نماز پڑھی ہو۔

۱۔ ابتدائے اسلام میں نماز بیت المقدس کی طرف پڑھی جاتی تھی جیتا تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہتے نماز
 اسی طرف پڑھتے تھے۔ ہجرت کے سولہ مہینے کے بعد مدینہ منورہ میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم
 نازل ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا بہت شوق تھا اور انتظار میں رہتے تھے کہ کعبہ
 حکم نازل ہو۔ اور وہ اس کی یہ تمنا کہ کعبہ ہی سے آپ کو معراج ہوئی تھی اور حضرت ابراہیم کا یہی قبلہ تھا
 اور قیامت میں عرش معلیٰ کی تختی بھی وہیں ہوگی اور بھی بہت سی فضیلتیں کعبہ میں تھیں جو بیت المقدس میں نہ
 تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی مسجد میں ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے دو رکعت پڑھ چکے تھے کہ کعبہ
 کی طرف پھرنے کا حکم آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اسی طرف پھر گئے۔

اگر قبلہ نہ معلوم ہونے کی صورت میں جماعت سے نماز پڑھی جائے تو امام اور مقتدی سب کو اپنے گمان غالب پر عمل کرنا چاہیے لیکن اگر کسی مقتدی کا غالب گمان امام کے خلاف ہوگا تو اس کی نماز اس امام کے پیچھے نہ ہوگی اس لیے کہ امام اس کے نزدیک غلطی پر ہے اور کسی کو غلطی پر سمجھ کر اس کی اقتداء جائز نہیں۔

پہلو تھکی بشرط - نیت - یعنی دل میں نماز پڑھنے کا قصد کرنا - زبان سے بھی کہنا بہتر ہے۔
اگر فرض نماز پڑھتا ہو تو نیت میں اس فرض کی تعیین بھی ضروری ہے مثلاً اگر ظہر کی نماز پڑھتا ہو تو دل میں یہ قصد کرنا کہ میں ظہر کی نماز پڑھتا ہوں اور اگر عصر کی نماز پڑھے تو یہ کہ میں عصر کی نماز پڑھتا ہوں اس امر کی نیت ضروری نہیں کہ یہ ظہر یا عصر اس وقت یا آج کی ہے۔ ہاں اگر قضا پڑھتا ہو تو اس میں دن کی تخصیص بھی ضروری ہے۔ مثلاً یوں کہو کہ فلاں دن کی نماز پڑھتا ہوں۔ اور اگر اس کے ذمہ صرف ایک ہی ظہر کی یا عصر کی قضا ہو تو پھر اس کی ضرورت نہیں۔

اسی طرح اگر واجب نماز پڑھتا ہو تو اس کی تخصیص بھی ضروری ہے کہ یہ کون واجب ہے۔ ورنہ یا عیدین کی نماز ہے یا تندر کی نماز اور اگر کئی تندر کی نماز اس کے ذمہ ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ ان میں سے کسی ایک کی تعیین کرے اور اسی طرح مسجد تلامت اور شکر میں نیت تلاوت یا شکر کی شرط ہے۔ رکعتوں کی تعداد کی نیت شرط نہ ہوں خواہ فرض نماز ہو یا واجب مثلاً یہ نیت کہ میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں یا چار رکعت فرض ظہر (رد مختار)

ہاں فصل یہ ہے کہ اس کی بھی نیت کسے۔ (حنابلہ - شامی)

اگر کوئی شخص کسی وقت کی نماز اس نیت سے پڑھے کہ میں اس وقت جو نماز فرض ہے وہ پڑھتا ہوں۔ اور اس نماز کا وقت موجود ہو یا نہ ہو مگر نہ ہونے کا علم نہ ہو تو یہ نیت کافی ہو جائے گی۔ اور اگر اس کا وقت نہ ہو اور وقت نہ ہونے کا اس کو علم بھی ہو تو پھر نماز نہ ہوگی مگر حجہ کی نماز اس نیت سے نہ ہوگی اگرچہ وقت موجود ہو اس لیے کہ حجہ کی نماز ظہر کے عوض میں پڑھی جاتی ہے اصل میں ظہر کی نماز فرض ہے۔

اگر کوئی اس نیت سے نماز پڑھے کہ میں آج کے دن جو نماز فرض ہے وہ پڑھتا ہوں تو یہ نیت صحیح نہیں اس کی نماز نہ ہوگی۔

اگر کوئی شخص مثلاً ظہر کی نماز اس نیت سے پڑھے کہ میں آج کے دن کی ظہر پڑھتا ہوں تو یہ نیت صحیح ہو جائے گی اور ظہر کا وقت ہو یا نہ ہو اس کی نماز ہو جائے گی اس لیے اور نماز قضا

کی نیت سے اور قضا اور نیت سے صحیح ہو جاتی ہے۔

مقتدی کو اپنے امام کی اقتدا کی نیت کرنا بھی شرط ہے۔

امام کو صرف اپنی نیت کرنا شرط ہے امامت کی نیت کرنا شرط نہیں ہاں اگر کوئی

عورت اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہے اور مردوں کے برابر گھڑی ہو اور نماز جنازہ اور جمعہ اور عیدین کی نہ ہو تو اس کی اقتدا صحیح ہونے کے لیے اس کی امامت کی نیت کرنا شرط ہے اور اگر مردوں کے برابر گھڑی ہو یا نماز جنازہ یا جمعہ یا عیدین کی ہو تو پھر شرط نہیں۔

مقتدی کو امام کی تعیین شرط نہیں کہ وہ زید ہے یا عمرو بلکہ صرف اسی قدر نیت کافی ہے کہ میں اس

امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں ہاں اگر تعیین کہنے لگا اور پھر اس کے خلاف ظاہر ہو گا تو اس کی نماز سہو کی

مشکل کسی شخص نے یہ نیت کی کہ میں زید کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔ حالانکہ جس کے پیچھے نماز

پڑھتا ہے وہ خلاف ہے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

بنانے کی نماز میں یہ نیت کرنا چاہیے کہ میں یہ نماز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس میت کی دعا

کے لیے پڑھتا ہوں۔ اور اگر مقتدی کو یہ نہ معلوم ہو کہ یہ میت مرد ہے یا عورت تو اس کو یہ نیت

کر لینا کافی ہے کہ میرا امام جس کی نماز پڑھتا ہے اس کی میں بھی پڑھتا ہوں۔ صحیح یہ ہے فرض اور واجب

نمازوں کے سوا اور نمازوں میں صرف نماز کی نیت کر لینا کافی ہے اس تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں

کہ یہ نماز سنت ہے یا مستحب اور سنت فجر کے وقت کی ہے یا ظہر کے وقت کی یا یہ سنت تہجد ہے یا

تراویح یا کسوف یا خسوف گر نیت کرے تو برتر ہے۔

اگر نیت زبان سے بھی کہی جائے تو ایسی عبارت ہونا چاہیے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ

نیت ہو چکی نہ یہ کہ اب نیت کوئے گا۔ نیت کی عبارت خواہ عربی زبان میں ہو یا اور کسی زبان میں

۱۱۔ ہر ایک کی نیت ہم اس مقام پر ذکر کریں گے جہاں ان نمازوں کا بیان آئے گا۔ ۱۲۔

۱۳۔ زبان سے نیت کہنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں اور لغت میں بھی

نیت دلی قصد و ارادے کو کہتے ہیں زبان سے کہنے کو نیت نہیں کہتے۔ اسی خیال سے بعض علماء زبان

سے نیت کی عبارت کہنے کو بہت کہتے ہیں مگر ہمارے فقہاء نے اس سبب اس کو جائز بلکہ مستحب کہا ہے

کہ عوام کو دلی ارادے کی تیسر نہیں ہوتی ان کی بھی آدمی متفکر ہوتا ہے تو اس کا دلی ارادہ بغیر زبان سے کہ

کہے ہوئے مستقل نہیں ہوتا۔ (در مختار۔ شامی)

صرف زبان سے اگر نیت کی عبارت کہ وہی جہاں سے تو درست نہیں اور اگر صرف دل سے ارادہ کر لیا جائے تو درست ہے بلکہ اصل نیت یہی ہے۔

کسی نماز میں استقبال کی نیت شرط نہیں فرض نماز ہو یا واجب سنت ہو یا مستحب رد و مختار، نیت کو تکبیر تحریمیہ کے ساتھ ہونا چاہیے اور اگر تکبیر تحریمیہ سے پہلے نیت کر لے تب بھی درست ہے بشرطیکہ نیت اور تحریم کے درمیان کوئی کوسمی چیز فاضل نہ ہو جو نماز کے منافی ہو مثل کھانے پینے بات چیت وغیرہ۔ اور اسی شرط سے اگر وقت آنے سے پہلے نیت کر لے تب بھی درست ہے بعد تحریم کے نیت کرنا صحیح نہیں اور اس نیت کا کچھ اعتبار نہ ہو گا۔

پانچویں شرط - تکبیر تحریمیہ - یعنی نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کہنا یا اس کے ہم معنی اور کوئی لفظ کتنا چاہے کہ اس تکبیر کے بعد نماز کی حالت شروع ہو جاتی ہے اور کھانا پینا چلنا پھرتا اور بات چیت کرنا اور اکثر وہ چیزیں جو خارج نماز ہیں جائزاتھیں حرام ہو جاتی ہیں اس کو تحریمہ کہتے ہیں۔ تحریمہ کے صحیح ہونے کی آگے شرطیں ہیں جہاں بیان کی جاتی ہیں۔

۱۔ تحریمہ کا نیت کے ساتھ ملا ہونا خواہ حقیقتاً ملی ہوئی ہو یعنی ایک ہی وقت میں نیت اور تحریمہ دونوں ہوں یا حکماً ملی ہوئی ہو یعنی نیت اور تحریمہ کے درمیان کوئی ایسا چیز فاضل نہ ہو جو نماز سے منافی ہو مثل کھانے پینے بات چیت وغیرہ کے اور نیت کرنے کے بعد نماز کے یہ چلنا پھرتا وغیرہ منافی نہ سمجھا جائے گا اور اس کے حاصل ہونے سے تحریمہ کی صحت میں کچھ خلل نہ آئے گا۔ نیت فاضل ہی ہے کہ حقیقتاً ملا رہے (مراقی الفلاح)

۲۔ جن نمازوں میں کھڑا ہونا فرض ہے ان کی تکبیر تحریمیہ کھڑے ہو کر کے اور باقی نمازوں کی جس طرح چاہے مگر اس امر کا لحاظ ہر نماز میں فروری ہے کہ تکبیر تحریمیہ رکوع کی حالت میں یا قریب رکوع کے جھک کر نہ کی جائے۔ اگر کوئی شخص جھک کر تکبیر تحریمیہ کے قواعد اس کا پھلنا رکوع کے قریب نہ ہو تو تحریمہ صحیح ہو جائے گی اور اگر رکوع قریب ہو تو صحیح نہ ہوگی۔ (مراقی الفلاح)

بعض ناواقف عجمی مسیحیوں میں آگے امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو عجمی کے مجال سے آتے ہی

بعض فقہانے دکھاتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نہایت درجہ متفکر اور بخیرہ ہو کہ اس کو دل سے کسی کام کا ارادہ کرنا لیکن نہ ہوتا اس کے لیے صرف زبان سے کہہ دینا بابت ہے مگر متعین کی یہ مانے ہے کہ صرف زبان سے کہنا کسی وقت کافی نہیں بلکہ ایسے شخص کو جس کی یہ حالت ہو کہ دل سے کسی کام کا ارادہ نہ کر سکتا ہو جنوں کے حکم میں داخل کر کے نماز نہ پڑھنے کا حکم دیا جائے گا۔ (رشاشی)

جھک جاتے ہیں اور اسی حالت میں تکبیر تحریر کہتے ہیں ان کی ناز نہیں ہوتی اس لیے کہ تکبیر تحریر نماز کی صحت کی شرط ہے جیسا وہ صحیح نہ ہوتی تو نماز کیلئے صحیح ہو سکتی ہے۔

۴۔ تحریر کا نیت سے پہلے نہ ہونا۔ اگر تکبیر تحریر پہلے کہ لی جائے اور نیت اس کے بعد کی جائے تو تکبیر تحریر صحیح نہ ہوگی۔ (مراقی الفلاح)

۴۔ تکبیر تحریر کا اتنی آواز سے کہنا کہ خود سن لے بشرطیکہ بہراندہ ہو (ایضاً)

گونگے کو تکبیر تحریر کے لیے زبان بظاہر ضروری نہیں بلکہ اس کو تکبیر تحریر معاف ہے (ایضاً)

۵۔ تکبیر تحریر کا ایسی عبارت میں آنا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی سمجھی جاتی ہو

کسی اور قسم کا مضمون مثل دعا وغیرہ کے اس سے بظاہر ہوتا ہے کہ اگر کسی نے کہا اللہ اکبر کے اللہ اعظمی سے تو اس کی تحریر صحیح ہو جائے گی بخلاف اس کے اگر کوئی شخص **اللہم اغضض لی** کہے تو تحریر صحیح نہ ہوگی اس لیے کہ اس سے دعا کا مضمون بھی سمجھا جاتا ہے۔

(در مختار۔ مراقی الفلاح وغیرہ)

۶۔ اللہ اکبر کے ہمزہ یا با کو نہ بڑھانا۔ اگر کوئی شخص **اللہ اکبر یا اللہ اکبر** کہے تو اس کی تحریر صحیح نہ ہوگی (ایضاً)

۷۔ اللہ میں لام کے بعد الف کہنا۔ اگر کوئی شخص نہ کہے تو اس کی تحریر صحیح نہ ہوگی۔

۸۔ تکبیر تحریر کا بسم اللہ وغیرہ سے نہ آنا۔ اگر کوئی بجائے تکبیر تحریر کے **بسم اللہ الرحمن الرحیم**

وغیرہ کہے تو اس کی تحریر صحیح نہ ہوگی (در مختار۔ مراقی الفلاح وغیرہ)

(۹) تکبیر تحریر کا قبلہ رو ہو کر کہنا بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو)

فرض نمازوں کا بیان

باوجودیکہ فرض نمازوں کا پڑھنا ایک حق واجب کا زمرہ سے اتارنا ہے اور حق واجب کے ادا کرنے میں نہ کسی انعام کا استحقاق ہو سکتا ہے نہ کوئی کمال مگر اللہ جل شانہ کی عنایت سے جو

۱۲۔ اللہ کا مرتبہ بہت بلند ہے ۱۲

۱۳۔ اللہ بہت بزرگ ہے ۱۳

۱۴۔ اللہ مجھے بخش دے ۱۴

۱۵۔ اللہ کا مرتبہ بہت بلند ہے ۱۵

اس اُمت پر حد سے زیادہ ہے ان فرائض کے ادا کرنے میں بھی بے حد ثواب مقرر فرمایا ہے۔
پانچ نمازوں کے پڑھنے سے پچاس نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔
کسی سائل جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عبادات سے افضل نماز کو فرمایا سائل نے
پوچھا کہ نماز کے بعد حضرت نے فرمایا کہ وہ جہاد جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ اس قسم کے مفسدین
مختلف احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔

اس حدیث سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ نماز کا رتبہ جہاد سے بھی زیادہ ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ ایک اعرابی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا
کارنامہ بتاؤ جس سے میری بہشت بریں کا مستحق ہو جاؤں اور عذاب و دوزخ سے نجات پاؤں
حضرت نے فرمایا کہ پانچ وقت کی نماز پڑھا کر اور رمضان کے روزے رکھا کر اور آج یہ سن کر نہایت
خوش ہوا اور فرط خوشی میں کہنے لگا کہ تمہاری قسم میں اب اس سے زیادہ کوئی عبادت نہ کر سکیں گے۔
جب وہ چلا گیا تو حضرت نے صوابہ سے فرمایا کہ اگر تم کو عینتی کے دیکھنے کا شوق ہو تو اسے دیکھ لو
ایک صحیح حدیث میں ہے کہ سب اعمال سے پہلے قیامت میں نماز کا سوال ہوگا جس کو اس
سوال میں کامیابی ہوئی بے شک وہ نجات پا جائے گا اور جس کو اس میں ناکامی ہوئی وہ نقصان
اٹھائے گا۔ (ترمذی)

نجر کے وقت دو رکعت نماز فرضی ہے اور ظہر، عصر، شام کے وقت چار چار رکعتیں جمعہ
کے دن بجائے ظہر کے دو رکعت نماز جمعہ۔ مغرب کے وقت تین رکعت۔ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے
کہ تمام شرائط کی پابندی کے ساتھ کھڑے ہو کر دونوں ہاتھوں کو چاویا استین وغیرہ سے باہر نکال کر
کانوں تک اٹھائے اس طرح کہ دونوں انگلیوں کے کانوں کی نو سے ملی جائیں اور پھیلیاں قبلہ کی طرف
ہوں انگلیاں نہ بہت کشادہ ہوں نہ ملی ہوئی اسی حالت میں جو نماز پڑھنا چاہتا ہے اس کی نیت نیت
میں کرے اور زبان سے بھی دل ارادہ کو ظاہر کرے۔ نجر کی نیت یوں کہ نَوَيْتُ اَنْ
اُصَلِّيَ وَ كَعَتَقِ الْفَرَضِ وَ قَعَتِ الْفَجْرِ مِنْ سَعَةِ ارَادَةٍ كَمَا دَرَكْتُ نَمَازَ فَرَضِ نَجْرِ كَ وَ قَعَتِ
پڑھوں۔ ظہر کی نیت یوں کہ نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ اَسْرِعَ سَرَكَعَاتِ الْفَرَضِ وَ قَعَتِ
الظُّهْرِ مِنْ سَعَةِ ارَادَةٍ كَمَا دَرَكْتُ نَمَازَ فَرَضِ ظُهْرِ كَ وَ قَعَتِ عَصْرِ كَ نَيْتِ

۱۔ چونکہ نیت عربی زبان میں کہنا کچھ فروری نہیں اس لیے ہم نے عربی آرد و دونوں زبانوں میں نیت کی عبادت

یوں کہ نَوَيْتُ أَنْ أُصَلِّيَ أَسْرَعَ سَرَكَعَاتِ الْفَرَضِ وَقْتَ الْعَصْرِ مِنْ سُنَّةِ يَدْنِيَّتِ
 کی کہ چار رکعت نماز فرض عصر کے وقت میں پڑھوں مغرب کی نیت یوں ہے نَوَيْتُ أَنْ
 أُصَلِّيَ ثَلَاثَ سَرَكَعَاتِ الْفَرَضِ وَقْتَ الْمَغْرِبِ مِنْ سُنَّةِ يَدْنِيَّتِ نَوَيْتُ أَنْ أُصَلِّيَ أَسْرَعَ
 فَضْ مَغْرِبِ كَيْتُ فِي مِثْلِ عِشَاءِ كَيْتُ فِي مِثْلِ عِشَاءِ كَيْتُ فِي مِثْلِ عِشَاءِ كَيْتُ فِي مِثْلِ عِشَاءِ
 سَرَكَعَاتِ الْفَرَضِ وَقْتَ الْعِشَاءِ مِنْ سُنَّةِ يَدْنِيَّتِ نَوَيْتُ أَنْ أُصَلِّيَ أَسْرَعَ فَضْ مَغْرِبِ كَيْتُ فِي مِثْلِ عِشَاءِ
 میں پڑھوں۔

اس نیت کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہہ کر دو تین یا چار رکعت کے نیچے پڑھنے سے پہلے یہ دعا پڑھ کر
 دہری، ستمیلی بائیں ستمیلی کی پشت پر ہو اور بائیں کلائی کو داہنے انگوٹھے اور چپوٹی انگلی سے پکڑے
 اور باقی تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھالے پھر فوراً یہ دعا پڑھے۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ
 وَبِاسْمِكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا
 إِلَهَ غَيْرُكَ

پاک بیان کرتا ہوں میں تیری اسے اللہ اور تیری
 تعریف کرتا ہوں اور بڑا گہرے تیرا نام اور بڑا ہے
 تیرا نام اور بڑا ہے تیرا مرتبہ اور نہیں ہے کوئی خدا

تیرے سوا ۱۲

اگر کسی کے پیچھے نماز پڑھتا ہو تو اس دعا کو پڑھ کر سکوت کرے اور اگر امام قرأت شروع کر
 چکا ہو تو اس دعا کو بھی نہ پڑھے بلکہ اللہ اکبر کے بعد ہی سکوت کرے اور اگر نماز پڑھتا ہو یا امام ہو
 تو اس کے بعد اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر
 سورۃ فاتحہ پڑھے جب سورۃ فاتحہ ختم ہو جائے تو منقرہ اور امام آہستہ سے آمین کہیں اگر کسی ایسے
 وقت کی نماز ہو جس میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے تو سب مقتدی بھی آہستہ سے آمین کہیں
 آمین کی آواز کو پڑھا کر کہنا چاہیے اس کے بعد کوئی مسودت قرآن مجید کی پڑھے اگر سفر کی حالت
 ہو یا کوئی ضرورت۔ ورنہ تو فجر اور ظہر کی نماز میں سورۃ بقرہ اور سورۃ بروج اور ان کے درمیان کی

۱۳ خبر کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی سورۃ الطور پڑھتے رہے صحیح بخاری میں بھی ذاکر ہے کہ یہ سورۃ طارق سلم
 کبھی سورۃ طہ کبھی سورۃ واقف یعنی ان سورقوں کو دونوں رکعتوں میں پڑھتے تھے اور سفر کی حالت میں فجر کی نماز میں قل اعوذ
 برب العلق اور قل اعوذ برب اسماں بھی آپ نے پڑھی درماتقی الفلاح ظہر کی نماز میں اَلَمْ تَرَ لِيْ سَجْدَةً عَصْرٍ كِي نَازِيْمٍ وَالسَّيِّئَاتِ
 ذَاتِ الْبُرُودِ اور راساء والطارق را بد او دو اور عشا کی نماز میں وَالشَّمْسِ وَرَسَائِيْ) مغرب کی نماز میں قل يا ايها الكافرون
 اور قل هو اللہ احد را بن ماجہ اس کے علاوہ اور بھی مسودتیں امداد میں وارد ہوئی ہیں اگر اتباع سنت کے خیال
 سے وہ مسودتیں نمازوں میں پڑھی جائیں تو زیادہ قراب ہے ۱۲

سورتوں میں سے جس سورت کو چاہے پڑھے فجر کی پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے بڑی سورت ہونی چاہیے۔ باقی اوقات میں دونوں رکعتوں کی سورتیں برابر ہونی چاہئیں ایک دو آیت کی کوئی زیادتی کا اعتبار نہیں۔ عصر اور عشا کی نماز میں والبساء والطارق اور لم یکن اور ان کے درمیان کی سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھنی چاہیے مغرب کی نماز میں راز ازلزلت سے آخر تک۔

سورت پڑھ چکنے کے بعد اللہ اکبر کتا ہوا رکوع میں جائے اور رکوع کی ابتداء ساتھ ہی ہو اور رکوع میں اچھی طرح پہنچ جانے کے ساتھ ہی تکبیر ختم ہو جائے رکوع اس طرح کیا جائے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے اور سر اٹھائیں اور اشارتیں کشادہ ہوں اور سر اور سرین برابر ہوں ایسا نہ ہو کہ سر جھکا ہوا ہو اور ٹھیکہ اٹھی ہوئی ہو پیر کی پنڈلیاں سیدھی ہوں شہدائے ہوں رکوع میں کم سے کم تین مرتبہ سبحان سرچی التحمید کہنا چاہیے پھر رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور امام عرفہ سبحان اللہ لمن حمد کا کہے اور مقتدی صرف رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اور مستفرد دونوں کہے پھر تکبیر کتا ہوا اور دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے ہوئے سجدے میں جاوے تکبیر اور سجدہ کی ابتدا ساتھ ہی ہو اور سجدہ میں پہنچے ہی تکبیر ختم ہو جائے سجدہ میں پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنا چاہیے پھر ہاتھوں کو پھر ناک کو پھر پیشانی کو اور منہ دونوں ہاتھوں کے درمیان میں ہونا چاہیے اور انگلیاں ملی ہوئی قبضہ رد ہونی چاہئیں اور دونوں پیر انگلیوں کے بل کھڑے ہوئے اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف اور پیٹ زانو سے علیحدہ اور بازو بغل سے جدا ہوں پیٹ زمین سے اس قدر اونچا ہو کہ بکری کا بہت چھڑا سا پتھر درمیان سے نکل سکے۔ سجدہ میں کم سے کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَلِيِّ کہے پھر سجدہ سے اٹھ کر اچھی طرح بیٹھ جائے اس طرح کہ واہنا پیر اسی طرح کھڑا رہے اور بائیں پیر کو زمین پر بچھا کر اسی پر بیٹھ جائے اور دونوں ہاتھ زانو پر رکھ لے اس طرح کہ انگلیاں پھلی ہوں رخ ان کا قبلہ کی طرف نہ بہت کشادہ ہوں نہ بالکل ٹلی ہوئی سر سے ان کے گھٹنے کے قریب ہوں اور اس حالت میں کوئی دعا نہ پڑھے سجدہ سے اٹھنے وقت پید پیشانی اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ اطمینان سے پیٹ چکنے کے بعد

۱۱۔ پاک بیان کرتا ہوں میں اپنے ہند مرتبہ پروردگار کی ۱۳

۱۲۔ قبول کر لی اللہ نے تعریف اس شخص کی جس نے اللہ کی تعریف کی ۱۲

۱۳۔ پروردگار سب تعریفیں تیر سے ہی لیتے ہیں ۱۲

۱۴۔ پاک بیان کرتا ہوں میں اپنے پروردگار ہند مرتبہ کی ۱۲

دوسرے سجدہ اسی طرح کرے جیسے پہلا سجدہ کیا تھا دوسرا سجدہ کر چکنے بعد تکبیر کہتا ہوا فوراً کھڑا ہو جائے کھڑے ہوتے وقت پہلے پیشانی اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے اور ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ کر کھڑا ہوا ہاتھوں کو زمین سے مہاراوے کر نہ کھڑا ہوا اس دوسری رکعت میں صرف بسم اللہ کہہ کر سورہ فاتحہ پڑھی جائے اور اسی طرح کوئی دوسری سورت ملا کر اسی طرح رکوع قومیہ دونوں سجدے کیے جائیں دوسرے سجدہ کے بعد اسی طرح بیٹھ کر جس طرح دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھا تھا یہ پڑھے

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوَاتُ وَالطَّيِّبٰتُ
 اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ
 وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللّٰهِ
 اَلصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ
 اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ

سب تعزینیں اور مالی اور بدنی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں اسے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہم پر بھی سلام اور اللہ کے سب نیک بندوں پر سلام میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور گواہی دیتا ہوں اس کی کہ محمد اس کے بندے اور

پونہ بی بی - ۱۲

لا آہ کہتے وقت انگوٹے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنا کر اور چھوٹی انگلی اور اس کے پاس کی انگلی کو بند کر کے کلمہ کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائے اور اَلَا اللّٰهُ کہتے وقت کلمہ کی انگلی جھبکا دس سے پھر عین دیر تک بیٹھے انگلیاں اسی حالت میں رہیں اگر دو رکعت والی نماز ہو تو التحیات کے بعد یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
 كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ
 اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ
 اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ
 مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى
 اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ

اے اللہ رحمت اپنی نازل کر محمد پر اور ان کی اولاد پر جیسے نازل کی تو سنے اپنی رحمت حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد پر بیشک تو اچھی صفات والا اور بزرگ ہے اور اے اللہ برکت نازل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اولاد پر جیسے برکت نازل کی تو سنے حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد پر بیشک تو عمدہ صفات والا اور بزرگ ہے اور

یہ دو پڑھ چکنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔
 اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ
 عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ

اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی اور موت

قُنَّةَ الْمُجِبِّاتِ وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ
الْمَسِيحِ الْمَدَجَّالِ

یا یہ دعا پڑھے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا
كَثِيرًا وَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا
أَنْتَ فَاعْفُرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ
وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور تیرے
سوا کوئی گناہ کا بخشتے والا نہیں بخش رہے میرے
گناہ اپنی طرف سے اور میرے حال پر رحم کر بے شک
تو غفور اور رحیم ہے۔ ۱۲۔

اس کے بعد نماز ختم کر دے اس طرح کہ پہلے دائیں طرف منہ پھیر کر کہے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ
وَرَحْمَةُ اللَّهِ پھر بائیں طرف منہ پھیر کر کہے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ اِس سلام
میں کراہم کا تبین فرشتوں کی اور ان لوگوں کی نیت کی نیت کر جائے جو نماز میں شریک ہوں۔ اور اگر
دو رکعت والی نماز نہ ہو بلکہ تین رکعت یا چار رکعت والی نماز ہو تو صرف التحیات پڑھ کر فوراً کھڑا
ہو جائے باقی تین رکعتیں بھی اسی طرح پڑھے مگر ان رکعتوں میں بسم اللہ کے بعد صرف سورہ فاتحہ
پڑھ کر رکوع کر دے اور دوسری سورت نہ ملائے اگر تین رکعت والی نماز ہو تو تیسری رکعت میں سورہ
چوتھی رکعت میں دو وزن مسجدوں کے بعد اسی طرح بیٹھ کر اسی طرح التحیات اور دو شریف پڑھ کر
وہی دعا پڑھے۔ اس کے بعد اسی طرح سلام پھیر کر نماز ختم کر دے۔ فجر، مغرب، عشا کے وقت
پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورت اور سمح اللہ من حمدہ اور سب تکبیریں امام خند او از
سے کہئے اور منفرد کو اختیار ہے اور ظہر اور عصر کے وقت امام صرف سمح اللہ من حمدہ اور سب تکبیریں
پلندہ آواز سے کہئے اور منفرد آہستہ اور مقتدی ہر وقت تکبیریں وغیرہ آہستہ کے نماز کی حالت میں
اِدھر آدھرنہ دیکھنا چاہیے بلکہ کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کے مقام پر نظر جانے سے
اور رکوع کی حالت میں پیروں کی پشت پر اور مسجدوں میں ناک اور بیٹھنے کی حالت میں زانو پر۔ نماز کی
حالت میں آنکھوں کو کھلا رکھے بند نہ کرے۔ ہاں اگر سمجھے کہ آنکھ بند کر لینے سے نماز میں دل زیادہ
لگے گا تو کچھ مضائقہ نہیں۔

دو وزن پیروں پر زور دے کر کھڑا ہونا کچھ ضروری نہیں بلکہ کبھی رہنے پر زور دے کر
کھڑا ہو اور کبھی بائیں پیروں پر زور دے اس لیے کہ اس طرح کھڑے ہونے میں تھکنے کا خوف نہیں ہوتا۔
نماز ختم کر چکے کہ بعد دونوں ہاتھ سینے تک اٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے

وعامانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کے لیے بھی اور مقتدی سب آئین آئین کہتے ہیں اور وعامانگے چکنے کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے۔

جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب، عشاء ان کے بعد بہت دیر تک نہ وعامانگے بلکہ مختصر وعامانگے کر ان سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر، عصر ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے وعامانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کی طرف منہ پھیر کر بیٹھ جائے اس کے بعد وعامانگے بشرطیکہ کوئی مسبوق اس کے مقابلہ میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔

فرض نمازوں کے بعد بشرطیکہ ان کے بعد سنت نہ ہو ورنہ سنت کے بعد مستحب ہے۔
 اسْتَعْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ تین مرتبہ آیتہ الکرسی قل هو اللہ احد قل
 اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ایک مرتبہ پڑھ کر تین تین مرتبہ سبحان اللہ تین تین
 مرتبہ الحمد لله چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھے اور قافی الفلاح اور نماز شامی وغیرہ اور
 عورتیں بھی اسی طرح نماز پڑھیں صرف چند مقامات پر ان کو اس کے خلاف کرنا چاہیے جن کی
 تفصیل حسب ذیل ہے:-

- ۱- تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو چادر وغیرہ سے ہاتھ نکال کر کانون تک اٹھانا چاہیے اگر مردی کا زمانہ نہ ہو اور عورتوں کو ہر زمانہ میں بغیر ہاتھ نکالے ہوئے شانوں تک اٹھانا چاہیے۔
- ۲- بعد تکبیر تحریمہ کے مردوں کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا چاہیے اور عورتوں کو سینے پر۔
- ۳- مردوں کو چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں کلائی کو کبڑا چاہیے اور وائیں تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھانا چاہیے اور عورتوں کو وائیں متصل بائیں متصل کی پشت پر رکھ دینا چاہیے حلقہ بنانا اور بائیں کلائی کو کپڑا نہ چاہیے
- ۴- مردوں کو رکوع میں اچھی طرح جھک جانا چاہیے کہ سر اور سرین اور پشت برابر ہو جائیں اور عورتوں کو اس قدر جھکنا نہ چاہیے بلکہ صرف اسی قدر جس میں ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔
- ۵- مردوں کو رکوع میں انگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھنا چاہیے اور عورتوں کو بغیر کشادہ کیے ہوئے بلکہ ملا کر۔

- ۶- مردوں کو حالت رکوع میں کہنیاں پہلو سے بیلوہ رکھنا چاہیے اور عورتوں کو ملی ہوئی۔
- ۷- مردوں کو سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھنا چاہیے اور عورتوں کو ملا ہوا۔
- ۸- مردوں کو سجدے میں کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی رکھنا چاہیے اور عورتوں کو زمین پر کھچی ہوئی۔

- ۹۔ مردوں کو سجدوں میں دونوں پیر کی انگلیوں کے بل کھڑے رکھنا چاہیے عورتوں کو نہیں۔
 ۱۰۔ مردوں کو بیٹھنے کی حالت میں بائیں پیر پر بیٹھنا چاہیے اور واہنے پیر کو انگلیوں کے بل کھڑا رکھنا چاہیے اور عورتوں کو بائیں سرین کے بل بیٹھنا چاہیے اور دونوں پیر واہنی طرف نکال بیٹھے چاہئیں اس طرح کہ واہنی ران پر آجائے اور واہنی پنڈلی بائیں پنڈلی پر۔
 ۱۱۔ عورتوں کو کسی وقت قرأت بنا آواز سے کرنے کا اختیار نہیں بلکان کو ہر وقت آہستہ آواز سے قرأت کرنی چاہیے۔

نماز وتر کا بیان

نماز وتر واجب ہے تنگ اس کا کافر نہیں تارک اس کا مثل فرض نمازوں کے تارک کے ناسق اور گنہگار ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص وتر نہ پڑھے وہ ہماری جماعت میں نہیں (ابوداؤد مستدرک حاکم) وتر کی نماز بھی مغرب کی نماز کی طرح تین رکعت ہے۔ اس کے پڑھنے کا طریقہ بھی وہی ہے

۱۔ وتر پچھو اور کسور و مفتوح دونوں طرح سے پڑھ سکتے ہیں مگر کسور زیادہ مشہور ہے۔ وتر اس نماز کو کہہ سکتے ہیں جس میں طاق رکعتیں ہوں مگر فقہاء کے عرف میں وتر اسی خاص نماز کو کہتے ہیں جس کا وقت عشا کی نماز کے بعد ہے جو عام طور پر عشا کے بعد ہی فوراً پڑھی جاتی ہے اور یہاں اس کا بیان ہو گا ۱۲

۲۔ یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور قاضی ابویوسف و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک و کسور ہے امام صاحب کی دلیل یہی حدیث ہے جو آگے بیان ہو گی اس لیے کہ سنت کے ترک پر ایسی سختی نہیں کی جاتی جیسے نماز و تر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں سبح اسم اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون تیسری میں قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے۔ ۳۔ یہ مذہب امام صاحب کا ہے ان کے نزدیک ایک رکعت کی وتر جائز نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک وتر تیس ایک رکعت بھی جائز ہے دونوں طرف بکثرت احادیث صحیحہ موجود ہیں مگر تین رکعت وتر اکثر فقہائے صحابہ کا معمول تھا حضرت فاروقؓ کو اس میں ایک خاص اہتمام تھا ایک مرتبہ سفید بن مسیبؓ کو ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا فرمایا کہ کیسی ناقص نماز پڑھتے ہو اور رکعت اور پڑھو ورنہ تم کو سزا دوں گا (نہایہ) ترمذی نے حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ سے تین رکعت وتر کی نقل کی ہے ادراعی کو عمران بن حصین اور عائشہ اور ابن عباس اور ابویوسف رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کیا ہے اور اخیر میں لکھ دیا ہے کہ ایک جماعت صحابہ و تابعین کی اسی طرف ہے ابن مسعود اور حضرت فاروقؓ کا مذہب وتر کی تین رکعت ہونے میں امام محمدؒ کی موطامین موجود ہے امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ساف کا اسی معمول تھا (نہایہ) تین رکعت کی وتر صحابہ میں مشہور تھی ایک رکعت کی وتر عام طور سب لوگ جانتے

جو فرض نمازوں کا ہے صرف نزل اس قدر ہے کہ فرض کی صرف دو رکعتوں میں سجدہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت طائی باقی ہے اور اس کی دونوں رکعتوں میں دوسری سورت پڑھنے کا حکم ہے اور تیسری رکعت میں دوسری سورت کے بعد دونوں ہاتھ تکبیر کے ساتھ کانوں تک اسی طرح اٹھا کر جس طرح تکبیر تحریرہ کے وقت اٹھانا چاہیے پھر پڑھے اور اس دعا کو آہستہ آواز سے پڑھے۔

اسے اللہ ہم مدد پڑھتے ہیں اور ہدایت آیتے نمازوں کی معافی ہم تو بر کرتے ہیں اور تیرے اوپر ایمان لائے ہیں اور تیری اچھی تعریفیں کرتے ہیں ناشکری نہیں کرتے اور جو تیری ناشکری و نافرمانی کرے اس کو چھوڑتے ہیں لے اللہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تیری نماز پڑھتے ہیں تجھی کو سجدہ کرتے ہیں تیری طرف دوڑتے آتے ہیں تیری عبادت میں جلد مستعد ہو جاتے ہیں تیری رحمت کے امیدوار ہیں تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تیرا سچا عذاب کافروں پر نازل ہونے والا ہے۔

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَجِيبُكَ وَنَسْتَهْدِيكَ
وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوبُ إِلَيْكَ وَنُؤْمِنُ
بِكَ وَنُشْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا
نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يُفْجِرُكَ
اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَعْبُدُكَ وَنُحْسِنُ
وَأِلَيْكَ نَسْعَى وَنُخْفِدُ وَنُوجِدُ أَسْرَحَتَكَ
وَنُحْسِنُ عِزَّكَ إِنَّا عَدَا بَكَ بِالْكَفَارِ
مُلْحِقَةٌ

اور اگر اس کے بعد یہ دعا بھی پڑھ لے تو بہتر ہے۔

اسے اللہ مجھے ہدایت کران لوگوں کے ساتھ جن کو تو نے ہدایت کی مجھے آفتوں اور مصیبتوں سے بچان لوگوں کے ساتھ جن کو تو نے بچایا اور مجھ سے محبت کوان لوگوں کے ساتھ جن سے تو نے محبت کی اور جو کچھ تو نے مجھے دیا ہے اس میں برکت دے اور مجھے ان برائیوں سے بچا جو مقدر ہوں بیشک تو مہاکم ہے محکوم نہیں اور جس سے تو محبت کرے وہ ذلیل نہیں ہو سکتا اور جس سے تجھ کو عداوت ہو وہ عزت نہیں پاسکتا بزرگ اور برتر ہے تو ۱۲

اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَ
عَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ
وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرَّ مَا أَنْفَقَيْتَ
إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ إِنَّهُ لَا يَذِلُّ
مَنْ دَالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ فَتَبَارَكْتَ
رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ

رحمۃ متعلقہ صغیرہ بھی نہ تھے حضرت مغایرہ کو ابن عباس کے مولا نے ایک رکعت و تہ پڑھنے دیکھا تو ان کو نہایت تعجب ہوا یہ خبر جا کر ابن عباس سے بیان کی ابن عباس نے ان کی خوشنیت و میریت یہ کہہ کر دفع کر دی کہ معاویہ فقیر ہیں رسول اللہ کی تعجب سے مشرف ہوئے ہیں ان پر اعتراض نہ کرو (صحیح بخاری) امام طحاوی نے توڑ کے تین رکعت سے کم نہ ہونے پر ایک نہایت عقلی دلیل بھی قائم کی ہے ان سب وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک رکعت و تہ جن احادیث میں ہے وہ قابل تاویل ہے یا ان میں سے حضرت کی پہلی حالتوں کا ذکر ہے آخر علی آپ کا بھی تین رکعت پڑھا جو صحابہ میں مشہور ہوا ۱۲

اگر کوئی شخص غلطی سے پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ جائے تو اس کو چاہیے
 کہ پھر تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھے۔ (بجرا لائق وغیرہ)
 اگر کسی کو دعائے قنوت زیادہ ہو تو وہ بچائے اس کے
 سَرَّبْنَا اِتِّسَانِي الَّذِي اَحْسَنَهُ وَ
 فِي الْاٰخِرَةِ اَحْسَنَهُ وَ قِنَاهَا اَبِ النَّاسِ
 اِسپروردگار ہمارے ہم کو زیادہ آخرت دونوں میں
 آرام سے اور ہم کو دنیا و آخرت کے عذاب سے بچا ۱۲
 يَا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ تَيْنِ مَرْتَبَةً يَا سَمِيْعُ تَيْنِ بَارِكْ لِيْ فِيْ مَرَاتِقِيْ الْفَلَاحِ وَغَيْرِهِ

نفل نمازوں کا بیان

چونکہ نماز ایک عمدہ عبادت ہے اور خداوند عالم سب عبادتوں سے زیادہ مرغوب و
 محبوب ہے اس لیے جس قدر اس کی کثرت کی جائے بہت خوب ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے میں جس قدر مسرت اور فرحت ہوتی تھی اس قدر کسی دوسری
 عبادت میں کبھی نہ ہوتی تھی اسی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ میری آنکھوں کو نماز میں ٹھنڈک ہوتی ہے
 (ترمذی)

شریعت نے اسی خیال سے اس عبادت میں فرائض اور واجبات کے علاوہ ہر فرض کے
 ساتھ کچھ سنتیں بھی مقرر فرمائی ہیں کہ فرض کے ساتھ آسانی سے ادا ہو جائیں اور جو قصور نقصان فرائض
 کے ادا کرنے میں واقع ہوا ہو وہ بھی ان کی وجہ سے پورا ہو جائے۔ نماز کے سوا اور کسی عبادت میں
 فرائض کے سوا شریعت کی طرف سے سنن وغیرہ مقرر نہیں اپنی خوشی سے اگر کوئی فرض کے علاوہ
 ان باتوں کو بھی کرے تو وہ دوسری بات ہے زکوٰۃ کو دیکھئے جس قدر فرض ہے اس کے دینے

۱۵ در مختار وغیرہ میں اس مسئلے کو اس تفصیل و تفریق سے لکھا ہے۔ اگر یہ جانتا ہو کہ پہلی یا دوسری رکعت ہے
 اور صرف دعائے قنوت کے پڑھنے میں سو ہوا ہو تو پھر تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھے اور اگر رکعت
 کی تعیین میں سو ہوا ہو مثلاً دوسری رکعت کو تیسری رکعت سمجھ کر دعائے قنوت پڑھی ہے تو پھر تیسری رکعت
 سمجھ کر دعائے قنوت پڑھی ہے تو پھر تیسری رکعت میں پڑھنے کے صحیح یہ ہے کہ ہر صورت میں دوبارہ دعائے قنوت
 پڑھنا چاہئے صاحب بجرا لائق نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

۱۲ فرضی اور واجب کے سوا ہر نماز کو نفل کہتے ہیں خواہ سنت ہو یا نفل۔ ۱۲

کے بعد اگر ایک پیسہ بھی کسی محتاج کو نہ دیا جائے تو شریعت کی طرف سے کچھ تعرض نہیں۔ روزے کا بھی یہی حال ہے رمضان کے سوا اگر ایک روزہ بھی نہ رکھا جائے تو شریعت کی طرف سے کچھ مضائقہ نہیں۔ حج کی بھی یہی کیفیت ہے فرض ہونے کے بعد تمام عمر میں ایک مرتبہ حج کر کے پورا کر بھی نہ کیا جائے تو کچھ گناہ نہیں نمازوں میں اگر صرف فرائض ادا کیے جائیں اور سنتیں نہ پڑھی جائیں تو گناہ ہے یہاں سے بھی یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ نماز اللہ جل شانہ کو کس قدر پسند ہے۔

نفل نمازوں کے پڑھنے کا بھی وہی طریقہ ہے جو اور پر بیان ہو چکا فرق صرف اس قدر ہے کہ فرائض کی صرف دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنے کا حکم ہے اور نوافل کی سب رکعتوں میں نوافل کی رکعتوں میں جو سورتیں پڑھی جائیں ان کا برابر نہ ہونا بھی خلاف سنت نہیں ہے۔ نوافل دن میں دو رکعت تک اور رات میں چار رکعت تک ایک ہی سلام سے پڑھی جاسکتی ہیں مگر ہر دو رکعت کے بعد التحيات پڑھنا چاہئے۔

فجر کے وقت فرض سے پہلے دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں ان کی تاکید تمام مؤکدہ سنتوں سے زیادہ ہے بیان تک کہ بعض روایات میں امام صاحب سے ان کا وجوب منقول ہے بعض علماء نے لکھا ہے کہ ان کے انکار سے کفر کا خوف ہے زور مختار۔ (مراقی الفلاح جو غیرہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فجر کی سنتیں نہ چھوڑو چاہے تم کو گھوڑے کچل ڈالیں یعنی جان جانے کا خوف ہو جب بھی نہ چھوڑو۔ اس سے مقصود صرف تاکید اور توجیب ہے ورنہ جان کے خوف سے تو فرائض کا چھوڑنا بھی جائز ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کی سنتیں میرے نزدیک تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔

ظہر کے وقت فرض سے پہلے چار رکعت ایک سلام سے اور فرض کے بعد دو رکعت سنت

فجر کی سنت کی پہلی رکعت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا ایہا الکافرون دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے امام غزالی نے لکھا ہے کہ اگر پہلی رکعت میں الحمد نصح اور دوسری رکعت میں الحمد ترکیف پڑھی جائے تو دن بھر کی آفتوں سے نجات محفوظ رہے گا۔ مگر یہ حدیث میں نہیں آیا۔ (لطفاً وی عامہ مراقی الفلاح) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظہر کے پہلے چار رکعت دو سلام سے سنت ہیں امام صاحب کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بخاری چھوڑنے سے روایت کی ہے کہ حضرت ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔ امام شافعی کی طرف سے اس حدیث کی تاویل کی جاتی ہے کہ اصل خلاف ظاہر ہے یعنی یہ چار رکعت سنت ظہر کی نہ تھیں بلکہ مستقل نماز تھی ۱۲

مؤکدہ ہیں۔ (مراتی الفلاح - در مختار وغیرہ)
 جمعہ کے وقت فرض سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام سے سنت مؤکدہ ہیں اور فرض کے
 بعد بھی چار رکعتیں ایک سلام سے (مراتی الفلاح وغیرہ)
 عصر کے وقت کوئی سنت مؤکدہ نہیں۔ ہاں فرض سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام سے مستحب
 ہیں (مراتی الفلاح)

مغرب کے وقت فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔

عشا کے وقت فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔ اور فرض سے پہلے چار رکعت
 ایک سلام سے مستحب ہیں۔

وتر کے بعد بھی دو رکعتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ لہذا یہ دو رکعت بعد وتر کے
 مستحب ہیں۔ ان سب سنتوں کے لیے علیحدہ علیحدہ تاکیدیں اور فضیلتیں حدیث شریف میں
 وارد ہوئی ہیں مگر یہاں صرف ایک وہ حدیث لکھی جاتی ہے جس سے سب کی فضیلت نکلتی ہے
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان فرض کے علاوہ بارہ رکعتیں پڑھ لیا کرے اس کے لیے
 اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بنائے گا۔ (صحیح مسلم)

ترمذی اور نسائی میں ان بارہ رکعتوں کی تفصیل اس طرح منقول ہے۔ چار قبل ظہر کے اور
 دو اس کے بعد۔ دو مغرب کے بعد۔ دو عشا کے بعد۔ دو فجر کے قبل۔

ان سنتوں کے علاوہ اور بھی نمازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں دلدادگان سنت
 کے لیے ان کا ذکر بھی ضروری ہے لہذا ہم اپنی کتاب ان کے مبارک ذکر سے خالی رکھنا تمہیں
 چاہتے۔

صاحب سفر السعادت نے لکھا ہے کہ جمعہ سے پہلے کوئی سنت منقول نہیں حالانکہ ترمذی میں حضرت
 ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جمعہ سے پہلے چار رکعتیں اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعتیں
 پڑھا کرتے تھے ۱۲

یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بعد جمعہ کے چھ
 رکعتیں مسنون ہیں پہلے چار ایک سلام سے پھر دو رکعت ایک سلام سے دونوں طرف صحیح حدیث موجود
 ہیں ۱۲

نماز تہجد

نماز تہجد سنت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کو پڑھا کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو اس کے پڑھنے کی بہت ترغیب دیتے تھے۔ اس کے فضائل بہت احادیث میں وارد ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد فرض نمازوں کے نماز شب (تہجد) کا مرتبہ ہے۔ (مسلم)

حضرات صوفیہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص بے نماز تہجد کے درجہ ولایت کو نہیں پہنچتا اس میں شک نہیں کہ یہ نماز تمام صلحاء امت کا معمول ہے صحابہ سے لے کر اس وقت تک بلکہ ایک حدیث میں ہے کہ اگلی امت والے بھی اس نماز کو پڑھتے تھے۔

نماز تہجد کا وقت عشا کی نماز کے بعد ہے۔ سنت یہ ہے کہ عشا کی نماز پڑھ کر سو رہے اس کے بعد آٹھ رکعت تہجد پڑھے (شامی وغیرہ)

بہتر یہ ہے کہ بعد نصف شب کے پڑھے۔ کم سے کم تہجد کی نماز دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ دس رکعت منقول ہے اور اکثر معمول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آٹھ رکعت پر تھا ایک سلام سے دو دو رکعتیں۔ تہجد کی نماز اس نیت سے پڑھے۔ نَوَيْتُ أَنْ أُصَلِّيَ رَكْعَتِي صَلَاةَ التَّهَجُّدِ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي وَأَنَا فِي حَالِ الْوَجْدِ وَالْحَمْدِ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ إِنَّهُ هُوَ الْبَصِيرُ

سنت پڑھوں نبی صلعم کبھی آدھی رات کو کبھی اس سے کچھ پہلے کبھی کچھ اس کے بعد تہجد کے لیے اٹھتے تو اس دعا کو جو بیداری کے وقت آپ کی معمول تھی پڑھتے ہوئے دونوں ہاتھ منہ پر ملتے تاکہ نیند کا اثر

۱۱ بعض فقہاء نے اس نماز کو مستحب لکھا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ سنت ہے ۱۲

۱۲ بعض کتب فقہ میں اس نماز کی آٹھ رکعتیں اتنی ہی تعداد لکھی ہے مگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دس رکعت بھی حضرت نے پڑھی ہیں۔ شرح سفر السعادت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کو بہت عمدہ تفصیل سے بیان فرمایا ہے ۱۲

۱۳ وہ دعا یہ ہے الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ۔ ترجمہ۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں بعد موت (خواب) کے زندہ (بیدار) کیا اور اسی کی طرف سب کا رجوع ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی مختلف دعائیں حضرت سے منقول ہیں ۱۲ (سفر السعادت)

جاتا ہے۔ اس کے بعد مسواک فرماتے مسواک میں مبالغہ کرنا حضرت کی عادت تھی۔ بعد مسواک کے وضو فرماتے بعض روایات میں ہے کہ مسواک اور وضو کرتے وقت بعض میں ہے کہ اس سے پہلے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے اور سورۃ آل عمران کی آخری دس آیتیں جن کی ابتدا بِرَبِّیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے ہے تلاوت فرماتے اور بعض روایات میں ہے وَرَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا اِبْرٰهٖمًا سِوَا لَمْ يَخْلُقْ اَلْمِیْعَادَ بِکَ پڑھتے اس کے بعد نماز شروع کرتے۔ نماز پڑھنے میں آپ کی عادت مختلف تھی کبھی چھ رکعت پڑھتے اور ہر دو رکعت کے بعد سو رہتے۔ سو اٹھنے کے بعد پھر اسی طرح مسواک اور وضو کرتے اور آیتوں کی تلاوت فرماتے اکثر عادت آپ کی اٹھ رکعت پڑھنے کی تھی اسی واسطے فقہانے اٹھ رکعتیں اختیار کی ہیں و ترک نماز حضرت بعد تہجد کے پڑھتے تھے اور اگر فجر کا وقت آجاتا تو اس کے بعد فجر کی سنتیں بھی پڑھ لیتے پھر تھوڑی دیر لیٹ رہتے اس کے بعد فجر کی نماز پڑھنے تشریف لے جاتے۔

نماز چاشت

نماز چاشت مستحب ہے اختیار ہے کہ چارے چار رکعتیں پڑھے چارے چارے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار بھی منقول ہیں اور یہ بھی منقول ہے کہ کبھی چار سے زیادہ بھی پڑھ لیتے تھے طبرانی کی ایک حدیث میں بارہ رکعت تک منقول ہیں (مراقی الفلاح)

نماز چاشت کا وقت آفتاب کے چھٹی طرح نکل آنے کے بعد سے زوال سے پہلے تک رہتا ہے (مراقی الفلاح) نماز چاشت اس نیت سے پڑھی جائے

نَوَيْتُ اَنْ اُحْتَمِلَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ
صَلٰوةِ الصَّحٰی سُنَّةِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
میں نے یہ ارادہ کیا کہ چار رکعت نماز چاشت
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پڑھوں۔

یہاں تک کہ جو نمازیں مذکور ہوئیں وہ تمہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ التزام سے پڑھا کرتے تھے کبھی ترک نہ فرماتے تھے اور باقی نمازیں جو آپ پڑھتے تھے ان کے لیے کوئی خاص سبب ہوتا تھا مثلاً تھمتہ المسجد مسجد میں جانے کے لیے پڑھتے تھے۔ نماز خسوف و کسوف چاند گرہن سورج گرہن کے سبب سے و علیٰ ہذا القیاس۔

طالب ثواب اور پیر و سنت کو چاہئے کہ ان نمازوں کو بے کسی عذر قوی کے نہ چھوڑے
اگر خیال کیا جائے تو کوئی بڑی بات نہیں دن راتیں فرائض وغیرہ ملا کر صرف چھالیس رکعتیں
ہوتی ہیں سترہ رکعت فرض تین رکعت وتر بارہ رکعتیں مؤکدہ سنتیں جو پنج وقتی نمازوں کے ساتھ
پڑھی جاتی ہیں آٹھ رکعت نماز تہجد چار رکعت نماز چاشت۔ مگر ان سوس ہم لوگوں کی کم ہمتی اور
سستی کے سامنے فرائض ہی کا ادا ہونا دشوار ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْغَاشِيِينَ
الَّذِينَ يَلْمُزُونَ أَنَّهُمْ مَلَقُوا أَسْرِبَهُمْ

بیشک نماز کا پڑھنا بہت دشوار ہے مگر ان
لوگوں کو جنہیں اپنے پروردگار سے ملنے کا یقین ہے۔

پس اصل وجہ بھاری سستی اور کم ہمتی کی یہی ہے کہ ہمیں قیامت کے آنے اور ثواب و عذاب
کے ملنے کا پورا یقین نہیں ہے اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ جَمِيعِ مَا كَرِهَ اللَّهُ لِعِبَادِهِ لَمَّا كَانَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
شب و روز اتنے مرتبہ کریم کا دروازہ طالب اور ادب کے ہاتھوں سے کھولا جاتا ہے بیشک اس پر
سعادت و رحمت کا دروازہ بہت جلد کھل جائے گا۔

نتیجۃ المسجد

یہ نماز اس شخص کے لیے سنت ہے جو مسجد میں داخل ہو (در مختار وغیرہ)
اس نماز سے مقصود مسجد کی تعظیم ہے جو درحقیقت خدا ہی کی تعظیم ہے اس لیے کہ مکان کی تعظیم
صاحب مکان کے خیال سے ہوا کرتی ہے پس غیر خدا کی تعظیم کسی طرح اس سے مقصود نہیں مسجد میں آنے
کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے بشرطیکہ کوئی کمرہ وقت نہ ہو (در مختار بحر الرائق شامی وغیرہ)
اگر کمرہ وقت ہو تو صرف چار مرتبہ ان کلمات کو کہ لے سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
وَكَوَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَوْ لِيُذَكِّرَ اس کے کوئی دو و شریف پڑھ لے (در مختار - مراقی الفلاح)

اس نماز کی نیت یہ ہے۔

نَوَيْتُ أَنْ أَصَلِّمَا رَكَعَتَيْنِ تَحِيَّةً
الْمَسْجِدِ

میں نے یہ ارادہ کیا کہ دو رکعت نماز تحیۃ المسجد
پڑھوں۔

دو رکعت کی کچھ تخصیص نہیں اگر چار رکعت پڑھی جائیں تب بھی کچھ مضائقہ نہیں۔
اگر مسجد میں آتے ہی کوئی فرض نماز پڑھی جائے یا اور کوئی سنت ادا کی جاسے تو وہی

فرض یا سنت تہیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گی یعنی اس کے پڑھنے سے تہیۃ المسجد کا ثواب بھی مل جائے گا اگرچہ اس میں تہیۃ المسجد کی نیت نہیں کی گئی (رد مختار - مراقی الفلاح - شامی وغیرہ) اگر مسجد میں جا کر کوئی شخص بیٹھ جائے اور اس کے بعد تہیۃ المسجد پڑھے تب بھی کچھ حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھے (رد مختار وغیرہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد جایا کرے تو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھے نہ بیٹھے (صحیح بخاری - صحیح مسلم) اگر مسجد میں کسی مرتبہ جانے کا اتفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ تہیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے۔ خواہ پہلی مرتبہ پڑھے یا اخیر میں (رد مختار - شامی)

سنت وضو

بعد وضو کے جسم خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز مستحب ہے (رد مختار - مراقی الفلاح) اگر چار رکعتیں پڑھی جائیں تب بھی کچھ حرج نہیں اور کوئی فرض یا سنت وغیرہ پڑھ لی جائے تب بھی کافی ہے ثواب مل جائے گا (مراقی الفلاح) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز خالص دل سے پڑھے لیا کرے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے (صحیح مسلم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں حضرت بلالؓ کے چلنے کی آواز اپنے آگے جنت میں سنی صبح کو ان سے دریافت فرمایا کہ تم کو نسا ایسا نیک کام کرتے ہو کہ کل میں نے تمہارے چلنے کی آواز جنت میں اپنے آگے سنی بلالؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب میں وضو کرتا ہوں تو دو رکعت نماز پڑھ لیا کرتا ہوں (صحیح بخاری)

غسل کے بعد یہ دو رکعتیں مستحب ہیں اس لیے کہ ہر غسل کے ساتھ وضو بھی ضرور ہو جائے

(رد المحتار)

نماز سفر

جب کوئی شخص اپنے وطن سے سفر کرنے لگے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز گھر میں پڑھ کر سفر کرے اور جب سفر سے آئے تو مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھے اس کے بعد اپنے گھر جائے (در مختار وغیرہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی اپنے گھر میں آن دو رکعتوں سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑتا جو سفر کرتے وقت پڑھی جاتی ہیں (طبرانی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لیتے تھے (صحیح مسلم)

مسیافر کو یہ بھی مستحب ہے کہ اثنائے سفر میں جب کسی منزل پر پہنچے اور وہاں قیام کا ارادہ ہو تو قبل بیٹھنے کے دو رکعت نماز پڑھے (شامی وغیرہ)

نماز استخارہ

جب کسی کو کوئی کام درپیش ہو اور اس کے کرنے نہ کرنے میں تردد ہو یا اس میں تردد ہو کہ وہ کام کس وقت کیا جائے مثلاً کسی کو سفر چھوڑنا ہو تو اس کے کرنے نہ کرنے میں تردد نہیں ہو سکتا اس لیے کہ حج عبادت ہے اور عبادت کے کرنے نہ کرنے میں تردد کیسا ہاں اس میں تردد ہو سکتا ہے کہ سفر آج کیا جائے یا کل تو ایسی حالت میں مستحب ہے کہ دو رکعت نماز استخارہ پڑھی جائے اس کے بعد جس طرف طبیعت کو رغبت ہو وہ کام کیا جائے (در مختار - مراقی الفلاح)

بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ تک نماز استخارہ کی تکرار کے بعد کام شروع کیا جائے۔

(شامی - مراقی الفلاح)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو نماز استخارہ کی اس اہتمام سے تعلیم فرماتے تھے جیسے قرآن مجید کی تعلیم میں آپ کا اہتمام ہوتا تھا (بخاری - ترمذی - ابوداؤد وغیرہ)

نماز استخارہ اس نیت سے شروع کی جائے

تَوَيْتُ أَنْ أُصَلِّيَ رَكَعَتِي صَلَوَةً
میں نے نیت کی کہ دو رکعت نماز استخارہ
اِلسُّخَّارَةِ - پڑھوں۔

پھر دستوں پر عمل و دو رکعت نماز پڑھ کے یہ دعا پڑھی جائے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّى اَسْتَخِيْرُكَ
بِعِلْمِكَ وَاِسْتَقْدِرُ سِرَّكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ
وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَاَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هَذَا
اَلْاَمْرَ خَيْرٌ لِّىْ فِىْ دِيْنِىْ وَمَعَاشِىْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِىْ وَعَاجِلِهِ وَاَجَلِهِ فَاقْدِرْ لِىْ
وَيَسِّرْ لِىْ ثُمَّ بَارِكْ لِىْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هَذَا اَلْاَمْرُ شَرٌّ لِّىْ فِىْ دِيْنِىْ
وَمَعَاشِىْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِىْ وَعَاجِلِهِ وَاَجَلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّىْ وَاَصْرِفْنِىْ عَنْهُ
وَاقْدِرْ لِىْ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ مَهِّئْ لِىْ بِهِ۔

اور لفظ امر کی جگہ اپنی حاجت ذکر کرے مثلاً سفر کے لیے استخارہ کرنا ہو تو هَذَا السَّفَرِ
کے اور نکاح کے لیے استخارہ کرنا ہو تو هَذَا النِّكَاحِ کے کسی چیز کی خرید و فروخت کے لیے کرنا ہو
تو هَذَا الْبَيْعِ کے و علیٰ ہذا القیاسی بعض مشائخ سے منقول ہے کہ بعد اس دعا پڑھنے کے با وضو
قبلہ رو ہو کر سو رہے اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو سمجھے کہ یہ کام اچھا ہے کرنا چاہیے اور
اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو سمجھے کہ یہ کام بُرا ہے نہ کرنا چاہیے (شامی)
اگر کسی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکتا ہو مثلاً عجلت کی وجہ سے یا عورت حیض و نفاس کے سبب
سے تو صرف دعا پڑھ کر کام شروع کر دے (طحاوی وغیرہ)
مستحب ہے کہ دعا کے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور درود شریف بھی پڑھ لیا جائے۔

نماز حاجت

جب کسی کو کوئی حاجت یا ضرورت پیش آئے خواہ وہ حاجت بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے ہو
یا بواسطہ اپنی کسی بندے سے اس حاجت کا پورا ہونا مقصود ہو مثلاً کسی کو نوکری کی خواہش ہو
یا کسی سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر درود شریف پڑھے
اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کر کے اس دعا کو پڑھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ
نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ چشم پوشی اور بخشش

سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ
 رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيمَةَ
 مِنْ كُلِّ بَرٍّ وَسَلَامَةٍ مِنْ كُلِّ آثِمٍ كَاتِبٍ
 لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفْرَتَكَ وَأَحَاجَةً لَكَ فِيهَا
 رِضَى إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّحِيمِينَ ۝

کرنے واسے کے، پاکی بیان کرتا ہوں میں اللہ کی جو
 مالک ہے عرش عظیم کا اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے
 ہیں جو پروردگار ہے سارے جہان کا اسے اللہ میں تجھ سے
 مانگتا ہوں وہ چیزیں جن پر تیری رحمت ہوتی ہے اور جو
 تیری بخشش کا سبب واقع ہوتی ہیں اور مانگتا ہوں اپنا حصہ
 ہر فائدہ سے اور پچا ہتا ہوں پچنا ہر گناہ سے اسے اللہ میرے
 کسی گناہ کو بے بخشے ہوئے اور کسی غم کو بے دور کیے ہوئے
 اور کسی حاجت کو بے پورا کیے ہوئے نہ چھوڑے ۱۲

اس دعا کے بعد جو حاجت اس کو درپیش ہو اس کا سوال اللہ تعالیٰ سے کرے جو نماز حاجت
 روائی کے لیے مجرب ہے بعض بزرگوں نے اپنی ضرورتوں میں اسی طریقہ سے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ
 سے اپنی حاجت بیان کی ان کا کام پورا ہو گیا (شامی)
 ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ میرے
 لیے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بینائی عنایت فرمائے حضرت نے فرمایا کہ اگر تم صبر کرو تو بہت ثواب
 ہو گا اگر تم توہین دعا کروں انھوں نے خواہش کی کہ آپ دعا فرمائیے اس وقت آپ نے ان کو
 یہ نماز تعلیم فرمائی۔

صلوۃ الاوابین

نماز اوابین مستحب ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بہت فضائل بیان فرمائے ہیں
 نماز اوابین چھ رکعت پڑھنا چاہیے تین سلام سے نماز مغرب کے بعد (مراتی النفلح)

صلوۃ التبیح

صلوۃ التبیح مستحب ہے ثواب اس کا احادیث میں بے شمار ہے۔

۱۱ ابن عباس سے پوچھا گیا کہ اس نماز کے لیے کوئی خاص عورت بھی تم کو یاد ہے انھوں نے کہا ہاں اماکم
 التکاثر - والعصر - قل یا ایہا الکافرون - قل ہو اللہ احد ۱۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو تعلیم فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ اسے چچا اس کے پٹھنے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں انکے پچھلے نئے پرانے اگر تم سے ہو سکے تو ہر روز ایک مرتبہ اس کو پڑھ لیا کرو ورنہ ہفتے میں ایک بار ورنہ مہینہ میں ایک دفعہ اور یہ بھی نہ ہو سکے تو تمام عمر میں ایک بار۔

بعض محققین کا قول ہے کہ اس قدر فضیلت معلوم ہو جانے کے بعد پھر بھی اگر کوئی اس نماز کو نہ پڑھے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین کی کچھ عزت نہیں کرتا (شامی)

صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں بہتر ہے کہ چاروں رکعتیں ایک سلام سے پڑھی جائیں اگر دو سلام سے پڑھی جائیں تب بھی درست ہے۔ ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح کہنا چاہیے پوری نماز میں تین سو مرتبہ۔ صلوٰۃ التسبیح کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ نیت کرے

نَوَيْتُ أَنْ أَصَلِّيَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ
میں نے یہ ارادہ کیا کہ چار رکعت نماز صلوٰۃ التسبیح
پڑھوں۔

تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور سبحانک اللهم پڑھ کر پندرہ مرتبہ کہے سُبْحَانَ اللَّهِ وَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ پھر اَعُوذُ بِاللَّهِ اور بِسْمِ اللَّهِ پڑھ کر الحمد اور سورت
پڑھے اس کے بعد دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے پھر رکوع سے اٹھ کر سبحان اللہ من حمدہ و ربنا لک الحمد
کے بعد دس بار وہی تسبیح پڑھے پھر سجدے میں جائے اور دونوں سجدوں میں سبحان ربی الاعلیٰ
کے بعد اور سجدوں کے درمیان میں دس دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے پھر دوسری رکعت میں الحمد سے
پہلے پندرہ مرتبہ اور بعد الحمد اور دوسری سورت کے دس مرتبہ اور رکوع اور قوسے اور دونوں سجدوں
اور ان کے درمیان میں دس دس دفعہ اسی تسبیح کو پڑھے اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت میں بھی
پڑھے۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ سبحانک اللهم کے بعد اس تسبیح کو نہ پڑھے
بلکہ بعد الحمد اور سورت کے پندرہ مرتبہ اور دوسرے سجدے کے بعد پچھتر دس مرتبہ اسی طرح دوسری
رکعت میں بھی الحمد اور سورت کے بعد دس مرتبہ اور بعد الحیات کے دس مرتبہ اسی طرح تیسری رکعت
میں بھی اور چوتھی رکعت میں بعد ورود شریفینا کے دس مرتبہ اور باقی تسبیحیں بدستور پڑھے یہ دونوں
طریقے ترمذی میں مذکور ہیں۔ ان دونوں روایتوں میں سے جس روایت کو چاہے اختیار کرے۔

اور بہتر ہے کہ کبھی اس روایت کے موافق عمل کرے اور کبھی اس روایت کے تاکہ دونوں روایتوں پر عمل ہو جائے (رشامی)

اس کی تسبیحیں چونکہ ایک خاص عدد کے لحاظ سے پڑھی جاتی ہیں یعنی حالت قیام میں چھپیس یا پندرہ مرتبہ اور باقی حالتوں میں دس دس مرتبہ اس لیے اس کی تسبیحوں کے گننے کی ضرورت ہوگی اور اگر خیال اس کی گنتی کی طرف رہے گا تو نماز میں شروع نہ ہوگا لہذا فقہانے لکھا ہے کہ ان کے گننے کے لیے کوئی علامت منظور کرے مثلاً جب ایک دفعہ کہہ چکے تو اپنے ہاتھ کی ایک انگلی کو دباوے پھر دوسری کو اسی طرح تیسری چوتھی پانچویں کو جب چھٹا عدد پورا ہو جائے تو دوسرے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں یکے بعد دیگرے اسی طرح دباوے اس طرح پورے دس عدد ہو جائیں گے اور اگر پندرہ مرتبہ کہنا ہو تو ایک ہاتھ کی انگلیاں دیکھنی کر کے پھر دباوے پندرہ عدد پورے ہو جائیں گے دیکھیوں کی پروں پر نہ گنتا چاہیے (رشامی)

اگر کوئی شخص صرف اپنے خیال میں عدد دیا رکھ سکے بشرطیکہ پورا خیال اسی طرف نہ ہو جائے تو اور بھی بہتر ہے (رشامی)

اگر بیوسے سے کسی مقام کی تسبیحیں چھوٹ جائیں تو ان کو اس دوسرے مقام میں ادا کر لے جو پہلے مقام سے ملا ہوا ہو بشرطیکہ یہ دوسرا مقام ایسا نہ ہو جس میں کوئی تسبیحیں پڑھنے سے اس کے بڑھ جانے کا خوف ہو اور اس کا بڑھ جانا پہلے مقام سے منع ہو مثلاً توسعے کا رکوع سے بڑھا دینا منع ہے پس رکوع کی چھوٹی ہوئی تکبیریں توسعے میں ندادا کی جائیں بلکہ پہلے سجدے میں اور اسی طرح دونوں سجدوں کی درمیانی نشست کا سجدوں سے بڑھا دینا منع ہے لہذا پہلے سجدے سے پہلے چھوٹی تکبیریں درمیان میں ندادا کی جائیں بلکہ دوسرے سجدے میں (رشامی)

نماز توبہ

جس شخص سے کوئی گناہ صادر ہو جائے اس کو مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے اس گناہ کے معاف کرانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے (طحاوی - شامی وغیرہ)

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ کسی مسلمان سے کوئی گناہ ہو جائے اور اس کے بعد فیما طہارت کر کے دو رکعت نماز پڑھے

پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے اللہ اس کے گناہ بخش دے گا پھر آپ نے بطور سند اس آیت کی تلاوت فرمائی -

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا بِذُنُوبِهِمْ - الْآيَةُ

جب کوئی شخص کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے پھر اللہ کا ذکر کرے اور اپنے گناہ کی معافی چاہے تو اللہ اس کے گناہ بخش دیتا ہے اور چونکہ نماز بھی اللہ تعالیٰ کا ایک عمدہ ذکر ہے اس لیے یہ نماز اس آیت سے سمجھی جاتی ہے۔

نماز قتل

جب کوئی مسلمان قتل کیا جاتا ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے گناہوں کی مغفرت کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تاکہ یہی نماز دعا استغفار و نیامیں اس کا آخری عمل رہے۔

(خطاوی عراقی الفلاح وغیرہ)

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے چند قاریوں کو قرآن مجید کی تعلیم کے لیے کہیں بھیجا تھا اثنائے راہ میں کفار مکہ نے انہیں گرفتار کیا سو حضرت ضعیبؓ کے اور سب کو وہیں قتل کر دیا۔ حضرت ضعیب رضی اللہ عنہ کو مکہ میں لے جا کر بڑی دھوم اور بڑے اہتمام سے شہید کیا جب یہ شہید ہونے لگے تو انہوں نے ان لوگوں سے اجازت لے کر دو رکعت نماز پڑھی اسی وقت سے یہ نماز مستحب ہو گئی (مشکوٰۃ)

نماز تراویح

نماز تراویح رمضان میں سنت مؤکدہ ہے مردوں کے لیے بھی اور عورتوں کے لیے بھی (در مختار)

۱۔ تراویح جمع تریحہ کی ہے تو بیکہ آرام کرنے کو کہتے ہیں چونکہ اس نماز میں پہاڑی تو بیکہ ہوتے ہیں یعنی ہر چار رکعت کے بعد بیٹھ کر آرام کر لیتے ہیں اس لیے اس نماز کو تراویح کہتے ہیں ۱۲

۲۔ تراویح کے سنت ہونے کا سواد ارض کے اہل کوئی فرقہ اسلام میں منکر نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رمضان شریف میں تین شب جماعت سے تراویح پڑھنی مہربان آپ نے دیکھا کہ لوگوں کی بہت کثرت ہو جاتی ہے تو پھر جماعت سے نہیں پڑھی اور فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں فرض نہ ہو جائے پھر اگر کوئی نہ پڑھے تو ترک فرضی کا سنت گناہ اس کے ذمہ ہوگا ۱۲

جس رات کو رمضان کا چاند دیکھا جائے اسی رات سے تراویح شروع کی جائے اور جب عید کا چاند دیکھا جائے چھوڑ دیا جائے۔

نماز تراویح روزہ کی تابع نہیں ہے جو لوگ کسی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں ان کو بھی تراویح کا پڑھنا سنت ہے اگر نہ پڑھیں گے تو ترک سنت کا گناہ ان پر ہوگا۔ (مراقی الفلاح) مسافر اور وہ مریض جو روزہ نہ رکھتا ہو اور اسی طرح حیض و نفاس والی عورتیں اگر تراویح کے وقت ظاہر ہو جائیں اور اسی طرح وہ کافر جو اس وقت اسلام لائے ان سب کو تراویح پڑھنا سنت ہے اگر چہ ان لوگوں نے روزہ نہیں رکھا (مراقی الفلاح)

نماز تراویح کا وقت بعد نماز عشا کے شروع ہوتا ہے اور صبح کی نماز تک رہتا ہے۔ نماز عشا سے پہلے اگر تراویح پڑھی جائے تو اس کا شمار تراویح میں نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص عشا کی نماز کے بعد تراویح پڑھ چکا اور بعد پڑھ چکنے کے معلوم ہو کہ عشا کی نماز میں کچھ سہو ہو گیا۔ جس کی وجہ سے عشا کی نماز نہیں ہوئی تو اس کو عشا کی نماز کے بعد تراویح کا بھی اعادہ کرنا چاہیے۔ (در مختار وغیرہ)

ترکاً بعد تراویح کے پڑھنا بہتر ہے اگر پہلے پڑھ لے تب بھی درست ہے (در مختار وغیرہ) نماز تراویح کا بعد تہائی رات کے نصف شب سے پہلے پڑھنا مستحب ہے اور نصف شب کے بعد خلاف اولیٰ ہے۔ (مططاویٰ حاشیہ مراقی الفلاح) نماز تراویح کی بیس رکعتیں باجماع صحابہ ثابت ہیں بہرہ و رکعت ایک سلام سے بیس رکعتیں دس سلام سے (در مختار۔ بحر الرائق وغیرہ)

نماز تراویح میں چار رکعت کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی ہیں

۱۔ اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے اور ایک ضعیف روایت میں ابن عباس سے پہلے رکعت بھی مگر حضرت عاروق اعظم نے اپنی خلافت کے زمانہ میں رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا اور جماعت کا حکم کر دیا بن کعب کو اس جماعت کا امام کیا اس کے بعد تمام صحابہ کا یہی دستور ہے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بھی اپنی خلافت کے زمانہ میں اس کا انتظام رکھا اور نبی کا ارشاد ہے کہ میری سنت اور میرے پیغمبر کی سنت کی سنت اپنے اوپر لازم سمجھو اسے اپنے دامن سے پکڑو پس بر حقیقت ایسا کر لو گئی اگر کوئی اس کو تراویح میں پڑھے تو وہ مخالف سنت کہا جائے گا نہ موافق سنت ۱۲

جائے گا جن کی بیانیہ
شخص مسجید میں ایک دست پیر
کر کوئی شریک ہو اور اس درمیان میں تلاوت کی

نماز تراویح میں شریک ہو اور اس درمیان میں تلاوت کی
ایسا کر لو گئی اگر کوئی اس کو تراویح میں پڑھے
تو وہ مخالف سنت کہا جائے گا نہ موافق سنت ۱۲

مستحب ہے ہاں اگر اتنی دیر تک بیٹھنے میں لوگوں کو تکلیف ہو اور جماعت کے کم ہو جانے کا خوف ہو تو اس سے کم بیٹھے۔ اس بیٹھنے کی حالت میں اختیار ہے چاہے نوافل پڑھے چاہے تسبیح وغیرہ پڑھے چاہے چپ بیٹھا رہے۔ مگر منظر میں لوگ بجائے بیٹھنے کے طواف کیا کرتے ہیں مدینہ منورہ میں چار رکعت نماز پڑھ لیتے ہیں بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ بیٹھنے کی حالت میں یہ تسبیح پڑھے۔

سُبْحَانَ ذِي الْمَلِكِ وَالْمَلَكُوتِ
سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْقُدْرَةِ
وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبْرُوتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ
الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ
رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ نَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَنَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ
وَنَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ (شامی)

پاک بیان کرتا ہوں پاک اور بادشاہت والے کی
پاک بیان کرتا ہوں میں عزت اور عظمت اور قدرت
اور بزرگی اور بدیہے والے کی۔ پاک بیان کرتا ہوں
میں اس بادشاہ کی جو زندہ ہے کبھی نہ مرے گا بہت
پاک ہے وہ پروردگار ہے۔ فرشتوں اور ارواح کا
نہیں کوئی عزا سوا اللہ کے ہم اپنے گناہوں کی معافی
چاہتے ہیں اللہ سے ہم بہشت کا سوال کرتے ہیں اور روئے
سے پناہ مانگتے ہیں ۱۲

اگر عشا کی نماز جماعت سے نہ پڑھی گئی ہو تو تراویح بھی جماعت سے نہ پڑھی جائے اس لیے کہ تراویح عشا کی تابع ہے ہاں جو لوگ جماعت سے عشا کی نماز پڑھ کر تراویح جماعت سے پڑھیں ان کے ساتھ شریک ہو کر اس کو بھی تراویح کا جماعت سے پڑھ لینا درست ہے۔ جماعت کے پڑھی ہے اس لیے کہ وہ ان لوگوں کا تابع سمجھا جائے گا۔ (شامی، غمہ)

اسے کہ پہلے عشا کی

میں تو ان کو وتر

رہے لوگوں کی

پڑھا جائے گا لوگ

ترہے کہ عس قدر لوگوں کو

س سورتیں پڑھ دی جائیں

دو بارہ پڑھ دے یا اور جو

سورتیں چاہے پڑھے۔ (در مختار، مرقی الفلاح، بحر الرائق۔ شامی وغیرہ)
ایک قرآن مجید سے زیادہ نہ پڑھے تاکہ لوگوں کا شوق نہ معلوم ہو جائے۔
ایک رات میں پورے قرآن مجید کا پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ لوگ نہایت شوقین ہوں کہ ان کو
گراں نہ گزرے اگر گراں گزرے اور ناگوار ہو تو مکروہ ہے۔

تراویح میں کسی سورت کے شروع پر ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑھ دینا
چاہیے۔ اس لیے کہ بسم اللہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے اگرچہ کسی سورت کا جز نہیں پس اگر
بسم اللہ بالکل نہ پڑھی جائے گی تو قرآن مجید کے پورے ہونے میں ایک آیت کی کمی رہ جائے گی
اور اگر آہستہ آواز سے پڑھی جائے گی تو مقتدیوں کا قرآن مجید پورا نہ ہوگا۔

تراویح کا رمضان کے پورے مہینہ میں پڑھنا سنت ہے اگرچہ قرآن مجید قبل مہینہ تمام ہونے
کے ختم ہو جائے مثلاً پندرہ روز میں پورا قرآن مجید پڑھ دیا جائے تو باقی زمانے میں بھی تراویح کا
پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قل ہو اللہ کا تراویح میں تین مرتبہ پڑھنا جیسا کہ

۱۔ خواہ وہ قل ہو اللہ ہو یا اور کوئی سورت آج کل دستور قل ہو اللہ کے شروع پر بسم اللہ پڑھنے کا ہے اس کی
کوئی خصوصیت نہیں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ کسی اور سورت کے شروع پر بسم اللہ پڑھی جائے تو کافی نہ ہوگی۔
اسی خیالی سے حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے لکھا ہے کہ میں نے اس دستور کو چھوڑ دیا کبھی
سورہ بقرہ کے شروع پر بسم اللہ پڑھ دیتا ہوں اور کبھی الم ترکیب کے شروع پر کبھی کسی اور سورت
کے شروع میں ۱۲

۲۔ یہ مذہب حنفیہ کا ہے جن لوگوں کے نزدیک بسم اللہ پوری آیت ہے اور ہر سورت کا جز ہے ان کے
زردیک ایک سورتہ آیتیں بسم اللہ کی ہوں گی سورہ برات کے شروع پر بسم اللہ ہونے کا کوئی قائل نہیں
اور سورہ نمل کے درمیان میں بسم اللہ ہونے کا کوئی منکر نہیں یہ اختلاف اسی بسم اللہ میں ہے جو ہر سورت کے
شروع پر قرآن مجید میں لکھی ہوئی ہے حنفیہ کے نزدیک بسم اللہ کسی سورت کا جز نہیں اگرچہ ہر سورت کے
شروع پر بسم اللہ نازل ہوتی تھی اور ایک آیت یا سورت کے کئی مرتبہ نازل ہونے سے اس کا کئی آیتوں یا کئی
سورتیں ہونا ضروری نہیں مثلاً سورہ فاتحہ کے دو سورت ہونے کا کوئی قائل نہیں امام شافعی اور قردکھانہ کے
زردیک بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے ان دونوں مذہبوں کے علاوہ اور کئی سات مذہب ہیں جن کی تفصیل حضرت
مولانا عبدالحی صاحب نور اللہ مرقہ کے رسالہ شریبہ سے مع دلائل ہر مذہب مع تزییح معلوم ہو سکتی ہے ۱۲

آج کل دستور ہے مکروہ ہے نماز تراویح اس نیت سے پڑھے

لَوَيْتُ أَنْ أُصَلِّيَ رَكْعَتِي صَلَوَاتِهِ
التَّارَاوِيحِ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَأَصْعَابِهِ

میں نے یہ ارادہ کیا کہ دو رکعت نماز تراویح پڑھوں
جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کی سنت

نماز تراویح پڑھنے کا بھی وہی طریقہ ہے جو اور نمازوں میں بیان ہو چکا ہے۔

نماز تراویح کی فضیلت اور اس کا ثواب محتاج بیان نہیں رمضان المبارک کی راتوں میں جو عبادت کی جائے اس کا ثواب احادیث میں بہت وارد ہے ایک صحیح حدیث کا مضمون ہے کہ جو شخص رمضان کی راتوں میں خاص اللہ کے واسطے ثواب سمجھ کر عبادت کرے اس کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔

نماز اعرام

جو شخص حج کرنا چاہے اس کے یلحرج کا احرام باندھتے وقت دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔ (مراتی الفلاح - طحاوی وغیرہ)

اس نماز کی نیت یوں کی جائے
لَوَيْتُ أَنْ أُصَلِّيَ رَكْعَتِي الْأِحْرَامِ
سُنَّةَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

میں نے یہ ارادہ کیا کہ دو رکعت نماز احرام نبی علیہ
صلواتہ والسلام کی سنت پڑھوں۔

۱۔ اگرچہ ہمارے فقہاء کے نزدیک قرآن مجید ختم کرتے وقت قل ہو اللہ تین مرتبہ پڑھنا مستحب ہے مگر انہوں نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ یہ حکم اس قرآن مجید کا ہے جو نماز میں نہ پڑھا جائے اس کے علاوہ نماز تراویح صحابہ سے بغیر سورہ اخلاص مروی ہے لہذا اختلاف سنت ہونے کے سبب سے مکروہ ہو گی اسی خیال سے حضرت مولانا عبدالحی صاحب نور اللہ رقدہ نے لکھا ہے کہ میں نے سورہ اخلاص کا تین مرتبہ پڑھنا چھوڑ دیا ہے اس لیے کہ صحابہ و تابعین وغیرہم سے میرے علم میں منقول نہیں اور ہمارے فقہانے بھی اس قرآن مجید میں سورہ اخلاص کی تکرار کو مکروہ لکھا ہے جو نماز میں پڑھا جاوے واللہ اعلم۔

۲۔ اس نماز کی پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور دوسری میں قل ہو اللہ احد حدیث میں وارد ہوئی

۱۲۶ (طحاوی حاشیہ مراتی الفلاح)

نماز کسوف و خسوف

کسوف کے وقت دو رکعت نماز مسنون ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسوف اور خسوف اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اس سے مقصود بندوں کو خوف دلانا ہے پس جب تم اسے دیکھو تو نماز پڑھو۔

نماز کسوف و خسوف پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو اور نمازوں کا ہے۔

نماز کسوف جماعت سے ادا کی جائے بشرطیکہ امام جمعہ یا حاکم وقت یا اس کا نائب امامت کرے (مراتی الفلاح وغیرہ)

نماز کسوف میں وہ سب شرطیں معتبر ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں سو خطبہ کے (خطاوی مراتی الفلاح)

نماز کسوف کے لیے اذان یا اقامت نہیں بلکہ اگر لوگوں کا جمع کرنا مقصود ہو تو پکار دیا جائے

(مراتی الفلاح وغیرہ)

نماز کسوف میں بڑی بڑی سورتوں کا مثل سورہ بقرہ وغیرہ کا پڑھنا اور رکوع اور سجدوں کا بہت دیر تک ادا کرنا مسنون ہے۔

نماز کے بعد امام کو چاہیے کہ دعائیں مصروف ہو جائے اور سب مقتدی آمین آمین کہیں۔ جب تک گڑھن موقوف نہ ہو جائے دعائیں مصروف رہنا چاہیے ہاں اگر ایسی حالت میں آفتاب غروب ہو جائے یا کسی نماز کا وقت آجائے تو البتہ دعا کو موقوف کر کے نماز میں مشغول ہو جانا چاہیے۔

خسوف کے وقت بھی دو رکعت نماز مسنون ہے مگر اس میں جماعت مسنون نہیں اسی طرح جب کوئی خوف یا مصیبت پیش آئے تو نماز پڑھنا مسنون ہے مثلاً سخت آندھی چلے بازو آئے یا بجلی گرے یا ستارے بہت ٹوٹیں یا برف بہت گرے یا پانی بہت برسے یا کوئی مرض عام مثل ہیضے وغیرہ کے پھیل جائے یا کسی دشمن وغیرہ کا خوف ہو مگر ان اوقات میں جو نمازیں پڑھی جائیں ان میں جماعت نہ کی جائے ہر شخص اپنے گھر میں تنہا پڑھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی

لہ کسوف سورہ گہن کو اور خسوف چاند گہن کو کہتے ہیں۔

مصیبت یا رنج ہوتا تو نماز میں مستعمل ہو جاتے۔ (مراقی الفلاح وغیرہ)

جس قدر نماز میں بیان بیان ہو چکیں ان کے علاوہ بھی جس قدر نوافل کی کثرت کی جاسکے اس وقت ثواب و ترقی و درجات ہے خصوصاً ان اوقات میں جن کی تقنیلیت اس وقت میں وارد ہوتی ہے اور ان میں عبادت کرنے کی ترغیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے مثل رمضان کے اخیر عشرے کی راتوں اور شعبان کی پندرہ راتوں کی راتوں کے ان اوقات کی بہت فضیلتیں اور ان میں عبادت کا بہت ثواب اجاڑ دیتا ہے۔ (مراقی الفلاح - طحاوی وغیرہ)

استسقا کے لیے کوئی خاص نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں ہاں دعا کرتا بیشک ثابت ہے (مراقی الفلاح - طحاوی وغیرہ)

اگر کوئی شخص سنت نہ سمجھے اور استسقا کے لیے نماز پڑھے تو حیا تر ہے مگر یہ جماعت سے نہ پڑھی جائے (مراقی الفلاح - در مختار وغیرہ)

جب پانی کی ضرورت نہ ہو اور پانی نہ برساتا ہو اس وقت اللہ تعالیٰ سے پانی پونے کی دعا کرنا مسنون ہے استسقا کے لیے دعا کرنا اس طریقے سے مستحب ہے کہ تمام مسلمان مل کر پونے لڑکوں اور بچوں اور جانوروں کے پیادہ جنگل کی طرف جائیں اور اپنے ہمراہ کسی کافر کو نہ لے جائیں پھر جو شخص ان میں بزدل ہو وہ قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو جائے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے پانی برسانے کی دعا کرے۔ (مراقی الفلاح وغیرہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استسقا کی جو دعائیں منقول ہیں مجملہ ان کے ایک دہا یہ ہے۔

۱۔ استسقا اللہ تعالیٰ سے پانی مانگنے کو کہتے ہیں ۱۲۔
۲۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے صاحبین کا مذہب اس کے خلاف ہے ان کے نزدیک استسقا کے لیے نماز بھی منقول و مسنون ہے اور وہ جماعت کے بھی قائل ہیں مگر اکثر علماء و ایش میں صرف دعا ہی وارد ہوئی ہے نماز کا ذکر بھی نہیں ہے اور یہنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے استسقا کے لیے بہت دعا پڑھی گئی ہے ان سے بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز ثابت ہوتی تو وہ پڑھتا اس سنت کو نہ چھوڑتا اور ایسے ضروری شہور واقعات کا ان کو نہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سوا اور اصحاب جو اس وقت موجود تھے وہ کب اس امر کو گوارا کرتے ۱۳ (طحاوی مراقی الفلاح)

اللَّهُمَّ اسْقِنَا حَيْثُمَا نَفَعْنَا غَيْرَ
 ذُنُوبِ عَابِلًا غَيْرَ عَابِلٍ اللَّهُمَّ اسْقِ
 رِعْيَا ذَكَ وَبِنَهَا نَمَتِكَ وَاللَّهُمَّ رَحِمَتِكَ
 وَأَخِي بَلَدِكَ الْبَيْتِ اللَّهُمَّ اسْقِ
 اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَفَعْنِ الْفُقَرَاءَ
 أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ كَمَا جَعَلْتَ مَا أَنْزَلْتَ قَدَمًا
 قَوْمًا وَبَلَاءًا إِلَى حِينٍ -

اسے اللہ برسا، سے پانی کی کیفیت کا دور کرنے والا جو
 لذائذہ سے نقصان دہ نہ کہ جسے چاندنی برستے دیر نہ ہوں
 اللہ اپنے بندوں اور جلا اور دن کو پانی پلا رہے اور اپنی
 رحمت کو بھیجے اللہ اسے ہر ذرہ شہر کا لذائذہ کر دے لے
 اللہ تیرے سوا کوئی خدا نہیں تو غنی تیرے اور ہم سب فقیر
 ہیں بھیج ہم پر باران رحمت ماہ آگے سے ہم کو رزق
 دے اور چاندنی تنہا کی کامنائی کر ۱۲

استقامت کی دعا کا عربی زبان میں یا خاص انہیں الفاظ سے ہونا کچھ ضروری نہیں۔
 نماز کی قسموں کی بیان ہو چکا صرف چند نمازیں باقی ہیں کہ ہم آگے بیان کریں گے لہذا
 اب ہم نماز کے فرائض اور وجبات اور سنن اور مستحبات اور منہیات اور مکروہات لکھتے ہیں
 جس سے یہ معلوم ہو گا کہ جو طریقہ نماز پڑھنے کا اور بیان ہو چکا اس میں کون چیر فرض ہے اور کون واجب
 اور کون سنت ہے اور کون مستحب اور اس طریقہ کے کس امر کی ولایت نہ کرنے سے نماز مکروہ ہو
 جاتی ہے۔

نماز کے فرائض

نماز کے فرائض چھ ہیں ان چھ میں سے پانچ نماز کے رکن ہیں یعنی نماز ان سے مرکب ہے اور
 وہ نماز کے جز ہیں اور چھٹا یعنی نماز کو اپنے فعل سے تمام کرنا رکن نہیں۔
 راقی قیام (کھڑا ہونا) اتنی دیر تک کھڑا رہنا فرض ہے جس میں اس قدر قناعت کی جائے
 جو فرض ہے (اور عقار وغیرہ)
 کھڑے ہونے کی حد فقہانے بیان کی ہے کہ اگر ہاتھ بڑھائے جائیں تو گھٹنوں تک
 نہ پہنچ سکیں (مراقی الفلاح وغیرہ)
 قیام صرف فرض اور واجب نمازوں میں فرض ہے۔ ان کے سوا اور نمازوں میں فرض نہیں۔
 (مراقی الفلاح)

۱۔ مثل نماز جمعہ اور عیدین اور جازہ وغیرہ کے ۱۲

۲۔ یہاں ان فرائض کا بیان ہے جو نماز کے اندر داخل ہیں اور نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں جو بیان ہو چکیں
 سب فرض ہیں ۱۲

صحیح یہ ہے کہ فجر کی سنت میں قیام فرض ہے اس لیے کہ اس تاکید میں کسی کا اختلاف نہیں بلکہ بعض فقہاء اس کے وجوب کے قائل ہو گئے ہیں (در مختار وغیرہ)۔
تراویح میں کھڑا ہونا فرض نہیں اس لیے کہ اس کی تاکید سنت فجر کی برابر نہیں (در مختار وغیرہ)۔
اس نفل کی قضا جو شروع کر کے فاسد کر دی گئی ہو واجب ہے اور اسی طرح وہ نماز جس کی نذر کی گئی ہو مگر فقہانے اس میں سکوت کیا ہے کہ اس میں قیام فرض ہے یا نہیں احتیاط یہ ہے کہ وہ بھی کھڑے ہو کر پڑھی جائیں۔

جو شخص قیام پر قادر نہ ہو اس پر قیام فرض نہیں۔

اگر کسی کے زخم ہو اور کھڑے ہونے سے اس زخم سے خون آجانے کا احتمال ہو تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز نہیں اسی طرح اس شخص کو جس کے کھڑے ہونے سے پیشاب آجانے کا خوف ہو یا عورت کو جسم کے کھل جانے کا خوف ہو (در مختار وغیرہ)۔
اگر کوئی شخص ایسا کمزور ہو کہ کھڑے ہونے سے اس کو ایک آیت پڑھنے کی بھی طاقت نہ رہے تو اس کو بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز نہیں (در مختار وغیرہ)۔

۲۔ قرأت یعنی قرآن مجید کا پڑھنا نماز میں۔ قرآن مجید کی ایک آیت کا پڑھنا فرض ہے خواہ بڑی آیت ہو یا چھوٹی مگر شرط یہ ہے کہ کم از کم دو نقطوں سے مرکب ہو جیسے **ثُمَّ أَنْظِرُ** اور اگر ایک ہی لفظ ہو جیسے **مَدَّ هَاتَمَانِ** یا ایک حرف ہو جیسے **ص۔ ق۔** وغیرہ یا دو حرف ہوں جیسے **ح۔ و** وغیرہ یا کئی حرف ہوں جیسے **الحم حم عسق** وغیرہ تو ان سب سورتوں میں ایسی

۱۔ اس میں اختلاف ہے مگر محقق مذہب یہی ہے جو کائنات پر اراقی الفلاح میں اس کے خلاف ہے مگر اس کو طحاوی وغیرہ محققین نے رد کر دیا ہے (طحاوی۔ قاضی خاں۔ شامی وغیرہ)۔

۲۔ یعنی فقہانے تراویح کو سنت فجر پر قیاس کر کے لکھا ہے کہ تراویح میں بھی قیام فرض ہے مگر یہ قیاس صحیح نہیں اس لیے کہ سنت فجر کی تاکید تراویح کی تاکید سے بہت زیادہ ہے ۱۲ (فتاویٰ قاضی خاں۔ شامی وغیرہ)۔

۳۔ مولانا شیخ عبدالحی صاحب نور اللہ مرقدہ نے بھی سہارے میں اپنی رائے اسی طرف ظاہر کی ہے اور لکھا ہے کہ فقہاء کے اشارات سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ان نمازوں میں بھی قیام فرض ہے ۱۲۔

۴۔ یہ مذہب ہمارے امام صاحب کا ہے۔ صاحبین کے نزدیک بڑی آیت اور چھوٹی تین آیتوں کا پڑھنا فرض ہے ان کے نزدیک چھوٹی ایک آیت کے پڑھنے سے فرض ادا نہیں ہوتا۔ (مرآتی الفلاح)۔

ایک آیت کے پڑھنے سے فرض نواوا ہوگا (در مختار - مراقی الفلاح)
 فرض نمازوں کی صرف دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے یہ بھی تخصیص نہیں کہ پہلی دو رکعتوں میں
 قرأت فرض ہے یا پچھلی دو رکعتوں میں یا اور میانی مثلاً مغرب کے وقت اگر کوئی پہلی اور تیسری
 رکعت میں قرأت کرے اور دوسری میں نہیں یا دوسری اور تیسری میں کرے پہلی میں نہیں بہر صورت
 فرض نواوا ہو جائے گا (کنز الدقائق - در مختار - مراقی الفلاح)
 و تراویح نمازوں کی سب رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔
 بدرک پر قرأت فرض بلکہ واجب بھی نہیں امام کی قرأت سب مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے

لہ دو سری سورت کا فرض واجب نہ ہونا متفق علیہ ہے کسی کا اختلاف نہیں ہاں سورہ فاتحہ کے بارے میں علمائے
 امت کا سخت اختلاف ہے امام شافعیؒ سے صحیح روایت میں منقول ہے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے خراہ بلند
 آواز کی نماز ہو یا آہستہ آواز کی اور یہی امام احمد کا بھی مذہب ہے امام مالک کے نزدیک فرض نہیں۔ مگر آہستہ آواز کی نماز
 میں مستحب ہے ہمارے امام عظیم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ اور صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ آہستہ آواز اور بلند آواز دونوں قسم کی نمازوں
 میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا مقتدی پر فرض نہیں بلکہ ہمارے فقہاء اس کو مکروہ تحریمی سمجھتے ہیں۔ ملا علی قاری نے مرقاة شرح
 مشکوٰۃ میں اور علماء نے اور کتابوں میں لکھا ہے کہ امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ آہستہ آواز کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا
 فرض ہے۔ بلکہ آواز کی نماز میں نہیں۔ حالانکہ امام محمدؒ کی کتابوں سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اس مسئلہ میں امام صاحب
 کے بالکل موافق ہیں انہوں نے موطا میں لکھا ہے کہ نہیں ہے قرأت امام کے پیچھے نہ بلند آواز کی نماز میں نہ آہستہ آواز
 کی اسی کے موافق پہنچی ہیں ہم کہ بہت سی حدیثیں اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور امام محمدؒ نے خود کتاب الامت
 میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ان مذاہب کے معلوم ہونے سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ سورہ فاتحہ کے بارے میں حنفیہ
 دو امر کے قائل ہیں ایک یہ کہ وہ مقتدی پر کسی حال میں فرض نہیں خواہ بلند آواز کی نماز ہو یا آہستہ آواز کی دوسرے یہ کہ اگر
 پڑھے تو مکروہ تحریمی ہے۔ یہاں ہم صرف فرض نہ ہونے کو ثابت کرتے ہیں مکروہ ہونے کو وہاں بیان کریں گے جہاں
 نماز کے مکروہات لکھیں گے جو لوگ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو فرض کہتے ہیں۔ ان کی بڑی دلیل یہ حدیث ہے
 لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَاءَةِ الْكِتَابِ بغير سورہ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی ان کے نزدیک امام کا پڑھنا مقتدی کے حق
 میں کافی نہیں بلکہ ہر ایک کو حقیقتہً پڑھنا چاہیے ہمارے امام صاحب کے دلائل میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے۔
 مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَ أَوْ قَرَأَ لَهُ بِشَخْصٍ كَسَى إِمَامٌ كَسَى نَازِئًا
 اس کی قرأت سمجھی جائے گی اس حدیث کے صحیح ہونے میں اگرچہ بعض علماء نے کلام کیا ہے مگر ان کا کلام کرنا صحیح نہیں
 (باقی صفحہ پر دیکھیں)

میسوق کو اپنی گئی برائی رکعتوں سے دو رکعت میں قرأت کو تاخیر نہیں ہے بشرطیکہ اس کی کوئی رکعت قرأت والی نرت ہوئی ہو۔

یہ اصل یہ ہے ہلام کے ہوتے ہوئے مقتدی کو قرأت کی حاجت نہیں ہاں میسوق کے پلے آن گئی برائی رکعتوں میں چونکہ امام نہیں ہوتا اس لیے اس کی قرأت کی ضرورت ہوتی ہے۔

۳۔ رکوع ہر رکعت میں ایک مرتبہ رکوع کو تاخیر نہیں ہے رکوع کی حد تقمانے یہ بیان کی ہے کہ اس قدر جھک جائے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ سکیں عزت جھک جانا فرض ہے کچھ ذریعہ تک جھکنا جواہر ہنا فرض نہیں۔

اگر کسی کی پیٹھ کو بڑا یا بڑھا پے وغیرہ کی وجہ سے جھک گئی ہو اور ہر وقت اس کی حالت رکوع کے مشابہ رہتی ہو تو اس کو رکوع میں عزت نہ جھکنا دینا چاہیے۔ (مراقی الفلاح)

۴۔ سجدہ سجدہ رکعت میں دو سجدے فرض ہیں ایک سجدہ قرآن مجید سے ثابت ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۸۷) یہ حدیث بہت سندوں سے مروی ہے بعض ان میں سے بالکل صحیح و سالم ہیں کسی کے کلام کی گنجائش نہیں یعنی وغیرہ نے اسی میں بہت زور دیا ہے اور علامہ وقت مولانا ابوالحسنات نور اللہ مرقدہ نے ان سب کے اقوال کو نہایت عمدہ تحقیق سے معایہ اور امام الکلام میں لکھا ہے (شکر اللہ علیہ) اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مقتدیوں کو قرأت کرنے کی کچھ ضرورت نہیں نہ سورہ فاتحہ کی نہ کسی اور سورت کی اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ شاید یہ حدیث بلند آواز کی نماز کے لیے ہو اس لیے کہ یہ ارشاد حضرت کا نماز عصر کے وقت تھا جو آہستہ آواز کی نماز ہے اب ہمارے نزدیک اس پہلی حدیث کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ اگر سورہ فاتحہ نماز میں نہ پڑھی جائے نہ حقیقتاً نہ حکماً تو نماز نہ ہوگی اور چونکہ جماعت کی نماز میں امام سورہ فاتحہ پڑھ لیتا ہے اور اسی حدیث نبوی سے ثابت ہوا کہ امام کا پڑھنا بیحد مقتدیوں کا پڑھنا سبب لہذا مقتدیوں کی نماز بھی سورہ فاتحہ سے خالی نہ ہوئی اور جب سورہ فاتحہ سے خالی نہ ہوئی تو نماز کیوں نہ ہوگی ہاں اگر امام بھی نہ پڑھے تو بیشک نماز نہ ہوگی یہی مطلب اس حدیث کا حضرت جابر سے مروی ہے ترمذی حضرت جابر سے نقلی ہیں انہوں نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو اس نے نماز ہی نہیں پڑھی مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو ترمذی یہ ناکہ کہ امام ائمہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا دیکھو جابریہ ایک مرد ہیں اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ اگر تم نماز پڑھنا ہو تو یہ حکم ہلام کے پیچھے نہیں ہم بیان اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگرچہ ابھی مفسرین بہت باقی ہے مگر انصاف اور تحقیق کے لیے اسی قدر کافی ہے۔

اور دوسرا جاہلیت سے اور اجماع سے۔

سجدے میں ایک گھٹنا اور ایک پیر کی انگلی کا اور پیشانی کا زمین پر رکھنا اور اگر پیشانی نہ رکھ سکتا ہو خواہ کسی پھوڑے وغیرہ کے سبب سے یا اور کسی وجہ سے تو بچائے اس کے صرف ناک کا رکھ دینا کافی ہے۔ (مراتی الفلاح وغیرہ)

سجدہ ایسی چیز پر کرنا چاہیے جو چھو رہے اور پیشانی اس پر رک سکے اور پیشانی زمین پر رکھنے وقت جس قدر زمین سے اونچی ہو اخیر وقت تک اسی قدر اونچی رہے اگر کسی ایسی چیز پر سجدہ کیا جائے جس پر پیشانی نہ جم سکے جیسے روئی کا ڈھیر یا روف کا ٹکڑا وغیرہ تو درست نہیں اس لیے کہ روئی کا ڈھیر سجدہ کرنے سے دب جائے گا اور روف کا ٹکڑا اگھل کر اس قدر نہ رہے گا جتنا پہلے تھا اور پیشانی کو زمین سے اس قدر بلندی نہ رہے گی جتنی رکھنے وقت تھی (مراتی الفلاح)

چار پائی اگر خوب کسی ہو کہ سجدہ کرنے سے اس کی بناوٹ کو بالکل جنبش نہ ہو اور بدستور اپنی حالت پر قائم رہے تو اس پر سجدہ جائز ہے۔

وہ فرش کا تکیہ جس میں روئی وغیرہ بھری ہو اگر سجدہ کرنے سے دبتے ہوں تو ان پر سجدہ جائز نہیں۔ اور اگر پہلے سے خوب دب چکے ہوں اور اب بالکل نہ دبیں تو ان پر سجدہ جائز ہے۔

سجدے کے مقام کو پیروں کی جگہ سے آدھ گز سے زیادہ اونچا نہ ہونا چاہیے اگر آدھ گز سے زیادہ اونچے مقام پر سجدہ کیا جائے تو درست نہیں۔ ہاں اگر کوئی ایسی ہی ضرورت پیش آجائے تو جائز ہے مثلاً جماعت زیادہ ہو اور لوگ اس قدر اونچی کر کے بیٹھے ہوں کہ زمین پر سجدہ ممکن نہ ہو تو نماز پڑھنے والوں کی پیٹھ پر سجدہ کرنا جائز ہے بلکہ جس شخص کی پیٹھ پر سجدہ کیا جائے وہ بھی یہی نماز پڑھتا ہو سجدہ کرنے والا پڑھ رہا ہے۔ (مراتی الفلاح)

اگر کسی ایسے شخص کی پیٹھ پر سجدہ کیا جائے جو وہ نماز نہ پڑھتا ہو تو جائز نہیں۔

مثال سجدہ کرنے والا ظہر کی نماز پڑھتا ہو اور جس کی پیٹھ پر سجدہ ہو وہ فجر کی قضا پڑھتا ہو۔

۵۔ قعدہ اخیرہ یعنی دہشت جہ نماز کی آخری رکعت میں دو دن سجدوں کے بعد ہوتی ہے

۱۔ بعض فقہانے لکھا ہے کہ قعدہ اخیرہ نماز کے شرائط سے ہے نماز کا رکن نہیں یعنی نماز کی حقیقت سے خارج ہے۔
 ۲۔ اخیرہ کے نماز سے خارج ہونے کی وجہ یہی لکھی ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے مقرر کی گئی ہے اور تعظیم میں کچھ تعظیم میں ہاں کھڑے رہنے میں البتہ تعظیم ہے اور اس سے زیادہ بیرون میں (مطہاوی حاشیہ مراتی الفلاح) مگر صبح اور اکثر فقہا کا یہی قول ہے کہ وہ نماز کا رکن ہے (شرح تہذیب الصلح شامی وغیرہ) نتیجہ اس اختلاف کا یہ ہو گا کہ جن لوگوں کے نزدیک قعدہ اخیرہ شرط ہے رکن نہیں ان کے نزدیک اگر قعدہ اخیرہ سونے کی حالت میں ادا کیا جائے تو نماز ہو جائے گی اور جن کے نزدیک رکن ہے ان کے نزدیک نہ ہوگی ۱۲

غداہ اس سے پہلے کوئی اور نشست ہو چکی ہو جیسے ظہر عصر مغرب عشاء وغیرہ کی نمازوں میں یا نہ ہو چکی ہو جیسے فجر جمعہ عیدین وغیرہ کی نمازوں میں۔

اتنی دیر تک بیٹھنا فرض ہے جس میں التمیات پڑھی جاسکے اس سے زیادہ بیٹھنا فرض نہیں۔

(در مختار۔ مراقی الفلاح وغیرہ)

۶۔ نماز کو اپنے فعل سے تمام کر دینا یعنی بعد تمام ہو جانے ارکان نماز کے کوئی ایسا فعل کیا جائے جو نماز کے منافی ہو مثلاً السلام علیکم کہ وہ یا قبلہ سے پھر جائے یا اور کوئی بات چیت کرے

نماز کے واجبات

۱۔ تکبیر تحریمیہ کا تمام اللہ اکبر کے لفظ سے ہونا اگر اس کے ہم معنی کسی لفظ سے مثل اللہ اعظم وغیرہ کے ادا کی جائے تو واجب ترک ہو جائے گا۔

۲۔ بعد تکبیر تحریمیہ کے اتنی دیر تک کھڑا رہنا جس میں سورہ فاتحہ اور دوسری کوئی سورت پڑھی جاسکے۔ (در مختار۔ شامی وغیرہ)

۳۔ سورہ فاتحہ کا فرض کی دو رکعتوں میں اور باقی نمازوں کی سب رکعتوں میں ایک مرتبہ پڑھنا۔

۴۔ ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد کسی دوسری سورت کا پڑھنا فرض کی دو رکعتوں میں اور باقی نمازوں کی سب رکعتوں میں یہ دوسری سورت کم سے کم تین آیتوں کی ہونا چاہیے اگر تین آیتیں پڑھ لی جائیں خواہ کسی سورت کا جزء ہوں یا خود سورت ہوں تو کافی ہے۔

۵۔ پہلے سورہ فاتحہ کا پڑھنا اس کے بعد دوسری سورت کا پڑھنا اگر کوئی شخص پہلے دوسری سورت پڑھے اور اس کے بعد سورہ فاتحہ پڑھے تو واجب ادا نہ ہوگا۔

۶۔ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنا۔ اگر دوسری تیسری یا تیسری چوتھی میں قرأت کی جائے اور پہلی دوسری میں نہ کی جائے تو واجب ادا نہ ہوگا اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا۔

(در مختار مراقی الفلاح)

۷۔ نماز کو اپنے فعل اختیاری سے تمام کرنا بالاتفاق رکن نہیں اس کے فرض ہونے میں علماء کا اختلاف ہے کرنی

کے نزدیک فرض نہیں اور بردعی کے نزدیک فرض ہے۔ علامہ شرنبلالی نے ایک رسالہ خاص اسی مسئلہ میں

لکھا ہے جس میں بردعی کی تاکید ہے اس رسالہ سے محقق قول یہی معلوم ہے کہ یہ فرض ہے (در المختار)

- ۷۔ رکوع کے بعد اٹھ کر بیٹھا کھڑا ہو جائے تا جس کو فقہا توہمہ کہتے ہیں۔
- ۸۔ سجدوں میں پورے دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں اور دونوں پیروں اور ناک کا زمین پر رکھنا (مراقی الفلاح)
- ۹۔ دوسرے سجدے کا اس کے مابعد سے پہلے ادا کرنا مثلاً اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں بغیر دوسرے سجدہ کیے ہوئے کھڑا ہو جائے تو اس کا واجب ترک ہو جائے گا اس لیے کہ اس نے سجدے سے پہلے قیام کر لیا۔ (شامی)
- ۱۰۔ رکوع اور سجدوں میں اتنی دیر تک ٹھہرنا کہ ایک مرتبہ سبحان ربی العظیم وغیرہ یا سبحان ربی العالی وغیرہ کہہ سکے (طحاوی مراقی الفلاح وغیرہ)
- ۱۱۔ دونوں سجدوں کے درمیان میں اٹھ کر بیٹھنا جس کو فقہا جلسہ کہتے ہیں۔
- ۱۲۔ توہمے اور سجدوں کے درمیان اس قدر ٹھہرنا کہ ایک مرتبہ تسبیح کی جاسکے۔ (طحاوی مراقی الفلاح)
- ۱۳۔ قعدہ اولیٰ یعنی دونوں سجدوں کے بعد دوسری رکعت میں بیٹھنا اگر نماز دو رکعت سے زیادہ ہو۔

۱۴۔ رکوع سے اٹھنے کو فقہانے مسنون لکھا ہے مگر تحقیق یہی ہے کہ واجب ہے قاضی خاں نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص توہمہ کرنا بھول جائے تو اس پر سجدہ سوا لازم ہوگا اگر توہمہ واجب نہ ہوتا تو سجدہ سہو کیوں لازم آتا سجدہ سہو واجب کے ترک سے ہوتا ہے سنت کے ترک سے نہیں تھا ابن ہمام اور امیر حاج نے اس کو واجب لکھا ہے شرع میں ہے کہ جب کوئی مسئلہ دلیل کے موافق ہو اور کوئی روایت بھی اس کے موافق ہو جائے تو اس کے خلاف کرنا نہ چاہیے اور روایت جو بہ طور کی قاضی خاں میں موجود ہے علامہ شامی نے لکھا ہے کہ توہمے کا مسنون ہونا مذہب میں مشہور ہے اور اس کے وجوب کی بھی روایت آئی ہے اور وجوب دلیل کے موافق یہی ہے اسی کو کمال الدین ابن ہمام اودان کے بعد جتنے متاخرین ہوئے سب نے اختیار کیا ہے ۱۲۔ دونوں سجدوں کے درمیان میں اٹھ کر بیٹھنے کو اکثر فقہانے مسنون لکھا ہے مگر محققین اس کے وجوب کے قائل ہیں ابن ہمام وغیرہ کا یہی قول ہے اصول مذہب کے بھی یہی موافق ہے۔ ۱۲ (شامی)

۱۵۔ یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر نماز دو رکعت کی ہوگی تو بیٹھنا فرض ہوگا اور قعدہ اول نہ ہے گا بلکہ خیر ہو جائے گا ۱۳

۱۶۔ اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل سجدہ سہو کے بیان میں آئے گی ۱۳

۱۴۔ تعدد دعائی میں بقدر التحیات کے ٹھینا۔

۱۵۔ دو قرنی قہروں میں ایک مرتبہ التحیات پڑھنا اگر پڑھ لیا ہی جاوے یا ایک مرتبہ سے زیادہ پڑھ لیا ہی جائے تو واجب ترک ہو جائے گا۔

۱۶۔ نماز میں اپنی طرف سے کوئی ایسا فعل کرنا جو تاخیر فرض یا واجب کا سبب ہو جائے۔

(در مختار شامی وغیرہ)

مثال۔ ۱۔ سورہ فاتحہ کے بعد زیادہ سکوت کرنا یہ سکوت دوسری سورت کی تاخیر کا سبب ہو جائے گا۔ ۲۔ دو رکوع کرنا دو سر رکوع مسجد سے کی تاخیر کا سبب ہو جائے گا۔ ۳۔ تین مسجد سے کرنا تیسری قیام یا قہود کی تاخیر کا سبب ہو جائے گا۔ ۴۔ پہلی یا تیسری رکعت کے اخیر میں زیادہ نہ ٹھیننا۔ یہ ٹھیننا دوسری یا چوتھی رکعت کے قیام کی تاخیر کا سبب ہو جائے گا (شامی) ۵۔ دوسری رکعت میں التحیات کے بعد بڑھنا جس میں کوئی رکن مثل رکوع وغیرہ کے ادا ہو سکے۔

۱۷۔ نماز و تہ میں دعائے قنوت پڑھنا خواہ کوئی دعا ہو۔

۱۸۔ عیدین کی نماز میں تلاوہ معمولی تکبیروں کے چھ تکبیریں کرنا۔

۱۹۔ عیدین کی دوسری رکعت میں رکوع کرتے وقت تکبیر کرنا۔

۲۰۔ امام کو فجر کی وہ فوں رکعتوں میں اور مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں خواہ قضا ہوں یا ادا اور جمعہ اور عیدین اور تراویح کی نماز میں اور رمضان کے وتر میں بلند آواز سے قرائت کرنا منفرد کو اختیار ہے چاہے بلند آواز سے قرائت کرے یا آہستہ آواز سے آواز کے بلند ہونے کی فقہانے یہ حد بیان کی ہے کہ کوئی دوسرا شخص سن سکے اور آہستہ آواز کی یہ حد لکھی ہے کہ خود سن سکے دوسرا نہ سن سکے۔

۲۱۔ امام کو ظہر عصر کی کل رکعتوں میں اور مغرب عشا کی اخیر رکعتوں میں آہستہ آواز سے قرائت کرنا (قاضی خاں۔ نہر الفائق وغیرہ)

۲۲۔ جو نقل نمازیں دن کو پڑھی جائیں ان میں آہستہ آواز سے قرائت کرنا جو نقلیں رات کو پڑھی جائیں ان میں اختیار ہے (مرآۃ الفلاح)

۲۳۔ منقروا اگر فجر مغرب عشا کی قضاؤں میں پڑھے تو ان میں بھی اس کو آہستہ آواز سے قرائت کرنا اگر رات کو قضا پڑھے تو اسے اختیار ہے۔

- ۲۴۔ اگر کوئی شخص مغرب عشا کی پہلی دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت ملانا بھول جائے تو اسے تیسری چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنا چاہیے۔ اور ان رکعتوں میں بھی بلند آواز سے قرات کرنا واجب ہے۔
- ۲۵۔ نماز کو السلام تک کہہ کر ختم کرنا کسی اور لفظ سے۔
- ۲۶۔ دو مرتبہ السلام علیکم کہنا۔ (در مختار وغیرہ)

نماز کی سنتیں

۱۔ تکبیر تحریرہ کہتے وقت سر کو نہ جھکانا (راقی الفلاح) ۲۔ تکبیر تحریرہ کہنے سے پہلے دونوں

۳۔ امام شافعی کے نزدیک سلام فرض ہے ان کی سند دو حدیث ہے جس کا لفظ انڈیہ میں دیکھا گیا ہے یعنی نماز سے خروج سلام کے ذریعہ سے ہوتا ہے مگر نقصان سے دیکھا جائے تو یہ حدیث فریضیت پر دلالت نہیں کرتی ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت اس کے ساتھ ملائی جائے تو اس سے سلام کا فروری ہونا لگتا ہے اگر نہ فریضیت کے درجے تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قعدہ اخیرہ کر چکے اور اسے حدیث ہو جائے تو اس کی نماز ہو گئی ۱۲ (ترمذی ابو داؤد وغیرہ)

۴۔ یہ مذہب ہمارے امام صاحب اور امام محمد کا ہے اور اسی کو صاحب ہدایہ نے لکھا ہے اور ہمارے اکثر مشائخ اسی طرف ہیں اسی وجہ سے صاحب در مختار نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور علامہ محمد بن عابدین نے رد المحتار میں اسی کو اولیٰ لکھا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھانا سنت ہے یعنی تکبیر کی ابتدا اور ہاتھ اٹھانے کی ابتدا ساتھ ہی ہوا امام طحاوی اور قاضی خاں وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دونوں کیفیتیں مروی ہیں پہلی کیفیت جو ہمارے امام صاحب کا مذہب ہے بخاری ترمذی نسائی ابن ماجہ ابو داؤد میں ابو حمید سعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ابو داؤد اور نسائی میں ابن عمر سے بھی مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر تکبیر کہتے تھے اور دوسری کیفیت جو امام ابو یوسف کا مذہب ہے مسند امام احمد اور بیہقی اور ابو داؤد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے ان دونوں کیفیتوں کے علاوہ ایک تیسری کیفیت اور بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے وہ یہ کہ پہلے تکبیر اس کے بعد ہاتھوں کا اٹھانا چنانچہ ابو داؤد کی ایک حدیث سے یہ مضمون صحت طور پر سمجھا جاتا ہے ابن ہمام نے یہ کیفیت بیہقی کی سنن کبریٰ سے اپنی کتاب منہج القدر میں نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ اس کے تمام راوی معتبر ہیں یہ تینوں کیفیتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اس لیے اختیار ہے چاہے جس کیفیت پر عمل کیا جائے اختلاف صرف اولیٰ ہونے میں ہے ہمارے نزدیک پہلی کیفیت اولیٰ ہے ابو یوسف کے نزدیک دوسری کیفیت

ہاتھوں کا اٹھانا مردوں کو کافروں تک اور عورتوں کو شانوں تک عذر کی حالت میں مردوں کو بھی شانوں تک ہاتھ اٹھانے میں کچھ حرج نہیں۔
 ۱۰۔ تکبیر تحریرہ کتنے وقت اٹھے ہوئے ہاتھوں کی، سٹیمپوں اور انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف کرنا۔ (در مختار وغیرہ)
 ۱۱۔ ہاتھ اٹھانے وقت انگلیوں کو نہ بہت کشادہ کرنا نہ بہت بلانا۔
 ۱۲۔ بعد تکبیر تحریرہ کے فوراً ہاتھوں کا باندھ لینا مردوں کو نواف کے نیچے عورتوں کو سینے پر۔

۱۳۔ مردوں کو کافروں تک ہاتھ اٹھانا ہمارا مذہب ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مردوں کو بھی شانوں تک دونوں کیفیتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اکثر روایات میں کافروں تک اٹھانا منقول ہے و شرح سفر السعاده شیخ دہلوی، والیو داؤد و سانی دارقطنی، حمادی سلم حاکم امام احمد طبرانی اسحق ابن راہویہ وغیرہم نے متعدد طریق سے اسی مضمون کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے اسی کیفیت کو اختیار کیا گیا ہے کچھ بھی کیفیت ثانیہ کا ذکر نہیں ہمارے فقہانے جو لکھا کہ انگریزوں کو کافروں کی نو سے مل جانا چاہئے چنانچہ ہم بھی اوپر لکھے چکے ہیں وہ صرف اس خیال سے لکھا ہے کہ جس میں ہاتھوں کا کافروں کی برابر اٹھنا یقینی ہو جائے سنت سمجھ کر نہیں لکھا ہے نہ اس کو سنت سمجھنا چاہیے اس لیے کہ کسی حدیث سے یہ مضمون ثابت نہیں ہوتا واللہ اعلم ۱۲

۱۴۔ عورتوں کو شانوں تک ہاتھ اٹھانے کا اس لیے حکم دیا گیا کہ اس میں ستر زیادہ رہتا ہے کافروں تک ہاتھ اٹھانے میں سینہ کے ظاہر ہو جانے کا خوف ہے صحیح ہے کہ عورت خواہ لوندی ہو یا بی بی سب کو شانوں تک ہاتھ اٹھانا چاہئے ۱۲ (بکر الائن در مختار وغیرہ)

۱۵۔ سردی کے عذر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کپڑوں کے اندر ہی سینہ تک ہاتھ اٹھایا ہے ۱۲ (ابوداؤد)
 ۱۶۔ اس مسئلہ میں بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مخالفت ہیں ان کے نزدیک مردوں کو بھی سینے پر ہاتھ باندھنا جائز ہے بعض کو تاہ نظر لوگوں کا خیال ہے کہ حنفیہ کے پاس اس مسئلے میں کوئی نقل و میل نہیں حالانکہ ابن ابی شیبہ کے مصنفین ایک حدیث بذریعہ علقمہ کے وائل ابن حجر سے منقول ہے کہ ہاتھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نواف کے نیچے ہاتھ باندھنے ہوئے دیکھا اس حدیث کے سبب راوی معتبر ہیں بعض کا خیال ہے کہ علقمہ سے اور وائل سے ملنا نہیں ہوئی حالانکہ یہ صحیح نہیں ترمذی کے دیکھنے سے اس خیال کی قلعی ظاہر ہو جاتی ہے علامہ فرنگی محل نے القفل الحائز میں اس بحث کی خوب تیسرے کی ہے ۱۲۔

۱۷۔ عورتوں کو سینے پر ہاتھ باندھنے میں چہ نکہ ستر زیادہ ہے لہذا ان کے حق میں وہی روایت اختیار کی گئی جس پر امام شافعی کا عمل ہے ۱۲

۷۔ مردوں کو اس طرح ہاتھ باندھنا کہ وہ ہتھی ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر رکھ لیں اور داہنے انگلی سے اور چھوٹی انگلی سے بائیں کلائی کو پکڑ لیں اور تین انگلیاں بائیں کلائی پر پچھاویں اور چھوڑوں کو اس طرح گدائی ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر رکھ لیں اور چھوٹی انگلی سے بائیں کلائی کو پکڑنا ان کے لیے مستحسن نہیں۔

۸۔ ہاتھ باندھنے کے بعد فوراً **سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ بِرَحْمَتِكَ**

۹۔ امام اور منفرہ کو سبحانک اللہم کے بعد اور مسبقاً کو اپنی ان رکعتوں کی پہلی رکعت میں جو امام کے بعد پڑھے بشرطیکہ وہ رکعتیں قرأت کو ہوں اور **عَزَّوَجَلَّ اللَّهُمَّ إِنَّ الشَّيْطَانَ الرَّجِيمُ كُنَّا**

۱۰۔ ہر رکعت کے شروع میں الحمد للہ سے پہلے **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** کنا۔

۱۱۔ امام اور منفرہ کو سورہ فاتحہ ختم ہونے کے بعد آمین کنا اور قرأت بلند آواز سے ہوتی سبب

۱۲۔ ہمارے فقہاء اس کو اس لیے اختیار کرتے ہیں کہ اس میں سب حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے اگر صرف ماہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ لیا جائے اور کلائی نہ پکڑی جائے تو صرف اس حدیث پر عمل ہوگا جس میں رکنا منقول ہے اور اگر صرف کلائی پکڑ لی جائے انگلیاں اور ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر نہ رکھی جائیں تو صرف اس حدیث پر عمل ہوگا جس میں بائیں کلائی پکڑنا حکم ہے دونوں حدیثوں پر عمل کرنے کی یہی صورت ہے بعض فقہاء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ دونوں حدیثوں پر عمل کرنے کی صورت نہیں ہے اس لیے کہ جس حدیث میں بائیں ہاتھ پر داہنے ہاتھ کے رکھنے کا حکم ہے اس میں پکڑنے کا ذکر بھی نہیں لہذا اس حدیث پر بھی عمل نہ ہو اور جس حدیث میں داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کے پکڑنے کا ذکر ہے اس میں رکھنے کا ذکر نہیں لہذا اس حدیث پر بھی عمل نہ ہو بلکہ دونوں حدیثوں پر عمل کرنے کی یہ صورت ہے کہ کبھی ایسا کیا جائے کبھی ویسا یعنی کسی وقت کی نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا جائے اس طرح کہ بائیں ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر ہو اور دائیں ہتھیلیاں بائیں گتے اور کلائی پر پھر اسی وقت کی نماز میں داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی کلائی پکڑ لی جائے ہمارے بعض محققین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ **واللہ اعلم**

۱۳۔ تکیہ کے بعد فوراً اس خاص ثنا کا پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور ابو داؤد و ترمذی میں سفرت عاشرہ کے ذریعہ سے اور سنن ابن ماجہ میں اور نسائی میں ابو سعید خدری کے ذریعہ سے ہاتھ میں حضرت جابر کے ذریعہ سے اس کے روایات موجود ہیں اور صحیح مسلم میں حضرت فاروق سے یہی منقول ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اتنی وحی اللہی فطر السموات والارض عنینا وانا امن المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیاتی وحیاتی اللہ رب العالمین کی شریک نہ و بڑا ک امرت وانا اول المسلمین کا پڑھنا مستحب ہے۔

مقتدیوں کو بھی آمین کہنا۔

۱۱۔ آمین کا آہستہ آواز سے کہنا۔

۱۲۔ حالت قیام میں دونوں قدموں کے درمیان میں بقدر چار انگلی کے فصل ہونا۔

۱۳۔ فجر اور ظہر کے وقت نمازوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد طویل مفصل کی صورتوں کا پڑھنا اور عصر
عشاء کے وقت اوسط مفصل اور منزیب میں قصار مفصل بشرطیکہ سفر اور ضرورت کی حالت
نہ ہو۔ سفر اور ضرورت کی حالت میں جو سورت چاہے پڑھے۔

۱۴۔ آمین کا آہستہ کہنا حنفیہ کا باہر بیگ اور ایک روایت میں امام مالک سے بھی یہی منقول ہے اور امام شافعی کا
بھی اخیر قول یہی ہے لکن حلویش سے دونوں کا ثبوت ہوتا ہے اور بعض متقدمین نے مثل شاہ ولی اللہ حنفی
محمد شفیع دہلوی کے رسالہ مذہب فاروق اعظم میں لکھ دیا ہے کہ کسی آہستہ آواز سے آمین کی پاسے کبھی بلند
آواز سے مومن کمال الدین بن ہمام نے فتح القدر شرح ہذا میں لکھا ہے کہ آمین ایسی آواز سے کہی جائے کہ
عزت قریب کا آدمی سن سکے کچھ آہستہ آواز سے بھی لے لے اور کچھ بلند بھی آواز سے اور اس طریقے سے
دونوں صورتوں پر عمل ہو جائے۔ فی الحقیقت آہستہ آواز اور بلند آواز سے آمین کہنے میں کوئی بہت سخت
اختلاف نہیں مگر خصوصاً اس زمانہ میں جو حالت کا ایسا زور ہے کہ آہستہ آمین کہنے والے بلند آواز سے آمین
کہنے والوں پر طمانت اور تفرین کرتے ہیں اور ان کو بددین اور ذرا چاٹنے کیسے بڑے بڑے نقاب سے
یا دکتے ہیں بلکہ بعض متعصبین ان کو اپنی مسجد سے نکال دیتے ہیں اسی طرح دوسری طرف سے بھی ناہاتھ
اور ناگفتہ امور و جمع میں آتے ہیں گویا ان لوگوں کے نزدیک اب دین اور سنت کا دار و مدار آمین آہستہ
یا بلند آواز سے کہنے پر رہ گیا ہے میرے نزدیک دونوں فریق کی یہ باتیں نہایت نفرت اور بری نظر سے
دیکھنے کے قابل ہیں اور زیادہ تعجب ان لوگوں سے ہے جو اہل علم مشائخ کے جانتے ہیں وہ کیسے
ان قبیح امور کو جائز رکھتے ہیں اس اخیر زمانہ میں علامہ وقت شیخ ابو الحسنات نور اللہ مرتد ہونے لگی
اس مسئلہ کو نہایت انصاف اور تحقیق سے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس کی عمدہ جزا

۱۴۔ آمین ۱۴

۱۵۔ سورۃ حجرات سے سورۃ الم کین تک طویل مفصل ہیں اور بروج سے لم کین تک اوسط مفصل ہیں اور
لم کین سے اخیر تک قصار مفصل یقین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک خط سے بجا فہوں نے ابو موسیٰ اشعری
کے نام لکھا تھا منقول ہے پس بعض لوگوں کا اس میں کو خلافت سنت بھنا خط ہے ۱۲

- ۱۴ - فجر کے فرض کی پہلی رکعت میں دو سرری رکعت کی بد نسبت لمبی سہرت پر اٹھنا (شامی) !
- ۱۵ - رکوع میں جاستے وقت تہا اللہ اکبر کتنا اس طرح کہ تکبیر اور رکوع کی ابتدا ساتھ ہی ہو اور رکوع میں پچھتے ہی تکبیر ختم ہو جائے۔ (غنیہ وغیرہ)
- ۱۶ - مردوں کو رکعت میں گھٹنوں کا دونوں ہاتھوں سے پکڑنا اور عورتوں کو صرف گھٹنوں پر ہاتھ رکھ لینا (غنیہ وغیرہ)
- ۱۷ - مردوں کو انگلیاں کشاؤہ کر کے گھٹنوں پر رکھنا اور عورتوں کو ملا کر۔
- ۱۸ - رکوع کی حالت میں پٹھ لیوں کا سیدھا رکھنا۔
- ۱۹ - مردوں کو رکوع کی حالت میں اچھی طرح جھک جانا کہ پیٹھ اور سر میں سید برابر ہو جائیں۔ اور عورتوں کو صرف اس قدر جھکنا کہ ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ (مراتی الفلاح وغیرہ)
- ۲۰ - رکوع میں کم سے کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہنا۔
- ۲۱ - رکوع میں مردوں کو دونوں ہاتھوں کا پہلو سے جدا رکھنا۔
- ۲۲ - قوسے میں امام کو صرف بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا کہنا اور مقتدی کو صرف سَبَّحْنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ اور منفرہ کو دونوں کہنا۔

۱۳ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم جھکے وقت اٹھتے وقت تکبیر کیا کرتے تھے (نوطا امام مانک) تمام ائمہ کا اس کے سنت ہونے پر اتفاق ہے اور اسی حدیث سے تکبیر کا اس خاص طریقہ سے کہنا بھی معلوم ہوتا ہے ۱۲

۱۴ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے (ابو داؤد) ترمذی حضرت فاروق سے ناقل ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ گھٹنوں کا پکڑنا سنت ہے ابن مسعود کا مذہب اس کے خلاف ہے امام محمد کتاب الاثمار میں لکھتے ہیں کہ مجھ سے امام ابو عینیفہ سے خبر ملی ان کو تھا وہ سے ان کا اہم نسخی سے ان کو فاروق اعظم سے کہ وہ اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیتے تھے ابراہیم تمیمی کہتے ہیں کہ جبکہ حضرت فاروق کا یہ فعل بہت پسند ہے امام محمد کہتے ہیں کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی قول ہے امام ابو عینیفہ کا اور ہم نہیں عمل کرتے اس مسئلہ میں ابن مسعود کے قول پر ۱۲

۱۵ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ رکوع کی حالت میں برابر ہوتی کہ اگر پانی چھوڑا جا تا تو نہ بتا رہا ابن ماجہ صحیح مسلم میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کی حالت میں سر کو اٹھا ہوا رکھتے تھے نہ جھکا ہوا بلکہ ایک معتدل حالت میں ۱۲

۱۶ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدے کی حالت میں ہاتھوں کو پہلوؤں سے جدا رکھتے تھے (ترمذی)

۲۳۔ سجود سے میں جانتے وقت اللہ اکبر کہتا۔

۲۴۔ سجود سے میں جانتے وقت پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنا پھر ہاتھوں کو پھر ناک کو پھر پیشانی کو پھر

اٹھتے وقت پہلے ناک کو اٹھانا پھر پیشانی کو پھر ہاتھوں کو پھر گھٹنوں کو رراتی (القلع)۔

۲۵۔ سجود سے کسی حالت میں منہ کو دونوں ہاتھوں کے درمیان میں رکھنا (شرح وقایہ وغیرہ)۔

۲۶۔ سجود سے کسی حالت میں مردوں کو اپنے پیٹ کا زانو سے اور کنبیوں کا پہلو سے علیحدہ رکھنا

اور ہاتھ کی بانہوں کا زمین سے اٹھا سجا رکھنا اور شورتوں کو پیٹ کا زانو سے اور کنبیوں کا

پہلو سے ملا ہوا اور ہاتھ کی بانہوں کا زمین پر بچھا ہوا رکھنا۔

۲۷۔ سجود سے کسی حالت میں دونوں ہاتھ کی انگلیوں کا ملا ہوا رکھنا (شرح وقایہ وغیرہ)۔

۱۔ ایسا ہی روایت کیلئے ترمذی ابو داؤد و نسائی وغیرہم نے اپنی کتابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا اور

اسود کہتے ہیں کہ مجھ کو یاد ہے کہ حضرت فاروقؓ نے مجھ سے میں پہلے اپنے گھٹنے رکھتے تھے پھر ہاتھ اور ابراہیمؓ بھی کہتے

ہیں کہ مجھ کو یاد ہے کہ حضرت ابن مسعود کے گھٹنے زمین پر ہاتھوں سے پہلے پڑتے تھے (طحاوی)۔

۲۔ یہ ترتیب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے (سایہ) ۱۲۔ دونوں ہاتھوں کے درمیان میں رکھنا

مسلم کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے امام شافعی کے نزدیک دونوں ہاتھوں کو شانوں کے

برابر رکھنا سنت ہے یہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بخاری کی حدیث میں منقول ہے کہ دونوں طریقے نبی صلی اللہ

علیہ وسلم سے ثابت ہیں اس لیے صحابہ کرام کی مثل محقق کمال الدین ابن ہمام اور علامہ عینی وغیرہم کی یہ رائے

ہے کہ دونوں طریقوں پر عمل کیا جائے کبھی اس پر اور درحقیقت یہ رائے بہت اچھی اور عمل میں لاسنے کے قابل ہے ۱۱

۳۔ حضرت مجوز سے نقل ہیں کہ سجود سے کسی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زانو پیٹ سے اس قدر علیحدہ رکھتے تھے کہ

بکرہ کی کا پڑھو ہوتا تو بچے سے نکل جاتا اس حدیث سے پیٹ کا زانو سے جدا کرنا ثابت ہوتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت

میں اپنے ہاتھ اس قدر کشاؤ رکھتے تھے کہ آپ کے نعل کی سپیدی دکھلائی دیتی تھی (ابوداؤد) اس حدیث سے کنبیوں

کا پہلو سے علیحدہ رکھنا ثابت ہوتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بچہ کیا کرو تو ہاتھوں کی بانہ کو زمین پر نہ بچھا دیا کرو جیسے

تڑپھاویا ہے (ابوداؤد) اس حدیث سے ہاتھ کی بانہوں کا زمین سے اٹھا ہوا رکھنا بھی ثابت ہو گیا ۱۲

۴۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں کو زمین سے علیحدہ رکھنا فرمایا کہ جب بچہ کیا کرو تو اپنے بعض حصہ جسم کو زمین سے علی

حدیث میں نہیں ہے (ابوداؤد) ابن عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں

کہ جب عورت سجود کرے تو اپنے پیٹ کو زانو سے ملا دے ۱۳ (کامل ابن عدی) ۱۴۔ صحیح ابن بیان میں نبی صلی

اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ سجود سے کسی حالت میں انگلیاں ملائے رکھتے تھے ۱۲

- ۲۸۔ سجدے کی حالت میں دونوں پیروں کی انگلیوں کا رخ قبیلے کی طرف رکھنا شرع و قایم۔
- ۲۹۔ سجدے کی حالت میں دونوں زانوں کا ملا ہوا رکھنا۔
- ۳۰۔ سجدے میں کم سے کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَىٰ کہنا۔
- ۳۱۔ سجدے سے اٹھتے وقت تکبیر کہتے ہوئے سر کا زمین سے اٹھانا۔
- ۳۲۔ سجدے سے اٹھ کر کھڑے ہوتے وقت زمین سے ہاتھوں کو سہارا دینا۔
- ۳۳۔ دونوں سجدوں کے درمیان میں اسی خاص کیفیت سے بیٹھنا جس کی کیفیت سے دونوں سجدوں کے بعد بیٹھنا چاہیے۔ جس کا بیان آگے آتا ہے۔
- ۳۴۔ قعدۃ اولیٰ اور آخری دونوں میں مردوں کو اس طرح بیٹھنا کہ داہنا پیر انگلیوں کے بل بوتے پر اور اس کی انگلیوں کا رخ قبیلے کی طرف ہو اور بائیں پیر زمین پر بچھا ہو اور اس پر بیٹھے ہوں اور دونوں ہاتھ زانوں پر ہوں انگلیوں کے سر سے ٹھٹھنوں کے قریب ہوں اور عورتوں کو اس طرح کہ اپنے بائیں سر پر بیٹھیں اور داہنے زانو کو بائیں پر رکھیں اور بائیں پیر داہنی طرف نکال دیں اور دونوں ہاتھ بدستور زانوں پر ہوں۔
- ۳۵۔ التیحات میں لا الہ الا اللہ کہتے وقت داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر اور چھوٹی انگلی اور اس کے آس پاس کی انگلی بند کر کے کلمہ کی انگلی کا اٹھانا اور اللہ

سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کی حالت میں پیر کی انگلیوں کا رخ قبیلے کی طرف نہ کہتے تھے ۱۲ ریح بخاری)

۱۳۔ نبی صلعم نے فرمایا کہ جب سجدہ کیا کرو تو دونوں زانیں ملا دیا کرو۔ ۱۲ (ابوداؤد)

۱۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں اٹھتے وقت زمین سے ٹیکہ نہ لگانا سنت ہے۔ (فتح البیان) بجز الرائی میں اسے مستحب کہا ہے مگر صحیح نہیں ۱۳۔

۱۵۔ امام شافعی کی کہنے نزدیک تیرہ اخیر میں عورتوں کی طرح بیٹھنا سنت ہے ہماری دلیل میں بہت کثرت سے احادیث ہیں نسائی میں ابن عمر سے مروی ہے کہ داہنے قدم کو کھڑا رکھنا اور اس کی انگلیوں کو قبیلہ رخ رکھنا اور بائیں قدم پر بیٹھنا بہت ہے اسی معنی کی احادیث مسلم ابوداؤد مسند امام احمد وغیرہ میں بھی ہیں ۱۴۔

کہتے وقت رکھ دینا اور باقی انگلیوں کو اخیر تک بدستور باقی رکھنا۔

۱۔ واسطے ہاتھ کے کلمے کی انگلی کا لالہ کہتے وقت اٹھانا اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنانا اور دو انگلیوں کا بند کر لینا اس حدیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اس کے سنت ہونے پر تمام مجتہدین پر اتفاق ہے ہم کو اس مقام پر حدیث نقل کرنے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ غالباً کوئی کتاب حدیث کی ثبوت اشارہ و مختصر سے خالی نہیں ہاں چونکہ بعض نا فہم لوگوں نے حنیفہ پر مخالفت حدیث کا الزام لگانے کے لیے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک اشارہ مسنون نہیں بلکہ ناجائز ہے اس لیے ہم امام صاحب کا مذہب اس بار میں نقل کرتے ہیں اس کے بعد چنانچہ اہل کتب فقہ سے نقل کریں گے تاکہ پھر کسی مدعی کو مجال طعنہ زنی نہ رہے نہایت میں امام محمد رحمۃ اللہ کی کتاب المشیختہ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث اشارہ کرنے کی روایت کر کے لکھا ہے کہ ہم بھی ویسا ہی کرتے ہیں جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اور یہ قول ہے امام ابو حنیفہ کا اور یہی قول ہے ہمارا کہ بند کر کے چھوٹی انگلی اور اس کے پاس کی انگلی کو اور حلقہ بنا لے بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا اور اشارہ کرے کلمہ کی انگلی سے اور انھیں امام محمد نے اپنے فوطا میں اشارے کی حدیث روایت کر کے لکھا ہے کہ ہم عمل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ کا امام زبلی تبيين الحقائق میں امام ابو یوسف کی کتاب الامال سے نقل ہیں کہ انھوں نے لکھا ہے کہ بند کر کے چھوٹی انگلی اور اس کے پاس کی انگلی کو اور حلقہ بنا لے بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا اور اشارہ کرے کلمہ کی انگلی سے اور ایسا ہی نقل کیا ہے امام ابو یوسف کے اس قول کو شمس نے شرح مختصر و تالیف میں اور ہمارے محققین فقہانے بھی اپنی کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے اگر وہ سب عبارات نقل کی جائیں تو اس مقام میں گنجائش نہ ہوگی ہاں ہمارے بعض متاخرین نے اشارے کو منع لکھا ہے اسے ہمارے محققین نے رد کر دیا ہے لہذا کوئی حنفی ان کے قول پر عملی نہیں کر سکتا اور کوئی دوسرے مذہب کا ان کے قول سے ہمیں الزام نہیں دے سکتا۔ ملاحظہ تالیف کی رسالہ ترمین العبارة میں کیدانی کے رد میں لکھتے ہیں کہ یہ اڑکار کرنا کیدانی کا اشارہ کو بہت بڑی خطا اور سنگین جرم ہے اس کا منشاء نامہ واقفی ہے قواعد اصول اور جزئیات منقول سے اور اگر کیدانی کے ساتھ حسن ظن نہ ہو تو اودان کے کلام کی تاویل نہ کی جاتی تو بے شک ان کا کفر صریح تھا اودان کا مرتد ہو جانا بجا تھا کیا کسی ایسا نادر کو جائز ہے کہ حکم کہوے اس چیز کو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو ایسا کہ قریب متواتر کے ہے اور کیا جائز ہے کہ منع کہوے ایسے کام کو جسے تمام علماء یکے بعد دیگرے کرتے چلے آئے یعنی نہایت شرح ہا میں لکھتے ہیں اور ایسا ہی اتفاق ہے اشارے کے مسنون ہونے پر ہمارے تینوں اماموں کا اودان کے معتقدین مقلدین کا اور خلافت صرف متاخرین نے لیا ہے سو ان کے خلاف کا کچھ اختیار نہیں یہاں اسی تندہ کافی ہے اگر کسی کو زیادہ تحقیق اور تفصیل مطلوب ہو تو باقی برصغیر

- ۳۶ - فرض کی پہلی دو رکعتوں کے بعد ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنا (مراقی الفلاح) ^{۱۵}
- ۳۷ - قعدہ اخیرہ میں بعد الحیات کے درود شریف پڑھنا (مراقی الفلاح وغیرہ)
- ۳۸ - درود شریف کے بعد کسی ایسی دعا کا پڑھنا جو قرآن مجید یا احادیث سے ثابت ہو اگر کوئی ایسی دعا پڑھی جائے جو قرآن مجید اور احادیث سے ثابت نہ ہو تب بھی جائز ہے۔
- بشرطیکہ وہ دعا ایسی چیز کی ہو جس کا طلب کرنا خدا کے سوا کسی سے ممکن نہ ہو۔ (بحر الرائق)

رقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷، اس کو چاہیے کہ ملا علی قاری کا رسالہ تزئین العبارة فی تبحرین الاشارة اور علامہ ابن عابدین کا رسالہ رفع الرد فی هذا التصالح عند التشریح دیکھے اور ان کے علاوہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ المعانی ترجمہ مشکوٰۃ اور شرح سفر السادۃ میں اور مولانا شیخ ابوالحسنات لکھنوی مرحوم نے سہ ماہیہ وغیرہ میں اس مسئلے کو خوب تحقیق سے لکھا ہے اور ابھی حال میں ہمارے ایک کرم شفیق نے بھی اس مسئلے میں ایک جامع رسالہ تصنیف کیا ہے جس کا نام خیر البشارة فی اثبات الاشارة ہے۔

رفت، امام مالک کے نزدیک انگلی کی ٹھاکر ٹانا بھی سنت ہے ان کی سند ایک حدیث ابو داؤد کی ہے جس میں تحریر لکھا ہے لفظ ہے جس کا ترجمہ یہ ہوا کہ آنحضرت انگلی کو ہلاتے تھے ملا علی قاری نے اپنے رسالہ تزئین العبارة میں ایک حدیث ابو داؤد اور نسائی سے نقل کی ہے جس کا یہ مضمون ہے کہ حضرت انگلی کو نہ ہلاتے تھے اس حدیث کے بعد لکھا ہے کہ یہی اکثر علماء کا مذہب ہے امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے اور قاعدہ جمع بین الخیرین سے دیکھو تو پہلی حدیث کا یہ مطلب ہو گا کہ ہلاتے تھے یعنی نیچے سے اوپر کو انگلی اٹھاتے تھے ۱۲

رفت، ہمارے زمانہ کے بعض ناواقف اشارہ ہی نہیں کرتے حالانکہ اشارہ سنت مؤکدہ ہے اس کے متذکر سے نماز مکروہ ہو جاتی تھی اور بعض لوگ اشارہ کرتے ہیں مگر انگلیوں کا حلقہ نہیں بناتے حالانکہ اشارہ اسی خاص کیفیت سے مسنون ہے علامہ محمد بن ماجہ میں رد المحتار میں لکھتے ہیں کہ ہمارے فقہاء کے اقوال بصر حدیث ظاہر کر رہے ہیں کہ اشارہ اسی خاص کیفیت سے مسنون ہے اور وہ انگلیوں کا حلقہ بنانا اور باقی انگلیوں کا بند کر لینا ہے اور یہی علامہ اپنے رسالہ رفع الرد میں لکھتے ہیں کہ بغیر اس کیفیت کے اشارہ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ۱۲

۱۵ سورۃ فاتحہ کا ان رکعتوں میں پڑھنا افضل ہے اگر کوئی شخص مرتب سبحان اللہ تین مرتبہ کہے یا بقصد تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے سکوت دیکے ہوئے کھڑا ہے تب بھی کچھ حرج نہیں (مراقی الفلاح) اگر کوئی شخص بجائے سورۃ فاتحہ کے کوئی دوسری سورت پڑھے تب بھی ہمارے بشرطیکہ وہ سورت اتنی بڑی ہو کہ اس کے پڑھنے سے یہ رکعت پہلی دوسری رکعت سے نہ بڑھ جائے ۱۲

۱۲ وہ دعائیں نماز کے طریقہ میں بیان کر چکے ہیں دونوں احادیث سے ثابت ہیں ۱۲

۱۳۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کتبہ وقت واسپنے بائیں طرف منہ پھیرنا (مراقی الفلاح)

۱۴۔ پہلے واسپنے طرف منہ پھیرنا پھر بائیں طرف (مراقی الفلاح)

۱۵۔ امام کو سلام بلند آواز سے کہنا۔

۱۶۔ دوسرے سلام کی آواز کا پر نسبت پہلے سلام کی آواز کے پشت ہونا (مراقی الفلاح)

۱۷۔ امام کو اپنے سلام میں اپنے تمام مقتدیوں کی نیت کرنا خواہ وہ مرد ہوں یا عورت لڑکے ہوں یا

مخنت اور کو امام کا تبین وغیرہ فرشتوں کی نیت کرنا اور مقتدیوں کو اپنے ساتھ نماز پڑھنے

والوں کی اور کو امام کا تبین فرشتوں کی اور اگر امام واسپنی طرف ہو تو واسپنے سلام میں اور بائیں

طرف ہو تو بائیں سلام میں اور محاذی ہو تو دونوں سلام میں امام کی بھی نیت کرنا (مراقی الفلاح وغیرہ)

نماز کے مستحبات

۱۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت مردوں کو اپنے ہاتھوں کا اسٹین یا چادر وغیرہ سے باہر نکال لینا بشرطیکہ

کوئی عذر مثل سروی وغیرہ کے نہ ہو اور عورتوں کو ہاتھوں کا نہ لگانا بلکہ چادر یا دوپٹے وغیرہ میں

چھپائے رکھنا۔ (مراقی الفلاح)

۲۔ کھڑے ہونے کی حالت میں اپنی نظر سجدے کے مقام پر جائے رکھنا اور رکوع میں قدم پر

سجدے میں ناکہ پر بیٹھنے کی حالت میں زانو پر سلام کی حالت میں شانوں پر (در مختار وغیرہ)

۳۔ انسان کے ہمراہ چند فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے رہتے ہیں ایک فرشتہ ان میں سے واسپنے طرف رہتا ہے

اس کا کام یہ ہے کہ جو نیک کام انسان کرتا ہے اس کو لکھ لے اور ایک فرشتہ بائیں طرف رہتا ہے وہ اس بدی کو

لکھ لیتا ہے جو انسان سے صادر ہو ان دو کے علاوہ اور بھی فرشتے رہتے ہیں ان کے عدد میں اختلاف ہے بہتر یہ ہے

کہ بغیر تبیین مرد کے ان کی نیت کی جائے ان ملائکہ کی تبدیل کھرا اور فجر کے وقت ہوتی رہتی ہے۔ اُمُنت

بِاللَّهِ وَمَا لَكُمْ مِنْهُ وَكَتُبِهِمْ وَرُسُلِهِمْ لَا يُعَلِّمُهُمُ اللَّهُ إِلَّا اللَّهُ ۱۲

۴۔ جن اویش میں چادر وغیرہ سے ہاتھ نہ لگانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے وہ حالت عند کی ہے

جوانچہ بود اور میں وائل بن جریر رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ میں جاڑوں کے زمانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوا تو میں نے آپ کے ہاتھ کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو کپڑے سے باہر نہ نکالتے تھے اس اوریش سے صاف ظاہر ہے

کہ یہ ہاتھ نہ لگانا سروی کے عذر سے لقا ہوا

۳۔ جہاں تک ممکن ہو کھانسی یا بھائی کو روکنا در مختار۔ مراقی الفلاح وغیرہ)
 ۴۔ اگر بھائی آہستہ تو حالت قیام میں دامنے ہاتھ کی پشت در نہ یا میں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھ
 لینا۔ در مختار وغیرہ)

۵۔ امام کو قدر قامت الصلوٰۃ کے بعد فوراً تکبیر تحریر کہنا۔ دو نماز وغیرہ)
 ۶۔ قنوت اولیٰ اور اخیر میں وہی خاص کلمہ پڑھنا جو تفسیرت میں مسعودی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے
 جس کا بیان امر ہو چکا اس میں کمی زیادتی نہ کرنا۔

۷۔ قنوت میں اسی خاص دعا کا پڑھنا جو ہم اور لکھنؤ کے میں یعنی اللہم اِنَّا نَسْتَعِينُكَ اور اس
 کے ساتھ اللہم اٰخِرِ بِنِي اَبِي كَابِي پڑھ لینا اولیٰ ہے (شامی وغیرہ)

جماعت کا بیان

چونکہ جماعت سے نماز پڑھنا واجب یا سنت ہو کہ وہ ہے اس لیے اس کا ذکر بھی نماز کے
 واجبات و سنن کے بعد اور مکروہات وغیرہ سے پہلے مناسب معلوم ہوا اور مسائل کے زیادہ اور
 قابل اہتمام ہونے کے سبب سے اس کے لیے تطبیقہ عنبران قائم کیا گیا۔
 جماعت کم سے کم دو آدمیوں کے مل کر نماز پڑھنے کو کہتے ہیں اس طرح کہ ایک شخص ان میں شامل

۱۔ جہاں کے روکنے کا ایک عہدہ طریقہ ہے کہ جب بھائی کی آمد معلوم ہو تو اپنے دل میں یہ خیال کرے کہ آیا
 کو کسی بھائی نہیں آئی قدر وہی نے لکھا ہے کہ میں نے اس کا بار ہا تجربہ کیا اور ٹیکہ بپایا علامہ شامی لکھتے ہیں
 کہ میں نے بھی اسے آزمایا اور صحیح پایا ۱۲

۲۔ بعض فقہاء کے نزدیک ہر حالت میں دامنے ہاتھ کی پشت سے منہ بند کرنا چاہیے (در مختار)
 ۳۔ اس خاص دعا کے پڑھنے کو در مختار وغیرہ میں مستنون لکھا ہے مگر اس سے احتیاط ہی معلوم ہوتا ہے
 سنت ہو کہ وہ کا عہدہ ہونا بالکل غیر ظاہر ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی خاص دعا پر ہوا ثابت
 منقول نہیں اور صحابہ کو بھی آپ نے تعلیم فرمائی تھیں جو منقول ہیں اللہم اٰخِرِ بِنِي
 اَبِي كَابِي رضی اللہ عنہ سے منقول ہے یہ خاص دعا یعنی اللہم اِنَّا نَسْتَعِينُكَ اہل بیت پر بھی فرمائی ہو
 سہو میں نہیں آئی مسعودی وغیرہ نے اسے اپنے مصنف میں لکھ دیا تھا مگر تلامذہ اس کی تصدیق ہو گئی ہے ۱۲

ہوا اور دوسرا مجموع اور تابع اپنی نماز کے صحت و فساد کو امام کی نماز پر محمول کر دے جاتا ہے۔ پھر یوں سمجھنا چاہیے کہ جب کچھ لوگ کسی باوجود کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور سب کا مطلب ایک ہوتا ہے تو کسی کو اپنی طرف سے وکیل کر دیتے ہیں اس وکیل کی گفتگو ان سب کی گفتگو سمجھی جاتی ہے اور اس کی ہرجیت سے موکلوں کی ہرجیت ہوتی ہے۔ ہاں فرق اس قدر ہے کہ وہاں وکیل کو صرف اپنے موکلوں کا اظہار مقصود منظور ہوتا ہے اور یہاں اپنا مقصود اور مدعا بھی مد نظر رہتا ہے۔

مجموع کو امام اور تابع کو مقتدی کہتے ہیں۔

امام کے سوا ایک آدمی کے شریک نماز ہو جانے سے جماعت ہو جاتی ہے خواہ وہ آدمی مرد ہو یا عورت غلام ہو یا آزاد بچہ دار ہو یا نابالغ بچہ۔ ہاں جمعہ وغیرہ کی نماز میں کم سے کم امام کے سوا دو آدمیوں کے بغیر جماعت نہیں ہوتی۔ رجرا اراقی۔ در مختار۔ شامی وغیرہ۔ جماعت کے ہونے میں یہ بھی ضروری نہیں کہ فرض نماز ہو بلکہ اگر نفل نماز بھی دو آدمی اسی طرح ایک دوسرے کے تابع ہو کر پڑھیں تو جماعت ہو جائے گی خواہ امام اور مقتدی دونوں نفل پڑھتے ہوں یا مقتدی نفل پڑھتا ہو۔ (شامی وغیرہ)

جماعت کی فضیلت اور تاکید

جماعت کی فضیلت اور تاکید میں صحیح احادیث اس کثرت سے وارد ہوئی ہیں کہ اگر سب ایک جگہ جمع کی جائیں تو بہت کافی حجم کا رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ ان کے دیکھنے سے قطعاً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جماعت نماز کی تکمیل میں ایک اعلیٰ درجہ کی شرط ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس کو ترک نہیں فرمایا حتیٰ کہ حالت مرض میں جب آپ کو خود چلنے کی قوت نہ تھی دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد تشریف لے گئے اور جماعت سے نماز پڑھی۔ تارک جماعت پر آپ کو سخت غصہ آتا تھا اور ترک جماعت پر سنت سے سخت سزا دینے کو آپ کا جی چاہتا تھا۔ یہ شہد شریعت محمدیہ میں جماعت کا بہت بڑا اہتمام کیا گیا ہے اور ہونا بھی چاہئے تھا نماز جیسی عبادت کی شان میں اسی کو چاہتی تھی کہ جس چیز سے اس کی تکمیل ہو وہ بھی اعلیٰ درجہ پر پہنچا دی جائے ہم اس مقام پر پہلے اس آیت کو لکھ کر کہ جس سے بعض مفسرین و فقہانے نے جماعت کو ثابت کیا ہے چند حدیثیں بیان کرتے ہیں۔

تو لہ تعالیٰ وارکعوامع الساکعین نماز پڑھنے والوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھو۔ یعنی

جماعت سے (معالم التنزیل - جلالین - خازن ابوالسعود - مدارک - تفسیر کبیرہ وغیرہ) اس آیت میں حکم صریح جماعت سے نماز پڑھنے کا ہے مگر چونکہ روایات کے معنی بعض مفسرین نے خصوصاً کے بھی لکھے ہیں لہذا فرضیت ثابت نہ ہوگی۔

۱ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ابن عمر رضی اللہ عنہما جماعت کی نماز میں تنہا نماز سے ستائیس دریچے زیادہ ثواب روایت کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری - صحیح مسلم وغیرہ)

۲ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تنہا نماز پڑھنے سے ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا بہت بہتر ہے اور دو آدمیوں کے ہمراہ اور بھی بہتر ہے اور جس قدر جماعت زیادہ ہو اسی قدر اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ (ابوداؤد وغیرہ)

۳ - انس بن مالک رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ اپنے قریبی مکانات سے رچونکہ وہ مسجد نبوی سے دور تھے، آٹھ گز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آکر قیام کریں تب ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اپنے قدموں میں جو زمین پر پڑتے ہیں ثواب نہیں سمجھتے۔ (صحیح بخاری)

۴ - معلوم ہوا کہ جو شخص جتنی دور سے چلی کہ مسجد میں آئے گا اسی قدر اس کو زیادہ ثواب ملے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبنا وقت نماز کے انتظار میں گزرتا ہے وہ سب نماز میں شمار ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری)

۵ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز عشا کے وقت میں ان اصحاب سے جو جماعت میں شریک تھے فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ کے سو رہے اور تمہارا وہ وقت جو انتظار میں گزرنا سب نماز میں محسوب ہوا۔ (صحیح بخاری)

۶ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم بریدہ سلمی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بشارت دو ان لوگوں کو جو اندھیری راتوں میں جماعت کے لیے مسجد جاتے ہیں اس بات کی کہ قیامت میں ان کے لیے پوری روشنی ہوگی۔ (ترمذی)

۷ - حضرت عثمان رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص عشا کی نماز

۸ - تورات میں لکھا ہے کہ امت محمدیہ کی جماعت میں جتنے آدمی زیادہ ہوں گے اسی قدر ہر شخص کو ثواب ملے گا یعنی ہزار آدمی ہوں گے تو ہر شخص کو ہزار نمازوں کا ثواب ملے گا۔ (بحر الرائق)

جماعت سے پہلے اس کو نصف شب کی عبادت کا ثواب ملے گا اور جو شخص فجر کی نماز

جماعت سے پہلے کھائے پوری رات کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی)

۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ ایک روز آپ نے فرمایا کہ بیشک میرے دل میں یہ ارادہ ہوا کہ کسی کو حکم دوں کہ لکڑیاں جمع کرے پھر اذان کا حکم دوں اور کسی شخص کو کہے کہ وہ امامت کرے اور میں ان لوگوں کے گھروں پر جاؤں جو جماعت میں نہیں آتے اور ان کے گھروں کو جلا دوں۔ (بخاری - مسلم - ترمذی)

ایک روایت میں ہے کہ اگر مجھے چھوٹے بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں عشا کی نماز میں مشغول ہوتا اور خادموں کو حکم دیتا کہ ان کے گھروں کے مال و اسباب کو صبح اس کے جلا دیں کہ مسلم عشا کی تخصیص اس حدیث میں اس مصلحت سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ سونے کا وقت ہوتا ہے اور غالباً تمام لوگ اس وقت گھروں میں ہوتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تارک جماعت کی سزا آگہی جلا کر ہے اور یہ سخت سزا شریعت میں نہیں آئی مگر ترک جماعت اور غنیمت میں خیانت کی راجحہ اللغات شرح فارسی مشکوٰۃ) امام ترمذی اس حدیث کو کھڑے فرماتے ہیں کہ یہ مضمون ابن مسعود اور ابو الدرداء اور ابن عباس اور یابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ صیحا لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز اصحاب ہیں۔

۹۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی آبادی یا جنگل میں تین مسلمان ہوں اور جماعت سے نماز پڑھیں تو بیشک ان پر شیطان فائب ہو جائے گا پس اسے ایوانہ روا جماعت کو اپنے اندر لازم سمجھ لو تو دیکھو پھر یا شیطان (اسی بکری (راوی) کو کھاتا رہتا ہے جو اپنے گلے (جماعت) سے الگ ہو گئی ہو۔ (ابو داؤد)

۱۰۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ جو شخص اذان سن کر جماعت میں نہ آئے اور اسے کوئی عذر بھی نہ ہو تو اس کی وہ نماز جو تنہا پڑھی ہے قبول نہ ہوگی۔ صحابہ نے پوچھا کہ وہ عذر کیا ہے حضرت نے فرمایا کہ خوف یا مرض یا بوجہ اور اس حدیث میں خوف یا مرض کی تفصیل نہیں کی گئی بعض احادیث میں کچھ تفصیل بھی ہے۔

۱۱۔ حضرت مجن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ اتنے میں اذان ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے لگے اور میں اپنی جگہ پر جا کے بیٹھ

گیا حضرت نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا اسے مجھ تم نے جماعت سے نماز کیوں نہ پڑھی کیا
کیا تم مسلمان نہیں ہو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں مسلمان تو ہوں مگر میں اپنے گھر میں نماز پڑھ
چکا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسجد میں آؤ اور دیکھو کہ جماعت ہو رہی ہے تو لوگوں
کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو اگرچہ پڑھ چکے ہو اور موٹا امام مالک نسائی اور اس حدیث کو غور سے
دیکھو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے برگزیدہ صحابی جن رضی اللہ عنہ کو جماعت سے نماز پڑھنے
پر کیسی سخت اور عتاب آمیز بات کہی کہ کیا تم مسلمان نہیں ہو۔

۱۲۔ یزید بن اسود رضی اللہ عنہما اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک حج میں نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر کاب تھے ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز سے سلام پھیر
کر دیکھا کہ وہ شخص پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں اور انھوں نے جماعت سے نماز نہیں پڑھی۔ پس
آپ نے حکم دیا کہ ان کو میرے سامنے حاضر کرو وہ اس حالت میں لائے گئے کہ ان کے بدن
میں لڑو پڑا ہوا تھا حضرت نے فرمایا کہ تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی وہ دونوں
عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ہم اپنے گھروں میں پڑھ چکے تھے آپ نے فرمایا کہ اب
ایسا مت کرنا جب مسجد میں جماعت ہو تو تم بھی پڑھ لیا کرو اگرچہ گھر میں پڑھ چکے ہو۔ تو
دوسری نماز تمہاری نقل ہو جائے گی۔ ترمذی اس حدیث کو لکھ کر فرماتے ہیں کہ یہی عقلمندان
فحجن اور یزید بن عامر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے (جامع ترمذی)

ذرا اللہ تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت کو دیکھیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر حج میں جب بیٹھا
جمع ہو گا وہ صحابیوں سے یہ فعل صادر کر دیا کہ جماعت کی سنت تاکید سے لوگ مطلع ہو جائیں اور کسی کو
ترک جماعت کی جرأت نہ ہو۔ چند حدیثیں نوٹ کرنے کے طور پر ذکر ہو چکی ہیں اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
برگزیدہ اصحاب رضی اللہ عنہم کے اقوال سنیں کہ انھیں جماعت کا کس قدر اہتمام مد نظر تھا اور ترک
جماعت کو وہ کیسا سمجھتے تھے اور کیوں نہ سمجھتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور ان کی مرضی کا
ان سے زیادہ کس کو خیال ہو سکتا ہے۔

۱۔ اسود کہتے ہیں کہ ایک دن ہم حضرت اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر
تھے کہ نماز کی پابندی اور اس کی فضیلت و تاکید کا ذکر نکلا اس پر حضرت عائشہ نے تائیداً نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے مرض و فوات کا قعدہ بیان کیا کہ ایک دن نماز کا وقت آیا اور اذان ہوئی تو آپ نے
فرمایا کہ ابو بکر سے کہو نماز پڑھاویں عرض کیا کہ ابو بکر ایک نہایت رقیق القلب آدمی ہیں جب

آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو بے طاقت ہو جائیں اور نماز نہ پڑھا سکیں گے آپ نے پھر وہی فرمایا پھر وہی جواب دیا گیا تب آپ نے فرمایا کہ تم تو ویسی باتیں کرتے ہو جیسے یوسف سے مصر کی عورتیں کرتی تھیں ابو بکر سے کہو کہ نماز پڑھاویں خیر حضرت ابو بکر نماز پڑھانے کو نکلے اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض میں کچھ تھنیف معلوم ہوئی تو آپ دو آدمیوں کے سہارے سے نکلے میری آنکھوں میں اب تک وہ حالت موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک زمین پر گھسٹتے ہوئے جاتے تھے یعنی اتنی قوت بھی نہ تھی کہ زمین سے پیرا اٹھا سکیں وہاں حضرت ابو بکر نماز شروع کر چکے تھے چاہا کہ چھپے ہٹ جائیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور انہیں سے نماز پڑھوائی۔

رعیح بخاری

۲۔ ایک دن حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سینان بن ابی حثمہ کو صبح کی نماز میں نہ پایا تو ان کے گھر گئے اور ان کی ماں سے پوچھا کہ آج میں نے سلیمان کو فجر کی نماز میں نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ رات بھر نماز پڑھتے ہیں اس وجہ سے اس وقت ان کو نیند آگئی۔ تب حضرت فاروق نے فرمایا کہ مجھے فجر کی نماز جماعت سے پڑھنا زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ تمام شب عبادت کروں۔ (موطا امام مالک)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ صبح کی نماز باجماعت پڑھنے میں تہجد سے زیادہ ثواب ہے اس لیے علماء نے لکھا ہے کہ اگر شب بیداری نماز فجر میں غفل ہو تو ترک اولیٰ ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

۳۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک ہم نے آزمایا اپنے کو اور صحابہ کو کہ ترک جماعت نہیں کرتا مگر وہ منافق ہیں کا نفاق کھلا ہوا ہو یا بیارنگہ بیارنگہ تو دو آدمیوں کا سہارا دے کر جماعت کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کی اپنی بتلا میں اور منجھانے ان کے نماز ہے ان مسجدوں میں جہاں اذان ہوتی ہو یعنی جماعت ہوتی ہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا جیسے خواہش ہو کہ کل رقیامت کے دن اللہ کے سامنے مسلمان جائے اسے چاہیے کہ پنج وقتی نمازوں کی پابندی کرے ان مقامات میں جہاں اذان ہوتی ہو یعنی جماعت سے نماز پڑھی جاتی ہو بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لیے ہدایت کے طریقے نکالے ہیں اور یہ نماز بھی انہیں طریقوں میں سے ہے اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرو گے جیسے یہ منافق پڑھ لیتے ہیں تو بے شک تم سے چھوٹ جائے گی تمہارے نبی کی سنت اور اگر تم چھوڑ دو گے اپنے

پیغمبر کی سنت کو تو بے شبہ گمراہ ہو جائے اور کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے نماز کے بدلے مسجد میں نہیں جاتا مگر یہ کہ اس کے ہر قدم پر ایک ثواب ملتا ہے اور ایک مرتبہ عنایت ہوتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔ اور انہوں نے دیکھ لیا کہ جماعت سے الگ نہیں رہتا مگر منافق۔ ہم لوگوں کی حالت تو یہ تھی کہ بیماری کی حالت میں دو آدمیوں پر تکیہ لگا کر جماعت کے لیے جاتے تھے اور صف میں کھڑے کر دیے جاتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

۴۔ ایک مرتبہ ایک شخص مسجد سے اذان کے بعد بے نماز پڑھے ہوئے چلا گیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور ان کے مقدس حکم کو نہ مانا (مسلم)

دیکھو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تارک جماعت کو کیا کہا کیا کسی مسلمان کو اب بھی بے عذر ترک جماعت کی جرات ہو سکتی ہے، کیا کسی ایماندار کو حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی گوارا ہو سکتی ہے۔

۵۔ حضرت ام ورواء رضی اللہ عنہا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی بی بی بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ابوالدرداء میرے پاس اس حال میں آئے کہ نہایت غصہ بنا کر تھے میں نے پوچھا کہ اس وقت آپ کو کیوں غصہ آیا کہنے لگے اللہ کی قسم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اب کوئی بات نہیں دیکھتا مگر یہ کہ وہ جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں یعنی اب اس کو بھی چھوڑنے لگے۔ (صحیح بخاری) یہ وہی ابوالدرداء ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر جماعت کی تاکید کی تھی پھر ان کو اس قدر غصہ کیوں نہ آتا ان سے ایک حدیث نماز کی تاکید میں بھی بہت پیارے الفاظ سے منقول ہے جسے ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

۶۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اصحاب سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا جو کوئی اذان سن کر جماعت میں نہ جائے اس کے نماز ہی نہ ہوگی۔ یہ لکھ کر امام ترمذی لکھتے ہیں کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ حکم تاکید ہی ہے مقصود یہ ہے کہ بے عذر ترک جماعت جائز نہیں (جامع ترمذی) نے۔ مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جو شخص تمام دن روز سے رکعتا ہو اور رات پھر نماز میں پڑھتا ہو مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہ ہوتا ہو اسے آپ کیا کہتے ہیں فرمایا کہ دوزخ میں جائے گا (ترمذی)

امام ترمذی اس حدیث کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جمعہ جماعت کا مرتبہ کم سمجھ کر ترک

کے لیے تیار حکم کیا جائے گا لیکن اگر دوزخ میں جاسے سے مراد تھوڑے دن کے لیے جانا یا جاسے تو اس تاویل کی کچھ ضرورت نہ ہوگی۔

۸۔ سلف صالحین کا یہ دستور تھا کہ جس کی جماعت ترک ہو جاتی سات دن تک اس کی ماتم پر ہی کرتے۔ (راجیاء العلوم) صحابہ کے اقوال بھی تھوڑے سے بیان ہو چکے جو درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ہیں اب ذرا علماء امت اور مجتہدین ملت کو دیکھئے کہ ان کا جماعت کی طرف کیا خیال ہے اور ان احادیث کا مطلب انہوں نے کیا سمجھا ہے۔

۱۔ ظاہر یہ اور امام احمد کے بعض مقلدین کا مذہب ہے کہ جماعت نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی۔

۲۔ امام احمد کا صحیح مذہب یہ ہے کہ جماعت فرض میں ہے اگرچہ نماز کے صحیح ہونے کی شرط نہیں امام شافعی کے بعض مقلدین کا بھی یہی مذہب ہے۔

۳۔ امام شافعی کے بعض مقلدین کا یہ مذہب ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے۔ امام طحاوی جو حنفیہ میں ایک بڑے درجہ کے فقیہ اور محدث ہیں ان کا بھی یہی مذہب ہے۔

۴۔ اکثر محققین حنفیہ کے نزدیک جماعت واجب ہے محقق ابن ہمام اور علی اور صاحب بحر الرائق وغیرہم اسی طرف ہیں۔

۵۔ اکثر حنفیہ کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے مگر واجب کے حکم میں۔ درحقیقت حنفیہ کے ان دونوں قولوں میں کچھ مخالفت نہیں۔ جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

اے عمارے فقہا لکھتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں لوگ جماعت چھوڑ دیں اور کہنے سے بھی نہ مانیں تو ان سے فطرتاً جاز ہے۔ بحر الرائق وغیرہ۔

حنفیہ وغیرہ میں ہے کہ بے عذر تارک جماعت کو سزا دینا امام وقت پر واجب ہے اور اس کے پرہیزی اگر اس کے اس فعل تبیح پر کچھ نہ بولیں تو گنہگار ہوں گے۔ بحر الرائق وغیرہ

اگر مسجد ہانے کے لیے اجماعت سنتہ کا انتظار کرے تو گنہگار ہوگا۔ بحر الرائق وغیرہ) یہ اس لیے کہ اگر اجماعت سن کر پھلا کریں گے تو ایک دو رکعت یا پوری جماعت چلے جانے کا

خوف ہے امام محمد سے مروی ہے کہ جمعہ اور جماعت کے لیے تیز قدم جانا درست ہے بشرطیکہ زیادہ ترافعت نہ ہو۔

تارک جماعت ضرور گنہگار ہے اور اس کی گواہی قبول نہ کی جائے بشرطیکہ اس نے بے عذر

صرف سہل انگاری سے جماعت چھوڑی بلکہ لائق وغیرہ

اگر کوئی شخص دینی مسائل کے پڑھنے پڑھانے میں دن رات مشغول رہتا ہو اور جماعت میں حاضر نہ ہوتا ہو تو معذور نہ سمجھا جائے گا اور اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔ (بجرا لائق وغیرہ)

جماعت کی حکمتیں اور فائدے

علمائے بہت کچھ بیان کیے ہیں مگر جہاں تک میری قاصر نظر پہنچی ہے ثناء ولی اللہ محدث و ہادی سے بہتر جامع اور لطیف تقریر کسی کی نہیں اگرچہ زیادہ لطافت بھی تھا کہ انہی کی پاکیزہ عبارت سے یہ مفہامیں نلئے جائیں مگر میں خلاصہ اس کا یہاں درج کرتا ہوں وہ فرماتے ہیں۔

۱۔ کوئی چیز اس سے زیادہ سود مند نہیں کہ کوئی عبادت رسم امام کر دی جائے یہاں تک کہ وہ عبادت ایک ضروری عادت ہو جائے کہ اس کا چھوڑنا ترک عادت کی طرح ناممکن ہو جائے اور کوئی عبادت نماز سے زیادہ شاندار نہیں کہ اس کے ساتھ یہ خاص اہتمام کیا جائے۔

۲۔ مذہب میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں جہاں بھی عالم بھی اعجاز بڑی مصلحت کی بات ہے کہ سب لوگ جمع ہو کر ایک دوسرے کے سامنے اس عبادت کو ادا کریں کہ اگر کسی سے کچھ غلطی ہو جائے تو دوسرا اسے تعلیم کر دے گویا اللہ کی عبادت ایک زیور ہوئی کہ تمام پرکھنے والے اسے دیکھتے ہیں جو خرابی اس میں ہوتی ہے بتلا دیتے ہیں اور جو عمدگی ہوتی ہے اسے پسند کرتے ہیں پس یہ ایک ذریعہ نماز کی تکمیل کا ہوگا۔

۳۔ جو لوگ بے نمازی ہوں گے ان کا بھی اس سے حال کھل جائے گا اور ان کے وعظ و نصیحت کا موقع ملے گا۔

۴۔ چند مسلمانوں کا مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس سے دعائے مانگنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزول رحمت اور قبولیت کے لیے۔

۵۔ اس اُمت سے اللہ تعالیٰ کا یہ مقصود ہے کہ اس کا کلمہ بلند اور کلمہ کفر پست ہو اور زمین پر کوئی مذہب اسلام سے عالمی نہ رہے اور یہ بات جب ہی ہو سکتی ہے کہ یہ طریقہ مقرر کیا جائے کہ تمام مسلمان عام اور خاص مسافر اور منقیم چھوٹے بڑے اپنی کسی بڑی اور مشہور عبادت کے لیے جمع ہو کر اس اور شان و شوکت اسلام کی ظاہر کریں انہیں سب مصالح سے شریعت کی پوری توجہ جماعت

کی طرف معرفت ہوگئی اور اس کی ترغیب وی گئی اور اس کے چھوڑنے کی سخت ممانعت کی گئی۔
(رحمۃ اللہ الباقیہ)

۶۔ جماعت میں یہ فائدہ بھی ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حال پر اطلاع ہوتی رہے گی اور ایک دوسرے کے درود و معصیت میں شریک ہو سکے گا جس سے دینی اخوت اور ایمانی محبت کا پورا اظہار و استحکام ہوگا جو اس شریعت کا ایک بڑا مقصود ہے اور جس کی تاکید و فضیلت جا بجا قرآن عظیم اور احادیث نبوی کریم میں بیان فرمائی گئی ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ افسوس ہمارے زمانہ میں ترک جماعت کی ایک عام عادت ہوگئی ہے۔ جاہلوں کا کیا ذکر ہم علماء کو اس بلا میں مبتلا دیکھ رہے ہیں۔ افسوس یہ لوگ حدیثیں پڑھتے ہیں اور ان کے معانی سمجھتے ہیں مگر جماعت کی سخت تاکیدیں ان کے پھر سے زیادہ سخت ولولہ پر کچھ اثر نہیں کرتیں۔ قیامت میں جب قاضی روز جزا کے سامنے سب سے پہلے نماز کے مقدمات پیش ہوں گے اور اس کے نفاذ کرنے والے یا ہوا میں کمی کرنے والوں سے باز پرس شروع ہوگی یہ لوگ کیا جواب دیں گے۔

جماعت کے واجب ہونے کی شرطیں

- ۱۔ اسلام۔ کافر پر جماعت واجب نہیں۔
- ۲۔ مرد ہونا۔ عورتوں پر جماعت واجب نہیں (بجز الرائق۔ در مختار وغیرہ)۔
- ۳۔ بالغ ہونا۔ نابالغ بچوں پر جماعت واجب نہیں (بجز الرائق وغیرہ)۔
- ۴۔ عاقل ہونا۔ مست، بے ہوش، دیوانے پر جماعت واجب نہیں۔
- ۵۔ آزاد ہونا۔ غلام پر جماعت واجب نہیں۔ (بجز الرائق۔ در مختار وغیرہ)۔
- ۶۔ تمام عذروں سے خالی ہونا۔ ان عذروں کی حالت میں جماعت واجب نہیں مگر اگر کسی کو بہتر سے نفاذ کرنے میں ثواب جماعت سے محروم رہے گا۔ (شامی)۔

ترک جماعت کے عذر پندرہ ہیں

- ۱۔ نماز کے صحیح ہونے کی کسی شرط کا مثل طہارت یا ستر عورت وغیرہ کے نہ پایا جانا۔
- ۲۔ یا دینی بہتر سے بہتر ہونا۔ ایسی حالت میں امام محمد نے موطائیں لکھا ہے اگرچہ نہ جانا

جائز ہے مگر بہتر یہی ہے کہ جماعت سے جا کر نماز پڑھے۔

۳۔ مسجد کے راستے میں سخت کچھرا ہو۔ امام ابو یوسف نے امام صاحب سے پوچھا کہ کچھرا وغیرہ کی حالت میں جماعت کے لیے آپ کیا حکم دیتے ہیں فرمایا کہ جماعت کا چھوڑنا مجھے پسند نہیں۔
۴۔ سردی سخت ہو کہ باہر نکلنے میں یا مسجد تک جانے میں کسی بیماری کے پیدا ہوجانے یا بڑھ جانے کا خوف ہو۔

۵۔ مسجد جانے میں مالی و اسباب کے چوری ہوجانے کا خوف ہو۔

۶۔ مسجد جانے میں کسی دشمن کے مل جانے کا خوف ہو۔

۷۔ مسجد جانے میں کسی قرضخواہ کے ملنے کا اور اس سے تکلیف پہنچنے کا خوف ہو بشرطیکہ اس کے قرض کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور اگر قادر ہو تو وہ ظالم سمجھا جائے گا اور اس کو ترک جماعت کی اجازت نہ ہوگی۔ (رشامی)

۸۔ اندھیری رات ہو کہ راستہ نہ دکھلائی دیتا ہو ایسی حالت میں یہ ضروری نہیں کہ لالٹین وغیرہ ساتھ لے کر جائے۔

۹۔ رات کا وقت ہو اور آندھی بہت سخت پھلتی ہو۔

۱۰۔ کسی مریض کی تیمارداری کرنا ہو کہ اس کے جماعت میں چلنے جانے سے اس مریض کی تکلیف یا وحشت کا خوف ہو۔

۱۱۔ کھانا تیار ہو یا بیماری کے قریب اور بھوک لگی ہو ایسی کہ نماز میں جی نہ لگنے کا خوف ہو۔

۱۲۔ پشیا ب یا پاحانہ معلوم ہوتا ہو۔

۱۳۔ سفر کا ارادہ رکھتا ہو اور خوف ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں دیر ہو جائے گی اور قافلہ نکل جائے گا۔ (رشامی)

ریل کا مسئلہ سی پر قیاس کیا جاسکتا ہے مگر فرق اس قدر ہے کہ وہاں ایک قافلہ کے بعد دوسرا قافلہ بہت دنوں میں ملتا ہے اور یہاں ریل ایک دن میں کئی بار جاتی ہے اگر ایک وقت کی ریل نہ ملی تو دوسرے وقت جاسکتا ہے ہاں اگر ایسا ہی سخت حرج ہوتا ہو تو مضاائقہ نہیں بیماری شریعت سے حرج اٹھا دیا گیا ہے۔

۱۴۔ فقہ وغیرہ کے پڑھنے پڑھانے میں ایسا مشغول رہتا ہو کہ بالکل فرصت نہ ملتی ہو بشرطیکہ کسی کبھی بلا قصد جماعت ترک ہو جاتی ہو۔

۱۵۔ کوئی ایسی بیماری ہو جس کی وجہ سے چل پھرنے سکے یا تابتا ہو اگرچہ اس کو مسجد تک کوئی پہنچا دینے والا مل سکے یا لجا ہوا کوئی پیر کٹا ہوا ہو۔ رجحان الیق۔ رد المحتار وغیرہ)

جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں

- ۱۔ مقتدی کو نماز کی نیت سے ساخذ امام کی اقتداء کی بھی نیت کرنا یعنی یہ ارادہ دل میں کرنا کہ میں اس امام کے پیچھے فلاں نماز پڑھتا ہوں۔ نیت کا بیان بہ تفصیل اوپر ہو چکا ہے۔
- ۲۔ امام اور مقتدی دونوں کے مکان کا متحد ہونا خواہ حقیقتہً متحد ہوں جیسے دونوں ایک ہی مسجد یا ایک ہی گھر میں کھڑے ہوں یا حکماً متحد ہوں جیسے کسی دریا کے چل پر جماعت قائم کی جائے اور امام چل کے آس پار ہو اور کچھ مقتدی چل کے اس پار مگر درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوں تو اس صورت میں اگرچہ امام کے اور ان مقتدیوں کے درمیان میں جو چل کے اس پار ہیں دریا حائل ہے اور اس وجہ سے دونوں کا مکان حقیقتہً متحد نہیں مگر چونکہ دو درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوئی ہیں اس لیے دونوں کا مکان حکماً متحد سمجھا جائے گا اور اقتدا صحیح ہو جائے گی۔
- اگر مقتدی کسی چھت پر کھڑا ہو اور امام مسجد کے اندر تو درست ہے اس لیے کہ مسجد کی چھت مسجد کے حکم میں ہے اور یہ دونوں مقام حکماً متحد سمجھے جائیں گے۔ اسی طرح اگر کسی گھر کی چھت مسجد سے متصل ہو اور درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو تو وہ بھی حکماً مسجد سے متحد سمجھی جائے گی اور اس کے اوپر کھڑے ہو کر اس امام کی اقتداء کرنا جو مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے درست ہے۔ (رد المحتار وغیرہ)
- اگر مسجد بہت بڑی ہو اور اسی طرح اگر گھر بہت بڑا یا جنگل ہو اور امام اور مقتدی کے درمیان اتنا خالی میدان ہو کہ جس میں دو صفیں ہو سکیں تو یہ دونوں مقام جہاں مقتدی کھڑا ہے اور جہاں امام ہے مختلف سمجھے جائیں گے اور اقتداء درست نہ ہوگی۔ (رد مختار وغیرہ)

۱۔ ایک بہت بڑی مسجد کی مثال میں فقہانے شہر خوارزم کی جامع مسجد قدیم کو لکھا ہے جس کے ایک
دراچہ میں چار ہزار ستون تھے ۱۲ (شامی)

۲۔ بہت بڑا گھر وہ ہے جس کا طول چالیس گز ہو ۱۲ (شامی) گز ۲۴ آنکھ کا۔

۳۔ امام صاحب اور امام محمد کے نزدیک صفت کم سے کم تین آدمیوں سے ہوتی ہے ۱۲ (رد مختار وغیرہ)

اسی طرح اگر امام اور مقتدی کے درمیان میں کوئی نہ ہو جس میں ناؤ وغیرہ چل سکے یا کوئی اتنا بڑا حوض ہو جس کی طہارت کا حکم شریعت نے دیا ہو یا کوئی عام رنگرز ہو جس سے پیل گاڑی وغیرہ نکل سکتے اور درمیان میں صفیں نہ ہوں تو وہ دونوں متحد نہ سمجھے جائیں گے اور اقتدا درست نہ ہوگی (رد مختار وغیرہ) اسی طرح اگر دو صفوں کے درمیان میں کوئی ایسی نہ رہا ایسا رنگرز واقع ہو جائے تو اس صفت کی اقتدا درست نہ ہوگی جو ان چیزوں کے اس پار ہے (رد المختار وغیرہ)

پیادے کی اقتدا سوار کے پیچھے یا ایک سوار کی دوسرے سوار کے پیچھے صحیح نہیں اس لیے کہ دونوں کے مکان متحد نہیں ہاں اگر ایک ہی سواری پر دونوں سوار ہوں تو درست ہے۔
(رد المختار وغیرہ)

۳۔ مقتدی اور امام دونوں کی نماز کا متاثر نہ ہونا اگر مقتدی کی نماز امام کی نماز سے مفائر ہوگی تو اقتدا درست نہ ہوگی (مرآتی الفلاح - رد مختار وغیرہ) مثلاً امام ظہر کی نماز پڑھتا ہو اور مقتدی عصر کی نماز کی نیت کرے یا امام کل کی ظہر کی قضا پڑھتا ہو اور مقتدی آج کی ظہر کی۔ ہاں اگر دونوں کل۔ کہ ظہر کی قضا پڑھتے ہوں یا دونوں آج ہی کے ظہر کی قضا پڑھتے ہوں تو درست ہے۔ (شامی) اگر امام فرض پڑھتا ہو اور مقتدی نفل تو اقتدا صحیح ہے اس لیے کہ یہ دونوں نمازیں مفائر نہیں مقتدی اگر تراویح پڑھنا چاہے اور امام نفل پڑھتا ہو تب بھی اقتدا نہ ہوگی اس لیے کہ دونوں نمازیں مفائر ہیں (رد مختار وغیرہ)

۴۔ امام کی نماز کا صحیح ہونا اگر امام کی نماز فاسد ہوگی تو سب مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی خواہ یہ فساد نماز ختم ہونے سے پہلے معلوم ہو جائے یا بعد ختم ہونے کے مثل اس کے کہ امام کے کپڑوں میں نجاست غلیظہ ایک دم سے زیادہ تھی اور بعد نماز ختم ہونے کے یا اثنائے نماز میں معلوم ہوئی یا امام کو وضو نہ تھا اور بعد نماز کے یا اثنائے نماز میں اس کو خیال آیا (رد مختار وغیرہ) امام کی نماز اگر کسی وجہ سے فاسد ہو گئی ہو اور مقتدیوں کو نہ معلوم ہو تو امام پر ضروری ہے کہ اپنے تمام مقتدیوں کو حتی الامکان اس کی اطلاع کر دے تاکہ وہ لوگ اپنی نمازوں کا اعادہ کر لیں خواہ آدمی کے ذریعہ سے اطلاع کی جائے یا خط کے ذریعہ سے (رد مختار - رد المختار وغیرہ)

۵۔ اگر امام اور مقتدی کا مذہب ایک نہ ہو مثلاً امام شافعی یا مالکی مذہب ہو اور مقتدی حنفی تو اس صورت میں امام کی نماز کا صرف امام کے مذہب کے موافق صحیح ہو جانا کافی ہے خواہ مقتدی

کے مذہب کے موافق بھی صحیح ہو یا نہ ہو ہر حال میں بلا کراہت اقتدار درست ہے مثلاً اس امام کے کپڑوں میں ایک ورم سے زیادہ منی لگی ہوئی ہو یا منہ بھرتے یا خون نکلنے کے بعد بے وضو کیے ہوئے نماز پڑھاوے یا وضو میں صرف دو نین بال کے مسح پر اکتفا کرے ان سب صورتوں میں چونکہ امام کی نماز اس کے مذہب کے موافق صحیح ہو جاتی ہے لہذا مقتدی کی نماز بھی صحیح ہو جائے گی۔ ہاں اگر

۱۵۔ اس مسئلہ میں علماء مذہب اربعہ مختلف ہیں اکثر علماء نے خاص اسی مسئلہ میں مستقل رسالے تصنیف کیے ہیں اس اختلاف کا رجوع چند اقوال کی طرف ہوتا ہے (۱) جواز اقتدار مطلقاً خواہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرے یا نہ کرے (۲) جواز اقتدار بشرطیکہ مقتدی کو یہ نہ معلوم ہو کہ امام کی نماز مقتدی کے مذہب کے موافق نہیں ہوئی اگرچہ واقع میں ایسا ہی ہو (۳) جواز اقتدار بشرطیکہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرے (۴) عدم جواز اقتدار خواہ امام مذہب مقتدی کی رعایت کرے یا نہ کرے (۵) جواز اقتدار مع کراہت تشریحی۔ ان سب اقوال میں پہلا قول نہایت تحقیق اور انصاف پر مبنی ہے شہ ولی اللہ حسنی محدث دہلوی اپنے رسالہ انصاف میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم میں مختلف مذہب کے لوگ تھے بعضے بسم اللہ نماز میں پڑھتے تھے بعض نہیں بسم اللہ ابتدا آواز سے پڑھتے تھے بعض آہستہ آواز سے بعض نماز فجر میں قنوت کرتے تھے بعض نہیں بصد و غیرہ اور تھے وغیرہ سے وضو کرتے تھے بعض نہیں بعض خاص حصے کے چھونے سے وضو کرتے تھے بعض نہیں بعض آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو کرتے تھے بعض نہیں باوجود اس اختلاف کے پھر بھی ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد اور امام شافعی وغیرہ ائمہ مدینہ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جو مالکی مذہب کے تھے ہارون رشید نے پچھنے لگو انے کے بعد بے وضو کیے ہوئے نماز پڑھائی اور امام ابو یوسف نے ان کے پیچھے نماز پڑھ لی اور اعادہ نہیں کیا امام احمد منبلی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اگر امام کے بدن سے خون نکلا ہو اور بے وضو کیے ہوئے نماز پڑھائے تو آپ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے یا نہیں کہنے لگے کیا میں امام مالک اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھوں گا ایفاظ النیام میں اس مسئلہ کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اسی قول کو مختار و محقق لکھا ہے اور اسی کے موافق محققین مذاہب اربعہ سے تصدیقات صریحہ نقل کی ہیں بعض علماء نے مثل صاحب بحر الرائق و در مختار و ملا علی قاری وغیرہم کے اور اسی طرح بعض علماء شافعیہ نے بھی تیسرے قول کو اختیار کیا ہے مگر وہ صحیح نہیں گریبان اوگوں کے نزدیک حق کا انحصار ایک ہی مذہب میں ہو گیا ہے و حقیقت یہ قول بالکل بے دلیل اور نہایت نفرت کی نظر سے دیکھنے کے قابل ہے اگر اس قول پر عمل کیا جائے تو آپس میں سنت افتراق پڑ جائے گا اور بڑی مشکل پیش آئے گی ۱۲ ۶

امام کی نماز اس کے مذہب کے موافق صحیح نہ ہو تو مقتدی کی نماز بھی درست نہ ہوگی اگرچہ مقتدی کے مذہب کے موافق نماز میں کچھ خرابی نہ آئی ہو مثلاً امام شافعی مذہب ہو اور اس نے اپنے خاص حصے کو چھوا ہو اور اس کے بعد بے وضو کیے ہوئے نماز پڑھائے یا وضو میں اس نے نیت نہ کی ہو یا نماز میں سورہ فاتحہ کے شروع پر بسم اللہ نہ پڑھی ہو کہ حنفی مقتدی کی نماز اس امام کے پیچھے صحیح نہ ہوگی اگرچہ اس کے مذہب کے موافق نماز میں کچھ خلل نہیں ہوا۔

یہی حکم غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھنے کا ہے یعنی مقلد کی نماز ان کے پیچھے بلا کراہت درست ہے خواہ وہ مقتدی کے مذہب کی رعایت کریں یا نہ کریں۔

۵۔ مقتدی کا امام سے آگے نہ کھڑا ہونا برابر کھڑا ہونا پیچھے۔ اگر مقتدی امام کے آگے کھڑا ہو تو اس کی اقتدار درست نہ ہوگی۔ امام سے آگے کھڑا ہونا اس وقت سمجھا جائے گا کہ جب مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہو جاوے۔ اگر ایڑی آگے نہ ہو اور انگلیاں آگے بڑھ جائیں خواہ پیر کے بڑے ہونے کے سبب سے یا انگلیوں کے لمبے ہونے کی وجہ سے تو یہ آگے کھڑا ہونا نہ سمجھا جائے گا اور اقتدار درست ہو جائے گی۔ (در مختار۔ رد المحتار وغیرہ)

۶۔ جن لوگوں نے مخالف مذہب کے پیچھے نماز صحیح ہونے کے لیے مذہب مقتدی کی رعایت شرط کی ہے ان کے نزدیک اس صورت میں مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے اس لیے کہ ان صورتوں میں مقتدی کے مذہب کے موافق نماز میں کچھ خرابی نہیں ہوتی اور مقتدی کی نماز صحیح ہونے کے لیے ان کے نزدیک اسی قدر کافی ہے مگر بحال علمائے رسائل ارکان میں لکھا ہے کہ ایسی صورت میں میرے نزدیک مقتدی کو بھی اپنی نماز کا اعادہ کر لینا چاہیے اس لیے کہ جب امام کی نماز نہیں ہوئی تو مقتدی کی نماز جو اس پر موقوف تھی بدرجہ اولیٰ نہ ہوگی اگرچہ فقہاء ایسی حالت میں مقتدی کی نماز کی صحت کا فتویٰ دے چکے ہیں ۱۲

۷۔ ہمارے زمانے کے بعض متعصب مقلدین غیر مقلدین کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے یہاں تک کہ اگر کسی امام کو بلند آواز سے آمین کہتے ہوئے سنایا سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے دیکھا تو اپنی نماز کا اعادہ کر لیتے ہیں میری ناقص فہم میں یہ تعصب نہایت بڑا ہے اور غالباً کوئی عقلمند بھی جو شریعت کے مقاصد سے واقف ہے اس فعل قبیح کو جس سے امت میں افتراق پیدا ہو جائے نہ دیکھے گا ہاں اگر کوئی غیر مقلد ہمارے امام صاحب کو برا کہتا ہو تو وہ ایک مسلمان کی نسبت کرنے سے ناسق ہو جائے گا اس صورت میں اس کے پیچھے نماز کروہ ہوگی مگر جائز پھر بھی رہے گی۔ یہ وہ مری بات ہے کہ ایسے کم علموں پر تعقید واجب ہے۔ ۱۲

۷۔ مقتدی کو امام کے انتقالات کا مثل رکوع قوسے مسجدوں اور قعدوں وغیرہ کا علم ہونا خواہ
 امام کو دیکھ کر یا اس کی یا کسی تکبیر کی آواز سن کر یا کسی مقتدی کو دیکھ کر۔ اگر مقتدی کو امام کے انتقالات
 کا علم نہ ہو خواہ کسی چیز کے حائل ہونے کے سبب سے یا اور کسی وجہ سے تو اقتدا صحیح نہ ہوگی اور
 اگر کوئی حائل مثل پردے یا دیوار وغیرہ کے ہو مگر امام کے اکثر انتقالات معلوم ہوتے ہوں تو اقتدا
 درست ہے۔ (رد مختار۔ رد المحتار وغیرہ)

۷۔ مقتدی کو امام کے حالی کا معلوم کرنا کہ وہ مسافر ہے یا مقیم خواہ نماز سے پہلے معلوم ہو
 جائے یا نماز سے فارغ ہونے کے بعد فوراً یہ اس وقت جب امام چار رکعت والی نماز کو دو رکعت
 پڑھ کر ختم کر دے اور شہر یا گاؤں کے اندر ہو۔ اگر شہر یا گاؤں سے باہر ہو تو پھر مقتدی کو امام
 کے حال کا جاتا شرط نہیں۔ اس لیے کہ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ وہ مسافر ہوگا اور چار رکعت
 کو دو رکعت اس نے قصر کر کے پڑھا ہوگا۔ نہ سو کے سبب سے۔ اسی طرح اگر نماز چار رکعت
 والی نہ ہو یا پوری رکعتیں پڑھے (رد مختار۔ رد المحتار وغیرہ)

یہ شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ اگر امام چار رکعت نماز کو دو رکعت پڑھ کر دے اور مقتدی
 کو اس کے مقیم یا مسافر ہونے کا علم نہ ہو تو اسے سمجھتا ہے کہ امام نے دو رکعت قصر کے سبب
 سے پڑھی ہیں یا مسافر ہے اور قصر کیا ہے اور یہ تردد و طرح طرح کی خیابان پیدا کرے گا۔

۸۔ مقتدی کو تمام ارکان میں سوا قراوت کے امام کا شریک رہنا خواہ امام کے ساتھ اور اگر
 یا اس کے بعد یا اس سے پہلے بشرطیکہ اسی رکن کے اخیر تک امام اس کا شریک ہو جائے۔ پہلی
 صورت کی مثال۔ امام کے ساتھ ہی رکوع سجدہ وغیرہ کرے۔ دوسری صورت کی مثال۔ امام
 رکوع کر کے کھڑا ہو جاوے اس کے بعد مقتدی رکوع کرے۔ تیسری صورت کی مثال۔ امام
 سے پہلے رکوع کرے مگر رکوع میں اتنی دیر تک رہے کہ امام کا رکوع اُسے مل جائے۔ (رد المحتار)
 اگر کسی رکن میں امام کی شرکت نہ کی جائے مثلاً امام رکوع کرے اور مقتدی رکوع نہ کرے
 یا امام سجدہ کرے اور مقتدی ایک ہی سجدہ کرے یا کسی رکن کی ابتدا امام سے پہلے کی جائے اور
 آخر تک امام اس میں شریک نہ ہو مثلاً مقتدی امام سے پہلے رکوع میں جائے اور قبل اس کے کہ امام

۱۔ جب جماعت زیادہ ہو جاتی ہے اور اس امر کا خیال ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں کو امام کے انتقالات
 کا علم نہ ہوگا تو کچھ لوگوں کو مقتدیوں میں حکم دیتا ہے کہ وہ تکبیر پہلا کر کہیں اس بات کا بیان اس کے ہوگا۔

رکوع کر کے کھڑا ہو جائے ان دونوں صورتوں میں اقتدا درست نہ ہوگی۔
 ۹۔ مقتدی کا امام سے کم یا برابر ہونا زیادہ نہ ہونا۔ مثال راہِ قیام کرنے والے کی اقتدا قیام سے عاجز کے پیچھے درست ہے (۲) تیمم کرنے والے کے پیچھے خواہ وضو کا ہو یا غسل کا۔ وضو اور غسل کرنے والے کی اقتدا درست ہے۔ اس لیے کہ تیمم اور وضو اور غسل کا حکم طہارت میں یکساں ہے کوئی کسی سے کم زیادہ نہیں (۳) مسح کرنے والے کے پیچھے خواہ موزوں پر کرتا ہو یا پٹی پر دھونے والے کی اقتدا درست ہے اس لیے کہ مسح کرنا اور دھونا دونوں ایک درجے کی طہارت ہیں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں (۴) معذور کی اقتدا معذور کے پیچھے درست ہے بشرطیکہ دونوں ایک ہی عذر میں مبتلا ہوں مثلاً دونوں کو سلسل البول ہو یا دونوں کو خروج ریح کا مرض ہو (۵) امی کی اقتدا امی کے پیچھے درست ہے بشرطیکہ مقتدیوں میں کوئی قاری نہ ہو (۶) عورت یا نابالغ کی

۱۰۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر نماز جو صحابہ کو پڑھائی تھی اس میں آپ ﷺ ہوئے تھے اور صحابہ کھڑے ہوئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حالت عذر میں قیام نہ کرنا قیام سے کم اور قیام کرنے والوں کی اقتدا ایسے شخص کے پیچھے درست ہے ۱۲
 ۱۱۔ امام محمدؒ کے نزدیک اس صورت میں اقتدا درست نہیں ان کے نزدیک غسل اور وضو کی طہارت تیمم سے قوی ہے ہاں جنازے کی نماز ان کے نزدیک بھی درست ہے ۱۲ (بحر الرائق)

۱۲۔ معذور سے وہی اصطلاحی معنی مراد ہیں جس کی تشریح جلد اول کے صفحات میں گورچکی ہے ۱۲

۱۳۔ صاحب بحر الرائق وغیرہ کے نزدیک دو معذروں کے ایک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ دونوں کا اثر ایک ہو دونوں میں نجاست حکمیہ یعنی مدث اصغر بھی ہوتا ہے اور نجاست حقیقیہ بھی ہوتی ہے۔ ہاں خروج ریح اور سلسل البول ان کے نزدیک بھی دو عذریں کیونکہ خروج ریح میں صرف نجاست حکمیہ ہوتی ہے اور سلسل البول میں دونوں صاحب درختار نے بھی اسی مطلب کو اختیار کیا ہے مگر اور کتابوں میں اس کے خلاف ہے ان کے نزدیک عذر کے ایک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جو عذر ایک کو ہو وہی دوسرے کو ہو اس مطلب کے موافق ہوا فق سلسل البول اور زخم کا ہونا دو عذروں کے نہر الفائق اور کبیری وغیرہ نے اسی مطلب کو اختیار کیا ہے علیہ میں اسی کو امام صاحب کا مذہب لکھا ہے علامہ ابن عابدین نے رد المحتار میں اسی مطلب کو احسن لکھا ہے اور صاحب درختار پراعتراض کیا ہے کہ باوجودیکہ وہ اکثر نہر الفائق کی اتباع کیا کرتے ہیں یہاں کیوں اس کو چھوڑ کر بحر الرائق کی تقلید کر لی ۱۲۔

۱۴۔ امی وہ جاہل ہے جسے قرآن مجید کی ایک آیت بھی یاد نہ ہو۔ قاری جو ایسا نہ ہو ۱۲

اقتدا بالغ مرد کے پیچھے درست ہے (۷) عورت کی اقتدا عورت یا مخنث کے پیچھے درست ہے۔
 (۸) نابالغ عورت یا نابالغ مرد کی اقتدا نابالغ مرد کے پیچھے درست ہے (۹) نقل پڑھنے والے کی اقتدا واجب پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ مثلاً کوئی شخص ظہر کی نماز پڑھ چکا ہو اور وہ کسی ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھے یا عید کی نماز پڑھ چکا ہو اور وہ دوبارہ پھر نماز میں شریک ہو جائے (۱۰) نقل پڑھنے والے کی اقتدا نقل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے (۱۱) قسم کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے بشرطیکہ دونوں کی نذر ایک ہو مثلاً ایک شخص کی نذر کسی بعدد دوسرا شخص کے کہے کہ میں نے بھی اسی چیز کی نذر کی جس کی فلاں شخص نے نذر کی ہے۔ حاصل یہ کہ جب مقتدی امام سے کم یا برابر ہوگا تو اقتدا درست ہو جائے گی۔ اب ہم وہ صورتیں لکھتے ہیں جن میں مقتدی امام سے زیادہ ہے اور اقتدا درست نہیں۔

(۱) بالغ کی اقتدا خواہ مرد ہو یا عورت نابالغ کے پیچھے۔ (۲) مرد کی اقتدا خواہ بالغ ہو یا نابالغ عورت کے یا مخنث کے پیچھے۔ (۳) مخنث کی مخنث کے پیچھے۔ (۴) جس عورت کو اپنے حیض کا نانا یاد نہ ہو اس کی اقتدا اسی قسم کی عورت کے پیچھے۔ ان دونوں صورتوں میں مقتدی کا امام سے زیادہ ہونا ظاہر نہیں ہوتا اس لیے یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ جب مقتدی امام سے زیادہ نہیں بلکہ اس کی برابر ہے تو اقتدا کیوں درست نہ ہوگی مگر اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی صورت میں جو مخنث امام ہے شاید عورت مستہ ہو اور جو مخنث مقتدی ہے شاید مرد ہو اس لیے کہ مخنث میں دونوں احتمال ہوتے ہیں پس مقتدی کے امام سے بڑھ جانے کا خوف ہے اسی طرح دوسری صورت میں جو عورت امام ہے شاید یہ زمانہ اس کے حیض کا ہو اور جو مقتدی ہے اس کی طہارت کا پس اس صورت میں بھی مقتدی کے امام سے بڑھ جانے کا خوف ہے۔ (۵) مخنث کی عورت کے پیچھے اس خیال سے کہ شاید وہ مخنث مرد ہو۔ (۶) ہوش و حواس والے کی اقتدا مجنون مست بے ہوش بے عقل کے پیچھے۔ (۷) طاہر کی اقتدا طہارت سے معذور کے پیچھے مثل اس شخص کے جس کو سلس ابول وغیرہ کی شکایت ہو۔ (۸) ایک عذر والے کی اقتدا دوسرے عذر والے کے پیچھے مثلاً کسی کو صرف خروج ریح کا مرض ہو وہ ایسے شخص کی اقتدا کرے جس کو خروج ریح اور سلس ابول دو بیماریاں ہوں۔ (۹) ایک عذر والے کی اقتدا دوسرے عذر والے کے پیچھے مثلاً سلس ابول

۱۰ حیض کا زمانہ یاد نہ ہونے کی صورت اور اس کا حکم بہت تفصیل سے جلد اول کے صفحہ (۱۳۵) میں بیان ہو چکا ہے۔ ۱۲

۱۱ صاحب بحر الرائق وغیرہ کے نزدیک ایسی صورت میں اقتدا درست ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک عذر کے دو

ہونے کا اور ہی مطلب ہے جو (۹۴) صفحہ کے حاشیہ میں بیان ہو چکا ہے۔ ۱۲

والا ایسے شخص کی اقتدا کرے جس کو کسیر بننے کی شکایت ہو۔ (۱۱) قاری کی اقتدا ہی کے پیچھے۔ (۱۱) امی کی اقتدا ہی کے پیچھے بجائیکہ مقتدیوں میں کوئی قاری موجود ہو۔ اس صورت میں امام کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ ممکن تھا کہ وہ اس قاری کو امام کر دیتا اور اس کی قرأت سب مقتدیوں کی طرف سے کافی ہو جاتی اور جب امام کی نماز فاسد ہو گئی تو سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ جن میں وہ امی بھی ہے۔ (۱۲) امی کی اقتدا گونگے کے پیچھے اس لیے کہ امی اگرچہ بالفعل قرأت نہیں کر سکتا مگر قادر تو ہے گونگے میں تو یہ بھی نہیں۔ (۱۳) جس شخص کا جسم عورت چھپا ہوا ہو اس کی اقتدا برہنہ کے پیچھے۔ (۱۴) رکوع سجود کرنے والے کی اقتدا ان دونوں سے عاجز کے پیچھے۔ اگر کوئی شخص صرف سجدہ سے عاجز ہو اس کے پیچھے بھی اقتدا درست نہیں۔ (۱۵) فرض پڑھنے والے کی اقتدا نقل پڑھنے والے کے پیچھے۔ (۱۶) نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا نقل پڑھنے والے کے پیچھے اس لیے کہ نذر کی نماز واجب ہے۔ (۱۷) نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا قسم کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے مثلاً اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں آج چار رکعت پڑھوں گا اور کسی نے نذر کی تو وہ نذر کرنے والا اگر اس کے پیچھے نماز پڑھے تو درست نہ ہوگی اس لیے کہ نذر کی نماز واجب ہے اور قسم کی نقل قسم کی نماز میں اعتبار ہے چاہے نماز پڑھنے کے اپنی قسم پوری کرے یا کفارہ دے دے نماز نہ پڑھے۔ (۱۸) جس شخص سے صاف حروف نہ آواہو سکتے ہوں مثلاً سین کوٹے یا زے کو غین پڑھتا ہو یا اور کسی حرف میں ایسا ہی تبدل تغیر ہوتا ہو تو اس کے پیچھے نماز اور صحیح پڑھنے والے کی نماز درست نہیں ہاں اگر پوری قرأت میں ایک آدھ حرف ایسا واقع ہو جائے تو اقتدا صحیح ہو جائے گی۔ (رد مختار۔ رد المحتار وغیرہ)

(۱۹) امام کا واجب الانفراد نہ ہوتا یعنی ایسے شخص کو امام نہ بنانا جس کا مفرد رہنا ضروری ہے جیسے مسبوق امام کی نماز ختم ہو جائے کے بعد مسبوق کو اپنی چھوٹی ہونے کی رکعتوں کا تنہا پڑھنا ضروری ہے پس اگر کوئی شخص کسی مسبوق کی اقتدا کرے تو درست نہ ہوگی۔ (رد مختار وغیرہ)

(۲۰) امام کو کسی کا مقتدی نہ ہونا یعنی ایسے شخص کو امام نہ بنانا جو خود کسی کا مقتدی ہو خواہ حقیقتاً جیسے مدرک یا حکماً جیسے لاجح۔ لاجح اپنی ان رکعتوں میں جو امام کے ساتھ اس کو نہیں ملیں مقتدی کا حکم رکھتا ہے لہذا اگر کوئی شخص کسی مدرک یا لاجح کی اقتدا کرے تو درست نہیں اسی طرح مسبوق اگر اس کی یا لاجح مسبوق کی اقتدا کرے تب بھی درست نہیں۔ (رد المحتار)

یہ گیارہ شرطیں جو ہم نے جماعت کے قطع ہونے کی بیان کیں اگر ان میں سے کوئی شرط کسی مقتدی میں نہ پائی جائے گی تو اس کی اقتدا صحیح نہ ہوگی۔

جب کسی مقتدی کی اقتدا نہ صحیح ہوگی تو اس کی وہ نماز بھی نہ ہوگی۔ جس کو اس نے بحالت
اقتدا ادا کیا ہے۔ (در مختار وغیرہ)

جماعت کے احکام

جماعت شرط ہے۔ حمد اور عیدین کی نمازوں میں (بجز الرائق۔ در مختار وغیرہ)
جماعت واجب ہے۔ پنج وقتی نمازوں میں خواہ گھر میں پڑھی جائے یا مسجد میں بشرطیکہ
کوئی عذر نہ ہو۔ اور ترک جماعت کے عذر پندرہ ہیں جو اوپر بیان ہو چکے۔
جماعت سنت مؤکدہ۔ نماز تراویح میں اگرچہ ایک قرآن مجید جماعت کے ساتھ ہو چکا ہو
اور نماز کسوف کے لیے بھی۔ (بجز الرائق وغیرہ)
جماعت مستحب ہے۔ رمضان کی وتر میں۔

۱۱۔ جماعت میں بظاہر ہمارے فقہاء کے دو قول معلوم ہوتے ہیں بعض کتابوں میں سنت مؤکدہ لکھا ہے بعض میں واجب
اور اسی وجہ سے کتب مذہب راجح اور اکثر محققین کا مذہب بیان کیا گیا بجز الرائق۔ در مختار وغیرہ مگر محقق ابن ہمام لکھتے ہیں کہ جن کتب
میں اس کو سنت لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کما شہوت سنت یعنی حدیث سے ہے نہ یہ کہ خود جماعت سنت ہے اس لیے
کہ تمام مشائخ حنفیہ کا وجوب جماعت پر اتفاق ہے وجوب کے جو لوگ قائل ہیں ان کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مواظبت
اور تارک جماعت پر سخت سے سخت وعید مثل آگ میں جلا رہنے کے جو صحیح احادیث میں مذکور ہے نہ اور وہ احادیث اوپر
نقل ہو چکیں ان احادیث میں ان لوگوں کو تارک جماعت کے عنوان سے یاد کر کے اس سزا کا اظہار کیا گیا ہے جس سے صاف
ظاہر ہے کہ اس سزا کا استحقاق ان کو ترک جماعت کے سبب سے ہوا تھا نہ کسی اور وجہ سے سبب سے متاخرین میں
جو لوگ جماعت کے سنت ہونے کے قائل ہیں ان کے شبہات اور ان کا جواب فتح الباری میں تفصیل موجود
ہے۔ ۱۲۔

۱۲۔ بعض علماء کے نزدیک گھر میں جماعت کرنا بدعت ہے یہ وہی لوگ ہیں جن کے نزدیک اذان کا جواب
قزم سے دینا واجب ہے مگر اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ اذان کا جواب زبان سے دینا واجب ہے لہذا گھر میں بھی
جماعت کر لینا جائز ہے۔ ہاں جو بیرون آباد زیادہ سے لے گا۔ ۱۳۔ بجز الرائق سنت الخائف

۱۳۔ بعض علماء کے نزدیک ورنہ ان کی درجہ جماعت مستحب نہیں ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے ہاں ہر امام کے نزدیک
تراویح کی طرح اس میں بھی جماعت سنت مؤکدہ ہے مگر شرح منیر میں ہے کہ ان کی سنت تراویح کی سنت کے مثل
نہیں ہے۔ ۱۴۔

جماعت مکروہ تنزیہی ہے۔ سوا رمضان کے اور کسی زمانہ کی دوز میں ربح الرائق۔
 منجہ الخالق) اس کے مکروہ ہونے میں یہ شرط ہے کہ عواظت کی جائے اور اگر عواظت نہ کی جائے
 بلکہ کبھی کبھی دو تین آدمی جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں (رشامی)
 جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ نماز خسوف میں۔ اور تمام نوافل میں بشرطیکہ اس اہتمام سے
 ادا کی جائیں جس اہتمام سے فرائض کی جماعت ہوتی ہے یعنی اذان و اقامت کے ساتھ یا اور کسی طریقے
 سے لوگوں کو جمع کر کے ہاں اگر بے اذان و اقامت کے اور بے بلائے ہوئے دو تین آدمی جمع ہو کر کسی نفل
 کو جماعت سے پڑھ لیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

ایسا ہی مکروہ تحریمی ہے ہر فرض کی دوسری جماعت مسجد میں ان چار شرطوں سے
 ۱۔ مسجد محلے کی ہو عام رہگذر پر نہ ہو۔

۲۔ پہلی جماعت بلند آواز سے اذان و اقامت کہہ کر پڑھی گئی ہو۔

۳۔ پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے میں رہتے ہیں اور جن کو اس مسجد کے انتظامات
 کا اختیار حاصل ہے۔

۴۔ دوسری جماعت ایسی سمت اور اہتمام سے ادا کی جائے جس ہیئت اور اہتمام سے پہلی
 جماعت ادا کی گئی ہے۔

اگر دوسری جماعت مسجد میں نہ ادا کی جائے بلکہ گھر میں مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شرط
 ان چار شرطوں میں سے نہ پائی جائے مثلاً مسجد عام رہگذر پر ہو محلے کی نہ ہو تو اس میں دوسری بلکہ
 تیسری چوتھی جماعت بھی مکروہ نہیں۔ یا پہلی جماعت بلند آواز سے اذان اور اقامت کہہ کر نہ پڑھی

۱۵۔ دو تین کی قیاسی رائے لگائی گئی ہے کہ تین سے زیادہ آدمیوں کی جماعت کے مکروہ نہ ہونے میں اختلاف
 ہے تین تک بالاتفاق مکروہ نہیں (۱۲) (بحر الرائق وغیرہ)

۱۶۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم بدر جماعت ہو جائے کہ کبھی جماعت کرتے تھے۔
 اس کے مکروہ نہ ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ ۱۲۔

۱۷۔ جس مسجد میں امام اور مؤذن مقرر ہو اور جماعت کا وقت معین اور لوگوں کو معلوم ہو اس مسجد کو محلے کی
 مسجد کہتے ہیں (رشامی) اگر امام اور مؤذن مقرر نہ ہو یا جماعت کا وقت معین اور مستلزم نہ ہو تو وہ
 رہگذر کی مسجد ہے۔ محلے کی نہیں۔ ۱۲۔

گئی ہو تو دوسری جماعت مکروہ نہیں۔ یا پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے میں نہیں رہتے نہ ان کو مسجد کے انتظامات کا اختیار حاصل ہے۔ یا دوسری جماعت اس بیعت سے نہ ادا کی جائے جس بیعت سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے جس جگہ پہلی جماعت کا امام کھڑا ہوا تھا دوسری جماعت کا امام وہاں سے ہٹ کر کھڑا ہو تو بیعت بدل جائے گی اسی بیعت مکروہ نہ ہوگی۔ (رد المحتار) حرمین شریفین کی مسجدیں عام روگردانی کی مسجد کا حکم رکھتی ہیں اس لیے کہ ان کی جماعت کا وقت معین اور معلوم نہیں لہذا ان میں دوسری جماعت مکروہ نہیں۔ (رد المحتار)

مقتدی اور امام کے متعلق مسائل

۱۔ مقتدیوں کو چاہئے کہ تمام حاضرین میں امامت کے لائق جس میں اوصاف زیادہ ہوں اس کو امام بنائیں اور اگر کئی شخص ایسے ہوں جن میں امامت کی یاقوت ہو تو غلبہ رائے پر عمل کریں یعنی

اے اگرچہ ظاہر روایت میں حنفیہ کے نزدیک دوسری جماعت کی کراہت منقول ہے اور اسی بنا پر بعض علماء اس صورت میں بھی دوسری جماعت کو مکروہ کہتے ہیں مگر قاضی ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر بیعت بدل دی جائے تو مکروہ نہیں اور انہیں کے قول پر فتویٰ ہے علامین عابدین نے رد المحتار میں اس کو بیعت بسط سے لکھا ہے احادیث سے بھی دوسری جماعت کا جواز نکلتا ہے۔ ترمذی اور ابو داؤد میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تنہا نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ کون ہے جو اس کے ساتھ حسان کو ہے اور اس کے ساتھ نماز پڑھنے یعنی اس کو جماعت کا ثواب ملا ہے پس ایک شخص کھڑے ہو گئے ان انھوں نے اس کے ساتھ نماز پڑھ لی۔ بعض روایت میں ہے کہ وہ شخص جو اس کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور نیز صحیح بخاری میں بطور تعین کے مذکور ہے کہ اس نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آئے اور وہاں نماز ہو چکی تھی انھوں نے وہاں پھر اذان و اقامت کے ساتھ دوسری جماعت ادا کی بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اگر دوسری جماعت کی اجازت دی جائے گی تو پہلی جماعت کے کم ہو جانے کا خوف ہے حالانکہ یہ امر حیب لازم آئے گا کہ دوسری جماعت بطور التزام کے قائم کر دی جائے اور جب بطور التزام کے ایک ہی جماعت متروک ہے اور اتفاقاً کبھی کبھار لوگ اس میں نہ ہوں تو ان کے جماعت کرے سے یہ امر لازم نہیں آتا۔ اور اس کے جب پہلی جماعت کے برابر دوسری جماعت کا ثواب نہیں رکھا گیا تو طوبیٰ ان ثواب کس طرح پہلی جماعت میں بھی نہ کریں گے اور یوں تو لوگ جماعت نہیں کرتے اس کا کیا علاج واللہ اعلم ۱۲

جس شخص کی طرف زیادہ لوگوں کی راستے ہو اس کو امام بناوینا ہو اگر کسی ایسے شخص کے ہوتے ہوتے ہو
 امامت کے لائق ہے کسی نالائق کو امام کر دیں گے تو ترک سنت کی عمرانی میں مبتلا ہوں گے سب سے
 زیادہ استحقاق امامت اس شخص کو ہے جو نماز کے مسائل خوب جانتا ہو بشرطیکہ ظاہر اس میں کوئی عیب
 وغیرہ نہ ہو اور برزاق قدر قرأت مسنونہ سے اسے زیادہ پھر وہ شخص جو قرآن مجید پڑھتا ہے یعنی عمدہ آواز
 سے اور قرأت کے قواعد کے توافقی۔ پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو پھر وہ شخص جو سب سے
 میں زیادہ عمدہ رکھتا ہو پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ خلیق ہو۔ پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ خوب صورت ہو
 پھر وہ شخص جو عمدہ لباس پہنے ہو پھر وہ شخص جس کا سب سے زیادہ بڑا اور پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ
 مسافروں کے۔ پھر وہ شخص جو اصلی آزار ہو۔ پھر وہ شخص جس کے حدیث احقر سے تمجید کیا ہو بہ نسبت
 اس کے جس نے حدیث کبریٰ سے تمجید کیا ہو جس شخص میں وہ صفت پائے جائیں وہ زیادہ مستحق ہے نسبت
 اس کے جس میں ایک ہی صفت پایا جاتا ہو مثلاً وہ شخص جو نماز کے مسائل بھی جانتا ہو اور قرآن مجید بھی
 اچھا پڑھتا ہو زیادہ مستحق ہے نسبت اس کے جو صرف نماز کے مسائل جانتا ہو قرآن مجید نہ اچھا پڑھتا
 ہو۔

۲۔ اگر کسی کے گھر میں جماعت کی جائے تو صاحب خانہ امامت کے لائق زیادہ مستحق ہے
 اس کے بعد وہ شخص اس کو امام بناوے ہاں اگر صاحب خانہ بالکل جاہل ہو اور دوسرے لوگ مسائل
 سے واقف ہوں تو پھر انہیں کو استحقاق ہوگا (دو مختار و شامی وغیرہ)
 جس مسجد میں کوئی امام مقرر ہو اس مسجد میں اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا استحقاق نہیں
 ہاں اگر وہ کسی دوسرے کو امام بناوے تو پھر مضائقہ نہیں۔

قاضی یا بادشاہ کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا استحقاق نہیں (دو مختار وغیرہ)
 ۳۔ بے رعنا مندی قوم کے امامت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر وہ شخص سب سے زیادہ استحقاق
 امامت رکھتا ہو یعنی امامت کے اوصاف اس کے برابر کسی میں نہ پائے جاتے ہوں تو پھر اس کے اوپر
 کچھ کراہت نہیں (دو مختار وغیرہ)

۴۔ فاسق اور بدعتی کا امام بنا کر وہ تحریمی ہے ہاں اگر خدا نخواستہ سوا ایسے لوگوں کے
 سوائے فاسق وہ شخص ہے جو منوعات شرعہ کا ترک تہا مثل شراب خوار، چغندر، فیہیت کرنا، لہو وغیرہ کے ہوتے ہو جو
 ربا نعل عبادت سمجھ کے کوبے جس کی اصلی شریعت میں نہ ہو نہ قرآن مجید سے اس کا ثبوت ہو نہ اس اویشہ سے نہ قیاس سے نہ جماع
 فاسق اور بدعتی میں فرق یہ ہے کہ فاسق گناہ کو گناہ سمجھ کر کرتا ہے اور بدعتی گناہ کو عبادت سمجھ کر کرتا ہے لہذا بدعتی کا گناہ فاسق
 بھی بدتر ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں زیادہ کراہت ہے ۱۲

کوئی دوسرا شخص وہاں موجود نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ (رد مختار۔ شامی وغیرہ)

۵۔ غلام کا اگر چہ آزاد شدہ ہو اور گنوار یعنی گاؤں کے رہنے والے کا اور نابینا کلبا یا ایسے شخص کا جسے رات کو کم نظر آتا ہو اور ولد الزنا یعنی حرامی کا امام بنا کر وہ تنزیہی ہے ہاں اگر یہ لوگ صاحب علم و فضل ہوں اور لوگوں کو ان کا امام بنا کر گوار نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں اسی طرح کسی ایسے حسین نوجوان کو امام بنا کر جس کی ڈاڑھی نہ نکلی ہو اور بے عقل کو امام بنا کر وہ تنزیہی ہے۔

اگر کسی کو ایسا مرض ہو جس سے لوگوں کو نفرت ہوتی ہے مثل سپید داغ۔ جذام وغیرہ کے تو اس کا امام بنا بھی مکروہ تنزیہی ہے۔ (رد مختار وغیرہ)

۶۔ نماز کے فرائض اور واجبات میں تمام مقتدیوں کو امام کی موافقت کرنا واجب ہے۔ ہاں سنی وغیرہ میں موافقت کرنا واجب نہیں پس اگر امام شافعی المذہب ہو اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھوں کو اٹھائے تو حنفی مقتدی کو ہاتھوں کا اٹھانا ضروری نہیں اس لیے کہ ہاتھوں کا اٹھانا ان کے نزدیک بھی سنت ہے اسی طرح فجر کی نماز میں شافعی مذہب قنوت پڑھے گا تو حنفی مقتدی کو ضروری نہیں۔ ہاں وتر میں البتہ چونکہ قنوت پڑھنا واجب ہے لہذا اگر شافعی امام اپنے مذہب کے موافق رکوع کے بعد پڑھے تو حنفی مقتدیوں کو بھی رکوع کے بعد پڑھنا چاہیے۔ (رد المحتار وغیرہ)

۷۔ امام کو نماز میں زیادہ بڑی بڑی سورتیں پڑھنا جو مقدار مسنون سے بھی زیادہ ہوں یا رکوع سجد وغیرہ میں زیادہ دیر تک رہنا مکروہ تحریمی ہے بلکہ امام کو چاہئے کہ اپنے مقتدیوں کی حاجت اور ضرورت اور ضعف وغیرہ کا خیال رکھے جو سب میں زیادہ صاحب ضرورت ہو اس کی رعایت کر کے قرأت وغیرہ کے

۸۔ ان لوگوں کا امام بنا کر اس لیے مکروہ ہے کہ اکثر غلام اور گنوار اور ولد الزنا کو علم دین حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا غلام کو اپنے آقا کی خدمت سے فرصت نہیں ملتی گنوار کو دیہات میں کوئی ذی علم نہیں ملتا ولد الزنا کا کوئی تربیت کرنے والا نہیں ہوتا علاوہ اس کے ان لوگوں کی امامت سے بعض لوگوں کو طبعی تنفر بھی ہوتا ہے۔ واللہ اعلم ۱۲

۹۔ حدیث میں آیا ہے کہ امام کو تھقیف اور آسانی کرنا چاہئے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ڈانٹا کہ وہ کیوں نماز عشاء میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے ہیں جس سے ان کی قوم کو تکلیف ہوتی ہے ۱۲

۱۰۔ ایک مرتبہ ایک بچہ کے رونے کی آواز سن کر آنحضرت نے فجر کی نماز میں صرف قل آعوذ رب العلق اور قل آعوذ رب الناس پر اکتفا کی بھی کیونکہ ماں اس کی نماز میں تھی ۱۲۔

بلکہ زیادہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے بھی کم قرأت کرنا بہتر ہے۔ تاکہ لوگوں کا حرج نہ ہو جو قلت جماعت کا سبب ہو جائے۔

۸۔ اگر ایک ہی مقتدی ہو اور وہ مرد ہو یا نابالغ لڑکا تو اس کو امام کے واہنے بجانب امام کے برابر یا کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہئے اگر بائیں جانب یا امام کے پیچھے کھڑا ہو تو مکروہ ہے۔ (در مختار وغیرہ)

۹۔ اگر ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو ان کو امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑا ہونا چاہئے اگر امام کے واہنے بائیں جانب کھڑے ہوں اور وہ ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو مکروہ تحریمی ہے اس لیے کہ جب دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام کا آگے کھڑا ہونا واجب ہے۔

(در مختار شامی)

۱۰۔ اگر نماز شروع کرتے وقت ایک ہی مرد مقتدی تھا اور وہ امام کے واہنے بجانب کھڑا ہوا اس کے بعد اور مقتدی آگئے تو پہلے مقتدی کو چاہئے کہ پیچھے ہٹ آئے تاکہ سب مقتدی مل کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں اگر وہ نہ ہٹے تو ان مقتدیوں کو چاہئے کہ اس کو کھینچ لیں اور اگر نازا دستی سے وہ مقتدی امام کے واہنے یا بائیں جانب کھڑے ہو بائیں پہلے مقتدی کو پیچھے نہ ہٹائیں تو امام کو چاہئے کہ خود آگے بڑھ جائے تاکہ وہ مقتدی سب مل جائیں اور امام کے پیچھے ہو جائیں اسی طرح اگر پیچھے ہٹنے کی جگہ نہ ہو تب بھی امام ہی کو چاہئے کہ آگے بڑھ جائے۔

۱۱۔ اگر مقتدی عورت ہو یا نابالغ لڑکی تو اس کو چاہئے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد۔

۱۲۔ اگر مقتدیوں میں مختلف قسم کے لوگ ہوں کچھ مرد کچھ عورتیں کچھ مختل کچھ نابالغ تو امام کو چاہئے کہ اس ترتیب سے ان کی صفیں قائم کرے پہلے مردوں کی صفیں پھر نابالغ لڑکوں کی پھر نابالغ لڑکیوں کی پھر نابالغ مختل کی پھر نابالغ عورتوں کی

۱۳۔ امام کو چاہئے کہ صفیں سیدھی کرے یعنی صف میں لوگوں کو آگے پیچھے کھڑے ہونے سے منع کرے سب کو برابر کھڑا ہونے کا حکم دے صف میں ایک دوسرے سے مل کر کھڑا ہونا چاہئے۔ درمیان میں خالی جگہ نہ رہنا چاہئے مگر مختل کی صف میں البتہ ایک دوسرے سے مل کر نہ کھڑا ہونا چاہئے بلکہ درمیان میں کوئی حائل یا خالی جگہ جس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکے چھوڑ دی جائے اس لیے کہ ہر مختل میں مرد اور عورت دونوں کا احتمال ہے لہذا مل کر کھڑے ہونے میں نازا فاسد ہو جائے گی۔

۱۴۔ تنہا ایک شخص کا صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے بلکہ ایسی حالت میں چاہئے کہ صف

سے کسی آدمی کو کھینچ کر اپنے ہمراہ کھڑا کرے۔

پہلی صف میں جگہ کے ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ہاں جب پہلی صف سے چلا رہی ہو یا سب سے پہلے دوسری صف میں کھڑا ہونا چاہیے۔

۱۶۔ اگر جماعت صرف عورتوں کی ہو یعنی امام بھی مقتدی ہو تو امام کو مقتدیوں کے ساتھ کھڑا ہونا چاہئے اس کے ساتھ کھڑا ہونا چاہئے خواہ ایک مقتدی سے یا ایک سے زائد۔

یہ سب وہ ہے کہ صرف عورتوں کی جماعت کروہ نہیں بلکہ جائز ہے۔

۱۷۔ اگر جماعت صرف مقتدیوں کی ہو تو امام مقتدیوں سے آگے کھڑا ہو مقتدیوں کے

ساتھ میں یا ان کے برابر نہ کھڑا ہو اگرچہ ایک ہی مقتدی ہو اگر امام مقتدیوں کے برابر کھڑا ہو جائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ وجہ یہی کہ اوپر گزرتی ہے۔

۱۸۔ مرد کو صرف عورتوں کی امامت کرنا ایسی جگہ مکروہ تحریمی ہے جہاں کوئی مرد نہ ہو نہ کوئی عزم

عورت مثل اس کی زوجہ یا ماں بہن وغیرہ کے موجود ہو۔ ہاں اگر کوئی مرد یا عزم عورت موجود ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ (دور مختار وغیرہ)

۱۸۔ اگر کوئی شخص تنہا فجر یا مغرب یا عشاء کا فرض آہستہ آواز سے پڑھ رہا ہو اسی اشار میں کوئی

شخص اس کی اقتدا کرے تو اس پر بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے پس اگر سورہ فاتحہ یا دو سری سورت بھی آہستہ آواز سے پڑھ چکا ہو تو اس کو چاہئے کہ پھر سورہ فاتحہ اور دوسری سورت کو بلند آواز سے پڑھے اس لیے کہ امام کو فجر مغرب عشاء کے وقت بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے۔ ہاں سورہ فاتحہ کے بعد رہو جانے سے مسجد سے نکلنے کے لیے۔ (دور مختار وغیرہ)

۱۹۔ ہمارے فقہان عورتوں کی جماعت کو مکروہ تحریمی سمجھتے ہیں مگر چونکہ اہل بیت میں مذکور ہے کہ سرت مانتہ

عورتوں کی امامت کرتی تھیں اور ام رومہ کو حضرت سیدہ اممت کی اجازت دی تھی اس لیے مکروہ تحریمی کہنا بالکل خلاف تحقیق ہے۔ امام محمد نے کتاب الاثمار میں لکھا ہے کہ ہم کو چاہیے معلوم ہوتا کہ عورت امامت کرے اس عبارت سے یہ نکتہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک صرف عورتوں کی جماعت مستحب نہیں ہے نہ یہ کہ مکروہ ہے معلوم نہیں ہمارے فقہانے کراہت کہاں سے ثابت کی۔ مولانا ابوالحسنات نور اللہ مرقدہ نے اس مسئلہ میں ایک جامع اور محقق رسالہ تصنیف فرمایا ہے جزاء اللہ

غیر الحزب ۱۲۔

۲۰۔ بعض فقہانے نزدیک اگر سورہ فاتحہ نصف سے کم آہستہ آواز سے پڑھ چکا ہے تو پھر بلند آواز سے پڑھے

ورنہ جس قدر آہستہ آواز سے پڑھ چکا ہے اس کو بلند آواز سے پڑھے بلکہ اس کے آگے سے ۱۲ شامی ۱۲۔

۱۹۔ امام کو اور ایسا ہی منظور کو مستحب ہے کہ اپنی ابرو کے سامنے خراہ اور اپنے بجانب یا بائیں جانب کوئی ایسی چیز کھڑی کرے جو ایک گز یا اس سے زائد اور اونچی اور ایک انگلی سے زیادہ موٹی ہو اور اگر مسجد میں نماز پڑھتا ہو یا ایسے مقام میں جہاں لوگوں کا نماز کے سلسلے سے گزر نہ ہوتا ہو تو اس کی کچھ ضرورت نہیں۔

امام کا سترہ تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے سترہ قائم ہو جانے کے بعد نماز کے آگے سے نکل جانے میں کچھ گناہ نہیں لیکن اگر سترہ کے اس طرف سے کوئی شخص نکلے گا تو وہ گناہگار ہو گا۔

۴۰۔ لاجئ یعنی وہ مقتدی جس کی کچھ رکعتیں یا سب رکعتیں بعد شریک جماعت ہونے کے

جاتی رہیں شہاد بعد شریک نماز میں سو جائے اور اس درمیان میں کوئی رکعت وغیرہ جاتی رہے یا لوگوں کی کثرت سے رکوع چھو سکے وغیرہ نہ کر سکے یا وضو ٹوٹ جائے اور وضو کرنے کے لیے جائے اور اس درمیان میں اس کی رکعتیں جاتی رہیں نماز ختم نہیں ہوا اگر وہ لاجئ ہے اسی طرح جو مقیم مسافر کی اقتدار اور مسافر قصر کرے تو وہ مقیم بعد اہم کے نماز ختم کرنے کے لاجئ ہے یا سب کے بعد جاتی رہیں مثلاً امام پہلے کسی رکعت کا رکوع چھو کر اسے یہ رکعت اس کی کا ختم سمجھ جائے گی اور اس رکعت کے اختیار سے وہ لاجئ سمجھا جائے گا۔

لاجئ کو واجب ہے کہ پہلے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جو اس کی جاتی رہی ہیں پھر ان کے ادا کرنے کے اگر جماعت باقی ہو تو شریک جماعت کے بعد اپنے عد نہ باقی نماز بھی پڑھ جائے۔

لاجئ اپنی گئی ہوئی رکعتوں میں بھی مقتدی سمجھا جائے گا یعنی مقتدی قرأت نہیں کرنا دیکھتے ہیں لاجئ بھی قرأت نہ کرے بلکہ سکوت کیے ہوئے کھڑا رہے اور بیٹھتے مقتدی کو اگر سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کی ضرورت نہیں ہوتی ویسے ہی لاجئ کو بھی اور تمام باتوں میں جیسا کہ مقتدی پر امام کا اتبار واجب ہوتا ہے ویسا ہی لاجئ پر بھی۔

۱۰۔ سترہ ہی چیز کہتے ہیں جو نماز پڑھنے کے کھڑی کرتا ہے ۱۲

۱۱۔ غارخوت اس نماز کو کہتے ہیں جو دشمن سے لڑائی کے وقت پڑھی جاتی ہے چونکہ اس میں شکر کے یہ حصے گروا

جاسکتے ہیں پڑھتے اور ہی نماز امام کے ساتھ پڑھ کر میدان جنگ میں چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد دو سرا حصہ اگر ادا ہو گیا

پڑھ کر میدان میں چلا جاتا ہے اس کے بعد پہلا حصہ اگر اپنی نماز ختم کر لیا ہے اور پھر میدان میں چلا جاتا ہے اور

بعد مراجعتہ اگر اپنی نماز تمام کر لیا ہے۔ پھر حصہ لاجئ ہے اور دو سرا حصہ مسنون ۱۲۔

۲۱۔ مسبوق کو چاہئے کہ پہلے امام کے ساتھ شریک ہو کر جس قدر نماز باقی ہو جماعت سے ادا کرے بعد امام کی نماز ختم ہونے کے کھڑا ہو جائے اور اپنی گئی ہوئی رکعتوں کو ادا کرے مسبوق کو اپنی گئی ہوئی رکعتیں منفرد کی طرح قرأت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے اور اگر کوئی رخصت ہو جائے تو اس کو سجدہ بھی بھی گنا ضروری ہے۔

مسبوق کو اپنی گئی ہوئی رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرنی چاہئیں پہلے قرأت والی پھر بے قرأت کی اور جو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھ چکا ہے ان کے حساب سے قعدہ کرے یعنی ان کی رکعتوں کے حساب سے جو دوسری ہو اس میں پہلا قعدہ کرے اور جو تیسری رکعت ہو اور نماز تین رکعت والی ہو تو اس میں اخیر قعدہ کرے و علیٰ ہذا القیاس۔ مثال۔ ظہر کی نماز میں تین رکعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص شریک ہو تو اس کو چاہئے کہ بعد امام کے سلام پھیر دیتے کے کھڑا ہو جائے اور گئی ہوئی تین رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ دو سری سورت تلا کر رکوع سجدہ کر کے پہلا قعدہ کرے اس لیے کہ یہ رکعت اس ملی ہوئی رکعت کے حساب سے دو سری ہے پھر دوسری رکعت میں بھی سورہ فاتحہ کے ساتھ دو سری سورت تلائے اور اس کے بعد قعدہ نہ کرے اس لیے کہ یہ رکعت اس ملی ہوئی رکعت کے حساب سے تیسری ہے پھر تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ دو سری سورت نہ تلائے کیونکہ یہ رکعت گئی نہ تھی۔

۲۲۔ اگر کوئی شخص لائق بھی ہو اور مسبوق بھی مثلاً گچھ رکعتیں ہو جانے کے بعد شریک ہوا ہو اور بعد شرکت کے پھر کچھ رکعتیں اس کی پہلی جائیں تو اس کو چاہئے کہ پہلے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جو بعد شرکت کے گئی ہیں جن میں وہ لائق ہے اس کے بعد اگر جماعت باقی ہو تو اس میں شریک ہو جائے ورنہ باقی نماز بھی پڑھ لے مگر اس میں امام کی متابعت کا خیال رکھے بعد اس کے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جن میں مسبوق ہے۔ مثال۔ عصر کی نماز میں ایک رکعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص شریک ہوا اور شریک ہونے کے بعد ہی اس کا وضو ٹوٹ گیا اور وضو کرنے گیا اس درمیان میں نماز ختم ہو گئی تو اس کو چاہئے کہ پہلے ان تینوں رکعتوں کو ادا کرے جو بعد شریک ہونے کے گئی ہیں پھر اس رکعت کو جو اس کے شریک ہونے سے پہلے ہو چکی تھی اور ان تینوں رکعتوں کو مقتدی کی طرح ادا کرے یعنی قرأت نہ کرے اور ان تین کی پہلی رکعت میں قعدہ کرے اس لیے کہ یہ امام کی دوسری رکعت ہے اور امام نے اس میں قعدہ کیا تھا۔ پھر دوسری رکعت میں بھی قعدہ کرے اس لیے کہ یہ اس کی دوسری رکعت ہے پھر تیسری رکعت میں بھی قعدہ کرے اس لیے کہ یہ امام کی چوتھی رکعت ہے امام نے اس میں قعدہ کیا تھا پھر اس رکعت کو ادا کرے

جو اس کے شریک ہونے سے پہلے ہو چکی تھی اور اس میں بھی قعدہ کرے اس لیے کہ یہ اس کی چوتھی رکعت ہے۔ اور اس رکعت میں اس کو قرأت بھی کرنا ہوگی اس لیے اس رکعت میں وہ مسبوق ہے اور مسبوق اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے ادا کرنے میں منفرود کا حکم رکھتا ہے۔ (رد المحتار وغیرہ)

۲۳۔ مقتدیوں کو ہر رکن کا امام کے ساتھ ہی بلا تاخیر ادا کرنا سنت ہے۔ تحریرہ بھی امام کی تحریر کے ساتھ کریں رکوع بھی امام کے رکوع کے ساتھ قوم بھی اس کے قوم کے ساتھ سجدہ بھی اس کے سجدے کے ساتھ غرضی کہ ہر فعل اس کے ہر فعل کے ساتھ ہاں اگر قعدہ اولیٰ میں امام قبل اس کے کھڑا ہو جائے کہ مقتدی التحیات تمام کریں تو مقتدیوں کو چاہیے کہ التحیات تمام کر کے کھڑے ہوں اسی طرح قعدہ اخیرہ میں اگر امام قبل اس کے کہ مقتدی التحیات تمام کریں، سلام پھیر دے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ التحیات تمام کر کے سلام پھیریں۔ ہاں رکوع سجدہ کے بغیرہ میں اگر مقتدیوں نے تسبیح نہ پڑھا ہی ہو تب بھی امام کے ساتھ ہی کھڑا ہونا چاہئے۔

جماعت حاصل کرنے کا طریقہ

۱۔ اگر کوئی شخص اپنے محلے یا مکان کے قریب مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ وہاں جماعت ہو چکی ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دوسری مسجد میں تلاش جماعت جائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے گھر میں واپس آکر گھر کے آدمیوں کو جمع کر کے جماعت کرے۔ (شامی وغیرہ)

۲۔ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں فرض نماز تنہا پڑھ چکا ہو اس کے بعد دیکھے کہ وہی فرض جماعت سے ہو رہا ہے تو اس کو چاہئے کہ جماعت میں شریک ہو جائے بشرطیکہ ظہر، عشاء، کاد وقت ہو۔ فجر، عصر، مغرب کے وقت شریک جماعت نہ ہو اس لیے کہ فجر، عصر کی نماز کے بعد نماز مکروہ ہے چنانچہ اوقات نماز کے بیان میں یہ مسئلہ گزر چکا اور مغرب کے وقت اس لیے کہ یہ دوسری نماز نفل ہوگی اور نفل میں تین رکعت منقول نہیں۔ (شرح دقایہ وغیرہ)

۳۔ اگر کوئی شخص فرض نماز شروع کر چکا ہو اور اسی حالت میں وہ فرض جماعت سے ہونے لگے تو اس کو چاہئے کہ فوراً نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے بشرطیکہ اگر فجر کی نماز ہو تو دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو اور اگر کسی اور وقت کی نماز ہو تو تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو اگر فجر کے وقت دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہو یا اور کسی وقت تیسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہو تو پھر اس کو نماز تمام کر

دینا چاہئے نماز تمام کر دینے کے بعد اگر جماعت باقی ہو اور ظہر عشا کا وقت ہو تو شریک جماعت ہو جائے۔
 اگر عصر مغرب عشا کے وقت صرف پہلی یا دوسری رکعت کا بھی سجدہ کر چکا ہو تو دو رکعت
 پڑھ کر سلام پھیر دینا چاہئے نماز نہ توڑنا چاہئے۔

۴۔ اگر کوئی شخص نفل نماز شروع کر چکا ہو اور فرض جماعت ہونے لگے تو اس کو چاہئے کہ وہ رکعت
 پڑھ کر سلام پھیر دے اگرچہ چار رکعت نفل کی نیت کی ہو نفل نماز کو بھی توڑنا نہ چاہیے اگرچہ پہلی رکعت
 کا بھی سجدہ نہ کیا ہو۔ (رد مختار وغیرہ)

یہی حکم ہے ظہر اور جمعہ کی سنت مؤکدہ کا کہ اگر شروع کر چکا ہو اور فرض ہونے لگے تو وہ بھی رکعت
 پڑھ کر سلام پھیر دے اور پھر ان سنتوں کو بعد فرض کے پڑھنے کی سنتیں بعد از دو سنتوں کے چھٹی
 جائیں جو فرض کے بعد ہیں۔ (شامی وغیرہ)

۵۔ اگر فرض نماز ہو رہی ہو تو پھر سنت وغیرہ نہ شروع کی جائے بشرطیکہ کسی رکعت کے چلے جانے کا
 خوف ہو یا اگر یقین یا گمان غالب ہو کہ کوئی رکعت نہ جائے پلے گی تو پڑھنے سے متکاثر گے وقت جب
 فرض شروع ہو جائے اور خوف ہو کہ سنت پڑھنے سے کوئی رکعت جاتی رہے گی تو پھر مؤکدہ سنتیں جو
 فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں چھوڑ دے اور فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ پڑھ کر ان سنتوں کو پڑھ
 لے مگر فجر کی سنتیں چونکہ زیادہ مؤکدہ ہیں لہذا ان کے لیے حکم ہے کہ اگر فرض شروع ہو چکے ہوں تب
 بھی اٹھا کر لی جائیں بشرطیکہ قعدہ اخیرہ مل جائے کی امید ہو اگر قعدہ اخیرہ کے بھی نہ ملنے کا خوف ہو
 تو پھر نہ پڑھے۔ (رد مختار وغیرہ)

اگر یہ خوف ہو کہ فجر کی سنت کی سنت میں اگر نماز کے سنن اور مستحبات وغیرہ کی پابندی سے
 ادا کی جائے گی تو جماعت نہ ملے گی تو ایسی حالت میں چاہئے کہ صرف فرائض اور واجبات پر اختصار
 کرے سنن وغیرہ کو چھوڑ دے فرض ہونے کی حالت میں جو سنتیں پڑھی جائیں خواہ فجر کی ہوں یا کسی اور
 وقت کی وہ ایسے مقام پر پڑھی جائیں جو مسجد سے علیحدہ ہو اس لیے کہ جہاں فرض نماز ہوتی ہو پھر
 کوئی دوسری نماز وہاں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو صوف سے علیحدہ مسجد کے

۱۱۔ بعض فقہانے لکھا ہے کہ اگر ایک رکعت ملے کی امید ہو تو سنت فجر پڑھے اور اگر امید نہ ہو تو چھوڑ دے خواہ قعدہ اخیرہ ملنے
 کی امید ہو یا نہیں۔ صاحب شریعت وقایہ وغیرہ نے اس کو اختیار کیا ہے مگر ابن ہمام مؤلف فتح القدر اور طیبی شامی
 وغیرہ نے اسی قول کی ترویج دی ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے ۱۲۔

کسی گوشہ میں پڑھنے اور یہ بھی نہ ہو تو نہ پڑھے (در مختار وغیرہ)
 ہاں اگر جماعت کا قصد مل جائے اور رکعتیں نہ ملیں تب بھی جماعت کا ثواب مل جائے گا اگرچہ
 اصطلاح فقہاء میں اس کو جماعت کی نماز نہیں کہتے جماعت سے ہو کر تاجیب ہی کہا جائے گا جو چاہے کئی
 رکعتیں مل جائیں یا اکثر رکعتیں مل جائیں مثلاً چار رکعت والی نماز کی تین رکعت مل جائیں یا تین رکعت
 والی نماز کی دو رکعتیں مل جائیں مگر یہ بعض فقہاء کے نزدیک جب تک کئی رکعتیں نہ ملیں جماعت میں شمار
 نہیں ہوتا۔

۷۔ جس رکعت کا رکوع امام کے ساتھ مل جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ رکعت مل گئی ہے اور اگر
 رکوع نہ ملے تو پھر اس رکعت کا شمار ملنے میں نہ ہوگا۔

نماز کن چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے

۱۔ نماز کے شرائط میں سے کسی شرط کا مفقود ہو جانا۔ مثال :- طہارت باقی نہ رہنے طہارت کے
 باقی نہ رہنے کی بعض صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوتی جن کو ہم نماز کے کروہات کے بعد ایک مستقل عنوان
 سے بیان کریں گے۔ ۲۔ جوش حواس و دست نہ رہیں خواہ سبب پوشی کے سبب سے یا مغموم یا سبب وغیرہ
 کی وجہ سے۔ ۳۔ سینے کو قصد آپہ ضرر قبلہ سے پھیرنا۔ اگر یہ قصد ہے اختیاری کی حالت میں سینہ تھلے
 سے پھر جائے تو اگر بقدر ادا کرنے کسی بدن کے شکل رکوع وغیرہ کے یہی حالت رہے تو نماز فاسد ہوگی
 ورنہ نہیں یا کسی عضو سے قصداً پھیرا جائے تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی مثلاً حالت نماز میں کسی کو یہ شجرہ ہو
 کہ وہ چھو جائے اور وہ عضو کرنے کے لیے سینہ تھلے سے پھیرے اور بعد اس کے باؤ آجائے کہ وہ وضو نہیں کیا اگر
 یہ باؤ مسجد سے نکلنے کے قبل ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی ورنہ فاسد ہو جائے گی۔

۲۔ نماز کے فرائض کا ترک ہو جانا خواہ عمداً یا سہواً مثلاً قرأت بالکل نہ کرے یا قیام رکوع
 سجدہ وغیرہ جہے عند ترک کر دیا جائے۔

۳۔ نماز کے واجبات کا عمداً چھوڑ دینا۔

۴۔ نماز کے واجبات کا سہواً چھوڑ کر سجدہ نہ کرنا۔

۵۔ حالت نماز میں کلام کرنا کلام کے مفقود نماز ہونے میں یہ شرط ہے کہ کم سے کم اس میں دو

حرف ہوں یا ایسا ایک حرف ہو جس کے معنی سمجھ میں آجاتے ہوں۔ (در مختار وغیرہ)

کلام کی پانچ قسمیں ہیں :- پہلی قسم کسی آدمی کے مخاطبہ میں یہ کلام ہر حال میں مفسد نماز ہے خواہ عمداً ہو یا سہواً عربی زبان میں ہو یا غیر عربی وہ لفظ قرآن مجید میں ہو یا نہیں۔ مثال - ار کوئی شخص یہ سمجھ کر کہ میں نماز میں نہیں ہوں یا اور کسی وجوہ میں آکر کسی آدمی سے کچھ کلام کرے۔ ۲۔ نماز کی حالت میں کسی آدمی سے کہے کہ اُقْتُلْ اَلْحَيَّةَ ۳۔ نماز کی حالت میں کسی سے کہے کہ پڑھو۔ ۴۔ کسی یحییٰ نام کے آدمی سے کہے کہ یا یحییٰ خذِ الْكِتَابَ یا کسی موسیٰ نام کے آدمی سے کہے کہ یا موسیٰ یا کسی سے کہے اِقْرَأْ بِسْمِ الْفَاطِمَةَ ۵۔ سب الفاظ قرآن مجید کے ہیں۔ یہی حکم ہے سلام اور سلام کے جواب کا جب کسی آدمی کے مخاطبہ میں ہو۔ اور یہی حکم ہے اگر دوسرے کی چھینک کے جواب میں یَرْحَمُكَ اللهُ کہے یا اچھی خبر سن کر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یا اسی طرح اور کوئی لفظ زبان سے نکل جائے اگر اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جَلَّ جَلَالُهُ کے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر درود شریف پڑھے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی بشرطیکہ اس کلمے سے اس شخص کا جواب دینا ہو۔ (در مختار وغیرہ)

حاصل - یہ کہ جب آدمیوں کے مخاطبہ میں کلام کیا جائے گا خواہ کسی قسم کا ہو اور کسی حالت میں ہو نماز فاسد ہو جائے گی۔

دوسری قسم - کسی جانور کے مخاطبہ میں کلام کرنا یہ کلام بھی ہر حال میں مفسد نماز ہے۔ تیسری قسم - خود بخود کلام کرنا۔ یہ کلام بھی مفسد نماز ہے بشرطیکہ عربی لفظ نہ ہو اور ایسی نہ ہو جو قرآن مجید میں وارد ہوئی ہو اور عربی لفظ ہو اور قرآن مجید میں وارد ہو تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ مثلاً اپنی چھینک کے جواب میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے یا اسی قسم کا کوئی اور لفظ زبان سے نکل جائے اگر کوئی لفظ کسی شخص کی سخن تکبیر ہو تو اس کے کہنے سے بھی نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ وہ لفظ قرآن میں وارد ہو مثلاً نَحْمَدُكَ کسی کا سخن تکبیر ہو تو نَحْمَدُكَ کہنے سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ یہ لفظ قرآن مجید میں ہے۔

چوتھی قسم ذکر اور دعا۔ یہ قسم بھی مفسد نماز ہے بشرطیکہ دعا غیر عربی عبارت میں ہو مگر قرآن مجید اور احادیث میں وارد نہ ہونے اس کا طلب گناہ غیر خدا سے حرام ہو۔ مثلاً حالت نماز میں اللہ تعالیٰ سے دعا کیے کہ اللھم اعطني الملع یا اللھم مروجی فلان یا یہ دعائیں نہ قرآن مجید میں ہیں نہ

۱۔ سانپ کو مار ڈال ۱۲ ۲۔ ترجمہ صحیح کتاب لے لو ۱۲ ۳۔ ترجمہ پڑھو ۱۲
۴۔ اللہ تم پر رحم کرے ۱۲ ۵۔ ترجمہ - اسے اللہ کے نیک عنایت فرما ۱۲ ۶۔ اللہ میرا نکاح نکال
عدت سے کرے ۱۲

احادیث میں نہ ان کا طلب کرنا غیر خدا سے منحوس ہے لہذا ایسی دعاؤں سے نماز فاسد ہو جائے گی یا اگر قرآن مجید یا احادیث میں کوئی دعا وارد ہوئی ہو یا اس کا طلب کرنا غیر خدا سے ناجائز ہو تو ایسی دعا سے نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ بے موقعہ پڑھی جائے مثلاً رکوع یا سجدوں میں۔

پانچویں قسم۔ حالت نماز میں لقمہ دینا یعنی کسی کو قرآن مجید کے غلط پڑھنے پر آگاہ کرنا۔ یہ قسم بھی مفسد نماز ہے بشرطیکہ لقمہ دینے والا معتدی اور لینے والا اس کا امام نہ ہو۔

مسئلہ۔ چونکہ لقمہ دینے کا مسئلہ فقہاء کے درمیان میں اختلافی ہے بعض علماء نے اس مسئلہ میں مستقل رسالے تصنیف کیے ہیں اس لیے ہم چند جزئیات اس کے اس مقام پر ذکر کرتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ معتدی اگر اپنے امام کو لقمہ دے تو نماز فاسد نہ ہوگی خواہ امام بقدر ضرورت قرأت کر چکا ہو یا نہیں بقدر ضرورت سے وہ مقدار قرأت کی مقصود ہے جو مسنون ہے۔ (نہ المعلق شامی وغیرہ)

امام اگر بقدر ضرورت قرأت کر چکا ہو تو اس کو چاہئے کہ رکوع کرنے سے معتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے۔ معتدیوں کو چاہئے کہ جیت تک ضرورت شدیدہ نہ پیش آئے امام کو لقمہ نہ دیں۔ ضرورت شدیدہ سے مراد یہ ہے کہ مثلاً اگر امام غلط پڑھ کر آگے بڑھنا چاہتا ہو یا رکوع نہ کرتا ہو یا سکوت کر کے کھڑا ہو جائے۔ اگر کوئی شخص کسی نماز پڑھنے والے کو لقمہ دے اور وہ لقمہ دینے والا اس کا معتدی نہ ہو خواہ وہ بھی نماز میں ہو یا نہیں تو یہ شخص اگر لقمہ لے لے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یا اگر اس کو خود بخود یاد آجائے خواہ اس کے لقمہ دینے کے ساتھ ہی یا پہلے پیچھے اس کے لقمہ دینے کو کچھ دخل نہ ہو تو اس کی نماز میں فساد نہ آئے گا۔ (شامی)

اگر کوئی نماز پڑھنے والا کسی ایسے شخص کو لقمہ دے جو اس کا امام نہیں خواہ وہ بھی نماز میں ہو یا نہیں ہر حال میں اس لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (بحر الرائق وغیرہ)

معتدی اگر کسی دوسرے شخص کا پڑھنا کہ باقرآن مجید میں دیکھ کر امام کو لقمہ دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور امام اگر لقمہ لے لے گا تو اس کی نماز بھی۔

اسی طرح اگر حالت نماز میں قرآن مجید دیکھ کر قرأت کی جائے تب بھی نماز فاسد ہو جائیگی (رد المحتار) معتدی کو چاہئے کہ لقمہ دینے میں تلاوت قرآن کی نیت نہ کرے بلکہ لقمہ دینے کی اس نیت سے کہ حنفیہ کے نزدیک معتدی کو قرأت قرآن نہ کرنا چاہئے۔ (فتح القدیر وغیرہ)

۶۔ کھانسی کے عذر یا غرض صحیح کے۔ اگر کوئی عذر ہو مثلاً کسی کو کھانسی کا مرض ہو یا بے اختیار کھانسی آجائے یا کوئی غرض صحیح ہو تو پھر نماز فاسد نہ ہوگی (غرض صحیح کی مثال)

۱۔ آواز جان کر سننے کے لیے کہانے ۔ ۲۔ معتدی امام کو اس کی قلعی پر آگاہ کرنے کے لیے کھانے ۔ ۳۔ کوئی شخص اس غرض سے کھانے کہ دوسرے لوگ سمجھیں کہ یہ نماز میں ہے ۔
 ۴۔ روایا آہ آہ آہت وغیرہ کہنا بشرطیکہ کسی مصیبت یا درد سے جو اور کسی شخصیت اور نماز میں ہو گیا
 اختیار سے یہ باتیں صادر ہوں یا مصیبت یا درد سے نہ ہوں بلکہ عذر کے خوف یا جنت و دوزخ کے
 یاد سے ہوں تو پھر نماز فاسد نہ ہوگی۔ (در مختار وغیرہ)

۵۔ کھانا یا پانی یا شراب یا غیرہ سے کھانا یا پانی یا شراب ہاں اگر وہ انہوں کے درمیان میں کوئی چیز پینے کی مقدار سے کم آئی ہو اور ان کو کھانا یا پانی یا شراب حاصل ہو گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی مگر اس قسم کے کھانے پینے سے بچنے کے لیے نماز میں فساد آتا ہے نماز بھی اس سے فاسد ہو جاتی ہے۔ (در مختار وغیرہ)

۶۔ عمل کثیر بشرطیکہ اعمال نماز کی جنس سے یا نماز کی اصلاح کی غرض سے نہ ہو۔ اگر اعمال نماز کی جنس سے ہو مثلاً کوئی شخص ایک رکعت میں دو رکوع کرے یا تین سو رکوع کرے تو نماز فاسد نہ ہوگی اس لیے کہ رکوع سجدہ وغیرہ اعمال نماز کی جنس سے ہیں۔ اسی طرح اگر نماز کی اصلاح کے غرض سے جو تب یعنی نماز فاسد نہ ہوگی۔ مثلاً حالت نماز میں کسی کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ شخص وغیرہ کیسے کے لیے جائے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگرچہ چلنا پھرنا وضو کرنا عمل کثیر ہے مگر اصلاح نماز کے لیے ہے لہذا معاف ہے۔

۷۔ حالت نماز میں کسی عورت کا پستان چوسنا یا اس سے دودھ نکل آئے تو اس صورت کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ یہ دودھ کا پلانا عمل کثیر ہے۔ (در مختار وغیرہ)
 ۸۔ اگر حالت نماز میں کوئی شخص یا عینہ پھینکے تو اگر کسی جانور کے اہڑانے کی غرض سے ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر کسی انسان پر پھینکا ہے تو عمل کثیر سمجھا جائے گا اور نماز فاسد ہو جائے گی۔
 (در مختار وغیرہ)

۹۔ نماز میں بے عذر چلنا پھرنا۔ ہاں اگر چلنے کی حالت میں سینہ قبیلے سے نہ پھرنے پائے اور جماعت میں ہو تو ایک رکعت میں ایک صوف سے زیادہ نہ چلے اور نماز پڑھتا ہو تو اپنے چہرے کے مقام سے آگے نہ بڑھے اور مکان نہ بدلنے پائے مثلاً مسجد میں ہو تو مسجد سے باہر نہ نکل جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ یا کسی عذر سے چلے مثلاً وضو ٹوٹ جائے اور وضو کرنے کے لیے چلے اس صورت میں اگرچہ سینہ قبیلے سے پھر جائے اور چاہے جس قدر چلنا پڑے نماز فاسد نہ ہوگی۔

۱۰۔ عورت کا مرد کے کسی عضو کے نمازی کرنا ہونا ان شرطوں سے ۔ ۱۔ عورت بائیں چوکی

ہو خواہ جو ان پر یا بڑھی یا بالغ ہو مگر قابل جوع ہو اگر کوئی مکم من نابالغ لڑکی نماز میں نماز میں ہر جہاں سے نماز
 قاسد نہ ہوگی۔ ۲۔ دونوں نماز میں ہوں اگر ایک نماز میں ہو دوسرا نہیں تو یہی محاذ اذات سے نماز قاسد نہ
 ہوگی۔ ۳۔ کوئی حائل عد میان میں نہ ہو۔ اگر کوئی پردہ در میان میں ہو یا کوئی مشرکہ حائل ہو تب بھی نماز قاسد
 نہ ہوگی اور اگر در میان میں اتنی جگہ خالی ہو کہ ایک ماہی وہاں گھڑا ہو سکے تب بھی نماز قاسد نہ ہوگی اور وہ
 جگہ حائل سمجھی جاتے گی۔ ۴۔ عورت میں نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں کافی جاتی رہوں۔ اگر عورت مشرکہ
 ہو یا حالت حیض ہو نفاس میں ہو تو اس کی مخالفت سے نماز قاسد نہ ہوگی اس لیے کہ ان صورتوں میں وہ نماز
 میں نہ سمجھی جاتے گی۔ ۵۔ نماز قاسد سے کی نہ ہو جہاں سے کی نماز میں مخالفت مفسدہ نہیں۔ ۶۔ محاذ اذات
 بقدر ایچہ رکن کے باقی رہے۔ اگر اس سے کم محاذ اذات رہے تو مفسدہ نہیں مثلاً اتنی دیر تک محاذ اذات رہے
 کہ جس میں سکوع وغیرہ نہیں ہو سکتا اس کے بعد جاتی رہے تو اس قلیل محاذ اذات سے نماز میں فساد نہ آسکتا۔
 ۷۔ تکریم دونوں کی ایک ہو یعنی اس عورت نے اس مرد کی اقترا لگی ہو یا دونوں سے کسی تیسرے کی اقترا لگی ہو
 ۸۔ ادا و نفل کی ایک ہی قسم ہو۔ یعنی بحالت اقترا نماز ادا کر رہے ہوں۔ اگر ایک بحالت اقترا کرتا ہو دوسرا
 بحالت اقترا یا نفل بحالت اقترا تو محاذات مفسدہ نہ ہوگی۔ مثلاً ایک مسبوق ہو دوسرا لاحق یا نفل
 مسبوق ہوں اس لیے کہ مسبوق بعد سلام امام کے اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے ادا کرتے ہیں منقرو کا حکم رکھتا ہے
 ہاں اگر وہ نفل لاحق ہوں تو نماز قاسد ہو جائے گی اس لیے کہ لاحق مقتدی کا حکم رکھتا ہے۔ ۹۔ مکان
 میں تب بھی محاذ اذات مفسدہ نہیں مثلاً ایک مسجد میں ہو دوسرا مسجد کے باہر۔ ۱۰۔ دونوں ایک ہی طرف نماز
 پڑھتے ہوں اگر وہ نفل کے نماز پڑھنے کی جہت مختلف ہو مثلاً اند میری شبیب میں قید نہ معلوم ہونے
 کے سبب سے ہر شخص نے اپنے غالب مکان پر عمل کیا ہو اور ہر ایک کی رائے دوسرے کے خلاف ہوئی
 ہو یا کعبہ کے اندر نماز ہوتی ہو اور ہر شخص مختلف جہت کی طرف نماز پڑھتا ہو۔ ۱۱۔ امام نے اس عورت
 کے امامت کی نیت نماز شروع کرتے وقت کی ہو اگر امام نے اس کے امامت کی نیت نہ کی ہو تو پھر
 اس محاذ اذات سے نماز قاسد نہ ہوگی بلکہ اسی عورت کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

۱۲۔ نماز کی صحت کے شرائط مفقود ہو جانے کے بعد کسی رکن کا ادا کرنا یا بقدر ادا کرنے کسی
 رکن کے اسی حالت میں رہنا۔ (در مختار وغیرہ)

۱۳۔ امام کا بعد حدث کے بے نیلہ رکھے ہوئے مسجد سے باہر نکل جانا۔ (در مختار وغیرہ)

۱۴۔ امام کا کسی ایسے شخص کو نلیفہ کر دینا جس میں امامت کی صلاحیت نہیں مثلاً کسی جنون یا

نابالغ بچے کو یا کسی عورت کو۔ (در مختار وغیرہ)

اگر کسی کی ٹہنی یا غماہ نماز پڑھتے ہیں مگر بولتے تو افضل یہ ہے کہ اسی حالت میں اسے اٹھا کر پہلے لیکن اگر اس کے پہننے میں عمل کثیر کی ضرورت پڑے تو پھر نہ پہنے۔ (رد المحتار)

۷۔ پاخانہ پشیا یا خروج تنج کی ضرورت کے وقت بے ضرورت دفع ہیکے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (رد مختار وغیرہ)

اگر کسی کو چند نماز شروع کر چکے کے عین حالت میں نمازیں یا پاخانہ پشیا وغیرہ معلوم ہو تو اس کو چاہئے کہ نماز توڑ دے اور دینی ضرورتوں سے قراعت کر کے باطمینان پڑھے خواہ وہ نماز نفل ہو یا فرض اور خواہ نماز پڑھتا ہو یا جماعت سے اور یہ خوف بھی ہو کہ بعد اس جماعت کے دوسری جماعت نہ پڑھے گی۔ ہاں اگر یہ خوف ہو کہ وقت نماز کا شر ہے گا یا جنازہ کی نماز ہو اور یہ خوف ہو کہ نماز ہو جائے گی تو نہ توڑے بلکہ اسی حالت میں نماز تمام کرے۔ (شامی)

۸۔ مردہ لکڑی یا پتے یا ٹوٹی ہوئی چیزوں کا جوڑا وغیرہ باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر حالت نماز میں جوڑا وغیرہ باندھے تو نماز قاسد ہو جائے گی۔ اس لیے کہ یہ عمل کثیر ہے۔ (رد مختار۔ شامی وغیرہ)

۹۔ سجدے کے مقام سے نکلیں وغیرہ کا ٹٹا کر وہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر غیر ٹٹا کر سجدہ باطل ممکن ہی نہ ہو تو پھر ٹٹا کر وہی ہے اور اگر مسنون طریقہ سے ہی ٹٹا کر ممکن نہ ہو تو ایک مرتبہ سجدے سے اور نہ ٹٹانا بہتر ہے۔ (رد مختار۔ شامی وغیرہ)

۱۰۔ حالت نماز میں انگلیوں کا توڑنا یا ایک ہاتھ کی انگلیوں کا دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (رد مختار۔ شامی وغیرہ)

۱۱۔ حالت نماز میں ہاتھ کا گولے پر رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (بجرائق۔ شامی وغیرہ)

۱۲۔ حالت نماز میں منہ کا قبیلے سے پھیرنا مکروہ تحریمی ہے خواہ پورا منہ پھیرا جائے یا تھوڑا۔ (شامی)

۱۳۔ گوشہ چشم سے بے ضرورت شدید اور دھڑا دھڑا دیکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (رد مختار وغیرہ)

۱۴۔ حالت نماز میں اس طرح بیٹھنا کہ دونوں ہاتھ اور سر زمین پر ہوں اور دونوں زانو گھٹے ہوئے سینے سے لگے ہوں مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی وغیرہ)

۱۵۔ مردوں کو اپنے دونوں ہاتھوں کی کشتیوں کا سہارے کی حالت میں زمین پر بچھا دینا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی وغیرہ)

۱۶۔ کسی آدمی کی طرف نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی وغیرہ)

۱۷۔ سلام کا جواب دینا یا تھما کر کے اشارے سے مکروہ تنزیہی ہے۔ (شامی)

- ۱۸۔ سجدہ صرف پیشانی یا صرف ناک پر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (در مختار وغیرہ)
- ۱۹۔ عملے کے پہنچنے پر سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (در مختار وغیرہ)
- ۲۰۔ نماز میں لیے عذر چار زانو بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (در مختار وغیرہ)
- ۲۱۔ حالت نماز میں جھٹائی لینا مکروہ تنزیہی ہے۔ (رشامی)
- ۲۲۔ حالت نماز میں آنکھوں کا بند کر لینا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر آنکھ بند کرنے سے خشوع زیادہ ہوتا ہو تو مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔ (در مختار وغیرہ)
- ۲۳۔ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر محراب سے باہر کھڑا ہو مگر سجدہ محراب میں ہوتا ہو تو مکروہ نہیں۔ (در مختار وغیرہ)
- ۲۴۔ صرف امام کا بے ضرورت کسی بلند مقام پر کھڑا ہونا جس کی بلندی ایک گز سے کم نہ ہو مکروہ تنزیہی ہے اگر امام کے ساتھ مقتدی بھی ہو تو مکروہ نہیں۔ (در مختار وغیرہ)
- ۲۵۔ مقتدیوں کا بے ضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے ہاں کوئی ضرورت ہو مثلاً جماعت زیادہ ہو اور جگہ کفایت نہ کرتی ہو تو مکروہ نہیں۔ (در مختار وغیرہ)
- ۲۶۔ حالت نماز میں کوئی ایسا کپڑا پہننا جس میں کسی جاندار کی تصویر ہو مگر وہ تحریمی ہے۔ اسی طرح ایسے مقام میں نماز پڑھنا جہاں چھت پر یا دہنے بائیں جانب کسی جاندار کی تصویر ہو (در مختار وغیرہ)
- اگر فرش پر جہاں کھڑے ہوئے ہوں تصویر ہو تو مکروہ نہیں اسی طرح اگر تصویر چھپی ہوئی ہو یا اس قدر چھپوٹی ہو کہ اگر زمین پر رکھ دی جائے اور کوئی شخص کھڑے ہو کر اس کو دیکھے تو اس کے اعضا محسوس نہ ہوں یا اس کا سر یا چہرہ کاٹ دیا گیا ہو یا سٹار یا گیا ہو یا تصویر جاندار کی نہ ہو تو مکروہ نہیں۔
- (در مختار وغیرہ)
- ۲۷۔ حالت نماز میں آیتوں یا سورتوں کا یا تسبیح کا انگلیوں سے شمار کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر انگلیوں پر شمار نہ کرے بلکہ ان کے بانے سے حساب رکھے تو مکروہ نہیں جیسا کہ صلوٰۃ التسبیح کے بیان میں گورچکا۔ (رشامی)
- ۲۸۔ حالت نماز میں ناک صاف کرنا یا اسی طرح کوئی اور عمل قلیل بے ضرورت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (رشامی)
- ۲۹۔ ناک اور منہ کسی کپڑے وغیرہ سے بند کر کے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (رشامی)
- ۳۰۔ مقتدی کو اپنے امام سے پہلے کسی فعل کا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (رشامی)

۱۳۔ قرأت ختم ہونے سے پہلے رکوع کے لیے جھک جانا اور جھکنے کی حالت میں قرأت تمام کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی)

۱۴۔ رکوع اور سجدے سے قبل تین مرتبہ تسبیح کہنے سے سزا ٹھالنا مکروہ تنزیہی ہے۔

۱۵۔ کسی ایسے کپڑے کو سین کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جس میں بقدر معافی نجاست ہو مثلاً نچاپست غلیظہ ایک درہم سے زیادہ نہ ہو یا خفیفہ چوتھائی حصہ سے زیادہ نہ ہو۔ (رسائل اداکان)

۱۶۔ فرض نمازوں میں قصداً ترتیب قرآنی کے خلاف قرأت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ یعنی جو سورت پیچھے ہے اس کو پہلی رکعت میں پڑھنا اور جو پہلے ہے اس کو دوسری رکعت میں مثلاً قل یا ایہا

الکافرون پہلی رکعت میں اور الم تر کیف دوسری رکعت میں۔ اگر سہواً خلاف ترتیب ہو جائے تو مکروہ نہیں۔ نوافل میں اگر قصداً بھی خلاف کرے تو کچھ کراہت نہیں۔ اگر کسی سے سہواً خلاف ترتیب

ہو جائے اور معاً اس کو خیال آجائے کہ میں خلاف ترتیب قرأت کر رہا ہوں تو اس کو چاہئے کہ اسی سورت کو تمام کر لے اس لیے کہ اس سورت کے شروع کرتے وقت اس کا قصد خلاف ترتیب پڑھنے کا نہ تھا

اور قصد نہ ہونے کے سبب سے اس کا پڑھنا مکروہ نہ رہا۔ (شامی)

۱۷۔ ایک ہی سورت کی کچھ آیتیں ایک جگہ سے ایک رکعت میں پڑھنا اور کچھ آیتیں دوسری جگہ

سے دوسری رکعت میں پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ درمیان میں دو آیتوں سے کم چھوڑ دی جائے اگر مسلسل قرأت کی جائے یعنی درمیان میں کچھ آیتیں چھوڑتے نہ پائیں یا دو آیتوں سے زیادہ چھوڑ دی

جائیں تو پھر مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر دو سورتیں دو رکعتوں میں پڑھی جائیں اور ان دونوں سورتوں کے درمیان میں کوئی چھوٹی سورت جس میں تین آیتیں ہوں چھوڑ دی جائے تو مکروہ تنزیہی ہے۔

مثال۔ پہلی سورت میں سورہ تکوین پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں سورہ ہمزہ اور درمیان

میں سورہ عصر جو تین آیتوں کی سورت ہے چھوڑ دی جائے۔ یہ کراہت بھی فرائض کے ساتھ خاص ہے۔ نقل نمازوں میں گنا یا گیا جائے تو کچھ کراہت نہیں۔ (شامی)

۱۸۔ ایسی دو سورتوں کا ایک رکعت میں پڑھنا جن کے درمیان میں کوئی سورت ہو خواہ چھوٹی

یا بڑی ایک یا ایک سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے اس کی کراہت بھی صرف فرائض میں ہے۔

(شامی)

۱۹۔ نازکے سنن میں کسی سنت کا ترک کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (بجاء الرائق وغیرہ)

۲۰۔ مقتدی کو جب کہ امام قرأت کر رہا ہو کوئی دعا وغیرہ پڑھنا یا قرآن مجید کی قرأت کرنا خواہ

وہ سورہ فاتحہ ہو یا اور کوئی سورت ہو مگر وہ تحریمی ہے بشرطیکہ پاس کے پڑھنے سے قرآن مجید کے سنتے میں خلل واقع ہو یا ایسی آواز سے پڑھے کہ امام کو پڑھنے میں اشتباہ ہونے لگے۔ ہاں اگر کوئی مقتدی ایسی طرح قرأت کرے کہ امام کی قرأت میں بھی خلل انداز نہ ہو اور قرآن مجید کے سنتے میں حرج نہ ہو مثلاً آہستہ آواز کی نماز میں بہت آہستہ آواز سے جو امام تک نہ پہنچے تو کوئی حرج نہیں نماز اس سے مگر وہ نہ ہوگی بلکہ بعض محققین علماء کے نزدیک ایسی حالت میں مقتدی کو سورہ فاتحہ کا پڑھنا مستحب ہے۔

۱۱۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ تو تم لوگ اس کو سنو اور چپ رہو۔ اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید کا سنتا اور چپ ہے خواہ نماز کے اندر پڑھا جائے یا خارج نماز میں پس اگر اس کے خلاف کیا جائے گا تو بے شہد مگر وہ تحریمی ہو گا اسی واسطے جب امام قرأت شروع کر چکا ہو تو مقتدی کو سبحانک اللهم وغیرہ پڑھنے کی اجازت نہیں دی جاتی بلکہ ایسی حالت میں مقتدی کو نیت باندھ کر چپ کھرا ہونا چاہئے ۱۲

۱۲۔ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اپنے صحابہ سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے پیچھے قرأت کی ہے تو ایک نے عرض کیا کہ میں نے کی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں کتنا ہوں کہ کیا حال ہے کہ تم لوگ قرآن پڑھنے میں مجھ سے نزاع کرتے ہو یعنی مجھے اطمینان سے پڑھنے نہیں دیتے (نسائی - مؤطا - امام مالک - ترمذی وغیرہ) یہ حدیث اور اس کے مثل اور بھی چند حدیثیں ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے کوئی چیز اس طرح پڑھنا جو اس کے اطمینان میں خلل ہو ممنوع ہے۔ ان احادیث کی بعض لوگوں نے تفسیف بھی کی ہے مگر وہ قابل اعتبار نہیں ان سب کے جوابات امام الکلام میں موجود ہیں ۱۲

۱۳۔ اس مسئلہ میں علماء امت مختلف ہیں صحابہ سے لے کر اس وقت تک قرآن مجید سے اس مسئلہ کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا تا قرآن مجید سے صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا سنتا اور اس وقت سکوت کرنا حاضرین پر ضروری ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام جب آواز سے قرأت کر رہا ہو تو مقتدی کچھ نہ پڑھیں ساکت رہیں یہ نہیں ثابت ہوتا کہ اگر آہستہ آواز سے قرآن مجید پڑھا جائے تب بھی حاضرین پر سکوت ضروری ہو اور نہ خارج نماز میں کوئی اس امر کا قائل ہے حالانکہ اگر اس آیت سے آہستہ قرآن مجید پڑھنے کے وقت بھی سکوت ثابت کیا جائے گا تو خارج نماز میں بھی ثابت ہو جائے گا اس لیے کہ اس آیت میں کوئی تخصیص نماز کی نہیں کی گئی۔ احادیث نبویہ کے تتبع سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مقتدی پر قرأت فرض اور واجب نہیں چنانچہ اس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور اگر کوئی شخص اس طرح قرأت کرے جو امام کو پریشان کرنے سے اس کی بھی ممانعت حدیث سے ثابت ہوتی ہے ہاں اگر کوئی خرابی نہ ہونے پائے اور مقتدی قرأت

نماز میں حدت کا بیان

نماز میں اگر حدت ہو جائے تو اگر حدت اکبر ہو جائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر حدت اصغر ہو گا تو وہ حال سے خالی نہیں اختیاری ہو گا یا بے اختیاری یعنی اس کے وجود میں یا اس کے سبب میں بندوں کے اختیار کو دخل ہو گا یا نہیں اگر اختیاری ہو گا تو نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً کوئی شخص نماز میں قہقہہ کے ساتھ ہنسنے یا اپنے بدن میں کوئی ضرب لگا کر خون نکال لے یا عمداً اخراج ریح کرے یا کوئی شخص چھت کے اوپر چلے اور اس چلنے کے سبب سے کوئی پتھر وغیرہ چھت سے گر کر کسی نماز پڑھنے والے کے سر میں لگے اور خون نکل آئے ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ یہ تمام افعال بندوں کے اختیار سے صادر ہو سکتے ہیں اور اگر بے اختیاری ہو گا تو اس میں دو صورتیں ہیں یا نا اور الوقوع ہو گا جیسے قہقہہ جنون بیوشی وغیرہ یا کثیر الوقوع جیسے خرد ریح پیشاب پاخانہ نذی وغیرہ اگر نا اور الوقوع ہو گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر نا اور الوقوع نہ ہو گا تو نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ اس شخص کو اختیار ہے کہ بعد اس حدت کے ریح کرنے کے اسی نماز کو تمام کرے اور اگر نماز کا اعادہ کرے تو بہتر ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۹) نہ کرے تو اس کا جواز بلکہ استحباب بھی احادیث سے نکلتا ہے۔ صحابہ کے اقوال و افعال اس میں مختلف ہیں بعض قرأت نہ کرتے تھے اور منع کرتے تھے جیسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ بعض سے اجازت اور منع دونوں منقول ہیں جیسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ طحاوی ان سے اجازت روایت کرتے ہیں اور امام محمد مانع بعض سے آہستہ آواز کی نماز میں اجازت بلند آواز کی نماز میں مانع منقول ہے بعض سے ہر وقت کی نماز میں اجازت منقول ہے۔ ہمارے فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کی قرأت امام اور منقولہ پر واجب ہے مقتدی پر واجب نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے اور بعض نے آہستہ آواز کی نماز میں مستحب اور بلند آواز کی نماز میں مکروہ کہا ہے اور یہی مسلک معتدل اور قابل اختیار کرنے کے ہے اور امام محمد سے بھی صاحب ہدایہ نے اسی مذہب کو نقل کیا ہے۔ ثناء علی اللہ عنی محدث دہلوی نے اس مسئلہ کو رسالہ مذہب فاروق اعظم اور حجۃ اللہ ابالذمہ میں بہت صاف لکھا ہے اور اس سے بھی زیادہ مفصل اور مدلل علامہ لکھنوی نے اپنے رسالہ امام الکلام میں جو خاص اسی مسئلہ میں ہے بیان فرمایا ہے اگر زیادہ تحقیق کسی کو منظور ہو تو ان کتابوں کو دیکھے ہم نے یہاں بقدر ضرورت نہایت اختصار کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۱۲

نماز میں حدث کا بیان

نماز میں اگر حدث ہو جائے تو اگر حدث اکبر ہو جائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر حدث اصغر ہو گا تو دو حال سے خالی نہیں اختیاری ہو گا یا بے اختیاری یعنی اس کے وجود میں یا اس کے سبب میں بندوں کے اختیار کو دخل ہو گا یا نہیں اگر اختیاری ہو گا تو نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً کوئی شخص نماز میں قہقہہ کے ساتھ ہنسنے یا اپنے بدن میں کوئی ضرب لگا کر خون نکال لے یا عمداً اخراج ریح کرے یا کوئی شخص چھت کے اوپر چلے اور اس چلنے کے سبب سے کوئی پتھر وغیرہ چھت سے گر کر کسی نماز پڑھتے والے کے سر میں لگے اور نمون نکل آئے ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ یہ تمام افعال بندوں کے اختیار سے صادر ہوئے ہیں اور اگر بے اختیاری ہو گا تو اس میں دو صورتیں ہیں یا ناوار الوقوع ہو گا جیسے قہقہہ جنون بیہوشی وغیرہ یا کثیر الوقوع جیسے خروج ریح پیشاب پاخانہ ندی وغیرہ اگر ناوار الوقوع ہو گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر ناوار الوقوع نہ ہو گا تو نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ اس شخص کو اختیار ہے کہ بعد اس حدث کے ریح کرنے کے اسی نماز کو تمام کرے اور اگر نماز کا اعادہ کرے تو بہتر ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۵) نہ کرے تو اس کا جواز بلکہ استحباب بھی احادیث سے نکلتا ہے۔ صحابہ کے اقوال و افعال اس میں مختلف ہیں بعض قرأت نہ کرتے تھے اور منع کرتے تھے جیسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ بعض سے اجازت اور منع دونوں منقول ہیں جیسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، طحاوی ان سے اجازت روایت کرتے ہیں اور امام محمد حمانت بعض سے آہستہ آواز کی نماز میں اجازت بلند آواز کی نماز میں حمانت منقول ہے بعض سے ہر وقت کی نماز میں اجازت منقول ہے۔ ہمارے فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کی قرأت امام اور منفرد پر واجب ہے مقتدی پر واجب نہیں بلکہ مکروہ تحریمی ہے اور بعض نے آہستہ آواز کی نماز میں مستحب اور بلند آواز کی نماز میں مکروہ لکھا ہے اور یہی مسلک معتدل اور قابل اختیار کرنے کے ہے اور امام محمد سے بھی صاحب ہدایہ نے اسی مذہب کو نقل کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ حنفی محدث دہلوی نے اس مسئلہ کو رسالہ مذہب ناروق اعظم اور حجۃ اللہ الی النبی میں بہت عفاف لکھا ہے اور اس سے بھی زیادہ مفصل اور مدلل علامہ لکھنوی نے اپنے رسالہ امام الکلام میں جو خاص اسی مسئلہ میں ہے بیان فرمایا ہے اگر زیادہ تحقیق کسی کو منظور ہو تو ان کتابوں کو دیکھے ہم نے یہاں بقدر ضرورت نہایت اختصار کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۱۲

اس صورت میں نماز فاسد نہ ہونے کی چند شرطیں ہیں۔

- ۱۔ کسی رکن کو حالتِ حدیث میں ادا نہ کرے۔
 - ۲۔ کسی رکن کو چلنے کی حالت میں ادا نہ کرے مثلاً جب وضو کو چائے یا وضو کر کے لوٹے تو قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے اس لیے کہ قرأت نماز کا رکن ہے۔
 - ۳۔ کوئی ایسا فعل جو نماز کے منافی ہو نہ کرے نہ کوئی ایسا فعل کرے جس سے احتراز ممکن ہو۔
 - ۴۔ بعدِ حدیث کے بغیر کسی عذر کے بقدر ادا کرنے کسی رکن کے توقف نہ کرے بلکہ فوراً وضو کرنے کے لیے جائے ہاں اگر کسی عذر سے دیر ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں مثلاً صغیریں زیادہ ہوں اور خود پہلی صف میں ہو اور صفوں کو پھاڑ کر آنا مشکل ہو۔
 - ۵۔ مقتدی کو ہر حال میں اور امام کو اگر جماعت باقی ہو تو باقی نماز وہیں پڑھنا جہاں پہلے شروع کی تھی
 - ۶۔ امام کا کسی ایسے شخص کو خلیفہ کرنا جس میں امامت کی صلاحیت نہ ہو۔
- منفرد کو اگر حدیث ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ فوراً سلام پھیر کر وضو کرے اور جس قدر جلد ممکن ہو وضو سے فراغت کرے مگر وضو تمام سنن اور مستحبات کے ساتھ کرنا چاہئے اور اس درمیان میں کوئی کام وغیرہ نہ کرے پانی اگر قریب مل سکے تو دور نہ جانے حاصل یہ کہ جس قدر حرکت سخت فروری ہو اس سے زیادہ نہ کرے وضو کے بعد چاہے وہیں اپنی نماز تمام کرے چاہے جہاں پہلے تھا وہیں جا کر پڑھے۔
- امام کو اگر حدیث ہو جائے اگرچہ قعدہ اخیر میں ہو تو اس کو چاہئے کہ فوراً سلام پھیر کر وضو کرنے کے لیے چلا جائے اور بہتر یہ ہے کہ اپنے مقتدیوں میں جس کو امامت کے لائق سمجھتا ہو اس کو اپنی جگہ پر کھڑا کر دے مدد رک کو خلیفہ کرنا بہتر ہے اگر مسبوق کو کر دے تب بھی جائز ہے اور اس مسبوق کو اٹھانے سے تلاوت کے اتنی رکعتیں وغیرہ میرے اوپر باقی ہیں تو دو انگلی۔ رکوع باقی ہو تو گھٹنے پر ہاتھ رکھ دے
- حیدر باقی ہو تو پیشانی پر قرأت باقی ہو منہ پر سجدہ تلاوت باقی ہو تو پیشانی اور زبان پر سجدہ سہو کرنا تو سینے پر۔ پھر جب خود وضو کر چکے تو اگر جماعت باقی ہو تو جماعت میں آکر اپنے خلیفہ کا مقتدی بنائے اور جماعت ہو چکی ہو تو اپنی نماز قائم کر لے خواہ جہاں وضو کیا ہے وہیں یا جہاں پہلے تھا وہاں اگر فی مسجد کے اندر موجود ہو تو پھر خلیفہ کو ناظروری نہیں چاہئے کہ اسے اور چاہئے نہ کرے بلکہ جب خود وضو کرے پھر امام بن جائے اور اتنی دیر تک مقتدی اس کے انتظار میں رہیں۔ (شامی وغیرہ)
- خلیفہ کرینے کے بعد امام نہیں رہتا بلکہ اپنے خلیفہ کا مقتدی ہو جاتا ہے لہذا اگر جماعت ہو چکی تو تمام اپنی نماز لاحق کی طرح تمام کرے۔ اگر امام کسی کو خلیفہ نہ کرے بلکہ مقتدی لوگ کسی کو اپنے میں سے

اس صورت میں نماز فاسد نہ ہونے کی چند شرطیں ہیں۔

- ۱۔ کسی رکن کو حالتِ حدث میں ادا نہ کرے۔
 - ۲۔ کسی رکن کو چلنے کی حالت میں ادا نہ کرے مثلاً جب وضو کو جائے یا وضو کر کے لوٹے تو قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے اس لیے کہ قرأت نماز کا رکن ہے۔
 - ۳۔ کوئی ایسا فعل جو نماز کے منافی ہو نہ کرے نہ کوئی ایسا فعل کرے جس سے احترام ممکن ہو۔
 - ۴۔ بعد حدث کے بغیر کسی ہذر کے بقدر ادا کرنے کسی رکن کے توقف نہ کرے بلکہ فوراً وضو کرنے کے لیے جائے ہاں اگر کسی عذر سے دیر ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں مثلاً سفین زیادہ ہوں اور خود پانی صاف میں ہو اور صفوں کو پھاڑ کر آنا مشکل ہو۔
 - ۵۔ مقتدی کو ہر حال میں اور امام کو اگر جماعت باقی ہو تو باقی نماز وہیں پڑھنا جہاں پہلے شروع کی تھی
 - ۶۔ امام کا کسی ایسے شخص کو خلیفہ کرنا جس میں امامت کی صلاحیت نہ ہو۔
- منقولہ کو اگر حدث ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ فوراً سلام پھیر کر وضو کرے اور جس قدر جلد ممکن ہو وضو سے فراغت کرے مگر وضو تمام سنن اور مستحبات کے ساتھ کرنا چاہئے اور اس درمیان میں کوئی کلام وغیرہ نہ کرے پانی اگر قریب مل سکے تو دور نہ جائے حاصل یہ کہ جس قدر حرکت سخت فروری ہو اس سے زیادہ نہ کرے وضو کے بعد چاہے وہیں اپنی نماز تمام کرے چاہے جہاں پہلے تھا وہیں جا کر پڑھے۔
- امام کو اگر حدث ہو جائے اگرچہ قعدہ اخیر میں ہو تو اس کو چاہئے کہ فوراً سلام پھیر کر وضو کرنے کے لیے چلا جائے اور بہتر یہ ہے کہ اپنے مقتدیوں میں جس کو امامت کے لائق سمجھتا ہو اس کو اپنی جگہ پر کھڑا کر دے مددک کو خلیفہ کرنا بہتر ہے اگر مسبوق کو کر دے تب بھی جائز ہے اور اس مسبوق کو اٹھانے سے تلاوت کے اتنی رکعتیں وغیرہ میرے اوپر باقی ہیں تو دو انگلی۔ رکوع باقی ہو تو گھٹنے پر ہاتھ رکھ دے مسجد باقی ہو تو پیشانی پر قرأت باقی ہو منہ پر سجدہ تلاوت باقی ہو تو پیشانی اور زبان پر سجدہ سہو کرنا ہو تو سینے پر۔ پھر جب خود وضو کر چکے تو اگر جماعت باقی ہو تو جماعت میں آکر اپنے خلیفہ کا مقتدی بن جائے اور جماعت ہو چکی ہو تو اپنی نماز قائم کر لے خواہ جہاں وضو کیا ہے وہیں یا جہاں پہلے تھا وہاں اگر پانی مسجد کے اندر موجود ہو تو پھر خلیفہ کو نافذ رہی نہیں چاہئے کہ اسے اور چاہئے نہ کرے بلکہ جب خود وضو کر کے آئے پھر امام بن جائے اور اتنی دیر تک مقتدی اس کے انتظار میں رہیں۔ (شافعی وغیرہ)
- خلیفہ کو دینے کے بعد امام نہیں رہتا بلکہ اپنے خلیفہ کا مقتدی ہو جاتا ہے لہذا اگر جماعت ہو چکی ہو تو امام اپنی نماز لاحق کی طرح تمام کرے۔ اگر امام کسی کو خلیفہ نہ کرے بلکہ مقتدی لوگ کسی کو اپنے میں سے

تعلیف کرویں یا خود کوئی مقتدی آگے بڑھ کر امام کی جگہ پر کھڑا ہو جائے اور امام کی نیت کرے تب بھی درست ہے بشرطیکہ امام مسجد سے باہر نکل چکا ہو اور اگر نماز مسجد میں نہ ہوتی ہو تو صفوں سے یا سترے سے آگے نہ بڑھنا ہو۔ اگر ان حدود سے آگے بڑھ چکا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

اگر مقتدی کو حدث ہو جائے اس کو بھی فوراً سلام پھیر کر وضو کرنا چاہئے۔ بعد وضو کے اگر جماعت باقی ہو تو جماعت میں شریک ہو جائے ورنہ اپنی نماز تمام کر لے۔

مقتدی کو ہر حال میں اپنے مقام پر جا کر نماز پڑھنا چاہئے خواہ جماعت باقی ہو یا نہیں۔ اگر امام مسبوق کو اپنی جگہ پر کھڑا کر دے تو اس کو چاہئے کہ جس قدر رکعتیں وغیرہ امام پر باقی تھیں ان کو ادا کرے کسی مددک کو اپنی جگہ کر دے تاکہ وہ سلام پھیر دے اور یہ مسبوق پھر اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے ادا کرنے میں مصروف ہو۔

اگر کسی قعدہ اخیرہ میں بعد اس کے کہ بقدر التحیات کے ٹیچہ چکا ہو جنون ہو جائے یا حدث اکبر ہو جائے یا عمدہ حدث اصغر کرے یا بے ہوش ہو جائے یا قعدہ کے ساتھ ہتھیے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور پھر اس نماز کا اعادہ کرنا ہوگا۔

نماز کے اقسام اور ان کے پڑھنے کا طریقہ اور نماز کے فرائض اور واجبات اور سنن و مستحبات وغیرہ اور بن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور جو چیزیں حالت نماز میں مکروہ ہیں، ان سب کا بیان بہ تفصیل ہو چکا۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ان سب مضامین کو بجز تفصیل تین نقشوں میں درج کریں۔ پہلے نقشہ میں نماز کے اقسام دوسرے نقشہ میں نماز کے فرائض و واجبات سنن مستحبات تیسرے نقشہ میں نماز کے مکروہات و مفسدات تاکہ یہ اجمالی صورت ذہن نشین ہو جائے اور ما سبق کی تفصیل بھی از سر نو تازہ ہو جائے۔

پہلا نقشہ

فرض نمازیں۔ فرض نمازیں دن رات میں جمعہ کے دن پندرہ اور دوسرے دنوں میں سترہ رکعت ہیں۔ دو رکعت فجر کے وقت چار رکعت ظہر کے وقت اور جمعہ کے دن بجائے چار رکعت کے دو۔ چار بھر کے وقت تین مغرب کے وقت۔ چار عشا کے وقت۔ یہ نمازیں فرض عین ہیں۔ اور جنازے کی نماز فرض کفایہ ہے۔ واجبات نمازیں۔ شریعت کی طرف سے تین نمازیں واجبات ہیں و تراویح پندرہ۔ و تین رکعت ہر روز عشاء کے بعد اور عیدین دو دو رکعت سال بھر کے بعد ان کے علاوہ جو نماز نذر کی جائے وہ بھی واجبات ہے اور

نفل بعد شروع کر دینے کے واجب ہو جاتی ہے یعنی اس کا تمام کرنا اور فاسد ہو جانے میں اس کی قضا ضروری ہے۔

مسنون نمازیں - فجر کے وقت فرض سے پہلے دو رکعت ظہر کے وقت چھ رکعت چار فرض سے پہلے دو فرض کے بعد مغرب کے وقت دو رکعت فرض کے بعد عشاء کے وقت دو رکعت فرض کے بعد نماز تہجد - تہجد المسجد نماز تراویح میں رکعت - نماز احرام - نماز کسوف اور رکعت نماز خسوف دو رکعت - مستحب نمازیں - وتر کے بعد دو رکعت سنت وضو دو رکعت - نماز سفر دو رکعت نماز استحارہ دو رکعت - نماز حاجت دو رکعت - صلوٰۃ الاقابین چھ رکعت - صلوٰۃ التشیخ چار رکعت - نماز توبہ دو رکعت نماز قتل دو رکعت۔

دوسرا نقشہ

قرآن - ۱ - قیام - ۲ - قرأت - ۳ - رکوع - ۴ - سجدہ - ۵ - قعدہ اخیرہ - ۶ - نماز کو اپنے نفل سے تمام کرنا۔

واجبات - ۱ - تکبیر تحریمہ کا الشاکر کے نقطے سے ہونا - ۲ - بعد تکبیر تحریمہ کے بقدر سورہ فاتحہ کے قیام کرنا - ۳ - فرض نمازوں کی دو رکعت باقی نمازوں کی سب رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا - ۴ - سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پلانا فرض کی پہلی دو رکعت اور باقی نمازوں کی سب رکعتوں میں - ۵ - قومہ - ۶ - تعذیل ارکان یعنی رکوع سجدوں میں اتنی دیر تک ٹھہرنا کہ ایک مرتبہ تسبیح پڑھی جاسکے - ۷ - جلسہ - ۸ - قعدہ اولی بقدر التہیات کے - ۹ - دونوں قعدوں میں ایک مرتبہ التہیات پڑھنا - ۱۰ - نماز میں اپنی طرف سے کوئی ایسا نفل نہ کرنا جو تاخیر فرض یا واجب کا سبب ہو جائے - ۱۱ - نماز وتر میں دعائے قنوت - ۱۲ - عیدین میں چھ تکبیریں - ۱۳ - عیدین کی دوسری رکعت کے رکوع میں تکبیر - ۱۴ - امام کو فجر مغرب عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں بلنداواز سے قرأت کرنا اور باقی نمازوں میں آہستہ آواز سے - ۱۵ - نماز کو دو مرتبہ السلام علیکم کہہ کر ختم کرنا۔

سنن - ۱ - تکبیر تحریمہ کے وقت سر نہ جھکانا - ۲ - تکبیر تحریمہ سے پہلے دونوں کا اٹھانا مردوں کو کانوں تک عورتوں کو شانہ تک - ۳ - اٹھے ہوئے ہاتھوں کی تھیلیاں قبلہ رخ ہونا - ۴ - ہاتھ اٹھانے کے وقت انگلیوں کا نہ کشادہ کرنا نہ ملانا - ۵ - بعد تکبیر تحریمہ کے فوراً ہاتھ باندھ لینا مردوں کو نواف کے نیچے عورتوں کو سینے پر - ۶ - مردوں کو اس طرح کہ بائیں کلائی واہنے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی کے حلقہ میں ہو۔

اور واہنی تین انگلیاں بائیں کلائی کے اوپر ہوں اور عورتوں کو صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھ لینا۔ ۷۔ ہاتھ باندھنے کے بعد فوراً سبحانک اللہم پڑھنا۔ ۸۔ منفرد اور امام کو بعد سبحانک اللہم کے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا۔ ۹۔ ہر رکعت کے شروع پر بسم اللہ پڑھنا۔ ۱۰۔ بعد سورہ فاتحہ کے آہستہ آواز سے آمین کہنا۔ ۱۱۔ حالت قیام میں دونوں قدموں کے درمیان چار انگلی کا فاصلہ ہونا۔ ۱۲۔ فجر ظہر کے فرض میں طوال مفصل عمر عثمانیہ اوسان مغرب میں قصار پڑھنا۔ ۱۳۔ فجر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے ڈیڑھ سورت پڑھنا۔ ۱۴۔ رکوع مسجدوں میں جاتے وقت اور مسجدوں سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہنا۔ ۱۵۔ مردوں کو رکوع میں گھٹنوں کا دونوں ہاتھ سے پکڑنا اور عورتوں کو صرف رکھ لینا۔ ۱۶۔ مردوں کو کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھنا عورتوں کو بالکل ۱۷۔ رکوع کی حالت میں پٹیلیوں کا سپردھا رکھنا۔ ۱۸۔ مردوں کو رکوع میں اچھی طرح تھک جانا عورتوں کو صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ ۱۹۔ کم سے کم تین مرتبہ سبحان ربی العظیم رکوع میں اور سبحان ربی الاعلیٰ مسجدوں میں کہنا۔ ۲۰۔ رکوع میں مردوں کو ہاتھ پہلو سے جدا رکھنا۔ ۲۱۔ قوسے میں امام کو صرف سمع اللہ مقتدی کو صرف ربنا متقد کو دونوں کہنا۔ ۲۲۔ سجدے میں جلتے وقت پہلے گھٹنے کا پھر ہاتھوں کا پھر ناک پر پیشانی کا زمین پر رکھنا اور اٹھتے وقت اس کے برعکس۔ ۲۳۔ سجدے میں منہ کو دونوں کے درمیان میں رکھنا۔ ۲۴۔ مسجد سے مردوں کو اپنے پیٹ کا زانو سے اور کہنیوں کا پہلو سے جدا رکھنا اور ہاتھوں کی بانہوں کا زمین سے اٹھا ہوا رکھنا۔ ۲۵۔ سجدے کی حالت میں دونوں ہاتھ کی انگلیوں کا ملا ہوا رکھنا اور پیر کی انگلیوں کا رخ قبیلے کی طرف اور دونوں زانوں کا ملا ہوا رکھنا۔ ۲۶۔ سجدے سے کھڑے ہوتے وقت زمین سے سہارا نہ دینا۔ ۲۷۔ دونوں سجدوں کے درمیان اور قعدہ اولیٰ و آخریٰ میں اسی خاص کیفیت سے بیٹھنا جو اوپر بیان ہوا۔ ۲۸۔ انجیبات میں اسی خاص کیفیت سے اشارہ کرنا۔ ۲۹۔ فرض کے پہلے دو رکعت کے بعد ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا۔ ۳۰۔ قعدہ اخیرہ میں انجیبات کے بعد دو رکعت پڑھنا۔ ۳۱۔ بعد درود کے کوئی دعائے مانورہ پڑھنا۔ ۳۲۔ السلام علیکم کہتے وقت داہنے بائیں طرف منہ پھیرنا پہلے داہنے طرف پھر بائیں طرف۔ ۳۳۔ امام کو بلند آواز سے سلام کہنا۔ ۳۴۔ دوسرے سلام کی آواز کا پہلے سلام سے پست ہونا۔ ۳۵۔ امام کو سلام میں مقتدیوں اور فرشتوں کی اور منقرہ کو صرف فرشتوں کی نیت کرنا۔

مستحبات۔ ۱۔ تکبیر تحریر کے وقت مردوں کو آستین وغیرہ سے ہاتھ باہر نکال لینا۔ ۲۔ قیام کی حالت میں سجدے کے مقام پر رکوع میں قدم پر سجدے میں ناک پر بیٹھنے کی حالت میں زانو پر سلام کی حالت میں شانوں پر نظر رکھنا۔ ۳۔ کھانسی۔ جھانسی کا رکھنا۔ ۴۔ اگر جھانسی آجائے تو حالت قیام میں

واہنے ہاتھ ورنہ بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ بند کر لینا۔ ۵۔ بعد قنوت الصلوٰۃ کے فوراً امام کو تکبیر تحریمہ
 کہنا۔ ۶۔ دونوں قدموں میں وہی خاص التحیات پڑھنا۔ ۷۔ قنوت میں اللھم انالستعینک اور اللھم
 اہدنی پڑھنا۔

تیسرا نقشہ

جن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ۱۔ نماز کے شرائط میں سے کسی شرط کا مفقود ہونا
 ۲۔ نماز کے فرائض کا چھوٹ جانا۔ ۳۔ نماز کے واجبات کا سوا چھوڑ کر سجدہ سہو نہ کرنا۔ ۴۔ حالت نماز
 میں کلام کرنا۔ ۵۔ بے عذر اور بے کسی نغرض صبح کے کھانسنہ۔ ۶۔ کسی مصیبت یا درد کے سبب سے رونا
 یا آہ یا آت کرنا۔ ۷۔ کھانا پینا۔ ۸۔ وہ عمل کثیر جو افعال و اعمال نماز کی جنس سے نہ ہو۔ ۹۔ نماز میں
 بے عذر چلنا پھرنا۔ ۱۰۔ عورت کا حالت نماز میں محاذی ہونا۔ اس شرطوں کے ساتھ جو اوپر بیان ہو چکیں
 ۱۱۔ نماز کے صحت کے شروط مفقود ہوجانے کے بعد کسی رکن کا ادا ہونا۔ ۱۲۔ آرام کا بعد حدت کے بغیر
 نیکے ہونے مسجد سے چلا جانا۔ ۱۳۔ ایسے شخص کو خلیفہ کر دینا جس میں امامت کی صلاحیت نہیں۔ ۱۴۔
 مقتدی لاحق کا ہر حال میں اور امام لاحق کا اگر جماعت باقی ہو تو باقی نماز کو غیر موضع اقتدا میں تمام کرنا۔
 ۱۵۔ قرآن مجید کی قرأت میں غلطی کرنا بے تفصیل مذکور۔

جو چیزیں نماز میں مکروہ ہیں۔ مکروہ تحریمی۔ ۱۔ حالت نماز میں کپڑے کا خلعت و ستور پہننا۔
 ۲۔ کوٹا سجدے میں جاتے وقت ٹہنی وغیرہ سے پہنانے کے لیے کپڑوں کا اٹھا لینا۔ ۳۔ حالت نماز میں کوئی
 لغو فعل کرنا جو عمل کثیر کی حد تک نہ پہنچے۔ ۴۔ جو خراب کپڑے لوگوں کے سامنے پہن کر نہ نکل سکتا ہوں کہ حالت
 نماز میں پہننا۔ ۵۔ برہنہ سر نماز پڑھنا بشرطیکہ اگلا ہوا خشوع کے لیے نہ ہو۔ ۶۔ پیشاب پاخانہ یا خروج ریح
 کی ضرورت کے وقت بے ضرورت رفع یکے ہوئے نماز پڑھنا۔ ۷۔ سجدہ کے مقام سے کنکر یوں کا
 ہٹانا بشرطیکہ بے ہٹائے ہوئے سجدہ ممکن ہو۔ ۸۔ حالت نماز میں انگلیوں کا ٹوڑنا یا ایک ہاتھ کی انگلیاں
 دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا۔ ۹۔ نماز میں ہاتھ کو لٹے پور رکھنا۔ ۱۰۔ منہ قبلہ سے پھیرنا۔ ۱۱۔
 حالت نماز میں اس طرح بیٹھنا کہ دونوں ہاتھ اور سرین زمین پر ہوں اور زانو کھڑے ہوئے سینہ سے لگے ہوں
 ۱۲۔ مردوں کو دونوں ہاتھوں کی کہنیوں کا سجدہ میں زمین پر بچھا دینا۔ ۱۳۔ کسی آدمی کی طرف نماز پڑھنا۔ ۱۴۔
 صرف پیشانی یا ناک سے سجدہ کرنا۔ ۱۵۔ عمل کے لیے پہنچ کر سجدہ کرنا۔ ۱۶۔ حالت نماز میں وہ کپڑا پہننا
 جس میں جاندار کی تصویر ہو بے تفصیل مذکور۔ ۱۷۔ حالت نماز میں بے ضرورت عمل قلیل کرنا۔ ۱۸۔ اور منہ کپڑے

- سے بند کر لینا۔ ۱۹۔ قرأت ختم ہونے سے پہلے رکوع کے لیے جھک جانا اور اس جھکنے کی حالت میں باقی قرأت تمام کرنا۔ ۲۰۔ کسی ایسے کپڑے کو پہننا جس میں بقدر معافی نجاست ہو۔ ۲۱۔ فرض نمازوں میں قہراً ترتیب قرآنی کے خلاف قرأت کرنا۔ ۲۲۔ نماز کی سنن میں کسی سنت کا ترک کر دینا۔ ۲۳۔ مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ بڑھنا جس سے قرآن مجید کے سننے میں خلل واقع ہو یا امام کی قرأت میں انتشار ہو۔ مگر وہ شرط یہی ہے۔ ۱۔ کوئی کڑا پانڈی سونے پتھر وغیرہ کا منہ میں رکھ لینا بشرطیکہ قرأت میں خلل نہ ہو۔ ۲۔ مردوں کے اپنے بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا۔ ۳۔ گوشہ چشم سے بے ضرورت ادھر ادھر دیکھنا۔ ۴۔ سلام یا سلام کا جواب اشارے سے دینا۔ ۵۔ نماز میں بے عذر چار زانو بیٹھنا۔ ۶۔ جھانچ لینا۔ ۷۔ آنکھوں کا بند کر لینا۔ ۸۔ امام کا محراب میں کھڑا ہونا۔ ۹۔ صرف امام کا کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا۔ ۱۰۔ مقتدیوں کا بے ضرورت کسی مقام پر کھڑے ہونا۔ ۱۱۔ آیتوں یا سورتوں وغیرہ کا انگلیوں پر شمار کرنا۔ ۱۲۔ فرض نمازوں میں ایک ہی سورت کی کچھ آیتیں ایک رکعت میں کچھ دوسری رکعت میں پڑھنا بشرطیکہ درمیان میں دو آیتوں سے کم چھوڑا جائے۔ ۱۳۔ فرض نمازوں میں ایک سورت کا درمیان میں چھوڑ کر دو سورتوں کا ایک ہی رکعت میں پڑھنا۔

نماز میں سہو کا بیان

نماز کے سنن اور مستحبات کے ترک سے نماز میں کچھ خرابی نہیں آتی یعنی صحیح ہو جاتی ہے ہاں جن سنن کے چھوڑ دینے سے نماز میں کراہت تحریمہ آجاتی ہے ان کے ترک سے البتہ نماز کا اعادہ کر لینا چاہئے۔ اس لیے کہ جو نماز کراہت تحریمہ کے ساتھ ادا کی جائے اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔ (دشانی)

نماز کے فرائض میں اگر کوئی چیز سہواً یا عمداً چھوٹ جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کا کوئی تدارک نہیں ہو سکتا۔

نماز کے واجبات میں اگر کوئی چیز عمداً چھوڑ دی جائے تو اس کا بھی تدارک نہیں ہو سکتا اور نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

نماز کے واجبات میں اگر کوئی چیز سہواً چھوٹ جائے تو اس کا تدارک ہو سکتا ہے وہ تدارک یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں التبیات پڑھنے کے بعد داہنی طرف ایک مرتبہ سلام پھیر کر دو سجدے کیے جائیں اور بعد سجدوں کے پھر قعدہ کیا جائے اور التبیات اور دو شریف اور دعا بے ستور معمول پڑھ کر سلام

پھیرا جائے ان سجدوں کو سجدہ سہو کہتے ہیں۔ (رشامی)

سجدہ سہو کر لینے سے وہ خرابی جو ترک واجب کے سبب سے نماز میں آئی تھی رفع ہو جاتی ہے۔ خواہ جس قدر واجب چھوٹ گئے ہوں وہی سجدے کافی ہیں یہاں تک کہ اگر کسی سے نماز کے سبب واجبات چھوٹ گئے ہوں اس کو بھی وہی سجدے کرنا چاہئے دو سے زیادہ سجدہ سہو مشروع نہیں (در مختار)

سجدہ سہو اس شخص پر واجب ہے جس سے کوئی واجب نماز کا چھوٹ گیا ہو اور بعد سجدے کے التعمیات پڑھنا بھی واجب ہے۔ افضل یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سلام پھیرنے کے بعد یہ سجدے کیے جائیں اگر بے سلام پھیرے یا سامنے ہی سلام کہہ کر سجدے کر لیے جائیں تب بھی جائز ہے۔ نماز کے واجبات چونکہ اس سے پہلے بیان ہو چکے ہیں لہذا یہاں اب ہر واجب کے ترک کا ذکر کرنا بیکار ہے ہاں چند واجبات کا بحسب ضرورت ذکر کیا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص سورہ فاتحہ یا دوسری سورت چھوڑ جائے اور اسی رکعت کے رکوع میں یا بعد رکوع کے یاد آجائے تو اس کو چاہیے کہ کھڑا ہو جائے اور چھوٹی ہوئی سورت کو پڑھ لے اور پھر رکوع کرے اور سجدہ سہو کرے اس لیے کہ رکوع کے ادا کرنے میں تاخیر ہو گئی اور اگر سورہ فاتحہ وغیرہ چھوٹ جائے اور دوسری رکعت میں یاد آئے تو اگر دوسری سورت چھوٹی ہے تو اس کو پڑھ لے اور سورہ فاتحہ چھوٹی ہو تو اس کو نہ پڑھے ورنہ ایک رکعت میں دو سورہ فاتحہ ہو جائیں گی اور تکرار سورہ فاتحہ کی مشروع نہیں اس صورت میں بھی سجدہ سہو کرنا چاہئے۔

اگر کوئی شخص سورہ فاتحہ سے پہلے دوسری سورت پڑھ جائے اور اسی وقت اس وقت اس کو خیال آجائے تو چاہئے کہ سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد پھر سورت پڑھے اور سجدہ سہو کرے اس لیے کہ دوسری سورت کا سورہ فاتحہ کے بعد پڑھنا واجب ہے اور یہاں اس کے خلاف ہوا۔ اگر کوئی شخص سورہ فاتحہ دو مرتبہ پڑھ جائے تو اس کو بھی سجدہ سہو کرنا چاہئے اس لیے کہ سورہ فاتحہ ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد دوسری سورت کا ملنا واجب ہے۔

اگر آہستہ آواز کی نماز میں کوئی شخص بلند آواز سے قرأت کر جائے یا بلند آواز کی نماز میں آہستہ آواز سے قرأت کرے تو اس کو سجدہ سہو کرنا چاہئے۔ ہاں اگر آواز کی نماز میں بہت تھوڑی قرأت بلند آواز سے کی جائے جو نماز صحیح ہونے کے لیے کافی نہ ہو مثلاً دو تین لفظ بلند آواز سے نکل جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اگر کوئی شخص حالت قیام میں التعمیات پڑھ جائے تو اگر پہلی رکعت ہو اور سورہ فاتحہ سے پہلے پڑھے تو کچھ حرج نہیں اس لیے کہ تحریر اور سورہ فاتحہ کے درمیان میں کوئی ایسی چیز پڑھنا چاہئے جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہو اور التعمیات بھی اسی قسم سے ہے اور اگر قرأت کے بعد پڑھے یا دوسری رکعت میں پڑھے خواہ قرأت سے پہلے یا قرأت کے بعد اس کو سجدہ سہو کرنا چاہئے اس لیے کہ قرأت کے بعد فوراً رکوع کرنا واجب ہے اور دوسری رکعت کی ابتداء بھی قرأت سے کرنا واجب ہے۔

اگر کوئی شخص قومہ بھول جائے یا سجدوں کے درمیان میں مجلس نہ کرے تو اس کو بھی سجدہ سہو کرنا چاہئے۔

اگر کوئی شخص کسی رکعت میں ایک ہی سجدہ کرے دوسرا سجدہ بھول جائے اور دوسری رکعت میں یا دوسری رکعت کے بعد یا قعدہ اخیرہ میں قبل التعمیات پڑھنے کے یا آجائے تو اس سجدے کو ادا کرے اور سجدہ سہو کرے اور اگر قعدہ اخیرہ میں بعد التعمیات کے یا دکرے تو اس سجدے کو ادا کرے پھر التعمیات پڑھے اور سجدہ سہو کرے۔

اگر کوئی شخص کسی رکعت میں پہلے سجدہ کرے رکوع نہ کرے اور دوسری رکعت سے پہلے اس کو یاد آجائے تو اس کو چاہئے کہ رکوع کرے اور پھر سجدہ کرے اس کے بعد دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو اور سجدہ سہو کرے اور اگر دوسری رکعت سے پہلے نہ یاد آئے بلکہ دوسری رکعت میں تو دوسری رکعت کا رکوع پہلی رکعت کا رکوع سمجھا جائے گا اور یہ دوسری رکعت کا عدم ہو جائے گی اس کے عوض میں اور رکعت اس کو پڑھنا ہوگی۔ اس صورت میں بھی سجدہ سہو کرنا ہوگا۔

اگر کوئی شخص قعدہ اولیٰ بھول جائے تو اگر پورا کھڑا ہو چکا ہو تو پھر نہ بیٹھے اور سجدہ سہو کرے اور اگر پورا نہ کھڑا ہوا ہو بلکہ سجدے سے قریب ہو یعنی گھٹنوں سے ادچا نہ ہوا ہو تو بیٹھ جائے اور اس صورت میں سجدہ سہو کی ضرورت نہیں۔

اور اگر کوئی شخص قعدہ اخیرہ بھول کر کھڑا ہو جائے اور قبل سجدہ کرنے کے اس کو یاد آجائے تو اس کو چاہئے کہ بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کرے اور اگر سجدہ کر چکا ہو تو پھر نہیں بیٹھ سکتا بلکہ اس کی یہ ناز اگر فرض کی نیت سے پڑھنا تھا تو نقل ہو جائے گی اور اس کو اختیار ہے کہ اس رکعت کے ساتھ دوسری رکعت اور ملا رہے تاکہ یہ رکعت ہی ضائع نہ ہو اور دوسری رکعتیں یہ بھی نقل ہو جائیں۔ اگر عصر اور فجر کے فرض میں یہ واقعہ پیش آئے تب بھی دوسری رکعت ملا سکتا ہے اس لیے کہ عصر اور فجر کے فرض کے بعد نقل مکروہ ہے اور یہ رکعتیں فرض نہیں رہیں بلکہ نقل ہو گئی ہیں پس گویا فرض سے پہلے نقل پڑھی گئی اور اس میں کچھ کراہت

نہیں مغرب کے فرض میں صرف یہی رکعت کافی ہے دوسری رکعت نہ ملائے ورنہ پانچ رکعت ہو جائیں گی اور نفل میں طاق رکعتیں منقولی نہیں اور اس صورت میں سجدہ سہو کی ضرورت نہ ہوگی۔

(در مختار۔ در المختار وغیرہ)

اگر کوئی شخص قعدہ اخیرہ میں بعد اس قدر بیٹھنے کے جس میں التیحات پڑھی جاسکے کھڑا ہو جائے تو اگر سجدہ نہ کر چکا ہو تو بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کرے اس لیے کہ سلام کے ادا کرنے میں جو واجب تھا تاخیر ہو گئی اور اگر سجدہ کر چکا ہو تو اس کو چاہئے کہ ایک رکعت اور ملاوے تاکہ یہ رکعت ضائع نہ ہو اور اگر رکعت نہ ملائے بلکہ اسی رکعت کے بعد سلام پھیر دے تب بھی جائز ہے مگر ملاوینا بہتر ہے۔ اس صورت میں اس کی وہ رکعتیں اگر فرض کی نیت کی تھی تو فرض ہی رہیں گی نقل نہ ہو جائیں گی عصر اور فجر کے فرض میں بھی دوسری رکعت ملا سکتا ہے اس لیے کہ بعد عصر اور فجر کے فرض کے قصداً نقل پڑھنا مکروہ ہے اگر سہواً پڑھا لی جائے تو کچھ گراہت نہیں اس صورت میں فرض کے بعد جو دو رکعتیں پڑھی گئی ہیں یہاں موکذہ سنتوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں جو فرض کے بعد ظہر مغرب عشا کے وقت مسنون ہیں کیونکہ ان سنتوں کا نسی تحریم سے ادا کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ (در مختار۔ در المختار)

اگر کوئی شخص نماز میں ایسا نفل کرے جو تاخیر فرض یا واجب کا سبب ہو جائے تو اس کو سجدہ سہو کرنا چاہئے۔

مثال - ۱۔ سورہ فاتحہ کے بعد کوئی شخص اس قدر سکوت کرے جس میں کوئی رکن ادا ہو سکے - ۲۔ کوئی شخص قرات کے بعد اتنی ہی دیر تک سکوت کیے ہوئے کھڑا رہے - ۳۔ کوئی شخص قعدہ اولیٰ میں بعد التیحات کے اتنی ہی دیر تک چپ بیٹھا رہے یا وہ وثریف پڑھے یا کوئی دعا مانگے ان سب صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہوگا۔

اگر کسی شخص سے سہو ہو گیا ہو اور سجدہ سہو کرنا اس کو یاد نہ رہے یہاں تک کہ تمام ختم کرنے کی غرض سے سلام پھیر دے اس کے بعد اس کو سجدہ سہو کا خیال آئے تو اسے سجدہ سہو کر سکتا ہے تا وقتیکہ تجلے سے نہ پھرے یا کلام نہ کرے۔

اگر کسی نے ظہر کی فرض میں دو ہی رکعت کے بعد یہ سمجھ کر کہ میں چاروں رکعتیں پڑھ چکا ہوں سلام پھیر دیا اور بعد سلام کے خیال آیا تو اس کو چاہئے کہ دو رکعتیں اور پڑھ کر نماز تمام کر دے اور سجدہ سہو کرے۔

اگر کسی کو نماز میں شک ہو جائے کہ کتنی رکعتیں پڑھ چکا ہے تو اگر اس کی عادت شک کرنے کی

نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ پھر تھے سرے سے نماز بڑھے اور اگر اس کو شک ہو کر تا ہو تو اپنے غالب گمان پر عمل کرے یعنی جے رکعتیں اس کو غالب گمان سے یاد پڑیں اسی قدر رکعتیں سمجھے کہ پڑھ چکا ہے اور اگر غالب گمان کسی طرف نہ ہو تو کسی کی جانب کو اختیار کرے مثلاً کسی کو ظہر کی نماز میں شک ہو کہ تین رکعت پڑھ چکا ہے یا چار اور غالب گمان کسی طرف نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ تین رکعتیں شمار کرے اور ایک رکعت اور پڑھ کر نماز پوری کرے اور ان سب صورتوں میں اسی کو سجدہ سہو کرنا چاہئے۔

اگر کسی شخص کو کسی رکعت کے بعد یہ شبہ ہو کہ اس کے بعد قعدہ کرنا چاہئے خواہ قعدہ اولیٰ کا شبہ ہو یا قعدہ اخیرہ کا تو اس کو چاہئے کہ وہاں قعدہ کر دے اور سجدہ سہو کرے۔

قضا نمازوں کا بیان

بے عذر نماز کا قضا کرنا گناہ کبیرہ ہے جو بے صدق دل سے توبہ کیے ہوئے معاف نہیں ہوتا۔ حج کرنے سے بھی گناہ کبیرہ معاف ہوتے ہیں اور اگر ہم الرافعیین کو اختیار ہے کہ بے کسی وسیلہ اور سبب کے معاف کر دے۔

اگر چند لوگوں کی نماز کسی وقت کی قضا ہو گئی ہو تو ان کو چاہئے کہ اس نماز کو جماعت سے ادا کریں اگر بلند آواز کی نماز ہو تو بلند آواز سے قرأت کی جائے اور آہستہ آواز کی ہو تو آہستہ آواز سے۔ قضا نماز کا بالاعلان ادا کرنا گناہ ہے اس لیے کہ نماز کا قضا ہونا گناہ ہے اور گناہ کا ظاہر کرنا گناہ سے نماز قضا کے پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو ادا نماز کا ہے قضا نماز میں یہ بھی نیت کرنا چاہئے کہ میں فلاں نماز کی قضا پڑھتا ہوں اور اگر نیت کرے تب بھی جائز ہے اس لیے کہ قضا بہ نیت ادا اور ادا بہ نیت قضا درست ہے۔

فرض نمازوں کی قضا بھی فرض اور واجب کی قضا واجب ہے۔ وتر کی قضا واجب ہے اور اسی طرح نذر کے نماز کی ادا اس نفل کی جو شروع کر کے فاسد کر دی گئی ہو اس لیے کہ نفل بعد شروع کرنے کے واجب ہو جاتی ہے۔ سنن مؤکدہ وغیرہ یا اور کسی نفل کی قضا نہیں ہو سکتی بلکہ جو نماز ان کی قضا کی غرض سے پڑھی جائے گی وہ مستقل نماز علیحدہ سمجھی جائے گی اس کی قضا نہ ہوگی ہاں فجر کی سنتوں کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر فرض کے ساتھ قضا ہو جائیں اور فرض کی قضا قبل زوال کے پڑھی جائے تو وہ سنتیں بھی پڑھی جائیں اور اگر زوال کے بعد پڑھی جائے تو نہیں اور اگر صرف سنتیں قضا ہوئیں ہوں تو بعد طلوع آفتاب

کے زوال سے پہلے پڑھ لی جائیں۔ اور ظہر کی سنتوں کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر وہ جائیں تو وقت کے اندر قبل ان دو سنتوں کے جو فرض کے بعد میں پڑھ لی جائیں وقت کے بعد نہیں پڑھی جاسکتیں خواہ فرض کے ساتھ وہ جائیں یا نہما۔

وقتی نماز اور قضا نماز میں اور ایسا ہی قضا نمازوں میں باہم ترتیب ضروری ہے بشرطیکہ وہ قضا فرض نماز ہو یا وتر کی مثلاً کسی کی ظہر کی نماز قضا ہو گئی ہو تو ظہر کی قضا اور عصر کی وقتی نماز میں اس کو ترتیب کی رعایت ضروری ہے جیسا کہ پہلے ظہر کی قضا نہ پڑھے گا عصر کا فرض نہیں پڑھ سکتا اور اگر پڑھے گا تو وہ نفل ہو جائے گی اور اگر کسی نے وتر نہ پڑھی ہو تو وہ فجر کا فرض ہے و تراویح کے لیے نہیں پڑھ سکتا اسی طرح اگر کسی کے ذمہ فجر اور ظہر کی قضا ہو تو ان دونوں کے آپس میں بھی ترتیب ضروری ہے یعنی جب تک پہلے فجر کی قضا نہ پڑھے گا ظہر کی قضا نہیں پڑھ سکتا اور اگر پڑھے گا تو وہ نفل ہو جائے گی اور ظہر کی قضا بدستور اس کے ذمہ باقی رہے گی۔ ہاں اگر بعد اس قضا کے پانچ نمازیں اسی طرح پڑھ لی جائیں تو پھر یہ پانچوں صحیح ہو جائیں گی یعنی نفل نہ ہوں گی فرض رہیں گی۔ چنانچہ آگے بیان ہو گا ترتیب ان تین صورتوں میں ساقط ہو جاتی ہے۔

پہلی صورت۔ نسیان۔ یعنی قضا نماز کا یاد نہ رہنا اگر کسی کے ذمہ قضا نماز ہو اور اس کو وقتی نماز پڑھتے وقت اس کے ادا کرنے کا خیال نہ رہے تو اس پر ترتیب واجب نہیں اور اس کی وقتی نماز جس کو ادا کر رہا ہے صحیح ہو جائے گی اس لیے کہ قضا نماز پڑھنے کا حکم یاد کرنے پر مشروط ہے۔ اگر کسی شخص کی کچھ نمازیں مختلف ایام میں قضا ہوں مثلاً ظہر کسی دن کی اور عصر کسی دن کی اور اس کو یہ نہ یاد ہے کہ پہلے کون قضا ہونی چاہتی تو اس صورت میں ان کی آپس کی ترتیب ساقط ہو جائے گی جس کو چاہے پہلے ادا کرے چاہے پہلے ظہر کی قضا پڑھے یا عصر کی یا مغرب کی۔ (شامی)

اگر نماز شروع کرتے وقت قضا نماز کا خیال نہ تھا بعد شروع کرنے کے خیال آیا تو اگر قبل قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کے یا بعد التحیات پڑھنے کے مگر قبل سلام کے یہ خیال آجائے تو وہ نماز اس کی نفل ہو جائے گی اور فرض اس کو پھر پڑھنا ہوگا۔ (شامی)

اگر کسی شخص کو وجوب ترتیب کا علم نہ ہو یعنی یہ نہ جانتا ہو کہ پہلے قضا نمازوں کو بغیر پڑھے ہوئے وقتی نمازوں کو نہ پڑھنا چاہئے تو اس کا یہ جہل بھی نسیان کے حکم میں رکھا جائے گا اور ترتیب اس سے ساقط ہو جائے گی۔ (رد المحتار)

دوسری صورت۔ وقت کا ننگ ہو جانا۔ اگر کسی کے ذمہ کوئی قضا نماز ہو اور وقتی نماز

ایسے تنگ وقت پڑھے جس میں صرف ایک نماز کی گنجائش ہو خواہ اس وقت کو پڑھنے یا اس قضا کو تو اس صورت میں ترتیب ساقط ہو جائے گی اور بغیر اس قضا کے پڑھے ہوئے وقتی نماز کا پڑھنا اس شخص کے لیے درست ہوگا۔ عصر کی نماز میں وقت مستحب کا اعتبار کیا گیا ہے یعنی اگر مستحب وقت میں صرف اسی قدر گنجائش ہو کہ صرف عصر کا فرض پڑھا جاسکتا ہو اس سے زیادہ کی گنجائش نہ ہو تو ترتیب ساقط ہو جائے گی اگرچہ اصل وقت میں گنجائش ہو اس لیے کہ بعد آفتاب زرد ہو جانے کے نماز مکروہ ہے۔

(شامی)

اگر کسی کے ذمہ کئی نمازوں کی قضا ہو اور وقت میں سب کی گنجائش نہ ہو بعض کی گنجائش ہو تب بھی صحیح یہ ہے کہ ترتیب ساقط ہو جائے گی اور اس پر یہ ضروری نہ ہوگا کہ جس قدر قضا نمازوں کی گنجائش وقت میں ہو پہلے ان کو ادا کرے اس کے بعد وقتی نماز پڑھے مثلاً کسی کی عشاء کی نماز قضا ہوئی تھی اور فجر کو ایسے تنگ وقت میں اٹھا کہ صرف پانچ رکعت کی گنجائش ہو تو اس پر یہ ضروری نہیں کہ پہلے وتر پڑھے تب صبح کی نماز پڑھے بلکہ بے وتر ادا کیے ہوئے بھی اگر صبح کے فرض پڑھے گا تو درست ہے۔

تیسری صورت - قضا نمازوں کا پانچ سے زیادہ ہو جانا۔ وتر کا حساب ان پانچ میں نہیں ہے اگر وہ بھی لالی جائے تو یوں کہیں گے کہ چھ سے زیادہ ہو یا یہ قضا نمازیں خواہ حقیقتہً قضا ہوں جیسے وہ نمازیں جو اپنے وقت میں نہ پڑھی جائیں یا حکماً قضا ہوں جیسے وہ نمازیں جو کسی قضا نماز کے بعد باوجود ترتیب واجب ہونے کے بے اس کے ادا کیے ہوئے پڑھ لی جائیں مثلاً کسی سے فجر کی نماز قضا ہوئی ہو اور وہ ظہر کی نماز بے اس کے ادا کیے ہوئے باوجود زیاد ہونے کے اور وقت میں گنجائش کے پڑھے تو یہ ظہر کی نماز حکماً قضا میں شمار ہوگی اس کے بعد عصر کی نماز بھی حکماً قضا میں سمجھی جائے گی اگر بے ادا کیے ہوئے ان دونوں نمازوں کے باوجود زیاد ہونے کے اور وقت میں گنجائش کے پڑھے اسی طرح مغرب اور عشاء کی بھی پھر صبح دوسرے دن کی فجر پڑھے گا تو چونکہ اس سے پہلے قضا نمازیں پانچ ہو چکی تھیں ایک حقیقتہً اور چار حکماً لہذا اب اس کے اوپر ترتیب واجب نہ تھی اور یہ فجر کی نماز اس کی صحیح ہوگی۔

پانچ نمازوں تک ترتیب باقی رہتی ہے اگرچہ وہ مختلف اوقات میں قضا ہوئی ہوں اور زمانہ بھی بہت گزر چکا ہو مثلاً کسی کی کوئی قضا نماز ہوئی تھی اور وہ اس کو یاد نہ رہی چند روز کے بعد پھر اس کی کوئی نماز قضا ہو گئی اور اس کا بھی خیال اس کو نہ رہا پھر چند روز کے بعد اس کی کوئی نماز قضا ہوئی اور اس کا بھی خیال نہ رہا پھر چند روز کے بعد اور کوئی نماز قضا ہوئی اور وہ بھی اس کو یاد نہ رہی تو اب یہ پانچ نمازیں ہوئیں اب تک ان میں

ترتیب واجب ہے یعنی ان کے باوجود ہوتے ہوئے باوجود وقت میں گنجائش کے وقتی فرض اگر پڑھے گا تو وہ صحیح نہ ہوگی اور نفل ہو جائے گی۔ (رد مختار۔ رد المحتار)

ترتیب ساقط ہو جانے کے بعد پھر عورتیں کرتی مثلاً کسی کی قضا نمازیں پانچ سے زیادہ ہو جائیں اور اس سبب سے اس کی ترتیب ساقط ہو جائے بعد اس کے وہ اپنی قضا نمازوں کو ادا کرنا شروع کرے یہاں تک کہ ادا کرتے کرتے پانچ رہ جائیں تو اب وہ صاحب ترتیب نہ ہوگا اور بغیر ان کے ادا کیے ہوئے باوجود زیاد ہونے کے اور وقت میں گنجائش کے جو فرض نماز پڑھے گا وہ صحیح ہوگی۔

اگر کسی کی کوئی نماز قضا ہوگئی ہو اور اس کے بعد اس نے پانچ نمازیں اور پڑھ لی ہوں اور اس قضا نماز کو باوجود زیاد ہونے کے اور وقت میں گنجائش کے نہ پڑھا ہو تو پانچوں نماز کا وقت گزر جانے کے بعد یہ پانچوں نمازیں اس کی صحیح ہو جائیں گی یعنی فرض رہیں گی اس لیے کہ یہ پانچوں نمازیں سکھائی قضا ہیں اور وہ ایک حقیقتاً قضا سبب علی کہ پانچ سے زیادہ ہو گئیں لہذا ان میں ترتیب ساقط ہوگئی اور ان کا ادا کرنا خلاف ترتیب درست ہو گیا۔

اگر کسی کی نمازیں حالت سفر میں قضا ہوئی ہوں اور اقامت کی حالت میں ان کو ادا کرے تو قصر کے ساتھ قضا کرنا چاہیے یعنی چار رکعت والی نماز کی دو رکعت اسی طرح حالت اقامت میں جو نمازیں قضا ہوئی تھیں ان کی قضا حالت سفر میں پڑھے تو پوری چار رکعتیں پڑھے قصر نہ کرے۔

(رد مختار وغیرہ)

نفلی نمازیں شروع کر دینے کے بعد واجب ہو جاتی ہیں اگرچہ وہ کسی وقت مکروہ میں شروع کی جائیں یعنی ان کا تمام کرنا ضروری ہے اور اگر کسی قسم کا فساد یا کراہت تحریمہ اس میں آجائے تو ان کی قضا پڑھنا واجب ہو جاتی ہے بشرطیکہ وہ نفل قضا شروع کی جائے اور شروع کرنا اس کا صحیح ہو اگر قضا شروع کی جائے مثلاً کوئی شخص یہ خیالی کرے کہ میں نے ابھی فرض نماز نہیں پڑھی فرض کی نیت سے نماز شروع کرے بعد اس کے اس کو یاد آجائے کہ میں فرض پڑھ چکا تھا تو یہ نماز اس کی نفل ہو جائے گی اس کا تمام کرنا اس پر ضروری نہ ہوگا اور اگر اس میں فساد وغیرہ آجائے گا تو اس کی قضا بھی اس کو نہ پڑھنا پڑے گی اسی طرح اگر کوئی قعدہ اخیرہ میں سہواً گھڑا ہو جائے اور دو رکعتیں پڑھ لے تو یہ دو رکعتیں اس کی نفل ہو جائیں گی اور چونکہ قضا نہیں شروع کی گئیں اس لیے ان کا تمام کرنا اس پر ضروری نہیں نہ فاسد ہو جانے کی صورت میں اس کی قضا ضروری ہے۔ اور اگر شروع کرنا صحیح نہ ہو تب بھی اس کا تمام کرنا اور فاسد ہو جانے کی صورت میں اس کی قضا نہ کرنا ہوگی مثلاً کوئی مرد کسی

عورت کی اتنا ہی نفل نماز شروع کرے تو یہ شروع کرنا ہی اس کا صحیح نہ ہوگا۔

اگر نفل نماز شروع کر دینے کے بعد فاسد کر دی جائے تو صرف دو رکعتوں کی قضا واجب ہوگی اگرچہ نیت دو رکعت سے زیادہ کی ہو اس لیے کہ نفل کا ہر شفع یعنی ہر دو رکعتیں علیحدہ نماز کا حکم رکھتی ہیں۔ اگر کوئی شخص چار رکعت نفل کی نیت کرے اور اس کے دونوں شفع میں قرأت نہ کرے یا پہلے شفع میں قرأت نہ کرے یا دوسرے میں نہ کرے یا صرف پہلے شفع کی ایک رکعت میں نہ کرے یا صرف دوسرے شفع کی ایک رکعت میں نہ کرے یا پہلے شفع کی دونوں رکعتوں میں اور دوسرے شفع کی ایک رکعت میں نہ کرے تو ان سبببہ صورتوں میں دو ہی رکعت کی قضا اس کے ذمہ لازم ہوگی۔ پہلی دوسری صورت میں صرف پہلے شفع کی اس لیے کہ پہلے شفع کی دونوں رکعتوں میں قرأت نہ کرنے کے سبب سے اس کی تحریر فاسد ہوگئی اور دوسرے شفع کی بنا اس پر صحیح نہ ہوگی تو یہاں سے شروع ہی نہیں کیا گیا ہے اس کی قضا بھی لازم نہ ہوگی۔ عیسوی صورت میں صرف دوسرے شفع کی اس سبب سے کہ پہلے شفع میں کچھ فساد نہیں آیا فساد صرف دوسرے شفع میں آیا ہے۔ چوتھی صورت میں صرف پہلے شفع کی اس لیے کہ فساد صرف اس میں آیا ہے دوسرا شفع بالکل صحیح ہے۔ پہلی صورت میں صرف دوسرے شفع کی اس لیے کہ فساد صرف اس میں آیا ہے پہلا شفع بالکل صحیح ہے۔ چوتھی صورت میں صرف پہلے شفع کی اس لیے کہ پہلے شفع کی دونوں رکعتوں میں قرأت نہ کرنے کے سبب سے اس کی تحریر فاسد ہو جائے گی اور دوسرے شفع کی بنا اس پر صحیح نہ ہوگی لہذا اس کی قضا اس کے ذمہ لازم نہ ہوگی۔ اگر کوئی شخص چار رکعت نفل کی نیت کرے اور ہر شفع کی ایک ایک رکعت میں قرأت کرے ایک ایک میں نہ کرے یا پہلے شفع کی ایک اور دوسرے کی دونوں صورتوں میں چار رکعت کی قضا پڑھنا ہوگی اس لیے کہ ان دونوں صورتوں میں پہلے شفع کی تحریر فاسد نہیں ہوئی لہذا دوسرے شفع کی بنا اس پر صحیح ہوگی اور فساد دونوں شفعوں میں آیا ہے۔

عیض و نفاس کی حالت میں جو نمازیں نہ پڑھی جائیں وہ معاف ہیں ان کی قضا نہ کرنی چاہئے۔ ہاں اگر عیض و نفاس سے کسی ایسے وقت میں فراغت حاصل ہو جائے کہ اس میں تحریر کی بھی گنجائش ہو تو اس وقت کے نماز کی قضا اس کو پڑھنا ہوگی۔ اور اگر وقت میں زیادہ گنجائش ہو تو اسی وقت اس نماز کو پڑھے اگرچہ پڑھ چکی ہو اس لیے کہ اس سے پہلے اس پر نماز فرض نہ تھی اب فرض ہوئی ہے اس سے پہلے پڑھنے کا کچھ اعتبار نہیں یعنی فرض نہیں ساقط ہو سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی نابالغ ایسے وقت میں بارغ ہو تو اس کو بھی اس وقت کے نماز کی قضا پڑھنا ہوگی اس مسئلے کی تفصیل عیض کے بیان

میں ہو چکی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی لڑکا عشا کی نماز پڑھ کر سوئے اور بعد طلوع فجر کے بیدار ہو کر منی کھا لے
دیکھے جس سے معلوم ہو کہ اس کو اصل صوم ہو گیا ہے تو اس کو چاہئے کہ عشا کی نماز کا پورا عبادہ کرے۔

(فتاویٰ قاضی خاں)

اگر کسی عورت کو آخر وقت میں حیض یا نفاس آجائے اور ابھی تک اس نے نماز نہ پڑھی ہو تو اس
وقت کی نماز اس سے معاف ہے اس کی قضا اس کو نہ کرنا ہوگی۔ (شرح وقایہ وغیرہ)

اگر کسی کو جنون یا بیہوشی طاری ہو جائے اور چھ نمازوں کے وقت تک رہے تو اس کے ذمہ ان
نمازوں کی قضا نہیں وہ نمازیں معاف ہیں ہاں اگر پانچ نمازوں تک بیہوشی رہے اور چھٹی نماز میں اس کو جوش
آجائے تو ان نمازوں کی قضا اس کو کرنا ہوگی۔

جو کافر و اہل حرب میں اسلام لائے اور مسائل نہ جانتے کے سبب سے نماز نہ پڑھتے تو چھتے دن
وہاں رہنے کے سبب سے اس کی نمازیں گئی ہوں ان نمازوں کی قضا اس کے ذمہ ہے۔ (درمختار وغیرہ)
اگر کسی کی بہت نمازیں قضا ہو چکی ہوں اور ان کو ادا کرنا چاہے تو قضا کے وقت ان کی قیامیں
فردی ہے اس طرح کہ میں اس فجر کی قضا پڑھتا ہوں کہ جو سب کے اخیر میں مجھ سے قضا ہوئی ہے پھر
اس کے بعد یہ نیت کرے کہ میں اس فجر کی قضا پڑھتا ہوں جو اس سے پہلے مجھ سے قضا ہوئی تھی اس
طرح ظہر عصر وغیرہ کی نمازیں بھی قیامیں کرے۔

اگر کسی شخص کی کچھ نمازیں حالت مرض میں فوت ہوئی ہوں اور وہ ان کے ادا کرنے پر قادر تھا
مگر چہ اشارے ہی سے وہی تو اس کو چاہئے کہ مرتے وقت اپنے وارثوں سے وصیت کر جائے کہ میرے
مال میں سے ہر نماز کے عوض میں صدقہ دے دینا اور اس کے وارث اس کے مال کی تمامی سے ہر نماز
کے عوض میں سوا سیرگیوں یا ڈھائی سیر جو یا ان کی قیمت عتاجوں کو دے دیں انشاء اللہ تعالیٰ ان
نمازوں کی قضا اس میت کے ذمہ سے اتر جائے گی۔

نماز کا شروع کر کے قطع کر دینا بے کسی قدر کے حرام ہے خواہ فرض نماز ہو یا واجب یا
فل اور اگر مالی کے خوف سے قطع کر دی جائے خواہ اپنا مال ہو یا کسی دوسرے مسلمان بھائی کا تو جائز
ہے مثلاً کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور کسی شخص کو دیکھے کہ اس کا یا کسی دوسرے کا مال چرائے یا لے جاتا ہے،
اگر نماز کی تکمیل کے لیے قطع کرے تو مستحب ہے مثلاً کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور جماعت
یا شریک ہونے کی غرض سے جو نماز کی تکمیل کا ذریعہ ہے اس فرض کو توڑ دے اور اپنی یا کسی دوسرے
بھائی یا چھانے کے لیے قطع کرنا فرض ہے۔

اگر کوئی شخص کسی کو نماز کی حالت میں فریاد دے کے پیچھے بلائے تو ایسی حالت میں بھی توڑ دینا فرض ہے اگرچہ یہ نہ معلوم ہو کہ اس پر کون مصیبت آئی ہے یا معلوم ہو اور جانا ہو کہ میں اس کی مدد کر سکوں گا۔

اگر کسی کو نماز پڑھنے کی حالت میں اس کے ماں باپ پکاریں تو اگر فرض نماز ہو تو نہ توڑے اور نقل ہو اور وہ جانتے ہوں کہ نماز میں ہے تو بھی نہ توڑنا بہتر ہے اور توڑ دے تو کچھ مصلحت نہیں اور اگر وہ لوگ نہ جانتے ہوں کہ نماز میں ہے تو توڑ دے اس خیال سے کہ وہ ناخوش نہ ہو جائیں۔ (شامی وغیرہ)

مرض اور معذور کی نماز

اگر کوئی شخص کسی مرض کی وجہ سے نماز کے ارکان ادا کرنے پر پورے طور سے قادر نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنی طاقت اور قدرت کے موافق ارکان نماز کو ادا کرے۔

اگر قیام پر قدرت نہ ہو کہ اگر کھڑا ہو تو گر پڑے یا کسی مرض کے پیدا ہو جانے یا بڑھ جانے کا خوف ہو یا کھڑے ہونے سے بدن میں کہیں سخت درد ہونے لگتا ہو تو اس پر قیام فرض نہیں اس کو چاہئے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع مسجد سے سر کے اشارے سے کرے اگر مسنون طریقہ سے بیٹھ سکتا ہو یعنی جس طریقہ سے التیامات پڑھنے کے لیے حالت صحت میں بیٹھنا چاہئے تو اسی طرح بیٹھے ورنہ جس طریقہ سے بیٹھنے میں اس کو آسانی ہو اسی طرح بیٹھے۔ اور اگر تھوڑی دیر کھڑا ہو سکتا ہو تو اس کو چاہئے کہ نماز کھڑے ہو کر شروع کرے اور جتنی دیر تک کھڑا ہو جائے کھڑا رہے پھر اس کے بیٹھ جائے حتیٰ کہ اگر صرف بقدر تکبیر تحریمہ کے کھڑے ہونے کی قوت ہو تب بھی اس کو چاہئے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے بعد اس کے بیٹھ جائے اگر نہ کھڑا ہو گا تو نماز نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی چیز کے سہارے سے خواہ لکڑی کے یا تکیہ کے یا کسی آدمی کے کھڑا ہو سکتا ہو تب بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا چاہئے۔ (در مختار۔ رد المحتار وغیرہ)

اگر کسی شخص کے پاس کپڑا اس قدر ہو کہ کھڑا ہونے کی حالت میں اس کا جسم عورت نہ چھپ سکتا ہو یا بیٹھنے کی حالت میں چھپ جاتا ہو تو اس صورت میں بھی کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھنا چاہئے اسی طرح اگر کوئی کمزور آدمی کھڑے ہونے سے ایسا بے طاقت یا تنفس میں مبتلا ہو جاتا ہو کہ قرأت نہ کر سکے تو اس کو بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا چاہئے۔ (در مختار۔ شامی وغیرہ)

اگر رکوع اور سجدے یا عرضہ سجدے پر قدرت نہ ہو تو اس کو چٹھے سے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے اگرچہ کھڑے ہونے کی قوت ہو اور رکوع اور سجدے سر کے اشارے سے کرے سجدے کے لیے رکوع کی بہ نسبت زیادہ سر جھکا دے۔ کسی چیز کا پیشانی کے برابر اٹھا کر اس پر سجدہ کرنا کہ وہ تحریمی ہے ہاں اگر کوئی اونچی چیز پیشانی کے برابر رکھ دی جائے اور اس پر سجدہ کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اگر کوئی عریض بیٹھنے سے بھی معذور ہو یعنی نہ اپنی قوت سے بیٹھ سکتا ہو نہ کسی کے سہارے سے تو اس کو چاہئے کہ لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے۔ لیٹنے کی حالت میں بہتر یہ ہے کہ چپٹ لیٹے پر قبلے کی طرف ہوں اور سر کے نیچے کوئی ٹیکہ وغیرہ رکھ لے تاکہ منہ قبلے کے سامنے ہو جائے اور اگر پہلو پر لیٹے خواہ واہنے پر یا بائیں پہلو پر تب بھی درست ہے بشرطیکہ منہ قبلے کی طرف ہو اور سر سے رکوع سجدے کا اشارہ کرنا چاہئے سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارے سے جھکا ہوا ہو۔ آنکھ یا ابرو وغیرہ کے اشارے سے سجدہ کرنا کافی نہیں۔ (در مختار وغیرہ)

اگر کوئی عورت دروزہ میں مبتلا ہو مگر ہوش حواس قائم ہوں تو اس کو چاہئے کہ بہت جلد نماز پڑھ لے تاخیر نہ کرے مبادا نفاس میں مبتلا ہو جائے اور نماز قضا ہو جائے ہاں اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں یہ خوف ہو کہ اگر اسی حالت میں بچہ پیدا ہو جائے گا تو اس کو صدر پہنچے گا تو بیٹھ کر پڑھے۔ اسی طرح اگر کسی عورت کے خاص حصے سے نیچے کا کچھ حصہ نصف سے کم باہر آ گیا ہو مگر ابھی تک نفاس نہ ہو تو اس کو بھی نماز میں تاخیر کرنا جائز نہیں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھے اور زمین میں کوئی گھڑا کھود کر دعویٰ وغیرہ بچھا کر نیچے کا سر اس میں رکھ دے یہ بھی نہ ممکن ہو تو اشاروں سے نماز پڑھے۔

(خزانة الروایات وغیرہ)

اگر کوئی عریض سر سے اشارہ بھی نہ کر سکتا ہو تو اس کو چاہئے کہ نماز اس وقت نہ پڑھے بعد صحت کے اس کی قضا پڑھ لے پھر اگر یہی حالت اس کی پانچ نمازوں سے زیادہ تک رہے تو اس پر ان نمازوں کی قضا بھی نہیں جیسا کہ فقہاء کے بیان میں گزر چکا۔

اگر کسی عریض کو رکعتوں کا شمار یا نہ رہتا ہو تو اس پر بھی اس وقت کی نماز کا ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ بعد صحت کے ان کی قضا پڑھ لے ہاں اگر کوئی شخص اس کو بتلا یا جائے اور وہ پڑھے تو جائز ہے یہی حکم ہے اس شخص کا جو زیادہ بڑھا پے کے سبب سے مجبوراً لعقل ہو گیا ہو یعنی دوسرے شخص کے بتلانے سے اس کی نماز درست ہو جائے گی اور اگر کوئی بتلانے والا نہ ملے تو وہ اپنے غالب راستے پر عمل کرے۔

(رفع المظنی)

اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کی حالت میں بیمار ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ باقی نماز جس طرح پڑھ سکتا ہو تمام کرے مثلاً اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا تھا اور اب کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی تو بیٹھ کر پڑھے رکوع سجدے سے بھی معذور ہو گیا ہو تو اشارے سے رکوع سجدہ کرے بیٹھنے سے بھی معذور ہو گیا ہو تو لیٹ کر۔

اگر کوئی معذور حالت نماز میں قادر ہو جائے تو اگر صرف قیام سے معذور تھا اور بیٹھ کر رکوع سجدہ کرتا تھا اور اب کھڑے ہونے کی قدرت ہو گئی تو باقی نماز کھڑے ہو کر تمام کرے اور اگر رکوع سجدے سے بھی معذور تھا اور اس نے اشارے سے رکوع سجدہ کرنے ارادہ کر کے نیت باندھی تھی مگر ابھی تک کوئی رکوع سجدہ اشارے سے ادا نہیں کیا تھا اور اب اس کو رکوع سجدے پر قدرت ہو گئی تو وہ باقی نماز اپنی رکوع سجدے کے ساتھ ادا کرے اور اگر اشارے سے کوئی رکوع سجدہ کر چکا ہو تو وہ نماز اس کی بنا ہو جائے گی اور پھر نئے سرے سے اس نماز کا پڑھنا اس پر لازم ہو گا۔

اگر کوئی شخص قرأت کے طویل ہونے کے سبب سے کھڑے کھڑے تھک جائے اور تکلیف ہونے لگے تو اس کو کسی دیوار یا تختہ یا لکڑی وغیرہ سے تکیہ لگا لینا مکروہ نہیں تراویح کی نماز میں ضعیف اور بوڑھے لوگوں کو اکثر اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ (نشانی وغیرہ)

نقل نماز میں جیسا کہ ابتداء میں بیٹھ کر پڑھنے کا اختیار حاصل ہے ویسا ہی درمیان نماز میں بھی بیٹھ جانے کا اختیار ہے ادا اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں۔ (در مختار وغیرہ)

چلتی ہوئی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اگر یہ خوف ہو کہ چلتی ہوئی کشتی میں کھڑے ہونے سے سر گھومنے لگے گا۔

اگر کوئی کشتی وریا کے کنارے رکی ہوئی ہو تو وہ خشکی کے حکم میں ہے اور اس پر بیٹھ کر نماز کسی طرح جائز نہیں اور اگر وریا کے اندر رکی ہوئی ہو اور ہوا سے اس کو جنبش و حرکت بھی ہوتی ہو تو وہ چلتی ہوئی کشتی کے حکم میں ہے۔ کشتی میں نماز پڑھنے کی حالت میں استقبال قبلہ ضروری ہے اور جب کشتی اور کسی طرف پھرنے کے قبلہ بدل جائے تو نماز پڑھنے والے کو بھی پھر جانا چاہئے تاکہ استقبال قبلہ نہ جائے پائے۔ اگر استقبال قبلہ ممکن نہ ہو تو اسی وقت تک تامل کرے جب دیکھے کہ اب نماز کا وقت جاتا ہے تو پھر جس طرف چاہے نماز پڑھے۔ (در مختار وغیرہ)

اگر کوئی شخص کسی جانور پر سوار ہو اور اپنے گاوں یا شہر کی آبادی سے باہر ہو تو اس کو تمام نوافل کا سوا سنت فجر کے اسی سواری پر بیٹھے بیٹھے پڑھنا جائز ہے رکوع سجدہ اشارہ سے کرے ایسی

حالت میں استقبال قبلہ بھی شرط نہیں نہ نماز شروع کرتے وقت نہ حالت نماز میں بلکہ جس طرف وہ جانور جا رہا ہو اسی طرف نماز پڑھنا چاہئے۔

اگر کسی شخص نے سواری پر نفل نماز شروع کی اور بعد اس کے بے عمل کثیر کے اس سواری سے اتر پڑا تو وہ اسی نماز کی بقیہ مکمل کر کے نئے سرے سے نماز پڑھنے کی حاجت نہیں مگر استقبال قبلہ ضروری ہو جائے گا اور کوع سجدہ اشارے سے کاتی نہ ہوگا۔ اور اگر کسی نے اپنے گاؤں یا شہر سے باہر سواری پر نماز پڑھنا شروع کی تھی اور ابھی نماز تمام نہ ہونے پائی تھی کہ گاؤں یا شہر میں پہنچ گیا تو اس کو اسی سواری پر بیٹھے بیٹھے اشلوں سے بقیہ نماز تمام کر لینا چاہئے۔ اترنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(در مختار وغیرہ)

گاڑی وغیرہ کی سواری میں بھی نفل کا پڑھنا جائز ہے خواہ چلتی ہوئی گاڑی ہو یا کھڑی ہوئی فرائض اور واجبات کا کسی جانور یا گاڑی کی سواری میں پڑھنا جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی عذر ہو مثلاً سواری سے خود اتر نہ سکتا ہو یا اترنے کے بعد چڑھتا دھوا دھوا ہو یا اترنے میں کسی دزد سے جانور یا دشمن کا خوف ہو یا عورت کو اپنی بے حرمتی کا خوف ہو یا کچھ اور غیرہ اس قدر ہو کہ اگر بیچھے اتر کر نماز پڑھے تو عتہ وغیرہ میں کچھ بھر جانے کا خوف ہو یا یہ خوف ہو کہ اگر اتر کر نماز پڑھے گا تو ساتھ کے لوگ اس کے پڑھ جائیں گے اور خود تنہا رہ جائے گا ایسی صورتوں میں اسی سواری پر بیٹھے بیٹھے اشارے سے فرض اور واجب نمازوں کا پڑھنا بھی جائز ہے۔ مگر استقبال غرضی ہے۔ اور اگر گاڑی کا کوئی بجز جانور پر نہ ہو خواہ کھڑی ہو یا چلتی ہو جانور اس کو قسم باری کے سہارے سے کھینچ رہا ہو جس کا ایک سرا اس جانور پر ہو اور دوسرا سرا گاڑی پر تو ایسی گاڑی پر فرائض اور واجبات کا بے عذر پڑھنا بھی جائز ہے مگر کھڑے ہو کر اور استقبال قبلہ کے ساتھ۔ (رشانی وغیرہ)

ریل کی سواری میں نماز پڑھنا جائز ہے خواہ فرض ہو یا نفل اور اترنے سے معذور ہو یا نہیں ہاں استقبال قبلہ ضروری ہے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنا چاہئے۔ (عمدۃ الرعاۃ)

اگر کھڑے ہونے میں ریل کی حرکت سے گرجانے کا خوف ہو جیسا کہ بعض نااہل لیسٹوں میں ہوتا ہے تو پھر بیٹھ کر پڑھے۔

اگر کسی کے داخل ہونے میں درد ہوتا ہو اور بغیر منہ میں سر پائی یا کوئی دوا ڈالے ہوئے در میں سکون نہیں ہوتا تو اس کو چاہئے کہ اگر کوئی شخص لائق امانت کے مل جائے تو اس کے بیچھے نماز پڑھے۔ ورنہ اس حالت میں یعنی منہ میں دوا رکھے ہوئے خود ہی نماز پڑھے اور قرأت وغیرہ نہ کرے۔ (عبید)

مسافر کی نماز

مسافر جب اپنے مکانوں یا شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے تو اس کو قصر یعنی چار رکعت کے فرض میں دو رکعت پڑھنا واجب ہے اگر پوری چار رکعت پڑھے گا تو گنہگار ہوگا اور دو واجب اس سے ترک ہوں گے ایک قصر دو سر سے قصر و اخیرہ کے بعد فوراً سلام پھیرنا اس لیے کہ پہلا قصر مسافر کے حق میں قصر و اخیرہ ہے اس کے بعد اس کو فوراً سلام پھیر دینا چاہئے تھا اور اس نے نہیں پھیرا بلکہ کھڑا ہو گیا۔
تین رکعت یا دو رکعت کے فرائض میں قصر نہیں ہے۔ (در مختار و غیرہ)

مسافر اگر چار رکعت فرض پڑھے گا تو پہلی دو رکعتیں اس کی فرض ہو جائیں گی اور دوسری نقل اگر کوئی شخص اس مسافت کو جو متوسط چال سے تین دن سے کم میں نہیں طے ہو سکتی کسی تیز سواری کے ذریعہ سے مثل گھوڑے یا ریل وغیرہ کے تین دن سے کم میں طے کرے تب بھی وہ مسافر سمجھا جائیگا متوسط چال سے مراد آدمی یا اونٹ کی متوسط رفتار ہے۔ تین دن کی مسافت سے یہ مراد ہے کہ صبح سے دوپہر تک چلے نہ یہ کہ صبح سے شام تک اسی لیے ہم سب سے اس مسافت کا اندازہ چھتیس میل کیا ہے جیسا کہ اوپر لکھ چکے صبح سے دوپہر تک آدمی متوسط چال سے بارہ میل سے زیادہ نہیں چل سکتا۔ سفر خواہ جائز ہو یا ناجائز مثلاً کوئی شخص چوری کی فرض سے یا کسی کے قتل کے ارادے سے یا کوئی غلام اپنے مولیٰ کی سے اجازت یا کوئی لڑکا اپنے والدین کی جلافتاً مرضی سفر کرے ہر حال میں اس کو قصر کرنا چاہئے۔

مسافر کو اس وقت تک قصر کرنا چاہئے جب تک اپنے وطن اصلی نہ پہنچ جائے یا کسی مقام پر کم کم پندرہ دن ٹھہرنے کا قصد نہ کرے بشرطیکہ وہ مقام ٹھہرنے کے لائق ہو۔ اگر کوئی شخص پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے تو اس کو قصر کرنا چاہئے۔ اسی طرح اگر پندرہ دن کی نیت کرے مگر وہ مقام قابل سکونت نہ ہو مثلاً کوئی شخص دریا میں ٹھہرنے کی نیت کرے یا دار الحرب میں یا جنگل میں تو اس نیت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا ہاں شائد بدوش ہوگا اگر جنگل میں بھی پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لیں تو یہ نیت صحیح ہو جائیگی اس لیے کہ وہ جنگلوں میں رہنے کے عادی ہوتے ہیں۔ (در مختار و غیرہ)

اگر کوئی شخص قبل قلع کرنے اس مقدار مسافت کے جس کا اعتبار سفر میں کیا گیا ہے کسی مقام میں ٹھہرنے کی یا اپنے وطن لوٹ جانے کی نیت کرے تو وہ مقیم ہو جائے گا اگرچہ پندرہ دن

ٹھہرنے کی نیت کی ہو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے اپنے ارادہ سفر کو فسخ کر دیا۔ (ردالمحتار)

ان چند صورتوں میں اگر کوئی مسافر بعد قطع کرنے مسافت سفر کے پندرہ دن سے بھی زیادہ ٹھہر جائے تو وہ مقیم نہ ہوگا اور قصر کرنا اس پر واجب رہے گا۔ ۱۔ ارادہ پندرہ دن ٹھہرنے کا نہ ہو مگر کسی وجہ سے بے قصد و ارادہ زیادہ ٹھہرنے کا اتفاق ہو جائے۔ ۲۔ کچھ نیت ہی نہ کی ہو بلکہ امر و فریض اس کا ارادہ وہاں سے چلے جانے کا ہو خواہ اسی پس پیش میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ بھی ٹھہر جائے۔ ۳۔ پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے مگر وہ مقام قابل سکونت نہ ہو۔ ۴۔ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے مگر وہ مقام میں بشرطیکہ ان دونوں مقاموں میں اس قدر فاصلہ ہو کہ ایک مقام کے اذان کی آواز دوسرے مقام میں نہ جاسکتی ہو مثلاً دس روز مکہ منظم میں رہنے کا ارادہ کرے اور پانچ روز منیٰ میں مکہ سے منیٰ تین میل کے فاصلہ پر ہے اور اگر رات کو ایک مقام میں رہنے کی نیت کرے اور دن کو دوسرے مقام میں تو جس موضع میں رات کو ٹھہرنے کی نیت کر لی ہے وہ اس کا وطن اقامت ہو جائے گا۔ ۵۔ اس کو قصر کی اجازت نہ ہوگی اب دوسرا موضع جس میں دن کو رہتا ہے اگر اس پہلے موضع سے سفر کی مسافت پر ہے تو وہاں جانے سے مسافر ہو جائے گا ورنہ مقیم رہے گا اور اگر ایک موضع دوسرے موضع سے اس قدر قریب ہوگا کہ ایک جگہ کی اذان کی آواز دوسری جگہ جاسکتی ہے تو وہ دونوں موضعے ایک سمجھے جائیں گے اور ان دونوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کے ارادے سے مقیم ہو جائے گا۔ ۶۔ خود اپنے سفر وغیرہ میں دوسرے کا تابع ہو مثلاً عورت اپنے شوہر کے ساتھ سفر میں ہو یا ملازم اپنے آقا کے ساتھ یا اٹا کا اپنے باپ کے ساتھ ان سب صورتوں میں اور ان کے امثال میں اگر یہ لوگ پندرہ دن سے بھی زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لیں تب بھی مقیم نہ ہوں گے اور ان پر قصر واجب رہے گا۔ ۷۔ اگر وہ لوگ جن کے یہ تابع ہیں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کر لیں تو یہ بھی مقیم ہو جائیں گے خواہ یہ لوگ ارادہ کر لیں یا نہیں بشرطیکہ ان لوگوں کے ارادے کا ان کو علم ہو جائے اگر ان لوگوں کے ارادے کا ان کو علم نہ ہو تو یہ لوگ مقیم نہ ہوں گے مسافر ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کو علم ہو جائے۔ (رد مختار۔ رد المحتار وغیرہ)

مقیم کی اعتدال مسافر کے پیچھے ہر حال میں درست ہے خواہ ادا نماز ہو یا قضا اور مسافر امام صیغہ دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی کو چاہئے کہ اپنی نماز اٹھ کر تمام کرے اور اس میں قرأت ذکر سے بیکم چوپ کو طار ہے اسی لیے کہ وہ لاحق ہے اور قعدہ اولیٰ اس مقتدی پر بھی فرض ہوگا۔ مسافر امام کی مستحب ہے کہ اپنے مقتدیوں کو بعد سلام پھرنے کے فوراً اپنے مسافر ہونے کی اطلاع کرے۔ (رد مختار وغیرہ)

مسافر بھی مقیم کی اقتدا کر سکتا ہے مگر وقت کے اندر بعد وقت کے نہیں اس لیے کہ مسافر جب مقیم کی اقتدا کر سکے گا تو یہ تبعیت امام کے پوری چار رکعت یہ بھی پڑھے گا اور امام کا قعدہ اولیٰ النفل ہوگا اور اس کا فرض امام کی تحریر قعدہ اولیٰ کے نفل ہونے کے ساتھ ہوگی اور مسافر مقتدی کی اس کی فرضیت کے ساتھ پس فرض پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے ہوئی اور یہ درست نہیں (رد المحتار - رد المحتار)

مسافر فجر کی سنتوں کے ترک نہ کرے اور مغرب کی سنت کا بھی نہ ترک کرنا بہتر ہے اور باقی سنتوں کے ترک کا اختیار ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اگر چل رہا ہو اور اطمینان نہ ہو تو نہ پڑھے ورنہ پڑھ لے۔

(رد المحتار - رد المحتار)

ایک وطن اصلی دوسرے وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی مقام میں تمام عمر سکونت کے ارادے سے مقیم تھا بعد اس کے اس نے اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام میں اسی نیت سے سکونت اختیار کی تو اب یہ دوسرا مقام وطن اصلی ہو جائے گا اور پہلا مقام وطن نہ رہے گا یہاں تک کہ اگر ان دونوں مقاموں میں سفر کی مسافت ہو اور اس دوسرے مقام سے سفر کے پہلے مقام میں جائے تو مقیم نہ ہوگا۔ (رد المحتار وغیرہ)

وطن اصلی وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا یعنی اگر کوئی شخص کسی مقام میں چند روز کی سکونت اختیار کرے بعد اس کے اپنے وطن اصلی میں جائے تو معاویاں پہنچتے ہی مقیم ہو جائے گا۔ وطن اقامت وطن اصلی میں جانے سے باطل ہو جاتا ہے یعنی جب وطن اقامت سے وطن اصلی میں پہنچ جائے گا تو مقیم ہو جائے گا پھر جب وہاں سے اس وطن اقامت میں جائے تو مقیم نہ ہوگا۔ ہاں پھر وہاں پہنچ کر اگر چند دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو دوبارہ وطن اقامت ہو جائے گا اور وطن اقامت وطن اقامت سے بھی باطل ہو جاتا ہے یعنی اگر کوئی شخص ایک مقام میں چند دن یا اس سے زیادہ ٹھہرے کی نیت سے اقامت کرے بعد اس کے اس مقام کو چھوڑ دے اور بجائے اس کے دوسرے مقام میں اسی نیت کے ساتھ اقامت کرے تو وہ پہلا مقام وطن نہ رہے گا وہاں جانے سے مقیم نہ ہوگا۔ اگر کوئی مسافر کسی نماز کے وقت گودہ اخیر وقت ہو جس میں صرمت تحریر کی گنجائش ہے چند دن اقامت کی نیت کرے تو وہ مقیم ہو جائے گا اور اگر ابھی تک اس وقت کی نماز نہ پڑھی ہو اور چار رکعت والی نماز ہو تو اسے قصر جائز نہیں اور اگر قصر کے ساتھ ساتھ پڑھ چکا ہو تو پھر عادیہ کی حاجت نہیں۔ (رد المحتار وغیرہ)

اگر کوئی مسافر حالت نماز میں اقامت کی نیت کرے خواہ اولیٰ نماز میں یا درمیان میں یا اخیر میں مگر سجدہ سہو یا سلام سے پہلے تو اس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہئے اس میں قصر جائز نہیں۔ ہاں اگر نماز کا وقت گزر جانے کے بعد نیت کرے یا لاحق ہو تو اس کی نیت کا اثر اس نماز میں ظاہر نہ ہوگا اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر کرنا اس میں واجب ہوگا ہاں بعد اس نماز کے البتہ اس کو قصر جائز نہ ہوگا۔

مثال۔ ۱۔ کسی مسافر نے ظہر کی نماز شروع کی بعد ایک رکعت پڑھنے کے وقت گزر گیا بعد اس کے اس نے اقامت کی نیت کی تو یہ نیت اس نماز میں اثر نہ کرے گی اور یہ نماز اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔ ۲۔ کوئی مسافر کسی مسافر کا مقتدی بنے اور لاحق ہو گیا پھر جب اپنی گھٹی ہوئی کھتیں ادا کرنے لگا تو اس نے اقامت کی نیت کر لی تو اس نیت کا اثر اس نماز پر کچھ نہ پڑے گا اور نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر سے نماز پڑھنا ہوگی۔ (رد مختار وغیرہ)

خوف کی نماز

جب کسی دشمن کا سامنا ہوتے والا ہو خواہ وہ دشمن انسان ہو یا کوئی درندہ جانور یا کوئی اثر و باؤ وغیرہ اور ایسی حالت میں سب مسلمان یا بعض لوگ بھی مل کر جماعت سے نماز نہ پڑھ سکیں اور سواروں سے اترنے کی بھی ہمت نہ ہو تو سب لوگوں کو چاہئے کہ سواروں پر بیٹھے بیٹھے اشدوں سے تنہا نماز پڑھ لیں استقبال قبلہ بھی اس وقت شرط نہیں ہاں اگر وہ آدمی ایک ہی سوار پر بیٹھے ہوں تو وہ دونوں جماعت کر لیں اور اگر اس کی بھی ہمت نہ ہو تو معذور ہیں اس وقت نماز نہ پڑھیں اطمینان کے بعد اس کی قضا پڑھ لیں۔

اور اگر یہ ممکن ہو کہ کچھ لوگ مل کر جماعت سے نماز پڑھ سکیں اگرچہ سب آدمی نہ پڑھ سکیں ہوں تو ایسی حالت میں ان کو جماعت نہ چھوڑنا چاہئے اس قاعدے سے نماز پڑھیں۔ تمام مسلمانوں کے

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کی ایسی ہی مجبوری کی حالت میں چار وقت کی نماز احزاب کی (جہاد) میں قضا ہو گئی تھی جس کو آپ نے بعد اطمینان کے ادا کیا ۱۲

۔ قاعدہ نماز پڑھنے کا مغلط قیاس ہے اس میں بہت عمل کثیر کرنا ہوتا ہے قبلے سے بھی انحراف ہوتا ہے۔
 (باقی بر صفحہ ۲۶۸)

دو حصے کر دیئے جائیں ایک حصہ دشمن کے مقابلے میں رہتے اور دوسرا نصفہ نماز شروع کر دے
 اگر تین یا چار رکعت کی نماز ہو جیسے ظہر - عصر - مغرب و عشاء و عصر یکدہ لوگ صاف نکلے ہوں۔ اور
 گھر نہ کریں تو جب امام دو رکعت نماز پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے گھڑا ہونے لگے ورنہ ایک ہی رکعت
 کے بعد یہ حصہ چلا جائے جیسے فجر - جمعہ - عیدین کی نماز یا ظہر - عصر - عشاء کی نماز قصر کی حالت میں۔
 اور دوسرے حصہ وہاں سے آکر امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھے امام کو ان لوگوں کے آنے کا انتظار کرنا
 چاہئے پھر جب بقیہ نماز امام تمام کر چکے تو تنہا سلام پھیر دے اور یہ لوگ دشمن کے مقابلے میں چلے
 جائیں اور پہلے لوگ پھر یہاں آکر اپنی بقیہ نماز پڑھ کر اس کے تمام کر لیں اس لیے کہ وہ لوگ لاحق ہیں
 پھر یہ لوگ دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں اور دوسرا حصہ یہاں آکر اپنی نماز قرأت کے ساتھ تمام
 کرے اس لیے کہ وہ مسبوق ہیں۔ حالت نماز میں دشمن کے مقابلے میں جہاں وقت یا وہاں سے
 نماز تمام کرنے کے لیے آتے وقت پیادہ چلنا چاہئے اگر سوار ہو کر چلیں گے تو نماز فاسد ہو جائے گی
 اس لیے کہ یہ عمل کثیر ہے اور عمل کثیر کی اسی قدر اجازت دی گئی ہے جس کی سخت ضرورت ہو۔ اگر
 امام تین یا چار رکعت والی نماز میں پہلے حصے کے ساتھ ایک رکعت دوسرے کے ساتھ دو یا تین
 رکعت پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (شامی)

دوسرے حصے کا امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر چلا جانا اور پہلے حصے کا پھر یہاں آکر اپنی نماز
 تمام کرنا اس کے بعد دوسرے حصے کا نہیں آکر نماز تمام کرنا مستحب اور افضل ہے یہ بھی جائز ہے کہ
 پہلا حصہ نماز پڑھ کر چلا جائے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر اپنی نماز وہیں تمام کرے تب
 دشمن کے مقابلے میں جائے جب یہ لوگ وہاں پہنچ جائیں تو پہلا حصہ اپنی نماز وہیں پڑھ لے یہاں نہ آئے۔
 (رد مختار - شامی وغیرہ)

(فقہ حاشیہ صفحہ ۲۶۸) مگر چونکہ اس حدیث میں و نیز قرآن مجید میں یہ طریقہ نماز خوف کا وارد ہو گیا ہے اس لیے مشروع
 رکھا گیا ہے قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ طریقہ ناجائز ہے ان کے نزدیک یہ طریقہ صرف
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ مفاسد تھا آپ کے بعد پھر اس طریقہ سے نماز پڑھنا ناجائز
 ہے۔ بحر العلوم نے ان کا رد کیا ہے اور اسے کو پسند کیا ہے مگر جس قدر دلائل بیان کیے ہیں وہ قابل
 تسکین نہیں ہیں ایک دلیل ان کی یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس طریقہ نماز کو حضرت کے زمانے کے ساتھ قاص کیا
 ہے اور انہیں سے خطاب کر کے کہا ہے کہ جب تم کسی شکر میں ہو اور نماز پڑھاؤ تو یہ طریقہ کرو کسی دوسرے کو
 اجازت نہیں دی مگر حقیقت اس آیت سے خصوصیت نہیں ثابت ہو سکتی بہت ہی آئیں ایسی ہیں جن میں
 حضرت سے خطاب کیا گیا ہے اور مراد تمیم ہے۔ واللہ اعلم ۱۲

یہ طریقہ نماز پڑھنے کا اس وقت کے لیے ہے کہ جب سب لوگ ایک ہی امام کی پیروی نماز پڑھنا چاہتے ہوں مثلاً کوئی بزرگ شخص ہو اور سب چاہتے ہوں کہ اسی کے پیچھے نماز پڑھیں ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایک حصہ ایک امام کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے اور دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے پھر دوسرا حصہ دوسرے شخص کو امام بنا کر پوری نماز پڑھ لے۔

اگر یہ خوف ہو کہ دشمن بہت ہی قریب ہے اور جلد یہاں پہنچ جائے گا اور اس خیال سے ان لوگوں نے پہلے قاعدہ سے نماز پڑھی ہے اس کے یہ خیال غلط نکلا تو ان کو اس نماز کا اعادہ کر لینا چاہئے اس لیے کہ وہ نماز نہایت سخت ضرورت کے وقت خلاف قیاس عمل کثیر کے ساتھ مشروع کی گئی ہے بے ضرورت شدید اس قدر عمل کثیر مفسد نماز ہے۔

اگر کوئی ناہیض لڑائی ہو تو اس وقت اس طریقہ سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ مثلاً باغی لوگ بادشاہ اسلام پر چڑھائی کریں یا کسی دنیاوی غرض سے کوئی کسی سے لڑے تو ایسے لوگوں کے لیے اس قدر عمل کثیر معاف نہ ہوگا۔

نماز خلاف جہت قبلے کی طرف شروع کر چکے ہوں کہ استہنہ میں دشمن بھاگ جائے تو ان کو چاہئے کہ فوراً قبلے کی طرف پھر جائیں ورنہ نماز نہ ہوگی۔

اگر اطمینان سے قبلے کی طرف نماز پڑھ رہے ہوں اور اسی حالت میں دشمن آجائے تو فوراً ان کو دشمن کی طرف پھر جانا چاہئے اور اس وقت استقبال قبلہ شرط نہ رہے گا۔

اگر کوئی شخص وریا میں پیر رہا ہو اور نماز کا وقت اخیر ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ اگر ممکن ہو تو تھوڑی دیر تک اپنے ہاتھ پیر کو جنبش نہ دے اور اشاروں سے نماز پڑھ لے۔

یہاں تک پہنچ وقت نمازوں کا اور ان کے متعلقات کا ذکر تھا۔ اب چونکہ مجھ لکھنا اس سے فراغت علیٰ لہذا نماز جمعہ کا بیان لکھا جاتا ہے اس لیے کہ نماز جمعہ بھی اعظم شہار اسلام سے ہے اسی لیے عیدین کی نماز سے اس کو مقدم کیا گیا ہے۔

نماز جمعہ کا بیان

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ کو نماز سے زیادہ کوئی عبادت پسند نہیں اور اسی واسطے کسی عبادت کی اس قدر سخت تاکید اور فضیلت شریعت صافیہ میں وارد نہیں ہوئی اور اسی وجہ سے

کہ بارِ رسول اللہ ﷺ پر کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کی ہڈیاں بھی نہ ہوں گی حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کا بدن حرام کر دیا ہے۔ (ابوداؤد)

۵۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے کوئی دن جمعہ سے زیادہ بزرگ نہیں اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ کوئی مسلمان اس میں دعا نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور کسی چیز سے پناہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پناہ دیتا ہے۔ (ترمذی)

شاہد کا لفظ سورہ بروج میں واقع ہے اللہ تعالیٰ نے اس دن کی قسم کھائی ہے۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ وَالْيَوْمِ
الْمَعْمُورِ وَشَاهِدٍ وَمَشْرُودٍ

قسم ہے آسمان کی جس میں برج ہیں اور قسم ہے یوم موعود
(قیامت) کی اور قسم ہے شاہد (جمعہ) کی اور مشرود (موت) کی

۶۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سرور اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب دنوں سے بزرگ ہے اور عید القطر اور عید الفضحی سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی عظمت ہے۔ (ابن ماجہ)

۷۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان جمعہ کے دن یا شب جمعہ کو مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔ (ترمذی)

۸۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آیت اَلْيَوْمِ الْكَلِمَاتُ الْكَلِمَاتُ الْكَلِمَاتُ کی تلاوت فرمائی ان کے پاس ایک یہودی بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا کہ اگر ہم پر ایسی آیت اتری تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن اتری تھی جمعہ کے دن اور عرفة کا دن یعنی ہم کو بنانے کی کیا حاجت اس دن تو خود ہی دو عیدیں تھیں۔

۹۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا اہتمام پیشینہ سے کرتے تھے شب جمعہ کو فرماتے تھے کہ جمعہ کی رات سفید رات ہے اور جمعہ کا دن روشن دن ہے۔ (مشکوٰۃ)

۱۰۔ قیامت کے بعد جب اللہ تعالیٰ مستحقین جنت کو جنت میں اور مستحقین دوزخ کو دوزخ میں بھیج دے گا اور یہی دن وہاں بھی ہوں گے اگرچہ وہاں دن رات نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان کو دن اور رات کی مقدار اور گھنٹوں کا شمار تعلیم فرماوے گا پس جب جمعہ کا دن آئے گا اور وقت ہو گا جس وقت مسلمان دنیا میں جمعہ کی نماز کے لیے نکلتے تھے ایک سناوی آواز دے گا کہ اے ہاں جنت مزید کے جنگل میں چلو وہ ایسا جنگل ہے جس کا لول و عرض سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا وہاں مشک کے ڈھیر ہوں گے آسمان کے برابر بلندہ انبیاء علیہم السلام نوہ کے منبروں پر ٹھہرائے جائیں گے اور زمین

یا قوت کی کرسیوں پر پس جب سب لوگ اپنے اپنے مقام پر بیٹھ جائیں گے حق تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جس سے وہ مشک جو وہاں ڈھیر ہو گا اڑے وہ ہوا اس مشک کو ان کے کپڑوں کے اندر لے جائیگی اور منہ میں اور بالوں میں لگائے گی وہ ہوا اس مشک کے لگانے کا طریقہ اس عورت سے بھی زیادہ جانتی ہے جس کو تمام دنیا کی خوشبوئیں دی جائیں پھر حق تعالیٰ حاملانِ عرش کو حکم دے گا کہ عرش کو ان لوگوں کے درمیان میں لے جا کر رکھو پھر ان لوگوں کو خطاب کر کے فرمائے گا کہ اے میرے بندوں جو غیب پر ایمان لائے ہو حالانکہ مجھ کو دیکھنا نہ تھا اور میرے پیغمبر کی تصدیق کی اور میرے حکم کی اطاعت کی اب کچھ مجھ سے مانگو یہ دن مزید یعنی زیادہ انعام کرنے کا ہے سب لوگ ایک زبان کہیں گے کہ اے پروردگار ہم تجھ سے خوش ہیں تو بھی ہم سے راضی ہو جا حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اے اہل جنت اگر میں تم سے راضی نہ ہوتا تو تم کو اپنی بہشت میں نہ رکھتا اور کچھ مانگو یہ دن مزید کا ہے تب سب لوگ متفق اللسان ہو کر عرض کریں گے کہ اے پروردگار ہم کو اپنی صورت زیادہ دکھا دے کہ ہم تیری مقدس ذات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں پس حق سبحانہ پر دے اٹھا دے گا اور ان لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا اور اپنے جمال جہاں آراء سے ان لوگوں کو گھیر لے گا اگر اہل جنت کے لیے یہ حکم نہ ہو چکا ہوتا کہ یہ لوگ کبھی جلانے نہ جائیں تو بیشک وہ اس نور کی تاب نہ لاسکیں اور جل جائیں پھر ان سے فرمائے گا کہ اب اپنے اپنے مقامات پر واپس جاؤ اور ان لوگوں کا حسن و جمال اس جمال حقیقی کے اثر سے دونا ہو گیا ہو گا یہ لوگ اپنی بی بیوں کے پاس آئیں گے نہ بی بیوں کو دیکھیں گی نہ بی بیوں کو تھوڑی دیر کے بعد جب وہ نور جہاں کو چھپائے ہوئے تھا ہٹ جائے گا تب یہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھیں گے ان کی بی بیوں کہیں گی کہ جاتے وقت جیسی صورت تمہاری تھی وہ اب نہیں یہ لوگ جواب دیں گے کہ ہاں اس سبب سے کہ حق تعالیٰ نے اپنی ذات مقدس کو ہم پر ظاہر کیا تھا اور ہم نے اس جمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (شرح سفر السعادت) دیکھئے جمعہ کی دن کتنی بڑی نعمت ملی۔

۱۱۔ ہر روز وہ پہرے کے وقت دوزخ تیز کی جاتی ہے مگر جمعہ کی برکت سے جمعہ کے دن نہیں تیز

کی جاتی۔ (احیاء العلوم)

۱۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جمعہ کو ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانوں! اس دن کو اللہ تعالیٰ نے

عید مقرر فرمایا ہے پس اس دن غسل کرو اور جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو لگائے اور مسواک کر لے

دن لازم کر لو۔ (ابن ماجہ)

جمعہ کے آداب

۱۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ جمعہ کا اہتمام پختہ بندہ سے کرے بیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ پختہ بندہ کے دن بعد عصر کے استغفار وغیرہ زیادہ کرے اور اپنے پینے کے کپڑے صاف کر رکھے اور خوشبو لگھری نہ ہو اور ممکن ہو تو اسی دن لا کر رکھ لے تاکہ پھر جمعہ کے دن ان کاموں میں اس کو مشغول ہونا نہ پڑے بزرگان سلف نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ جمعہ کا فائدہ اس کو ملے گا جو اس کا منتظر رہتا ہو اور اس کا اہتمام پختہ بندہ سے کرتا ہو اور سب سے زیادہ بد نصیب وہ ہے جس کو یہ بھی نہ معلوم ہو کہ جمعہ کب ہے۔ حتیٰ کہ صبح کو لوگوں سے پوچھے کہ آج کون دن ہے اور بعض بزرگ شب جمعہ کو زیادہ اہتمام کی غرض سے جامع مسجد ہی میں جا کے رہتے تھے۔ (را حیاہ العلوم)

۲۔ پھر جمعہ کے دن بعد نماز فجر کے غسل کرے سر کے بالوں کو اور بدن کو خوب صاف کرے اگر کوئی شخص فجر کی نماز سے پہلے غسل کرے تو سنت ادا نہ ہوگی۔ اور مسواک کرنا بھی اس دن بہت فضیلت رکھتا ہے۔

۳۔ جمعہ کے دن بعد غسل کے عمدہ سے عمدہ کپڑے جو اس کے پاس ہوں پہنے اور ممکن ہو تو خوشبو لگائے اور ناخن وغیرہ بھی کتروائے۔

۴۔ جامع مسجد میں بہت سویرے جائے جو شخص جتنے سویرے جائے گا اسی قدر اس کو ثواب زیادہ ملے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن فرشتے دروازے پر کھڑے ہوتے ہیں اور سنت

۵۔ ہمارے امام صاحب کے نزدیک یہ غسل سنت مؤکدہ ہے اور بعض علماء اس کے وجوب کے قائل ہیں اطاویث اس کی بہت تاکید آئی ہے مگر چونکہ بعض احادیث میں حرک غسل کی اجازت بھی آگئی ہے اس لیے وہ تاکید وجوب مدت تک نہ پیشے گی۔ مگر یہ ضرورت شدیدہ سنت مؤکدہ کو بھی ترک کرنا گناہ ہے۔ اہل مدینہ جب کسی کو کالی دیکھتے تو یہ کہتے تھے کہ تو اس سے بھی زیادہ ناپاک ہے جو جمعہ کے دن غسل نہ کرے (را حیاہ العلوم) حضرت عثمانؓ ایک کسی وجہ سے غسل نہ کر سکے تو حضرت فاروقؓ نے خطبہ پڑھنے ہی کی حالت میں ان کو ٹوکا۔ رضی اللہ عنہما ۱۲

۶۔ صحیح یہ ہے کہ یہ غسل نماز کے لیے سنت ہے جن لوگوں پر نماز جمعہ فرض نہیں ان پر غسل بھی مستنون نہیں چاہا کریں چاہے نہ کریں۔ واللہ اعلم (بیرالرائی - شرح وقایہ دینیہ)

پہلے جاتا ہے اُس کو پھر اُس کے بعد دوسرے کو اسی طرح درجہ بدرجہ سب کا نام لکھتے ہیں سب سے پہلے جو آیا اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے اللہ کی راہ میں اونٹ قربانی کرنے کو اس کے بعد پھر جیسے گائے کی قربانی کرنے میں پھر جیسے مرغ کی قربانی میں پھر جیسے اللہ کی راہ میں کسی کو انڈا صدقہ دیا جائے پھر جیب خطبہ ہونے لگتا ہے تو فرشتے وہ دفتر بند کر لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

صحیح بخاری - صحیح مسلم

اگلے زمانے میں صبح کے وقت اور بعد فجر کے راستے گلیاں بھری ہوئی نظر آتی تھیں تمام لوگ اتنے سویرے سے جامع مسجد جاتے تھے اور سخت اثر و ہام ہوتا تھا جیسے عید کے دنوں میں پھر جیب یہ طریقہ جاتا رہا تو لوگوں نے کہا کہ یہ پہلی بدعت ہے جو اسلام میں پیدا ہوئی یہ لکھ کر امام غزالی فرماتے ہیں کہ کیوں نہیں شرم آئی مسلمانوں کو یہود اور نصاریٰ سے کہ وہ لوگ اپنی عبادت کے دن یعنی یوم سینچر کو اور نصاریٰ آوار کو اپنے عبادت خانوں اور گرجا گھروں میں کیسے سویرے جاتے ہیں اور طالبان دنیا کتنے سویرے بازاروں میں خرید و فروخت کے لیے پہنچ جاتے ہیں پس طالبان دین کیوں پیش قدمی نہیں کرتے۔

درحقیقت مسلمانوں نے اس زمانہ میں اس مبارک دن کی قدر بالکل گھٹا دی ان کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ آج کون دن ہے اور اس کا کیا مرتبہ ہے افسوس وہ دن جو کسی زمانے میں مسلمانوں کے نزدیک عید سے بھی زیادہ تھا اور جس دن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فخر تھا اور جو دن اگلی امتوں کو نصیب نہ ہوا تھا آج مسلمانوں کے ہاتھ سے اس کی ایسی ذلت اور ناقدری ہو رہی ہے خدا کی دی ہوئی نعمت کو اس طرح ضائع کرنا سخت ناشکری ہے جس کا وبال ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاٰجِعُوْنَ

۵۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورہ الم سجدہ اور ہل اتی اعلیٰ الانسان پڑھتے تھے لہذا انہیں سورتوں کو جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سنت سمجھ کر پڑھا کر کے کبھی کبھی ترک بھی کر دے تاکہ لوگوں کو وجوب کا خیال نہ ہو۔

۶۔ جمعہ کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورہ جمعہ اور سورہ منافقون یا سج اسم ربک الاعلیٰ اور حل ہاک حدیث الفاشیہ پڑھتے تھے۔

۷۔ جمعہ کے دن خواد نماز سے پہلے یا پیچھے سورہ کہف پڑھنے میں بہت ثواب ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن جو کوئی سورہ کہف پڑھے اس کے نیلے عرش کے نیچے سے آسمان کے

برابر بلند ایک نور ظاہر ہوگا کہ قیامت کے اندھیرے میں اس کے کام آئے گا اور اس جمعہ سے پچھلے جمعہ تک جتنے گناہ اس سے ہوئے تھے سب معاف ہو جائیں گے۔ (شرح سفر السعادتہ)
 علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں گناہ صغیرہ مراد ہیں اس لیے کہ کبیرہ بے توبہ کے نہیں معاف ہوتے واللہ اعلم وہو ارحم الراحمین۔

۸۔ جمعہ کے دن ورود شریف پڑھنے میں بھی اور دنوں سے زیادہ ثواب ملتا ہے اسی لیے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جمعہ کے دن ورود شریف کی کثرت کرو۔
 اس کے علاوہ ہر عبادت کا ثواب جمعہ کے دن زیادہ ملتا ہے۔

نماز جمعہ کی فضیلت اور تاکید

نماز جمعہ فرض عین ہے قرآن مجید اور احادیث متواترہ اور جماع امت سے ثابت ہے۔
 اور اعظم شعائر اسلام سے ہے منکر اس کا کافر اور بے ہذا اس کا تارک فاسق ہے۔

۱۔ قولہ تعالیٰ - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ نُودِيَ بِالصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

جب نماز جمعہ کے لیے اذان کی جائے تو تم لوگ اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ ذکر سے مراد اس آیت میں نماز جمعہ اور اس کا خطبہ ہے۔
 روڑنے سے مقصود نہایت اہتمام کے ساتھ جانا ہے۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل اور طہارت بقدر امکان کرے بعد اس کے اپنے بالوں میں تیل لگائے اور خوشبو کا استعمال کرے اس کے بعد نماز کے لیے چلے اور جب مسجد میں آئے تو کسی آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر نہ بیٹھے پھر جس قدر نوافل اس کی قسمت میں ہوں پڑھے جب امام خطبہ پڑھنے لگے تو سکوت کرے تو گزشتہ جمعہ سے اس وقت تک کے گناہ اس شخص کے معاف ہو جائیں گے۔ (صحیح بخاری)

۳۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی جمعہ کے دن خوب غسل کرے اور سویرے مسجد میں پیادہ پائے سوار ہو کر نہ جائے پھر خطبہ سنے اور اس درمیان میں کوئی لفظی فعل نہ کرے تو اس کی پھر قدیم کے عوض میں ایک سال کامل کی عبادت کا ثواب ملے گا ایک سال کے روزوں کا اور ایک سال کی

نمازوں کا۔ (ترمذی)

۴۔ ابن عمر اور ابن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ نماز جمعہ کے ترک سے باز رہیں ورنہ خدا نے تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر کر دے گا پھر وہ سخت غفلت میں پڑ جائیں گے۔ (صحیح مسلم)

۵۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تین جمعے کسستی سے یعنی بے عذر ترک کر دیتا ہے اس کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر کر دیتا ہے۔ (ترمذی) اور ایک روایت میں ہے کہ خداوند عالم اس سے بیزار ہو جاتا ہے۔
۶۔ طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز جمعہ کا جماعت کے ساتھ ہر مسلمان پر حجتی واجب ہے مگر بیمار (بیمیں)، غلام، عورت، لڑکا، بیمار (ابوداؤد)۔
۷۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریخین جمعہ کے حجتی ہیں فرمایا کہ میرا مصمم ارادہ ہے کہ کسی کو اپنی جگہ امام کروں اور خود ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو نماز جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے۔

اسی مضمون کی حدیث ترک جماعت کے حجتی میں وارد ہوئی ہے جس کو ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

۸۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بے ضرورت جمعے کی نماز ترک کر دیتا ہے وہ منافق تکہ و یا جاتا ہے ایسی کتاب میں کہ جو تغیر و تبدل سے بالکل محفوظ ہے (مشکوٰۃ) یعنی اس کے نفاق کا حکم ہمیشہ رہے گا ہاں اگر توبہ کرے۔ یا درجہ الراحین اپنی محض عنایت سے معاملہ فرمائے تو وہ دوسری بات ہے۔

۹۔ جابر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنا ضروری ہے مگر مرض اور مسافر اور عورت اور لڑکا اور غلام ہیں اگر کوئی شخص ضرور کام یا تجارت میں مشغول ہو جائے تو خداوند عالم بھی اس سے اعراض فرماتا ہے اور وہ بے نیاز اور محروم ہے۔ (مشکوٰۃ) یعنی اس کو کسی کی عبادت کی پروا نہیں نہ اس کا کچھ نائد۔ ہے اس کی ذات بہر صفت موصوف ہے کوئی اس کی حمد و ثنا کرے یا نہ کرے۔
۱۰۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا جس شخص نے پہلے درپے کئی جمعے ترک دینے میں اس نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔ (اشعۃ اللمعات)

۱۱۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص مر گیا اور وہ جمعے اور جماعت میں شریک نہ ہوا تھا اس کے حجتی میں آپ کیا فرماتے ہیں انھوں نے جواب دیا کہ وہ دوزخ میں ہے پھر وہ شخص ایک

مہینے تک برابر ان سے یہی سوال کرتا رہا اور وہ یہی جواب دیتے رہے (احیاء العلوم)

ان احادیث سے سرسری نظر کے بعد بھی یہ نتیجہ بخوبی نکل سکتا ہے کہ نماز جمعے کی سخت تاکید شریعت میں ہے اور اس کے تارک پر سخت وعیدیں وارد ہوتی ہیں۔ لہذا اب بھی کوئی شخص بعد دعویٰ اسلام کے اس فرض کے ترک کرنے پر جرأت کر سکتا ہے۔

نماز جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں

۱۔ مقیم ہونا۔ مسافر پر نماز واجب نہیں۔

۲۔ تندرست ہونا۔ مریض پر نماز جمعہ واجب نہیں۔ جو مرض جامع مسجد تک پیاوہ پا جانے سے مانع ہو اسی مرض کا اعتبار ہے۔ برصا پے کی وجہ سے اگر کوئی شخص کمزور ہو گیا ہو کہ مسجد تک نہ جا سکے پاتا بیٹا ہو یہ سب لوگ مریض سمجھے جائیں گے اور نماز جمعہ ان پر واجب نہ ہوگی۔

۳۔ آزاد ہونا۔ غلام پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

۴۔ مرد ہونا۔ عورت پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

۵۔ جماعت کے ترک کرنے کے جو عذر اور پر بیان ہو چکے ہیں ان سے غالی ہونا۔ اگر ان عذروں میں

سے کوئی عذر موجود ہو تو نماز جمعہ واجب نہ ہوگی۔

مثال - ۱۔ پانی بہت زور سے برستا ہو۔ ۲۔ کسی مریض کی تیمارداری کرتا ہو۔ ۳۔ مسجد جانے

میں کسی دشمن کا خوف ہو۔

۶۔ اور نمازوں کے واجب ہونے کی جو شرطیں اوپر ہم ذکر کر چکے ہیں وہ بھی اس میں معتبر ہیں یعنی

عائل ہونا یا رخ ہونا۔

یہ شرطیں جو بیان ہوئیں نماز جمعہ کے واجب ہونے کی ہیں۔ اور ان سے غالی ہونا یا وجود نہ پاسکے جائے

ان شرطوں کے نماز جمعہ پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی یعنی ظہر کا فرض اس کے ذمے سے اتر جائے

مثلاً کوئی مسافر یا کوئی عورت نماز جمعہ پڑھے۔

نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں

۱۔ مصر۔ گاؤں یا جنگل میں نماز جمعہ درست نہیں۔ ہاں اگر کوئی گاؤں شہر سے اس قدر قریب ہو کہ وہاں سے نماز جمعہ پڑھنے کے لیے اگر کوئی شخص آئے تو وہاں ہی وہاں اپنے گھر واپس جاسکے تو ایسا مقام بھی مصر کے حکم میں ہے، اور وہاں کے لوگوں پر بھی نماز جمعہ فرض ہے (شرح سفر السعاده)

۲۔ فقہاء کی اصطلاح میں اس مقام کو کہتے ہیں جہاں ایسے مسلمان جن پر نماز جمعہ واجب ہے اس قدر ہوں کہ اگر سب مل کر وہاں کی کسی بڑی مسجد میں جمع ہونا چاہیں تو اس مسجد میں ان سب کی گنجائش نہ ہو اس مسجد

۳۔ یہ مذہب حنفیہ کا ہے امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ایسا مقام شرط ہے جہاں چالیس مرد آزاد مکلف ہوتے ہوں امام مالک کے نزدیک وہ جگہ شرط ہے جہاں علی ہونی بستی اور مسجد اور بازار ہو خلاصہ یہ کہ باتفاق جمیع علمائے اُمت و اجماع مجتہدین ثلاث آیت وصیبت جمعہ مکان کے بارے میں مطلق نہیں بلکہ ضرور کوئی نہ کوئی خاص مکان مراد ہے اور چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ منصف میدان رزاق وغیرہ میں بسند صحیح مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا جمعہ اور تشریح صحیح نہیں مگر صحیح جامع میں اس لیے حنفیہ نے مصر کی شرط کی۔ اور صحابہ سے منقول نہیں کہ انھوں نے کسی گاؤں یا جنگل میں نماز جمعہ پڑھی ہو رفتح اقدیر حضرت علی کی اس حدیث پر اگرچہ بعض محدثین نے چرحہ کی ہے مگر وہ قابل اعتبار نہیں بعض سندیں اس کی بالکل صحیح ہیں علامہ یعنی عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ جو زوری نے کہا ہے کہ حدیث علی کا منصف متفق علیہ ہے پس شاید وہ مطلع نہیں ہوئے اس سند میں جہاں میں اور اس سند میں جہاں میں جہاں منصور سے راوی ہیں اس لیے کہ وہ سند صحیح ہے اگر سندیں ان کو معلوم ہو جاتیں تو ایسا نہ کہتے۔ بعض لوگوں نے اس آیت کو مطلق قرار دیا ہے ان کے نزدیک ہر جگہ نماز جمعہ درست ہے گاؤں ہو یا شہر اور بخاری کی اس حدیث سے کہ ابن عباس نے فرمایا کہ سب سے پہلا جمعہ جو مسجد نبوی کے بعد قائم ہوا جو اٹھائی میں تھا جو ایک قریہ ہے بحرین کا اس وجہ سے استدلال نہیں ہو سکتا کہ قریہ کا اطلاق شہر پر بھی آیا ہے خود قرآن مجید میں جا بجا یہ استعمال واقع ہے سورہ یوسف میں مصر سیبے شہر کو اور سورہ طہ میں انطاکیہ شہر کو قریہ لکھا ہے واللہ اعلم۔

۴۔ مصر کی تعریف میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ جہاں حاکم اور قاضی رہتا ہو جو حدود شریعہ جاری کرے۔ بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ جہاں دس ہزار آدمی رہتے ہوں۔ بعض نے یہ کہ جہاں ہر پینچے والا اپنے پیشے کو چلا سکے۔ بعض نے یہ کہ جہاں اس قدر لوگ رہتے ہوں کہ اگر کوئی دشمن ان سے مقابلہ کرے تو وہ اس کے دفع پر قادر ہوں۔ بعض نے یہ کہ جہاں ہر روز کوئی نہ کوئی فوت پیدائش ہوتی ہو مگر اکثر فقہاء کے نزدیک ممتاز اور تمام متاخرین کا معنی یہ وہی قول ہے جو ہم نے لکھا ہے ۱۲ بحر الرائق۔ خزائنہ المغنیین قباوی زاہد یہ

سے مراد جامع مسجد نہیں ہے بلکہ پنجوقتہ نماز کی مسجد مراد ہے۔

جس مقام میں یہ تعریف صادق ہو وہ مصر ہے اور جہاں نہ صادق ہو وہ قریب ہے۔

(خزانة المفتین - بحر المراتب - مختصر وقایہ وغیرہ)

۲۔ دارالسلام ہونا۔ دارالحرب میں نماز جمعہ درست نہیں۔ دارالسلام وہ مقام ہے جہاں کاباوشاہ مسلمان ہو یا وہاں احکام اسلام جاری ہوں اور کافروں کی طرف سے کوئی مزاحمت احکام شریعہ میں نہ ہوتی ہو اور اہل اسلام وہاں باامن و آمان بلا اجازت کفار کے رہ سکتے ہوں جہاں جہاں یہ باتیں نہ ہوں وہ دارالحرب ہے۔

جو مقام کسی زمانے میں دارالسلام تھا اس کے دارالحرب ہونے میں یہی شرطیں ہیں۔ ۱۔ اس میں کفر کے احکام بتلانیہ جاری ہونے لگیں۔ ۲۔ دارالحرب سے متصل ہو اس کے اور دارالحرب کے درمیان میں کوئی دوسرا شہر نہ ہو۔ ۳۔ کوئی مسلمان اس میں بغیر امان کفار نہ رہ سکے۔ (خزانة المفتین)

۳۔ بادشاہ اسلام یا اس کی طرف سے کسی شخص کا موجود ہونا۔ ان جن مقامات میں کفار کا قبضہ ہو اور وہاں کے قاضی اور حاکم سب کافر ہوں۔ وہاں یہ شرط نہیں مثلاً ہمارے زمانے میں ہندوستان کا یہی حال ہے لہذا ہم ظہر کا وقت۔ وقت ظہر سے پہلے اور اس کے بعد نماز جمعہ درست نہیں حتیٰ کہ اگر نماز جمعہ پڑھنے کی حالت

۱۔ ہندوستان کو بعض لوگ دارالحرب سمجھتے ہیں حالانکہ دارالحرب کی تعریف اس پر کسی طرح صادق نہیں آتی مولانا حیدر علی صاحب مرحوم کے فتاویٰ میں کئی فتوے اس مسئلے کی تحقیق و تفصیل میں موجود ہیں جس میں انہوں نے فقہاء کی عبارات میں اس مضمون کی نقل کی ہیں کہ جو شہر آج کل کفار کے قبضے میں ہیں وہ دارالسلام ہیں اس لیے کہ وہاں احکام اسلام جاری ہیں اور کفار کی طرف سے کوئی مزاحمت نہیں ہوتی واللہ اعلم ۱۲

۲۔ یہ شرط اس مصلحت سے کی گئی ہے کہ نماز جمعہ ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جس میں ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں اور فقہانہ و فساد کا بھی خوف ہوتا ہے لہذا اگر کوئی شخص بلو ساہ کی طرف سے موجود ہو گا تو اس کا افسردار کر کے گا اور انتظام درست رہے گا اسی وجہ سے بعض فقہانے لکھا ہے کہ بادشاہ کا مسلمان ہونا بھی شرط نہیں بعض محققین نے اس شرط کی مخالفت کی ہے کہ یہ شرط صرف انتہائی عقلی ہے نہ کہ اس کے شرعاً نازل صیح ہو شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فتح المنان میں ایسا ہی لکھا ہے بعض نے یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ جس زمانہ میں حضرت عثمان باغیوں کے خوف سے خانہ نشین تھے جمعہ کی نماز بے ان کی اجازت اور موجودگی کی پڑھی گئی اور اگر نماز جمعہ کے صیح ہونے کے لیے بادشاہ کی اجازت وغیرہ شرط ہوتی تو وہ لوگ جو عالم تھے کیوں خلاف کرتے۔ مگر یہ تاہم دلیل نہیں ہو سکتا بحالت عذر و مجبوری میں ہمارے فقہانے بھی اس شرط کو ساقط کر دیا اور اللہ اعلم ۱۲

۳۔ بعض لوگوں نے جمعہ کی نماز زوال سے پہلے بھی جائز رکھی ہے حالانکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں بخاری اور مسلم کی حدیثوں میں صاف صاف موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز زوال کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ واللہ اعلم ۱۲

میں وقت جانا رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ قعدہ اخیرہ بقدر تشہد کے ہو چکا ہو اور اسی وجہ سے نماز جمعہ کی قضا نہیں پڑھی جاتی۔

۵۔ خطبہ یعنی لوگوں کے سامنے اللہ کا ذکر کرنا خواہ صرف سبحان اللہ یا الحمد للہ کہہ دیا جائے اگرچہ صرف اسی قدر اکتفا کرنا بوجہ مخالفت سنت کے مکروہ ہے۔ (در مختار وغیرہ)

۶۔ خطبے کا نماز سے پہلے ہونا۔ اگر نماز کے بعد خطبہ پڑھا جائے تو نماز نہ ہوگی۔

۷۔ خطبے کے وقت ظہر کے اندر ہونا وقت آنے سے پہلے اگر خطبہ پڑھ لیا جائے تو نماز نہ ہوگی۔

۸۔ جماعت یعنی امام کے سوا کم سے کم تین آدمیوں کا شروع خطبہ سے نماز ختم ہونے تک موجود ہونا

گو وہ تین آدمی جو خطبے کے وقت تھے اور ہوں اور تمانہ کے وقت اور گھرینین آدمی ایسے ہوں جو امامت کو رکھیں اگر صرف عورت یا نابالغ لڑکے ہوں تو نماز نہ ہوگی۔ (بخاری - بزاز - رد المحتار)

اگر سجدہ کرنے سے پہلے لوگ چلے جائیں اور تین آدمیوں سے کم باقی رہ جائیں یا کوئی نہ رہ جائے

تو نماز فاسد ہو جائے گی ہاں اگر سجدہ کرنے کے بعد چلے جائیں تو پھر کچھ حرج نہیں۔ (در مختار وغیرہ)

۹۔ عام اجازت کے ساتھ علی الاعلان نماز جمعہ کا پڑھنا۔ کسی خاص مقام میں چھپ کر نماز جمعہ پڑھنا

درست نہیں۔ اگر کسی ایسے مقام میں نماز جمعہ پڑھی جائے جہاں عام لوگوں کو آنے کی اجازت نہ ہو یا جامع مسجد کے دروازے بند کر لیے جائیں تو نماز نہ ہوگی۔

یہ شرائط جریبان ہونے نماز کے صحیح ہونے کے تھے اگر کوئی شخص باوجود نہ پائے جائے ان

شرائط کے نماز جمعہ پڑھے تو اس کی نماز نہ ہوگی یعنی ظہر کا فرض اس کے ذمہ سے نہ اترے گا نماز ظہر پھر اس کو

پڑھنا ہوگی اور چونکہ یہ نماز نفل ہوگی اور نفل کا اس اہتمام سے پڑھنا مکروہ ہے لہذا ایسی حالت میں نماز جمعہ

پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (رد المحتار)

خطبے کے مسائل

جب سب لوگ جماعت میں آجائیں تو امام کو چاہئے کہ منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن اس کے سامنے

کھڑے ہو کر اذان کہے اذان کے بعد فوراً امام کھڑے ہو کر خطبہ شروع کر دے۔

خطبہ پڑھنے والے کا بالغ ہونا شرط نہیں اگر کوئی نابالغ لڑکا خطبہ پڑھ دے تب بھی جائز ہے

(در مختار وغیرہ)

خطبے میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کن افرض ہے اگر نہ کیا جائے تو وہ خطبہ معتبر نہ ہوگا اور نماز جمعہ کی شرط ادا نہ ہوگی۔ یا اگر صرف الحمد للہ یا سبحان اللہ کہہ لیا جائے مگر نہ خطبہ کی نیت سے تب بھی خطبہ ادا نہ ہوگا۔

خطبہ میں بارہ چیزیں مسنون ہیں۔ ۱۔ خطبہ پڑھنے کی حالت میں خطبہ پڑھنے والے کو کھڑا رہنا۔ ۲۔ دو خطبے پڑھنا۔ ۳۔ دونوں خطبے کے درمیان میں اتنی دیر تک بیٹھنا کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں۔ ۴۔ دونوں حدیثوں سے طہارت کی حالت میں خطبہ پڑھنا۔ ۵۔ خطبہ پڑھنے کی حالت میں منہ لوگوں کی طرف رکھنا۔ ۶۔ خطبہ شروع کرنے سے پہلے اپنے دل میں آعود باللہ من الشیطان الرجیم کہنا۔ ۷۔ خطبہ ایسی آواز سے پڑھنا کہ لوگ سن سکیں۔ ۸۔ خطبے میں ان آٹھ قسم کے مضامین ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی تعریف۔ خداوند عالم کی وحدت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود۔ وعظ و نصیحت قرآن مجید کی آیتوں یا کسی سورت کا پڑھنا۔ دوسرے خطبے میں پھر ان سب چیزوں کا اعادہ کرنا۔ دوسرے خطبے میں بجائے وعظ و نصیحت کے مسلمانوں کے لیے دعا کرنا۔ خطبے کو زیادہ طول نہ دینا بلکہ نماز سے کم رکھنا۔ خطبہ منبر پر پڑھنا اگر منبر نہ ہو تو کسی لاٹھی وغیرہ پر یا تھوکہ رکھ کر کھڑا ہونا۔ ہاتھ کا ہاتھ پر رکھ لینا جیسا کہ بعض لوگوں کی ہمارے زمانے میں عادت ہے۔ منقول نہیں۔ دونوں خطبوں کا عربی زبان میں ہونا۔ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا یا اس کے ساتھ کسی اور زبان کے اشعار وغیرہ ملا دینا جیسا کہ ہمارے زمانے میں بعض عوام کا دستور ہے۔ خلافت سنت مولدہ اور مکروہ تحریمی ہے۔ خطبہ سننے والوں کو قبلہ رو ہو کر بیٹھنا۔

دوسرے خطبے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحاب و ازواج مطہرات خصوصاً خلفائے راشدین اور حضرت حمزہ و عباس رضی اللہ عنہم کے لیے دعا کرنا مستحب ہے۔ بادشاہ وقت کے لیے

لے باوجودیکہ مد باطل و عجم صحابہ کے زمانہ میں فتح ہو گئے تھے اور وہاں کے لوگ عربی سے بالکل واقف نہ تھے صحابہ نے ان کے لیے خطبہ ان کی زبان میں نہیں بدلا اور عربی زبان میں پڑھا لیکے مصنف تشریح موطا میں ہے کہ جب ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفاء رضی اللہ عنہم اور ان کے تابعین وغیرہ کے خطبوں کو دیکھا تو اس میں چند چیزیں معلوم ہوئیں اللہ تعالیٰ کی حمد اور وحدت اور رسالت کی شہادت و تنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود مسلمانوں کو تقویٰ کی نصیحت قرآن مجید کے کسی آیت کی تلاوت مسلمانوں کے لیے دعا اور خطبے کا عربی ہونا بسبب التزام مسلمانوں کے مشرق سے مغرب تک اس عربی خطبے پر باوجودیکہ اکثر ملکوں میں حاضرین عجمی ہوتے تھے نقطہ اور ہمارے فقہاء جو لکھتے ہیں کہ خطبہ فارسی زبان میں جائز ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ نماز جمعہ کی شرط ادا ہو جائے گی نہ یہ کہ بالکل خالی از کراہت ہے زیادہ تفصیل اس مسئلے کی مولانا شیخ عبدالحی لکھنوی کے رسالہ احکام النفاذ میں موجود ہے۔ واللہ اعلم ۱۲

بھی دعا کرنا جائز ہے مگر اس کی ایسی تعریف کرنا جو غلط ہو مگر وہ تحریمی ہے (بجز الائی - در مختار وغیرہ) جب امام خطبے کے لیے اٹھ کھڑا ہو اس وقت سے کوئی نماز پڑھنا یا آپس میں باستحیت کرنا مکروہ تحریمی ہے ہاں فقہانہ کلام پر مبنی اس وقت بھی جائز بلکہ واجب ہے پھر جب تک امام خطبہ ختم نہ کر دے یہ سب چیزیں منسوخ ہیں۔

جب خطبہ شروع ہو جائے تو تمام حاضرین کو اس کا سننا واجب ہے خواہ امام کے نزدیک بیٹھے ہوں یا دور اور کوئی ایسا فعل کرنا جو سننے میں مغل ہو مگر وہ تحریمی ہے اور کھانا پینا باستحیت کرنا پھر تا سلام یا سلام کا جواب یا تسبیح پڑھنا کسی کو شرعی مسئلہ بتانا جیسا کہ حالت نماز میں منسوخ ہے ویسا ہی اس وقت بھی منسوخ ہے ہاں خطیب کو جاننا ہے کہ خطبہ پڑھنے کی حالت میں کسی کو شرعی مسئلہ بتا دے۔ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور خطبہ شروع ہو جائے تو جماعت حاصل کرنے کے طریقہ پر عمل کرے (خزانة المفتیین) دونوں خطبوں کے درمیان میں بیٹھنے کی حالت میں امام کو یا مقتدیوں کو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں بے ہاتھ اٹھانے ہوئے اگر دل میں دعا مانگی جائے تو جائز ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے منقول نہیں۔

رمضان کے اخیر صبح کے خطبے میں و راع ذر ان رمضان کے مضمائین پڑھنا اگرچہ جائز ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے منقول نہیں نہ کتب فقہ میں کہیں اس کا پتہ ہے لہذا اس پر روایت کرنا جس سے عوام کو اس کے سنت ہونے کا خیال پیدا ہو۔ نہ چاہئے۔ ہمارے زمانہ میں اس خطبے پر ایسا التزام ہو رہا ہے کہ اگر کوئی نہ پڑھے تو وہ مورد طعن ہوتا ہے اور اس خطبے کے سننے میں اہتمام بھی زیادہ کیا جاتا ہے (ردع الانحوان) خطبے کا کسی کتاب وغیرہ سے دیکھ کر پڑھنا جائز ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک اگر خطبے میں آئے تو مقتدیوں کو اپنے دل میں درود شریف پڑھ لینا جائز ہے۔

۱۲ اگر یہ ضروری ہے کہ اگر کچھ کے تو عربی زبان میں کہے کسی اور زبان میں کہے گا تو مکر وہ ہوگا ۱۲
بعض روایات سے ظاہر ہے کہ یہ حالتیں ہیں اور طرفہ یہ کہ اس کو مستحسن سمجھتے ہیں۔ ہاں چونکہ بعض لوگ اس طرفت گئے ہیں کہ عجم کی وہ سعادت جس میں دعا مقبول ہوتی ہے اسی وقت ہے اس لیے اگر آہستہ اپنے دل میں دعا مانگ لے تو کچھ مضائقہ نہیں ہاتھ اٹھا کر نہ چاہئے اہمادیش میں صاف صریح موجود ہے کہ حضرت اس وقت کچھ کہہ نہ کرتے تھے نہ دعا نہ غیر دعا۔ شیخ عبدالنور محدث مدنی وغیرہ ہتے شرح سفر السعاده وغیرہ میں اس مسئلے کو صاف لکھ دیا ہے۔
واللہ اعلم ۱۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ جمعہ کون

ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ اس غرض سے نہیں نقل کرتے کہ لوگ اسی خطبے پر التزام کر لیں بلکہ روش اور طریقہ معلوم کرنے کے لیے ہاں کبھی کبھی بغرض تبرک و اتباع اس کے مقدس الفاظ بھی خطبے میں شامل کر لیے جایا کریں تو مناسب ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہر مرتبہ نیا خطبہ پڑھا جائے اور لوگوں کو جن مسائل کی زیادہ ضرورت ہو خطبے میں بیان کیے جائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ من اولہ الی آخرہ ابھی تک کسی کتاب میں ہماری نظر سے نہیں گورا ہاں کچھ ٹکڑے خطبے کے لوگوں نے نقل کیے ہیں۔

عادت شریف یہ تھی کہ جب سب لوگ جمع ہو جاتے اس وقت آپ شریف لاتے اور حاضرین کو سلام کرتے اور حضرت بلال اذان کہتے جب اذان ختم ہو جاتی آپ کھڑے ہو جاتے اور معاً خطبہ شروع فرمادیتے جب تک منبر نہ بنا تھا کسی لاکھی یا کمان سے ہاتھ کو سہارا دے لیتے تھے اور کبھی کبھی اس لکڑی کے ستون سے جو محراب کے پاس تھا جہاں آپ خطبہ پڑھتے تکیہ لگا لیتے تھے بعد منبر بن جانے کے پھر کسی لاکھی وغیرہ سے سہارا دینا منقول نہیں۔

لے بقول صحیح شہر بصری میں منبر بنایا گیا منبر بنانے کا قصہ یہ ہے کہ مدینہ میں ایک انصاریہ نقیص بن کا غلام بناد تھا۔ ان کے پاس حضرت کارشا و سپنا کہ بہتر ہوتا اگر تم اپنے غلام سے میرے لیے ایک منبر بنوادیں جسے اللہ شادمانوں سے ایک منبر گز کی لکڑی سے جس میں تین سیڑھیاں تھیں بنوا کر مسجد شریف میں بھیج دیا جس مقام پر اب منبر شریف ہے وہیں وہ مقدس منبر رکھ دیا گیا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے وہ ستون جس سے پہلے آپ تکیہ لگا لیتے تھے حضرت کے فراق محبت سے فریاد کرنے لگا اور ایسی آواز سے رو یا کہ جیسے اونٹنی بولتی ہے بخاری کی روایت میں ہے کہ جب روتا ہوا لڑکا آپ کو کہا جائے تمام مہاجرین اس کے مارنے سے روئے لگے حضرت منبر سے اتر پڑے اور اس ستون کو اپنے سینہ سے لگا لیا یہاں تک کہ اس کا رونا موقوف ہو گیا یہ روایت بہت صحیح اور مشہور ہے بعض نے کہا ہے کہ متوازن ہے۔ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس مقدس منبر کو اپنے زمانہ خلافت میں شام لے جانا چاہا مگر جیسے ہی وہ منبر اپنی جگہ سے اٹھایا گیا آفتاب میں سخت گرہن پڑ گیا کہ ستارے نظر آنے لگے اس حال کو دیکھ کر وہ اپنے ارادے سے باز رہے۔ ۶۵۴ ہجری میں جب مسجد شریف میں آگ لگی تھی وہ منبر بل گیا ۱۲ (شرح سفر السعادت)

وخطبے پڑھتے اور دونوں کے درمیان میں کچھ تقویٰ و پرہیزگاری جاتے اور اس وقت کچھ کلام نہ کرنے نہ دے مانتے جب دوسرے خطبے سے آپ کو فراغت ہوتی حضرت بلالؓ اقامت کہتے اور آپ نماز شروع فرماتے خطبہ پڑھتے وقت حضرت کی آواز بلند ہو جاتی تھی اور مبارک آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں مسلم میں ہے کہ خطبہ پڑھتے وقت حضرت کی ایسی حالت ہوتی تھی جیسے کوئی شخص کسی دشمن کے لشکر سے جو عنقریب آنا چاہتا ہو اپنے لوگوں کو خبر دیتا ہو۔ اکثر خطبے میں فرمایا کرتے تھے کہ

يُعْتَبُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ | میں اور قیامت اس طرح ساتھ بھیجا گیا ہوں جیسے یہ دو انگلیاں
اور یہ بھی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا دیتے تھے اور بعد اس کے فرماتے تھے۔

لیکن بعد حمد و صلوات کے پس سب کلاموں سے بہتر
مذاکا کلام ہے اور سب طریقوں سے اچھا طریقہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کا ہے اور سب چیزوں سے بڑی نئی باتیں ہیں ہر وقت
دوزخ میں ہے میں ہر مومن کا اس کی جان سے بھی زیادہ دوست
ہوں جو شخص کچھ مال چھوڑے تو اس کے احوال کا ہے اور اگر کچھ
فرض چھوڑے یا کچھ مال و عیال تو وہ میرے دوست ہیں ۱۲

اَمَا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ مَا خَلَقَ اللَّهُ
خَيْرَ الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ وَشَوَّكَ
مُوسَى مُحَمَّدٌ
ثُمَّ هَادٍ كُلُّ يَدٍ عِدَّةٌ ضَلَالَةٌ
أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ
مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ مَنْ تَرَكَ
مَالًا فَلَا هَلْبَةَ وَمَنْ
تَرَكَ دِينًا أَوْ ضِيَاءً فَاغْلَبَنِي

کہیں یہ خطبہ پڑھتے تھے۔

اسے لوگوں کو توبہ و موت آنے سے پہلے اور عید کی گونج
کلام کرنے میں اور پورا کرنا اس عہد کو جو تمہارے اور تمہارے
پروردگار کے درمیان ہے اس کے ذکر کی کثرت اور صدقہ دینے
سے ظاہر اور باطن میں اس کا ثواب پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کے
زودیک توہین کیے پاؤ گے اور رزق پاؤ گے اور جان لو کہ اللہ
نے تمہارے اوپر عہد کی نماز فرض کی ہے میرے اس مقام میں
اسی قسم میں اسی سال میں قیامت تک بشرط امکان جو شخص
اس کو ترک کرے میری زندگی میں یا میرے بعد اس کی
فرضیت کا انکار کرے یا سبیل اللہ سے بشرطیکہ اس کا کوئی
بہ تہا ہو ظالم یا عادل تو اللہ اس کی پریشانیوں کو نہ دور کرے
نہ اس کے کسی کام میں برکت دے۔ سنو جی نہ اس کی نماز

يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَوَكَّلُوا عَلَيَّ
بَارِدًا بِأَلْسِنَةِ الْعَالِمَةِ وَصَلُّوا إِلَيَّ
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ يَكْتُمُونَ
كَثْرَةَ الصَّدَقَةِ بِالنَّبِيِّ وَالْعَلَانِيَةِ تَوَجُّرًا
وَمُحَمَّدٌ قَدْ أَوْتِنْتُمْ قَوْلًا وَعَلِمُوا أَنَّ اللَّهَ قَدْ
فَرَضَ عَلَيْكُمْ الْجُمُعَةَ مَكْتُومَةً فِي مَقَامِي هَذَا
فِي شَهْرِي هَذَا أَيُّهَا النَّاسُ هَذَا إِلَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
مَنْ تَوَكَّلَ إِلَيْهِ سَبِيلًا فَمَنْ تَرَكَهَا فِي حَيَاتِي
أَوْ بَعْدِي حُجْرًا بِهَا وَاسْتَحْضَانًا بِهَا وَلَهُ إِمَامٌ
جَائِدٌ أَوْ عَادِلٌ فَلَا جَمْعَ اللَّهُ شَمْلَةٌ وَلَا
بَارَكْ لَهُ فِي أَمْرٍ أَوْلَى وَلَا صَلَوةٌ لَهُ أَوْلَى

صَوْمَ لَهٗ اَلَا وَا لَا زَكٰوٰةَ لَهٗ اَلَا وَا لَا حٰجَّ لَهٗ اَلَا
 وَا لَا بَرَّ لَهٗ حَتّٰی يَتُوْبَ فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ
 اَلَا وَا لَا تُؤْمِنُ اِمْرَاةٌ رَّجِيْلًا اَلَا وَا لَا تُؤْمِنُ
 اِمْرَاةٌ اِمْرَاةٌ اَلَا وَا لَا يُؤْمِنُ فَاجِرًا مُّؤْمِنًا
 اِلَّا اَنْ يَّعِيْدَهُ سُلْطٰنٌ يُّخٰتُ سَيْفَهٗ سَوْطَهٗ

(ابن ماجہ)

کبھی بعد حمد و صلوات کے یہ خطبہ پڑھتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَحْمِيْدًا وَتَسْتَعْفِيْرًا لَا
 نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِنَا اَعْمَالِنَا
 مِنْ يَّهْدِيْهِ اللّٰهُ فَلَا مَضِيْلَ لَهٗ وَمَنْ يَّضِلُّ فَلَا
 هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ
 لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
 وَرَسُوْلُهٗ اُرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا
 بَيْنَ يَدَيْ السَّاعَةِ مَنْ تَطَبَّقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
 فَقَدْ سَأَسَدَ وَاَهْتَدَى وَمَنْ لَيْعَصِ هَمًّا فَاقَهٗ
 لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَفْعُرُ اللّٰهُ شَيْئًا

(ابوداؤد وغیرہ)

قبلی ہرگز نہ روزہ شد گواہ نہ حج نہ کوئی نیکی یہاں تک کہ
 توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ بخوبی
 زمامت کرے کوئی عورت کسی مرد کی نہ کوئی اعرابی عینی
 یہاں کسی ہاجر یعنی عالم کی نہ کوئی فاسق کسی صالح کی نہ
 یہ کہ کوئی بادشاہ جبراً ایسا کرے جس کی تلوار اور کوزے

کا خوف ہو ۱۲

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور
 اس سے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں اور اپنے نفسوں کی
 شرارت اور اعمال کی برائی سے پناہ مانگتے ہیں جس کو اللہ
 ہدایت کرے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ
 گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا اور میں گواہی
 دیتا ہوں کہ اسے اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں وہ ایک ہے
 اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے
 بندے اور پیغمبر ہیں ان کو اللہ تعالیٰ جسے سچی باتوں کی بنا
 اور ان سے ڈرنے کے لیے قیامت کے قریب بھیجا ہے
 جو کوئی اللہ اور رسول کی تابعداری کرے گا وہ ہدایت
 پائے گا اور جو نافرمانی کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا
 کا کچھ نقصان نہیں ۱۲۔ اس کا ذکر اس مقام میں صرف عادت
 فرمادیا ہے ورنہ جمعہ کی نماز تکمیل ہی میں فرض ہو چکی تھی
 اعرابی چونکہ اکثر حجاز اور ہاجر عالم تھے اس لیے اعرابی
 یہاں اور ہاجر سے عالم مراد لیا گیا ۱۲

حضرت سورہ قحط خطبے میں اکثر پڑھا کرتے تھے حتیٰ کہ میں نے سورہ قحط حضرت ہی سے سُن کر
 کی ہے جب آپ منبر پر اس کو پڑھا کرتے تھے۔ (مسلم)

۱۲۔ اسی خطبہ کی نسبت صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ سراسر خطبہ تھا ۱۲۔

اور کبھی سورۃ العصر اور کبھی

لَا يَسْتَوِي أَهْلَابُ النَّاسِ وَأَهْلَابُ

الْجَنَّةِ هَمًّا الْقَائِمُونَ۔

دفعہ دسے اور نیت دسے پڑا نہیں ہو سکتے جنت
دسے اپنی مزاجوں کو نہیں لگے۔ ۱۳۔

اور کبھی

وَقَادَا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ

قَالَ إِنَّكُمْ مَأْكُوثُونَ (بجرا لائق)

دو زنج دسے کہیں گے کہ اسے مالک (داروغہ مدینہ)
اب تیرا بے اس عذاب کو ختم کرے وہ کہے گا تم ہمیشہ یہیں
رہو گے۔ ۱۳۔

نماز کے مسائل

بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھے وہی نماز بھی پڑھائے اور اگر کوئی دوسرا پڑھائے تب بھی جائز

ہے۔ (رد مختار وغیرہ)

اگر کوئی دوسرا شخص امام بنا یا جائے تو وہ ایسا شخص ہو جس نے خطبہ سنا ہوا اگر کوئی شخص ایسا امام بنا یا جائے جس نے خطبہ نہیں سنا تو نماز نہ ہوگی اور اگر وہ کسی دوسرے کو امام بنا لے تب بھی جائز نہیں۔ ہاں بعد نماز شروع کر دینے کے اگر امام کو حدیث ہو جائے اور اس وقت کسی کو امام بنائے تو اس میں یہ شرط نہیں جس نے خطبہ نہیں سنا اس کا امام بنا نا بھی درست ہے۔ خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً اقامت کہہ کر نماز شروع کر دینا مستحب ہے۔ خطبے بعد نماز کے درمیان میں کوئی ذرا بڑی کام کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس کے بعد خطبے کے اعادہ کی ضرورت ہے ہاں کوئی دینی کام ہو مثلاً کسی کو شرعی مسئلہ بتانے یا ضرورت رہے اور وہ ضرور کرنے جائے یا بعد خطبے کے معلوم ہو کہ اس کو غسل کی ضرورت تھی اور غسل کرنے جائے تو کچھ کراہت نہیں نہ اور خطبے کے اعادہ کی ضرورت ہے۔ (رد مختار و خواتمہ المفتین)

نماز جمعہ اس نیت سے پڑھی جائے نَوَيْتُ أَنْ أَصَلِّيَ سِرَّكَ عِبَادِي الْمَفْرُضِي صَلَاةَ الْجُمُعَةِ

میں نے یہ ارادہ کیا کہ دو رکعت فرض نماز جمعہ پڑھوں۔

بہتر یہ ہے کہ جمعہ کی نماز ایک مقام میں ایک ہی مسجد میں سب لوگ بیٹھ کر پڑھیں اگرچہ ایک مقام

سے بعض علماء کے نزدیک جمعہ کی نماز ایک مقام کی متعدد مساجد میں جائز نہیں بلکہ یہ قول مختار اور منہجی ہے۔ ۱۲۔

(بجرا لائق)

کی متعدد مسجدوں میں بھی نماز جمعہ جائز ہے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

اگر کوئی مسجوق قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھتے وقت یا سجدہ سو کے بعد گرٹے تو اس کی شرکت صحیح ہو جائے گی اور اس کو جمعہ کی نماز تمام کرنی چاہئے یعنی دو رکعت پڑھنے سے ظہر کی نماز اس کے وقت سے اتر جائے گی۔ (بحر الرائق۔ در مختار وغیرہ)

جب کسی مقام میں جمعہ کے صحیح ہونے کی کسی شرط میں شک پڑ جائے مثلاً مصر ہونے یا جیسا بعض علماء کے نزدیک نماز جمعہ ایک مقام کی ایک ہی مسجد میں ہونا چاہئے تو ایسی حالت میں وہاں کے لوگوں کو بہتر یہ ہے کہ بعد جمعہ کے فرض اور سنت پڑھ چکنے کے چار رکعت پر نیت ظہر احتیاطاً پڑھ لیا کریں اور اس کی نیت یوں کریں **قَوَّيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ اٰخِرَ ظَهْرِيْ اَوْ سَاكَعْتُ وَقْتَهُ وَ لَمْ اُصَلِّمْ بَعْدُ** میں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ آخری ظہر جس کا وقت مجھے بچا اور اب تک اس کو میں نے نہیں پڑھا اور کروں اور اس نماز کی چاروں رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد دوسری سورت کا پڑھنا ضروری ہے۔ اس نماز کو کچھ ضروری نہ سمجھیے اور نہ یہ خیال کرے کہ جمعہ کی نماز نہیں ہوئی کسی زمانہ میں اس نماز نے جاہلوں کو اس خیال میں ڈال دیا تھا کہ جمعہ کی نماز فرض ہی نہیں اسی سبب سے صاحب بحر الرائق لکھتے ہیں کہ میں نے کئی مرتبہ فتویٰ دیا کہ یہ نماز نہ پڑھی جائے تاکہ جاہلوں کا اعتقاد نہ خراب ہوسنہ پائے۔

۱۷ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر دوسری رکعت کا اگر حصہ ہی جائے تو شرکت صحیح ہوگی اور اس کو جمعہ کی نماز تمام کرنا ہوگی ورنہ اسے امام کے سلام کے بعد ظہر کی نماز تمام کرنا چاہئے مثلاً ایک رکعت امام کے ساتھ ہی ہو تو وہ امام کے سلام کے تین رکعت ادا کرے مگر فتویٰ اس قول پر نہیں نہ اس کی کوئی قوی دلیل ہے۔ (بحر الرائق)

۱۸ جب شہروں میں دو جمعے ہونے لگے تو وہاں کے علماء نے احتیاطاً چار رکعت ظہر احتیاطی پڑھنے کا حکم لوگوں کو دے دیا۔ (وقینہ)

عیدین کی نماز کا بیان

شوال کے ہینے کی پہلی تاریخ کو عید الفطر کہتے ہیں اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عید الاضحیٰ۔ یہ دونوں سلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں ان دونوں میں دو دو رکعت نماز بطور شکر پر کے پڑھنا واجب ہے۔
 جمعہ کی نماز کے محنت وہ جو بے کے جو شرائط اور ذکر ہو چکے ہیں وہی سبب عیدین کی نماز میں بھی ہیں۔
 سوانح خطبے کے۔ جمعہ کی نماز میں خطبہ شرط ہے عیدین کی نماز میں شرط نہیں جمعہ کا خطبہ فرض ہے عیدین کا مندرجہ سنت ہے مگر عیدین کے خطبے کا مستثنیٰ بھی مثل جمعہ کے خطبے کے واجب ہے جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھنا ضروری ہے اور عیدین کا نماز کے بعد مسنون ہے۔

عید الفطر کے دن بارہ چیزیں مسنون ہیں۔ ۱۔ اپنی آرائش کرنا۔ ۲۔ غسل کرنا۔ ۳۔ مسواک کرنا۔ ۴۔
 عجرہ سے عمدہ کپڑے چھپا س ہو جو ہوں پہننا۔ ۵۔ خوشبو لگانا۔ ۶۔ صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔ ۷۔
 عید گاہ میں بہت سویرے جانا۔ ۸۔ قبل عید گاہ جانے کے صدرقہ خطرو سے دینا۔ ۹۔ قبل عید گاہ جانے کے
 کوئی شیرینی چیز مثل چھوہارے وغیرہ کے کھانا۔ ۱۰۔ نماز عید گاہ میں جا کر پڑھنا جس راستے سے جائے اس کے
 سوا دوسرے راستے سے واپس آنا۔ ۱۱۔ پیادہ چا جانا اور ۱۲۔ راستے میں **اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ**
وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ سے پڑھتے ہوئے جانا۔

عید الفطر کی نماز مسجد نبوی میں شروع ہوتی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل مدینہ نے دو دن سال پہریں
 متراکب ہینے کے دن میں خوشی کیا کرتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر وہاں تشریف لائے تو پوچھا کہ یہ دن کیسے ہیں،
 تو ان سے جواب دیا کہ ہم سلام سے پہلے ان دونوں دنوں میں خوشی کیا کرتے تھے تب آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کے
 عوض میں اس سے بہتر دوسرے دو دن دیتے ہیں عید الفطر کا دن اور عید الاضحیٰ کا دن (بقرہ الراجح)
 لہٰذا صاحب بقرہ الراجح لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں جو دستور چھوہارے اور دودھ کو ملا کر کھانے کا ہے اس کی کوئی
 اصل نہیں مقصود یہ کہ اس کو مسنون نہ سمجھنا چاہئے علیٰ ہذا ہمارے زمانے میں ہندوستان میں سونیاں اور دودھ کو کھانے کی رسم ہے یہ بھی
 محض بے اصل اور واجبی امر ہے اس کو بھی مسنون نہ سمجھنا چاہئے ۱۲۔

لگے ہمارے زمانہ میں اکثر لوگ عید کی نماز شہر کی مسجدوں میں پڑھتے ہیں عید گاہ نہیں جاتے حالانکہ عید گاہ ہانا
 سنت مؤکدہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مقدس مسجد کو باوجود بے اتھا شرف و تفضیلت کے عیدین کے دن چھوڑ دیتے
 تھے اور نماز پڑھنے عید گاہ تشریف لے جاتے تھے ۱۲۔

لگے سوار ہو کر واپس آنے کی اجازت ہے ۱۲ (درد مختار وغیرہ)

عید الفطر کی نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ یہ نیت کرے **قَوَّيْتُ أَنْ أُصَلِّيَ سَأَلْتُكَ عَنِ الْوَأَجِبِ**
صَلَاةَ عِيدِ الْفِطْرِ مَعَ بَسْمَاتِ تَكْبِيرَاتٍ وَاجِبَةٍ میں نے یہ نیت کی کہ دو رکعت واجب نماز عید کی
 چھ واجب تکبیروں کے ساتھ پڑھوں یہ نیت کر کے ہاتھ باندھ لے اور سبحانک اللهم پڑھ کر تین مرتبہ
اللَّهُ أَكْبَرُ کے اور ہر مرتبہ مثل تکبیر تحریر کے وہ فوں کا فوں تک ہاتھ اٹھائے اور بعد تکبیر کے ہاتھ ٹکائے
 اور ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر تک توقف کرے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہیں، تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ ٹکائے
 بلکہ باندھ لے اور سورۃ بسم اللہ پڑھ کر سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھ کر حسب دستور
 رکوع مسجد سے کر کے کھڑا ہو اور اس دوسری رکعت میں پہلے سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھ لے اس کے
 بعد تین تکبیریں اسی طرح کے لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے بلکہ ٹکائے رکھے اور پھر تکبیر کر کے
 رکوع میں جائے۔ (محاسن الابار)

بعد نماز کے دو خطبے منبر پر کھڑے ہو کر پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان میں اتنی ہی دیر تک بیٹھے
 جتنی دوسرے خطبے کے خطبے ہیں۔

یوم نماز عیدین کے یا بعد خطبے کے دعا مانگنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب اور تابعین اور
 تبع تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں اور اگر ان حضرات نے کبھی دعا مانگی ہوتی تو ضرور نقل کی جاتی۔ لہذا
 بغرض اتباع دعا مانگنا دعا مانگنے سے بہتر ہے۔

عیدین کے خطبے میں پہلے تکبیر سے ابتدا کرے پہلے خطبے میں نو مرتبہ **اللَّهُ أَكْبَرُ** کے دوسرے میں
 سات مرتبہ۔ (بحر الرائق وغیرہ)

عید الاضحیٰ کی نماز کا بھی یہی طریقہ ہے اور اس میں بھی وہی سب چیزیں سنون ہیں جو عید الفطر میں فرق
 اس قدر ہے کہ عید الاضحیٰ کی نیت میں **بِجَانَةِ عِيدِ الْفِطْرِ** کے عید الاضحیٰ کا لفظ داخل کرے۔ اور
 عید الفطر میں عید گاہ جانے سے پہلے کوئی شیریں چیز کھانا سنون سے یہاں نہیں عید الفطر میں راستہ چلتے وقت
 آہستہ تکبیریں سنون سے اور یہاں ابتدا سے عید الفطر کی نماز دیر کر کے پڑھنا مستحسن ہے اور عید الاضحیٰ کی

سے عیدین کی نماز میں بھی مثل جمعہ کے نماز کے سورۃ حمید اور سورۃ صافقہ یا صحیح اسم اور اہل آناک دریش القاشیہ نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے ۱۱

۱۰ علامہ کھنوی مولانا شیخ عبدالغنی فرنگی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ اس تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے اور نہ
 باندھنے میں متروہ تھا اور اپنے زمانہ کے علماء سے اس کا سوال بھی کیا مگر کسی نے شافی جواب نہ دیا یہاں تک کہ میں جالس الابراہیم کی
 اس عبارت پر مطلع ہوا اللہ تعالیٰ انہیں نے بہت شکر کیا کہ اس میں صاف تصریح سے نہ باندھنے کا حکم موجود ہے ۱۲۔
 ۱۱ مولانا شیخ عبدالغنی رحمۃ اللہ اور مولانا محمد رفیع صاحب مرحوم نے بھی اپنے فتویٰ میں ایسا ہی لکھا ہے ۱۲۔

سویر سے اذان و اقامت نہ یہاں ہے نہ وہاں جہاں عید کی نماز پڑھی جائے وہاں اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے نماز سے پہلے بھی اور پیچھے بھی۔ ہاں بعد نماز کے گھر میں آکر نماز پڑھنا مکروہ نہیں اور قبل نماز کے یہ بھی مکروہ ہے۔ (رد المحتار)

عورتیں اور وہ لوگ جو کسی وجہ سے نماز عید نہ پڑھیں ان کو قبل نماز عید کے کوئی نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔

عید الفطر کے خطبے میں صدقہ فطر کے احکام اور عید الاضحیٰ کے خطبے میں قربانی کے مسائل اور تکبیر نفرتی کے احکام بیان کرنا چاہئے۔

تکبیر تشریح یعنی ہر فرض میں نماز کے بعد ایک مرتبہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر واللہ اکبر واللہ اکبر کناہ واجب ہے بشرطیکہ وہ فرض جماعت سے پڑھا گیا ہو اور وہ مقام مصر ہو۔ یہ تکبیر عورت اور مسافر پر واجب نہیں ہاں اگر یہ لوگ کسی ایسے شخص کے مقدمات ہوں جس پر تکبیر واجب ہے تو ان پر بھی تکبیر واجب ہو جائے گی۔ (رد المحتار)

یہ تکبیر عرفہ یعنی نویں تاریخ کی فجر سے تیرھویں تاریخ کی عصر تک کناہ ہے یہ سب تیس دنوں میں ہوئی جن کے بعد تکبیر واجب ہے۔

اس تکبیر کا بلند آواز سے کہنا واجب ہے ہاں عورتیں آہستہ آواز سے کہیں (رد المحتار)

نماز کے بعد فوراً تکبیر کناہ چاہئے۔ اگر کوئی سہل سہانی نماز کے بعد آکرے مثلاً قہقہہ سے ہنسنے یا

یہ مذہب امام صاحب کا ہے صاحبین کے نزدیک یہ کوئی شرط نہیں عورت اور مسافر اور مسافر پہلے اور قریب میں بھی یہ تکبیر واجب ہے صاحب بقرہ الرای سے سراج و باج وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ فقیر علی صاحبین کے قول پر ہے۔ انما بہتر یہ ہے کہ یہ لوگ بھی تکبیر کہہ لیا کریں۔ ۱۲

یہ مذہب صاحبین کا ہے اور حضرت فاروق و عمر رضی اللہ عنہما سے بھی صحیح منقول ہے امام صاحب کے نزدیک عورت کی فجر سے عید کی عصر تک کل آٹھ نمازوں کے بعد تکبیر واجب ہے اور یہی مذہب ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا چونکہ بعد آواز سے تکبیر کناہ بدعت ہے اس لیے امام صاحب نے ابن مسعود کے مذہب کو اختیار کیا لیکن عبادات میں اکثر کا اختیار کرنا بہتر ہے اور اصول میں مقرر ہے کہ جب کوئی چیز بدعت اور وجوب میں داخل ہو تو اس کا کرنا اختیار کیا جائے اس لیے فقیر علی صاحبین کے قول پر دیا گیا اور اس پر عمل نہ ہے۔ واللہ اعلم ۱۲

بات کروے عمدًا یا سہوًا یا مسجد سے چلا یا جائے تو پھر ان چیزوں کے بعد تکبیر نہ کہنا چاہئے اگر کسی کا وضو نماز کے بعد فوراً ٹوٹ جائے تو بہتر یہ ہے کہ اسی حالت میں فوراً تکبیر کہے وضو کرنے نہ جائے اور اگر وضو کر کے کہے تب بھی جائز ہے (بحر الرایق)

اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ فوراً تکبیر کہیں یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے تب کہیں۔ (رد مختار۔ بحر الرایق وغیرہ)

عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی تکبیر کہ لینا واجب ہے۔ (بحر الرایق۔ رد المحتار)

عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد مساجد میں جائز ہے۔ (رد مختار وغیرہ)

اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملے ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نماز عید نہیں پڑھ سکتا اس لیے کہ جماعت اس میں شرط ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص شریک نماز ہوا ہو اور کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو گئی ہو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا نہ اس پر اس کی قضا واجب ہے ہاں اگر کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو جائیں تو پڑھ سکتا ہے۔

اگر کسی عذر سے پہلے دن نماز نہ پڑھی جاسکے تو عید الفطر کی نماز دوسرے دن اور عید الاضحیٰ کی عیدوں کا دن صحیح پڑھی جاسکتی ہے اور یہ نماز قضا سمجھی جائے گی۔

۱۱۔ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرفے کے دن مغرب کی نماز پڑھائی اور تکبیر تشریح کرنے کو بھول گیا تو امام ابو حنیفہ نے جو پچھے نماز میں شریک تھے تکبیر کہ دی۔ صاحب بحر الرایق یہ روایت نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس سے چند فائدے حاصل ہوئے ایک تو یہی مسئلہ یعنی اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدی کہہ دیں۔ دوسرے یہ کہ قنظیم استاد کی یہی ہے کہ اس کی اطاعت کرے دیکھا امام ابو یوسف امام صاحب کے حکم سے امام بن گئے یہ نہ خیال کیا کہ جہم اپنے استاد کے ہوتے نماز نہ پڑھانا چاہتے۔ تیسرے یہ کہ استاد کو چاہئے کہ جب اپنے کسی شاگرد کو لائق دیکھے تو لوگوں کے سامنے اس کی عظمت کرتے تاکہ لوگ بھی اس کو بزرگ سمجھیں اور اس سے فائدے اٹھائیں۔ چوتھے یہ کہ شاگرد کو چاہئے کہ اپنے استاد کا مرتبہ نہ بھول جائے دیکھو امام ابو یوسف استاد کی بیعت سے تکبیر بھول گئے حالانکہ کئی وقت اس تکبیر کو کہتے ہوئے ہو چکے تھے ۱۲

۱۳۔ ہمارے فقہاء لکھتے ہیں کہ عید کی نماز کے بعد تکبیر کہنا تمام صلوات سے متعلق ہے اس لیے ضرور

کہ لینا چاہئے۔ صاحب رد المحتار لکھتے ہیں کہ بحر الرایق کی عبارت سے اس کا جو ب معلوم

عید الاضحیٰ کی نماز میں بے عذر بھی تیسرے عیدین تاریخ منہک تاخیر کرنا ہائز ہے مگر مکروہ ہے اور عید الفطر میں بے عذر باطل جائز نہیں۔ (بجرازیق - در مختار وغیرہ)

عذر کی مثال - ۱۔ کسی وجہ سے امام نماز پڑھانے نہ آیا ہو - ۲۔ پانی برس رہا ہو - ۳۔ چاند کی تاریخ محقق نہ ہو اور بعد زوال کے جب وقت جاتا رہے محقق ہو جائے - ۴۔ ابر کے دن نماز پڑھی گئی ہو اور بعد اہل مکمل جاننے کے معلوم ہو کہ بے وقت نماز پڑھی گئی - (رد المحتار)

اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت آکر شریک ہوا ہو کہ امام تکبیروں سے فراغت کر چکا ہو تو قیام میں آکر شریک ہوا ہو تو فوراً بعد نیت پاندھنے کے تکبیریں کہے لے اگرچہ امام قرأت شروع کر چکا ہو اور اگر رکوع میں آکر شریک ہوا ہو تو اگر غالب گمان ہو کہ تکبیروں کے فراغت کے بعد امام کا رکوع مل جائے گا تو نیت باندھ کر تکبیر کہے بعد اس کے رکوع میں جیسے تسبیح کے تکبیریں کہے مگر حالت رکوع میں تکبیریں کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر قبل اس کے کہ رکوع میں تکبیریں کہے امام رکوع سے سر اٹھائے تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور جس قدر تکبیریں رہ گئی ہیں وہ اس سے معاف ہیں۔ (رد المحتار)

اگر کسی کی ایک رکعت عید کی نماز میں چلی جائے تو جب وہ اس کو ادا کرنے لگے تو بیٹھے قرأت کرے اس کے بعد تکبیر کہے اگرچہ قاعدہ کے موافق پہلے تکبیر کنا پڑھے تھا لیکن چونکہ اس طریقہ سے دونوں رکعتوں کی قرأت میں تکبیر فاضل ہوئی جاتی ہے اور یہ کسی کا مذہب نہیں ہے اس لیے اس کے خلاف حکم دیا گیا۔ (رد المحتار)

اگر امام تکبیر کہتا بھول جائے اور رکوع میں اس کو خیال آئے تو اس کو چاہئے کہ حالت رکوع میں تکبیر کہے پھر قیام کی طرف نہ لڑے اور اگر ٹوٹ جائے تب بھی ہائز ہے یعنی فاسد نہ ہوگی۔

کعبہ مکرمہ کے اندر نماز پڑھنے کا بیان

جیسا کعبہ شریف کے باہر اس کی محاذات پر نماز پڑھنا درست ہے ویسا ہی کعبہ مکرمہ کے اندر بھی نماز پڑھنا درست ہے۔ استقبال قبلہ ہو جائے گا خواہ جس طرف پڑھے اس وجہ سے کہ وہاں چاروں طرف قبلہ ہے جس طرف منہ کیا جائے کعبہ ہی کعبہ ہے۔ مگر وہاں جب ایک طرف منہ کر کے نماز شروع کی جائے تو پھر حالت نماز میں دوسری طرف پھر جانا جائز نہیں۔ اور

جس طرح اقل نماز جائز ہے اسی طرح فرض نماز بھی۔ (رد المحتار)

کعبہ شریفہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اگر نماز پڑھی جائے تو وہ بھی صحیح ہے اس لیے کہ جس مقام پر کعبہ ہے وہ زمین اور اس کی محاذی جو حصہ ہو گا آسمان تک ہے سب قبلہ ہے۔ قبلہ کچھ کعبہ کی دیواروں پر منحصر نہیں اسی لیے اگر کوئی شخص کسی جگہ پہاڑ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھے جہاں کعبہ کی دیواروں سے بالکل محاذات نہ ہو تو اس کی نماز بالاتفاق درست ہے لیکن چونکہ اس میں کعبہ کی بے تغلیبی ہے اور اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع بھی فرمایا ہے اس لیے مکروہ تحریمی ہوگی۔

کعبہ کے اندر نماز پڑھنا بھی جائز ہے اور جماعت سے بھی اور وہاں یہ بھی شرط نہیں کہ امام اور مقتدیوں کا منہ ایک ہی طرف ہو اس لیے کہ وہاں ہر طرف قبلہ ہے۔ ان یہ شرط ضرور ہے کہ مقتدی امام سے آگے بڑھ کر نہ کھڑے ہوں۔ اگر مقتدی کا منہ امام کے منہ کے سامنے ہو تب بھی درست ہے اس لیے کہ اس صورت میں وہ مقتدی امام سے آگے نہ سمجھا جائے گا آگے جب ہوتا کہ جب دونوں کا منہ ایک ہی طرف ہوتا مگر ان اس صورت میں نماز مکروہ ہوگی اس لیے کہ کسی آدمی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر کوئی چیز بیچا میں حاصل کر لی جائے تو یہ کراہت نہ رہے گی۔

(رد مختار وغیرہ)

اگر امام کعبہ کے اندر اور مقتدی کعبہ سے باہر حلقہ باندھے ہوئے ہوں تب بھی نماز ہو جائے گی لیکن اگر صرف امام کعبے کے اندر ہوگا اور کوئی مقتدی اس کے ساتھ نہ ہوگا تو نماز مکروہ ہوگی اس لیے کہ اس صورت میں امام کا مقام بقدر ایک قدر کے مقتدیوں سے اونچا ہوگا۔ (رد المحتار)

اگر مقتدی اندر ہوں اور امام باہر تب بھی نماز درست ہے بشرطیکہ مقتدی امام سے آگے نہ ہوں۔ (رد المحتار)

مداوند عالم کی توفیق سے ان نمازوں کا بیان تمام بچوں کا جن میں قرآن مجید کی قرأت فرض ہے

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ میں کعبہ کے اندر نفل نماز پڑھی ہے مگر چونکہ نفل اور فرض دونوں استقبال کعبہ کی شرط ہوتے ہیں۔ برابر ہیں اس لیے فرض بھی جائز ہے۔ امام مالک کے نزدیک فرض نماز جائز نہیں اس لیے کہ پورے قبلہ کا استقبال اس صورت میں نہیں ہوتا امام شافعی اس معاملہ میں ہمارے موافق ہیں صاحب شرح وقایہ نے جو ان کا اختلاف نقل کیا ہے یہ صحیح نہیں ان کی مذہب کے کتابوں میں ہمارے موافق نہ صاحب نہایت لکھتے ہیں کہ یہ لفظ صاحب شرح وقایہ کے قلم سے صحتاً نکل گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

لہذا اب ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی کے ساتھ ہی کچھ حالات قرآن مجید کے اور اس کی تلاوت وغیرہ کے احکام بھی لکھ دیں اور اسی لیے ہم نے سجدہ تلاوت کا بیان ابھی تک نہیں کیا اگرچہ ہمارے فقہاء کی رائے ہے کہ سجدہ سہو کے بعد سجدہ تلاوت کا بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ اگر خدا نے چاہا تو یہ تذکرہ بھی نہایت دلچسپ اور مفید ہو گا جس کی تفصیل سے اکثر فقہ کی کتابیں خالی ہیں۔ ابھی بحث میں سب سے پہلے ہم یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کیا چیز ہے اور وہ ہم تک کیسے پہنچا اس کے بعد اس کے پڑھنے پر حاصل کی فضیلت اور ثواب بیان کریں گے اس کے بعد جو مسائل اس سے تعلق رکھتے ہیں ان کا ذکر کریں گے۔

واللہ صبی و نعم الوکیل۔

قرآن مجید کے نزول اور جمع و ترتیب کے حالات

جانتے ہو قرآن مجید کیا چیز ہے ایک مقدس کتاب ہے جو نبی آخر الزماں بہترین پیغمبران محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی یہ مالک عرش و کرسی کا کلام ہے جس سے اپنے ایک برگزیدہ پیغمبر زادہ مقرب بندے سے کیا اسلام کی بنا اسی پاک آسمانی فرمان پر ہے جس نے اطاعت کی وہ سلبقہ اسلام میں داخل ہوا جس سے فوراً بھی سرکشی کی وہ اس پاکیزہ جماعت سے خارج ہو گیا اللہ جل شانہ کے ہاتھوں میں شامل ہوا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ شریف چالیس برس کا ہوا اس وقت آپ کو حکمت نبوت عطا ہوا اور کج رسالت آپ کے سر پر رکھی گئی اسی زمانہ سے نوح قرآن کی ابتدا ہوئی۔ وقتاً فوقتاً بحسب حاجت و ضرورت تھوڑا تھوڑا آیتیں برس تک نازل ہوتا رہا۔ اگلی کتابوں کی طرح پورا ایک ہی مرتبہ نازل نہیں ہو گیا۔

صحیح یہ ہے کہ بعد آپ کی نبوت کے دشمنان کی شب قدر میں پورا قرآن مجید لوح محفوظ سے اس آسمان پر جسے ہمہ کچھ وہ ہے جسے حکم رب العزت نازل ہو گیا۔ اور بعد اسی کے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو جس وقت جس قدر حکم ہوا انھوں نے اس مقدس کلام کو عینہ بے کم و کاست بے تغیر و تبدل نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا کیسی دو آیتیں کیسی ایک آیت سے بھی کم کیسی دس دس آیتیں کیسی

۱۰ مثلاً حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر تو رحمت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر انجیل اور حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور یہ سب کتابیں پوری ایک ہی دفعہ نازل ہو گئیں اور بالاتفاق یہ سب کتابیں رمضان ہی کے مہینے میں آئیں۔ (اتقان) ۱۲

امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دل میں پیدا ہوا اور حق تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے اپنے شاہی
 چمکے وعدے کو پورا کیا جو اپنے پیغمبر سے کیا تھا یعنی یہ کہ قرآن مجید کے ہم حافظ ہیں اس کا جمع کرنا اور حفاظت
 کرنا ہمارے ذمے ہے۔ یہ زمانہ حضرت امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت و راشدہ کا تھا۔
 حضرت فاروق نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ حفاظ قرآن شہید ہوتے جاتے ہیں اور بہت سے چمکے
 یا نہ میں شہید ہو گئے مجھے خوف ہے کہ اگر نبی حال رہے گا تو بہت بڑا حصہ قرآن مجید کا ہاتھ سے جانا
 رہے گا لہذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اس طوطی کو جو فرمائیے بعد قرآن مجید کے جمع کرنے کا اہتمام
 کیجئے حضرت صدیق نے فرمایا کہ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اس کو تم کیسے کر سکتے ہو حضرت
 فاروق نے عرض کیا کہ خدا کی قسم یہ بہت اچھا کام ہے۔ پھر وقتاً فوقتاً حضرت فاروق اس کی تحریک
 کرتے رہے حتیٰ کہ حضرت صدیق کے دلی مبارک میں بھی یہ بات چمکی انہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ
 عنہ کو طلب کیا اور یہ سب قصہ بیان کر کے فرمایا کہ قرآن مجید کے جمع کرنے کے لیے میں نے آپ کو منتخب
 کیا ہے آپ کا تپ وحی تھے اور جوان صالح ہیں انہوں نے بھی وہی عذر کیا کہ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 نے نہیں کیا اس کو آپ لوگ کیسے کر سکتے ہیں بالآخر وہ بھی راضی ہو گئے اور انہوں نے بہت اہتمام پیش
 سے قرآن مجید جمع کرنا شروع کیا۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے منتخب کرنے کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ ہر سال رمضان میں
 حضرت جبریل علیہ السلام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے اور سال و نجات میں
 دوسرے قرآن مجید کا دور ہوا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس اثر سے بھی شہید تھے اور اس اخیر
 دور کے بعد پھر کوئی آیت غسیغ نہیں ہوئی۔ جس قصہ قرآن اس دور سے میں پڑھا گیا وہ سب باقی
 و اہل زمانہ کو غسیغ و تلافیہ آیتوں کا خوب علم تھا۔ (شرح المسند)

جب قرآن مجید صحابہ کے اہتمام میں جمع ہوا تو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ
 خلافت میں اس کی نظر ثانی کی اور جہاں کہیں کتابت میں غلطی ہو گئی تھی اس کی تصحیح فرمائی سالہا سال اس
 فکر میں رہے اور اکثر اوقات صحابہ سے مناظرہ بھی کیا کہی صحت اسی مکتوب کی ظاہر ہوتی تھی کبھی اس کے
 غلطیاں نہیں فوراً اس کو صحیح کر دیتے تھے پھر یہ سب مدارج طے ہو چکے حضرت فاروق نے ان
 کے ہاتھ پڑھانے کا سخت اہتمام کیا حفاظ صحابہ کو وورد و رادھوں میں قرآن و فقہ کی تعلیم کے لیے

۱۰ حدیث میں معارف کا نقطہ جس کا مطلب یہ ہوا کہ کبھی آپ ان کو سناتے تھے کبھی وہ آپ کو ۱۱ فتح ابراہی

بھیجا جس کا سلسلہ ہم تک پہنچا۔

حق یہ ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا احسان اس بارے میں تمام اُمتِ محمدیہ پر ہے انہیں کی بدولت آج ہمارے پاس قرآن مجید موجود ہے اور ہم اس کی تلاوت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ اس احسان کی مکافات کس سے ہو سکتی ہے۔ اسے اللہ اپنے رفیقا کی خلعتیں ان کے زیب بدن خواہ اور تاج کرامت و خلعت وال کے مقدس سر پر رکھ۔ آمین۔

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس احسان کو اور بھی کامل کر دیا اپنے زمانہ خلافت میں انھوں نے اس مصحف شریف کی سات نقلیں کر کے ہر ایک بعیدہ میں بھیج دیں اور اختلافِ قرأت کی وجہ سے جو مساوات برپا ہو رہے تھے اور ایک دوسرے کی قرأتِ خلافِ حق اور باطل سمجھتا تھا ان سب جھگڑوں سے دینِ اسلام کو پاک کر دیا۔ صرف ایک قرأت پر سب کو متفق کر دیا اب بحمد اللہ تعالیٰ یہی مضبوط کتابِ اہل اسلام کے پاس ہے کوئی مذہب دنیا میں اس کی مثال نہیں لاسکتا۔ انجیل و توریت کی حالت ناگفتہ بہ ان میں وہ تحریف و تبدیل ہوئی کہ الامان۔ قرآن مجید کی نسبت من القرون کو بھی اقراہ ہے کہ ان یہ وہی کتاب ہے جس کی نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کلامِ خدا ہونے کا دعویٰ فرمایا تھا اس میں کسی قسم کی کمی زیادتی ان کے بعد نہیں ہوئی۔ والحمد للہ علی ذلک۔

قرآن مجید میں آیتوں اور سورتوں کی ترتیب جو اس زمانہ میں سے یہ بھی صحابہؓ نے وہی ہے مگر اپنی رائے اور قیاس سے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس ترتیب سے پڑھتے تھے اور جو ترتیب اس عہد مبارک میں تھی اس کے ذرا بھی تلافی نہیں کیا صرف دو سورتوں کی ترتیب البتہ صحابہؓ نے اپنے قیاس سے وہی ہے ہر آواز اور انقال تو یہ بھی یقیناً تلافی لے کر محفوظ نہ ہو گی جس کا تاور قوی مانع ہے اس میں ترتیب بھی خلافِ مرضی نہیں ہو سکتی۔

بعض اور صحابہؓ نے یہی مثل ابن مسعود اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے قرآن مجید کو جمع کیا تھا کسی کی ترتیب نزول کے موافق تھی کسی کی اور کسی طرح یا بجا منسوخ التلاوة آتیں بھی ان میں کسی شخص سے مندرجہ نہیں کہیں کہیں تفسیری الزناط بھی ان میں لکھے ہوئے تھے ابن سبب مصاحف کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور نہ آگے چل کر ان کی وجہ سے سخت اختلاف پڑتا۔ علاوہ اس کے یہ متفقہ قوت جو اس مصحف کے جمع کرنے میں تھی ان مصاحف میں کہاں وہ صرف ایک ہی شخص کی محنت کا نتیجہ تھے اس سبب سے اور بھی خرابیاں ان میں ہوں گی۔

صحابہ کے زمانہ میں قرآن مجید میں سورتوں کے نام پاروں کے نشانات وغیرہ کچھ نہ تھے بلکہ حرفوں

لفظ بھی نہ دیے گئے تھے بلکہ بعض صحابہ اس کو برا سمجھتے تھے وہ چاہتے تھے کہ مصحف میں سورۃ قرآن کے اور کوئی چیز نہ لکھی جائے عبدالملک کے زمانہ میں ابوالاسود یا امام حسن بصری نے اس میں لفظ بنائے اور ان کے بعد پھر خمس اور عشر لکھے گئے اور سورتوں اور پاروں کے نام بھی لکھ دیئے گئے علماء ان سب چیزوں کے جواز پر متفق ہیں اس لیے کہ یہ ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس کے قرآن ہونے کا شبہ ہو اور منع ان چیزوں کا لکھنا ہے جن کے قرآن ہونے کا شبہ پڑے۔

قرآن مجید کے فضائل اور اس کی تلاوت وغیرہ کا ثواب

قرآن مجید کی عظمت اور بزرگی اور اس کی فضیلت اور رفعت کے لیے اسی قدر کافی ہے کہ وہ خداوند عالم خالق لوح و قلم کا کلام ہے تمام عیب و نقائص سے بری اور پاک ہے فصاحت و بلاغت اس کی تمام عرب نے مان لی بڑے بڑے فصاحت و بلاغت کے مدعی اس کے مثل دو تین فقرے بھی صد ہا برس کی کوششوں میں نہ بنا سکے بر مزج اعلان بھی دیا گیا جوش و کمانہ واسے خطاب سے کہا گیا کہ اگر تم اس کے کلام خدا ہونے میں شک کرتے ہو اور اس کو کلام بشر سمجھتے ہو تو تم اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مثل کوئی عبارت بنا لاؤ اور تمام اعران و انصاف کو جمع کرو ہرگز نہ بنا سکو گے ہرگز نہ بنا سکو گے قوم جن نے جب اس کلام معجزہ کلام کو سنا ہے ساختہ کہ اسٹھ کہ انا سبنا قرآننا عجبا یتھدی الی الترشید فامنا بہ ولین شکرک یوینا احداً۔ یہ شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو نیکی کی طرف ہدایت کرتا ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اپنے پروردگار کا کسی کو شریک ہرگز نہ سمجھیں گے۔ خود اللہ جل شانہ اس مقدس کلام کی تعریف فرماتا ہے پھر ہم لوگوں کی زبان و قلم میں کیا طاقت ہے کہ اس کے اوصاف و فضائل کا ایک نمونہ بھی بیان کر سکیں۔

اس کے تلاوت اور پڑھنے پڑھانے کا ثواب محتاج بیان نہیں تمام علماء امت متفق ہیں کہ کوئی ذکر تلاوت قرآن مجید سے زیادہ ثواب نہیں رکھتا احادیث اس باب میں بیش از بیش ہیں ہونے کے لیے تبرکاً چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں۔

ار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی قرآن مجید کے پڑھنے میں مشغول ہو اور دعایا کسی دوسرے ذکر کی اس کو فرصت نہ ملے میں اس کو دعا مانگنے والوں سے بھی زیادہ دوں گا اور کلام اللہ کی بزرگی تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے خدا کی بزرگی تمام مخلوق پر۔

روحانی سے بدرجہا بہتر ہوگی پھر کیا کہنا اس شخص کا جس نے پڑھا اور عمل کیا۔ (روبو داؤد)

۱۴۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ قرآن اللہ کا نعمت خانہ ہے اس سے جو جس قدر لے سکے میرے نزدیک اس گھر سے زیادہ کوئی بے برکت مقام نہیں جس گھر میں خدا کی کتاب نہ ہو اور بیشک وہ دولی جس میں کچھ بھی قرآن نہ ہو ایک ویان گھر ہے جس میں کوئی رہنے والا نہیں۔ (دارمی)

۱۵۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید یاد کر کے بول جائے وہ قیامت کے دن

جذامی ہوگا۔ (صحیح بخاری) معاذ اللہ

۱۶۔ خالد بن سیدان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص قرآن مجید پڑھے اس کو بہتر ثواب

ملے گا اور جو اس کو سنے اس کو دہرا ثواب ملے گا۔ (دارمی)

اسی حدیث سے علماء نے اخذ کیا ہے کہ قرآن مجید کے سننے میں پڑھنے سے بھی زیادہ ثواب ہے

رکبیری

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بہت مرغوب تھا کہ کوئی دوسرا شخص قرآن مجید پڑھے اور آپ سنیں۔ ایک مرتبہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ارشاد ہوا کہ تم پڑھ کر مجھ کو سناؤ انہوں نے کہا کہ میں آپ کو سناؤ آپ ہی پر نازل ہوا ہے ارشاد ہوا کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کسی وہ سب سے سوں عبد اللہ بن مسعود نے سورہ نسا پڑھنا شروع کی یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے

کیا حال ہوگا اس وقت جب ہم ہر امت کے پیغمبروں میں

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْكُمْ لِجَمْعِ شَاهِدٍ

سے ایک گواہ لگا لیں گے اور ان لوگوں پر تم کو گواہ بنائیں گے

وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا

یہ ذکر قیامت کا ہے کہ اسی دن خدا سے عقور رحیم ہر امت پر

ان کے پیغمبر کو گواہ بنائے گا اور ہم لوگوں پر حضرت محمد رسول

اللہ علیہ وسلم کو ۱۲۔

حضرت نے فرمایا میں میں ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں سنتے دیکھا کہ آپ کی چشم مبارک سے آنسو بہ

رہتا تھا۔ (صحیح بخاری۔ سنن دارمی)

۱۷۔ حضرت شاید اس سبب سے روئے کہ اس آیت میں آپ کے ثواب بنانے کا ذکر ہے اور آپ کو اپنی

امت کے تمام اچھے اور برے حالات بیان کرنے پر تیار ہیں گے اور امت کی برائی آپ کو ناگوار ہے علاوہ

اس کے آپ کی مادرت یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن مجید پڑھتے وقت اکثر رو یا کرتے تھے ۱۲

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب کبھی ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو فرماتے کہ اسے ابو موسیٰ ہم کو اپنے پروردگار کی یاد دلاؤ وہ قرآن پڑھنا شروع کر دیتے۔ (رواہی)

یہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بہت خوش آواز تھے قرآن مجید بہت اچھا پڑھتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پڑھنے کی بہت تعریف فرمائی ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کی خاص خاص سورتوں کے فضائل بھی صحیح احادیث میں بہت وارد ہوئے ہیں مختصراً چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں سورہ فاتحہ کی نسبت احادیث میں وارد ہوا ہے کہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہی ہے۔ (صحیح بخاری) ایسی سورت کسی نبی پر نہیں نازل ہوئی۔ (متدرک عالم)

سورہ بقرہ کے حق میں آیا ہے کہ جس گھر میں پڑھی جائے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے (ترمذی)

اس کو پڑھو برکت ہوگی ورنہ حسرت ہوگی (مسلم) دو تہ تازہ چیزوں کو پڑھا کرو۔ بقرہ اور آل عمران۔ یہ دونوں قیامت میں اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریں گی اور مالک روز جزا سے جھکا کر اس کو بخشائیں گی۔ آیت الکرسی تمام آیات قرآنی کی بزرگ اور سردار ہے (مسلم) اخیر سورہ بقرہ کی دو آیتیں جس گھر میں پڑھی جائیں تین دن تک شیطان اس گھر کے قریب نہیں جاتا (ترمذی)

سورہ انعام جب اُتری تو حضرت نے تسبیح پڑھی اور فرمایا کہ اس قدر فرشتے اس کے ساتھ تھے کہ آسمان کے کنارے بھر گئے۔ (متدرک عالم)

سورہ کہف جمعہ کے دن جو شخص پڑھے اس کے لیے ایک نور ہوگا دو مہرے جمعہ تک (متدرک)

اس کے لیے نور ہوگا قیامت کے دن۔ (حسن حسین)

سورہ طہ قرآن مجید کا دل ہے جو کوئی شخص اس کو خدا کے لیے پڑھے وہ بخش دیا جائے گا اس کو اپنے مہروں پر پڑھو۔ (متدرک عالم)

سورہ فتح مجھ کو تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (صحیح بخاری)

سورہ تبارک الٰہی نے ایک شخص کی سفارش کی یہاں تک کہ بخش دیا گیا (صحیح ستہ) یہ اپنے پڑھنے والے کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہے یہاں تک کہ وہ بخش دیا جائے گا۔ (صحیح ابن حبان)

۱۰ قرآن مجید میں مغفرت سے خطاب ہے کہ ہم نے تم کو سبع مثانی اور قرآن عظیم عنایت فرمایا ہے اسی کو آپ نے بیان فرمایا کہ سبع مثانی اور قرآن عظیم سے یہی سورت مراد ہے ۱۲

میں پڑھتا ہوں کہ یہ سورت ہر مومن کے دل میں رہے (متذکرہ حاکم) یہ سورت اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے بچاتی ہے جہاں کوربات کو پڑھنے سے اس نے بت نیکی کی اور اچھا کام کیا (متذکرہ) سورہ اوزار لزلت نصف قرآن کے برابر ثواب رکھتی ہے۔ (ترمذی)

سورہ قلن یا ایہا الذکرین میں ربع قرآن کے برابر ثواب ہے۔ (ترمذی)

سورہ اوزار کا ثواب ربع قرآن کا ثواب ہے۔ (بخاری) ایک شخص اس سورت کو ہر نماز میں پڑھا کرتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے (صحیح بخاری) اس کی محبت تم کو جنت میں داخل کرے گی۔ (صحیح بخاری)

ایک شخص کو یہ سورت پڑھتے ہوئے آپ نے سنا تو فرمایا کہ جنت فرودی ہو گی۔ (ترمذی)

سورہ خلق اور ناس اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے (متذکرہ) اسی سے پڑھنے کے کوئی دعویٰ مستفاد نہیں ہے (نسائی) یعنی یہ بہت اعلیٰ درجہ کی دعا ہے اور اس کے پڑھنے سے تمام بلاؤں سے نجات ملتی ہے۔ جب سے یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں لکھو اور دیکھا اور وہ سری دعائیں ہر شرمین یا حسد وغیرہ سے بچنے کے لیے پڑھتے تھے چھوٹی۔

(ترمذی)

قرآن مجید تمام امراض جسمانی و روحانی کی دوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ شفاء و رحمة لیسو وینین و شفاء لیسو وینین۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی سچے دل سے قرآن مجید پڑھے تو پھاڑ بھی مل جائے علامہ سیوطی اتقان میں لکھتے ہیں کہ قرآن مجید طب روحانی ہے بشرطیکہ نیک لوگوں کی زبان سے ادا ہو اللہ کے حکم سے ہر مرض کی شفا اس سے حاصل ہوتی ہے مگر ہر نیک لوگ کم ہیں اور ہر کس و ناکس کی زبان میں اثر نہیں ہوتا اس لیے لوگوں نے طب جسمانی کی طرف رجوع کیا۔

خاص خاص سورتوں کے خواص بھی صحیح اسناد پیش میں بہت وارد ہوئے ہیں سینکڑوں مریضوں کو اس سے شفا ہوئی ہے۔ ہزاروں بلائیں اس سے دفع ہوئی ہیں۔

صحیح بخاری میں متعدد طرق سے مروی ہے کہ ایک شخص کو سانپ نے کاٹ یا تھا کچھ معالجہ وہاں مسافر آئے ہوئے تھے ان سے ایک شخص نے آکر کہہ دیا کہ سردار کو سانپ نے کاٹ لیا ہے آپ لوگوں میں اگر کوئی بھارتیہ ہوں تو چلیں ان میں سے ایک صحابی چلے گئے اور انہوں نے سورہ فاتحہ پڑھ کر بیرونک وی وہ اچھا ہو گیا۔

کشتی پر سوار ہوتے وقت بسما اللہ بحیرہا و مرسہا ان ساری لفظہ و رزقہا و جیوتہا پڑھ

لینے سے کشتی ترقی ہونے سے محفوظ رہتی ہے۔ (اتقان)

قُلْ اِدْعُوا اللّٰهَ اَوْ دْعُوا الرَّسُوْلَ اِنْ خَرَسْتُمْ تَكُنْ بِرُءُوْسِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيْمٌ

ہے۔ (اتقان)

رات کو جس وقت اٹھنا متکون ہو سوتے وقت آخر سورہ کہف پڑھ لے اس وقت فردہ لکھ

کھل جائے گی۔ ایک راوی اس حدیث کے کہتے ہیں کہ یہ میری آزمودہ ہے۔ (اتقان)

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكِ الْمَلِكِ لَوْ لِي الْمُلْكُ - بَعِيْرٌ حِسَابٌ تَكُنْ بِرُءُوْسِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيْمٌ

کے لیے مفید ہے۔ (اتقان) یہ آیت اس بندہ ناچیز کی آزمودہ ہے مگر مجھے اس کے پڑھنے کا ایک

خاص طریقہ بتلایا گیا ہے وہ یہ کہ ہر نماز کے بعد اول و آخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر سات مرتبہ پڑھے

واقعی بہت ترزیع التاثر ہے چالیس دن بھی نہیں گزرنے پاتے کہ اثر ظاہر ہونے لگتا ہے۔

سَرِيْبٌ هَبْلِيْ مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةٌ طَيِّبَةٌ لِّعِيْسِ عَمْرٍو تَكُنْ لَكَ لَوْ كَانَتْ هُوَ مَا هُوَ بِحَالِيْمٌ

تک پڑھنے سے کامیاب ہو جاتی ہے یہ بھی میرے سامنے کئی مرتبہ آزمائی گئی۔

قرآن مجید کے فضائل اور اس کے پڑھنے پڑھانے کا ثواب مختصراً بیان ہو چکا غالباً اس قدر ثواب

وفضیلت معلوم کرنے کے بعد پھر کوئی مسلمان جرات نہیں کر سکتا کہ قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے پڑھنے

پڑھانے سے غفلت کرے۔

اے اللہ اے مالک عرش و کرسی اے تو ربیت و انجیل و قرآن کے نازل کرنے والے قرآن

کو تمام کتب پر فضیلت دینے والے صنم حقیقی اپنے فضل و کرم اپنی رحمت کا علم و جود اتم کے حدیث میں

ہم سب مسلمانوں کو اس اپنی مقدس کتاب سے فیض یاب فرما، اس کے تلاوت کی ہمیں توفیق دے ہمارے

اعمال و افعال کو اس کے موافق کر قیامت کے جانگاہ واقعہ میں جب ہمارے اعمال قبیلہ ہمیں دوزخ کا مستحق

بنادیں۔ قرآن مجید کو ہمارا شفیع کر اور قرآن پڑھنے والوں کے حدیث میں ہمیں بخش دے۔ آمین۔ اے

خوش نصیب اس شخص کے جس کے ہر روز قرآن مجید کی زیارت اور تلاوت نصیب ہوتی ہو۔ سو عزیز

جانیں اس نیک بندہ پر خدا جس کا وظیفہ ایسی مقدس کتاب ہو بیشک انشاء اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی یہ امید

پوری ہوگی جس کو علامہ شاطبی اپنے ان اشعار میں ظاہر فرماتے ہیں۔

(اشعار اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہوں)

لَعَلِّي إِلَهَ الْعَرْشِ يَا اخُوْتِي يَتَّقِي جَمَاعَتَنَا كُلَّ الْمَكَاسِرِ هُوَ لَا
وَيَجْعَلُنَا مِمَّنْ يَكُونُ كِتَابُكَ شَفِيعًا لَهُ إِذْ مَا نَسُوهُ فَيَمْحُلُهُ

یہ بھی واضح رہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب اس پر موقوف نہیں کہ اس کے معنی سمجھ کر تلاوت کی جائے۔ جو شخص عربی زبان نہ جانتا ہو قرآن مجید کے معنی نہ سمجھ سکتا ہو اس کو بھی قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب ملے گا اور وہ بھی اس فیض عام سے محروم نہ رہے گا اس لیے کہ قرآن مجید کے الفاظ بھی تاثیر اور قاعدے سے خالی نہیں ہیں یہ دوسری بات ہے کہ اگر معنی سمجھ کر تلاوت کی جائے تو زیادہ ثواب ملے گا۔

قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کے آداب

جب قرآن مجید کے فضائل معلوم ہو چکے اور اس کی عظمت و لفتیں ہو چکی تو یہ امر قابل بیان نہ رہا کہ اس کی تعظیم و تکریم میں کس درجہ کوشش کرنا چاہیے اور اس کی تلاوت اور سماع میں کیسا ادب اور اہتمام ملحوظ رکھنا چاہئے مگر چند ضروری اور مفید باتیں ہم بیان کئے دیتے ہیں۔
صحیح یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور پڑھانے کے لیے کسی استاد سے اجازت لینا یا اس کو سنانا شرط نہیں ہاں اس قدر ضروری ہے کہ قرآن مجید صحیح پڑھنا ہو اگر اتنی بیادت اپنے میں نہ دیکھے تو اس کو

۱۱ ترجمہ: امید ہے کہ اسے بعنا یوما تک عرش کرسی ہماری جماعت کو تمام برائیوں اور خوف کی چیزوں سے بچائے اور ہم کو ان لوگوں میں شامل فرمائیے جن کے لیے اس کی مقدس کتاب قیامت کے دن شفاعت کرے گی اس لیے کہ ہم نے اس کی مقدس کتاب کو فراموش نہیں کیا جو وہ ناخوش ہو کر ہم سے کچھ برائی کرے اخیر جلد اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس کا مضمون یہ ہے کہ جو لوگ قرآن مجید سے غفلت کرتے ہیں قرآن مجید ان کو دوزخ میں بھیجے گا۔ جماعت سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس کے علوم حاصل کرتے ہیں ۱۲
۱۲ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب میں دعا اور انکار کا ترجمہ نہیں کیا اس لیے کہ ان کے مجرد الفاظ میں خاصیت ہے معنی معلوم ہوں یا نہیں گو معنی معلوم ہو جانے سے ایک قسم کا سرور اور نشاط ہوتا ہے۔ پس قرآن مجید جو افضل از کارہاں اس کے الفاظ تاثیر و فیض سے کیسے خالی رہ سکتے ہیں ۱۲۔

ضروری ہے کہ کسی استاد کو سناد سے یا اس سے پروردے۔ (اتقان)

یہ بھی شرط نہیں ہے کہ قرآن مجید کے معانی سمجھ لیتا ہو اور اگر قرآن مجید میں اعراب نہ ہوں تب بھی اس کے صحیح اعراب پڑھ لینے پر قادر ہو۔

صحیح یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کی نعمت صرف انسان کو دی گئی ہے شیاطین و نیرواکس کی تلاوت پر قادر نہیں۔ بلکہ فرشتوں کو بھی یہ نعمت نصیب نہیں ہوئی وہ کبھی اس آموزدین رہتے ہیں کہ کوئی انسان تلاوت کرے اور وہ نہیں۔ ہاں مومنین جن کو البتہ یہ نعمت نصیب ہے اور وہ تلاوت قرآن پر قادر ہیں (نقطہ المرجان - اتقان)

شاید اس سے حضرت جبریل علیہ السلام مستثنیٰ ہوں۔ اس لیے کہ ان کی نسبت حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ہر رمضان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔ اور عاقظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں تصریح کر دی ہے کہ کبھی وہ پڑھتے تھے اور حضرت سنتے تھے اور کبھی آپ پڑھتے تھے اور وہ سنتے تھے۔ واللہ اعلم۔

بہتر یہ ہے کہ قبلہ رو ہو کر یا طہارت نہایت ادب سے کسی پاکیزہ مقام میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھا جائے سب سے بہتر اس کام کے لیے مسجد ہے۔ جو لوگ ہر وقت یا اکثر اوقات اس کی تلاوت میں مشغول رہنا چاہیں ان کے لیے ہر حال میں قرآن مجید پڑھنا بہتر ہے۔ بیٹھے ہوں یا بیٹھے با وضو ہوں یا بے وضو ہاں جنابت کی حالت میں البتہ نہ چاہئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت بیان فرماتی ہیں کہ آپ ہر حال میں تلاوت فرمایا کرتے تھے وضو کی حالت میں بھی بے وضو بھی ہاں جنابت کی حالت میں البتہ نہ کرتے تھے قرآن مجید کی تلاوت میں ایک خاص وقت مقرر کر لینا بھی درست ہے اکثر صحابہ فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ وقت مقرر کر لینے میں ناغہ بھی نہیں ہوتا۔

مسنون ہے کہ پڑھنے والا شروع کرنے سے پہلے اَسُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے۔ اور اگر پڑھنے کے درمیان میں کوئی دنیاوی کلام کرے تو اس کے بعد پھر اس کا اعادہ چاہئے۔

علامہ سیوطی وغیرہ کی عبارت سے یہ مدعا بخوبی ظاہر ہے اور اس شرط کی کوئی وجہ بھی نہیں معلوم ہوتی علاوہ

ان سب کے اگر یہ شرط لگائی جائے تو تلاوت ایک قلم موقوف ہو جائے گی واللہ اعلم ۱۲۔

قرآن مجید کی تلاوت مصحف میں دیکھ کر زیادہ ثواب رکھتی ہے بہ نسبت زبانی پڑھنے کے لیے کہ وہاں دو عبادتیں ہوتی ہیں۔ ایک تلاوت دوسرے مصحف شریف کی زیارت۔

قرآن مجید کی پڑھنے کی حالت میں کوئی کلام کرنا یا اور کسی ایسے کام میں مصروف ہونا جو دل کو دوسری طرف متوجہ کر دے مکروہ ہے۔ قرآن مجید پڑھتے وقت اپنے کو ہمہ تن اسی طرف متوجہ کرے نہ یہ کہ زبان سے الفاظ جاری ہوں اور دل میں ادھر ادھر کے خیالات۔

قرآن مجید کی ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ کہ لینا مستحب ہے مگر سورہ براوت کے شروع پر بسم اللہ نہ پڑھنا چاہیے۔

بہتر یہ ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں کو اسی ترتیب سے پڑھے جس ترتیب سے مصحف شریف میں لکھی ہیں۔ ہاں بچوں کے لیے آسانی کی غرض سے سورتوں کا اختلاف ترتیب پڑھانا جیسا کہ آج کل پارہ عم قیسالون میں دستور ہے بلا کراہت جائز ہے۔ (رد المحتار)

اور آیتوں کا اختلاف ترتیب پڑھنا بالاتفاق ممنوع ہے۔ (اتقان)

قرآن مجید کی مختلف سورتوں کی آیتوں کے ایک ساتھ ملا کر پڑھنے کو علمائے مکروہ لکھا ہے

اس وجہ سے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آپ نے اس سے منع فرمایا تھا۔ (اتقان وغیرہ)

مگر میرے خیال میں یہ کراہت اس وقت ہوگی جب ان آیتوں کی تلاوت ثواب کی غرض سے ہو۔ اس لیے کہ جھاڑ پھونک کے واسطے مختلف آیتوں کا ایک ساتھ پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے بصحت منقول ہے۔ اور ہر ایک آیت کے خواص جداگانہ ہیں لہذا جو خاص اثر ہیں مطلوب ہے وہ جن جن آیتوں میں ہو گا ہم کو ان کا پڑھنا ضروری ہے۔

قرآن مجید نہایت خوش آوازی سے پڑھنا چاہئے جس سے جس قدر ہو سکے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید خوش آوازی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے (رداری) مگر جس کی آواز ہی نہ چھی ہو وہ میسر ہے۔ اور قواعد قرأت کی پابندی سے

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اتقان میں چند مرفوع حدیثیں بھی اس باب میں نقل کی ہیں مثل اس کے

کہ بے مصحف میں بے دیکھے تلاوت کرنے سے ایک ہزار درجہ ثواب ملتا ہے اور دیکھ کر پڑھنے سے دو ہزار درجہ

۱۲۔ یہ ایک مستقل فن ہے جس میں قرآن مجید کی قرأت کے قواعد بیان کیے جاتے ہیں اور ان مختلف قرأتوں کا ذکر

ہوتا ہے جن میں قرآن مجید نازل ہوا اس فن میں بہت کتابیں ہیں مگر حق یہ ہے کہ بے استاد کے نہیں آتا ۱۲

قرآن مجید پڑھنا چاہئے راگ سے پڑھنا اور گانا قرآن مجید کا بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے۔

قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر پڑھے بہت مجاہدت سے پڑھنا بالاتفاق مکروہ ہے

جو شخص قرآن مجید کے معنی سمجھ سکتا ہو اس کو قرآن مجید پڑھتے وقت اس کے معانی پر غور کرنا اور ہر مضمون کے موافق اپنے میں اس کا اثر ظاہر کرنا مسنون ہے۔ مثلاً جب کوئی ایسی آیت پڑھے جس میں اللہ پاک کی رحمت کا ذکر ہو تو طلب رحمت کرے اور عذاب کا ذکر ہو تو پناہ مانگے کوئی جواب طلب مضمون ہو تو اس کا جواب دے مثلاً حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورہ والنتین کے اخیر میں جب پینچے۔ تو بلی وانا علی ذلک من الشاہدین پڑھ لیتے (ترمذی) یا سورہ قیامت کے اخیر میں جب پینچتے تو فرماتے کہ بلی (ترمذی) سورہ فاتحہ کو جب ختم کرتے تو آمین کہتے لیکن یہ جواب دینا یا دعا مانگنا اس وقت مسنون ہے کہ قرآن مجید فرض نماز میں یا تراویح میں نہ پڑھا جاتا ہو اگر فرض یا تراویح میں پڑھا جاتا ہو پھر جواب نہ دینا چاہئے۔ (رد المحتار)

قرآن مجید پڑھنے کی حالت میں رونا مستحب ہے۔ اگر رونا نہ آئے تو اپنی سنگدلی پر رنج اور افسوس کرے۔

سورہ الفصحی کے بعد سے اخیر تک ہر سورت کے ختم ہونے کے بعد بحمد اللہ اکبر کہنا مستحب ہے قرآن مجید ختم ہونے کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ہر ختم کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے۔ (انقار)

قرآن مجید ختم کرتے وقت سورہ اعلیٰ کو تین مرتبہ پڑھنا تاخرین کے نزدیک بہتر ہے بشرطیکہ قرآن مجید خارج نماز میں پڑھا جائے۔

۱۷۔ ایسی مجاہدت کہ جس سے الفاظ کے سمجھنے میں وقت ہو بالاتفاق مکروہ ہے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے میں اثر بھی زیادہ ہوتا ہے اسی لیے علمی لوگ جو قرآن مجید کے معانی نہیں سمجھتے ان کو بھی ٹھہر کر پڑھنا مفید ہے۔ (انقار) افسوس ہمارے زمانہ میں قرآن مجید کی سنت بے تعظیمی ہوتی ہے پڑھنے میں ایسی مجاہدت کی جاتی ہے کہ سوا بعض بعض الفاظ کے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تراویح میں اکثر مقلوں کو ایسا ہی دیکھا گیا خدا جانتے ان پر کسی نے جبر کیا جو یہ تراویح پڑھنے آئے اس سے بہتر ہوتا کہ ایسے حضرات نہ پڑھتے قرآن مجید کی بے ادبی تو نہ ہوتی ۱۲۔

۱۸۔ ترجمہ لای اور ہم اس پر گواہ ہیں چونکہ اس سورت کے اخیر میں حق تعالیٰ پوچھتا ہے کہ کیا ہم سب مالکوں کے حاکم نہیں ہیں لہذا اس کے جواب میں یہ جملہ عرض کیا گیا ۱۲

جب ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کر چکے تو مسنون ہے کہ فوراً دوسرا شروع کر دے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت محبوب ہے کہ جب قرآن ایک مرتبہ ختم ہو جائے تو دوسرا شروع کر دیا جائے اور اس دوسرے کو صحت اور ثبات کے ساتھ پینچا کر پھینکا جائے۔ بعد اس کے وہ غاد وغیرہ مانگے اسی نظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث میں مروی ہے۔

جہاں قرآن مجید پڑھا جائے وہاں سب لوگوں کو چاہئے کہ ہمہ تن اسی طرف متوجہ رہیں۔ کسی دوسرے کام میں جو سنتے ہیں وارج ہو مشغول نہ ہوں اس لیے کہ قرآن مجید کا استغناء ہے۔ ہاں اگر جاننے والوں کو کوئی ضروری کام ہو جس کی وجہ سے وہ اسی طرف متوجہ نہ ہو سکیں تو پڑھنے والے کو چاہئے کہ آہستہ آواز سے پڑھے اور اگر ایسی حالت میں بلند آواز سے پڑھے گا تو گناہ اسی پر ہوگا۔

اگر کوئی لڑکا قرآن مجید بلند آواز سے پڑھ رہا ہو اور لوگ اپنے غمزدگی کا مولا میں مشغول ہوں تو کچھ مصلحت نہیں اس لیے کہ حرج شریعت سے اٹھایا گیا ہے اور لڑکا اگر آہستہ آواز سے پڑھے تو عادتاً یاد نہیں ہوتا۔ (رد المحتار)

سننے والوں کو تمام ان امور کی رعایت کرنا چاہئے جو اوپر مذکور ہوئے سوا اخذ و باقی اور بسم اللہ کے۔ اور عادت چابست میں بھی قرآن مجید کا استغناء ہے۔

اگر کوئی شخص غرض آواز ہو قرآن اچھا پڑھتا ہو اس سے قرآن مجید پڑھنے کی درخواست کرنا مستحب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے درخواست فرمائی حضرت فاروق اعظم ابوسلمی اشعری سے درخواست فرمایا کرتے تھے۔ رضی اللہ عنہما۔

سجدۃ تلاوت کا بیان

قرآن مجید میں چودہ آیتیں ایسی ہیں جن کے پڑھنے اور سننے سے ایک سجدہ واجب ہوتا ہے تفصیل ان آیتوں کی یہ ہے۔

۱۔ سورۃ اعراف کے ایسوں یہ آیت۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَإِسْتِكْبَارٌ

عَنْ عِبَادَتِهِ رَبُّنَا يُؤْتِنَا مِنْ لَدُنْهُ

ترجمہ۔ بیشک جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں (رشتہ)

وہ اس کی عبارت سے غرور اور انکار نہیں کرتے اور

اس کا سجدہ کرتے ہیں۔ اس آیت میں لفظ "وَلَا يُسَبِّحُونَ"

۲۔ سورہ رعد کے دوسرے رکوع میں یہ آیت

وَاللّٰهُ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ مِنْ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّجَلَالًا لَهُمْ
بِالْغُدُوِّ وَّالْاَصَالِطِ

اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں تمام وہ چیزیں جو آسمانوں
اور زمینوں میں ہیں کوئی خوشی سے، کوئی ناخوشی سے اور ان کے
سایہ صبح اور شام۔ اس آیت کے اخیر میں سجدہ ہے ۱۲۔

۳۔ سورہ نحل کے پانچویں رکوع کے اخیر کی یہ آیت۔

وَاللّٰهُ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَّالْاَرْضِ
مِنْ دَابَّةٍ وَّالْمَلٰئِكَةِ وَهُمْ لَا يُسْتَكْبِرُوْنَ
يَخَافُوْنَ سَيِّئًا مِّنْ قَوْمِهِمْ وَّيَفْعَلُوْنَ مَا
يُؤْمَرُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ کا سجدہ کرتے ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں میں
ہیں اور جو زمین پر چل رہے ہیں اور فرشتے اور وہ خود نہیں
کرتے ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور سجدہ کرتے ہیں جو کچھ حکم
پاتے ہیں اس آیت میں "يَفْعَلُوْنَ" یا مروی ہے پھر سجدہ ہے ۱۲۔

۴۔ سورہ بنی اسرائیل کے بارہویں رکوع میں یہ آیت

وَيَخْرُوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَسْكُوْنَ وَيَذْبُوْنَ
هُمْ خَشُوْعًا

گرتے ہیں منہ کے بل (یعنی سجدہ کرتے ہیں) روتے ہیں اور
زیادہ روتا ہے ان کو خشوع یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ایمان دار لوگ تھے ۱۲۔

۵۔ سورہ مریم کے چوتھے رکوع میں یہ آیت

وَإِذَا تَلٰى عَلَيْهِمْ اٰیٰتِ السَّرْحٰنِ
خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبَكِيًّا

جب پڑھی جاتی ہیں ان پر رحمن کی آیتیں تو گرتے ہیں وہ
سجدہ کرنے کے لیے روتے ہوئے۔ یہ انبیاء علیہم السلام
اور ان کے اصحاب کا حال بیان فرمایا گیا ہے اس آیت میں
"سجود بکيا" کے لفظ پر سجدہ ہے ۱۲۔

۶۔ سورہ حج کے دوسرے رکوع میں یہ آیت

الَّذِي تَرٰتَ اللّٰهُ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ مِنَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ

کیا نہیں دیکھا تو نے کہ اللہ کا سجدہ کرتی ہیں وہ چیزیں
جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور آفتاب ماہتاب اور

۱۲۔ امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک سورہ حج کی دوسری آیت میں بھی سجدہ ہے اور وہ آیت یہ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رُوُّوا سَجْدًا۔ ہمارے نزدیک صرف اس آیت میں ہے اس میں نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ

عنه سے بھی ہمارے موافق طحاوی کی شرح معانی الآثار میں ایک روایت موجود ہے ۱۲۔

وَالنَّجْمِۦمُ وَالشَّجَرِۦمُ وَاللَّذَّآبِۦٔ اُولٰٓئِكَ كَثٰرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقٌّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يَّمْنِۦنْ بِاللّٰهِ فَعَمَّالَةٌ مِّنْ مَّا كَرِهَ لِقَوْلِ اللّٰهِ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ط

ستارے اور درخت اور جانور اور بہت سے آدمی اور بہت سے آدمیوں پر عذاب ثابت ہو چکا ہے اور جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے یہ لگنے کے کافروں کا حال ہے کہ وہ سجدہ کرنے میں اپنی ذلت سمجھتے تھے اس آیت میں لفظ "یسجد" پر سجدہ ہے مگر بعینہ آیت تمام جو جہانے کے سجدہ کرنا چاہتے ۱۲

۷۔ سورہ فرقان کے پانچویں رکوع کی یہ آیت

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ سَجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنْ سَجُدْ لِمَا تَاْمُرُوْنَا وَذٰلِكَ هُمۡ نَفُوْسٌ اٰطِ

اور جب ترجمہ کیا جاتا ہے ان سے کہ سجدہ کرو رحمن کا تو کہتے ہیں رحمن کیا چیز ہے کیا ہم سجدہ کریں اس کا جس کو تم کہتے ہو اور ہم کو نفرت بڑھتی ہے عرب کے کافر خدا کو رحمن دیکھتے تھے۔ اس آیت کے اخیر میں سجدہ ہے ۱۲

۸۔ سورہ نمل کے دوسرے رکوع میں یہ آیت

اَلَا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيۦۤ يَخْرُجُ الْخَبَۡٔ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ لَدَالِۦمٌ الْاَبْصُوْرٰتِ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ط

یہ کہ نہیں سجدہ کرتے اللہ کا جو نکالتا ہے وہ چیزیں کہ آسمانوں اور زمین میں چھپی ہیں اور جانتا ہے وہ چیزیں جن کو تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو وہی خدا ہے کوئی اس کے سوا خدا نہیں الگ ہے عرش عظیم کا۔ آسمانوں میں چھپی ہوئی چیزوں سے مراد پانی اور زمین میں چھپی ہوئی چیزوں سے مراد گھاس وغیرہ (معالم التنزیل) یہ قصہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہے ان سے پہلے نے ان کو بیان کیا تھا کہ آج میرا گور شہر سیاہ میں ہوا تھا وہاں کی بادشاہ عورت ہے وہم اس کا بلقیس تھا وہ اور اس کی قوم آفتاب کی پرستش کرتے ہیں شیطان نے ان کو سمجھتا گمراہ کر رکھا ہے ان کو ہدایت نہیں ہوتی یہ کہ نہیں سجدہ کرتے اللہ کا الخ اس آیت میں قطرب العرش العظیم پر سجدہ ہے لگاتار مشدد پڑھا جائے جیسا کہ اکثر لوگوں کی قرأت ہے اور اگر آلامتد و نہ پڑھا جائے کسی کی قرأت کے موافق تو لہذا لا یسجد پر سجدہ ہے (رد المحتار)

۹۔ سورۃ الم تنزیلی السجدہ کے دوسرے رکوع میں یہ آیت

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا بِهَا خَرُّوا وَسَجَدُوا وَأَقْبَلُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ
وَمَا لَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ

ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان رکھتے ہیں کہ جب انہیں
وہ آیتیں یاد دلائی جائیں تو سجدہ کرنے کے لیے گر جائیں
اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کریں اور یہ لوگ نور نہیں کرتے اس
آیت کے اخیر لفظ میں سجدہ ہے ۱۲

۱۰۔ سورۃ قس کے دوسرے رکوع میں یہ آیت

وَحَرَّ سَائِكُنَا وَأَنْتَابُ فَفَعَضْنَا
لَهُ ذَلِكُ وَأَنْتَابُ لَهُ عِنْدَ مَا كَرَّرْنَا وَحَسَنُ
مَا بَطُط

اور گر پڑا سجدہ کے لیے اور توبہ کی پس ہم نے بخش دیا
ان کو اور شیک ہمارے یہاں ان کا تقرب ہے اور عمدہ
مقام ہے۔ یہ حال واؤ وعلیہ السلام کا ہے قصہ اس کا
بہت طویل ہے اس آیت میں "حسن ما بٹا" کی لفظ پر سجدہ
ہے بعض علماء کے نزدیک ما بٹا کی لفظ پر ہے مگر یہ قول
محقق نہیں۔ (رد المحتار)

۱۱۔ سورۃ حم سجدہ کے پانچویں رکوع میں یہ آیت

فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ
رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَ
هُمْ لَا يَسْمَعُونَ ط

پس اگر نورد کریں سجدہ کرنے سے یہ لوگ پس جو لوگ
رزق شے تیرے رب کے پاس ہیں اس کی تسبیح پڑھتے ہیں
رات و دن اور تم کو نہیں اس آیت میں "وہم ظہم سمعون"
کی لفظ پر سجدہ ہے۔ ابن عباس اور وائل بن حجر رضی اللہ
عنه سے یہ منقول ہے کہ امام شافعی کے نزدیک "ان کنتم
ما یاہ تسبیحون" پر ہے جو اس آیت سے پہلے ہے امتیاز ظہم
نے اس قول کو اختیار نہیں کیا۔ (رد المحتار)

۱۲۔ سورۃ نجم کے آخر میں یہ آیت

فَأَسْجُدْ وَابْتَهِ وَأَعْبُدْ وَ

۱۳۔ سورۃ الفشت میں یہ آیت

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَإِذَا قُرِئَ

عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ط

سجدہ کرو اللہ کا اور عبادت کرو ۱۲

کیا حال ہے ان کا کہ جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو

سجدہ نہیں کرتے ۱۳

۱۴۔ سورہ اقرآء میں یہ آیت

وَسَجَّدُوا وَاقْتَرَبُوا

پس سجدہ کر اور اللہ سے نزدیک ہو جا یہ خطاب ہمارے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ۱۲

۱۔ سجدہ تلاوت کے واجب ہونے کے تین سبب ہیں۔ (۱) آیت سجدہ کی تلاوت خواہ پوری آیت کی تلاوت کی جائے یا صرف لفظ کی جس میں سجدہ ہے اور اس کے ساتھ قبل یا بعد کا کوئی لفظ اور خواہ آیت سجدہ کی بعینہ تلاوت کی جائے یا اس کا ترجمہ کسی اور زبان میں اور خواہ تلاوت کرنے والا خود اپنی تلاوت کو سنے یا نہ سنے مثلاً کوئی بہر تلاوت کرے۔ صحیح یہ ہے کہ اگر رکوع یا سجدے یا قہر میں آیت سجدے کی تلاوت کی جائے تب بھی سجدہ واجب ہو جائے گا۔ اور وہی حالت میں اس کی بھی نیت کر لی جائے گی (رد المحتار)

اگر کوئی شخص سونے کی حالت میں آیت سجدہ تلاوت کرے اس پر بھی بعد اطلاق کے واجب ہے۔ (۲) آیت سجدہ کا کسی انسان سے سنا۔ خواہ پوری آیت سنے یا صرف لفظ سجدہ مع ایک لفظ یا قبل یا بعد کے اور خواہ عربی زبان میں سنے یا اور کسی زبان میں اور خواہ سنے والا جانتا ہو کہ یہ ترجمہ آیت سجدہ کا ہے یا نہ جانتا ہو لیکن نہ جانتے سے اور نہ سجدہ میں جس قدر تاخیر ہوگی اس میں وہ معذور سمجھا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

کسی جانور سے مثل طوطے وغیرہ کے اگر آیت سجدے کی سنی جائے تو صحیح یہ ہے کہ سجدہ واجب نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی ایسے مہنون سے آیت سجدہ سنی جائے جس کا جنون ایک دن رات سے زیادہ ہو جائے اور زائل نہ ہو تو سجدہ واجب نہ ہوگا۔ (۳) ایسے شخص کی اقتدا کرنا جس نے آیت سجدہ کی تلاوت کی ہو خواہ اس کی اقتدا سے پہلے یا اقتدا کے بعد اور خواہ اس نے لمبی آہستہ آواز سے تلاوت کی ہو کہ کسی معتدی نے نہ سنا ہو یا بلند آواز سے کی ہو۔ اگر کوئی شخص کسی امام سے آیت سجدہ سنے اس کے بعد اس کی اقتدا کرے تو اس کو امام کے ساتھ سجدہ کرنا چاہئے اور اگر امام سجدہ کر چکا ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں۔ جس رکعت میں آیت سجدہ کی تلاوت امام نے کی ہو وہی رکعت اس کو اگر مل جائے

۱۵ صاحب جلالین نے مختصر سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص عرفہ و اسجد کہہ کر سکوت کرے اور واقترب نہ کہے تو اس پر بھی سجدہ واجب ہو جائے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ سجدے کے قبل یا بعد سے کسی لفظ کے دلانے کی حاجت نہیں مگر صاحب جلالین نے اس کی تصحیح نہیں کی اور ہم نے یہ شرط تصحیح کے ساتھ نقل کی ہے ۱۴

تو اس کو سجدے کی ضرورت نہیں اس رکعت کے بل جانے سے سمجھا جائے گا کہ وہ سجدہ بھی علی گیا۔
اگر وہ رکعت نہ پڑھے تو پھر اس کو بعد نماز تمام کرنے کے خارج نماز میں سجدہ کرنا واجب ہے۔

(بکر الرائق - رد المحتار)

فقہی سے اگر آیت سجدہ سنی جائے تو سجدہ واجب نہ ہو گا نہ اس پر نہ اس کے امام پر نہ
ان لوگوں پر جو اس نماز میں شریک ہیں ہاں جو لوگ اس نماز میں شریک نہیں خواہ لوگ نماز ہی نہ پڑھتے
ہوں یا کوئی دوسری نماز پڑھ رہے ہوں تو ان پر سجدہ واجب ہو گا۔ (رد المحتار)

یہ تین سبب جو سجدے کے واجب ہونے کے بیان کیے گئے ان کے سوا اور کسی چیز سے
سجدہ واجب نہیں ہوتا مثلاً اگر کوئی شخص آیت سجدہ کے یا اول میں پڑھے زبان سے نہ کہے یا ایک
ایک حرف کے پڑھے پوری آیت ایک دم نہ پڑھے یا اسی طرح کسی سے کہے تو ان سبب صورتوں
میں سجدہ واجب نہ ہو گا (رد المحتار)

۳۔ سجدہ تلاوت انہیں لوگوں پر واجب ہے جن پر نماز واجب ہے اور ان کا قضاہ حیض
ونقاس والی عورت پر واجب نہیں نابالغ پر اور ایسے مجنون پر واجب نہیں جس کا جنون ایک دن
رات سے زیادہ ہو گیا خواہ اس کے بعد زائل ہو یا نہیں۔ ایسے مجنون کا جنون ایک دن رات سے کم
وہے اس پر واجب ہے اسی طرح مست اور جنب پر بھی۔

۴۔ سجدہ تلاوت کے صحیح ہونے کی وہی سبب شرطیں ہیں جو نماز کے صحیح ہونے کی ہیں یعنی
ملہارت اور تر عورت اور نیت استقبال قبلہ تحریمات میں شرط نہیں اس کی نیت میں آیت کی تمہین
شرط نہیں کہ یہ سجدہ ظلال آیت کے سبب سے ہے اور اگر نماز میں آیت سجدہ پڑھی جائے اور قیلاً
سجدہ کیا جائے تو نیت بھی شرط نہیں۔ (رد المحتار)

۴۔ جن چیزوں سے نماز قاسد ہو جاتی ہے ان چیزوں سے سجدہ سہو میں بھی قاسد آجاتا ہے اور
پھر اس کا اعادہ واجب ہو جاتا ہے۔ ہاں اس قدر فرق ہے کہ نماز میں قہقہہ سے وضو جاتا رہتا ہے
اور اس میں قہقہہ سے وضو نہیں جاتا اور عورت کی محاذات بھی بیان محسنہ نہیں۔

۵۔ سجدہ تلاوت اگر نماز میں واجب ہوا ہو تو بشرط ہے کہ فوراً ادا کرے اور اگر اس
وقت ادا کرے تب بھی جائز ہے مگر اگر وہ تزیی ہے اور اگر نماز میں واجب ہوا ہو تو اس کا ادا
کرنا فوراً واجب ہے تاخیر کی اجازت نہیں۔ (رد المحتار وغیرہ)

۶۔ خارج نماز کا سجدہ نماز میں اور نماز کا خارج میں بلکہ دوسری نماز میں بھی نہیں ادا کیا جا سکتا

پس اگر کوئی شخص نماز میں آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ کرنا بھول جائے تو اس کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا جس کی تدبیر اس کے سوا کوئی نہیں کہ توبہ کرے یا ارحم الراحمین اپنے فضل و کرم سے معاف فرماوے گا۔

(بحر الرایق)

نماز کا سجدہ خارج نماز میں اس وقت ہوا نہیں ہو سکتا جب کہ نماز فاسد نہ ہو اگر فاسد ہو جائے اور اس کا مفسد خروج حیض نہ ہو تو وہ سجدہ خارج میں ادا کر لیا جائے۔ اور اگر حیض کی وجہ سے نماز میں فساد آیا ہو تو وہ سجدہ معاف ہو جاتا ہے۔ (بحر الرایق اور در مختار وغیرہ)

۷۔ اگر کوئی شخص حالت نماز میں کسی دوسرے سے آیت سجدہ سننے خواہ وہ دوسرا بھی نماز میں ہو تو یہ سجدہ خارج نماز کا سمجھا جائے گا اور نماز کے اندر نہ ادا کیا جائے گا بلکہ خارج نماز میں۔

۸۔ اگر ایک آیت سجدہ کی تلاوت ایک ہی مجلس میں کئی بار کی جائے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ اور ایک آیت سجدہ کی تلاوت کی جائے پھر وہی آیت مختلف لوگوں سے سنی جائے تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ اگر سننے والے کی مجلس نہ بدلے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا خواہ پڑھنے والے کی مجلس بدل جائے یا نہ بدلے۔ اور اگر سننے والے کی مجلس بدل جائے تو اس پر متعدد سجدے واجب ہوں گے خواہ پڑھنے والے کی بدلے یا نہ بدلے اگر پڑھنے والے کی بدل جائے گی تو اس پر بھی متعدد سجدے واجب ہوں گے۔ (بحر الرایق)

مجلس کے بدلنے کی دو صورتیں ہیں ایک حقیقی دوسری حکمی۔ اگر مکان بدل جائے تو حقیقی اور اگر مکان نہ بدلے بلکہ کوئی ایسا فعل صادر ہو جس سے یہ سمجھا جائے کہ پہلے فعل کو قطع کر کے اب یہ دوسرا فعل شروع کیا ہے تو حکمی ہے۔ (بحر الرایق وغیرہ)

حقیقی کی مثال - ۱۔ دو گھر جدا جدا ہوں اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلا جائے بشرطیکہ ایک دو قدم سے زیادہ چلنا پڑے - ۲۔ سوار ہو اور اتر پڑے - ۳۔ راستے میں چلا جاتا ہو - ۴۔ کسی درخت کی ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چلا جائے خواہ دوسری شاخ اس پہلی شاخ سے قریب ہو یا دور - ۵۔ کسی نہریا حوض میں پیر ہا ہو۔ اگر ایک گھر ہو اور اس کے مختلف مقامات پر تلاوت کی جائے تو مجلس نہ بدلے گی مثلاً مسجد کے گوشوں میں۔ کشتی اگرچہ جاری ہو مگر مجلس نہ بدلے گی۔ اگر نماز پڑھتا ہوا گھوڑے پر سوار ہوا ہو تو مجلس نہ بدلے گی اس لیے کہ نماز پڑھنے کی وجہ سے شرعاً ایک ہی مجلس کا حکم دیا گیا ہے۔ اس صورت میں فقہانے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص گھوڑے پر سوار حالت نماز میں ایک ہی آیت سجدہ کی تکرار کر رہا ہو تو اس پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور اس گھوڑے کی ہمراہ اگر

کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے چار بار ہو تو اس پر ہر مرتبہ سننے سے ایک سجدہ واجب ہوگا۔ اگر دو شخص علیحدہ علیحدہ گھوڑوں پر سوار نماز پڑھتے ہوئے چار بار ہوں اور ہر شخص ایک ہی آیت سجدہ کی تلاوت کرے اور ایک دوسرے کی تلاوت کو سننے تو ہر شخص پر دو سجدے واجب ہوں گے ایک تلاوت کے سبب سے دوسرا سننے کے سبب سے مگر تلاوت کے سبب سے جو ہو گا وہ نماز کا سمجھا جائے گا اور نماز ہی میں ادا کیا جائے گا اور سننے کے سبب سے جو ہو گا وہ خارج نماز کا سمجھا جائے گا اور بعد نماز کے ادا کیا جائے گا۔

حکمی کی مثال۔ آیت سجدہ کی تلاوت کر کے دو ایک غنمے سے زیادہ کھانا کھایا کسی سے دو ایک کلمے سے زیادہ باتیں کرنے لگا۔ لیٹ کر سوراخ خرید و فروخت میں مشغول ہو گیا۔ کوئی عورت لڑکوں کو دو دھڑلانے لگی۔ اگر ایک دو لقمہ سے زیادہ نہ کھائے۔ کسی سے دو ایک کلمہ سے زیادہ باتیں نہ کرے لیٹ کر نہ سوئے بلکہ بیٹھے بیٹھے ان سب صورتوں میں مجلس نہ بدے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص تسبیح پڑھنے لگے یا بیٹھے سے کھڑا ہو جائے تب بھی مجلس مختلف نہ ہوگی۔

۹۔ اگر ایک آیت سجدہ کئی مرتبہ ایک ہی مجلس میں پڑھی جائے تو اختیار ہے کہ سب کے بعد سجدہ کیا جائے یا پہلی ہی تلاوت کے بعد کیونکہ ایک ہی سجدہ اپنے باقی اور ما بعد کی تلاوت کے لیے کافی ہے مگر احتیاط اس میں ہے کہ سب کے بعد کیا جائے۔ (بحر الرائق)

اگر آیت سجدہ نماز میں پڑھی جائے اور فوراً رکوع کیا جائے یا بعد دو تین آیتوں کے اور اس رکوع میں جھکتے وقت سجدہ تلاوت کی بھی نیت کر لی جائے تو سجدہ ادا ہو جائے گا۔ اور اسی طرح اگر آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد نماز سجدہ کیا جائے تب بھی یہ سجدہ ادا ہو جائے گا اور اس میں نیت کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ (در مختار۔ رد المحتار وغیرہ)

۱۰۔ جمعہ اور عیدین اور آہستہ آواز کی نمازوں میں آیت سجدہ نہ پڑھنا چاہئے اس لیے کہ سجدہ کرنے میں مقتدیوں کے اشتباہ کا خوف ہے۔ (بحر الرائق)

۱۱۔ کسی عورت کا پڑھنا اور خاص کر آیت سجدہ کو چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

۱۲۔ اگر حاضرین با وضو سجدے کے لیے مستعد نہ بیٹھے ہوں تو آیت سجدہ کا آہستہ آواز سے تلاوت کرنا بہتر ہے اس لیے کہ وہ لوگ اس وقت سجدہ نہ کریں گے اور دوسرے وقت شاید بھول جائیں تو گنہگار ہوں گے۔ (در مختار وغیرہ)

سجدہ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رو ہو کر نیت کر کے اللہ اکبر کہے اور سجدہ کرے پھر اٹھتے وقت اللہ اکبر کہے اٹھے اور کھڑے ہو کر سجدہ کرنا مستحب ہے۔ سجدہ تلاوت کئی آدمی بل کر

بھی کر سکتے ہیں اس طرح کہ ایک شخص کو مثل امام کے آگے کھڑا کریں۔ اور خود مقتدیوں کی طرح صف باندھ کر پیچھے کھڑے ہوں اور اس کی اتباع کریں یہ صورت درحقیقت جماعت کی نہیں ہے۔ اسی لیے اگر امام کا سجدہ کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو مقتدیوں کا فاسد نہ ہو گا اور اسی سبب سے عورت کا آگے کھڑا کر دینا بھی جائز ہے۔

آیت سجدہ اگر فرض نمازوں میں پڑھی جائے تو اس کے سجدے میں مثل نماز کے سجدے کے سبحان ربی الاعلیٰ کہنا بہتر ہے اور قفل نمازوں میں یا خارج نماز میں اگر پڑھی جائے تو اس کے سجدے میں اختیار ہے کہ سبحان ربی الاعلیٰ کہیں یا اور تسبیحیں جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں وہ پڑھیں مثل اس تسبیح کے۔

سَجِدَ وَجَبِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ
وَفَتَى سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ
فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

میرے منہ نے سجدہ کیا اس کا جس نے اس کو پیدا کیا
جبہ اور جس نے اس کو بنایا ہے اور اس میں کان اور آنکھ پیدا
کیں اپنی طاقت اور قوت سے میں بزرگ سے اللہ اچھا پیدا

کرنے والا ۱۲

اور دونوں کو جن کر لیں تو اور بھی بہتر ہے۔

فلما نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص تمام آیات سجدہ کی تلاوت ایک ہی مجلس میں کرے تو حق تعالیٰ اس کی مشکل کو رفع فرماتا ہے اور ایسی حالت میں اختیار ہے کہ سب آیتیں ایک دفعہ پڑھ لیں اور بعد اس کے چورہ سجدے کرے یا ہر آیت کو پڑھ کر اس کا سجدہ کرتا جائے۔ (رد المحتار)

سجدہ شکر مستحب ہے جب کوئی بڑی نعمت حق تعالیٰ کی طرف سے فائز نہی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین سے منقولی ہے مگر بعد نماز کے علی الاصحاح سجدہ کرنا مکروہ ہے تاکہ جاہلوں کو اس کی سنت ہونے کا خیال نہ پیدا ہو۔

بعض زاواقف لوگ وتر کے دو سجدے کرتے ہیں اور اس کو مسنون سمجھتے ہیں بعض لوگ ان سجدوں کے لیے ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو ان سجدوں کا حکم دیا تھا حالانکہ یہ حدیث بصریح محدثین مذبذب اور بے اصل ہے لہذا ان سجدوں کا بخیرال سنت ادا کرنا مکروہ ہے اور بہر حال اس کا ترک بہتر ہے (رد المحتار وغیرہ)

جنازے کی نماز وغیرہ کا بیان

چونکہ اسلام کی مقدس شریعت میں اپنے وینی بھائیوں کے ساتھ عمدہ سلوک اور حسانات اور ہر قسم کی مراعات ایک جزو عظیم قرار دی گئی ہے اور شریعت نہیں چاہتی کہ اس وینی اخوت اور محبت کا سلسلہ موت سے منقطع ہو جائے اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان دینا سے انتقال کرتا اس کے ساتھ وہ بہت احسان کرتے اور جو چیزیں اس کے بیٹے قبر اور قیامت میں مفید ہوتیں ان کی کوشش فرماتے اور اس کے اعزاء اور اقارب سے بھی سلوک کرتے تفصیل الیٰ مضامین کی آئندہ بیانات سے بخوبی ظاہر ہے۔ یہی سبب ہے کہ جنازے کی نماز جو درحقیقت میت کے لیے دعا ہے مغفرت ہے مسلمانوں پر خدا کی طرف سے فرض کر دی گئی ہے اور اس کو پاک و صاف کر کے ایک عمدہ اہتمام سے آخری منزل تک پہنچا دینا ایک امر لازم کر دیا گیا۔ فی الواقع میت کے حقوق کی رعایت اس کی بیماری سے آخری وقت تک بلکہ اس کے بعد بھی جیسی اسلام میں ہوتی ہے کسی مذہب میں ان کا ایک شتمہ بھی نہیں اگر کسی کی چشم بصیرت روشن ہو تو وہ ان معاملات کو نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھنے کے قابل سمجھے گا۔

بیماری کی عیادت کا بیان

جب کوئی شخص اپنے دوستوں میں بیمار ہو تو اس کے دیکھنے کو جانا اور اس کے حالات کو دریافت کرنا مستحب ہے۔ اس کو عیادت کہتے ہیں۔ اور اگر اس کے اعزاء وغیرہ میں کوئی اس کی خبر گیری کرنے والا نہ ہو تو ایسی حالت میں اس کی تیمارداری عام مسلمانوں پر عین کو اس کی حالت معلوم ہو فرض کفایہ ہے۔ عیادت کی فضیلت و تاکید اور اس کا ثواب احاد و مشائخ میں بہ حد واد ہوا ہے مگر ہم اس بیان کو زیادہ بڑھانا نہیں چاہتے عرف و دو تین مختصر حدیثیں بیان کیے دیتے ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حق تعالیٰ قیامت میں فرمائے گا کہ اسے میرے بند سے میں تیرا پورا پورا نیکار ہوں میں بیمار ہوا اور میری عیادت کو نہ آیا بندہ عرف کرے گا کہ خداوند تو تمام عالم کا پروردگار ہے تیری عیادت کیسے ہو سکتی ہے یعنی تو بیمار ہی نہیں ہو سکتا ارشاد ہو گا کہ فلاں میرا بندہ بیمار ہوا اور تو نے اس کی

عیادت نہ کی۔ اگر تو اس کی عیادت کر جانا تو مجھ کو اسی کے پاس پاتا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص صبح کو بیماری کی عیادت کرے اس کے لیے ستر ہزار فرشتے شام تک دعائے مغفرت کرتے ہیں اور جو شام کو کرے اس کے لیے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں صبح تک۔ (سفر السعادت)

جہ کوئی اپنے بھائی مسلمان کی عیادت کرے اس کو ایک باغ ملے گا بہشت میں (ترمذی)۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے برگزیدہ اصحاب کو یہ حکم دیا تھا کہ تم لوگ بیمار کی عیادت کیا کرو اور جازے کے ہمراہ جایا کرو۔ (صحیح بخاری)

عیادت کے آداب میں ہے کہ وضو کر کے محض ثواب اور حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے جائے اور جب بیمار کے پاس پہنچے تو اس کا حال پوچھے اور اس کی تسکین کرے اور اس کو تسلی دے اور اس کو صحت کا امید وار کرے اور بیماری کے جو جو فضائل اور ثواب حدیث میں وارد ہوئے ہیں اس کو سنائے اور اس کے لیے دعائے صحت کرے اور اپنے لیے بھی اس سے دعا کی درخواست کرے اور بیمار کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھے ہاں اگر بیمار اس کے بیٹھنے سے خوش ہوتا ہو تو زیادہ بیٹھنا بہتر ہے اور عیادت میں جلدی نہ کرے بلکہ جب دو تین روز بیماری کو گزر جائیں تب عیادت کو جائے یہی عادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ (شرح سفر السعادت)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب کوئی آپ کے دوستوں میں بیمار ہوتا تو آپ اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے اور بیمار کے سر ہانے بیٹھ جاتے اور اس کا حال پوچھتے اور فرماتے کہ تم کو اپنی طبیعت کیسی معلوم ہوتی ہے اور تمہارا دل کس چیز کو چاہتا ہے اگر کسی چیز کی وہ خواہش کرتا اور وہ اس کے لیے مضر نہ ہوتی تو اس کے دینے کا حکم فرماتے اور اپنے سینے ہاتھ کو بیمار کے بدن پر رکھ کر اس کے لیے دعا فرماتے کہ

اللَّهُمَّ رَبِّ النَّاسِ اذْهِبْ الْبَاسَ
وَاشْفِ اَنْتَ الشَّاقِيَ لَا شِفَاءَ اِلَّا بِشِفَاؤِكَ
شِفَاؤَكَ لَا يَغَادِرُ سَتْرًا
اے اللہ اے تمام لوگوں کے پند و نگار بیماری کو دور
کر دے اور صحت عنایت فرما تو ہی صحت دینے والا ہے
صحت وہی ہے جو نہ عنایت فرمائے ایسی صحت دے کہ پھر

کوئی بیماری باقی نہ رہے ۱۲

اور اکثر مزید دعا فرماتے جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو آپ نے فرمایا

اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا اَللَّهُمَّ اشْفِ
اے اللہ صحت دے سعد کو اے اللہ صحت دے

سعد کو اے اللہ صحت دے سعد کو ۱۲

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کافروں کی بھی عبادت منقول ہے۔ ایک جوان یہودی آپ کی خدمت کیا کرتا تھا جب بیمار ہوا تو آپ اس کی عبادت کو تشریف لے گئے اور اس سے مسلمان ہو جانے کو ارشاد فرمایا قسمت نے یاری کی اور وہ مسلمان ہو گیا جب آپ کے چچا اور طالب بیمار ہوئے اور چونکہ مشرک تھے آپ ان کی عبادت کو تشریف لے گئے اور ان سے بھی مسلمان ہو جانے کی درخواست فرمائی مگر کاتب ازل نے یہ سعادت ان کی قسمت میں نہ لکھی تھی لہذا وہ یہ عمل ارشاد سے محروم رہے۔ اسی وجہ سے اکثر علماء کی یہ رائے ہے کہ عبادت حقوق اسلام سے نہیں ہے یعنی جو مسلمان بیمار ہو خواہ اس سے کبھی کی ملاقات ہو یا نہیں اس کی عبادت مسنون نہیں بلکہ حقوق صحبت سے ہے کہ جس شخص سے ملاقات ہو اس کی عبادت مسنون ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ (شرح سفر السعادت)

قریب المرگ کے احکام

جب کسی مریض پر علامات موت ظاہر ہونے لگیں تو مسنون ہے کہ اس کا منہ قبلے کی طرف پھیر دیا جائے اور وہ مریض واپس پلو پر لٹایا جائے اور صحبت لٹا دینی بھی کچھ مفسدات نہیں۔ اسی طرح کبیر قبلہ کی طرف ہوں یہ سب صورتیں اس وقت مسنون ہیں کہ مریض کو تکلیف نہ ہو اگر اس کو تکلیف ہو تو جس طرح اس کو آرام ملتا ہو اسی طرح اس کو لیٹا رہنے دیں۔ (بحر الرایت وغیرہ)

اس وقت مستحب ہے کہ کوئی شخص اس کے اعز یا اہل بیت وغیرہ میں سے اس کو تلقین کرے یعنی اس کے سامنے بلند آواز سے کلمہ طیبہ

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُولُ اللَّهِ

گواہی دیتا ہوں کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں ہے اور
گواہی دیتا ہوں اس کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پیغمبر

ہیں ۱۲۔

پڑھا جائے تاکہ وہ مریض اس کو سن کر خود بھی پڑھے اور اس بشارت کا مستحق ہو جائے جو صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہے کہ جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (بحر الرایت)

مگر مریض سے یہ نہ کہا جائے کہ تم بھی پڑھو جیسا کہ شدت مرض یا بدحواسی کے سبب سے اس سے منہ سے اذکار نکل جائے۔ سورہ یسین کا ایسے مریض کے پاس پڑھنا مستحب ہے۔ (روا المختار)

اس آخری وقت میں نیک اور پرہیزگار لوگوں کا وجود ہونا بہتر ہے کہ ان کی برکت سے رحمت

نازل ہوتی ہے۔ وقتاً ہی عالمگیری)

اس وقت مریض کے پاس کوئی خوشبودار چیز رکھ دینا یا آگ میں سلگا دینا مستحب ہے۔ پھر جب اس کی روح بدن سے منہا وقت کر جائے تو اس کی آنکھیں نہایت نرمی اور آہستگی سے بند کر دی جائیں اور اس کا منہ کسی کپڑے کی پٹی سے باندھ دیا جائے اس طرح کہ وہ پٹی ٹھوڑی کے نیچے رکھی جائے اور سر پر لے جا کر اس کے دونوں کنارے باندھ دئے ہیں اور اس کے اعضاء پیدھے کر دیئے جائیں اور جوڑ نرم کر دئے جائیں اس طرح کہ ہر جڑ کو اس کے غصتی تک پہنچا کر کھینچ دیا جائے اور آنکھیں بند کرنے والا آنکھ بند کرتے وقت یہ دعا پڑھے۔

اللَّهُمَّ تَسَبَّرْ عَلَيْهِ أَمْرَهُ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهُ وَأَسْعِدْهُ بِمَلَأْخَرَجٍ وَإِنْ مَلَأْخَرَجٍ إِلَيْهِ خَيْرًا مِنْ مَخْرَجٍ عَنْهُ

اے اللہ آسان کر اس میت پر کام اس کا اور سہل کر اس پر وہ زمانہ جو اب آئے گا اور مشرف فرما اس کو اپنے دیدار سے اور جہاں گیا ہے (یعنی آخرت) اس کو بہتر کر دے اس جگہ سے جہاں سے گیا ہے یعنی دنیا سے) ۱۲۱

بعد ان سب مراتب کے اس کے غسل اور تکفین اور نماز سے جس قدر جلد ممکن ہو فراغت کر کے دفن کر دیا جائے۔

غسل میت کے مسائل

میت کو غسل دینا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے اگر کوئی میت بے غسل کے دفن کر دی جائے تو تمام وہ مسلمان جن کو اس کی خبر ہوگی گنہگار ہوں گے۔

اگر کسی میت کو بے غسل کے قبور میں رکھ دیا ہو مگر ایسی مٹی نہ ڈالی گئی ہو تو اس کو قبر سے نکال کر غسل دے دینا ضروری ہے ہاں اگر مٹی پڑھائی ہو تو پھر نہ نکالنا چاہئے۔ (بحوالہ اربعی وغیرہ)

اگر کوئی کھضر میت کا خشک رہ گیا ہو اور کفن پنانے کے بعد یاد آئے تو کفن کھول کر اس عضو کو دھو دینا چاہئے ہاں اگر کوئی انگلی یا اس کے برابر کوئی حصہ جسم کا خشک رہ جائے اور بعد تکفین کے یاد آئے تو پھر اس کے دھونے کی ضرورت نہیں۔ (بحوالہ اربعی)

ایک مرتبہ غسل دینا فرض ہے اور تین مرتبہ مسنون ہے۔ میت کے غسل کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ میت کو کسی ایسے تخت وغیرہ پر ٹٹا کر چوتھیں یا پانچ یا سات مرتبہ کسی خوشبودار چیز سے دھونی پا چکا ہو اس کے جسم

طورت کہ کسی کپڑے سے بند کر کے ہو کپڑے اس کے بدن میں ہوں وہ بہت جلد آسانی سے ہٹا کر بیٹے جائیں اور اس کو استنجا کرایا جائے اس طرح کہ نہلانے والا اپنے ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر اس کے خاص حصے اور مشترک حصے کو دھو دے بعد اس کے اس میت کو دھو کرایا جائے اس و ظہور میں کٹی نہ کرائی جائے گی اور ناک میں پانی نہ ڈالا جائے گا اس لیے کہ پھر نہ اور ناک سے پانی کا ٹکنا دشوار ہو گا ہاں نہلانے والا اپنی انگلی میں کپڑا لپیٹ کر اس کے دانتوں کو اور ناک کے اندر وہنی حصہ کو صاف کر دے صحیح یہ ہے کہ اس و ظہور میں سر کا مسح بھی کرایا جائے گا۔ (بحوالہ الراقی)

جب و ظہور سے فراغت ہو جائے تو اس کا سراگر بال ہوں تو مل دیا جائے جس پانی سے سر لایا جائے اس میں خلی جوش کر لی جائے یا عابن ملا دیا جائے تاکہ میل لپیٹھی طرح صاف ہو جائے غسل کے لیے گرم پانی بہتر ہے اس لیے کہ اس سے میل خوب صاف ہوتا ہے۔ جب سر صاف ہو چکے تو میت کو بائیں پہلو پر ٹکا کر تمام بدن پر پانی بہا دیا جائے اس قدر کہ پانی تخت تک پہنچ جائے یہ ایک مرتبہ غسل تھا پھر دوسرے مرتبہ اس کو اپنے پہلو پر ٹکا کر تمام بدن پر پانی بہا دیا پھر اس کو بٹھا کر اس کا پیٹ اڑھتہ اڑھتہ ملا جائے تاکہ آلائش نکل جائے اور وہ دھو دی جائے بعد اس کے پھر اس کو بائیں پہلو پر ٹکا کر تمام بدن پر پانی بہا دیا جائے یہ تیسرا مرتبہ ہے۔ پتلے مرتبہ خالص پانی سے غسل دیا جائے دوسرے مرتبہ اس پانی سے جس میں بیری کی پتی یا خلی جوش کی گئی ہو۔ تیسرے مرتبہ اس پانی سے جس میں کافور ملا ہو۔ جب غسل سے فراغت ہو جائے تو میت کا بدن کسی کپڑے سے خشک کر لیا جائے تاکہ بدن کی تری سے کفن نہ خراب ہو۔ بعد اس کے زعفران اور مدد کے معاورد کوئی خوشبو اس کے سراور ڈال دیا جائے اس کی پیشانی اور ناک اور دونوں ہاتھوں پر کینیوں تک اور گھنٹوں پر کافور مل دیا جائے۔ میت کے بائوں میں کنگھی نہ کی جائے

۱۰ کپڑے ڈالنے میں یہ مصلحت ہے کہ کپڑوں کی گہمی سے منی کے خراب ہو جانے کا خوف ہو تاکہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے کپڑے نہیں اتارے گئے بلکہ آپ کو کپڑوں کے ساتھ غسل دیا گیا یہ آپ ہی کے ساتھ خاص تھا آپ کے جسم اقدس میں کسی غرابی کا معاذ اللہ خوف نہ تھا۔ ابوہریرہ میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑے اتار کر غسل دینے میں صحابہ کا اختلاف نہ تھا جب تک کہ ایک گوشہ سے آواز آئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں کے ساتھ غسل دے آپ کے جسم اقدس سے کپڑے نہ اتارو۔ ۱۲۔

۱۱ جس ایک زندہ کھاس ہے اور عرب میں پیدا ہوتی ہے پتی اس کی کھد کی پتی سے مشابہ ہوتی ہے اس سے کپڑے نکھاتے ہیں رنگ اس کا سرخی اور زردی کے درمیان میں ہوتا ہے ۱۲۔ قسطلانی

اور ناخون یا بال اس کے نہ کاٹے جائیں تو نہیں نہ کترمی جائیں ہاں اگر کوئی ہاتھن گوٹھاسے تو اس کے
بلیوہ کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ (بجز الرایت)

میت کے نہلانے کی اجرت لینا جائز نہیں اس لیے کہ میت کا نہلانا خدا کی طرف سے فرض
ہے پھر اس پر اجرت کیسے ہاں اگر کوئی شخص نہلانے والے دہاں موجود ہوں تو پھر جائز ہے اس لیے کہ ایسی
صورت میں کسی خاص شخص پر اس کو نہلانا فرض نہیں۔ (در منہا وغیرہ)

نہلانے والا ایسا شخص ہونا چاہیے کہ جس کو میت کا دیکھنا جائز ہو عورت کو مرد کا اور مرد کو
عورت کا غسل دینا جائز نہیں ہاں منگوجہ عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے اس لیے کہ وہ عدت
کے زمانہ تک اس سے نکاح میں سمجھی جائے گی بخلات شوہر کے کہ وہ عورت کے مرتے ہی اس عورت
کے نکاح سے طلاق و مہینا جائے گا اور اس کو اس عورت کا غسل دینا جائز نہ ہوگا۔

اگر کوئی عورت ایسی جگہ مر جائے جہاں کوئی عورت نہ ہو جیسے غسل دے تو اگر کوئی مرد اس کا
محرم موجود ہو تو وہ اس کو تمیم کرادے اور اگر کوئی محرم نہ ہو تو غیر محرم اپنے ہاتھوں میں کپڑا لپیٹ کر اس کو
تمیم کرادے ہاں نوٹڈی کو اجنبی بجا ہے کپڑا لپیٹے ہوئے تمیم کرنا سب سے اسی طرح اگر کوئی مرد ایسی جگہ مر
جائے جہاں کوئی مرد غسل دینے والا نہ ہو تو اس کو محرم عورت کپڑا لپیٹے ہوئے اور غیر محرم ہاتھوں میں کپڑا
پیٹ کر تمیم کرادے۔

نابالغ لڑکے اور لڑکی کو عورت اور مرد دونوں غسل دے سکتے ہیں۔

بہتر یہ ہے کہ نہلانے والا میت کا کوئی عزیز ہو اور اگر عزیز نہ لانا نہ جانتا ہو تو کوئی معتق پرہیزگار
آدمی اس کو غسل دے۔

اگر کوئی کافر یا نجس آدمی باوہ شخص جسے میت کا دیکھنا جائز نہ تھا میت کو غسل دے تب بھی غسل
صحیح ہو جائے گا اگرچہ مکروہ ہوگا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

بہتر یہ ہے کہ جس جگہ میت کو غسل دیا جائے وہاں غسل دینے والے اور اس شخص کے جو اس کا
شریک ہو کوئی دوسرا شخص نہ جائے اور غسل دینے والا اگر اس میں کوئی عہدہ بات دیکھے تو لوگوں سے
بیان کر دے اور اگر کوئی بڑی رسالت دیکھے تو کسی پر ناپاہر نہ کرے ہاں اگر میت کوئی مشہور بدعتی ہو
اور اس میں کوئی بڑی بات دیکھے تو ناپاہر کر دے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور اس بدعت کے ارتکاب
سے باز رہیں۔ (بجز الرایت - عالمگیری وغیرہ)

اگر کوئی شخص دیا میں ڈوب کر مر گیا ہو تو وہ جس وقت نکالا جائے اس کا غسل دینا فرض ہے

پانی میں ڈوبنا غسل کے لیے کافی نہ ہو گا اس لیے کہ عیت کا غسل دینا زندوں پر فرض ہے اور ڈوبنے میں کوئی ان کا غسل نہیں ہوا یا ان اگر نکالتے وقت غسل کی نیت سے اس کو پانی میں حرکت دے دی جائے تو غسل ہو جائے گا اسی طرح اگر عیت کے اوپر مینہ کا پانی برس جائے یا اور کسی طرح سے پانی بہنے لگے تب بھی اس کا غسل دینا فرض رہے گا۔ (فتاویٰ تافہی خاں۔ بحر الرائق۔ در مختار وغیرہ)

اگر کسی آدمی کا صرف سر کہیں دیکھا جائے تو اس کو غسل نہ دیا جائے گا بلکہ یوں ہی رہنے کرے یا پھر ایسا کرے اور اگر کسی آدمی کا بدن نصف سے زیادہ کہیں ملے تو اس کا غسل دینا ضروری ہے خواہ سر کے ساتھ ملے یا بے سر کے اور اگر نصف سے زیادہ نہ ہو بلکہ نصف ہو اگر سر کے ساتھ ملے تو غسل دیا جائے گا ورنہ نہیں اور اگر نصف سے کم ہو تو غسل نہ دیا جائے گا خواہ سر کے ساتھ ہو یا بے سر کے۔

(بحر الرائق۔ رد المحتار)

اگر کوئی لڑکا پینیا ہوتے ہی مر جائے اس کا غسل دینا بھی فرض ہے اور اگر مرنا ہو پیدا ہو خواہ اس کے سبب اعضا بن چکے ہوں یا نہیں تو بشرطی ہے کہ اس کو بھی غسل دیا جائے (بحر الرائق وغیرہ)

اگر کوئی عیت کہیں دیکھی جائے اور کسی قرینے سے یہ معلوم ہو کہ یہ مسلمان تھا یا کافر تو اگر دارالاسلام میں یہ واقعہ ہوا ہو تو اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی۔

اگر مسلمان کی نعشیں کافروں کی نعشوں میں مل جائیں اور کوئی تمیز نہ باقی رہے تو ان سب کو غسل دیا جائے گا اور اگر تمیز باقی ہو تو مسلمانوں کی نعشیں علیحدہ کر لی جائیں اور صرف انہیں کو غسل دیا جائے۔ کافروں کی نعشیں کو غسل نہ دیا جائے۔

اگر کسی مسلمان کا کوئی عزیز کافر ہو اور وہ مر جائے تو اس کی نعش اس کے کسی ہم مذہب کو دے دی جائے اگر اس کا کوئی ہم مذہب نہ ہو یا ہو مگر لینا قبول نہ کرے تو بدوچہ مجبوری وہ مسلمان اس کافر کو غسل دے کر نہ مسنون طریقے سے یعنی اس کو وضو نہ کرے اور سر اس کا نہ صاف کرے یا پھر اسے کافر وغیرہ اس کے بدن میں نہ بنا جائے بلکہ غسل طرح نہیں چھوڑے اور صحت سے اس کو دھوئی اور کافر دھونے سے پاک نہ ہو گا حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس کو لیے ہوئے نماز پڑھے تو اس کی نماز درست نہ ہوگی۔ (در مختار وغیرہ)

باقی لوگ یا کافر یا کافر سے جا نہیں تو ان کے مردوں کو غسل نہ دیا جائے بشرطیکہ عین لڑائی کے وقت مارے گئے ہوں۔

مرد اگر مر جائے تو اس کو بھی غسل نہ دیا جائے اور اگر اس کے اولیٰ مذہب اس کی نعش مانگیں تو ان کو بھی نہ دیا جائے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

اگر بانی نہ ہونے کے سبب سے کسی میت کو تیمم کرایا گیا ہو اور پھر پانی مل جائے تو اس کو غسل دے دینا چاہئے۔

جب میت کو غسل دے چکیں اور اس کی تری کپڑے سے پونچھ کر وود کر دیں تو اس کو کفن پہنایا جائے۔

کفن کے مسائل

میت کو کفن دینا مثل غسل کے فرض کفارہ ہے۔ رجحان الراجح۔ رد المحتار

مرد سے کے کفن میں تین کپڑے مستنون ہیں۔ ۱۔ تہ بند۔ ۲۔ کفنی۔ ۳۔ چاور۔ اور عمامہ مکروہ ہے۔ رجحان الراجح وغیرہ

عورت کے کفن میں پانچ کپڑے مستنون ہیں۔ ۱۔ تہ بند۔ ۲۔ کفنی۔ ۳۔ دو پٹے۔ ۴۔ پینہ بند۔ ۵۔ چاور۔ اگر مرد کے کفن میں صرف تہ بند اور چاور پر اکتفا کیا جائے یا عورت کے کفن میں صرف کفنی اور تہ بند یا صرف تہ بند دن پر اکتفا کیا جائے تب بھی جائز ہے۔ اور اگر اس قدر کفن بھی ممکن ہو تو جس قدر ہو سکے مگر کم سے کم اس قدر کپڑا ضروری ہے جو چور سے بدن کو چھپائے اگر اس قدر بھی نہ ہو تو لوگوں سے ہانک کر پورا کیا جائے یہ بھی نہ ہو سکے تو جس قدر جسم کھلا رہ گیا ہو گھانس وغیرہ سے چھپا دیا جائے۔

قیل اس کے کہ میت کو کفن پہنایا جائے کفن میں تین مرتبہ کسی خوبصورت چادر کی دھونی دے دینا

۱۔ تہ بند کو عربی میں نازا اور کفنی کو قمیض اور چاور کو ردا کہتے ہیں ازار اور لفافہ دونوں چاور کہتے ہیں یہ چاوریں سر سے پیر تک ہوتی ہیں اور لفافہ کی چاور نازا سے کچھ غلطی بڑی ہوتی ہے اور قمیض ایک قسم کا کرتہ ہے جو کمر سے لے کر پیر تک ہوتا ہے مگر اس کے واٹنوں میں جھاک نہیں ہوتا۔ (ہدایہ) ۱۲

۲۔ تہ بند چادر اور کفنی کی وہی حد ہے جو مرد کے کفن میں بیان ہو چکی ہے وہ لگھا دو پٹے سینہ بند و پیر تک لگھا ہوتا ہے جو سر سے لے کر منہ پر ڈال دیا جاتا ہے پٹیا نہیں جاتا اور سینہ بند پینے سے لے کر انوں تک ہوتا ہے۔

رقاضی خاں ۱۲

۳۔ اسی وجہ سے حبیب مصعب بن عمر رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہوئے اور ان کے پاس صرف ایک چادر تھی کہ اگر اس سے عمامہ کاڑھ لیا جاتا تھا تو پیر کھل جاتے تھے اور اگر پیر بند کیے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے سر کو تہ چادر سے بند کر دو اور پیر کو ازخیر سے۔ راجح ایک قسم کی گھانس ہے ۱۳

مستحب ہے۔ (ریح الرائق)

مرد کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کفن کی چادر کسی تخت وغیرہ پر بچھا دی جائے اور اس کے اوپر تہ بند بچھا دیا جائے اور میت کو کفنی پہنا کر تہ بند پر ٹٹاویں اور پہلے تہ بند لپیٹ دیں اس طرح کہ پہلے بائیں جانب اس کا حقیقت کے بدن پر رکھیں اس کے بعد داہنا تاکہ داہنا جانب بائیں کے اوپر رہے بعد اس کے پھر چادر کو اسی طرح لپیٹ دیں تاکہ داہنا جانب بائیں کے اوپر رہے۔

عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کفن کی چادر کسی تخت وغیرہ پر بچھا کر اس کے اوپر تہ بند بچھا دیں اور عورت کو کفنی پہنا کر اس کے بالوں کے دو حصے کر کے ایک حصہ گردن کے پیچھے سے داہنے جانب لاکر دو مراگردن کے پیچھے سے بائیں لاکر سینے پر رکھ دیں کفنی کے اوپر بعد اس کے دو پٹہ اس کے سر سے لے کر حصہ تک ڈال دیں بعد اس کے تہ بند پر اس کو ٹٹاویں اور مثل سابق پہلے تہ بند کو لپیٹ دیں اس کے بعد چادر کو ان سب کے بعد سینہ بند کو لپیٹ دیں اگر ہوا وغیرہ سے کفن سے کھل جانے کا خوف ہوتا ہو اس کو کسی چیز سے باندھ دیں۔ (رد المحتار وغیرہ)

باطن اور نابالغ محرم اور حلال سب کا کفن یکساں ہوتا ہے۔

جوڑا کا مرا ہوا پیدا ہو یا محل ساقط ہو جانے اس کے پیٹے صرف کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے

کفن مسنون کی کوئی ضرورت نہیں۔ (رد المحتار وغیرہ)

اسی طرح اگر انسان کا کوئی عضو یا نصف جسم بغیر سر کے پایا جائے اس کو بھی کپڑے میں لپیٹ

دینا کافی ہے ہاں اگر نصف جسم کے ساتھ سر بھی ہو یا نصف سے زیادہ حصہ جسم کا ہو تو سر بھی نہ ہو تو

پھر کفن مسنون دینا چاہئے۔ (رد المحتار وغیرہ)

کسی انسان کی قبر کھل جائے یا اور کسی وجہ سے اس کی نقش باہر نکل آئے اور کفن نہ ہو تو اس کو بھی

کفن مسنون دینا چاہئے بشرطیکہ وہ نقش کھٹی نہ ہو اگر کھٹ گئی ہو تو صرف کسی کپڑے میں لپیٹ دینا کافی

۷۔

کفن انھیں کپڑوں کا ہونا چاہئے جن کا پہننا زندگی کی حالت میں جائز تھا مرد کے لیے خالص ریشمی

یا زعفران یا کسم کے رنگے ہوئے کپڑے کا کفن نہ دیا جائے ہاں خود توں کو اس قسم کا کفن دیا جا سکتا ہے

اس لیے کہ ان کو حالت زندگی میں ایسے کپڑوں کا پہننا جائز تھا۔ کفن کا گراں قیمت کا بنانا مکروہ ہے

اور بہت برسے کپڑے کا بھی نہ ہونا چاہئے بلکہ ایسے کپڑوں کا جن کو میت اپنی زندگی کی حالت میں جب

اور عیدین میں پہنتا ہو اور عورت کے لیے ایسے کپڑے کا جس کو وہ اپنے ماں باپ کے پاس پہن کر

جاتی ہو کفن سعید ذنگ کے کپڑے کا بہتر ہے پُرانے اور سنے کی کچھ تخصیص نہیں۔

میت کا کفن اس شخص کو بنا نا چاہئے جو حالت حیات میں اس کی کفالت کرتا تھا خواہ وہ کچھ مال چھوٹا کر مرا ہو نہیں جیسے عورت کا کفن اس کے شوہر کے ذمے ہے خواہ وہ کچھ مال چھوڑ کر مری ہو یا نہیں اور خواہ شوہر امیر ہو یا غریب۔ اسی طرح غلام کا کفن اُس کے آقا کے ذمے ہے خلاصہ یہ کہ جن لوگوں کا کھانا اور کپڑا زندگی میں جس شخص کے ذمے ہو گا اسی شخص کے ذمے بعد مرنے کے ان لوگوں کا کفن بھی ہو گا۔ (بجز الیٰہین)

اور اگر ایسا کوئی شخص نہ ہو جس پر حالت حیات میں اس کی کفالت ضروری تھی اور وہ میت کچھ مال چھوڑ کر مرا ہو تو اس کا کفن اس مال سے بنایا جائے ورنہ بیت المال سے اگر بیت المال مذہب جیسا ہمارے زمانے میں ہندوستان میں نہیں ہے تو مسلمانوں سے چندہ لے کر اس کا کفن بنا دیا جائے۔ کاغذ اگر مر جائے تو اس کا کفن مسنون طریقے سے نہ دیا جائے بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائیگا۔ اور مرتد کو بالکل کفن نہ دیا جائے گا نہ مسنون نہ غیر مسنون۔

جب میت کو کفن پہنا چکیں تو اس کی نماز پڑھیں اور اس کے تمام اعضا اور اجزا پہ وابل حملہ کو نمبر کر دیں تاکہ وہ لوگ بھی اس کے حق سے ادا ہو جائیں اور نماز میں اگر شریک ہوں۔

نماز جنازہ کے مسائل

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ منکر اس کا کافر ہے۔

نماز جنازہ درحقیقت اس میت کے لیے دعا ہے اور رحمت الراحین سے۔

نماز جنازہ کے واجب ہونے کی وہی سب شرطیں ہیں جو اور نمازوں کے لیے ہم اور لکھ چکے ہیں یاں

اس میں ایک شرط اور زیادہ ہے وہ یہ کہ اس شخص کی موت کا علم ہو جس کو یہ خبر نہ ہوگی وہ معذور ہے

نماز جنازہ اس پر ضروری نہیں۔ (رد المحتار)

نماز جنازہ کے صبح ہونے کے لیے دو قسم کی شرطیں ہیں ایک وہ جو نماز پڑھنے والوں سے تعلق رکھتی

ہیں وہ وہی ہیں جو اور نمازوں کے لیے اد پر بیان ہو چکیں۔ ۱۔ طہارت۔ ۲۔ تشریح عورت۔ استقبال قبلہ۔

۳۔ نیت۔ بار، وقت اس کے لیے شرط نہیں۔ اور اس کے لیے تیمم نماز نہ ملنے کے خیال سے جائز

ہے۔ مثلاً نماز جنازہ ہو مری ہو اور وضو کرنے میں یہ خیال ہو کہ نماز ختم ہو جائے گی تو تیمم کر لے بخلاف

اور نمازوں کے کوان میں اگر وقت کے چلے جانے کا بھی خوف ہو تو تیمم جائز نہیں۔

آج کل جنازے کی نماز پڑھنے والے جو تاپنے ہوئے نماز پڑھتے ہیں ان کے بیٹے بیمار فروری ہے کہ وہ جگہ جس پر کھڑے ہوں اور ہوتے روزوں پاک ہوں اور اگر جو تاپیر سے نکال دیا جائے اور اس پر کھڑے ہوں تو عرف جو تے کا پاک ہو تا فروری ہے اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے اور ان کی نماز نہیں ہوتی۔ دوسری قسم کی وہ شرطیں ہیں جن کو میت سے تعلق ہے۔

۱۔ میت کا مسلمان ہونا کا فرادہ مرتبہ کی نماز صحیح نہیں مسلمان اگر چہ باسقی یا بدستی ہو اس کی نماز صحیح ہے سو ان لوگوں کے جو بادشاہ برحق سے بغاوت کریں یا ڈاکوئی کرتے ہوں بشرطیکہ یہ لوگ بادشاہ وقت سے لڑائی کی حالت میں معتول ہوں۔ اگر بعد لڑائی کے یا اپنی موت سے مر جائیں تو پھر ان کی نماز پڑھی جائے گی۔ جس شخص نے اپنے باپ یا ماں کو قتل کیا ہو اور اس کی سزا میں وہ مارا جائے تو اس کی نماز بھی نہ پڑھی جائے گی ان لوگوں کی نماز زجر نہیں پڑھی جاتی۔ صحیح یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی جان خود کشی کر کے دی ہو اس پر نماز پڑھنا درست ہے جس شرط کے کا باپ یا ماں مسلمان ہو وہ لڑکا مسلمان سمجھا جائے گا۔ اور اس کی نماز پڑھی جائے گی۔ میت سے مراد وہ شخص ہے جو زندہ پیدا ہو کر مر گیا ہو اور ہوا لڑکا اگر پیدا ہو تو اس کی نماز درست نہیں۔ (رد المحتار)

۲۔ میت کا بدن اور کفن نجاست حقیقیہ اور حکمیہ سے ظاہر ہونا ہاں اگر نجاست حقیقیہ اس کے بدن سے خارج ہوئی ہو اور اس سبب سے اس کا بدن بالکل نجس ہو جائے تو کچھ مرفداً فقہ نہیں نماز درست ہے۔ (رد المحتار)

اگر کوئی میت نجاست حکمیہ سے ظاہر نہ ہو یعنی اس کو غسل نہ دیا گیا ہو یا در صورت ناممکن ہونے غسل کے تیمم نہ کرایا گیا ہو اس کی نماز درست نہیں ہاں اگر اس کا ظاہر کرنا ممکن نہ ہو مثلاً یہ غسل یا تیمم کرانے ہوئے دفن کر چکے ہوں اور قبر پر مٹی بھی پڑ چکی ہو تو پھر اس کی نماز اس کی قبر پر اسی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔ اگر کسی میت پر بے غسل یا تیمم کے نماز پڑھی گئی ہو اور وہ دفن کر دیا گیا ہو اور بعد دفن کے خیال آئے کہ اس کو غسل نہ دیا گیا تھا تو اس کی نماز دوبارہ اس کی قبر پر پڑھی جائے گی۔ اس لیے کہ پہلی نماز صحیح نہیں ہوئی ہاں اب چونکہ غسل ممکن نہیں ہے لہذا نماز ہو جائے گی۔ اگر کوئی مسلمان بے نماز پڑھے ہوئے دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی نماز اس کی قبر پر پڑھی جائے جب تک کہ اس کی نعش کے پھٹ جائے گا اندیشہ نہ ہو جب خیال ہو کہ اب نعش پھٹ گئی ہوگی تو پھر نماز نہ پڑھی جائے۔

(رد مختار و رد المحتار)

۱۔ حیثیت جس جگہ رکھی ہو اس جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں۔ (رد المحتار۔ فتاویٰ عالمگیری) ۲۔ میت کے جسم عورت کا پوشیدہ ہونا اگر میت بالکل برہنہ ہو تو اس کی نماز درست نہیں۔ ۳۔ میت کا نماز پڑھنے والے کے آگے ہونا۔ اگر میت نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہو تو نماز نہ ہوگی۔ ۴۔ میت کا جس چیز پر میت ہو اس کا زمین پر رکھا ہونا اگر میت کو لوگ اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوں یا کسی گاڑی یا جانور پر ہو اور اسی حالت میں اس کی نماز پڑھی جائے تو صحیح نہ ہوگی۔ (رد مختار۔ رد المحتار وغیرہ) ۵۔ میت کا وہاں موجود ہونا اگر میت وہاں نہ موجود ہو تو نماز نہ صحیح ہوگی۔

نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں۔ ۱۔ چار مرتبہ التسابیح کہنا۔ ہر تکبیر بیان قائم مقام ایک رکعت کے سمجھی جاتی ہے۔ ۲۔ قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنا جس طرح فرض اور واجب نمازوں میں قیام فرض ہے اور بے عمدہ کے ان کا بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں اسی طرح یہاں بھی قیام فرض ہے اور بے عذر اس کا ترک جائز نہیں۔ عذر کا بیان اور پوچھا ہے۔ رکوع سجدے قعدے وغیرہ اسی نماز میں نہیں۔

۱۷۔ یہ مذہب حنفیہ اور مالکیہ کا ہے امام احمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک میت کا وہاں موجود ہونا شرط نہیں ان کے نزدیک غائب پر بھی نماز جنازہ درست ہے وہ اپنے استدلال میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ نے انتقال فرمایا ادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ صمدینہ میں ان پر نماز پڑھی حنفیہ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ یہ خواہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اس پر وہ مرے کو قیاس نہیں کر سکتے اور حاشیہ یہ بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے جنازہ کی نماز پڑھتے تھے کیا وہ مرے کو بھی ایسا کرنے کا اختیار ہے۔ وہ مر اجواب حنفیہ اور مالکیہ کا یہ ہے کہ ممکن ہے کہ نجاشی کا جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر کر دیا گیا ہو خدا کی قدرت سے صحیح ابن حبان میں ایک حدیث بھی مل گئی ہے جس سے یہ جواب بہت قوی رہ گیا اس حدیث کو علامہ زیلعی نے نصب الرایہ میں نقل کیا ہے عمران بن حصین سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تمہارے بھائی نجاشی کا انتقال ہو گیا انھوں نے نماز پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور صحابہ بھی آپ کے پیچھے صفت بستہ کھڑے ہوئے صحابہ کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ نجاشی کا جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نجاشی کا جنازہ حاضر کر دیا گیا تھا حتیٰ کہ صحابہ نے بھی اس کو دیکھا اس کے علاوہ اگر نماز جنازہ غائب پر درست ہوتی تو قرآن صحابہ جن میں حضرت خبیب بن علی تھے شہید ہوئے اور حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو خبر دی تو آپ ان پر ضرور نماز پڑھتے اس لیے کہ وہ لوگ آپ کو نہایت محبوب تھے۔ واللہ اعلم ۱۲

نماز جنازہ میں تین چیزیں مسنون ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا (۳) میت کے لئے دُعا کرنا۔

جماعت جیسا کہ اور نمازوں کے لئے شرط نہیں ہے ویسا ہی یہاں بھی شرط نہیں ہے۔ اگر ایک شخص بھی جنازہ کی نماز پڑھے تو فرض ادا ہو جائے گا خواہ وہ عورت ہو یا مرد بالغ ہو یا نابالغ (رد المحتار) ہاں یہاں جماعت کی زیادہ ضرورت ہے اس لئے کہ یہ دُعا ہے میت کے لئے اور چند مسلمانوں کا جمع ہو کر بارگاہ الہی میں کسی چیز کے لئے دُعا کرنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزل رحمت اور قبولیت کے لئے۔ نماز جنازہ کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینے کے محاذی کھڑا ہو جائے اور سب لوگ یہ نیت کریں اَنْ اُصَلِّيَ صَلَاةً اٰجِنًا سَاقِبَةً لِلَّهِ تَعَالَى دُعَا عَمْرٍ وَّلِلْمَيِّتِ میں نے یہ ارادہ کیا کہ نماز جنازہ پڑھوں جو خدا کی نماز ہے اور میت کے لئے دُعا ہے یہ نیت کر کے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کے کانوں تک اٹھا کے ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ مثل نماز کے باندھ لیں سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ذِيَا سَمَاءٍ اَعْمَمَكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔ اس کو پڑھ کر پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ اٹھائیں بعد اس کے درود شریف پڑھیں اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود پڑھا جائے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور جس کو ہم اُور پر لکھ چکے ہیں۔ پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اس تکبیر کے بعد میت کے لئے دُعا کریں اگر بالغ ہو تو یہ دُعا پڑھیں اَللّٰهُمَّ اَعْفِرْ لِحَيَاتِنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَعَابِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرْنَا وَاُنْسَانَا اَللّٰهُمَّ مِنْ اَحْيَيْتَهُ مَنَّا فَاحْيِهِ عَلَيَّ الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَقَّيْتَهُ مَنَّا تَوَفَّهُ عَلَيَّ الْاِيْمَانَ اور بعض اجماع میں یہ دُعا بھی وارد ہوئی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَعْفِرْ لِهٖ وَاَسْحَبْ رَحْمَةً وَّعَافِيَةً وَغُفْرَةً وَاَكْرِمْ نَزْلَهُ وَوَسِّعْ مَدْحَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالتَّلْحِجِّ وَالْبُرْدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يَتَّقِي الشُّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ

۵۵۔ اے اللہ بخشدے ہمارے زندوں کو اور مردوں کو اور امدان کو جو حاضر ہیں اور اہل کو جو غائب ہیں اور ہمارے چھوٹوں بڑوں کو اور مردوں اور عورتوں کو اے اللہ جسکو زندہ رکھے تو ہم سے اس کو زندہ رکھو اسلام پر اور جس کو موت دے اس کو موت دے ایمان پر ۱۲۔

۵۶۔ اے اللہ بخشدے اس میت کو اور رحم فرما اس پر اور معاف فرما دے اس کی سب خطائیں اور عمدہ سا مان کر اس کے اتنے کا اور شادہ کر دے اس کی قبر کو اور غسل دے اسکو پانی سے اور برت سے اور اسے سے اور دعا کر اسکو گناہوں سے

بقیہ صفحہ ۳۳۲ پر

وَأَبْدَلَهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ وَشَرَّ دُجَانِ خَيْرًا مِنْ نَرَجِهِ وَأَضَلَّهُ لُجْنَةً وَاحِدَةً مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ۔ اور اگر ان دونوں دعاؤں کو پڑھ لے تب بھی بہتر ہے بلکہ شامی نے روایت کیا ہے کہ اگر ایک ہی میں ملا کر لکھا ہے ان دونوں دعاؤں کے سوا اور دعاؤں بھی ایسی ہیں جو وارہ ہوتی ہیں ان کو ہمارے فقہاء نے بھی نقل کیا ہے جس دعا کو ہم سب سے اختیار کیا ہے اور اگر میت نابالغ سے تو یہ دعا پڑھے۔ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا خَيْرًا اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا خَيْرًا اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا خَيْرًا اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا خَيْرًا اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا خَيْرًا اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا خَيْرًا

اللہ اکبر کہیں اور اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اور اس تکبیر کے بعد سلام پھریں جس طرح نماز میں سلام پھیرتے ہیں۔ اس نماز میں التحیات اور قرآن مجید کی قرأت وغیرہ نہیں ہے ہاں اگر کوئی شخص سورۃ فاتحہ پہلی تکبیر کے بعد اس نیت سے پڑھے کہ اس میں حق تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے تلاوت کی نیت سے نہ پڑھے تو کچھ مضائقہ نہیں (روالمختار)

نماز جنازہ امام اور مقتدی دونوں کے حق میں یکساں ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ امام تکبیر پڑھے اور سلام بلند آواز سے کہے گا اور مقتدی آہستہ آواز سے باقی چیزیں یعنی ثنا اور درود اور دعا مقتدی بھی آہستہ آواز سے پڑھے گا اور امام بھی آہستہ آواز سے پڑھے گا۔

جنازے کی نماز میں مستحب ہے کہ حاضرین کی ٹین صفیں کر دی جائیں پہلے تک کہ اگر صرف سات آدمی ہوں تو ایک آدمی ان میں سے امام بنا دیا جائے اور پہلی صف میں تین آدمی کھڑے

۲۱۶) جیسے سپید رنگ کا کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے اور دنیا کے گھر کے عوض میں اسکو اس سے اچھا گھر عنایت فرما اور اس کے اعزہ سے بہتر گھر دیا جائے لوگوں کو اور اسکی بی بی سے بہتر بی بی اسکو مرحمت فرما اور اسکو ہشتت برس میں داخل فرما اور عذاب قبر اور عذاب دوزخ سے اسکو نجات دے۔ ۱۲

اس حدیث میں پانی اور برص اور اولے سے غسل دینے کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ اسکو انواع و اقسام کی طہارتوں سے

ظاہر فرما تاکہ پھر کسی قسم کا گناہ اس کا باقی نہ رہے۔ ۱۲

۱۵) اے اللہ اس بچے کو ہائے لئے فرط کر دے اور اسکو ہائے لئے ذخیرہ بنا دے اے اللہ اسکو ہمارے لئے سفارش کر نیوالا بنا دے اور اس کی سفارش قبول فرما۔ فرط اس جماعت کو کہتے ہیں جو قافلے سے پہلے منزل پر پہنچا آسانش کا سامان دہیا کر کے مقصود یہ ہے کہ اسکی سفارش ہائے حق میں قبول فرما اور اس کو ہائے لئے سفارش کرنے کی اجازت دے۔ ۱۲ عہدہ اس کے مستحب ہو چکی یہ وجہ ہے کہ صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جس میت پر تین صدقین پڑیں وہ جنت میں ہے (ابوداؤد)

ہوں اور دوسری میں دو۔ اور تیسری میں ایک۔ (ردالمحتار)

جنازے کی نماز بھی ان چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن چیزوں سے دوسری نمازوں میں فساد آتا ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ جنازے کی نماز میں تمہارے وضو نہیں بجاتا اور عورت کی محاذاتہ سے اس میں فساد نہیں آتا۔

جنازے کی نماز اس مسجد میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جو پنجوقتہ نمازوں یا جمعے عیدین کی نماز کے لئے بنائی گئی ہو خواہ جنازہ مسجد کے اندر ہو یا مسجد سے باہر ہاں جو مسجد خاص جنازے کی نماز کے لئے بنائی گئی ہو اس میں مکروہ نہیں۔ (ردالمحتار۔ درمختار۔ بحر الرائق وغیرہ)

میت کی نماز میں اس غرض سے زیادہ تاخیر کرنا کہ جماعت زیادہ ہو جائے مکروہ ہے۔

(درمختار۔ بحر الرائق وغیرہ)

جنازے کی نماز بیٹھ کر یا سواری کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔

(درمختار وغیرہ)

اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر جنازے کی نماز علیحدہ پڑھی جائے اور اگر سب جنازوں کی ایک ہی نماز پڑھی جائے تب بھی جائز ہے اور اس وقت چاہیے کہ سب جنازوں کی صف قائم کر دی جائے خواہ اس طرح کہ ایک کے آگے ایک رکھ دیا جائے کہ ہر ایک کے سر کے پاس دوسرے کے پیر ہوں خواہ اس طرح کہ ایک جنازے کے سامنے دوسرا جنازہ رکھ دیا جائے کہ سب کے پیر ایک طرف ہوں اور سب کے سر ایک طرف اور خواہ اس طرح کہ ہر ایک کا سر دوسرے کے شانے کے محاذی ہوں ان سب صورتوں میں دوسری صورت بہتر ہے کہ اس میں سب کا سینہ امام کے محاذی ہو جائے گا جو مسنون ہے اور باقی صورتوں میں امام کو اختیار ہے کہ جس جنازے کے سامنے کھڑا ہو۔ (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ)

اگر جنازے مختلف اصناف کے ہوں تو اس ترتیب سے ان کی صف قائم کی جائے امام کے قریب مردوں کے جنازے ان کے بعد لڑکوں کے ان کے بعد مختلفوں کے ان کے بعد بالغ خواتین کے ان کے بعد نابالغ لڑکیوں کے (درمختار وغیرہ)

اگر کوئی شخص جنازے کی نماز میں ایسے وقت پہنچا کہ کچھ تکبیریں اس کے آنے سے پہلے ہو چکی ہوں تو جس قدر تکبیریں ہو چکی ہیں ان کے اعتبار سے وہ شخص مسبوق سمجھا جائے گا اور اس کو چاہیے کہ فوراً آتے ہوئے مثل اور نمازوں کے تکبیر تحریمہ کہہ کر شریک نہ ہو جائے بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار

کرے جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ یہ بھی تکبیر کہے اور یہ تکبیر اسکے حق میں تکبیر تحریر ہوگی پھر جب امام سلام پھیر دے تو یہ شخص اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کرے۔ اگر کوئی شخص ایسے وقت پہنچے کہ امام چوتھی تکبیر بھی کہہ چکا ہو تو وہ شخص اس تکبیر کے حق میں مسبوق نہ سمجھا جائے گا اور اس کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ کر شریک ہو جائے اور بعد ختم نماز کے اپنی گئی ہوئی تین تکبیروں کا اعادہ کرے۔

اگر کوئی شخص تکبیر تحریر یعنی پہلی تکبیر یا اور کسی تکبیر کے وقت موجود تھا اور نماز میں شرکت کے لئے مستعد تھا تو اس کو فوراً تکبیر کہہ کر شریک نماز ہو جانا چاہیے امام کی دوسری تکبیر کا اسکو انتظار نہ کرنا چاہیے اور جس تکبیر کے وقت حاضر تھا اس تکبیر کا اعادہ اس کے ذمہ نہ ہوگا بشرطیکہ قبل اس کے کہ امام دوسری تکبیر کہے یہ اس تکبیر کو ادا کرے گو امام کی معیت نہ ہو (بحر الرائق وغیرہ) جنازے کی نماز کا مسبوق جب اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کرے اور خوف ہو کہ اگر دعا پڑھے گا تو دیر ہوگی اور جنازہ اٹھ جائے گا تو دعا نہ پڑھے۔

جنازے کی نماز میں اگر کوئی شخص لاحق ہو جائے تو اس کا وہی حکم ہے جو اور نمازوں کے لاحق کا ہے (بحر الرائق)

جنازے کی نماز میں امامت کا استحقاق سب سے زیادہ بادشاہ وقت کو ہے بشرطیکہ مسلمان ہو گو تقویٰ اور ورع میں اس سے بہتر لوگ بھی وہاں موجود ہوں اگر بادشاہ وقت وہاں نہ ہو تو اس کا نائب یعنی جو شخص اس کی طرف سے حاکم شہر ہو وہ مستحق امامت ہے گو ورع اور تقویٰ میں اس سے افضل لوگ وہاں موجود ہوں وہ بھی نہ ہو تو قاضی شہر وہ بھی نہ ہو تو اس کا نائب

۵۵ یہ مذہب قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے ان کے نزدیک نماز جنازہ بھی جس وقت کوئی شخص پہنچے اس کو فوراً شریک ہو جانا چاہیے اور اس تکبیر کے حق میں وہ مسبوق نہ ہوگا اور امام صاحب اور امام محمد صاحب کے نزدیک چوتھی تکبیر کے بعد جو شخص آئے وہ نماز میں شریک ہی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جنازے کی نماز چوتھی تکبیر سے ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اس مسئلے میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے اگرچہ بعض علماء نے اس مسئلے میں بھی امام صاحب کے موافق فتویٰ دیا ہے۔ علامہ شامی نے اس مقام کو شرح در مختار میں بہت صاف لکھا ہے صاحب بحر الرائق نے اس مقام کو اچھا نہیں لکھا ان کی عبارت سے جو شکوک پیدا ہوتے ہیں وہ بھی شامی سے دور ہو جاتے ہیں واللہ اعلم ۱۲

ان لوگوں کے ہوتے ہوئے دوسرے کا امام بنانا جائز نہیں آئیں گے کا امام بنانا واجب ہے اگر یہ لوگ کوئی وہاں موجود نہ ہوں تو اس محلہ کا امام مستحق ہے بشرطیکہ میت کے اعزاء میں کوئی شخص اس سے افضل نہ ہو ورنہ میت کے وہ اعزاء جن کو حق ولایت حاصل ہے امامت کے مستحق ہیں یا وہ شخص جس کو وہ اجازت دیں اگر بے اجازت ولی میت کے کسی ایسے شخص نے نماز پڑھا دی ہو جس کو امامت کا استحقاق نہیں تو ولی کو اختیار ہے کہ پھر دوبارہ نماز پڑھے حتیٰ کہ اگر میت دفن ہو چکی ہو تو اس کی قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے تا وقتیکہ نعش کے پھٹ جانے کا خیال نہ ہو۔

اگر بے اجازت ولی میت کے کسی ایسے شخص نے نماز پڑھا دی ہو جس کو امامت کا استحقاق ہے تو پھر ولی میت نماز کا اعادہ نہیں کرتا اسی طرح اگر ولی میت نے بحالت نہ موجود ہونے بادشاہ وقت وغیرہ کے نماز پڑھا دی ہو تو بادشاہ وقت وغیرہ کو اعادے کا اختیار نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر ولی میت بحالت موجود ہونے بادشاہ وقت وغیرہ کے نماز پڑھے تب بھی بادشاہ وقت کو اعادے کا اختیار نہ ہوگا گو ایسی حالت میں بادشاہ وقت کے امام نہ بنانے سے ترک واجب کا گناہ اولیائے میت پر ہوگا۔ (ردالمحتار)

حاصل یہ کہ ایک جنازے کی نماز کئی مرتبہ پڑھنا جائز نہیں مگر ولی میت کو بشرطیکہ اس کی بے اجازت کسی غیر مستحق نے نماز پڑھا دی ہو۔

دفن کے مسائل

میت کا دفن کرنا فرض کفایہ ہے جس طرح اس کا غسل اور نماز۔

جب میت کی نماز سے فراغت ہو جائے تو فوراً اس کو دفن کرنے کے لئے جہاں قبر کھدی ہو لے جانا چاہیے۔ اگر میت کوئی شیرخوار بچہ یا اس سے کچھ بڑا ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ اس کو دست بدست لے جائیں یعنی ایک آدمی اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھالے پھر اس سے دوسرا آدمی

۷۷ اسی وجہ سے جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے سعید بن عاص کو جو حاکم مدینہ تھے امام بنایا اگرچہ وہ خود ورغ اور نقوی میں سعید سے بدرجہا افضل تھے چنانچہ خود بھی انہوں نے سعید سے فرمایا کہ اگر یہ طریقہ اسلام کا نہ ہوتا تو میں ہرگز تم کو امام نہ بناتا۔ ۱۲۰

۷۸ وہ اعزاء میت کے جن کو حق ولایت حاصل ہے کتاب اور نکاح میں بیان کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲۰

لے لے اسی طرح بدلتے ہوئے لے جائیں اور اگر میت کوئی بڑا آدمی ہو تو اس کو کسی چار پائی وغیرہ پر رکھ کر لے جائیں اور اس کے چاروں پاؤں کو ایک ایک آدمی اٹھائے میت کی چار پائی ہاتھوں سے اٹھا کر شانوں پر رکھنا چاہیے مثل مال اسباب کے شانوں لاؤنا مکروہ ہے اسی طرح اس کا کسی جانور یا گاڑی وغیرہ پر رکھ کر لے جانا بھی مکروہ ہے۔

میت کے اٹھانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس کا اگلا داہنا پایا اپنے داہنے شانے پر رکھ کر اور کم سے کم دس قدم چلے بعد اس کے پھیلا داہنا پایا داہنے شانے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے اس کے بعد اگلا بائیں پایا اپنے شانے پر رکھ کر پھر پھیلا بائیں پایا بائیں شانے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم تک چلے تاکہ چاروں پاؤں کو ملا کر چالیس قدم ہو جائیں۔ جنازے کا تیز قدم لے جانا مسنون ہے مگر نہ اس قدر کہ نعش حرکت و اضطراب ہونے لگے اور المختار

جو لوگ جنازے کے ہمراہ جائیں ان کو قبل اس کے کہ جنازہ شانوں سے اتارا جائے بیٹھنا مکروہ ہے ہاں اگر کوئی ضرورت بیٹھنے کی پیش آئے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (ردالمحتار وغیرہ) جو لوگ جنازے کے ساتھ نہ ہوں بلکہ کہیں بیٹھے ہوئے ہوں ان کو جنازے کو دیکھ کر کھڑا ہو جانا نہ چاہیے۔ (ردالمختار، درالمختار وغیرہ)

جو لوگ جنازے کے ہمراہ ہوں ان کو جنازے کے پیچھے چلنا مستحب ہے اگرچہ جنازے کے آگے چلنا بھی جائز ہے ہاں اگر سب لوگ جنازے کے آگے ہو جائیں تو مکروہ ہے اسی طرح جنازے کے آگے کسی سواری پر چلنا بھی مکروہ ہے۔ (ردالمختار وغیرہ)

جنازے کے ہمراہ پیادہ یا چلنا مستحب ہے اور اگر کسی سواری پر ہو تو جنازے کے پیچھے چلے۔ جنازے کے ہمراہ جو لوگ ہوں انکو کوئی دعا یا ذکر بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے۔ (ردالمختار وغیرہ)

۱۲ عذیبت میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص جنازے کو اٹھا کر چالیس قدم چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں ۱۲
دشنامی اور زلیعی ۱۱۵۵ کتب احادیث میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔
مگر اخیر آپ نے اسکو ترک کر دیا اور یہ فعل منسوخ ہو گیا (صحیح مسلم وغیرہ)

۱۱ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بڑا جانتے تھے اسکو کہ جو لوگ جنازے کے ہمراہ ہوں وہ بلند آواز سے کہیں کہ اللہ نہاری اسیت کو غشہ سے یہ روایت لکھی کہ علامہ شامی ردالمختار میں لکھتے ہیں کہ جب بلند آواز سے دعا اور ذکر کا یہ حال ہے تو میت کے ہمراہ گلے کا کیا حال ہوگا جو آج کل ہمارے شہروں میں رائج ہے ۱۳

میت کی قبر کم سے کم اس کے نصف قد کے برابر گہری کھودی جائے اور موافق اس کے قد کے لمبی ہو اور بغلی قبر بہ نسبت صندوقی کے بہتر ہے، ہاں اگر زمین بہت نرم ہو کہ بغلی کھودنے میں قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر بغلی قبر نہ کھودی جائے۔ (بحرالرائق وغیرہ)

یہ بھی جائز ہے کہ اگر بغلی قبر نہ کھد سکے تو میت کو کسی صندوق میں رکھ کر دفن کر دیں خواہ صندوق لکڑی کا ہو یا پتھر کا یا لوسے کا مگر بہتر یہ ہے کہ اس صندوق میں مٹی بچھا دی جائے (بحرالرائق وغیرہ) جب قبر تیار ہو چکے تو میت کو قبلے کی طرف سے قبر میں اتار دیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جنازہ قبر سے قبلے کی جانب رکھا جائے اور اتارنے والے قبلہ رو کھڑے ہو کر میت کو اٹھا کر قبر میں رکھ دیں

قبر میں اتارنے والوں کا طاق یا جفت ہونا مسنون نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قبر مقدس میں چار آدمیوں نے اتارا تھا۔ (ردالمحتار)

قبر میں رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰی مِلَّةِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهَا کہنا مستحب ہے میت کو قبر میں رکھ کر داہنے پہلو پر اس کو قبلہ رو کر دینا مسنون ہے (ردالمحتار) قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی وہ گرہ جو کفن کھل جانے کے خوف سے دی گئی تھی کھول دی جائے (بحرالرائق وغیرہ)

بعد اس کے کچی کوٹھیوں یا نرکل سے اس کو بند کر دیں پختہ کوٹھیوں یا لکڑی کے تختوں سے بند کرنا مکروہ ہے جہاں زمین بہت نرم ہو کہ قبر کے بیٹھ جانے کا خوف ہو تو پختہ کوٹھیوں یا لکڑی کے تختے رکھ دینا بھی جائز ہے۔ (درمختار وغیرہ)

بغلی قبر بنانے کا یہ طریقہ ہے کہ قبر کھودی جائے اور بعد اس کے قبلے کی جانب ایک گڑھا اور کھودا جائے جس میں جنازہ رکھا جائے اور صندوقی کا یہ طریقہ ہے کہ قبر کے بیچ میں گڑھا کھودا جائے اور اس میں میت رکھی جائے ۱۲ (ردالمحتار)

یہ مذہب حنفیہ کا ہے شافعی کے نزدیک میت قبر کے پائنتی رکھی جائے اور سر اٹھا کر پیچھے ہونے قبر کے اندر لیجا کر رکھ دیں ۱۳ یہ مذہب حنفیہ کا ہے شافعی کے نزدیک طاق عدد مسنون ہے ۱۲ للہ قبلہ رو کر دینے کو صاحب درمختار وغیرہ نے قائل لکھا ہے اسوجہ سے کہ صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس کا حکم فرمایا مگر علامہ شامی نے لکھا ہے کہ یہ مضمون کسی حدیث میں علماء کو نہیں ملا پھر انہوں نے شخص سے جو فقہ شافعی کی کتاب ہے اس کا مسنون ہونا نقل کیا اور ان کا بیان بھی اس کے مسنون ہونے کی طرف ان کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے ہم نے بھی اسکو مسنون لکھا ہے واللہ اعلم ۱۲۔

کوٹھی ایک قسم کی اینٹ کو کہتے ہیں لیکن یہ اینٹ عمارت کی معمولی اینٹوں سے زیادہ لمبی ہوتی ہے۔ ۱۲

شہید کے اقسام احادیث میں بہت وارد ہوئے ہیں بعض علماء نے ان اقسام کے جمع کرنے کے لئے مستقل رسالے بھی تصنیف فرمائے ہیں مگر یہاں ہم کو شہید کے جو احکام بیان کرنا مقصود ہیں وہ اس شہید کے ساتھ خاص ہیں جس میں یہ چند شرطیں پائی جاتیں۔

(۱) مسلمان ہونا غیر اہل اسلام کے لئے کسی قسم کی شہادت ثابت نہیں ہو سکتی

(۲) مکلف یعنی عاقل بالغ ہونا۔ جو شخص حالت جنون وغیرہ میں مارا جائے یا عدم بلوغ کی حالت میں تو اس کے لئے شہادت کے وہ احکام جن کا ہم ذکر آگے کریں گے ثابت نہ ہوں گے۔

(۳) حدث اکبر سے پاک ہونا۔ کوئی شخص حالت جنابت یا حیض و نفاس میں شہید ہو جائے تو اس کے لئے بھی شہید کے وہ احکام ثابت نہ ہوں گے۔

(۴) بیگناہ مقتول ہونا۔ اگر کوئی شخص بیگناہ نہ مقتول ہوا ہو بلکہ کسی جرم شرعی کی سزا میں مارا گیا ہو یا مقتول ہی نہ ہوا ہو بلکہ یوں ہی مر گیا ہو تو اس کے لئے بھی شہید کے وہ احکام ثابت نہ ہوں گے۔

(۵) اگر کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے مارا گیا ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ کسی آلہ جارحہ سے مارا گیا ہو اگر کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے بذریعہ آلہ غیر جارحہ کے مارا گیا ہو مثلاً کسی پتھر وغیرہ سے تو اس پر شہید

عہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سالہ لکھا ہے باب السَّعَاذَةِ فِي اُنْسِيَابِ الشَّهَادَةِ اس میں شہید کے وہ تمام اقسام

جمع کئے ہیں جنکی نسبت احادیث وارد ہوتی ہیں (۱) منجمل ان کے وہ شخص ہے جو بہادری میں مارا جائے اور یہ اعلیٰ درجہ کا شہید ہے اور شہید کے لفظ سے اکثر یہی قسم مراد ہوتی ہے (۲) جو مرض طاعون میں مرے یا زمانہ طاعون میں کسی اور مرض سے مر جائے (۳) وہ شخص جو

پیٹ کی بیماری میں مرے مثلاً دستوں کے سببے یا اور دشکم استنفا وغیرہ سے یا عورت نفاس وغیرہ کی خرابیوں سے (۴) جو ڈوب کر مرے (۵) فات الحنب سے جو شخص مرے (۶) جو شخص جمعے کے دن یا اس کی رات میں مرے (۷) جو شخص جل کر مرے (۸) جو شخص گر کر مرے

(۹) جو شخص شہادت کی تنادلی میں رکھتا ہو مگر کسی وجہ سے اتفاق نہ ہو۔ (۱۰) مرض ہل میں جس کا انتقال ہو (۱۱) حالت سفر میں جس کا انتقال ہو (۱۲) بخار کے مرض میں جو انتقال کرے (۱۳) سانپ کے کاٹنے سے جس کا انتقال ہو (۱۴) اپنے مال یا اولاد کی حفاظت میں مقتول ہوا

بیگناہ قید کیا گیا ہو اور جیل میں اس کا انتقال ہو جائے (۱۵) کسی پر عاشق ہو اور اسی حالت میں مر جائے بشرطیکہ کوئی امر خلاف شریعت اس سے صادر نہ ہو۔ حالت طلب علم میں جو شخص مر جائے جو شخص روزی صلی اللہ علیہ وسلم پر سو مرتبہ درود شریف پڑھے

عہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک برگزیدہ صحابی حضرت خنظلہ رضی اللہ عنہ حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا ان کا قصہ صحیح احادیث میں مذکور ہے ۱۲۔ آلہ جارحہ سے مراد وہ آلہ ہے جس میں کٹنے کی قوت ہو جیسے تلوار، چھری یا انہ کوئی بارہ دہریز خواہ لوہے کی ہو یا نہ ہو مثلاً اگر کوئی شخص کسی بانس کے ٹکڑے یا ناخون کی ٹوک سے ذبح کر ڈالا جائے اس پر

بھی شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے۔ ۱۲۔

کے احکام جاری نہ ہوں گے اور اگر کوئی شخص حربی کافروں یا باغیوں یا ڈاکہ زنیوں کے ہاتھ سے مارا گیا ہو یا ان کے معرکہ جنگ میں مقتول لے تو اس میں آئہ جاریہ سے مقتول ہونے کی شرط نہیں حتیٰ کہ اگر کسی پتھر وغیرہ سے بھی وہ لوگ ماریں اور مرجلے تو شہید کے احکام اس پر جاری ہو جائیں گے بلکہ یہ بھی شرط نہیں کہ وہ لوگ خود مرتکب قتل ہوئے ہوں بلکہ اگر وہ سبب قتل ہوئے ہوں یعنی ان سے وہ امور وقوع میں آئیں جو باعث قتل ہو جائیں تب بھی شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے۔ مثال (۱) کسی حربی وغیرہ نے اپنے جانور سے کسی مسلمان کو روند ڈالا (۲) کوئی مسلمان کسی جانور پر سوار تھا اس جانور کو حربی وغیرہ نے بھگایا جس کی وجہ سے مسلمان اس جانور سے گر کر مر گیا (۳) کسی حربی وغیرہ نے کسی مسلمان کے گھریا جہاز میں آگ لگا دی جس سے کوئی جل کر مر گیا (بھرا الیق وغیرہ)

(۶) اس قتل کی سزا میں ابتداءً شریعت کی طرف سے کوئی مالی عوض نہ مقرر ہو بلکہ قصاص اگر مالی عوض مقرر ہوگا تب بھی اس مقتول پر شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے۔

مثال (۱) کوئی مسلمان کسی مسلمان کو غیر آئہ جاریہ سے قتل کر دے (۲) کوئی مسلمان کسی کو آئہ جاریہ سے قتل کرے مگر خطا، مثلاً کسی جانور پر یا کسی نشانے پر حملہ کر رہا ہو اور وہ کسی انسان کے لگ جائے (۳) کوئی شخص کسی جگہ سوا معرکہ جنگ کے مقتول پایا جاوے اور کوئی قاتل اس کا معلوم نہ ہو۔ ان سب صورتوں میں چونکہ اس قتل کے عوض میں مال واجب ہوتا ہے قصاص نہیں واجب ہوتا اس لئے یہاں شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ مالی عوض کے مقرر ہونے میں ابتداءً کی قید اس وجہ سے لگائی گئی کہ اگر ابتداءً قصاص مقرر ہوا ہو مگر کسی مانع کی سبب سے قصاص معاف ہو کر اس کے بدلہ میں مال واجب ہوا ہو تو وہاں شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے۔ مثال (۱) کسی حربی کافر نے کسی مسلمان کو مار ڈالا ہو مگر اس مسلمان کے رارٹوں سے اور اس کافر سے کچھ مال کے عوض میں صلح ہو گئی ہو تو اس صورت میں چونکہ ابتداءً قصاص واجب ہوا تھا اور مال ابتداءً میں واجب نہیں ہوا تھا بلکہ صلح کے سبب سے اس لئے یہاں شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے (۲) کوئی باپ اپنے بیٹے کو آئہ جاریہ سے مار ڈالے تو اس صورت میں ابتداءً قصاص ہی واجب ہوا تھا مال ابتداءً نہیں واجب ہوا بلکہ باپ کے احترام و عظمت کی وجہ سے قصاص معاف ہو کر اس کے بدلے میں مال واجب ہوا ہے لہذا یہاں بھی شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے۔

(۷) بعد زخم لگنے کے پھر کوئی امور راحت و زندگی کے مثل کھانے پینے سونے ووا کرنے خرید و فروخت وغیرہ کے اس سے وقوع میں نہ آئیں اور نہ بمقدار وقت ایک نماز کے اس کی زندگی حالت ہوش و حواس میں گذرے اور نہ اس کو حالت ہوش میں معرکہ سے اٹھا کر لائیں ہاں اگر جانوروں کے پامال کرنے کے خوف سے اٹھا لائیں تو کچھ حرج نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص بعد زخم کے زیادہ کلام کرے تو وہ بھی شہید کے احکام میں داخل نہ ہوگا، اس لئے کہ زیادہ کلام کرنا زندوں کی شان سے ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص وصیت کرے تو وصیت اگر کسی دنیاوی معاملے میں ہو تو وہ شہید کے حکم سے خارج ہو جائے گا اور اگر دینی معاملے میں ہے تو نہ خارج ہوگا۔ اگر کوئی شخص معرکہ جنگ میں شہید ہوا اور اس سے یہ باتیں صادر ہوں تو اگر معرکہ جنگ کے بعد صادر ہوں گی تو شہید کے احکام سے خارج ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

جس شہید میں یہ سب شرائط پائے جائیں اس کا ایک حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے اور اس کا خون اس کے جسم سے زائل نہ کیا جائے اسی طرح اس کو دفن کر دیں۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں کپڑوں کو اس کے جسم سے نہ اتاریں ہاں اگر اس کے کپڑے کفن مسنون سے کم ہوں تو عدد مسنون کے پورا کرنے کے لئے اور کپڑوں کا زیادہ کر دینا جائز ہے اسی طرح اگر اس کے کپڑے کفن مسنون سے زیادہ ہوں تو زائد کپڑوں کا اتار لینا بھی جائز ہے اور اگر اس کے جسم پر ایسے کپڑے ہوں جن میں کفن ہونے کی صلاحیت نہ ہو جیسے پوستن وغیرہ تو ان کو بھی اتار لینا چاہئے ہاں اگر ایسے کپڑوں کے سوا اس کے جسم پر کوئی کپڑا نہ ہو تو پھر پوستن وغیرہ کو نہ اتارنا چاہئے ٹوپی، جوتہ، موزہ، ہتھیار وغیرہ ہر حال میں اتار لیا جائے گا اور باقی سب احکام جو اہم موتی کے لئے ہیں مثل نماز وغیرہ کے وہ سب ان کے حق میں بھی جاری ہوں گے۔

۵ شہید کے یہ دونوں حکم صحیح احادیث سے ثابت ہیں جنگ احد میں جو صحابہ شہید ہوئے تھے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پے غسل کے دفن کر دیے کا حکم دیا تھا اور جن کپڑوں کو پہنے ہوئے تھے انہیں میں ان کے دفن کا حکم فرمایا تھا اور ان پر نماز پڑھنا متعدد احادیث سے ثابت ہے اگرچہ ہر ہر حدیث ضعیف بھی ہو مگر مجموعہ ان سب کا حسب اصول حدیث ضرور حسن ہے اور صحیح بخاری کی نماز پڑھنے کی روایت پر مثبت و نافی کے قاعدے سے اسی کو ترجیح ہے باقی رہے یہ شرائط ان کی وجہ یہ ہے کہ میت کو غسل نہ دینا اور کفن نہ پہنانا خلاف قیاس ہے اور جو حکم خلاف قیاس مروی ہو تو ہے وہ انہیں خصوصیات میں منحصر رہتا ہے اور یہ حکم شہدائے احد کے بارے میں صادر ہوا تھا لہذا ان کے حالات اور خصوصیات کا لحاظ کر کے ان شرائط کا اعتبار کیا گیا ۱۲ (رد المحتار)

اگر کسی شہید میں ان شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور
نیا کفن بھی پہنایا جائے گا۔

متفرق مسائل

(۱) اگر میت کو قبر میں قبلہ رو کرنا یا دوسرے اور بعد و فن کرنے اور مٹی ڈال دینے کے خیال
آئے تو پھر قبلہ رو کرنے کے لئے اس کی قبر کھولنا جائز نہیں ہاں اگر صرف کو سٹھی رکھی گئی ہوں
مٹی نہ ڈالی گئی ہو تو وہاں کو کھٹیا اٹھا کر اس کو قبلہ رو کر دینا چاہیے۔

(۲) عورتوں کو جنازے کے ہمراہ جانا مکروہ تحریمی ہے (در مختار وغیرہ)

(۳) رونے والی عورتوں کا ابا بیان کرنے والیوں کا جنازہ کے ساتھ جانا ممنوع ہے

(در مختار وغیرہ)

(۴) میت کو قبر میں رکھتے وقت اذان کہنا مکروہ نہیں بلکہ بدعت ہے (ردالمحتار)

(۵) اگر امام جنازے کی نماز میں چار تکبیر سے زیادہ کہے تو حنفی مقتدیوں کو چاہیے کہ ان زائد
تکبیروں میں امام کا اتباع نہ کریں بلکہ سکوت کئے ہوئے کھڑے رہیں جب امام سلام پھیرے تو
خود بھی پھیر دیں ہاں اگر یہ زائد تکبیریں امام سے نہ سنی جائیں بلکہ تکبیر سے تو مقتدیوں کو چاہیے
کہ اتباع کریں اور ہر تکبیر کو تکبیر تحریمی سمجھیں یہ خیال کر کے کہ شاید اس سے پہلے جو چار تکبیریں
کبیر نقل کر چکا ہے وہ غلط ہوں امام نے اب تکبیر تحریمہ کی ہو (ردالمحتار وغیرہ)

(۶) اگر کوئی شخص کشتی پر مر جائے اور زمین وہاں سے اس قدر دور ہو کہ نعش کے خراب
ہو جانے کا خوف ہو تو اس وقت چاہیے کہ غسل اور تکفین اور نماز سے فراغت کر کے اسکو دریا
میں ڈال دیں اور اگر زمین اس قدر دور نہ ہو تو اس نعش کو رکھ چھوڑیں اور زمین میں دفن کر دیں۔

(در مختار وغیرہ)

ع جب جماعت زیادہ ہو تو یہ خیال ہوتا ہے کہ امام کے تکبیروں کی آواز آخر صفوں تک نہ پہنچ سکے گی تو دریا
میں ایک دو شخص حسب ضرورت مقرر کر دیئے جاتے ہیں کہ امام کی تکبیر سن کر بلند آواز سے تکبیر کہیں تاکہ وہ مقتدیوں کے
بعد میں ان کی تکبیر کو سن کر ارکان نماز کے ادا کرنے میں خطا نہ کریں اسی تکبیر کہنے والے کو کبیر کہتے ہیں ۱۲۔

(۷) اگر کسی شخص کو نماز جنازے کی وہ دعا جو منقول ہے یاد نہ ہو تو اس کو صرف اللہم اغفر للمؤمنین والمؤمنات کہہ دینا کافی ہے اگر یہ بھی نہ ہو سکے اور صرف چار تکبیروں پر اکتفا کی جائے تب بھی نماز ہو جائے گی اس لئے یہ دعا فرض نہیں بلکہ مسنون ہے اور اسی طرح درود شریف بھی فرض نہیں ہے۔ (بحر الرائق وغیرہ)

(۸) جب قبر میں مٹی پڑ چکے تو اس کے بعد میت کا قبر سے نکالنا جائز نہیں ہاں اگر کسی آدمی کی حق تلفی ہوتی ہو تو البتہ نکالنا جائز ہے۔ مثال۔ (۱) جس زمین میں اس کو دفن کیا ہے وہ کسی دوسرے کی ملک ہو اور وہ اس کے دفن پر راضی نہ ہو (۲) کسی شخص کا مال قبر میں رہ گیا ہو (۹) اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہو تو اس کا پیٹ چاک کر کے وہ بچہ نکال لیا جائے اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کا مال نکل کر مر جائے تو وہ مال اس کا پیٹ چاک کر کے نکال لیا جائے۔ (در مختار وغیرہ)

(۱۰) قبل دفن کے نعش کا ایک مقام سے دوسرے مقام میں دفن کرنے کے لئے لے جانا جائز خلاف اولیٰ ہے بشرطیکہ وہ دوسرا مقام ایک دو میل سے زیادہ نہ ہو اگر اس سے زیادہ ہو تو جائز نہیں اور بعد دفن کے نعش مٹو کر لے جانا تو ہر حال میں ناجائز ہے۔

(۱۱) میت کی تعریف کرنا خواہ نظم میں ہو یا نثر میں جائز ہے بشرطیکہ تعریف میں کسی قسم کا مبالغہ نہ ہو وہ تعریفیں بیان نہ کی جائیں جو اس میں نہ ہوں۔ اس تعریف کرنے کو ہمارے عرف میں مرثیہ کہتے ہیں۔

(۱۲) میت کے اعزاء کو تسکین و تسلی دینا اور صبر کے فضائل اور اس کا ثواب ان کو سنا کر صبر پر رغبت دلانا۔ امدان کے اور نیز اس میت کے لئے دعا کرنا جائز ہے۔ اسی کو تعزیت کہتے ہیں۔ تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ تنزیہی ہے لیکن اگر تعزیت کرنے والا یا میت کے

عہ ترجمہ ۱۔ اے اللہ بخشدے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو۔ ۱۲

عہ ایک صحابی کی انگوٹھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدس رہ گئی تھی بعد دفن کے اور مٹی ڈال چکنے کے انکو خیال آیا اور با اتفاق صحابہ قبر کو لے کر وہاں گئے اور انگوٹھی نکال کر اسے اصل مقصود انکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تھی چنانچہ اکثر وہ فخر کیا کرتے تھے کہ میں تم سے زیادہ ترقیب العہد ہوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے ۱۲ عہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی کسی مصیبت رسیدہ کی تعزیت کرے اللہ تعالیٰ اس کو سبھی اسی قدر ثواب عنایت فرمائے جس قدر اس مصیبت رسیدہ کی تعزیت کے وقت میں ان کلمات کا کہنا منقول ہے۔ اَعْظَمَ اللهُ اَجْرَكَ وَاَحْسَنَ عَزَاكَ وَعَفَا لِمَتِكَ۔ ترجمہ اللہ تبارک و تعالیٰ تمہارا اجر زیادہ کرے

اور تمہیں عہد مبرا فرمائے اور تیری میت کو بخشدے ۱۲ (رد المحتار)

عزاسفر میں ہوں اور تین دن کے بعد آئیں تو اس صورت میں بعد تین دن کے بھی تعزیت مکر وہ نہیں

جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کر چکا ہو اس کو پھر دوبارہ تعزیت کرنا مکر وہ ہے

(۱۳) اپنے لئے کفن تیار کر رکھنا مکر وہ نہیں قبر کا تیار کر رکھنا مکر وہ ہے۔ (ردالمحتار)

(۱۴) میت کے کفن پر کوئی دعا مثل عہد نامہ وغیرہ کے لکھنا یا اس کے سینے پر بِسْمِ اللّٰهِ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور پیشانی پر انگلی سے بغیر و شنائی کے کلمہ کلا اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ

اللّٰہ لکھنا جائز ہے مگر کسی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت نہیں اس لئے اس کے مسنون یا مستحب

ہونے کا خیال نہ رکھنا چاہیے۔

(۱۵) قبر پر کوئی سبز شاخ رکھ دینا مستحب ہے اور اگر اس کے قریب کوئی درخت وغیرہ نکل آیا ہو

تو اس کا کاٹ ڈالنا مکر وہ ہے۔ (ردالمحتار)

(۱۶) ایک قبر میں ایک سے زیادہ نعش کا دفن کرنا نہ چاہیے مگر بوقت ضرورت جائز ہے پھر

اگر سب مرد ہی مرد ہوں تو جوان سب میں افضل ہو اس کو پہلے رکھیں اس کے بعد درجہ بدرجہ

رکھیں اور اگر کچھ مرد ہوں کچھ عورتیں تو مردوں کو پہلے رکھیں ان کے بعد عورتوں کو (فتاویٰ اعلیٰ لکھنؤ)

ایصال ثواب کے مسائل

چونکہ ایصال ثواب کے طریقوں میں آج کل بہت نامشروع باتوں اور رسم و رواج کی آمیزش ہو گئی ہے حتیٰ کہ اکثر لوگوں کو ان امور کے مسنون و مشروع ہونے کا خیال ہے جو بالکل ناجائز

۱۔ کفن کا تیار رکھنا اس وجہ سے مکروہ نہیں کہا سکی حاجت یقینی ہے بخلاف قبر کے اس لئے کہ یہ معلوم نہیں کسی کو کہ کہاں موتا اور کس طرح موت آئے گی شاید دنیا کے سفر میں موت آجائے اور قبر کی حاجت ہی نہ پڑے یا خشکی میں مرے مگر جہاں قبر تیار کر لائی ہے وہاں نہ موت آئے بلکہ دوسری جگہ۔ ۱۲

۲۔ حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبوں پر ایک تازی شاخ کے دو حصے کر کے رکھ دیئے اور فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں گی اس وقت تک اس میت پر عذاب کی تخفیف رہے گی بعض مالکیہ کا قول ہے کہ یہ تخفیف عذاب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے ہوئی تازی شاخ کی تیسرے وغیرہ کو اس میں دخل نہیں پھر شخص کے دیکھنے سے یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی مگر یہ قول بے دلیل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص بے دلیل کے ثابت نہیں ہو سکتا ۱۳ (ردالمحتار)

ہیں اور اس سے طرح طرح کی خرابیاں واقع ہو رہی ہیں۔

یہ خرابی کیا کم ہے کہ ایک ایسا فعل امور دین سے سمجھ لیا جائے اور عام طور پر اس کا التزام کر لیا جائے جو اصول شریعت سے ثابت نہ ہو جس کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہوں کہ جو ایسا کام دین میں نکالا جائے وہ مردود ہے اور گمراہی کا سبب ہے

یہ خرابی کیا کم ہے کہ عورتوں کے رسم و رواج اور جاہلوں کے افعال سنت سمجھ لئے جائیں اور مثل سنت رسول اللہ کے ان پر عمل ہونے لگے اور بدعت سے اجتناب اور احترازی کی جس قدر سخت تاکیدیں شریعت میں وارد ہوئی ہیں وہ سب بالائے طاق کر دی جائیں۔

ان وجوہ سے مناسب معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب کے کچھ مسائل اور اس کا شرعی طریقہ بیان کر دیا جائے جس کو دیکھ کر ناظرین خود سمجھ لیں گے کہ اس کے سوا اور باتیں جو اس زمانے میں ایجاد کر لی گئی ہیں سب غیر مشروع ہیں۔ بلکہ بعض بعض غیر مشروع باتوں کا ذکر بھی کر دیا جائے گا تمام ان نامشروع چیزوں کا ذکر کرنا جو اس زمانہ میں رائج ہیں اگرچہ مفید تھا مگر ہمارے سامنے ان میں نہیں اس لئے کہ ہر ملک میں جداگانہ رسم و رواج وہاں کے لوگوں نے جاری کر رکھے ہیں خود ہندوستان ہی کے مختلف مقامات میں مختلف رسوم جاری ہیں ان سب پر ہم کو اطلاع نہیں۔

اس بیان میں ہم زیادہ طول دینا بوجہ اس کے کہ یہ مسئلہ اس فن کا نہیں ہے مناسب نہیں سمجھتے یہاں ہم سب سے پہلے بدعت کی تعریف لکھتے ہیں۔

مسئلہ حسب تصریح علمائے محققین بدعت کے دو معنی ہیں ایک لغوی دوسرے اصطلاحی شرعی لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں خواہ عبادات کی قسم سے ہو یا عادات کی اس معنی کے اعتبار سے ہر چیز کو اس کے سابق کے اعتبار سے بدعت کہہ سکتے ہیں دین اسلام کو بھی باعتبار دین عیسویں کے بدعت کہا جاسکتا ہے اسی اعتبار سے حضرت فاروق اعظم نے تراویح کی جماعت حاصل کو بدعت فرمایا اور اسی لحاظ سے فقہانے بدعت کی پانچ قسمیں کی ہیں، بدعت واجبہ، بدعت مستحبہ، بدعت مباحہ، بدعت مکروہہ، بدعت محرمہ اور اصطلاح شریعت میں بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جو امور دینیہ سے سمجھی جائے اور کسی دلیل شرعی سے اس کا ثبوت نہ ہو نہ کتاب اللہ سے نہ احادیث سے نہ اجماع مجتہدین سے نہ قیاس شرعی سے اس معنی کے لحاظ سے بدعت کی کوئی قسم سوا مذمومہ کے نہیں ہو سکتی اور اس معنی کے اعتبار سے حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ کُنْ بِدَعْوَةِ ضَلَالٍ حَاجِبٌ بَدْعَةٌ کی تعریف معلوم ہو چکی تو ہر مسلمان کو یہ امر ضروری ہوا

کہ جب کوئی کام دین کا کرے تو یہ پہلے تحقیق کرے کہ اس کام کا ثبوت کسی دلیل شرعی سے ہوتا ہے یا نہیں اگر نہ ہوتا ہو تو گو وہ کام اپنی طبیعت کو کیسا ہی اچھا معلوم ہو اور کتنے ہی بڑے لوگوں نے اس کام کو کیا ہو مگر اس کے کرنے سے سخت اجتناب کرے ورنہ اس وعید شدید کا مستحق ہوگا جو صحیح حدیث میں وارد ہوئی ہے۔

مسئلہ اہل سنت کا اس امر پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اعمال و عبادات کا ثواب خواہ مالی ہوں جیسے صدقہ وغیرہ یا بدنی جیسے نماز روزہ قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کسی دوسرے کو دیدے تو حق بل شانہ محض اپنے فضل سے ان عبادات کا ثواب اس کو پہنچا دیتا ہے ہاں اس میں اختلاف ہے کہ فرائض کا ثواب بھی دوسرے کو پہنچ سکتا ہے یا صرف نوافل کا اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ زندوں کو بھی یہ ثواب پہنچ سکتا ہے یا صرف مڑوں کو۔

فائدہ۔ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب پہنچانے کو ہمارے عرف میں فاتحہ کہتے ہیں۔

مسئلہ۔ صحیح یہ ہے کہ جس وقت جو عبادت کی جائے اس کے ساتھ ہی دوسرے کو اس کا ثواب دینے کی نیت شرط نہیں حتیٰ کہ اگر بعد اس عبادت کے بھی کسی دوسرے کو اس کے دینے کی نیت کر لی جائے تب بھی جائز ہے اور اس کا ثواب دوسرے کو پہنچ جائیگا۔ (بحر الرائق)

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص اپنی کسی عبادت کا ثواب دوسرے شخص کو دیدے تو یہ نہیں ہوتا کہ اس عبادت کا ثواب اس کے کرنیوالے کو بالکل نہ ملے بلکہ اس عبادت کا ثواب اس کو بھی ملتا ہے اور جس کو دیا گیا ہے اس کو بھی یہ محض فضل الہی ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص کسی نفل عبادت کو کرے تو اس کو چاہیے کہ اس کا ثواب مومنین کی ارواح کو پہنچا دے تاکہ اس کو بھی ثواب ملے اور ان لوگوں کو بھی بلکہ اس صورت میں مومنین کی نفع رسانی کے سبب سے دوسرے ثواب کی امید ہے۔

۱۱ امام مالک رحمۃ اللہ کے نزدیک عبادات بذریعہ ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ سے بھی یہی

روایت مشہور ہے مگر متاخرین شافعیہ کی تحقیق میں ہمارا ہی مذہب مقبول ہوا ہے ۱۲ (رد المحتار)

۱۳ صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے کہ فرائض اور نوافل دونوں کا ثواب پہنچ سکتا ہے اور اسی طرح زندہ اور مردہ دونوں

کو ثواب پہنچ سکتا ہے مگر مشہور اور محقق اس کے خلاف ہے ۱۴

۱۵ شاید اس کو فاتحہ اس سبب سے کہتے ہیں کہ اس تلاوت میں سورہ فاتحہ بھی ہوا کرتی ہے ۱۶

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص کسی ایک عبادت کا ثواب کئی مردوں کی ارواح کو پہنچائے تو وہ ثواب تقسیم ہو کر ان مردوں کو نہیں دیا جاتا بلکہ ہر شخص کو پورا پورا ثواب جو اس عبادت کا مقرر ہے عنایت ہوتا ہے۔

مسئلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب مقدس میں بھی عبادت کا ثواب بھیجنا مشروع ہے حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کئی عمرے کئے اور ان کا ثواب اپنی طرف سے آنحضرت کی مقدس روح کو پہنچایا اور کبھی بعض بعض صحابہ اپنی عبادتوں کا ثواب اس بارگاہ نورانی میں ہدیہ کیا کرتے تھے۔ علمائے امت نے بھی اس سعادت عظمیٰ سے بہرہ وافر حاصل کیا ہے علامہ ابن سراج رحمہ اللہ نے آپ کی طرف سے دس ہزار سے زیادہ قرآن مجید ختم کئے اور اسی قدر قربانیاں کیں۔ حضرت صوفیہ کے یہاں ایک نماز رائج ہے جو ظہر۔ مغرب۔ عشاء کے بعد دو رکعت پڑھی جاتی ہے اور اس کا ثواب آپ کی مقدس روح کو پہنچایا جاتا ہے اس نماز کو ہدیۃ الرسول کہتے ہیں اس نماز کو بعض ناواقف مسنون سمجھتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے اس لئے اس کا پڑھنا موجب ثواب ضرور ہے۔ لہذا بعض علماء کا یہ خیال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس روح کو ایصال مشروع محض فاسد ہے

بعض علماء کا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جناب مقدس میں ایصال ثواب مشروع نہیں بدو وجہ اول یہ کہ حضرت نے اپنے لئے اس کا حکم نہیں دیا دوسرے یہ کہ ایصال ثواب یا ترقی درجات کو مفید ہوتا ہے یا مغفرت و ثواب کو یہ دونوں باتیں وہاں بے سود ہیں جو درجات عالیہ کہ حضرت کو عنایت ہوتے ہیں ان سے بڑھ کر اور کوئی درجہ ہی نہیں جس کے حصول کی امید ہوگنا ہوں کا وہاں ذکر ہی کیا جن کے معافی کی آرزو کی جائے۔ مگر یہ خیال صحیح نہیں اولاً اس لئے کہ ایسا مورد میں خاص اجازت اور حکم کی ضرورت نہیں ورنہ صحابہ اور علمائے امت ایسا نہ کرتے خصوصاً ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنت صحابی کا اس کو کرنا کیسے ممکن ہے۔ ثانیاً اس لئے کہ یہاں ایصال ثواب سے ترقی درجات کی آرزو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب عالیہ میں ترقی ممکن ہے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے لئے زیادت مراتب کی دعا نہ کرتے مالا نکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور درود شریف میں بھی زیادتی کی دعا کی جاتی ہے اور وہ بھی احادیث سے ثابت ہیں ۱۲ (رد المحتار)

علمائے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس کو ایصالِ ثواب مستحب ہے اس لئے کہ آپ کے حقوق جو امت پر ہیں بجد و بے حساب ہیں جو جو احسانات آپ نے کئے ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ یہ احسان کیا کم ہے کہ چاہِ ضلالت سے مکمل کر شاہِ راہِ ہدایت پر چلنا آپ ہی کی بدولت نصیب ہوا اور کفر کی روح فرساتا ریکیوں سے نجات پا کر اسلام کی دلربا روشنی آپ ہی کی طفیل سے ملی۔ ان احسانات کی مجازات اگر ہم سے کچھ ہو نہیں سکتی تو اسی قدر سہی کہ کبھی کبھی اگر کچھ عبادت ہو سکے تو اس کا ثواب آپ کی روح شریف کو پہنچا دیں میرے خیال میں وہ شخص بہت بد نصیب ہے جس کو تمام عمر میں ایک دفعہ بھی یہ سعادت نہ نصیب ہوئی ہو۔

مسئلہ۔ ایصالِ ثواب کا طریقہ یہ ہے کہ جس عبادت کا ثواب پہنچانا منظور ہو اس عبادت سے فراغت کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اے اللہ اس عبادت کا ثواب فلاں شخص کی روح کو پہنچا دے۔

مثال۔ قرآن مجید کی سورتیں یا ادر کوئی ذکر یا تسبیح وغیرہ پڑھ کر یا نقل نماز پڑھ کر یا کسی محتاج کو کھانا کھلا کر یا کچھ دے کر یا روزہ رکھ کر یا حج کر کے حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ اللہم اَوْصِلْ ثَوَابَ هَذَا الْعِبَادَةِ إِلَى فُلَانٍ۔

آج کل ہمارے اطراف میں جو یہ طریقہ رائج ہے کہ کھانا یا شیرینی وغیرہ آگے رکھ کر قرآن مجید کی سورتیں پڑھتے ہیں اور اس کو ایک ضروری امر خیال کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس کے خلاف کرے یعنی بغیر اس کے کہ کھانا آگے رکھا جائے قرآن مجید کی سورتیں پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچا دے تو اس پر سخت انکار کیا جا سکتا ہے عوام کے خیال میں یہ بات جم گئی ہے کہ جب تک یہ خاص صورت نہ کی جائے میت کو ثواب نہ پہنچے گا حالانکہ یہ ایک سخت بدعت ہے کھانا اگر کسی کو کھلایا جائے تو اس کا ثواب علیحدہ میت کو پہنچے گا قرآن مجید کی سورتیں پڑھ کر بخشی جائیں گی تو اس کا ثواب علیحدہ پہنچے ان دونوں میں ایک دوسرے پر موقوف سمجھنا نہایت جہل ہے۔ عوام کے اس خیال کا سبب جہاں تک میں غور کرتا ہوں شاید یہ ہوا ہو کہ کسی بزرگ نے کسی میت کے ایصالِ ثواب کے لئے چاہا ہو گا کہ عبادتِ مالی اور عبادتِ بدنی دونوں کا ثواب اس کو پہنچایا جائے لہذا اسخوں نے قرآن مجید کی تلاوت بھی کی ہوگی اور کھانا بھی کسی محتاج کو کھلایا ہوگا اور یہ دونوں عبادتیں کسی اتفاق ایک ہی مجلس میں ہوئی ہوں گی اس حالت اجتماعی کو دیکھ کر بعض ناواقف

سمجھے ہوں گے کہ کھانے کا آگے رکھ کر پڑھنا ایک ضروری امر ہے۔ یہ رسم سواہندوستان کے اور کسی ملک میں نہیں ہوتی۔

ہمارے زمانہ میں عوام کو یہ بھی خیال ہے کہ قبر پر جا کر پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے بہ نسبت اس کے کہ اپنی جگہ پر پڑھ دیا جائے یہاں تک کہ جب کسی کو کچھ پڑھ کر کسی میت کو اس کا ثواب پہنچانا منظور ہوتا ہے تو خاص کر اس بیچارے کو قبر پر جانا پڑتا ہے حالانکہ یہ خیال محض بے اصل ہے جیسا کہ قبر پر جا کر پڑھنا ویسا ہی اپنی جگہ پر۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ جب زیارت قبر کے لئے جائیں تو وہاں فاتحہ بھی پڑھ لیں۔

مسئلہ۔ چند لوگوں کا مقرر کر دینا کہ وہ قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن مجید پڑھا کریں اور اس کا ثواب میت کو دیا کریں جائز ہے بشرطیکہ قبر پر بیٹھنا صرف اس غرض سے ہو کہ قرآن مجید پڑھنا التزام و اطمینان کے ساتھ ہو جایا کرے۔ (در مختار۔ رد المحتار)

مسئلہ۔ ایصال ثواب کے لئے دن اور تاریخ کا مقرر کرنا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رائج ہے نتیجہ۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں۔ شش ماہی۔ برسی۔ محض بے اصل ہے لیکن اگر اس مقرر تاریخ سے کوئی غرض صحیح متعلق ہو تو پھر بیجا نہ ہوگا مثلاً اس کے کہ کام کا وقت مقرر کر لینے سے کام اچھا اور انتظام اور اطمینان سے ہوتا ہے جیسا کہ صحابہ نے قرآن مجید کی تلاوت کا وقت مقرر کر لیا تھا یا یہ غرض ہو کہ وقت مقرر ہو جانے سے لوگوں کے بلانے کی زحمت نہ اُٹھانا پڑے گی۔ اور لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت رہا کرتی ہے اور بے کسی غرض صحیح کے ناجائز ہے۔ اسی لحاظ سے شیخ دہلوی نے اس اجتماع خاص کو جو سیوم کے دن ہوتا ہے بدعت و حرام لکھا ہے۔ (شرح سفر السعادت)

ہمارے زمانہ میں ان تاریخوں پر سخت التزام ہو گیا ہے اگر کوئی ان تاریخوں میں ان اعمال کو نہ کرے تو نشانہ ظلمت ہوتا ہے جس کے سبب سے دو خرابیاں سخت پیدا ہو گئی ہیں ایک یہ کہ عوام کا اعتقاد خراب ہو گیا وہ خدا جانے ان تاریخوں کے اعمال کو کیا سمجھنے لگے سنت

۵۔ لوگوں کے جن ہونے کی ضرورت ایک تو یہ ہوتی ہے کہ چند مسلمانوں کا مل کر وعلیٰ مغفرت کرنا زیادہ قبولیت کا سبب ہوتا ہے دوسرے یہ کہ چند لوگ مل کر عبادت کریں گے تو زیادہ ہوگی بہ نسبت ایک شخص کے اور اس کا ثواب بھی زیادہ ہوگا اور یہی اصل مقصد ہے تیسرے یہ کہ فقیر کو کھانا تقسیم کیا جاتا ہے اس کا انتظام بھی اچھا ہوگا۔ ۱۲

یا مستحب یا شاید اس سے بھی زیادہ دوسرے یہ کہ بعض لوگ جو ان اعمال کی اصلیت سے ناواقف ہیں ان کے اعتقاد میں کسی قسم کی خرابی نہیں آئی محض خوف ملامت سے ان اعمال کو کرتے ہیں اس سے مقصود خوشنودی الہی نہیں ہوتی بیچاروں سے جس طرح ممکن ہوا قرض و اہم لیکر خود دستور ہوتا ہے کرنا ہی پڑتا ہے علاوہ ان سب خرابیوں کے جس چیز کو شریعت نے ہم پر لازم نہیں کیا اس کو لازم سمجھ لینا یہ خودری کیا کم بدعت ہے زمانے کی یہ حالت دیکھ کر یہی مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ ان تعینات کے اٹھا دینے کی کوشش کی جائے اور اصلی حالت ان اعمال کی ظاہر کر دی جائے کہ نہ یہ سنت ہیں نہ مستحب۔

مسئلہ - چند لوگوں کا مقرر کر دینا کہ وہ قبر پر بیٹھ کر قرآن مجید پڑھا کریں اور اس کا ثواب سیت کو پہنچائیں جائز ہے (در مختار وغیرہ)

مسئلہ - قبروں کی زیارت کرنا یعنی ان کو جا کر دیکھنا مستحب ہے بہتر یہ ہے کہ ہر مہینے میں کم سے کم ایک مرتبہ زیارت قبر کی جائے اور بہتر یہ ہے کہ دو دن جمعے کا ہو۔ بزرگوں کی قبروں کی

۵ علامہ شامی سراج سے ناقل ہیں کہ یہ تمام افعال لوگوں کے دکھلانے کو ہوتے ہیں خدا کی خوشنودی ان سے مقصود نہیں ہوتی لہذا اس سے احتراز چاہیے ۱۲

۵ عوام کے اعتقادات کی حفاظت کے لئے شریعت نے بہت اہتمام کیا ہے بہت ایسی باتیں جو مباح ہیں بلکہ باعثِ اب ہیں اٹھا دی گئی ہیں فقہ کی کتاب میں جس نے دیکھی ہیں اس پر اس کی مثالیں پوشیدہ نہیں دیکھئے چار رکعت اجنباطی ہر کی نسبت صاحب بحر الرائق نے یہ فتویٰ دیا کہ نہ پڑھی جائیں محض اس خیال سے کہ عوام اس کو ضروری سمجھ لیں گے اور جسے کی نماز کی فرضیت میں ان کو تردد ہوگا۔ فجر کی سنتیں بعد فرض کے قبل طلوع آفتاب کے حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہیں مگر عوام کے لئے علامہ شامی نے فتویٰ دیا ہے کہ عید گاہ میں قبل نماز عید کے نفل نا جائز ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہم کو منع نہ کیا اس خیال سے کہ معلوم نہیں وہ لوگ ممانعت کا کیا مطلب سمجھیں ۱۲ حدیث میں وارد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو زیارت قبروں سے منع کیا تھا اب اجازت دیتا ہوں قبروں کی زیارت کیا کرو۔ علاوہ اس کے قبروں کی زیارت سے اگر انسان خیال کرے تو بہت بڑی عبرت حاصل کر سکتا ہے اور اپنی موت کے یاد کرنے کی تو اس سے بہتر کوئی صورت نہیں اور موت کا یاد کرنا بھی عبادت ہے ۱۲ علامہ شامی نے رد المحتار میں نقل کیا ہے کہ جمعے کے دن اور ایک دن اس سے پہلے اور ایک دن اس کے بعد کوئی شخص قبر کی زیارت کرے تو میت کو اس کا علم ہوتا ہے ۱۲

کی زیارت کے لئے سفر کر کے جانا بھی جائز ہے۔ عورتوں کے لئے بھی زیارت قبور جائز ہے بشرطیکہ جوان نہ ہوں اور رنج و غم کے تازہ کرنے کے لئے زیارت نہ کریں بلکہ عبرت اور برکت حاصل کرنے کی غرض سے۔ (ردالمحتار شرح مینہ وغیرہ)

زیارت قبر کے وقت کھڑا رہنا اور کھڑے کھڑے کچھ پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچانا اور اس کے لئے اور اپنے لئے دعا کرنا مستحب ہے اور مسنون ہے کہ جب زیارت قبر کے لئے جائے تو قبرستان میں یا قبر کے پاس پہنچتے ہی کہے۔ **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَائِرَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاجِقُونَ وَنَسْأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلكُمْ الْعَافِيَةَ** زیارت قبور کا محض اس خیال سے ترک کر دینا کہ وہاں عوام لوگ بدعت اور شرک کی باتیں مثل طواف قبور اور سجدہ قبور وغیرہ وغیرہ کی کرتے ہیں یا نامحرم عورتیں وغیرہ وہاں جمع ہوتی ہیں نہ چاہیے بلکہ ایسی حالتوں میں انسان کو لازم ہے کہ ان امور کو حتی الامکان روکے اور زیارت قبور سے باز نہ رہے اور المحتار بحوالہ ابن مسعود۔ کسی میت کے غم میں کپڑوں کا پھاڑنا یا منہ پر طمانچے مارنا یا سینے کا ٹوٹنا ناجائز ہے ^{للعنہ}

۵۔ چونکہ اولیاء اللہ کے قبور سے مختلف اقسام کے فیوض جاری ہیں کسی کسی قسم کے کسی کسی قسم کے اسلئے ان کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا بے سود نہ ہوگا اور یہ امر سلف سے معمول ہے امام شافعی سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک اجابت دعا کے لئے تریاق مجرب ہے علامہ شامی لکھتے ہیں کہ بعض ائمہ شافعی نے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے اردوں کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کو منع کیا ہے مگر امام غزالی نے اس کو رد کر دیا ہے اس اخیر زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدس کی زیارت کے لئے سفر کرنے میں بہت زور شور سے حرمت کے فتوے دئے گئے تھے مگر بجز اللہ کے جناب مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی نے ان کا کافی السداد کیا اور اس بحث میں کئی رسالے لکھ کر ختم کو ساکت کر دیا جس کا جی چاہے السعی المشکور دیکھ لے ۱۲۔ اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ جب کوئی شخص زیارت قبر کو جائے تو میت کے سر ہانے کھڑا ہو یا پانٹی محققین نے دونوں صورتوں کو یکساں لکھا ہے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں صورتوں میں منقول ہیں ۱۲ (ردالمحتار) ۱۳ ترجمہ سلام ہو تجھ پر اے مگر مومنوں کے اور اے مومنوں ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے خیریت چاہتے ہیں - ۱۲

۱۳۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ماتم میں سینہ کو بی کو بعض جاہل ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ صحیح بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد موجود ہے کہ جو شخص منہ پر طمانچے مارے یا کپڑے پھاڑے وہ ہمارے گروہ سے خارج ہے۔ ۱۲

ہاں بغیر اس کے کہ زبان سے کچھ کہا جائے صرف رونا بھانڑ ہے اور مسنون ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ کی کثرت کرے۔

نمازوں کے تمام اقسام کا بیان ہو چکا ہے اب ہم ایک ضروری اور مفید بیان پر جس کے مسائل اکثر فقہ کی کتابوں میں متفرق ذکر کئے گئے ہیں اور اس سبب سے ان کے دستیاب ہونے میں فی الجملہ وقت ہوتی ہے اس جلد کو ختم کئے دیتے ہیں۔

مسجد کے احکام

یہاں ہم کو مسجد کے وہ احکام بیان کرنا مقصود نہیں جو وقف سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے کہ ان کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ وقف کے بیان میں آئے گا۔ ہم یہاں ان احکام کو بیان کرتے ہیں جو نماز سے یا مسجد کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۱) مسجد کے دروازہ کا بند کرنا مکروہ تحریمی ہے ہاں اگر نماز کا وقت ہو اور مال و اسباب کی حفاظت کے لئے دروازہ بند کر لیا جائے تو جائز ہے۔

(۲) مسجد کی چھت پر پاخانہ پیشاب یا جماع کرنا مکروہ تحریمی ہے جس گھر میں مسجد ہو اس پورے گھر کو مسجد کا حکم نہیں اسی طرح اس جگہ کو بھی مسجد کا حکم نہیں جو عیدین یا جنازے کی نماز کے لئے مقرر کی گئی ہو۔

(۳) مسجد کے در دیوار کا منقش کرنا جائز ہے بشرطیکہ کوئی شخص اپنے خاص مال سے بنائے مگر بہتر یہی ہے کہ مسجد میں نقش و نگار نہ بنائے جائیں۔

(۴) مسجد کے در دیوار پر قرآن مجید کی آیتوں یا سورتوں کا لکھنا اچھا نہیں۔

(۵) مسجد کے اندر وضو یا کھلی کرنا مکروہ تحریمی ہے ہاں اگر کوئی ظرف رکھ لیا جائے کہ وضو کا پانی اس میں گریے مسجد میں نہ گرنے پائے تو پھر جائز ہے۔

۵۰ ترجمہ ہم سب اللہ جل شانہ کے مملوک ہیں اور اسی کے پاس ہمارا جاننا ہے اس کلمہ کے بہت فضائل اس قدر تو قرآن مجید میں ہے کہ اس کلمے کے کہنے والوں پر اللہ پاک کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور وہ لوگ مادہ کو پہنچیں گے۔ ۱۰

۵۱ اگر مال وقف سے نقش و نگار بنائے جائیں تو اس کا حکم وقف کے بیان میں لکھا جائے گا

۵۲ مسجد کی آرائش عبادت سے ہوتی ہے نقش و نگار اس کی زینت نہیں یہ درحقیقت ایسا ہی ہے کہ کسی مرد کو

بغرض زینت ہاتھوں میں پوڑیاں کانوں میں بالیاں پہنادی جائیں ۱۱

(۶) مسجد کے اندر یا مسجد کی دیواروں پر پتھو کھنا یا ناک صاف کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر نہایت ضرورت درپیش آئے تو چٹائی یا فرش پر پتھوک دینا بہتر ہے بہ نسبت زمین مسجد کے اس لئے کہ چٹائی وغیرہ مسجد کا جز نہیں ہیں نہ ان کو مسجد کا حکم ہے۔

(۷) جنب اور حیض کو مسجد کے اندر جانا مکروہ تحریمی ہے۔

(۸) مسجد کے اندر خرید و فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے ہاں اعتکاف کی حالت میں بقدر ضرورت مسجد کے اندر خرید و فروخت کرنا جائز ہے ضرورت سے زیادہ اس وقت بھی ناجائز ہے۔

(۹) اگر کسی کے پیر میں مٹی وغیرہ بھر جائے تو اس کو مسجد کی دیوار یا ستون میں پونچھنا مکروہ ہے

(۱۰) مسجد کے اندر درختوں کا لگانا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ دستور اہل کتاب کا ہے ہاں اگر اس

میں مسجد کا کوئی نفع ہو تو جائز ہے مثلاً مسجد کی زمین میں نئی زیادہ ہو کہ دیواروں کے گر جانے کا اندیشہ

ہو تو ایسی حالت میں اگر درخت لگایا جائے تو وہ نئی کو بنا کر لے گا۔

(۱۱) مسجد میں کوئی کوٹھری وغیرہ مسجد کا اسباب رکھنے کے لئے بنانا جائز ہے۔

(۱۲) مسجد کو راستہ قرار دینا جائز نہیں ہے ہاں اگر سخت ضرورت لاحق ہو تو ایسی حالت میں مسجد

سے ہو کر نکل جانا جائز ہے۔

(۱۳) مسجد میں کسی پیشہ ور کو اپنا پیشہ کرنا جائز نہیں اس لئے کہ مسجد دین کے کاموں خصوصاً نماز

کے لئے بنائی جاتی ہے اس میں دینا کے کام نہ ہونے چاہتی ہاں اگر کوئی شخص مسجد کی حفاظت کے

لئے مسجد میں بیٹھے اور ضمناً اپنا کام بھی کرتا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں مثلاً کوئی کاتب یا درزی

مسجد کے اندر بغرض حفاظت مسجد کے اندر بیٹھے اور ضمناً اپنی کتابت یا سلائی بھی کرتا جائے تو

جائز ہے۔

حق جل شانہ کی توفیق سے علم الفقہ کی دوسری جلد تمام ہو گئی جس میں نماز کا بیان ہے

والحمد لله رب العالمین۔

چہل حدیث نماز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى وَسَلَّمَ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ ضَلُّوْا

بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے علم الفقہ کی دوسری جلد ختم ہو چکی میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر چالیس حدیثیں جن میں نماز کا کچھ بیان ہو کچھ فضائل میں کچھ مسائل میں جمع کر کے اس جلد کے آخر میں ملحق کر دی جائیں تو بہت مناسب ہوگا چنانچہ حق تعالیٰ نے میرے اس خیال کو پورا کیا واللہ الحمد علی ذلک میرے خیال کے چن دوہوئے جو تکتو میں ذیل میں بیان کرتا ہوں۔

(۱) صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص چالیس باتیں دین کی یاد کرے اللہ تعالیٰ اس کا حشر ملائکہ کے ساتھ کرے گا۔ اسی بنا پر اکتھار نے سلفا عن خلف اس طرف پوری توجہ کی اور سینکڑوں چہل حدیثیں جمع ہو گئیں۔

(۲) کسی مسئلے کا اس کے ماخذ سے سمجھ لینا اور طریق استنباط کو جان لینا ہر خاص و عام کے لئے نہایت مفید ہے اور طبیعت کو ایک قسم کی مناسبت شریعت کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے۔

(۳) حدیث کے پڑھنے میں ایک نہایت برکت اور نور ہوتا ہے اور باغ ایمان میں ایک عجیب شادابی دیکھ سبزی اس آب حیات سے حاصل ہوتی ہے حدیث پڑھنے والے کی حالت بالکل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم کلامی کی دولت سے مشابہ ہے اسی سبب سے علماء نے کہا ہے کہ اہل الحدیث ہم اہل النبی۔ دینی و دنیاوی فوائد جو حدیث پڑھنے والے کو حاصل ہوتے ہیں۔ بے شمار ہیں یہ امر مشاہد اور مجرب ہو چکا ہے کہ اس فن شریف میں مشغول رہنے والوں کی عمر زیادہ ہوتی ہے پس اگر بطور وظیفے کے بھی یہ حدیثیں ہر روز بعد نماز صبح کے یا اور کسی وقت پڑھ لی جایا کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت کچھ فائدے کی امید ہے۔ انتہائی حدیثیں اس میں صحیح بخاری کی ہیں جس کا ورد ہر مقصد کی کامیابی کیلئے تریاق مجرب

ہے اور جرین شریفین میں بلکہ بعض دیار ہند میں بھی معین ہے اور ایک حدیث صحیح مسلم کی ہے اور ایک مؤطا امام مجہد کی۔ اور نو ترمذی کی۔ مؤطا کی وہ حدیث جو ہم نے نقل کی ہے۔ بخاری مسلم کی حدیثوں سے صحت میں کم نہیں ترمذی کی وہی حدیثیں ہم نے نقل کی ہیں جن میں تصریح صحت کی موجود ہے پس ناظرین سے امید ہے کہ اس دولت کو غنیمت سمجھیں اور ان احادیث کو یاد کر لیں ان کے مطالب سمجھیں اور ان کا ہر روز زور رکھیں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

(۱) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام بنایا گیا ہے پانچ چیزوں پر۔ (۱) شہادت اس بات کی کہ سولے اللہ کے کوئی خدا نہیں اور اس بات کی کہ محمد اللہ کے رسول ہیں (۲) اور پڑھنا نماز کا (۳) اور زکوٰۃ دینا (۴) اور حج کرنا (۵) اور رمضان کے روزے رکھنا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو یمن کی طرف بھیجا اور یہ کہا کہ وہاں کے لوگوں کو بلاؤ اس بات کی شہادت کی طرف کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں پس اگر وہ لوگ تمہارے اس حکم کو مان لیں تو ان کو آگاہ کرو کہ اللہ نے ان پر فرض کی ہیں پانچ نمازیں ہر دن رات پس اگر وہ تمہارے اس حکم کو مان لیں تو ان کو آگاہ کرو کہ اللہ نے فرض کیا ہے ان پر ان کے مال میں صدقہ کہ ان کے مالداروں سے لیکر ان کے فقیروں کو دیا جائے گا۔

(بخاری)

(۱) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَاجْتِهَادِ صَوْمِ رَمَضَانَ (الْبُخَارِيُّ)

(۲) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ أَدْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ فَبِأَنَّهُمْ أَطَاعُوا ذَلِكَ فَأَعْلَمَهُمْ أَنَّ اللَّهَ أَفْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ ذَلِيلَةٌ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا ذَلِكَ فَأَعْلَمَهُمْ أَنَّ اللَّهَ أَفْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تَأْخُذُ مِنْ أَغْنِيَاءِهِمْ وَتُرَدُّ إِلَى فُقَرَائِهِمْ (الْبُخَارِيُّ)

(بخاری)

۱۰۔ اسی وجہ سے علماء نے ان چار چیزوں کو بترتیب رکن اسلام قرار دیا ہے۔ ۱۱۔ یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخر عمر کا ہے حضرت معاذ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا پھر یمن سے لوٹ کر ان کو آپ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد اسلام کے سب سے پہلے نماز کا حکم ہوتا ہے ۱۲۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ گواہی دو اس کی کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اور حج کرے وہ شخص جو کعبہ تک جاسکتا ہو۔

(بخاری)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون عبادت زیادہ پسند ہے اللہ کو آپ نے فرمایا کہ نماز اپنے وقت پر ہے کہا کہ پھر اس کے بعد کون فرمایا والین کے ساتھ نیکی کرنا میں نے کہا پھر کون فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کیا جانتے ہو تم لوگ اگر تمہارے کسی کے دروازے پر کوئی نہر ہو کہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ نہا یا ہوتا تو یہ نہانا اس کے میل کو باقی رکھے گا صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ یہی حال پانچ نمازوں کا ہے کہ اللہ ان کے سبب سے گناہوں کو مٹاتا ہے۔ (بخاری)

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے اور کفر کے درمیان میں نماز حائل ہے۔ (مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھکاؤ حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں

(۳) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَتَقِيَمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتُحِجَّ الْبَيْتَ مِنْ اسْتِطَاعَةِ الْبَيْتِ سَبِيلًا (البخاری)

(۴) عَنْ بِنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا قَالَ ثُمَّ أَيُّ قَالَ لَكُمْ بَرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ أَيُّ قَالَ الْبِرُّ أَدْنَى سَبِيلِ اللَّهِ (البخاری)

(۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ صَامُوا أَيُّكُمْ صَامُوا أَنْ تَهْرَأَ بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا مَا تَقُولُ ذَلِكَ يَتَّقِي مِنْ ذَرْبِهِ قَالُوا يَا نَبِيَّ قَالَ فَذَلِكَ مِثْلُ الصَّلَاةِ الْخَمْسِ يَجُودُ اللَّهُ بِهِنَّ أَنْخَطَا يَا (البخاری)

(۶) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ قُرُونُ الصَّلَاةِ (مسلم)

(۷) عَنْ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمُوتَ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى تَشْهَدُوا

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نماز کا رتبہ اطاعت والدین اور جہاد سے زیادہ ہے یہ فضیلت کسی دوسری عبادت میں نہیں ہے ۱۲

۱۱۳۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ قَالَ بِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَكَلِمَاتُ اللَّهِ غَيْرُكَ الْتُرْمِذِيُّ وَالْبُورْدَاوَرْدِيُّ وَالْأَبْنُ مَسَاجِدُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو یہ دعا پڑھتے (ترجمہ و عا کا) پاکی بیان کرتا ہوں میں تیری اسے اللہ ساتھ تیری تعریف کے اور بزرگ ہے تیرا نام اور بڑی ہے تیری شان اور نہیں کوئی خدا سوا تیرے (ترمذی البورداورد) ابن ماجہ نے اس کو ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۱۱۳۲) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَلِمَاتُ صَلَاةٍ بَيْنَ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی نماز صحیح نہیں جس نے سورۃ فاتحہ (الحمد) نہ پڑھی۔

(بخاری و مسلم)

۱۱۵۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى خَلْفَ الْأَمَامِ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْأَمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ حَمْدٌ فِي مَوْطَأَةٍ بِطَرِيقَيْنِ فِي أَحَدِهِمَا الْبُؤْحَيْفَةُ الْأَمَامُ الْأَعْظَمُ وَهُوَ أَحْسَنُ طَرِيقِهِ حَكْمٌ عَلَيْهِ ابْنُ الْهَمَامِ بِأَنَّهُ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ التَّبَعِيِّينَ وَقَالَ الْعَيْنِيُّ هُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ أَمَا الْبُؤْحَيْفَةُ فَأَبُو حَنِيفَةَ وَمُوسَى ابْنُ أَبِي عَائِشَةَ مِنَ الْإِثْبَاتِ مِنْ سِرِّ جَالِ الصَّحِيحَيْنِ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ مِنْ كِبَارِ الشَّامِيِّينَ وَثِقَاتِهِمْ وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے امام محمد نے موطا میں یہ حدیث دو سندوں سے روایت کی ہے ایک میں ابو حنیفہ امام اعظم میں اور وہ سند تمام سندوں سے عمدہ ہے محقق ابن ہمام نے اس کو صحیح کہا ہے شرط بخاری و مسلم پر اور علامہ عینی نے کہا ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے ابو حنیفہ تو ابو حنیفہ ہیں اور موسیٰ بن ابی عائشہ پر بہرگز ثابت قدم لوگوں میں ہیں صحیحین کے راوی ہیں اور عبد اللہ بن شداد ملک شام کے بزرگوں اور پرہیزگاروں میں سے ہیں اور وہ حدیث صحیح ہے۔

۱۱۵۱) اس حدیث سے خفیہ کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی پر قرأت ضروری نہیں اس حدیث کے ملانے سے پہلی حدیث کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ وہ حکم تنہا نماز پڑھنے والے اور امام کا ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم کی حدیثوں سے کسی طرح صحیح میں کم نہیں راوی اس کے سب عادل اور ثقہ ہیں جیسا کہ علامہ عینی کی تفسیر سے معلوم ہوا۔ ۱۲۔

(۱۴) عَنْ حَدِيثِهِ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَفِي سَجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حدیقہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدوں میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے تھے ترمذی نے اسکو روایت کر کے من صحیح کہا ہے

(۱۵) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يَسْطُرْ أَحَدٌ كُمِ ذِمْرًا عَلَيْهِ إِنْ سَاطَ الْكَلْبُ (الْبُخَارِيُّ)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ٹھیک رہو سجدوں میں اور بچھاوے کوئی تم میں سے اپنی دونوں کہنیاں جیسے کہ کتاب بچھا ہے۔ (بخاری)

(۱۸) عَنْ بِنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرْتُ أَنْ تُسْجَدَ عَلَيَّ سَبْعَةً أَعْظَمَ عَلَى الْجَبْهَةِ وَرَأْسًا بِيَدَيْهِ عَلَى أَنْفِهِ وَالْيَدَيْنِ وَالرِّكَبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا تَلْفِتِ الثِّيَابَ وَالشَّعْرَ (الْبُخَارِيُّ)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کروں (یعنی سات ہڈیاں حالت سجدے میں زمین پر ہیں) پیشانی پر اور ہاتھوں سے ناک کا اشارہ کیا اور دونوں ہاتھوں پر اور دونوں گھٹنوں پر اور دونوں پیر کے پنجوں پر اور یہ کہ نہ اٹھائیں ہم کپڑے اور بال (بخاری)

(۱۹) عَنْ شَتِيقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامَ عَلَى جِبْرِئِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَفَلَانٍ وَفَلَانٍ فَالْتَفَتَ الْيَسَارَ سُؤْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ

شقیق بن سلمہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ ہم جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو اقعہ سے ہیں، کہا کرتے تھے کہ السلام علی جبریل ومیکائیل السلام علی فلان وفلان پس متوجہ ہوئے رسول اللہ علیہ وسلم ہماری طرف اور فرمایا کہ اللہ خود ہی سلام ہے پس جب کوئی تم میں کا نماز پڑھے تو التحیات الخ کہے۔

۱۴ اس حدیث سے سجدوں میں یمنین کا وجوب اور کہنیاں بچھا دینے کی گراہت کی گئی ہے ۱۵ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ ہونا چاہیے اور یہی مذہب صاحبین کا ہے اور علمائے حنفیہ کا اسی پر فتویٰ ہے ۱۶ اس حدیث سے شریف کے اور الفاظ بھی احادیث میں آئے مگر زیادہ تر نماز میں عمل اسی پر ہے ۱۷ اللہ یہ دعا فقہاء اخیرہ میں بعد ولادہ شریف کے ہے ۱۸

فَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ
وَالصَّلَاةُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ
أَيُّهَا النَّبِيُّ وَسِرْحَمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ
السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ
رَفَائِكُمْ إِذَا قَلْتُمْوهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ
لِلَّهِ صَلَاحٌ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ
أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

(البخاری)

کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں

(بخاری)

(۲۰) عَنْ كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ قَالَ سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ
فَأَنَّ اللَّهَ عَلَّمَنَا كَيْفَ نَسَلِمُ قَالَ قُولُوا
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللَّهُمَّ
بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ
إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

(البخاری)

(بخاری)

(۲۱) عَنْ أَبِي بَكْرِ الصِّدِّيقِ أَنَّهُ قَالَ
الرَّسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَّمَنِي دَعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي قَالَ
قُلْ اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا
كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاعْفِرْ لِي مَغْفِرَةً

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھ کو کوئی دعا تعلیم فرمائیے
کہ اسکو میں اپنی رکے قعدہ (خیرہ) میں، مانگوں آپ نے فرمایا کہ
اللہم الخ تضرع اس لئے اللہ میں نے ظلم کیا اپنی جان پر یعنی
اگراہ کیا، بہت ظلم اور نہیں بخشنے والا گناہوں کا مگر تو پس

مِنْ عِنْدِكَ وَإِنْ حَسِنِي أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ
(البخاری)

بخشدے مجھ کو اپنی طرف سے اور تم کو مجھ پر بیشک تو
بخشنے والا مہربان ہے (بخاری)

(۲۲) عَنْ عَائِشَةَ تَرَوُجَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنْ سُرِّيَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُونِي الصَّلَاةَ اللَّهُمَّ إِنِّي
أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ
مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ
فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ
مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ (البخاری)

عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محرابہ
سے روایت ہے کہ آپ نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے اللہم الخ
ترجمہ اسے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیری عذاب قبر سے اور
پناہ مانگتا ہوں تیری فساد مسیح و جال سے اور پناہ مانگتا ہوں
تیری زندگی اور موت کے فساد سے اسے اللہ میں پناہ مانگتا
ہوں تیری آناہ کرنے اور قرض سے
(بخاری)

(۲۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنْتُ أَسْأَلُ عَلَى
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي
الصَّلَاةِ فَيُرَدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْنَا وَقَالَ
فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو جس وقت آپ نماز میں ہوتے تھے سلام کرتا تھا
آپ مجھ کو جواب دیتے تھے پھر جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹے تو
ہم نے آپ کو سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا اور بعد نماز کے فرمایا
کہ بیشک نماز میں بہت بڑی مشغولی ہے (یعنی دوسری طرف

(البخاری)

متوجہ نہ ہونا چاہیے (بخاری)

(۲۴) عَنْ تَمِيمِ بْنِ أَسْرَمٍ قَالَ إِذَا كُنَّا
لِنُكَلِّمَهُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُهُ أَحَدُنَا صَاحِبَهُ
بِحَاجَتِهِ حَتَّى نَنْزِلَ مَا فَطَرَهُ عَلَى الصَّلَاةِ
وَالصَّلَاةِ أَوْ سَطَى وَقَوْمًا لِلَّهِ قَانِتِينَ
فَأَمَّا تَابًا لِسُكُوتِ

زیبا بن اسرم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے کہا ہم نماز
میں بات کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بیان
کرتا تھا ایک ہم میں کا اپنے ساتھی سے اپنی ضرورت حتیٰ کہ نازل
ہوئی آیت حافظوا الخ ترجمہ یا امت کرو نمازوں پر اور درمیانی
نماز عصر پر اور کھڑے ہو اللہ کے لئے چپ ہو کر پس حکم ہو کہ ہم کو
چپ رہنے کا یعنی کلام نہ کرنے کا۔

(البخاری)

(بخاری)

اسے اس حدیث سے اور اس کے بعد کی حدیث سے کلام کی ممانعت نماز میں ظاہر ہو رہی ہے اور یہ حکم ہو رہا ہے کہ نماز

میں ایسا مشغول ہونا چاہیے کہ پس اس کے ہو ہو دوسری طرف متوجہ نہ ہو ۱۲

علقہ سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو نماز نہ پڑھاؤں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے پس نماز پڑھی انہوں نے اور ہاتھ نہیں بلند کئے مگر پہلی دفعہ تکبیر تحریمہ کے وقت ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے قائل ہیں بہت اہم علم اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور تابعین اور سنی قول ہے سفیان اور اہل کوفہ کا۔

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ وتر ویسی ضروری نہیں ہے جیسے تہجدی فرض نمازیں ہاں اسکو جاری فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور فرمایا ہے کہ اللہ وتر (طاق) ہے دو سو ست رکعتا ہے وتر کو پس وتر پڑھو اسے قرآن والو ترمذی نے اسکو حسن کہا ہے

عبد العزیز بن جریج سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا پوچھا میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ساتھ کس چیز کے وتر پڑھتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے فرمایا کہ پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے تھے اور دوسری میں قل یا ایہا الکفران تیسری میں قل هو اللہ احد اور معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس)

(۱۴۵) عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ مَسْعُودٍ إِلَّا أَصَلَى بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ. التِّرْمِذِيُّ وَحَسَنُهُ وَقَالَ بِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَلْمَأَ الْعَيْنَ وَهُوَ قَوْلُ سَفِيَّانَ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ

(۱۴۶) عَنْ عَجِيِّ قَالَ الْوُتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَصَلَاتِكُمْ الْمَكْتُوبَةِ وَلَكِنْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ إِنَّ اللَّهَ وَتُرَجِّبُ الْوُتْرَ نَأْفُوتُ وَأَيُّهَا أَهْلُ الْقُرْآنِ الْوُتْرُ صِدْقٌ وَقَالَ حَسَنٌ

(۱۴۷) عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جَرِيجٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوقِرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى بِسْمِ اللَّهِ سَمَّ بِكَ الْأَعْلَى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّلَاثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَالْمَعُودَتَيْنِ

۵۵ اس حدیث سے حنفیہ کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ سوا تکبیر تحریمہ کے رکوع میں جاتے وقت یا رکوع سے اٹھتے وقت انہوں کا اٹھانا مسنون نہیں ہے کہ وہ سے مراد ترمذی کی ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ میں ۱۲ رکوع سن کے لفظ سے یہ گمان نہ ہونا چاہیے کہ وتر سنت ہے اسلئے کہ دوسری احادیث میں ترک تر پر سخت وعیدیں آئی ہیں اور ترک سنت پر وعید نہیں ہوتی بلکہ یہاں سن کے انوی معنی مراد ہیں جس کا ترجمہ ہم نے جاری فرمایا ہے وہ حدیثیں کہ ترک و تنگی وعیدیں آئی ہیں بہت صحیح اور زیادہ میں منجملہ ان کے ایک حدیث ہم مسلم الفقہ میں لکھ چکے ہیں ۱۲ سے اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وتر تین رکعت ہے جیسا کہ حنفیہ کا مذہب ہے دوسرے اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ کئی سورتوں کا ایک رکعت میں پڑھنا درست ہے ۱۲۔

الترمذی وحسنہ

ترمذی نے اسکو حسن کہا ہے،

(۲۸) عَنْ أَبِي الْخُوَيْرَاءِ قَالَ قَالَ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي الْوُجُوهِ اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيمَا أُعْطِيتَ وَقِنِي شَرًّا مَا تَضَيَّعْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يَقْضِي عَلَيْكَ وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ

(الترمذی وحسنہ)

ابو الخویراء سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ فرمایا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے کہ تعلیم فرمائے میں مجھکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کلمے کہہ دیے ہیں انکو وتر میں اللهم اهدنی الخ (ترجمہ) اے اللہ ہدایت کر مجھکو منجملہ ان لوگوں کے جنکو تو نے ہدایت کی اور عافیت عنایت کر مجھکو منجملہ ان لوگوں کے جنکو تو نے عافیت دی ہے۔ اور محبت کر مجھ سے منجملہ ان کے جن سے تو نے محبت کی اور برکت دے مجھکو اس چیز میں جو تو نے دی ہے اور سچا مجھکو ان چیزوں کی برائی سے جو تو نے مقدر کی ہے اس لئے کہ تو حاکم ہے تیرے اور کسی کا حکم نہیں اور نہیں ذلیل ہو سکتا وہ جس سے تو محبت کرے بزرگ ہے تو اور برتر ہے۔

ترمذی نے اسکو حسن کہا ہے،

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کی نماز تمہارا پرستار اس قدر زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

(بخاری)

الک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ نے فرمایا جب نماز کا وقت آئے تو چاہیے کوئی اذان دے اور بڑا تم میں سے امامت تہناری کرے (بخاری)

(۲۹) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَّوْا الْجَمَاعَةَ تَفَضَّلَ صَلَّوْا الْفِدَى بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً. (البخاری)

(۳۰) عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا حَضَرَتْ الْقَلَاةُ فَلْيُؤَمِّرُوا لَكُمْ أَحَدًا كُمْ وَلِيَوْمِكُمْ الْكَبْرُكُمْ (البخاری)

۱۔ دعائے فقرت کی ایک حدیث یہ ہے اور ایک اور ہے جس میں اللهم انستعینک الخ ہے عمل صحابہ کے اعتبار سے اسکو قوت زیادہ ہے مگر دونوں کا پڑھنا بہتر ہے وقت اس دعا کا ترک کی تیسری رکعت میں بعد دوسری سورت کے ہے ۱۲۔ اس حدیث سے بین سے معلوم ہوتے ایک اذان کا دوسرے اذان کا قبل از وقت ہونا تیسری امام ایسے شخص کا بنا جو تمام حاضرین سے افضل ہو ۱۱۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اسنوں نے کہا
قائم کی گئی نماز پس متوجہ ہوئے ہماری طرف نبی صلی اللہ
علیہ وسلم اور فرمایا کہ سیدھی کر اپنی صفیں اور مضبوط کرو
(بخاری)

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا سیدھی کر اپنی صفیں اس لئے کہ سیدھا کرنا صفوں کا
نماز کے قائم کرنے میں داخل ہے۔ (بخاری)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے پس
خلاف نہ کرو اس سے اور وہ جب کوع کرے تو رکوع کرو اور
وہ جب سمع اللہ من حمد کہے تو رہنا لک الحمد کہو اور وہ جب سجدہ
کہے تو سجدہ کرو۔ ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی روایت نبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور
ارادہ کرتا ہوں کہ دراز کروں اس کو پھر سنتا ہوں رکوع کے کارونا
پس جلد نکل جاتا ہوں اپنی نماز میں اس بات کو برا سمجھ کر
کہ گرائی کروں اس کی ماں پر۔ (بخاری)

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اسنوں نے کہا کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص دن رات میں بارہ
رکعتیں پڑھ لیا کرے اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا
ہے چار نہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو مغرب
کے بعد اور دو عشا کے بعد اور دو فجر سے

(۳۱) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَقِيمَتِ الصَّلَاةَ
فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ
وَتَرَامُوا (البخاری)

(۳۲) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَقِيمَتِ الصَّلَاةَ
وَسَلَّمَ سَوِيًّا وَصُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَشْوِيقَ الصُّفُوفِ
مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ (البخاری)

(۳۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِذَا جَعَلَ الْإِمَامُ
لِيَوْمَتِهِ فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ فَإِذَا رَكْعَةٌ قَامُوا كَعُوا
وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا سَمِعْنَا
لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا (البخاری)

(۳۴) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي لَا قَوْمَ مِنْ الصَّلَاةِ
فَأَرِيدُ أَنْ أُطَوَّلَ فَاسْمِعْ بِكَاءِ الصَّبِيِّ
فَأَجْوَدُ فِي صَلَاتِي كَسْرًا هَيْبَةً أَنْ أَسْتَشْ
عَلَى أُمَّهِ (البخاری)

(۳۵) عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى فِي يَوْمٍ
وَكَيْفَ تَبَتُّ عَشْرَةَ رَكَعَةً مِنَ الشَّيْءِ بَنِي لَهُ
بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكَعَتَيْنِ
بَعْدَهَا وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكَعَتَيْنِ

۱۔ اس حدیث سے اور اس کے بعد کی حدیث سے صاف کے سیدھا کرنے کی تاکید اور ملکر کھڑے ہونے کا حکم معلوم ہوتا ہے ۱۲
۲۔ اس حدیث میں امام کی اطاعت کا حکم ہوا ہے کسی بات میں اسکے خلاف نہ کرنا چاہیے اور اے ارکان میں اس سے سبقت نہ
ہونے پائے ۱۲۔ اس حدیث میں حکم ہے اس بات کا کہ امام کو اپنے مقتدیوں کی ضرورت اور حالت کا لحاظ کر کے قرأت کرنا چاہیے یہ
نہیں کہ بڑی بڑی سورتیں یا رکوع سجد میں زیادہ زیادہ تسبیحیں پڑھنا شروع کرے جس سے ضرورت والوں کا حرج ہو اور انکو ناگوار گذرے ۱۲

بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرُكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ صَلَاةَ الْغَدَاةِ
(التِّرْمِذِيُّ)

(ترمذی)

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعے کے دن غسل کرے اور طہارت کرے جس چیز سے ممکن ہو پھر تیل لگائے یا خوشبو ملے پھر نماز جمعہ کو جائے اور روادیموں کے درمیان میں جدائی نہ کرے پھر نماز پڑھے جس قدر اس کی قسمت میں ہو پھر جب امام خطبے کیلئے نکلے چپ ہو جائے تو بخشدینے جائیں گے وہ گناہ جو اس جمعے سے دوسرے جمعے تک ہیں۔ (بخاری)

(۳۶) عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَنَطَهَرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طَهْرٍ لَمْ يَأْذَنْهُنَّ أَوْسَسَ مِنْ طَيْبٍ لَمْ يَأْخُضْ إِلَى الْجُمُعَةِ لَمْ يَفْرُقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَصَلَّى مَا كَتَبَ لَهُ ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَبَتْ غَيْرَ لَهُ مَا بَيْنَهُمَا أُولَئِكَ الْجُمُعَةُ الْآخِرَى (البُخَارِيُّ)

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعے کا دن ہوتا ہے فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور بہ ترتیب ہر ایک کا نام لکھنا شروع کر دیتے ہیں سویرے جانے والی کا حال ایسا ہے جیسے اونٹ قربانی کر نیوالے کا پھر جیسے گائے کی قربانی پھر جیسے مینڈھے کی پھر جیسے مرغی کی پھر جیسے انڈا صدقہ دینے والے کا پھر جب امام نکلنا ہے تو فرشتے اپنے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سنتے ہیں۔ (بخاری)

(۳۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلُ وَمِثْلُ الْمُهْجَرِ كَالَّذِي يَهْدِي بَدَنَهُ ثُمَّ كَالَّذِي يَهْدِي بَقَرًا ثُمَّ كَبُشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوُّوا مَعْفَهُمْ وَيَسْمَعُونَ الذِّكْرَ (البُخَارِيُّ)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان میں رات کو عبادت سحر سے باایمان ہو کر ثواب سمجھ کر بخشدینے جائیں گے اس کے گناہ۔ (بخاری)

(۳۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (البُخَارِيُّ)

۵۔ اس حدیث سے مسائل معلوم ہوئے (۱) غسل جمعہ کا مسنون ہونا (۲) خوشبو اور تیل لگانے کا مسنون ہونا (۳) جمعے میں کسی کو حج اپنی جگہ سے اٹھانے کی کراہت (۴) امام کے نکلنے کے بعد چپ رہنے کا حکم (۵) اس حدیث میں جمعے کی نماز کے لئے سویرے جانے کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے بھی معلوم ہوا کہ بعد خطبہ شروع ہو جانے کے جو شخص پہنچے اسکا نام اس فرشتے نے لکھا جائیگا (۶) اس حدیث سے تراویح کی فضیلت نکلتی ہے ۱۲۔

۳۹۱، عَنْ النَّسَبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً
 فَلْيَصِلْ إِذَا ذَكَرَهَا (البخاری)

۳۹۲، عَنْ سَبْرَةَ قَالَتْ قَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِمُوا الصَّبِيَّ الصَّلَاةَ
 ابْنُ سَبْرَةَ سَبْرَةَ وَأُضْرِبُوهَا عَلَيْهَا ابْنُ عَشْرَةَ
 (البخاری)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا جو کوئی غافل ہو جائے کسی
 نماز سے تو پہلے پڑھ لے جب یاد کرے (بخاری)

سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا سات برس کے بچے کو نماز سکھلاؤ اور اس کو نماز
 پہ مار دوں بس بس کے سن میں (ترمذی)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الْعَلَوَّةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَائِمِ اللَّهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ
 وَرَبِّهِ وَآلِهِ - بعد ختم ہونے پہل حدیث کے مجھ کو مناسب معلوم ہوا کہ چالیس آثار حضرت فاروق
 اعظم رضی اللہ عنہ کے جس میں نماز کے مسائل ہوں یہاں لکھ دوں اس لئے کہ مسائل فقہ کے اصل
 اصول اور اخذ انہیں کے آثار ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تبلیغ شریعت میں ان سے زیادہ
 کسی کو حقیقہ نہیں ملاحظہ فرمائیے شیخ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں ایک مستقل
 رسالہ میں ان کا مذہب اور ان کے اقوال فقہیہ جمع کئے ہیں اور لکھا ہے کہ مجھے بزرگان سلف سے
 تعجب ہے کہ انہوں نے کیوں اس طرف توجہ نہیں کی حالانکہ اس میں ہر خاص و عام کا فائدہ تھا
 خواص کو تو یہ فائدہ تھا کہ سمجھ لیں کہ مذہب سببہ اربعہ اسی ایک متن کی شرح میں اور مجتہدین اربعہ
 حضرت فاروق اعظم کے سامنے مجتہد منتسب کی نسبت رکھتے ہیں اور عوام کو یہ فائدہ تھا کہ وہ
 ہر مذہب کو علیحدہ دین نہ سمجھیں بلکہ ایک ہی شریعت کی شاخ خیال کریں اسی رسالہ سے میں
 نے چالیس آثار جمع کئے ہیں۔

۱۲۔ اس حدیث سے بعض علماء نے ثابت کیا ہے کہ دس برس کے بعد یعنی نمازیں فوت ہوں ان کی قضا واجب ہے ۱۲

پہلے آثار امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(۱) مالک عن نافع ان عمرو بن الخطاب كتب
 الى عماله ان اهتم اموركم عندى
 الصلوة فمن حفظها وحافظ عليها حفظ
 دينه ومن ضيعها فهو بلى مواها
 اتبعتم كتب ان صلوا الظهر اذا كان
 الفجر ساعا الى ان يكون ظلكم
 مشك والعصر والشمس مرتفعة
 ايضا وثيقة قد سما لیسیر التراب
 فرتين او ثلاثة قبل غروب
 الشمس والمغرب اذا غربت الشمس
 والعشاء اذا خاب المسفق فمن نام
 فلا نامت عينه فمن نام فلا نامت
 عينه فمن نام فلا نامت عينه والنجوم
 مشيكة

امام مالک نافع سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے
 ملازمین کو لکھ بھیجا کہ بیشک میرے نزدیک تمہاری عبادتوں
 میں زیادہ قابل تہام نماز ہے جس شخص نے اس کی پابندی کی
 اور کرائی اس نے اپنے دین کو بچالیا اور جس نے اسکو ضائع
 کر دیا وہ بدجہ اولی اور عبادتوں کا ضائع کرنے والا ہوگا اس
 کے بعد لکھا کہ پڑھو ظہر کی نماز جب سایہ لیک گز ہو جائے
 اس وقت تک کہ تمہارا سایہ ایک مثل ہو اور عصر کی ایسے
 وقت کہ آفتاب بلند روشن اور صاف ہو اس قدر کہ غروب
 سے پہلے سوار دو فرسخ یا تین فرسخ چل سکے اور مغرب
 کی جب آفتاب ڈوب جائے اور عشاء کی جب شفق چھپ
 جائے پس جو کوئی سو جائے تو نہ سوئیں اس کی آنکھیں
 دیکھتے تین مرتبہ فرمایا اور فجر اس حال میں کہ ستارے
 چمکے ہوئے نکلے ہوں۔

(۲) ابو بکر عن سعید بن المسیب قال عمر
 لا تنظروا بصلواتكم اشتباك النجوم
 (۳) ابو بکر عن سعید بن عقیل قال عمر جعلوا
 العشاء قبل ان يلسل العاهل قديماً المريف

ابو بکر بن ابی شیبہ نے سعید بن مسیب سے کہ فرمایا عمر نے
 نہ انتظار کرو اپنی نماز میں ستاروں کے ٹکرنے کا۔
 ابو بکر سوید بن غفار سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ سے پڑھ لو عشاء
 قبل اس کے کہ سستہ جائے یا کم کرنا الا اور سو جائے پیر

عہ اس وقت بھی آفتاب اور صاف رہتا ہے زردی نہیں آتی اور سوار دو فرسخ تین فرسخ چل سکتا ہے لہذا اس سے نہیں لازم
 کہ ہمیر وقت ایشل کے بعد جاتا ہے کہ حنفیہ کو مفرزہ ہو فرسخ تین میل کا ہوتا ہے شرعی میل سے تقریباً دو فرسنگ زیادہ ہے ۱۲ حصہ کلمہ
 بدوفا ہے مطلب یہ ہے کہ اسکو آرام نہ ملے سونے سے انسان کو آرام ملتا ہے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز سے پہلے سونا کر رہا ہے یہ
 مغرب کا حال ہے کہ ہمیں بعد نماز سے اچھی طرح نکل آئیے وقت کروہ ہو جاتا ہے اللعہ مقصود ہے کہ مقصدوں کو رعایت سے جانیے ۱۲

(۳۱) أَبُو بَكْرٍ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عُمَرَ قَالَ إِذَا كَانَ
يَوْمَ الْغَيْمِ فَجَعَلُوا الْعَصْرَ وَآخِرَ وَالظُّهْرَ
(۵۱) أَبُو بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ عُمَرُ لَا تَنْ
أَصْلِيهِمَا فِي جَمَاعَةٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُحْيِيَ
مَا بَيْنَهُمَا يَعْنِي الصُّبْحَ وَالْعِشَاءَ

(۶) أَبُو بَكْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ
كَانَ إِذَا رَأَى غُلَامًا فِي الصَّفِّ أَخْرَجَهُ

(۷) أَبُو بَكْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ أَنَّ عُمَرَ
سَرَى سِرًّا جَلًّا يُصَلِّي سِرًّا كَعَتَابِينَ وَالْمَوْزُونَ يُقْبِلُونَ
فَانْتَهَرَهُ فَقَالَ لَا صَلَاةَ وَالْمَوْزُونَ يُقْبِلُونَ
إِلَّا الصَّلَاةَ الَّتِي يُقَامُ لَهَا

(۸) أَبُو بَكْرٍ عَنْ أَبِي عَثْمَانَ التُّهَدِيُّ رَأَيْتُ
الرَّجُلَ يَجِيءُ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي صَلَاةِ
الْجُرِّ فَيُصَلِّي فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ
مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ

(۹) أَبُو بَكْرٍ عَنْ نَعِيمٍ قَالَ إِذَا كَانَ بَيْنَهُ
وَبَيْنَ الْإِمَامِ طَرِيقٌ أَوْ نَهْرٌ أَوْ حَائِطٌ
فَلَيْسَ مَعَهُ

(۱۰) مَا بَلَكَ وَالشَّافِعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ
أَخَلَّتْ عَلَيَّ عُمَرُ بِالْهَائِجَةِ فَوَجَدْتُهَا
تَسْتَبِحُ فَقُمْتُ وَرَأَوُهَا فَقَرَّبْتُ بِي حَتَّى

ابوبکر اسود سے وہ حضرت فاروقؓ سے کہ فرمایا انہوں نے
جب ابرکادون ہو تو جلد پڑھو عصر کی نماز اور دیر میں ظہر کی نماز
ابوبکر عبدالرحمنؓ سے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا بیشک مجھ کو ان دونوں
یعنی فجر اور عشا کا جماعت پڑھنا زیادہ پسند ہے ان دونوں
کے درمیان میں سیر ہو کر عبادت کرنے سے ابوبکر ابراہیم
نخعی سے کہ عمر بن خطابؓ جب کسی لڑکے کو گلی صاف میں
دیکھتے تو اس کو نکال دیتے

ابوبکر سعید بن مسیبؓ سے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دو رکعت
پڑھتے دیکھا اور مردوں کی اقامت کہہ رہا تھا تو فرمایا کہ کوئی نماز
جائز نہیں ایسے حال میں کہ مؤذن اقامت کہتا ہو سو اس
نہ کے جس کی اقامت کہی جائے۔

ابوبکر ابوعثمان مہدی سے کہ میں نے دیکھا ہے کہ آدمی آتا
تھا اور عمر بن خطابؓ نماز فجر میں ہوتے تھے پس وہ سنت
فجر پڑھ لیتا تھا مسجد کے گوشے میں بعد اس کے شریک
ہوتا تھا لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں۔

ابوبکر نے نعیم سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے جب مقتدی
اور امام کے درمیان میں کوئی راستہ یا نہریا دیوار حائل ہو
تو وہ مقتدی اس امام کے ساتھ نہیں ہے

امام مالک اور شافعی عبداللہ بن عقبہ سے کہ میں حاضر ہوا
حضرت عمر کی خدمت میں دوپہر کو پوپا میں نے ان کو نماز
پڑھتے پس کھڑا ہو گیا میں ان کے پیچھے پس

۱۱ یہ مذہب حنفیہ کا ہے ۱۲ عام معلوم ہوا کہ لڑکوں کو پیچھے کھڑا ہونا چاہیے ۱۳ اس حکم سے سنت فجر مستثنیٰ ہے چنانچہ
آگے کی حد میں لانے سے یہ مطلب صاف ظاہر ہے ۱۴ عام معلوم ہوا کہ سنت فجر کا فرض کے ہوتے ہوئے پڑھ لینا جائز ہے بشرطیکہ
گمان غالب ہو کہ جماعت مل جائیگی یہی مذہب حنفیہ کا ہے ۱۵ یعنی اسکی اقتداء کو یہ چیزیں مانع ہیں جیسا کہ علم الفقہ میں گذر چکا ۱۶

تقریب کر لیا مجھ کو اور کر لیا اپنی برابر داسنی جانب پس جب
 ۱۱ یرقاہ آیا تو میں پیچھے ہٹ گیا اور ہم دونوں صف باہر چلے گئے پیچھے
 ابو بکرؓ سے کہ عمر بن خطاب فرماتے تھے پہلے کھانا کھا کر
 اور فراغت کر تو اپنی نماز کے لئے

بِعَلْفٍ جِدَاءٍ عَلَى يَمِينِهِ فَلَمَّا جَاءَ
 ۱۱ ۱۱ أَبُو بَكْرٍ عَنِ نَيْسَارِ بْنِ نُمَيْرٍ أَنَّ عُمَرَ رَفَعَ
 ۱۱ ۱۱ ابْنِ الْخَطَّابِ كَانَ يَقُولُ إِبْدَعُوا بِطَعْمَا مَبْكُمُ
 ثُمَّ أَفْرَعُوا بِصَلَوَاتِكُمْ

ابو داؤد حضرت عمر کے مؤذن سے جس کا نام مسروح تھا کہ انھوں
 نے اذان دی قبل فجر کے تو ان کو حکم دیا حضرت نے کہ لوٹ
 جائیں اور پکاریں کہ بندہ سو گیا تھا
 ابو جہد سے کہ ابو محذور نے کہا۔ الصلوٰۃ الصلوٰۃ تو عمر رضی اللہ
 عنہ نے فرمایا کیا تو مجنون ہے کیا تیری اس بلانے (اذان) میں جو
 تو نے بلایا تھا وہ بات نہ تھی کہ ہم آجاتے یہاں تک کہ آئے تو
 ہمارے پاس۔

۱۱ ۱۱ أَبُو دَاوُدَ عَنْ مُؤَدِّنٍ لِعُمَرَ يُقَالُ لَهُ
 ۱۱ ۱۱ مَسْرُوحٌ أَذَّنَ قَبْلَ الصُّبْحِ فَأَمَرَهُ عُمَرُ
 ۱۱ ۱۱ أَنْ يَرْجِعَ فِينَا دِرِيءًا أَلَا أَنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَاهَى
 ۱۱ ۱۱ أَبُو بَكْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّ أَبَا مُحَمَّدٍ وَسَرَاتَةَ قَالَ
 ۱۱ ۱۱ الصَّلَاةُ الصَّلَاةُ فَقَالَ عُمَرُ وَيُحَاكِي الْحُجْنُونَ
 ۱۱ ۱۱ أَنْتَ أَمَا كَانَ فِي دُعَائِكَ الَّذِي دَعَوْتَنَا
 ۱۱ ۱۱ مَا نَأْتِيكَ حَتَّى تَأْتِينَا۔

ابو بکر ابو الزبیر مؤذن بیت المقدس سے کہ تشریف لائے یہاں
 یہاں عمر بن خطاب پس فرمایا کہ جب اذان دیا کرو تو ٹھہر ٹھہر
 کر اور اقامت کہو تو جلدی۔

۱۱ ۱۱ أَبُو بَكْرٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ مُؤَدِّنٍ بَيْتِ
 ۱۱ ۱۱ الْمَقْدِسِ جَاءَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ
 ۱۱ ۱۱ إِذَا أَذَنْتَ فَتَرَسَّنْ وَإِذَا أَقَمْتَ
 ۱۱ ۱۱ فَاحْدِسْ۔

ابو بکر نے ابن عمر سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے
 مشرق اور مغرب کے درمیان میں سب قبلہ سے

۱۱ ۱۱ أَبُو بَكْرٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ عُمَرُ
 ۱۱ ۱۱ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ

۱۱ ۱۱ معلوم ہوا کہ اگر کوئی ایک مقتدی نادانستی پیچھے کھڑا ہو جائے تو ایام کو چاہیے کہ اسکو برابر کہہ دے پھر جب اہل مقتدی آجائیں
 تو اس کو چاہیے کہ پیچھے ہٹ جائے ۱۲ ۱۲ یرقاہ حضرت فاروق کے غلام کا نام ہے ۱۲
 ۱۲ ۱۲ یہ حکم اس وقت کے لئے ہے کہ جب کھانے کی خواہش ایسی ہو کہ نماز میں جی نہ لگے گا ۱۲
 ۱۲ ۱۲ معلوم ہوا کہ قبل وقت کے اذان درست نہیں ہے یہی مذہب حنفیہ کا ہے ۱۲
 ۱۲ ۱۲ معلوم ہوا کہ شریب بدعت ہے سوانح فجر کے اس میں خود حضرت فاروق سے منقول ہے ۱۲
 ۱۲ ۱۲ معلوم ہوا کہ اذان کا ٹھہر ٹھہر کر اور اقامت کا جلد جلد کہنا مسنون ہے یہی حنفیہ کا مذہب ہے ۱۲

مَا اسْتَقْبَلَتْ الْبَيْتَ

جب تک سامنے رہو قبلے کے۔

(۱۶) اَلْبَيْهَقِيُّ عَنْ عَضِيْبٍ قَالَ سَأَلْتُ عُمَرَ
بْنَ الْخَطَّابِ قُلْتُ اِنَّا نَبْدُو فَا فَتَكُوْنُ
فِي الْاَلْبَيْتِ فَاِنْ خَرَجْتَ فَرَسَاتٍ
وَاِنْ خَرَجْتَ فَرَسَاتٍ فَقَالَ عُمَرُ
اَجْعَلْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا تَوْبًا ثُمَّ لِيَصِلْ
كَفَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا

بیہقی غصیف سے کہ انہوں نے کہا میں نے پوچھا عمر بن
خطاب سے کہ ہم جنگل میں ہوتے تو خیموں میں رہتے ہیں
پس اگر میں نکلوں تو سردی کھاؤں اور اگر عورت نکلے تو
وہ سردی کھائے پس فرمایا عمر نے کہ اپنے اور اس کے
درمیان میں کوئی کپڑا ڈال لے پھر ہر ایک تم میں کا نماز
پڑھے۔

قُلْتُ تَمَسُّكَ بِهِ الْخَنْفِيَّةُ فِي قَوْلِهِمْ لِيَسَادِرَ
صَلَاةَ الرَّجُلِ اِذَا حَاذَتْهُ اِمْرَاةٌ فِي
صَلَاةٍ مُشْتَرِكَةٍ تَحْرِيْمًا وَاِذَا وَاَجَابَ
الشَّافِعِيُّ فَقَالَ لَيْسَ بِمَعْرُوفٍ عَنْ عُمَرَ
وَلَيْسَ اَنْهَا فِي صَلَاةٍ وَاَحَدٍ لَكِنْ اُحْتَبِتُ
ذَلِكَ قَطْعًا بِمَادَةِ الْهَيْئَةِ

میں کہتا ہوں کہ تمسک کیا ہے اس سے خفیہ نے اپنے اس
قول میں کہ مرد کی نماز عورت کے محافات سے فاسد
ہو جاتی ہے جبکہ وہ نماز تحریمہ اور اداس میں مشترک ہو اور جواب
دیا ہے امام شافعی نے کہ یہ قول حضرت عمر کا مشہور نہیں ہے
اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ وہ ایک نماز میں تھی مگر اسکو بہتر
سمجھا حضرت عمر نے مادہ فساد کے قطع کرنے کے لئے

(۱۷) اَبُو بَكْرِ عَنْ اَلْاَسْوَدِ سَمِعْتُ عُمَرَ اَقْبَلْتُكُمْ
وَكَبَّرْتُ فَقَالَ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَجْهٌ لَكَ
وَتَبَارَكَ اِسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَكَأَنَّ
اِلٰهَ اَعْيُرِكَ لَمْ يَمْلُؤْ

ابو بکر اسود سے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں
نے شروع کی نماز اور کبیر کبھی پھر کہا۔
سبحانک اللہم وجمدک وبارک اسمک و تعالی جدک
دلالة غیرک۔ پھر اخذ بالشدہ پڑھی۔

(۱۸) اَبُو بَكْرِ عَنْ اَلْاَسْوَدِ صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ
سَبْعِينَ مَلَاةً فَلَمْ يَجْهَرْ فِيْهَا

ابو بکر اسود سے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ستر نمازیں
پڑھیں اور انہوں نے بلند آواز سے

یہی مذہب حنفیہ کا ہے اور امام شافعی کے نزدیک ٹھیک کعبہ کے معنای کھڑا ہونا ضروری ہے ۱۲ عہد یہ عبارت شیخ ولی اللہ
عمرت دہلوی کی ہے۔ امام شافعی کی طرف سے یہ جواب ٹھیک نہیں کہ یہ قول حضرت عمر کا غیر مشہور ہے جبکہ صحیح ہو چکا اور اس پر ائمہ
کا عمل ہے تو غیر مشہور کیسے ہو سکتا ہے رہ گیا ایک اس میں نماز کے ایک ہونے کا ذکر نہیں ہے یہ کچھ مضر نہیں ضروریہ ایک ہی نماز کا
تہہ ہے اور نماز کے علیحدہ ہونے کی صورت میں تو کوئی فساد کا قائل نہیں ایک یا قول ہو جائے گا جس کا کوئی قائل نہیں
اور یہ کہتا کہ حضرت عمر کے نزدیک یہ مستحب ہے امام شافعی کا قیاس ہے امام ابو حنیفہ پر کب حجت ہو سکتا ہے اگر حجت ہوگا تو
ان کے مقلدین پر ۱۲ عہد یہی دعا حنفیہ کے یہاں معمول ہے ۱۲۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہیں پڑھی۔

(۱۹) أَبُو بَكْرٍ عَنْ عِبَّاسِ بْنِ الرَّبِيعِ قَالَ

ابو بکر عباہ بن ربیع سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے کہ نہیں

عَمْرًا لَا تَجْرِي مَلَوَةٌ لَا يَلْعَرُ فِيهَا

کافی ہے وہ نماز جس میں نہ پڑھی جائے سو وہ فاتحہ اور

بِقَارِئَةِ الْكِتَابِ وَابْتِئَانِ

دو آیتیں۔

(۲۰) أَخْرَجَ مُحَمَّدُ بْنُ مُوْطَاةٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ

امام محمد بن موطا میں داؤد بن قیس سے کہ ہم کو خبر دی محمد بن

قَيْسٍ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ أَنَّ عُمَرَ ابْنَ

عجلان نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کاش جو

الْخُطَّابُ قَالَ لَيْتَ فِي فِيهِ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ

شخص قرأت خلف امام کرتا ہے اُس کے منہ میں پتھر

الْإِمَامِ مُحَمَّدًا

ہوتے۔

(۲۱) الْبَيْهَقِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ شَرِيكٍ

بیہقی یزید بن شریک سے کہ انہوں نے پوچھا عمر رضی اللہ عنہ

أَنَّهُ سَأَلَ عُمَرَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ

سے قرأت خلف امام کو تو فرمایا انہوں نے کہ پڑھو سورہ

فَقَالَ إِفْعَالًا بِقَارِئَةِ الْكِتَابِ قَالَ وَإِنْ

فاتحہ کہا انہوں نے اگرچہ آپ (امام) ہوں فرمایا ہاں اگرچہ

كُنْتَ أَنْتَ قَالَ وَإِنْ كُنْتُ أَنَا قَالَ وَإِنْ

(امام) ہوں کہا انہوں نے اگرچہ آپ بلند آواز سے پڑھیں

جَهْرًا قَالَ وَإِنْ جَهْرًا

فرمایا ہاں اگرچہ میں بلند آواز سے پڑھوں۔

قُلْتُ رَوَى عَنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ عَنْ أَصْحَابِ

میں نے کہا کہ کوفہ والوں نے حضرت عمر کے کوفہ والے فاتحیوں

عَمْرَ الْكُوفِيِّينَ أَنَّ الْمَأْمُومَ لَا يَقْرَأُ شَيْئًا وَ

سے یہ روایت کی ہے کہ مقتدی کچھ نہ پڑھے۔ اور دونوں حدیثوں

الْجَمْعُ أَنَّ الْقَبِيحَ فِي الْأَصْلِ أَنْ يَتَسَاءَلَ

میں تطبیق اس طرح ہے کہ اصل میں بری یہ بات ہے کہ امام

الْإِمَامَ وَفِي الْقُرْآنِ وَقِرَاءَةَ الْمَأْمُومِ قَدْ

سے قرآن میں نزاع کی جائے اور مقتدی کی قرأت کبھی

يُقْفِي إِلَى ذَلِكَ لَمْ اشْتِغَالَ الْمَأْمُومَ

اس حد تک پہنچا دیتی ہے مگر مقتدی کا بھی اپنے

بِمَنَاجَاةٍ

پروردگار کی مناجات میں مشغول

۱۵۔ یہی زہب حنفی کا ہے بسلم اللہ کا آہستہ آواز سے پڑھنا ان کے نزدیک مستحب امام شافعی کا اسمیرا خلاف ہے ۱۲۔ یہ حکم تہانما

پڑھنے والے اور امام ہے مقتدی کا نہیں جیسا کہ آگے کی حدیث اللہ نے سے ظاہر ہے ورنہ دو آیتوں کا بھی مقتدی پر فرض ہوا کسی کلمہ یا

نہیں ۱۲۔ یہ قول شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کا ہے فی الواقع بہت محقق اور منصفانہ فیصلہ کیسا ہے محققین حنفیہ

اسی کے قائل ہیں کہ مقتدی پر قرأت فرض نہیں لیکن اگر قرآن میں امام سے نزاع نہ ہونے پائے اور قرأت کرے تو مستحب ہے جیسا کہ ہم

اوپر بیان لکھ چکے ہیں۔ قرآن میں نزاع کا ایک مطلب یہ ہے کہ مقتدی امام کی قرأت نہ سنے بلکہ اُس کے پڑھنے کی حالت میں خود بھی

پڑھنا جائے دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایسی آواز سے مقتدی قرأت کرے کہ امام کی قرأت میں خلل انداز نہ ہو یہاں دونوں مطلب

مراہم دونوں کی ممانعت کتاب و سنت میں وارد ہوئی ہے۔ ۱۲۔

رَأَيْتَهُ مَطْلُوبٌ فَتَعَارَضَتْ مَضْلِحَةٌ وَ
مُفْسِدَةٌ فَحَمِنَ اسْتَطَاعَ أَنْ يَأْتِيَ بِالْمُضْلِحَةِ
بِحَيْثُ لَا يَخُذُ شَهَامُفْسِدَةٌ فَلْيَفْعَلْ وَ
مَنْ خَافَ الْمُفْسِدَةَ تَرَكَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

(۲۲) أَبُو بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَدٍّ إِسْمَعِيلَ
نَسِيخَ عَمْرٍ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ وَهُوَ لِقَاءُ
إِنَّمَا اشْكُو بَنِي وَحَثْنِي إِلَى اللَّهِ

(۲۳) الْبَغَوِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ أَنَّ عُمَرَ رَوَى
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرَفَ
الْيَدَيْنِ فِي الرُّكُوعِ وَالْقَوْمَةِ مِنْهُ

(۲۴) أَبُو بَكْرٍ عَنِ الْأَسْوَدِ صَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ
فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ
إِلَّا حِينَ أَقْتَمَ الصَّلَاةَ قُلْتُ تَكَلَّمَ الشَّافِعِيُّ

وَالْحَنَفِيُّ فِي تَرْجِيهِمُ التَّرَاوِيحَ كُلَّ عَلَى
حَسَبِ مَذْهَبِهِ إِلَّا وَجْهَهُ عِنْدِي أَنَّ
سَرَفَ يَدَيْنِ سَرَفَ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرُّكُوعِ وَالْقَوْمَةِ

مِنْهُ مُسْتَجَابٌ فَكَانَ يَفْعَلُ تَامِرَةً وَيَتَرَكَ
أُخْرَى

(۲۵) أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ
أَنَّ عُمَرَ كَانَ يُجْعَلُ كَفَيْهِ عَلَى سَرَكَيْتَيْهِ
قُلْتُ أَحْتَبُّ بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَأَبُو حَنِيفَةَ

ہونا مقصود ہے پس پیش آئی ایک عمدگی اور ایک خرابی
تو جو شخص عمدگی کو کر سکے بے اس کے کہ اس میں خرابی آئی
تو وہ قرأت کرے اور جو شخص ڈرتا ہو بڑائی کے آنے سے
وہ نہ کرے واللہ اعلم۔

ابو بکر بن عبد اللہ بن شداد سے کہ میں نے سنا عمر کا روایت
کی نماز میں اور وہ پڑھ رہے تھے یہ آیت انما اشکو بنی
وحثنی الی اللہ۔

بقوی اور یہ بھی کہ حضرت عمر نے روایت کی ہے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے دونوں ہاتھ کا اٹھانا رکوع میں دجاتے وقت
اور رکوع سے اٹھنے میں۔

ابو بکر اسود سے کہ میں نے نماز پڑھی عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور نہیں
انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ نماز کے کسی جز میں سوا اس
وقت کے جب نماز شروع کی تھی۔

میں نے کہا کہ بحث کی ہے شافعیہ اور حنفیہ نے روایات کی تری
میں ہر ایک نے اپنے مذہب کے موافق اور قوی میرے نزدیک
ہے کہ عمر نے رکوع اور قومی کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا
مستحب سمجھا ہے اس لئے کبھی کرتے تھے کبھی نہ کرتے
تھے۔

آم ابو حنیفہ حاد سے کہ وہ ابراہیم نخعی سے کہ عمر نے اپنی دونوں
ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھتے تھے۔

میں نے کہا حجت کی ہے ابراہیم نے اور ابو حنیفہ نے

معلوم ہوا کہ نماز میں رونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی مگر یہ کہ رونا کسی دنیاوی سبب سے ہو ہی حنیفہ کا مذہب ہے ۱۲۷۱ء یہ قول
شیخ علی اللہ محدث دہلوی کا ہے گو یہ فیصلہ ان کا نہایت منصفانہ ہے مگر میرے فہم ناقص میں دوسری روایت کو ترجیح معلوم ہوتی ہے
کہ پہلی روایت میں صرف اللہ کا نام ہی ہوتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکور ہے اور دوسری روایت میں اللہ کا فضل منقول ہے اور ناقص بھی درج ہے

مَنْ بَعْدَهُ عَلَى تَرْكِ التَّطْبِيقِ

ان کے بعد ترک تطبیق پر

(۲۶) أَبُو بَكْرٍ عَنْ سُرَيْدِ بْنِ وَهَبٍ سَأَلْتُ

ابو بکر زید بن وہب سے کہ اکثر قنوت پڑھی ہے عمر رضی اللہ

عنه نے فجر کی نماز میں۔

قَنْتَ عُمَرُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ

(۲۷) أَبُو بَكْرٍ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قُلْتُ

ابو بکر ابومالک اشجعی سے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے

میرے باپ تم نے نماز پڑھی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر

لَا بِي يَا بَتِّ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

و عمر عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے کیا دیکھا ہے کہ تم نے ان

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَلْفَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ

میں سے کسی کو قنوت پڑھتے تو کچھ آنکھوں نے کہ اسے

فَرَأَيْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ يُقْنِتُ فَقَالَ يَا بَتِّ

میرے بیٹے تمی بات ہے۔

مُحَدَّثًا

(۲۸) أَبُو بَكْرٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ

ابو شعبی سے کہ فرمایا عبداللہ بن مسعود نے اگر چلیں سب لوگ

ایک جنگل یا درے میں اور چلیں صرف عمر دوسرے جنگل

أَنَّ النَّاسَ سَلَكُوا وَاذِيًا وَشَعْبًا وَسَلَّكَ

یا درے میں تو چلیں گا میں عمر کے جنگل اور درے میں اگر

عُمَرُ وَاذِيًا وَشَعْبًا سَلَّكَتُ وَاذِيًا عُمَرُ

قنوت پڑھی ہوتی عمر نے تو قنوت پڑھتا عبداللہ امام محمد

وَشَعْبَةً وَكَوْنَتْ عُمَرُ قَنْتَ عَبْدُ اللَّهِ

بن حسن بن عبدالرحمن سے کہا آنکھوں نے سنا میں

(۲۹) مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ عَنْ حَمِيدِ بْنِ

نے عمر بن خطاب کو یہ فرماتے ہوئے کہ نہیں جائز

عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

ہے نماز بے تشہد (التحیات) کے

يَقُولُ لَا يَجُوزُ الصَّلَاةُ إِلَّا بِتَشْهَدٍ

(بقیہ صفحہ ۳۷۴) وہ شخص (اسود) ہے جس کا بیان اوپر گذر چکا کہ اس نے ستر نماز میں آپ کے ساتھ پڑھی تھیں اگر وہ کبھی رقعہ میں کرتے ہوتے تو

کبھی تو وہ شخص دیکھتا اتنی رہا ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا اس کا جواب ہے کہ اصول حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ جب صحابی کا عمل

اسکی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہو اور وہ حدیث متحمل التاویل نہ ہو تو حنفیہ کے نزدیک منسوخ بھی جاتی ہے خصوصاً حضرت فاروق سے

ایسا واقع ہوا قطعاً مستلزم نسخ ہے اس لئے کہ ان کا ورع و تقویٰ اور اتباع سنت پر دلدادہ ہونا مسلمات سے ۱۲۵ حنفیہ کے نزدیک سوا

وترکے اور کسی نماز میں قنوت نہیں ہے مگر جب کوئی مصیبت یا سخت کام پیش آئے تو اسکے دفعیہ کے لئے دعا بطور قنوت کے پڑھنا درست ہے

زید بن وہب کا یہ کہنا کہ اکثر پڑھتا ہے مراد اس اکثر اوقات مہات کے ہیں جیسا کہ منقول ہے۔ فاروق کی لڑائی کے وقت حضرت فاروق

کا قنوت پڑھنا لہذا یہ حدیث کسی طرح حنفیہ کو مضر نہیں ۱۲۵ یہ حدیث اور اس کے بعد کی حدیث دلیل قوی ہے اس امر پر کہ حضرت

فاروق بلکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے قنوت نہ پڑھتے تھے جیسا کہ مذہب حنفیہ کا ہے ابومالک اشجعی کا اپنے باپ سے یہ نقل کرنا کہ

قنوت تمی بات ہے اور اسی طرح عبداللہ بن مسعود کا حضرت فاروق سے قنوت پڑھنے سے انکار کرنا بغرض رد کرنے ان لوگوں کے اقوال کے ہے

جو ہمیشہ مصیبت اور مصیبت میں قنوت کے قائل ہیں ورنہ مصیبت وقت تو حضرت فاروق بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہے حنفیہ کے

زودیک ہی مستحب ہے ۱۲

ترمذی اور بخاری نے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عمار کی ہوئی رہتی ہے آسمانوں و زمین کے بیچ میں یہاں تک کہ درود پڑھے اپنے بچا پر

امام شافعی حضرت عمر سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے لوگوں کو لکھ بھیجا تھا کہ دو نمازوں کا ایک ساتھ پڑھنا جائز ہے

امام شافعی عبد اللہ بن عمر وغیرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نماز پڑھتے تھے عید کے دن خطبے سے پہلے

(۳۰) الترمذی والبخاری قال عُمَرُ
الدُّعَاءُ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَ
الْأَرْضِ حَتَّى تُصَلِّيَ عَلَى نَبِيِّكَ

(۳۱) الشافعي عن عمر أنه كتب أن
الجمعة بين صلاتين من الكبائر

(۳۲) الشافعي عن عبد الله بن عمر
وعائز أن النبي صلى الله عليه وسلم
وأبا بكر وعمر كانوا يصلون في العيد
قبل الخطبة

امام مالک یزید بن رومان سے کہ لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تیس رکعت (تراویح مع وتر) پڑھا کرتے

(۳۳) مالك عن يزيد بن رومان كان
الناس يقومون في نومان عمرو ثلاث
وعشرين ركعة

ابو بکر کھول سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے تین رکعتوں سے کہ نہ فصل کرتے تھے ان تینوں میں سلام سے۔

(۳۴) أبو بكر عن الخطاب رضي الله عنه
الخطاب أو ثلاث ركعات لم
يفصل بينهم بسلام

ابو بکر قاسم سے کہ لوگوں نے کہا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ وتر پڑھتے تھے زمین میں

أبو بكر عن القاسم رضي الله عنه
عمر كان يؤتينا الأرض

ع دعا کا اطلاق نماز پر بھی آیا ہے اسلئے یہ حدیث نماز میں درود کے سنت موکدہ ہونے پر دلالت کرتی ہے اور حدیث سابقہ تشہد کے واجب ہونے پر ۱۲ ع سے یہ حدیث حنفیہ کے موید ہے ایک کے نزدیک دو نمازوں میں جمع کرنا جائز نہیں سواہر ذلہ اور عرفہ کی وہ بھی اس سبب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق قطعی منقول ہے ۱۲ ع معلوم ہوا کہ تراویح کی بیس رکعت ہیں پس جو لوگ اس کو خلاف سنت سمجھ کر آٹھ رکعتیں پڑھتے ہیں نہایت غلطی پر ہیں شاید وہ اپنے آپکو حضرت فاروق اعظم سے بھی زیادہ عالم سنت یا اتباع پر حریص سمجھتے ہیں معاذ اللہ ۱۲ ع سے یہی مذہب حنفیہ کا ہے کہ وتر تین رکعت ایک سلام سے ہے امام شافعی وغیرہ اس میں مخالف ہیں ۱۲ ع آئمہ کا اختلاف ہے کہ وتر کا مثل نوافل کے سواری پر پڑھنا جائز ہے یا مثل فرائض کے سواری سے اگر زمین پر پڑھنا چاہیے حنفیہ امر اخیر کے قائل ہیں یہ حدیث ان کی تائید کرتی ہے ۱۲

ع حنفیہ کا یہی مذہب ہے۔ ۱۲

(۳۶) أَبُو بَكْرٍ عَنِ الْأَسْوَدِ أَنَّ عُمَرَ قَنَتَ

بِئِ الْوُثْرِ قَبْلَ الرَّكُوعِ

(۳۷) مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ إِذْ هُمْ كَانُوا فِي زَمَنِ

عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يُصَلُّونَ

حَتَّى يَخْرُجَ عُمَرُ وَجَلَسَ عَلَى الْمِثْبَرِ وَأَذَنَ

الْمُؤَذِّنُ جَلَسُوا يَتَحَدَّثُونَ حَتَّى إِذَا سَكَتَ

الْمُؤَذِّنُونَ وَقَامَ عُمَرُ سَكَتُوا فَلَمْ

يَتَكَلَّمُوا أَحَدٌ

(۳۸) أَبُو بَكْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ

عُمَرُ يَكْفَنُ الرَّجُلَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ

لَا تَعْتَدُ وَإِنْ أَدُلُّهَا لَا يَجِبُ الْمُعْتَدِينَ

(۳۹) أَبُو بَكْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ

عُمَرَ قَالَ تَكْفَنُ الْمَرْأَةُ فِي خَمْسَةِ أَثْوَابٍ

الْبَدْرُ عَمَّ وَالْخَمَاسُ وَالْبِرْدُ عَمَّ وَالْإِسْرَاقُ

وَالْحُرْقَةُ

(۴۰) الْبَيْهَقِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ

عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ كُلُّ ذَلِكَ قَدْ كَانَ

أَرْبَعًا وَخَمْسًا فَأَجْمَعْنَا عَلَى أَرْبَعٍ

آبو بکر اسود سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے قنوت پڑھنے میں رکوع سے پہلے۔

امام مالک اور شافعی یہ کہ لوگ عمر بن خطابؓ کے زمانے

میں جمعہ کے دن نماز پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ نکلتے

عمر اور بیٹھے منبر پر اور اذان دیتے مؤذن اور لوگ

باتیں کرتے ہوتے تھے یہاں تک کہ جب چپ ہو جاتے

مؤذن اور کھڑے ہو جاتے عمر چپ ہو جاتے لوگ

پھر کوئی بات نہ کرتا تھا

آبو بکر راشد بن سعد سے کہ فرمایا حضرت عمر نے کفن کیا

جائے مرد تین کپڑوں میں حد سے آگے نہ بڑھا لہذا نہیں

پسند فرماتا حد سے آگے بڑھنے والوں کو

آبو بکر راشد بن سعد سے وہ عمر رضی اللہ عنہ سے کہ انھوں نے

فرمایا کفن کی جائے عورت پانچ کپڑوں میں کفن اور

دو پٹہ اور چادر اور تہ بند اور سینہ بند۔

بیہقی سعید بن مسیب سے وہ حضرت عمر سے کہ انھوں نے

فرمایا بیشک (جنازہ کی نماز میں) یہ سب کچھ ہوا چار (تکبیر)

اور پانچ مگر پھر ہم نے اتفاق کر لیا چار (تکبیر) پر۔

۱۲ یہی مذہب حنفیہ کہ ہے کہ امام جب خطبہ شروع کر دے تو پھر نماز پڑھنا چاہیے ۱۲

۱۳ مقصود یہ ہے کہ تین کپڑوں سے زیادہ کفن نہ دو عمامہ کی کراہت اس سے نکلتی ہے جیسا کہ متقدمین

حنفیہ کا مذہب ہے چار وہی محقق ہے ۱۴

علم الفقہ

حصہ سوم

جس میں

روزہ کے مسائل اور احکام اور روزہ کے مفسدات وغیرہ
پورے طور پر بیان کئے گئے ہیں

انترخامتھ

حضرت مولانا الحاج محمد عبدالشکور صاحب لکھنوی

ناشر

دارالاشاعت

مولوی مسافر خانہ، بندر روڈ، کراچی

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

فقہی ترتیب والا جدید ایڈیشن

(۱) از عارف باللہ مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب۔

(۲) از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سابق صدر مفتی دیوبند

دارالعلوم دیوبند کی خدا داد شہرت اور اس کے فتاویٰ پر تمام ممالک اسلامیہ اور مسلمانوں کی بچاوتوں اور عدالتوں کا اعتماد محتاج بیان نہیں، دورِ حاضر کا یہ فتاویٰ مرکز علوم دارالعلوم دیوبند کے منتخب فتاویٰ ہیں جو اکابر علماء کے لکھے اور دیکھے ہوئے ہیں اور جن کو مسلمانوں کے ہر طبقہ میں مستند و معتبر تسلیم کیا گیا ہے۔ پہلے یہ فتاویٰ آٹھ حصوں میں غیر مرتب شکل میں شائع ہوتا رہا، باب و مسائل نہ ہونے کی وجہ سے مسئلہ کا نکلنا بہت مشکل تھا اب خدا کا شکر ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی زیر نگرانی اس پورے فتاویٰ کو فقہی ترتیب کے مطابق مرتب کر دیا ہے اور موجودہ ضروریاتِ زمانہ کے مطابق بہت سے جدید اضافے فرمائے ہیں جس کی وجہ سے اس کی اہمیت اور بھٹی بڑھ گئی ہے۔

اسے ایڈیشن کے خصوصیات

(۱) اس فتاویٰ کے دونوں سلسلوں عزیز الفتاویٰ و امتداد المفتین کی علیحدہ علیحدہ ترویج کی گئی ہے۔

(۲) موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق بہت سے جدید اضافے کئے گئے ہیں۔

(۳) شروع میں ایک مبسوط مقدمہ کا اضافہ جس میں دارالعلوم دیوبند اور اس کے فتاویٰ کی مختصر تاریخ درج ہے اور مفتی عزیز الرحمن مفتی محمد شفیع صاحب کے سوانح زندگی لکھے گئے ہیں۔

(۴) ابتداء میں نہایت مفصل فہرست مضامین لگا دی گئی ہے جس سے مسئلہ کا نکلنا بہت سہل ہو گیا ہے۔

(۵) حسن معنوی کے علاوہ حسن ظاہری کتابت طبعات اور کاغذ تصحیح وغیرہ پر جو جانفشانی کی گئی ہے

اس کے متعلق بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ اس ایڈیشن میں اس کا پورا پورا حق ادا کر دیا گیا ہے۔

آٹھوں حصے دو جلدوں میں نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں۔

جلد اول صفحات ۷۵۰ - - - - جلد دوم صفحات ۷۴۸ قیمت کامل دو جلد - - -

ناشر: دارالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذي جعل الصيام جنة من النيران وعدل لها ثمين باب السريان
فيا له من عظيم الفضل وعميم الاحسان والصلوة والسلام على نبيهم سيدنا
محمد وآله وصحبه ما تاب لم الملوان -

جب علم الفقہ کی دوسری جلد بنیائیت ایزدی تمام ہو چکی جس میں اسلام کے رکن عظیم
یعنی نماز کا بیان ہے ارادہ ہوا کہ اب زکوٰۃ کا بیان شروع کروں جو اسلام کا دوسرا رکن
ہے اور اکثر علمائے اسلام نے اپنی تصانیف میں اسی ترتیب کو اختیار کیا ہے مگر ہم نے
بوجہ ذیل اس ترتیب کے خلاف روزے کا بیان شروع کر دیا۔ بعض علماء نے ہمارے اس
ترتیب کو اختیار بھی کیا ہے جیسے امام محمد نے جامع صغیر میں۔

(۱) جن لوگوں پر روزہ فرض ہے وہ بہت زیادہ ہیں ان سے جن پر زکوٰۃ فرض ہے اس
لئے کہ زکوٰۃ صرف امراء پر ہے اور روزے میں سب شریک ہیں خصوصاً آج کل کہ اسلام
میں غربت و افلاس زیادہ ہے۔ زکوٰۃ کے مخاطب اور بھی کم ہیں اس لئے زیادہ لوگوں کو ضرورت
روزے کے مسائل کی ہے۔

(۲) روزہ زکوٰۃ سے افضل ہے جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا۔

(۳) وہ زمانہ جس میں ہم یہ تیسری جلد رکھ رہے ہیں ماہ مبارک سے قریب ہے اور عنقریب اس
کے مسائل کی سخت ضرورت ہونے والی ہے۔

عہ سیدہ طحاوی نے در مختار کی شرح میں زکوٰۃ کا افضل ہونا نقل کیا ہے مگر یہ قول شاذ معلوم ہوتا ہے احادیث
صحیحہ میں اس قول کو رد کر رہی ہیں واللہ اعلم -۱۲-

(۴) زکوٰۃ صرف انہیں لوگوں پر فرض ہے جو معصوم نہیں ہیں انبیاء علیہم السلام پر فرض نہیں ہے اور روزہ ان پر بھی فرض ہے یہ امر بھی روزہ کی جلالت شان کے لئے کافی ہے۔

(۵) شارع نے بھی روزہ کے احکام زکوٰۃ سے پہلے بیان فرمائے ہیں اس لئے کہ زکوٰۃ کی فرضیت علی بسیل تفصیل روزے کی فرضیت کے بعد اتری ہے۔

رمضان کے روزے ہجرت کے اٹھارویں مہینے شعبان میں فرض کئے گئے اس سے پہلے بقول بعض کوئی روزہ فرض نہ تھا اور بقول بعض عاشوراء و محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ فرض تھا۔ ابتدائے فرضیت رمضان میں بہت کچھ سختی تھی۔ غروب آفتاب کے بعد سونے سے پہلے کھانے پینے کی اجازت تھی، بعد سونے کے اگر چہ بے کھانے پئے سو گیا اور کھانا پینا جائز نہ تھا اور جماع تو کسی حالت میں درست نہ تھا مگر جب یہ احکام لوگوں پر شاق ہوئے اور کئی واقعات پیش آئے تب منسوخ ہو گئے۔ اب بحد اللہ کسی قسم کی سختی نہیں (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح) اگلی امتوں پر بھی روزہ فرض تھا، مگر معلوم نہیں کہ کس دن اور کتنے۔

ع علی بسیل تفصیل کے لفظ اس لئے بڑھائے گئے کہ حسب تحقیق ملا قاری صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اجمالی فرضیت زکوٰۃ کی آیت ہی میں اتر چکی تھی مگر مسائل اس کے ہجرت کے بعد بیان کئے گئے ۱۲۔

عہ اگرچہ علماء کے نزدیک زکوٰۃ کی فرضیت رمضان سے پہلے ہوئی ہے صاحب درمختار وغیرہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے مگر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے سفر السعادت میں ایک نہایت صحیح حدیث سے ثابت کر دیا ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت رمضان کے بعد ہوئی لہذا ہم نے انہیں کا قول اختیار کیا۔ وہ فرماتے ہیں تحقیق یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت رمضان کے بعد ہوئی بسیل اس حدیث کے کہ جس کو امام احمد اور ابن ماجہ اور نسائی اور ابن خزیمہ اور حاکم نے بسند صحیح و ثابت میں بن سعد بن عبادہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کا زکوٰۃ سے پہلے حکم دیا تھا اس کے بعد زکوٰۃ کی فرضیت ہوئی پھر ہم کو صدقہ فطر کا حکم دیا اور نہ منع کیا اور ہم اس کو اب بھی کرتے ہیں یہ حدیث صحیح دلالت کرتی ہے فرضیت رمضان کے مقدم ہونے پر ۱۲۔

روزے کی فضیلت اور تاکید اور رمضان کی بزرگی

روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے اس کی بیش از بیش تاکید سے ماہرین شریعت خوب واقف ہیں منکر اس کا کافر، تارک اس کا فاسق ہے، اس کی فضیلت کے لئے صرف سی قدر کافی ہے کہ بعض علماء نے اس کے بے انتہا فضائل کو دیکھ کر اس کو نماز جیسی عظیم الشان عبادت پر ترجیح و تفضیل دی اور اپنے قول کی تاکید تائید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث پیش کی ہے جس کو امام نسائی نے ابو امامہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ بھلو کوئی ایسی چیز بتلائیے جس کو میں آپ سے یاد رکھوں آپ نے فرمایا کہ روزے کو اپنے اوپر لازم کر لو، اس لئے کہ کوئی عمل اس کے مثل نہیں، اگرچہ اکثر علماء کا مذہب تفضیل نماز ہے اور وہی حق ہے ر شرح سفر السعادہ میں جب اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ نماز افضل ہے یا روزہ تو اب کسی دوسری عبادت کا کیا رتبہ ہے جو اس کی ہمسری کر سکے زکوٰۃ ہو یا حج۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن مجید کو اگر دیکھئے تو کہیں روزے کی فرضیت بیان ہو رہی ہے کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ۔ اے ایمان والو فرض کیا گیا تم پر روزہ چند دنوں جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے انکلوں پر تاکہ تم پر ہیرا کا ہو جاؤ۔ اور کہیں روزے کی فضیلت بیان ہو رہی ہے کہ أَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ رَوْحًا وَرِزْقًا تَحَارًا۔ تمہارے لئے بہتر اور مفید ہے، کہیں اہ صیام کی بزرگی ظاہر فرمائی جاتی ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْكُفْرِ وَالْعُدْوَانِ رَمَضَانَ كَاهِنَةٍ جَسٍ فِيهِ قُرْآنٌ أَنَارَ كَمَا جَوَّ كُوْنَ كُوْ بَدَايْتِ كَمَا هِيَ اُوْرُ شَانِيَا هِيَ اُوْرُ بَدَايْتِ كِي اُوْرُ حَقِّ كُو بَا طْلٍ سَ اُوْرُ اَكْرَمِي كِي حَقِّي كِي اِي كِ اُوْرِي صُوْرَتِ اَس كِي اِي كِ رَا تِ كِي فُضِيْلَتِ فِيْ نَا زِلِ هُو تِي۔ اِنَّا اُنزَلْنَا هُو فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا اُوْرَا كَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ بے شک ہم نے اتارا ہے اُس قرآن کو لیلۃ القدر میں اور تم جانتے ہو کہ کیا مرتبہ ہے لیلۃ القدر کا لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار ہزار میں سے اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ روزے کی فاضلیت ہے کہ آدمی کو پرہیزگار بنا دیتا ہے۔ اسی واسطے حضرات مومنین (باقی برکتاً)

سے نماز جو بالاتفاق تمام عبادات میں اعلیٰ اور اعظم ہے اس کے مسائل بھی کتاب اللہ میں س قدر نہیں ہیں جتنے روزے کے کہیں رویت ہلال کے احکام بیان ہوتے ہیں کہ مَنْ شَهِدَ مِنْكُمْ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ جو شخص تم میں سے پاتے اس مہینے کو تو چاہیے کہ روزہ رکھے اس کا کہیں روزے کی ابتدا انتہا و افطار کے احکام ارشاد ہوتے ہیں کہ ثُمَّ آتَمُوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ پھر پورا کرو روزہ کو رات تک اور کہیں سحر کھانے کی اجازت اور اس کا وقت بیان فرمایا جاتا ہے کہ كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ كَمَا وَادٍ أَوْ يَوْمَ يَكْفُرُ بِطَاغُوتِ رَبِّهِمْ لَأَكْفُرَنَّ بِهَا كَمَا أَكْفَرُوا بِهَا الْأَوَّلَ وَإِنَّا لَآئِكُمْ هُنَّ لَبَاسٌ لَكُمْ وَانتم لباس لهن جاز کیا گیا تھا بعد لے روزے کی رات میں لذت حاصل کرنا اپنی عورتوں سے وہ تمہاری چھپانے والی ہوں اور تم ان کے چھپانے والے کہیں اعتکاف کا ذکر ہو رہا ہے کہ وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ اور نہ ملو جماع کرو عورتوں سے جس حالت میں کہ تم متکلف ہو مسجدوں میں کہیں اس کی قضا کے احکام ارشاد ہوتے ہیں کہ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ اور جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو اس کو شمار کرنا چاہیے دوسرے دنوں سے کہیں معذورین کے حق میں خطاب ہوتا ہے کہ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ اور ان لوگوں پر جو نہیں طاقت رکھتے ہیں اس روزے کی واجب ہے صدقہ ایک عتاق کا کفانا۔ غرضکہ اسی طرح بکثرت کتاب اللہ میں اس کا ذکر ہے کہیں صراحتہ کہیں اشارتہ صبر کے لفظ سے قرآن مجید میں اکثر یہی مراد ہے۔ فَوَلِّ كُنُفُكُمُ الْغَايَ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّهَا لَمَرْءٌ مَرِيضَةٌ

صفحہ ۳۸۲ آگے حاشیہ کے یہاں معمول ہے کہ ابتدا میں روزے کی کثرت کرائی جاتی ہے چالیس چالیس روزے پے پے رکھتے ہیں عہ ہزار مہینوں بہتر ہونے کا مطلب ملانے یہ لکھا ہے کہ اس ایک رات کی عبادت میں جس قدر ثواب ملتا ہے ہزار مہینوں کی عبادت میں بھی اس قدر نہیں آتا عہ گناہ ہے حالت جماع سے کہ اس وقت ایک دوسرے کو چھپا لیتا ہے ۱۰۔ عہ اس لفظ کا ترجمہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ طاقت رکھتے ہیں اس سبب سے ان کو سخت وقت پیش آئی بعضوں نے تو یہاں نامقدہ کیا جس کے لگانے سے یہ معنی ہوتے کہ طاقت نہیں رکھتے میں بعض نے اس آیت کو فسوخ الحکم قرار دیا مگر جبکہ کتب صریحہ میں باب افعال کا نام صریحاً لکھا ہوا ہے اور کلام عرب میں اس کے ثواب بھی موجود ہیں تو ان تکلفات کی کیا ضرورت بغیر کے مقدہ کئے ہوتے اس کے معنی یہی ہوتے ہیں جو ہم نے لکھے اس صورت میں فسوخ الحکم کہنا بھی بے ضرورت ہے

اور نماز سے۔ صبر سے مراد یہاں روزہ ہے۔ تفسیر حلالین (

اب حدیث کو دیکھیے :-

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں رمضان کی پہلی رات ہوئی شیاطین اور سرکش جن جکڑ دیئے جاتے ہیں اور عوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں کوئی دروازہ اس کا کھلا نہیں رہتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کوئی دروازہ اس کا بند نہیں رہتا اور ایک نمازی پکارتا ہے کہ اے طالب خیر سامنے آ اور اے طالب شرک جا اور اللہ آزاد کرتا ہے لوگوں کو دوزخ سے اور یہ تدا اور آزادی ہر روز ہوتی ہے (ترمذی)

اگر کسی کو شبہ ہو کہ جب شیاطین عقید ہو جاتے ہیں تو چاہئے کہ کوئی شخص اس ماہ مبارک میں گناہ اڑا فرمائی نہ کرے، حالانکہ مشاہدہ اس کے خلاف ہے، جواب اس کا یہ ہے کہ گناہوں کی کمی تو ضرور ہو جاتی ہے، بہت سے نمازی نماز پڑھنے لگتے ہیں رمضان کے نمازی مشہور ہیں، ہاں بالکل نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نفس النسانی جو گیارہ مہینے تک شیطان کے اغوا سے اس کے ہم رنگ ہو رہا ہے اس میں خود گناہ کرنے کی استعداد آگئی ہے، بقول کے :-

اول ابلیہ مرا استاد بود بعد ازاں ابلیس پیشم باد بود

(۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا کہ آگیا رمضان کا مبارک مہینہ اللہ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے ہیں اس مہینے میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر لئے جاتے ہیں اور قید کر دیئے جاتے ہیں اس میں سرکش جن اس میں ایک رات اللہ کی ہے جو بہتر ہے۔ ہزار مہینوں سے جو کوئی اس کے فائدے سے محروم رہا وہ بے شک بے نصیب ہے (نسائی، مسند امام احمد)

(۳) مسلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن میں ہم لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے لوگو! تم پر صایہ نلگن ہوا ہے، ایک بزرگ مہینہ ایک مبارک مہینہ ایسا مہینہ جس میں ایک رات ہے جو بہتر ہے ہزار مہینوں سے اللہ نے اس کے روزے تم پر فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں کو عبادت کرنا سنت قرار دیا ہے جو شخص اس مہینے میں اللہ کا قرب چاہے کوئی نفس عبادت کر کے وہ مثل اس شخص کے ہوگا جو اردو دنوں میں

عہ ترجمہ پہلے ایک شیطان میرا استاد تھا۔ بعد اس کے شیطان بھی میرے سامنے ہوا تھا یعنی میری شرارت سے وہ بھی بھاگا۔

فرض ادا کرے اور جو اس پہننے میں ایک فرض ادا کرے وہ مثل اس شخص کے ہوگا جو اور دنوں میں
 شتر فرض ادا کرے یہ مہینہ ہے صبر کا اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ مہینہ ہے یک جا ہو کر عبادت
 کرنے اور مل جل کر کھانے پینے کا، یہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھا یا جاتا ہے جو شخص اس
 مہینے میں کسی روزہ دار کی روزہ کشائی کرے اس کے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے اور دوزخ
 سے آزاد کر دیا جائے گا اور اس کو اسی قدر ثواب ملے گا جتنا اس روزہ دار کو بے اس کے کہ اس
 روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے سلمان کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
 ہم میں سے ہر شخص اس قدر نہیں پاتا ہے جس سے روزہ دار کی روزہ کشائی کرے۔ ارشاد ہوا کہ
 اللہ یہی ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو کسی روزہ دار کی روزہ کشائی ایک گھونٹ پانی یا
 ایک چھوٹے سے کرائے اور جو سیر ہو کر کھلائے اس کو اللہ میرے عوض سے ایسا شہرت پلائے گا
 کہ پھر پیاسا نہ ہوگا آخر جنت میں داخل ہوگا یہ ایسا مہینہ ہے جس کا شروع (پہلا عشرہ) رحمت
 ہے اور درمیان مغفرت ہے اور اس کا آخر آزادی ہے دوزخ سے جو کوئی اس مہینے میں اپنے
 غلام سے کم کام لے اللہ اس کو بخش دے گا اور دوزخ سے آزاد کر دے گا (مشکوٰۃ)

(۴) ایک حدیث میں آیا ہے کہ رمضان سب مہینوں کا سردار ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح)

(۵) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم سب لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے

کہ اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار آیا اور مسجد میں اس اونٹ کو بٹھلا کر وہیں باندھ دیا پھر
 ہم لوگوں سے پوچھا کہ تم میں محدود صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان
 میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے، ہم لوگوں نے کہا: یہ ہیں۔ تب اس نے آپ سے عرض کیا کہ اسے
 ابن عبدالمطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب دیا۔ اس نے کہا میں آپ سے کچھ پوچھنے
 والا ہوں اور پوچھنے میں سختی کروں گا۔ آپ اپنے دل میں رنجیدہ نہ ہوں، آپ نے فرمایا کہ جو کچھ
 تیرے دل میں آئے پوچھو۔ تب اس نے کہا کہ میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ آپ کو قسم دے کر
 آپ کے پروردگار کی اور انھوں کے پروردگار کی کہ کیا اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف
 رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا یا باری تعالیٰ، پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو قسم دے کر

عہ یعنی اس کے شروع میں رحمت کی کثرت ہوتی ہے۔ اور درمیان میں مغفرت کی اور آخر میں آزادی کی ۱۲

عہ یہ واقعہ ۳۳ ہجری کا ہے فتح الباری ۱۲۰۔

سہ یا رخدا یا ایک لفظ ہے محاورہ کے تبرکاً یا کلام کی تصدیق کے لئے استعمال ہوتا ہے ۱۲۔

پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم کیا ہے دن رات میں ان پانچ نمازوں کے پڑھنے کا۔ آپ نے فرمایا بارخدا یا ہاں، پھر اُس نے کہا کہ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے سال بھر میں اس مہینے کے روزے رکھنے کا۔ آپ نے فرمایا بارخدا یا ہاں، پھر اُس نے کہا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہمارے مال داروں سے صدقہ لے کر ہمارے فقیروں کو دیکھئے؟ آپ نے فرمایا بارخدا یا ہاں، پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہمارے مال داروں سے صدقہ لے کر ہمارے فقیروں کو دیکھئے، آپ نے فرمایا بارخدا یا ہاں تب اس نے کہا کہ میں نے یقین کیا آپ کی باتوں پر میں قاصد ہوں اپنی قوم کا میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اگر یہ سچ کہتا ہے تو بے شک ضرور جنت میں داخل ہوگا (بخاری)

(۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ قبیلۃ عبد القیس کے آئے اور عرض کیا کہ ہم آپ کے پاس ایک درجہ سے آئے ہیں اور ہمارے آپ کے درمیان کفار مضر رہتے ہیں ان کے سبب سے ہم سوا ان حرام مہینوں کے اور کبھی نہیں آسکتے لہذا آپ ہم کو کوئی ایسی بات بتلا دیجئے کہ ہم اپنے قبیلے والوں سے جا کر کہیں اور اس کے سبب سے ہم سب جنت میں داخل ہوں، آپ نے ان کو چار چیزوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع کیا، حکم دیا صرف اللہ پر ایمان لانے کا پھر پوچھا کہ جانتے ہو صرف اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے انھوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا یہ ہے کہ گواہی دو اس کی کہ سوا اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے پیغمبر ہیں اور حکم دیا نماز پڑھنے کا اور زکوٰۃ دینے کا اور روزہ رکھنے کا ان سب کے بعد فرمایا کہ اس کی خبر اپنے قبیلے والوں کو بھی کر دو (صحیح بخاری)

(۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور اس کی رات میں عبادت

عہ قبیلۃ عرب میں دلیا ہی ہے جیسے ہمارے یہاں عجلہ۔ فرق اس قدر، کہ محلہ میں مختلف لوگ رہتے ہیں اور قبیلے میں صرف ایک شخص کی اولاد اور اسی کے نام سے وہ قبیلہ مشہور ہوا ہے۔ ۱۲۔

صہ اس مضمون کی احادیث میں اس جگہ تمام اور احوالی کے اظہار ہیں جن کے معنی پوری شب کا جاگنا ہوا اگر احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اگر شب کا اکثر حصہ عبادت میں گزرے تو پوری شب کا شمار عبادت میں ہوتا ہے بلکہ اگر پوری شب عبادت کرے اور کسی قسم کی ماندگی نہ آئے تو اور بھی بہتر ہے ۱۲۔

کرے ایمان دار ہو کر ثواب سمجھ کر اس کے اگلے گناہ سب بخش دیئے جاتے ہیں اور جو لیلة القدر میں عبادت کرے ایمان دار ہو کر ثواب سمجھ کر اس کے بھی اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں (بخاری ترمذی) (۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ ہر نیکی کے عوض میں دس ثواب ملتے ہیں سات سو تک مگر روزہ کہ وہ میرے ہی لئے ہے، میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اور روزہ آگ کے بجائے پھر ہے اور بے شرک روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کو زیادہ پسند ہے مشک کی خوشبو سے اور اگر کوئی جاہل کسی روزہ دار سے جھگڑا کرے تو اس کو چاہئے کہ کہے (یعنی صائتہ میں روزہ دار ہوں۔ بخاری۔ ترمذی)

یہ حدیث نہایت غور سے دیکھنے کے قابل ہے۔ روزے کی نسبت پروردگار عالم کا ارشاد ہوتا ہے کہ یہ ان تمام عبادتوں سے مستثنیٰ ہے جن کا اجر دس گنے سے سات سو تک ملتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی جزا میں خود دوں گا۔ فرشتوں کا بھی واسطہ نہ ہوگا۔ اس سے زیادہ روزہ داروں کو اور کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی اس عبادت کا بدلہ اپنے مالک کے ہاتھوں سے پائیں گے۔ کسی غیر کو دخل تک نہ ہوگا۔ پھر وہ بھی خدا جانے کیا اور کس قدر درحقیقت جو لوگ روزے کو نماز پر فضیلت دیتے ہیں۔ فی الجملہ ایک حد تک مغرور ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ روزے کو فرمایا کہ یہ ہمارے لئے ہے علمائے اس کے کئی مطالب بیان فرماتے ہیں (۱) روزہ ایسی عبادت ہے کہ کسی زمانے میں غیر خدا کے لئے نہیں کی گئی۔ اس لئے ارشاد ہوا کہ یہ ہمارے لئے ہے (۲) روزے میں ریہ کا احتمال نہیں اگر صرف لوگوں کے خیال سے کوئی شخص روزہ رکھنا چاہے ممکن ہے کہ وہ پوشیدہ طور پر کھاپی لے کسی کو علم نہیں ہو سکتا کہ یہ شخص روزہ دار نہیں پس جو شخص فی الواقع روزہ رکھتا ہے وہ خدا ہی کے لئے رکھتا ہے (۳) روزہ اللہ کی صفت ہے نہ کھانا اور نہ پینا اور جماع سے باز رہنا اسی کا وصف ہے اس لئے فرمایا گیا کہ روزہ ہمارے لئے ہے (شرح سفر السعادت) خیر جو کچھ بھی ہو روزے کے فخر کے لئے کافی ہے کہ اس کا مالک عرش نے اپنا فرمایا ہے۔

عہ مطلب یہ ہے کہ حالت ہوم میں کسی سے جھگڑا نہ کرے اگر کوئی کرے بھی تو مال دے اور اس سے کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں جھگڑا نہ کروں گا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ صرف دل میں سمجھ لینا کافی ہے کہنے کی ضرورت نہیں مگر بہتر یہی ہے کہ بغرض اتباع کہہ دے (۴) شرح سفر السعادت۔ عہ اسی حدیث کی طرف اشارہ کر کے مولانا جامی فرماتے ہیں کہ انچہ بدایں شرع بشارت وہ است از ہمہ حرفہ انکہ آجزی بہ است

ازاں دم کہ یارم کس خویش خواند وگر باکے آشنا نماند

(۹) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے روزہ دار اسی سے بلائے جائیں گے جو روزہ دار ہوگا اسی دروازے سے داخل ہوگا اور جو اس سے دروازے سے داخل ہوگا کبھی پیاسا نہ ہوگا (ترمذی)

(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا کہ جو شخص دو چیزیں ایک قسم کی اللہ کی راہ میں خرچ کرے وہ جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا، جو شخص اہل نماز سے ہوگا۔ وہ نماز کے دروازے سے اور جو شخص اہل صیام سے ہوگا وہ ریان کے دروازے سے اور جو شخص اہل صدقہ سے ہوگا وہ صدقہ کے دروازے سے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جو شخص ان سب دروازوں سے بلایا جائے اس کو تو پھر کوئی ضرورت نہیں کیا کوئی ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا، آپ نے فرمایا کہ ہاں میں امید کرتا ہوں کہ تم انھیں میں سچے (بخاری)

(۱۱) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی اللہ کے واسطے ایک دن روزہ رکھے حق تعالیٰ اس کو دوزخ سے بہ قدر مسافت نشتہ برس کے دور رکھے گا۔

(بخاری)

(۱۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کو دو دفعہ فرحت حاصل ہوتی ہے۔ ایک افطار کے وقت دوسرے اس وقت جب اپنے پروردگار کو دیکھے گا۔ (بخاری ترمذی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزے کی بدولت پروردگار بزرگ کے دیدار کی نعمت عظمیٰ بھی حاصل ہوگی۔

(۱۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ کو عید کا مہینہ فرماتے تھے (بخاری)

(۱۴) عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ اور قرآن دونوں شفاعت کریں گے، بندے کا روزہ کہے گا کہ اے پروردگار میں نے اس کو کھانے سے روکا اور تمام خواہشات سے دن بھر باز رکھا۔ پس میری سفارش اس کے حق میں قبول فرمادو

عہ اہل نماز سے ذہن مخصوص مراد ہے جو نماز بہت پڑھا کہتا ہو اسی طرح اہل صیام وغیرہ سے مراد اگر ایک فرض نماز کرے، اگر دوسرے کو ادا کرتا ہو ہرگز اس جزا کا مستحق نہیں ۱۲۔

محہ یہاں قرآن سے مراد نماز تراویح سے جیسا کہ کتاب اللہ میں قرآن العظیم سے نماز فجر مراد ہے (مرقاۃ المفاتیح)

قرآن کہے گا میں نے سوئے سے رات میں روکا پس میری سفارش اس کے لئے قبول فرما
بس دوڑوں کی سفارش قبول ہو جائے گی (مشکوٰۃ)

(۱۵) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی راتوں میں عبادت کرنے کی
ترغیب دیا کرتے تھے بغیر اس کے کہ کوئی قطعی حکم دین فرماتے تھے کہ جو شخص رمضان کی رات
میں عبادت کرے اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ پس وفات پائی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اور حال یہی رہا پھر حال یہی رہا خلافت میں ابو بکر صدیق کی اور شروع خلافت
میں عمر بن خطاب کی رضی اللہ عنہما (بخاری - ترمذی)

(۱۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رمضان میں بے عذر شرعی ایک دن بھی روزہ
نہ رکھے تو اس روزے کے بدلے میں اگر تمام عمر روزہ رکھے تو کافی نہ ہوگا (ترمذی)
مطلب یہ ہے کہ وہ گناہ معاف نہ ہوگا اور وہ ثواب نہ لے گا ورنہ قضا تو صحیح ہو جائے گی
اور اگر صدق دل سے توبہ کرے تو امید معافی کی بھی ہے۔

یہاں تک تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اقوال تھے اگر آپ کے اعمال و عبادات پر جو اس
ماہ مبارک میں ہوتے تھے نظر کی جائے تو فی الواقع سوا اس کے کہ قوت نبوت تھی ورنہ کوئی بشر ان کا
تحمل نہیں کر سکتا، ایک ادنیٰ بات یہ تھی کہ کبھی دو دو تین تین اور کبھی اس سے بھی زیادہ پے در پے
روزے رکھتے تھے اور رات کو بھی افطار نہ فرماتے تھے نہ کچھ کھاتے تھے نہ کچھ پیتے تھے یوں تو آپ
پورے مہینہ میں عبادت کی کثرت فرماتے تھے مگر خاص کر اخیر عشرہ میں زیادہ اہتمام ہوتا تھا، احادیث
صحیحہ میں ہے کہ جب اخیر عشرہ آتا تو آپ اپنے ازار کو سخت باندھتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی شب
بہاری کا حکم دیتے تھے، جو دو سنا آپ کا یوں ہی عام تھا مگر خاص کر اس مہینے میں اور ہی کیفیت ہوتی تھی،
اللہ پاک کے جو دو کرم کا ایک سچا نمونہ صفحہ ہستی پر کھینچ جاتا تھا، ایک صحیح حدیث کے الفاظ یہ ہیں :-

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْوَدَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي سَائِرِ مَضَانِ حِينَ يُتَمَاءُ
جَبْرَيْلُ وَكَانَ جَبْرَيْلُ يُتَمَاءُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي سَائِرِ مَضَانِ حَتَّى يَبْلُغَ نَاذَا لَقِيَهُ جَبْرَيْلُ كَأَنَّ أَحْوَدَ النَّاسِ

عہ کتا یہ ہے ترک جماع سے ۱۲۔ عہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پونہی تمام لوگوں سے زیادہ بخشش کرنے والے تھے مگر تمام
دنوں زیادہ رمضان میں آپ کا جود ہوتا تھا جب آپ سے جبوں ملاقات کرتے تھے اور وہ رمضان ہر رات میں آتے تھے لہذا
میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جود بخشش میں ہوا سے بھی تیز ہوتے تھے کسی چیز کا آپ سے سوال نہ کیا جاتا تھا مگر آپ بیٹے تھے۔

بِأَخْذِ مِنَ السَّرِيحِ الْمَرْسُوكَةِ لَا يُسْأَلُ شَيْئًا إِلَّا أُعْطِيَ -

خیر یہ حال تو ایک اولوالعزم پیغمبر کا تھا صحابہ کا حال ایک اجمالی نظر سے دیکھتے ان کے دلوں میں کس قدر عظمت اور محبت اس پہننے کی تھی اور روزے پر کس قدر ولادہ اور حرص تھے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت میں منقول ہے کہ انھوں نے پندرہ دن تک رات کو بھی افطار نہیں کیا اور دوسرے بزرگوں سے بھی اس قسم کی روایتیں منقول ہیں۔ (شرح سفر السعاده)

انس بن مالک کہتے ہیں کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جہاد کے خیال سے نوافل کے روزے بہت کم رکھتے تھے۔ بعد آپ کے میں نے ایام ممنوعہ کے سوا کبھی ان کو افطار کرتے نہیں دیکھا (صحیح بخاری)

عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے اس قول کی خبر پہنچی کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا ہمیشہ روزہ رکھوں گا، آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم ایسا کہتے ہو، میں نے اقرار کیا، آپ نے فرمایا کہ یہ نبھ نہ سکے گا کبھی روزہ رکھو کبھی نہ رکھو، پہنچنے میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو، سال بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا، میں نے عرض کیا کہ مجھ کو اس سے زیادہ طاقت ہے، ارشاد ہوا کہ اچھا ایک دن روزہ رکھو، دو دن افطار کرو، میں نے عرض کیا کہ مجھ کو اس سے بھی زیادہ طاقت ہے، ارشاد ہوا کہ اچھا ایک دن روزہ رکھو، ایک دن افطار کرو اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا طریقہ تھا اور یہ افضل ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھ کو اس سے بھی زیادہ طاقت ہے تب آپ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔

(صحیح بخاری)

ذرا اس حرص کو دیکھئے صحابہ نے تو یہاں تک کیا کہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو روزہ رکھاتے تھے جن کو بھوک کی برداشت نہ ہوتی تھی اور رونے لگتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضور میں ایک آدمی لایا گیا جس نے رمضان میں نشہ پیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ تیری خرابی ہو ہمارے بچے

عہد یہ ابو طلحہ انس بن مالک کی والدہ کے شوہر ہیں رضی اللہ عنہم ۱۲۔

عہد حدیث میں فطر اور اضحیٰ کے لفظ ہیں مگر چونکہ اضحیٰ سے تمام ایام تشریق مراد ہیں۔ اس لئے ہم نے بجائے اس کے ایام ممنوعہ کا لفظ استعمال کیا ۱۲۔

تک تو روزہ دار ہیں اور اس شخص پر حد جاری کی (صحیح بخاری)

روایع رضی اللہ عنہما متوزن بن عفر کی بیٹی فرماتی ہیں کہ ہم خود روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں کو روزہ رکھاتے تھے اور رونی کی گڑیاں بنا رکھتے تھے۔ جب کھانے کے لئے وہ روتے تو وہی گڑیاں ان کو دیتے تھے اسی طرح شام تک ان کو بہلا رکھتے تھے۔ (صحیح بخاری)

رویت ہلال کے احکام

- (۱) شعبان کی انیسویں تاریخ کو لوگوں پر واجب کفایہ ہے کہ رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کریں اگر چاند دیکھ لیا جائے تو اسی کی صبح سے روزہ رکھنا شروع کر دیں اور اگر نہ دیکھا جائے تو اس کی صبح کو روزہ نہ رکھیں بلکہ یہ خیال کر لیں کہ شعبان کا ہیذہ تیس دن کا تھا۔
- (۲) رجب کی انیسویں تاریخ کو شعبان کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا مستحب ہے اس لئے کہ ممکن ہے انیسویں رجب کو چاند نکل آئے اور ان لوگوں کو خبر نہ ہو اور یکم شعبان کو تیس رجب سمجھیں اور یہ اختلاف آخر تاریخ تک پہنچے جس سے یہ تیس شعبان کو انیس سمجھیں اور اس روز کسی سبب سے چاند دکھلائی دے تو اس کی صبح کو تیس شعبان حالانکہ وہ یقیناً یکم رمضان کی ہوگی اس صورت میں ان لوگوں کا ایک روزہ مفت میں جاتا ہے۔
- (۳) جو شخص رمضان کا چاند دیکھے اس پر واجب ہے کہ اسی رات میں اس مقام کے لوگوں کو خبر کر دے۔ یہاں تک کہ غلام بے اجازت اپنے آقا کے اور منکوحہ پر وہ نشین عورت بے رضامندی شوہر کے اپنے گھر سے نکل کر اس خبر کو بیان کرے۔ یہ حکم اس وقت کے لئے ہے جب کہ ایک ہی شخص نے چاند دیکھا ہو اور وہ شخص فاسق نہ ہو، اگر کئی شخصوں نے چاند دیکھا ہو تو پھر کسی پر واجب نہیں اسی طرح اگر وہ دیکھنے والا فاسق ہو، تب بھی واجب نہیں اس خیال سے کہ فاسق کی شہادت اکثر مقبول نہیں ہوتی، مگر بہتر اس صورت میں بھی یہی ہے کہ وہ اپنے دیکھنے کی خبر بیان کر دے۔ (رد المحتار، رد المحتار، فتاویٰ ہندیہ)
- عورت کے لئے یہ حکم نہایت ضرورت کے وقت ہے جب یہ بات معلوم ہو کہ بے اس کی شہادت کے رویت کا ثبوت کسی طرح نہ ہوگا۔ (رد المحتار)
- (۴) رمضان کے چاند میں صرف ایک آدمی کی خبر مقبول ہو جاتی ہے تین شرطوں سے (۱) خبر دینے والا مسلمان مائل بالغ ہو اور فاسق نہ ہو یا اس کا فسق و عدم فسق دونوں غیر معلوم ہوں۔

۲۲) اپنے دیکھنے کی خبر دے (۳) چاند کے نکلنے کی جگہ غبار یا ابر وغیرہ کی وجہ سے صاف نہ ہو کر ہر شخص اس کو آسانی سے دیکھ لے، پہلی شرط اگر نہ پائی جائے۔ مثلاً کوئی کافر یا مجنون مست یا نابالغ، بچہ خبر دے یا کوئی ایسا شخص خبر دے جس کا فاسق ہونا وہاں کے لوگوں پر ظاہر ہو تو پھر اس کا قول اعتبار کے قابل نہ ہوگا اور اگر دوسری شرط نہ پائی جائے۔ مثلاً کوئی شخص دوسرے لوگوں کا دیکھنا بیان کرے تو قابل اعتبار نہیں، ہاں اگر اسی شہر کے قاضی کا دیکھنا بیان کرے اور یہ کہ قاضی نے اس کو اس خبر دینے کا حکم دیا ہے تو ایسی صورت میں اس کا قول معتبر ہوگا، اور اگر تیسری شرط نہ پائی جائے یعنی مطلع صاف ہو تب بھی ایک شخص کا بیان کرنا کافی نہیں ہے، ہاں اگر وہ شخص کسی اور شہر کا رہنے والا ہو یا وہ اپنا چاند دیکھنا جنگل میں بیان کرے یا اسی شہر میں رہتا ہو مگر کسی اونچے مقام سے اپنا دیکھنا بیان کرے تو ایسی حالت میں اس کا قول کافی ہوگا (ردالمحتار۔ عالمگیری)

(۵) عید الفطر کا چاند بغیر اس کے کہ دو متقی پرہیزگار مرد یا ایک مرد اور ایک عورت قاضی کے پاس گواہی دیں ثابت نہ ہوگا، یہ بھی اس وقت جب کہ مطلع صاف نہ ہو۔

(۶) اگر مطلع صاف نہ ہو تو رمضان اور فطر دونوں میں دو ایک آدمیوں کا کہنا کفایت نہ کرے گا بلکہ اس قدر آدمی ہوں جن کے خبر دینے سے یقین یا گمان غالب ہو جائے۔

(۷) جن مقامات میں شریعت کی طرف سے کوئی قاضی یا حاکم ہو وہاں چاند دیکھنے کی خبر حاکم یا قاضی کے سامنے بیان کرنا چاہیے اس کو اختیار ہے کہ جو اس وقت رونا و حال سے اس کو حق معلوم ہو حکم دے۔

(۸) جن مقامات میں کوئی قاضی یا حاکم شریعت کی جانب سے نہ ہو جیسے ہندوستان میں تو وہاں کے لوگ خود ان قواعد کے موافق عمل کریں۔ (ردالمحتار۔ عالمگیری)

(۹) جس شخص نے رمضان یا فطر کا چاند دیکھا ہو اور اس کی خبر کسی سبب سے قابل اعتبار قرار نہ پائے تو اس کو دونوں دنوں میں روزہ رکھنا واجب ہے فرض نہیں۔

(۱۰) اگر حاکم یا قاضی رمضان کا چاند خود دیکھے تو اس کو اختیار ہے کہ کسی کو اپنا نائب مقرر کرے عام لوگوں کو خبر کر دے یا خود لوگوں کو حکم دے بخلاف عید کے اس لئے کہ عینی عین ایک آدمی کی شہادت کسی حالت میں کافی نہیں۔

(۱۱) جہاں کا ثبوت نجوم کے قواعد سے جیسا منبری وغیرہ میں لکھا جاتا ہے کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

اگرچہ چند لوگ ثقہ اور پرہیزگار اس علم کے ماہر اس کی خبر دیں اور صحیح یہ ہے کہ ان لوگوں کو خود بھی اپنے حساب پر عمل کرنا جائز نہیں۔ (رد المحتار)

(۱۲) چاند کی رویت کسی کے تجربہ سے بھی ثابت نہیں ہوتی، گودہ تجربہ کیسا ہی معتبر کیوں نہ ہو؛ مثلاً امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ رجب کی پانچویں تاریخ جس دن ہوتی ہے اسی دن رمضان کی پہلی تاریخ ہوتی ہے یہ تجربہ اگرچہ اکثر علماء کے امتحان میں آچکا ہے حتیٰ کہ مولانا شیخ محمد عبدالحی فرنگی محلی نے فلک الدوار میں لکھا ہے کہ میں بھی اس کو بارہ برس سے آزما رہا ہوں، ہر مرتبہ صحیح نکلتا ہے، مگر پھر بھی اس تجربے کے اعتماد پر چاہیے کہ رویت ہلال کا ثبوت ہو جائے، ہرگز نہیں ہو سکتا۔

(۱۳) چاند کی خبر تار یا خط کے ذریعہ سے قبول نہ کی جائے گی، ہاں اگر قاضی کا خط قاضی کے پاس آئے تو وہ قابل اعتبار ہے۔

(۱۴) اگر کسی شہر کے کچھ لوگ آکر یہ شہادت دیں کہ وہاں چاند دیکھا گیا اور قاضی نے ان کی خبر قبول کر لی تو یہ شہادت ان کی معتبر ہوگی، بخلاف اس کے اگر صرف وہاں کے لوگوں کا دیکھنا یا صرف قاضی کا لوگوں کو حکم دینا نقل کریں تو یہ نقل قابل قبول نہ ہوگی۔

(رد المحتار رد المحتار وغیرہ)

(۱۵) ایک شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسرے شہر والوں پر بھی حجت ہے ان دونوں شہروں میں کتنا

عہ یہ لوگ کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت ہوں۔

عہ ظاہر روایت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہی قول منقول ہے اور جمہور حنفیہ کا اسی پر اعتماد ہے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک ایک شہر والوں کا دیکھنا دوسرے شہر والوں کے لئے کافی نہیں بعض حنفیہ نے مثل صاحب متبیین المتقانی وغیرہ کے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ مگر یہ قول خلاف مذہب ہونے کے علاوہ چونکہ بے دلیل بھی ہے لہذا قابل ترک حنفیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں *سُوْمُوا لِرُوْیَتِهِ وَ اَنْطَرُوا لِرُوْیَتِهِ* خطاب عام ہے تمام دنیا کے مسلمانوں سے لہذا اگر ایک بھی دیکھے گا تو سب پر روزہ رکھنا ضروری ہو جائے گا، امام شافعی وغیرہ کے عقلی اور قیاسی دلائل کے جوابات تو شامی وغیرہ میں موجود ہیں۔ باقی رہی ایک حدیث جس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ جب وہ سفر شام سے واپس آئے پوچھا کہ وہاں چاند کب دیکھا گیا، انھوں نے کہا کہ شب جمعہ کو ابن عباس نے پوچھا کہ تم نے دیکھا انھوں نے کہا اور لوگوں نے دیکھا اور روزہ رکھا حضرت امیر معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا۔ ابن عباس (باقی برص ۳۹۴)

ہی فصل کیوں نہ ہو، حتیٰ کہ ابتدائے مغرب میں چاند دیکھا جائے اور اس کی خبر معتبر طریقے سے انتہائے مشرق کے رہنے والوں کو پہنچ جائے تو ان پر اس دن کا روزہ ضروری ہوگا۔

(در مختار۔ روال مختار وغیرہ)

(۱۷) اگر دو ثلث آدمیوں کی شہادت سے رویت ہلال ثابت ہو جائے اور اسی حساب سے لوگ روزہ رکھیں بعد تیس روزے پورے ہو جانے کے عید الفطر کا چاند نہ دیکھا جائے خواہ مطلع صاف ہو یا نہیں تو اکتیسویں دن افطار کر لیا جائے اور وہ دن شوال کی پہلی تاریخ سمجھی جائے۔ (در المختار وغیرہ)

(۱۷) اگر صرف ایک آدمی کے کہنے سے لوگوں نے روزہ رکھا ہو اور تیسویں دن عید کا چاند نہ دیکھا جائے اور اگر مطلع صاف نہ ہو تو اکتیسویں دن افطار کر لیا جائے اور اگر مطلع صاف ہو تو پھر افطار جائز نہیں اور حاکم وقت پر اس کو اس جھوٹی خبر کی سزا دینی لازم ہے۔ (۱۸) اگر تیس تاریخ کو دن کے وقت چاند دکھلائی دے تو وہ شب آئندہ کا سمجھا جائے گا۔ شب گذشتہ کا نہ سمجھا جائے گا اور وہ دن آئندہ مہینے کی تاریخ نہ قرار دیا جائے گا خواہ یہ نیت

(بقیہ حاشیہ منقذہ گذشتہ)۔ بے کہا ہم نے شبِ شنبہ کو دیکھا ہے اور اسی حساب سے روزہ رکھیں گے کرب نے کہا کہ کیا آپ کے نزدیک حضرت معاویہ کا روزہ رکھنا اور دیکھنا کافی نہیں ہے انہوں نے کہا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے امام ترمذی کے نزدیک ابن عباس کے نہ ماننے کا سبب اختلاف شہر ہے حالانکہ یہ سبب بھی ہو سکتا ہے کہ شہادت باقاعدہ نہ تھی کرب نے اپنا دیکھنا بیان نہیں کیا بلکہ دوسروں کا دیکھنا اور ایسی حالت میں کم سے کم دو آدمی اس بات کے گواہ ہونا چاہئیں کہ وہاں کے لوگوں نے چاند دیکھا اور حضرت معاویہ نے ان کے قول کو قبول کر لیا صرف کرب کا کہنا کافی نہیں ہو سکتا جیسا کہ نمبر ۱۳ میں بیان ہو چکا ہے۔ یہی مطلب اس حدیث کی عبادت سے ظاہر بھی ہے ورنہ ابن عباس کا ان کی رویت کو پوچھنا بالکل بیجا رہ جائے گا اگر ان کا اختلاف شہر کے سبب سے ہوتا تو پہلے ہی سے کہہ دیتے کہ ہم اس رویت کا اعتبار نہ کریں گے اس پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ تم نے خود دیکھا یا نہیں، حقیقہ کو بھی اس امر کا انکار نہیں ہے کہ وہ شہروں میں اختلاف طلوع ممکن نہیں بلکہ جن دو شہروں میں ایک مہینہ کی مسافت ہوگی وہاں اختلاف طلوع ضرور ہوگا بحث اس میں ہے کہ اس اختلاف کا شریعت میں اعتبار ہے یا نہیں حنفیہ امرتانی کے قائل ہیں اور شافعیہ ضلیہ امرتانی کے واللہ اعلم بالصواب ۱۲۔ عہ تیس تاریخ کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اکتیس تاریخ کو اگر ایسا واقعہ ہوتا تو بالاتفاق شب آئندہ کا سمجھا جائے گا ورنہ لازم آئے گا کہ مہینہ اٹھائیس دن کا ہو جائے اور مہینہ

زوال سے پہلے ہو یا زوال کے بعد (ردالمحتار وغیرہ)

- (۱۹) چاند دیکھنے کے وقت انگلیوں سے اشارہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (ردالمحتار)
 (۲۰) جو شخص رمضان یا عید کا چاند دیکھے اور کسی سبب سے اس کی شہادت شرعاً قابل اعتبار نہ قرار پائے اس پر ان دونوں دنوں کا روزہ رکھنا واجب ہے۔ (ردالمحتار)

روزے کے واجب ہونے کی شرطیں

- (۱) مسلمان ہونا۔ کافر پر روزہ واجب نہیں۔
 (۲) بالغ ہونا۔ نابالغ پر روزہ واجب نہیں۔
 (۳) رمضان کی فرضیت سے واقف ہونا یا دارالاسلام میں رہنا جو شخص دارالحرب میں رہتا ہو اور رمضان کی فرضیت سے ناواقف ہو اس پر روزہ واجب نہیں (ردالمحتار وغیرہ)
 (۴) ان ظروف سے خالی ہونا جن کی حالت میں روزہ نہ رکھنا مباح ہے وہ عندئیں ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے (۱) سفر خواہ جائز ہو یا ناجائز (۲) حمل بشرطیکہ روزہ رکھنے میں اپنے یا بچے کی مضرت کا گمان غالب ہو (۳) دودھ پلانا بشرطیکہ بچے کی مضرت کا گمان غالب ہو خواہ دودھ پلانے والی بچے کی ماں ہو یا دانی^{لحمہ}۔ خواہ اس دانی نے رمضان سے پہلے نوکری کی ہو یا عین رمضان میں۔ گمان غالب کی یہ چند صورتیں ہیں۔ اپنے یا کسی

عہ یہ مذہب امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا ہے اور فقہائے حنفیہ اسی کے قائل ہیں قاضی ابی یوسف کے نزدیک اگر قبل زوال دیکھا جائے تو شب گذشتہ کا سمجھا جائے گا ۱۲۔

عہ یہ مذہب حنفیہ کا ہے کہ کفار پر عبادات فرض نہیں امام شافعی اس کے خلاف ہیں نتیجہ اس خلاف کا یہ ہوگا کہ ان کے نزدیک کفار پر عبادات کے نہ ادا کرنے کا بھی عذاب ہوگا۔۔۔ ہمارے نزدیک نہیں بعض فقہائے مثل صاحب بدایع کے ان دونوں روزوں کو مستحب کہا ہے مگر اکثر فقہاء کی تصریحات کے خلاف ہے ۱۳۔
 عہ امام شافعی کے نزدیک ناجائز سفر میں روزہ رکھنا مباح نہیں ۱۴۔

عہ بعض فقہائے مثل صاحب ذخیرہ کے صرف دانی کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت کے ساتھ خاص کیا ہے ماں کو نہیں اس لئے کہ باپ کسی اور کو دودھ پلانے کے لئے نوکر رکھ سکتا ہے مگر یہ قول اکثر فقہاء کے خلاف ہے ۱۵۔ (میں لاریق)

کے تجربہ سے مضرت ثابت ہو چکی ہو۔ یا کسی طبیب حاذق مسلمان کی رائے مضرت کی جانب ہو بشرطیکہ وہ طبیب متقی و پرہیزگار ہو یا اس کا تقویٰ اور عدم تقویٰ کچھ نہ معلوم ہو (۴)، کسی مرض کے پیدا ہونے یا بڑھ جانے یا مر جانے کا خوف ہو۔ مثلاً کسی کو سانپ یا بچھو نے کاٹ لیا ہو اور اگر وہ روزہ رکھے اور دوا کا استعمال نہ کرے تو مر جائے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہو اور دھچم اور درد سرد وغیرہ بھی ان امراض میں ہیں جن کے بڑھ جانے کے خوف سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

جو شخص کسی بیمار کی خدمت کرتا ہو اور اس کے روزہ رکھنے سے اس بیمار کی تکلیف کا خیال ہو وہ بھی اسی حکم میں داخل ہے (۵) کمزوری ایسی کہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو خواہ یہ کمزوری بڑھاپے کے سبب سے ہو یا بیماری کی خواہ پھر فوت آنے کی امید ہو یا نہیں (۶) جان یا بدن کا خوف مثلاً کوئی دشمن کہے کہ اگر تو روزہ رکھے گا تو ہم تجھ کو مار ڈالیں گے یا تیرا کوئی عضو کاٹ لیں گے۔ (۷) جہاد یعنی کسی دشمن سے محض خدا کے لئے لڑنا بشرطیکہ روزہ رکھنے سے کمزوری کا خیال ہو کہ جس سے لڑائی میں نقصان آئے (۸) بھوک ایسی کہ روزہ کا تحمل نہ ہو سکے (۹) پیاس اس قدر کہ روزہ نہ رکھ سکے (۱۰) بے عقل ہونا جنون اور بیہوشی کی حالت میں روزہ واجب نہیں (رد المحتار - رد المحتار وغیرہ)

یہ عذر جو ہم نے بیان کئے ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کے رفع ہو جانے کے بعد بھی قدر روزے فوت ہونے ان کی قضا یا عوض کچھ لازم نہیں ہوتا اور بعض ایسے ہیں کہ جن میں روزے کا عوض واجب ہوتا ہے بعض ایسے ہیں جن کے رفع ہو جانے کے بعد قضا لازم ہوتی ہے ان سب عذروں کے تفصیلی حالات عنقریب اللہ تعالیٰ بیان ہوں گے۔

روزے کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا۔ کافر کا روزہ صحیح نہیں۔

(۲) حیض نفاس سے خالی ہونا۔ حیض نفاس والی عورتوں کا روزہ صحیح نہیں، ہاں بعد اس کے کہ حیض نفاس بند ہو چکا ہو اگر غسل نہ کیا گیا ہو روزہ صحیح ہے اس لئے کہ روزے کے صحیح ہونے میں طہارت شرط نہیں۔

(۳) نیت یعنی دل سے روزے کا قصد کرنا، اگر کوئی شخص بے قصد و بے ارادہ کچھ نہ کھائے

عہ امام زفر رحمۃ اللہ کے نزدیک نیت شرط نہیں ہے۔ یہ ہمارے امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

نہ پئے اور تمام ان چیزوں سے جن سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے بچے تو اس کا روزہ صحیح نہیں۔
 نیت کے مسائل = (۱) رمضان کے ہر روز سے میں نیت کرنا ضروری ہے۔ ایک روز
 نیت کر لیتا تمام روزوں کے لئے کافی نہیں۔ (۲) نیت کا زبان سے ظاہر کرنا کچھ ضروری نہیں،
 صرف دلی قصد کافی ہے۔ حتیٰ کہ سحر کھانا خود قائم مقام نیت کے ہے۔ اس لئے کہ سحر روزہ رکھنے
 کی غرض سے کھائی جاتی ہے۔ (بحر الرایق)

ہاں اگر کسی کی عادت اس وقت کھانے کی ہو یا کوئی بد بخت سحر کھاتا ہو روزہ نہ رکھتا ہو
 اس کے لئے سحر کھانا قائم مقام نیت کے نہیں (۳) رمضان کے ادائیگی روزوں میں اور اس نذر
 کے روزوں میں جس میں دن تاریخ کی تخصیص کر دی گئی ہو اور نوافل کے روزوں میں غروب
 آفتاب کے بعد سے نصف نہا۔ شرعی سے کچھ پہلے تک نیت کر لینا کافی ہے، اگر کوئی شخص رات
 کو نیت کرنا بھول جاتے صبح کو یاد آئے، یا دن چڑھے تو اس وقت بھی نیت کر سکتا ہے۔ (۴)
 رمضان کے قضائی روزوں میں اور نذر غیر معین اور کفارات کے روزوں میں اور اس نفل کی قضا
 میں جو شروع کر کے فاسد کر دی گئی ہو غروب آفتاب کے بعد سے صبح صادق کے طلوع تک
 نیت کر لینا ضروری ہے۔ بعد صبح صادق کے اگر نیت کی جائے تو کافی نہ ہوگی (۵) کسی روزے
 کی نیت غروب آفتاب سے صحیح نہیں (۶) رمضان کے ادائیگی روزوں میں صرف روزے کی
 نیت کر لینا کافی ہے، فرض کے تخصیص کی کچھ ضرورت نہیں، بلکہ اگر کسی کو معلوم نہ ہو کہ یہ مہینہ
 رمضان کا ہے اور وہ کسی نفل یا کسی واجب روزے کی نیت کرے تب بھی کافی ہے۔ ہاں
 مریض کے لئے چونکہ اس پر رمضان کا روزہ فرض نہیں، اس لئے فرض کی تخصیص ضروری ہے
 اور اگر کسی نفل یا صرف روزے کی نیت کرے گا تو پھر رمضان کا روزہ نہ ہوگا، بلکہ اسی نفل کا
 لہذا مریض پر رمضان کے روزے کے لئے فرض کی تخصیص ضروری ہے اور مسافر کو یہ ضروری
 ہے کہ کسی دوسرے واجب روزے کی نیت نہ کرے خواہ رمضان کی نیت کرے، نفل کی صرف
 روزے کی نیت رمضان کے قضائی روزوں میں اور نوافل کی قضا کے روزوں میں

بعد نصف نہار یعنی آدھا دن شرعی کی قید اس لئے کہ عرفی نصف نہار تک نیت کی اجازت نہیں شرعی نہار صبح
 صادق سے غروب آفتاب تک ہوتا ہے، اور عرفی طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک لہذا شرعی نہار کا نصف پہلے
 ہوگا اور عرفی کا اس کے بعد مثلاً عرفی نصف نہار پارہ بیگے ہو تو شرعی گیارہ بجے ہو جائے گا کچھ کم و بیش۔

..... ان کی تخصیص ضروری ہے۔ بے تخصیص کے ان کی نیت درست نہ ہوگی (۸) نیت میں تبرکاً انشاء اللہ کہہ لینا کچھ مضر نہیں (۹) روزے کی حالت میں افطار کی نیت کر لینے سے روزے کی نیت باطل نہیں ہوتی۔

روزے کے اقسام

روزے کی آٹھ قسمیں ہیں۔ فرض معین، فرض غیر معین، واجب معین، واجب غیر معین، مسنون، مستحب، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی۔
فرض معین۔ رمضان کے ادائی روزے۔
فرض غیر معین۔ رمضان کے قضائی روزے۔

واجب معین (۱) نذر معین یعنی جس میں دن تاریخ کی تخصیص مثلاً کوئی شخص منت ماننے کہ میں فلاں تاریخ فلاں دن یا فلاں مہینے میں روزہ رکھوں گا تو اس کو اسی دن اسی تاریخ یا اسی مہینے میں روزہ رکھنا واجب ہوگا (۲) جس شخص نے رمضان یا عید کا چاند خود دیکھا ہو اور شریکاً اس کی شہادت قبول نہ ہوئی ہو اس پر ان دونوں دنوں کا روزہ۔

واجب غیر معین = کفارے کے روزے (۳) نذر غیر معین جس میں دن تاریخ کی تخصیص نہ ہو مثلاً کوئی شخص منت کرے کہ میں چار روزے رکھوں گا اور دن تاریخ کا کچھ ذکر نہ کرے (۳) ان نفل روزوں کی تمنا جو شروع کرنے کے بعد فاسد ہو گئے ہوں۔ مسنون۔ (۱) عرفہ کا روزہ (۲) عاشوراء محرم کی دسویں تاریخ) کا روزہ ایک دن ملا کر خواہ اس

عہ معین سے مقصود یہ ہے کہ اس کا وقت مقرر ہو اور غیر معین جس کا وقت مقرر نہ ہو۔ ۱۲۔

عہ کفارے کے روزوں کو اکثر فقہانے فرائض میں شمار کیا ہے۔ مگر درحقیقت یہ فرض نہیں! اس لئے کہ ان کے منکر کو کوئی کافر نہیں کہتا، ہاں واجب کی اعلیٰ قسم میں ہیں، اسی وجہ سے محقق کمال الدین بن ہمام نے ان کو واجبات میں لکھا ہے اور علامہ شامی لکھتے ہیں کہ یہی مناسب ہے۔

سہ عرفہ اور عاشورے کے روزے کو بعض نے مستحب لکھا ہے اور بعض نے صوم عرفہ کو مستحب لکھا ہے۔ درحقیقت یہ دونوں سنت ہیں ان دونوں کے فضائل حدیث میں بہت وارد ہوئے ہیں صوم عرفہ کی نسبت وارد ہے کہ وہ ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ گناہوں کا کفارہ ہے اور صوم عاشوراء ایک سال گذشتہ کا۔

کے بعد کا یا اس کے قبل کا (۲) ہر مہینے کی تیرھویں یا چودھویں پندرھویں کا روزہ
 منتخب = (۱) سوال کے مجھے میں عید کے بعد چھ دن روزہ رکھنا، بہتر یہ ہے کہ یہ روزے
 درمیان میں فصل وے وے کر رکھے جائیں ۱۲ دوشنبہ اور پچھٹنبہ کا روزہ (۳) ذی الحجہ
 کے پہلے عشرے کے آٹھ دن کا روزہ (۴) صوم داؤد علیہ السلام یعنی ایک دن بیچ میں
 ناغہ وے کر سوائے آیام ممنوعہ کے ہمیشہ روزہ رکھنا (۵) خواص کو یوم شک کا روزہ
 مکروہ تحریمی = (۱) عید الفطر کے دن روزہ رکھنا (۲) ایام تشریح میں روزہ رکھنا (۳) خاص کر
 عاشورہ کا روزہ رکھنا (۴) بالتخصیص سینچر یا التوار کو روزہ رکھنا (۵) بالتخصیص صرف جمعہ کا
 روزہ (۶) لزروز کا روزہ (۷) مہرجان کا روزہ (۸) عوام کو یوم شک کا روزہ رکھنا۔
 (۹) عورت اور غلام اور مزور کو نفل کا روزہ بے رضا مندی اپنے شوہر اور مالک اور
 اقلک کے (۱۰) رمضان سے پہلے ایک دو دن بغرض تنظیم رمضان کے روزہ رکھنا۔
 مکروہ تنزیہی = (۱) بغیر کسی دن کے بیچ میں ناغہ کئے ہوئے ہمیشہ روزہ رکھنا (۲) روزہ میں
 وصال کرنا یعنی شب کو بھی افطار نہ کرنا اس کی گواہت اس شخص کے حق میں ہے جو
 اپنی طبیعت پر جبر کر کے ایسا کرے یا اس کو اس سے کچھ تکلیف ہو۔ اگر کوئی آدمی ایسا ہو
 جس کو ذرا بھی گراں نہ گذرے نہ کسی قسم کی تکلیف ہو تو اس کو مکروہ نہیں۔ سلف صالح
 خاص کر ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بطریق صحیحہ منقول ہے (۳) سکوت
 کا روزہ رکھنا۔

منہ اس کو بھی بعض فقہائے متعب لکھا ہے مگر صحیح نہیں ان تاریخوں سے روزوں کو صیام ایام بعض کہتے ہیں
 فضائل ان کے بہت ہیں۔ آنحضرت کی ان پر مواظبت تھی۔ ۱۲ ص ۱۲۰ لارونا و مہرجان دولاں عجمیوں
 کے عید کے دن ہیں مہرجان بڑے دن کو کہتے ہیں اور لزروز شمسی سال کے ابتدائی دن کو کہتے ہیں (۱۲)
 سے یوم شک یعنی شعبان کی بہ تاریخ جب کہ ۲۹ کو یہ سبب ایسا غبار کے رویت ہلال نہ ہوتی ہو۔ عوام
 اس دن احتیاطاً روزہ رکھتے ہیں۔ نیت یہ کرتے ہیں کہ اگر رویت ہوگی تو یہ روزہ رمضان کا ہے ورنہ
 نفل اور یہ تردد نیت میں مکروہ ہے۔ اسی سے عوام کو اس روزے کی مخالفت کی جاتی ہے، اگر قطعی طور پر
 نفل کی نیت کی جائے تو کچھ گواہت نہیں بلکہ مستحب ہے جو شخص قطعی نیت کرنے پر قادر ہو جائے وہ عوام میں سمجھا
 جائے گا اور اگر رویت ہوگی تو وہ رمضان کا ہو جائے گا، نیت کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ۱۲ (دفعہ وغیرہ)

روزے کے فرائض

چونکہ روزے سے حق علی شانہ کا اصل مقصود یہ ہے کہ بندوں میں ایک قوت صبر کی پیدا ہو جائے جو ایک اعلیٰ درجہ کا انسانی کمال ہے اور انسان اپنے نفس کی خواہشوں کے خلاف کرنے پر جو تمام خرابیوں اور حکم الہی کی نافرمانیوں کا منبع ہے قادر ہو جائے۔ چنانچہ اسی طرف قرآن شریف کا یہ لفظ اشارہ کر رہا ہے۔ لعلکم تتقون۔ پس ذرا اصل اپنے نفس کی خواہشوں کے خلاف کرنا یہی روزے کی حقیقت ہے مگر شریعت نے تمام خواہشوں کے ترک کو فرض نہیں فرمایا بلکہ صرف بڑی بڑی تین خواہشوں کے ترک کو فرض فرمایا ہے۔ جب انسان ان کے ترک پر قادر ہو جائے گا تو اور باقی خواہشیں کوئی چیز نہیں ہیں۔ وہ تین فرض یہ ہیں۔

(۱) صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک کچھ نہ کھانا۔ جن صورتوں میں کہ درحقیقت کوئی چیز کھائی نہیں جاتی مگر کھانے کی مشابہت ان میں پائی جاتی ہے ان کا بھی ترک کر دینا فرض ہے، مثال کوئی شخص کان ناک وغیرہ میں تیل ڈالے اور جوف میں پیچ جائے۔ پس اس صورت میں اگرچہ کوئی چیز کھائی نہیں گئی مگر کھانے کی مشابہت ضرور ہے، کھانے میں بھی ایک چیز جوف میں پہنچاتی جاتی ہے اور اس میں بھی ایسا ہی ہوا تفصیل ان سب صورتوں کی مفصلات صوم میں انشاء اللہ بیان ہوگی۔

(۲) صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک کچھ نہ پینا۔

(۳) صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک جماع نہ کرنا۔ لواطت بھی جماع کے حکم میں ہے اور جس فعل سے عادتاً حروٹ ہو جاتا ہے اس کے ذریعہ سے منی کا خارج نہ کرنا بھی فرض ہے۔ مثال کسی حالور کے جماع سے یا بذریعہ حلق کے منی کا خارج کرنا۔ بخلاف کسی عورت کے دیکھنے یا بوسہ پینے یا پٹانے کے اس لئے کہ ان سے عادتاً حروٹ منی نہیں ہوتا۔ پس ان افعال سے اگر منی خارج ہو جائے گی تو اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

صبح صادق کے طلوع سے ابتدائے طلوع مراد ہے اور غروب آفتاب سے جسم آفتاب کا نظر سے غائب ہونا کہ ان کی شعاع وغیرہ بالکل باقی نہ رہے۔ جس وقت غروب وقت آجاتا ہے۔

روزے کے سنن اور مستحبات

روزے میں تمام ان چیزوں سے بچنا مسنون ہے جن کے کرنے میں گناہ ہے۔ مثلاً غیبت کرنا بھوٹ بولنا پٹلی کھانا کسی کا مال ناحق لے لینا کسی کو ظلم مارنا یا کچھ سخت کہنا۔

اور بہ نسبت اور دنوں کے اس زمانہ میں عبادت کی کثرت کرنا خصوصاً رمضان کے اخیر شرے میں شب بیداری کرنا اور مسجد میں اعتکاف کرنا بھی مسنون ہے رات کو کچھلے وقت صبح صادق سے پہلے کچھ کھا لینا مسنون ہے جن کو سحر کہتے ہیں۔

روزے کے افطار میں جلدی کرنا یعنی وقت اُجانے کے بعد ناخیر نہ کرنا مستحب ہے اور اسی طرح سحر میں دیر کرنا یعنی صبح صادق سے تھوڑی دیر پہلے کھانا مستحب ہے، بہت پہلے کھا لینے میں سحر کا ثواب نہیں، روزے میں تمام ان چیزوں سے بچنا جن سے اور ائمہ کے نزدیک روزہ فاسد ہو جاتا ہے اگرچہ خفیہ کے نزدیک ان سے فساد نہیں اتنا ان چیزوں کی تفصیل انشاء اللہ مفادات صوم سے معلوم ہوگی۔

روزہ جن چیزوں سے فاسد ہو جاتا ہے

یہ بات ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ روزے میں اکل و شرب اور جماع کا ترک کرنا فرض ہے، جس کوئی امر اس فرض کے خلاف کیا جائے گا تو روزہ فاسد ہو جائے گا یعنی جاتا رہے گا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ اگر کوئی ایسی چیز جو ف میں پہنچائی جائے گی جس کے نافع ہونے کا خیال ہے خواہ غذا ہو یا دوا تو ایسی حالت میں روزے کی قضا رکھنا پڑے گی اور اس جرم کا کفارہ دینا ہوگا اور اگر کوئی ایسی چیز قصداً نہ پہنچائی جائے بلکہ خود پہنچ جائے یا اس کے نافع ہونے کا خیال نہ ہو تو صرف روزے کی قضا رکھنا پڑے گی۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا فعل کیا جائے جس کی لذت مانع کی لذت کے برابر ہے تو قضا اور کفارہ دونوں در نہ صرف قضا، حاصل یہ کہ روزہ کی فاسد کرنے والی چیزیں دو قسم کی ہیں، ایک وہ کہ جن سے صرف قضا لازم ہوتی ہے دوسرے وہ جن سے

حدیث میں اس کے بہت فضائل وارد ہوئے ہیں اور اس کو انبیاء علیہم السلام کی سنت فرمایا گیا ہے یہاں تک اس کی تاکید کی گئی ہے کہ اگر کچھ نہ ممکن ہو تو صرف پانی پھپائی لو، یہ حدیث بخاری کے ردوں میں بخاری کی اجازت، نہ تھی ۱۷۔

تضا کفارہ و دلوں لازم ہوتے ہیں ہم ہر قسم کی تفصیل علیحدہ بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

(۱) بے قصد کوئی ایسی چیز جو غذا یا دوا انسان کے استعمال میں آتی ہو جو جوف میں پہنچ جائے مثال۔ (۱) کسی شخص نے کھلی کرنے کے لئے منہ میں پانی لیا اور وہ حلق کے نیچے اتر گیا۔ (۲) سونے کی حالت میں کسی نے کچھ کھاپی لیا (۳) کسی کے منہ میں منہ کا پانی گواہ ہی قطرہ ہو یا برف کا ٹکڑا چلا گیا اور حلق کے نیچے چلا گیا (۴) ناک یا کان میں تیل وغیرہ ڈالا اور دماغ یا پیٹ میں پہنچ گیا۔ (۵) پیٹ یا دماغ کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ اس زخم کی راہ سے پیٹ یا دماغ میں پہنچ گئی۔

(۲) کسی روزہ دار کو زبردستی کھلا پلا دی جائے۔

(۳) کوئی شخص احتقان لے یا ناس کا استعمال کرے۔

(۴) کوئی شخص اس خیال سے کہ آفتاب غروب ہو گیا اخطار کرے یا اس خیال سے کہ ابھی

رات باقی ہے سحر کھائے تو اس کی اٹھارہ صورتیں ہیں کہ منجملہ ان کے پانچ میں صرف

تضا واجب ہوتی ہے وہ یہ ہیں۔ (۱) اس گمان غالب پر کہ ابھی رات باقی ہے سحر

کھالی اور بعد کھانے کے اس گمان کا غلط ہونا ظاہر ہو یعنی رات نہ تھی (۲) اس

شک پر کہ ابھی رات باقی ہے سحر کھالی اور بعد کو اس شک کا غلط ہونا معلوم ہوا (۳) باوجود

گمان غالب صبح صادق کے ہو جانے کا تھا اور رات ہو جانے کا صرف مرجوح خیال تھا مگر

سحر کھائی اور اس گمان غالب کا صحیح ہونا ظاہر ہوا (۴) اس گمان غالب پر کہ آفتاب

غروب ہو گیا، افطار کر لیا اور بعد کو اس گمان کا غلط ہونا ظاہر ہو گیا (۵) باوجودیکہ غروب

آفتاب میں شک تھا اخطار کر لیا اور بعد کو اس شک کا صحیح یا غلط ہونا کچھ نہ معلوم ہوا

(۶) کسی شخص نے یہ سبب اس کے کہ اس کو روزے کا خیال نہ رہا، کچھ کھاپی لیا، یا

عہ جوف سے جسم کا وہ اندرونی حصہ مراد ہے جو سینے سے شانے تک ہے دماغ بھی جوف کے حکم میں شانہ جوف سے

خارج ہے۔ اور اٹھارہ حصہ کسی رواد کے مشترک حصہ کے ذریعہ سے پیٹ میں پہنچا دینا احتقان ہے جس کو ہمارے

عرف میں عمل کہتے ہیں عہ شک اور گمان میں فرق یہ ہے کہ حالت شک میں دلوں جانب نفی اثبات

کے برابر ہوتے ہیں اور گمان میں ایک جانب غالب ہوتا ہے اور اسی جانب غالب کو گمان کہتے ہیں۔ رات

باقی رہنے کا شک ہے یعنی دل کو جس طرف رات ہونے کا خیال ہے اور اسی طرف رات نہ ہونے کا بھی خیال ہوتا

جماع کر لیا۔ (۷) کسی کو بے اختیار تے سو گئی یا احتلام ہو گیا یا صرف کسی عورت وغیرہ کے دیکھنے سے انزوال ہو گیا اور مسئلہ نہ معلوم ہونے کے سبب وہ یہ سمجھا کہ میرا روزہ جانا رہا اور عمدًا اس نے کھاپی لیا۔

(۸) کوئی شخص روزے کی حالت میں عمدًا تے کرے بشرطیکہ وہ تے منہ بھر کر ہو خواہ ایک ہی مرتبہ کی تے منہ بھر کر ہو یا کئی مرتبہ کی مگر ایک ہی مجلس میں اور خواہ کھانے پانی، سفر اخون کی تے نہ یا بلغم کی۔

(۹) کسی شخص نے روزے کی نیت ہی نہ کی یا کی مگر بعد نصف بہار شرعی کے۔

(۱۰) کسی شخص نے رات کو روزے کی نیت نہ کی بلکہ بعد صبح صادق کے نصف بہار سے پہلے اس نے عمدًا کچھ کھاپی لیا۔

(۱۱) کسی شخص نے کوئی ایسی چیز اپنے جوف میں پہنچائی جس کے مفید اور نافع ہونے کا خیال نہیں نہ غذا نہ دوا و خواہ منہ کے ذریعہ سے پہنچائے یا ناک کان سے یا مشترک حصے سے یا عورت اپنے خاص حصہ سے، مرد اگر اپنے خاص حصہ کے سوراخ میں کوئی چیز ڈالے تو وہ چونکہ جوف تک نہیں پہنچتی اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔ (رد المحتار)

مثال: (۱۲) کسی نے کوئی مٹی کی کنگری یا لکڑی کھالی (۱۳) کسی چیز سے بخارات یا دھواں اٹھ رہا ہو اور کوئی شخص اس کو سونگھے جس کے سبب سے وہ بخارات جوف میں داخل ہو

جائیں بشرطیکہ وہ بخارات بنیال نفع نہ پہنچائے گئے ہوں۔ حقہ کار دھواں بھی اسی حکم میں ہے مگر اس شخص کے لئے جس کو حقہ پینے کی عادت نہ ہو اور نہ کسی نفع کی غرض سے اس نے پیا ہو۔

(۱۴) کوئی لکڑی یا کپڑا روئی وغیرہ مشترک حصہ یا عورت اپنے خاص حصہ میں اس طرح داخل کیے کہ سب اس کے اندر غائب ہو جائے ایسی چیز کا کھانا جس سے انسان بالطبع کراہت رکھتا ہے اسی حکم میں ہے یعنی روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور صرف قضا لازم ہوتی ہے، جیسے کسی کی تے

مسئلہ یہ نہ ہے امام ابو یوسف کا ہے ان کے نزدیک بلغم کی تے سے بھی وہ روزہ جاتا رہتا ہے اور وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ امام صاحب اور امام محمد کے نزدیک نہ روزہ ٹوٹتا ہے نہ وضو جاتا ہے۔ علامہ محقق کمال الدین بن ہمام نے لکھا ہے کہ روزے کے بارے میں امام ابو یوسف کا قول قابل عمل ہے اور وضو کے مسئلہ میں امام صاحب اور امام محمد کا اور ہر بیعت ان کے اور فقہانے بھی اسی قول کو ترجیح دیا ہے۔ ۱۲۔

کھا لینا یا کسی کے منہ سے نکلے ہوئے لقمہ کا کھا لینا، بشرطیکہ وہ شخص محبوب نہ ہو اس لئے کہ محبوب کے منہ سے نکلی ہوئی چیز سے کراہت نہیں ہوتی، دیکھو بزرگان دین کے منہ سے نکلی ہوئی چیز ان کے مریدین کس خوشی سے کھاتے ہیں اور اگر کوئی چیز ایسی ہو جس سے کسی کی طبیعت نفرت کرے، کسی کی نہ کرے تو جس شخص کی طبیعت کو نفرت ہو اس پر کھانے سے صرف تفلاً لازم ہوگی اور جس کو نفرت نہ ہو اس پر اس کے کھانے سے قضا اور کفارہ دونوں۔ (رد المحتار)

(۱۱) کسی شخص کے منہ میں آتسو یا پسینے کے اس قدر قطرے چلے گئے کہ جن کا مزہ یعنی تکینیت تمام منہ بھر میں محسوس ہوتی اور وہ ان کو پی گیا۔

(۱۲) کسی نے مردہ عورت یا ایسی کم سن نابالغ لڑکی جس کے ساتھ جماع کی رغبت نہیں ہوتی یا کسی جانور سے جماع کیا یا کسی کو لپٹا یا یا بوسہ لیا یا جلق کا مرکب ہوا اور ان سب صورتوں میں منی کا خروج ہو گیا۔

(۱۳) کسی روزہ دار عورت سے زبردستی یا سونے کی حالت میں یا بحالت جنون جماع کیا گیا۔

(۱۴) کسی رنگین دھاگے کو کسی نے نہٹنے کی غرض سے منہ میں ڈالا اور اس کا رنگ زبان میں آ گیا۔ (رد المحتار)

(۱۵) کسی شخص کے دانتوں کے درمیان میں کچھ غذا باقی رہ گئی ہو اور وہ اس کو بغیر منہ سے نکالے ہوئے کھا جائے بشرطیکہ وہ غذا چنے کے برابر یا اس سے زیادہ ہو یا چنے سے کم ہو مگر منہ سے باہر نکال کر کھائے۔

(۱۶) کوئی شخص اپنی تہ کو نکل جائے بشرطیکہ منہ بھر کر ہو گو پوری تہ نہ نکلی ہو بلکہ اس کا بہت ہی حصہ چنے کے برابر۔

(۱۷) کسی ناواقف سے روزے کی حالت میں کوئی ایسا فعل ہوا جس سے خفیہ کے نزدیک روزے میں فساد نہیں آتا اور اس نے کسی عالم سے اس کا مسئلہ پوچھا اور اس نے فاسد ہو جانے کا فتویٰ دیدیا حالانکہ اس کا فتویٰ غلط تھا۔

(۱۸) رمضان کے ادائیگی روزوں کے سوا اور کسی قسم کا روزہ فاسد ہو جائے خواہ عمداً فاسد کیا جائے یا غلطاً ہر حال میں صرف قنناؤا جب ہوگی، یہ تمام تفصیل جو اوپر بیان ہوئی صرف رمضان کے اعائے روزوں کے لئے تھی۔

دوسری قسم۔ یعنی وہ صورتیں جن میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔

(۱) وہ شخص جس میں روزے کے واجب ہونے کے تمام شرائط پائے جاتے ہوں، رمضان کے اس ادائیگی روزے میں جس کی نیت صبح صادق سے پہلے کر چکا ہو عہد امنہ کے ذریعہ سے جو ف میں کوئی ایسی چیز پہنچائے جو انسان کی دوا غذا میں مستعمل ہوتی ہو، یعنی اس کے استعمال سے کسی قسم کا نفع جسمانی یا لذت متصور ہو اور اس کے استعمال سے سلیم الطبع انسان کی طبیعت نفرت نہ کرتی ہو گو وہ بہت ہی قلیل ہو حتیٰ کہ ایک تل کے برابر یا جماع کرے یا کرے، لواطت بھی اسی حکم میں ہے، جماع میں خاص حصے کے سر کا داخل ہو جانا کافی ہے، منی کا خارج ہونا بھی شرط نہیں، بہر صورت قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے مگر یہ بات شرط ہے کہ جماع ایسی عورت سے کیا جائے جو قابل جماع ہو، بہت کم سن لڑکی نہ ہو جس میں جماع کی بالکل قابلیت نہ پائی جائے (مختار رد المحتار)

مذکورہ بالا قیود کے فوائد۔ روزے کی شرائط وجوب کا پایا جانا اس لئے شرط کیا گیا کہ نابالغ بچے اور مجنون پر کفارہ نہیں ہوتا اور اسی طرح وہ شخص جو حالت سفر میں ہو یا حیض و نفاس والی عورت پر بھی کفارہ نہیں واجب ہوتا اگرچہ ان لوگوں نے روزے کی نیت کر لی ہو اور اگرچہ نیت کے وقت ان میں شرائط وجوب پائے جاتے ہوں، سفر یا حیض و نفاس بعد نیت کے طاری ہوا ہو۔

رد مختار۔ رد المحتار

رمضان کی قید اس لئے لگائی گئی کہ سوا رمضان کے اور کسی روزے کے افطار سے کفارہ نہیں لازم ہوتا۔

ادائیگی کی قید اس لئے لگائی گئی کہ رمضان کے قضائی روزے کے افطار سے کفارہ نہیں ہوتا نیت اور پھر اس کا صبح صادق سے پہلے ہونا اس لئے شرط کیا گیا کہ جس روزے میں نیت نہ کی گئی ہو اس کے افطار کرنے سے کفارہ لازم نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ روزہ ہی صحیح نہیں ہو اور روزے کے صحیح ہونے کے لئے نیت شرط ہے اور جب روزہ ہی صحیح نہ ہو تو کفارہ کیسا، کفارہ تو روزے کے افطار سے ہوتا ہے۔ اسی طرح جس روزے کی نیت بعد صبح صادق کے کی جاتی ہے اس کے افطار سے بھی کفارہ نہیں ہوتا اس لئے کہ امام شافعی کے نزدیک قبل صبح صادق کے نیت کرنا شرط ہے پس ان کے نزدیک روزہ ہی نہیں ہوا اور کفارہ اس روزے کے افطار میں ہوتا، جس کے صحیح ہونے میں کسی کا خلاف نہ ہو یا خلاف ایسا ہو جو بے دلیل یا مخالف اجماع ہونے کے سبب سے قابل اعتبار نہ ہو۔

عمداً کی قید اس لئے کی گئی کہ اگر کوئی شخص بغیر قصد کے بوزہ کو بھول کر یا سونے میں کچھ کھاپیے یا غلطی سے کوئی چیز اس کے حلق سے اتر جائے مثلاً گلی کرے کی غرض سے منہ میں پانی لے اور حلق کے نیچے اتر جائے یا کوئی شخص کسی بوزہ دار کو کچھ کھلا پلا دے یا زبردستی جماع کرے تو ان سب صورتوں میں کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

منہ کے ذریعہ سے اور پھر جوف میں پہنچنے کی شرط اس لئے کی گئی کہ اگر کوئی شخص کسی اور راستے سے کوئی چیز پہنچائے تو اس پر کفارہ نہ ہوگا۔ مثلاً کوئی شخص ناک کان کے ذریعہ سے یا مشترک حصہ سے یا عورت اپنے خاص حصہ سے کوئی چیز داخل کرے، جیسے ناس اور عمل وغیرہ اور اسی طرح اگر جوف میں نہ پہنچے جیسے کوئی شخص سر میں تیل ڈالے یا سرمہ لگائے یا مرد اپنے مشترک حصہ کے سوراخ میں کوئی چیز داخل کرے تو چونکہ یہ چیزیں جوف تک نہیں پہنچتیں اس لئے ان سے کفارہ کیا قضا بھی واجب نہ ہوگی۔

نہذاً یا دواً اس چیز کا استعمال ہونا اس لئے شرط کیا گیا کہ جو چیز ایسی نہ ہو جیسے مٹی کی کنکری یا لکڑی یا درخت کی پتی وغیرہ اس کے استعمال سے کفارہ واجب نہ ہوگا، ہاں جو لکڑی دوا میں استعمال ہو جیسے اصل السوس وغیرہ یا جس درخت کی پتی کھائی جاتی ہو جیسے پھنے کی یا اٹھی کی کوہل اس کے استعمال سے کفارہ ہو جائے گا جو لوگ حقہ پینے کے عادی ہوں یا کسی نفع کی غرض سے حقہ پینے ان پر بھی کفارہ واجب ہوگا۔

سليم الطبع انسان کی طبیعت کا نفرت نہ کرنا اس لئے شرط کیا گیا کہ جس چیز سے نفرت ہوتی ہو اس کے استعمال سے کفارہ واجب نہیں ہوتا جیسے تے پشیاب یا غانہ وغیرہ منہ کا نکالا ہوا لقمہ اس کی تفصیل اوپر ہو چکی ہے ہاں کچے گوشت کے کھانے سے کفارہ لازم ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ سترانہ ہو، علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں کہ میں نے کسی فقیہ کا اس میں اختلاف نہیں دیکھا، باوجودیکہ کچے گوشت سے سليم الطبع انسان کی طبیعت نفرت کرتی ہے۔ شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ گوشت میں غذا بیت کا رخصہ بہت بڑھا ہوا ہے، جماع میں عورت کے قابل جماع ہونے کی شرط اس لئے کی گئی کہ ناقابل جماع عورت سے جماع کرنے میں کفارہ نہیں ہوتا۔

ناقابل جماع عورت کی تشریح ہم پہلی جلد میں کر چکے ہیں ہاں عورت کے لئے مرد کا بانغ ہونا شرط نہیں تھی کہ اگر کوئی عورت کسی نابالغ بچے یا مجنون سے جماع کرے تب بھی اس کو قضا اور کفارہ دونوں کا حکم دیا جائے گا۔ (رد المحتار)

جماع میں عورت اور مرد دونوں کا عاقل ہونا شرط نہیں، حتیٰ کہ اگر ایک مجنون ہو اور دوسرا عاقل تو عاقل پر کفارہ لازم ہوگا مثلاً مرد عاقل ہو اور عورت مجنون تو مرد پر بالعکس، تو عورت پر۔ (۲۳) کوئی ایسا فعل کرنے کے بعد جس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور نہ اس میں روزے کے فاسد ہوجانے کی کوئی ظاہری صورت معلوم ہوتی ہو اور نہ اس فعل کا مقصد صوم ہونا اس کو کسی عالم کے فتوے یا حدیث سے معلوم ہوا ہو بلکہ صرف اپنے خیال میں یہ سمجھ کر کہ روزہ فاسد ہو گیا عمار روزے کو فاسد کر ڈالا۔ مثال بچنے لگائے یا قصدے یا سرمہ لگایا یا کسی عورت کو لپٹایا یا بوسہ لیا یا کسی مردہ یا جانور سے جماع کیا مگر منی کا خروج نہیں ہونے پایا اور بعد ان افعال کے یہ سمجھ کر کہ میرا روزہ جاتا رہا عمار روزے کو فاسد کر ڈالا۔

مذکورہ بالا قیود کے فوائد: اگر کوئی ایسا فعل کرے جس میں روزے کے فاسد ہوجانے کی ظاہری صورت معلوم ہوتی ہو جیسے کسی نے روزے میں کچھ کھاپی لیا یا جماع کر لیا یا احتلام ہو گیا یا کسی عورت کے دیکھنے یا تصور کرنے سے منی خارج ہو گئی یا بے اختیار تھے ہو گئی اور ان افعال کے بعد مسئلہ نہ معلوم ہونے کے سبب سے اس نے یہ سمجھا کہ میرا روزہ جاتا رہا اور کچھ کھاپی لیا تو چونکہ ان افعال میں ظاہری صورت فساد صوم کی موجود ہے اس لئے اس پر کفارہ لازم نہ ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی عالم سے فتویٰ پوچھا اور اس نے فتویٰ دیدیا کہ اس فعل سے تمہارا روزہ جاتا رہا اور بعد اس فتوے کے اس نے عمار روزے کو فاسد کر دیا اس صورت میں گو اس عالم کا فتویٰ غلط بھی ہو تب بھی کفارہ لازم نہ ہوگا۔ بشرطیکہ وہ عالم اس شہر کے لوگوں میں معتد اور معتبر ہو لوگ اس سے فتویٰ پوچھتے ہوں، اس لئے کہ حسب تصریح محققین جاہل پر اپنے شہر کے عالم کی تقلید واجب ہے گو وہ کسی مذہب کا ہو، شافعی یا حنفی یا مالکی یا حنبلی۔

اسی طرح اگر کسی حدیث کے سننے سے اس فعل کا مقصد صوم ہونا اسے معلوم ہوا ہو اور اس وجہ سے اس نے عمار روزے کو فاسد کر دیا ہو تب بھی کفارہ لازم نہ ہوگا اگرچہ وہ حدیث صحیح نہ ہو یا اس کا مطلب اس نے غلط سمجھا ہو۔

حاصل۔ یہ کہ جب کسی شہر سے روزہ فاسد کیا جائے گا تو کفارہ واجب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ کفارہ ایک قسم کی سزا ہے اور سزا کا مستحق وہی شخص ہوتا ہے جو

جلد سوم
 دیدہ و دانستہ خلاف درزی کرے ہاں اگر منقہ کا غلط فتویٰ یا وہ غیر صحیح حدیث یا صحیح حدیث کا وہ غلط مطلب جو اس نے سمجھا ہے اجماع کے خلاف ہوگا تو پھر اس فتوے وغیرہ کا اعتبار نہ کیا جائے گا اور اس صورت میں عہد روزہ فاسد کرنے سے تہا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔
 (فتح القدر)

مثال۔ (۱) کسی شخص نے غیبت کی یا سر میں تیل لگا یا بعد اس کے کسی عالم سے مسئلہ پوچھا اور اس نے روزہ فاسد ہو جانے کا فتویٰ دید یا یا غیبت سے روزہ فاسد ہو جانے کی غیر صحیح حدیث سن کر روزے کو فاسد کر ڈالا (۲) کسی شخص نے بچنے لگائے اور کسی عالم سے مسئلہ پوچھا اور روزہ فاسد ہو جانے کا فتویٰ دید یا اس نے حدیث صحیحہ افطر الحاجم والمحجوم کا غلط مطلب سمجھ کر روزہ فاسد کر ڈالا، تو ان صورتوں میں چونکہ یہ فتویٰ اور غیر صحیح یا حدیث صحیح کا غلط مطلب مخالف اجماع ہے۔ لہذا کفارہ لازم ہوگا۔

وہ صورتیں جن میں روزہ فاسد نہیں ہوتا

روزہ جس چیزوں سے فاسد نہیں ہوتا ان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کے کرنے میں کسی قسم کی کراہت بھی نہیں دوسرے وہ جن کے کرنے میں کراہت ہے۔

عہ یہ حکم اللہ کے حقوق میں ہے۔ بندوں کے حقوق تلف کرنے سے تو ہر حال میں اس کو سیاست سازدی جائے گی گو اس کو مقصود خلاف درزی نہ ہو ۱۲۔

عہ غیبت سے روزہ فاسد ہو جانے کی جس قدر حدیثیں ہیں ان میں کوئی صحیح نہیں جیسا کہ علامہ محقق نے فتح القدر میں لکھا ہے۔ تمام علماء کا اجماع ہے کہ اس حدیث کا ظاہری مطلب مراد نہیں ہے۔ بلکہ جیسے اوابل من ہرنا نقل افطر الصائمین ظاہری مطلب مراد نہیں ہے کہ جہاں غروب آفتاب ہوا تو روزہ افطار ہو جاتا ہے خواہ روزہ دار افطار کرے یا نہ کرے بلکہ یہ مطلب ہے کہ غروب آفتاب کے بعد روزہ کے افطار کا وقت آجاتا ہے اسی طرح اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بچنے لگانے سے ضعف ہو جائے گا جو روزہ رکھنے سے معذور کر دے گا اور اس کو مجوزاً افطار کرنا پڑے گا اور اگر اس نے اپنے اوپر جبر کیا اور روزہ فاسد کیا تب بھی روزہ مکروہ ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روزہ کا ثواب اس کو نہیں ملتا اور جب ثواب نہ ملتا تو روزے کا رکھنا اور نہ رکھنا ہمارے تو کو با اس سے روزہ افطار کرنا یعنی فاسد کر ڈالا ۱۲۔

پہلی قسم پر یعنی جن چیزوں سے روزہ فاسد نہیں ہوتا نہ کسی قسم کی کراہت آتی ہے۔

(۱) کسی شخص کو روزے کا خیال نہ رہا اور اس وجہ سے اس نے کچھ کھا پی لیا یا جماع کر لیا تو روزہ فاسد نہ ہو گا خواہ فرض ہو یا نفل روزے کی نیت کر چکنے کے بعد کھائے پئے اس سے پہلے بشرطیکہ کسی شخص نے اس کو یاد نہ دلایا ہو ایسی حالت میں دوسرے لوگوں پر واجب ہے کہ اس کو یاد دلائیں بشرطیکہ اس میں روزہ رکھنے کی قوت ہو یا اگر اس میں قوت نہ ہو تو پھر یاد دلانا کچھ مزوری نہیں۔

(۲) کسی شخص کے حلق میں بے قصد و اختیار حکمی یا دسواں یا غبار چلا جائے بخلاف اس کے اگر قصداً کوئی شخص ان چیزوں کو اپنے جوف میں داخل کرے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

(۳) سر یا بدن میں تیل لٹنا، سرمہ لگانا، روزہ فاسد نہ ہو گا اگرچہ تیل یا سرمہ کا اثر حلق میں محسوس ہو مثلاً سرمہ کی سیاہی تھوک میں نکلے۔

(۵) بچے لگانا ہاں اگر نصف کا خیال ہو تو مکروہ ہے جیسا کہ دوسری قسم میں بیان ہو گا۔

(۶) سونے کی حالت میں منی کا خارج ہونا جس کو احتلام کہتے ہیں اگرچہ بغیر غسل کے ہونے روزہ رکھے اعلیٰ نے کہ صوم میں طہارت شرط نہیں۔

(۷) کسی عورت یا اس کا خاص حصہ دیکھنے سے یا صرف کسی بات کا خیال دل میں کرنے سے منی خارج ہو جائے۔ (بحر الرایق - رد المحتار)

(۸) کسی جانور کے خاص یا مشترک حصہ کو چھونا اگرچہ انزال بھی ہو جائے تب بھی مفسد نہیں۔

(۹) جماع یا لواطت کے سوا اور کسی ایسے فعل کا مرتکب ہونا جس سے عادتاً خروج منی ہو جاتا

ہو بشرطیکہ منی خارج ہوتی ہو۔ مثال (۱) جلق (۲) کسی عورت وغیرہ کی ناف وغیرہ سے

مباشرت کرنا (۳) کسی جانور یا مردے کے خاص یا مشترک حصہ میں اپنے خاص حصہ کا داخل کرنا

(۱۰) عورتوں کا باہم مباشرت کرنا جس کو عام لوگ معچٹھی لگانا کہتے ہیں۔ ان سب صورتوں میں

اگر منی خارج نہ ہوگی تو روزہ فاسد نہ ہو گا اور اگر منی خارج ہو جائے گی تو روزہ فاسد ہو جائے گا

اور صرف اقضا واجب ہو جائے گی۔

(۱۰) مرد کا اپنے خاص حصہ کے سوراخ میں کوئی چیز مثل تیل یا پانی کے ڈالنا خواہ پککاری کے ذریعہ سے یا اسی طرح یا سلامی وغیرہ کا داخل کرنا اگرچہ یہ چیزیں مثلاً تک پہنچ جائیں تب بھی روزہ فاسد نہ ہوگا اس لئے کہ مثلاً نہ جوف سے خارج ہے۔ (ردالمحتار)

(۱۱) کوئی لکڑی وغیرہ یا خشک انگلی کوئی شخص اپنے مشترک حصہ میں یا عورت اپنے خاص حصہ میں داخل کرے بشرطیکہ پوری لکڑی اندر نہ غائب ہو جائے ورنہ روزہ فاسد ہو جائے گا یہی حکم ہے، اگر کوئی عورت اپنے خاص حصہ میں روئی رکھے کہ اگر سب اندر غائب ہو جائے گی تو روزہ فاسد ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

(۱۲) کسی شخص نے بہ سبب اس کے کہ اس کو روزے کا خیال نہیں رہا یا رات باقی سمجھ کر جامع شروع کر دیا یا کچھ کھانے پینے لگا اور بعد اس کے جیسے ہی روزے کا خیال آگیا یا گمان کی غلطی معلوم ہوئی فوراً علیحدہ ہو گیا یا لقمہ کو منہ سے پھینک دیا اگرچہ بعد علیحدہ ہو جانے کے منی بھی خارج ہو جائے تب بھی روزہ فاسد نہ ہوگا اور یہ انزالی احتلام کے حکم میں ہوگا۔

(۱۳) کھلی کرنے کے بعد پانی کی تری جو منہ میں باقی رہ جاتی ہے۔ اس کو نکل جانا اگر اس میں یہ شرط ہے کہ کھلی کرنے کے بعد ایک یا دو مرتبہ تھوک منہ سے نکال دیا جائے اس لئے کہ کھلی کرنے کے بعد کچھ پانی باقی رہ جاتا ہے! ہاں دو ایک مرتبہ تھوک دینے کے بعد پھر پانی نہیں رہ جاتا اس کی خیف تری رہ جاتی ہے۔

(۱۴) کان میں پانی کے خود بخود چلے جانے یا قصداً ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، بخلاف تیل کے کہ اس کے ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے بشرطیکہ تیل جوف میں داخل ہو جائے۔

(۱۵) کوئی چیز جو غذا وغیرہ کی قسم سے دانتوں کے درمیان میں باقی رہ گئی ہو اس کا نکل جانا بشرطیکہ وہ چنے کی مقدار سے کم ہو اور منہ سے باہر نکال کر نہ کھائی جائے۔

عہ مرض سوزاک میں اور سنگ مثلاً وغیرہ میں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔

عہ جن عورتوں کو استقاضہ یا خرویدہ رطوبت کی شکایت ہوتی ہے ان کو اس کی ضرورت پڑتی ہے ۱۲۔

سہ یہ واقعہ پان کھانے والوں کو اکثر پیش آتا ہے کہ دلی کا چھوٹا ٹکڑا کبھی دانتوں کے درمیان میں رہ جاتا ہے اور وہ دن میں نکلتا ہے بعض ناواقف سمجھتے ہیں کہ ہمارا روزہ فاسد ہو گیا حالانکہ چنے سے کم ہو اور بے مہ سے باہر

نکالے ہوتے نکل لیا جائے تب بھی روزہ فاسد نہ ہوگا ۱۳۔

(۱۳) کسی کے دانتوں سے یا منہ کے اندرونی اور کسی جز سے خون نکلے اور حلق میں چلا جائے بشرطیکہ پیٹ تک نہ پہنچے یا پیچے جائے مگر تھوک ساتھ مخلوط ہو کر اور تھوک سے کم۔

(۱۴) کسی شخص کے رخم رگا اور نیزہ یا تیر جو ف تک پہنچ گیا خواہ تیر کی گالسی وغیرہ جو ف میں رہ جائے بہر حال روزہ فاسد نہ ہوگا۔

(۱۵) بے اختیار تہ ہو جانا خواہ کسی قدر ہو منہ بھر کر یا اس سے زیادہ۔

(۱۶) تہ ہونے کی حالت میں بے اختیاری سے کچھ حصہ اس کا حلق سے نیچے اتر جائے اگرچہ وہ تہ منہ بھر کر ہو۔

(۱۷) اگر کوئی شخص تصدق کرے تو اگر منہ بھر کر نہ ہوگی تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔

(۱۸) جو تہ عمدی کی جائے اور منہ بھر کر نہ ہو وہ اگر بے اختیار حلق کے نیچے اتر جائے تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر کوئی تصدق نکل جائے تب بھی صحیح یہ ہے کہ روزہ فاسد نہ ہوگا (رد المحتار)۔
(۱۹) کسی شخص کی ناک میں بلغم آجائے اور وہ اس کو چڑھا جائے یہاں تک کہ حلق کے نیچے اتر جائے جیسا کہ اکثر بے تمیز اور کثیف الطبع لوگ کرتے ہیں۔

(۲۰) کسی کے منہ سے لعاب نکلے اور وہ مثل تالکے ٹک کر ذوقن تک پہنچ جائے اور اس لعاب کو پھر وہ اوپر کھینچ کر نکل جائے۔

(۲۱) کسی خوشبو کی چیز کا مثل پھول یا عطر وغیرہ کے سونگھنا بخلاف ایسی چیز کے سونگھنے کے جن سے بخارات اٹھ رہے ہوں۔

(۲۲) مسواک کرنا اگرچہ بعد زوال کے ہوتاری لکڑی سے یا خشک سے۔

(۲۳) گرمی وغیرہ کے سبب سے کلی کرنا یا ناک میں پانی لینا یا منہ بھر پانی ڈالنا یا کپڑا پانی سے تر کر کے بدن پر ڈالنا۔ (رد مختار وغیرہ)

عہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک جبکہ بلغم وغیرہ کے تھوک نینے پر قادر ہو اور نکل جائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔
عہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بعد زوال کے مسواک کرنا مکروہ ہے۔

عہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ پیاس یا گرمی کی شدت سے صوم کی حالت میں اپنے سر پر پانی ڈالا تھا (ابوداؤد) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کپڑے کو تر فرما کر اپنے بدن پر پیٹ لیتے تھے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ افعال مکروہ ہیں مگر تنوی ان کے قول پر نہیں (رد المحتار)۔

دوسری قسم۔ یعنی وہ چیزیں جن کے ارتکاب سے روزہ فاسد تو نہیں ہوتا، مگر مکروہ ہو جاتا ہے علامہ محمد بن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں کہ بظاہر ان سب چیزوں کی کراہت تنزیہی ہے۔

(۱) کسی چیز کا مزہ چکھنا یا اس کو چبانا مکروہ تنزیہی ہے۔ بشرطیکہ کسی عذر کے سبب سے نہ ہو عذر کی مثال۔ (۱) کوئی عورت یا لونڈی اپنے شوہر یا آقا کے لئے کھانا پکاتی ہو اور اس کی بد مزاجی سے یہ خوف ہو کہ اگر نیک درست نہ ہوگا تو وہ ناخوش ہوگا (۲) کوئی چیز بازار سے ایسی خریدی جائے کہ بے حکمے ہوتے لینے میں اس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو اور اس چیز کا لینا بھی ضروری ہو اور کوئی دوسری صورت اس نقصان سے بچنے کی نہ ہو۔ (۳) کوئی چھوٹا بچہ بھوکا ہو اور بے اس کے کہ کوئی چیز منہ سے اس کو چبا کر دی جائے اور کچھ نہ کھاتا ہو اور وہاں کوئی شخص بے روزہ نہ ہو۔

(۲) عورت سے بوسہ لینا اور بغل گیر ہونا مکروہ ہے بشرطیکہ انزال کا خوف ہو یا اپنے نفس کے بے اختیار ہو جائے کا اور اس حالت میں جماع کر لینے کا اندیشہ ہو، اگر یہ خوف و اندیشہ نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔

(۳) کسی عورت وغیرہ کے ہونٹ کا منہ میں لینا اور مباشرت فاحشہ ہر حال میں مکروہ ہے خواہ انزال یا جماع کا خوف ہو یا نہیں۔ (ردالمحتار)

(۴) حالت صوم میں کوئی ایسا فعل کرنا جس سے ضعف کا خیال ہو کہ اخیر نتیجہ اس کا یہاں تک پہنچے کہ اس کو روزہ توڑ ڈالنا پڑے مکروہ ہے۔

اگر کوئی شخص کوئی پیشہ ایسا کرتا ہو جس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ غریب محتاج ہو کہ اگر وہ اس پیشے کو چھوڑے تو بظاہر کوئی سامان کھانے پینے کا نہ ہو اور اس پیشے

عہ عورتیں اکثر کوندہ وغیرہ چبا کر اپنے دانتوں کو صاف کیا کرتی ہیں اس کا بھی یہی حکم ہے ۱۲۔

عہ یعنی فقہاء کے نزدیک اس کی کراہت صرف فرض روزوں کے ساتھ خاص ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں ہو روزہ اس سے مکروہ ہو جاتا ہے۔ ۱۲۔ (ردالمحتار)

سہ ابوداؤد میں بہ سند صحیح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک بوڑھے آدمی کو ان افعال کی

اجازت دی اور جوان کو ممانعت فرمائی، معلوم ہوا کہ وہ ممانعت خوف شہوت ہے ۱۲۔

کے سوا کوئی دوسرا پیشہ جانتا ہی نہ ہو اور اگر کسی شخص کا خود ذاتی کام ہو اور وہ اتنی قدرت رکھتا ہو کہ دوسرے کو نوکر رکھ کر کام کرائے مگر مزدوری دستور سے زائد مانگتا ہو تب بھی اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اگر ایسا غریب بھی نہیں یا کوئی دوسرا پیشہ بھی جانتا ہے۔ مگر رمضان کے آنے سے پہلے کسی پیٹے کا ٹھیکہ لے چکا اور اب ٹھیکیدار ٹھیکہ توڑنے پر راضی نہیں ہوتا تب بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

معدورین کے احکام

رونسے کے عذر ہم اوپر بیان کر چکے ہیں جن کی حالت میں شریعت قاسمے روزہ نہ رکھنے کی اجازت عطا فرماتی ہے اب یہاں ہم ان عذروں کے تفصیلی حالات بیان کرتے ہیں جس کا وعدہ اوپر کر چکے ہیں، ان عذروں کو صاحب تنویر الابصار نے پانچ پر ختم کر دیا ہے، صاحب در مختار نے چار اور بڑھائے ہیں، علامہ شامی نے ان کو نہایت خوش اسلوبی سے اپنے اشعار میں نظم فرمایا ہے۔

وَمَا سَرَّهِنَّ الصَّوْمَ الَّتِي قَلَّ يَنْتَفِ
لِلْمَرْءِ نِيْمًا الْفَطْرَ قَسْمَ تَسْتَطِر
حَمْلٍ وَاسْرَ صِنَاعٍ وَاكْرَاهٍ سَفَرٍ
مَرَضٍ جَهَادٍ جُوعَةٍ عَطَشٍ كَبِيرٍ

ہم نے جنون اور بیہوشی کو اس پر اضافہ کر دیا اس لئے کہ ان دونوں سے بھی خالی ہونا شرط صحت ہے۔ پس کل عذر بارہ ہوتے۔ اب ان کے احکام نیچے۔

سفر خواہ جائز ہو یا ناجائز بے مشقت ہو جیسے ریل کا یا با مشقت جیسے پیادہ پا گھوڑے وغیرہ کی سواری پر ہر حال میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے، مگر بے مشقت سفر میں مستحب یہی ہے کہ روزہ رکھ لے، ہاں اگر چند لوگ اس کے ہمراہ ہوں اور وہ روزہ نہ رکھیں اور تنہا اس کے روزہ نہ رکھنے میں کھانے وغیرہ کے انتظام میں ان لوگوں کو تکلیف ہو تو پھر گو مشقت بھی نہ ہو تب بھی نہ رکھے۔

عہ ترجمہ وہ چیزیں جو صوم میں عارض ہوتی ہیں جن میں آدمی کو روزہ نہ رکھنا معاف کر دیا جاتا ہے۔ توہیں جو کبھی جاتی ہیں جمل اور رضائخ اور اگر آہ اور سفر اور مرض اور جہاد اور کھوکھ اور پیاس اور بڑھاپا ۱۴۔ عہ سفر میں اس کی تعریف اور تجدید جلد دوم کے مقدمہ میں بیان ہو چکی اور جائز ناجائز کی مثالیں گدر چکی ہیں۔

اگر کوئی مقیم رمضان میں بعد نیت صوم کے سفر کرے تو اس پر اس دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے۔ لیکن اگر اس روزے کو فاسد کر دے تو کفارہ نہ ہوگا، اسی طرح اگر کوئی مسافر قبل نصف نهار کے مقیم ہو جائے اور ابھی تک کوئی فعل منافی صوم کے مثل کھانے پینے وغیرہ کے اس سے صادر نہ ہوا ہو تو اس کو بھی روزہ رکھنا ضروری ہے۔ لیکن اگر فاسد کر دے تو کفارہ نہ دینا پڑے گا۔ (بحر الرائق)

اگر کوئی مسافر کسی مقام میں کچھ دنوں ٹھہرنے کا ارادہ کرے گو پندرہ دن سے کم کی نیت کی ہو پھر بھی جتنے دنوں وہاں ٹھہرنے تو اس کو ان دنوں میں روزہ نہ رکھنا مکروہ ہے (ردالمحتار)۔
اگر کوئی مقیم بعد نیت صوم کے مسافر بن جائے اور تھوڑی دور جا کر کسی بھولی ہوئی چیز کے لینے کو اپنے مکان واپس آئے اور وہاں بیچ کر روزے کو فاسد کر دے تو اس کو کفارہ دینا ہوگا، اس لئے کہ اس پر اس وقت مسافر کا اطلاق نہ تھا گو وہ ٹھہرنے کی نیت سے نہ گیا تھا اور نہ وہاں ٹھہرا۔

صل = حاملہ عورت کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے بشرطیکہ اپنی یا اپنے بچے کی مضرت کا گمان غالب ہو، خواہ وہ گمان اس کا واقع کے مطابق نکلے یا نہیں؛ اگر کسی عورت کو بعد نیت صوم کے اپنے حاملہ ہونے کا علم ہوا تب بھی اس کو روزے کا فاسد کر دینا جائز ہے، صرف تفسا لازم ہوگی۔
ارضاع - یعنی دودھ پلانا جس عورت کے متعلق کسی بچے کا دودھ پلانا ہو خواہ وہ بچہ اسی کا ہو یا کسی دوسرے کا باجرت پلاتی ہو یا مفت بشرطیکہ بچے کی مضرت کا گمان غالب ہو، جیسا کہ اکثر مشاہدہ کیا گیا ہے کہ حالت صوم میں دودھ خشک ہو جاتا ہے، بچہ بھوک کے سبب سے تڑپتا ہے اور کچھ حیات بھی دودھ میں آجاتی ہے۔ وہ بھی بچہ کو نقصان کرتی ہے، اہاں اگر مفت دودھ پلاتی ہو اور کوئی دوسرا دودھ پلانے والا مل جائے اور وہ بچہ بھی اس سے پینے پر راضی ہو جائے تو پھر ایسی حالت میں اس کو روزہ نہ رکھنا جائز نہیں، بعض بچوں کو عادت ہوتی ہے کہ ہر شخص کا دودھ نہیں پیتے، جس سے طبیعت بالوس ہو جاتی ہے اس کے سوا دوسرے کی طرف التفاسح نہیں کرتے، اگرچہ بھوک سے مر جائیں (ردالمحتار)۔
جس دانی لے کہ عین رمضان کے دن دودھ پلانے کی لڑکھی کی ہو اس کو اس دن بھی روزہ

علم بعض فقہانے مثل علامہ صدرا شریعت کے دانی کے لئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت میں یہ شرط کی ہے کہ اس نے رمضان (باقی صفحہ ۲۱۵ پر)

نہ رکھنا جائز ہے گو اس سے پہلے صوم کی نیت کر چکی ہو۔

مرض = اگر روزہ رکھنے سے کسی نئے مرض کے پیدا ہو جانے یا مرض موجودہ بڑھ جائے کا خوف ہو یا گمان ہو کہ صحت دیر میں حاصل ہوگی تو اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے بشرطیکہ ان سب چیزوں کا گمان غالب ہو صرف وہم و خیال پر فرض روزے کا ترک کر دینا جائز نہیں، گمان غالب کی مثال ہم دے چکے ہیں۔

بعد روزے کی نیت کر لینے کے اگر کوئی مرض پیدا ہو جائے مثلاً کسی کو سانپ بچھو کاٹ سے یا بخار چڑھ آئے یا درد سر ہونے لگے تو اس کو اس دن کا روزہ رکھنا بھی ضروری نہیں بلکہ اس کا فاسد کر دینا بہتر ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا مرض ہو کہ جس میں اس نے خود اپنے کو مبتلا کیا ہو تو پھر روزہ نہ رکھنے یا رکھے ہوئے روزے کو فاسد کر دینے کی اجازت نہیں، مثلاً کسی ایسی دوا یا غذا کا استعمال کرے جس سے کوئی مرض پیدا ہو جائے اور اس دوا کا یہ اثر جانتا ہے ضعف ایسا کہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو خواہ ضعیف بڑھاپے کے سبب سے ہو یا بیماری کے اور خواہ پھر قوت آنے کی امید ہو یا نہ ہو فرق یہ ہے کہ جو ضعف بڑھاپے کے سبب سے ہو گا یا ایسی بیماری کے کہ جس میں صحت کی امید بالکل زریہی ہو ایسے ضعف کے سبب سے جو روزہ قضا ہو گا اس کے ہر روزے کے عوض میں ایک فدیہ یعنی ایک مقدار صدقہ فطر کی واجب ہوگی، خواہ اسی وقت دیدے یا کچھ دنوں کے بعد اکسرا کہ یعنی مجبور کیا جانا، جو شخص روزہ نہ رکھنے پر مجبور کیا جائے اس کو بھی شریعت نے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔ بشرطیکہ جان سے مار ڈالنے یا کسی عضو کے کاٹ لینے یا ضرب شدید کا خوف اس کو دلا یا جاتے اگر ان چیزوں کا خوف اس کو نہ دلا یا جاتے، بلکہ اس سے کہا جائے کہ اگر تم روزہ رکھو گے تو تم کو قید کر دیں گے یا ایک دو طمانچے ماریں گے یا شراب پلائیں گے یا سوز کا گوشت کھلائیں گے تو ان

رقبہ حاشیہ ص ۱۱۴ سے آگے سے پہلے نوکری کی ہو رمضان کے بعد اگر نوکری کرے تو پھر اس کو اجابت نہیں اس سے نوکری ہی کیوں کی مگر یہ اکثر متفقین فقہاء کے خلاف ہے۔ ۱۲ (رد المحتار)

عہ اکثر فقہانے اس مقام پر صرف بڑھاپے کو ذکر کیا ہے۔ بیماری کے ضعف کو نہیں لکھا مگر علامہ شامی نے تہائی سے نقل کیا ہے کہ ایسی بیماری کے ضعف سے جس میں صحت کی امید ہو چکی ہو اگر روزہ نہ رکھا جائے تو کفارہ لازم نہ ہوگا۔ بجز المراقب میں اور بھی تعبیر کی ہے کہ جب کسی کو ایسا فذلحق ہو جائے جس سے نجات کی امید نہ ہو تو ہر روزے کے عوض میں فدیہ دینا چاہیے ۱۲۔

صورتوں میں اس کو روزہ نہ رکھنا جائز نہیں اس لئے کہ تمہارے گوشت خراب وغیرہ بوقت ضرورت حلال ہیں۔ (رد المحتار)

خوف ہلاک یا نقصان عقل۔ جس شخص کو کسی مشقت یا محنت کی وجہ سے روزہ رکھنے میں اپنی جان کے ہلاک ہو جانے یا عقل میں فتور آجانے کا خیال ہو اس کو بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے اگرچہ بعضوں کی نیت کر لینے کے کوئی ایسی صورت پیش آجائے تب بھی اس دن کا روزہ فاسد کرنا اس کے اختیار میں ہے صرف قضا اس کے ذمہ ہوگی۔ مثال: (۱) گرمیوں کے زمانے میں بعضوں کی نیت کرنے کے بعد کسی شخص کو دھوپ میں کچھ کام کرنا پڑا جو اسے دوسرے کے مجھد کرنے سے یا اپنی ضرورت سے۔

جہاد۔ اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ رمضان میں کسی دشمن دین سے لڑنا پڑے گا اور اگر روزہ رکھے گا تو لڑائی میں نقصان آئے گا اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

اگر بعد نیت کر لینے کے ایسا واقعہ پیش آجائے تو اس کو اس روزہ کے فاسد کر دینے کا اختیار ہے کفارہ نہ دینا پڑے گا۔

بھوک۔ جس شخص کو بھوک کا اس قدر غلبہ ہو کہ اگر کچھ نہ کھائے تو جان جاتی رہے یا عقل میں فتور آجائے، اس کو بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے، بعد نیت کر لینے کے اگر ایسی حالت پیدا ہو جائے تب بھی اس کو اختیار ہے فاسد کر دے گا تو کفارہ لازم نہ ہوگا صرف قضا واجب ہوگی۔ پیاس کی شدت میں بھی روزہ نہ رکھنا یا رکھے ہوئے روزے کا فاسد کر دینا جائز ہے بشرطیکہ پیاس اسی درجہ کی ہو جس درجہ کی بھوک میں شرط کی گئی۔

بیہوشی۔ بیہوشی کی حالت میں بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے، مگر ان روزوں کی قضا اس پر لازم ہوگی، گو یہ بیہوشی رمضان بھر رہے۔

جس دن یا جس دن کی رات میں بیہوشی پیدا ہوئی ہو اس دن کے سوا باقی تمام دنوں کی قضا ضروری ہوگی، اس خیال سے کہ اس دن اس نے روزے کی نیت ضرور کی ہوگی اور کوئی امر منعد صوم اس سے ظہور میں نہیں آیا پس وہ دن اس کا صوم میں شمار ہوگا، ہاں اگر وہ شخص صوم سے معذور تھا تو یہ سمجھ کر کہ اس نے نیت نہ کی ہوگی وہ دن صوم میں شمار نہ ہوگا اور اس دن کی قضا

۱۶ ایک ماہ کامل بیہوشی کا رہنا اگرچہ ممکن نہیں مگر احتیاطاً ایک صورت فرض کر کے اس کا حکم لکھ دیا گیا۔ ۱۶

اس پر لازم ہوگی۔ اور اگر اس کو اپنے نیت کرنے یا نہ کرنے کا حال معلوم ہو تو پھر اپنے علم کے موافق عمل کرے، اگر نیت کرنے کا علم ہو تو اس دن کا روزہ قضا نہ کرے اور اگر نیت نہ کرنے کا علم ہو تو اس دن کا بھی روزہ قضا کرے۔

جنون کی حالت میں بھی روزہ نہ رکھنا معاف ہے۔ خواہ جنون عارضی ہو یا اصلی، اگر ایسا جنون ہو کہ رات میں کسی وقت افاقہ نہ ہوتا ہو اس زمانے کے روزوں کی قضا لازم نہ ہوگی اور اگر کسی وقت افاقہ ہو جاتا ہو خواہ رات کو یا دن کو تو پھر اس کی قضا کرنا پڑے گی۔

مذکورہ بالا اعذار میں سوا ضعف اور بیہوشی اور جنون کے تمام عذروں میں بعد ان کے زائل ہو جانے کے قضا ضروری ہے فدیہ دینا درست نہیں یعنی فدیہ دینے سے روزہ معاف نہ ہوگا اور اگر وہ لوگ حالت عذر میں مر جائیں تو ان پر فدیہ کی وصیت کر جانا بھی لازم نہیں اور وارثوں کو ان کی طرف سے فدیہ دینے کی کچھ ضرورت بھی نہیں۔ اگر بعد عذر کے زائل ہو جانے کے بے قضا رکھے ہوئے مر جائیں تو ان پر وصیت کر جانا ضروری ہے اور اگر ان کے وارث ان کی طرف سے بغیر وصیت کے احساناً فدیہ دے دیں تو ان کا گناہ معاف ہو جائے گا۔

ضعف کی حالت میں صرف فدیہ دینا ضروری ہے قضا نہیں۔

بیہوشی کے سبب سے جو روزے قضا ہوئے ان کی قضا ضروری ہے، ہاں روزہ اول کی قضا ضروری نہیں، بشرطیکہ اس دن کے نیت کرنے نہ کرنے کا حال معلوم نہ ہو یا نیت کرنے کا حال معلوم ہو۔ جنون کے سبب سے جو روزے قضا ہوئے ہوں ان میں نہ قضا کی ضرورت نہ فدیہ کی ہاں اگر کسی وقت افاقہ ہو جاتا ہو تو پھر اس دن کی قضا ضروری ہوگی۔

قضا اور کفارے کے مسائل

قضا کے روزوں کا علی الاطلاق رکھنا ضروری نہیں خواہ رمضان کے روزوں کی قضا ہو یا اور کسی قسم کے روزوں کی۔

قضا کے روزوں کا مٹا غنڈ زائل ہوتے ہی رکھنا بھی ضروری نہیں، اختیار ہے جیسے چاہے

عہ بعض فقہائے جنون کے اصلی ہونے کی شرط کی ہے مگر ظاہر روایت میں یہ شرط نہیں، اصلی جنون وہ ہے جو یونہی کے پہلے کا ہو۔ عارضی وہ جو یونہی کے بعد مارض ہو ۱۲۔

رکھے نماز کی طرح اس میں ترتیب بھی فرض نہیں ادا کے روزے بے قضا روزوں کے رکھے ہوتے رکھ سکتا ہے۔

کفارے کے روزے کئی قسم کے ہیں یہاں ہم صرف رمضان کے کفارے کو بیان کرتے ہیں ایک روزے کے کفارے میں ایک غلام آزاد کرنا چاہئے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو عدم استطاعت کے سبب سے یا اس مقام پر غلام نہ ملنے کی وجہ سے تو ساٹھ روزے رکھنا واجب ہے۔ اگر کسی وجہ سے ساٹھ روزے بھی نہ رکھ سکے تو ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانا واجب ہے ان ساٹھ روزوں کا علی الاطلاق رکھنا ضروری ہے۔ درمیان میں کوئی دن ناغہ نہ ہوتے پائے اور اگر کسی وجہ سے کوئی دن ناغہ ہو جائے تو پھر نئے سرے سے شروع کرنا ہوگا جس قدر روزے رکھ چکا ہے ان کا حساب نہ ہوگا، ہاں اگر کسی عورت کو حیض آجائے اور اس سبب سے درمیان کے روزے ناغہ ہو جائیں تو اس کا یہ ناغہ معاف ہوگا اور بعد حیض کے صرف اسی قدر روزے رکھنا ضروری ہوں گے جتنے باقی رہ گئے ہیں، بہتر یہ ہے کہ پہلے قضا کے روزے رکھے جائیں۔ اس کے بعد علی الاطلاق کفارے کے روزے اگر کوئی پہلے کفارے کے روزے رکھے، اس کے بعد قضا کے روزے رکھے یا قضا کا روزہ رکھنے کے بعد کفارے کے روزے اتب بھی جائز ہے، سما جماع کے اور کسی سبب سے اگر کفارہ واجب ہوا اور ایک کفارہ ادا نہ کرنے پایا ہو کہ دوسرا واجب ہو جائے تو ان دونوں کے لئے ایک ہی کفارہ کافی ہے، اگرچہ دونوں کفارے دو رمضان کے ہوں، ہاں جماع کے سبب سے جتنے روزے فاسد ہوئے ہوں، ہر ایک کا کفارہ علیحدہ رکھنا ہوگا، اگرچہ پہلے کفارہ نہ ادا کیا ہو۔

اگر کوئی شخص کفارے کے تینوں طریقوں پر قادر ہو یعنی غلام بھی آزاد کر سکتا ہو، ساٹھ روزے بھی رکھ سکتا ہو، ساٹھ محتاجوں کو کھانا بھی کھلا سکتا ہو تو جو طریقہ اس پر زیادہ شاق ہو اس کو اسی کا حکم دینا چاہئے اس لئے کہ کفارے سے مقصود زجر اور تنبیہ ہے اور جب شاق نہ ہو تو کچھ تنبیہ نہ ہوگی۔

صاحب بھرا رایتی لکھتے ہیں کہ اگر کسی بادشاہ پر کفارہ واجب ہوا ہو تو اس کو غلام کے آزاد کرنے یا ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانے کا حکم نہ دینا چاہئے۔ کیونکہ یہ چیزیں اس کے نزدیک کچھ دشوار نہیں ان سے کچھ بھی تنبیہ اس کو نہ ہوگی، بلکہ ساٹھ روزے رکھنے کا حکم دینا چاہئے کہ اس پر گراں گنہگار اور آئندہ پھر رمضان کے روزے کو اس طرح فاسد نہ کرے۔

روزے کے منفرد مسائل

(۱) جن لوگوں میں روزے کے میح ہونے اور واجب ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہوں اور کسی وجہ سے ان کا روزہ فاسد ہو گیا ہو ان پر واجب ہے کہ جس قدر دن باقی ہو اس میں کھانے پینے جماع وغیرہ سے اجتناب کریں اور اپنے کو روزہ داروں کے مشابہ بنائیں۔

مثال (۱) کسی نے عہد روزے کو فاسد کر دیا (۲) یوم شک میں روزہ نہ رکھا گیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دن رمضان کا تھا اور ۱۳ بجیاں رات باقی ہونے کے سحر کھائی گئی اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ رات نہ تھی۔ (۲) جس شخص میں دن کے اول وقت شرائط واجب یا صحت کے نہ پائے جاتے ہوں اور اس وجہ سے اس نے روزہ نہ رکھا ہو مگر بعد نصف نہار کے شرائط پائے جائیں تو اس کو مستحب ہے کہ جس قدر دن باقی رہ گیا ہو اس میں کھانے پینے وغیرہ سے اجتناب کرے۔

مثال (۱) کوئی مسافر بعد نصف نہار کے مقیم ہو جائے (۲) کسی عورت کا حیض یا نفاس بعد نصف نہار کے بند ہو جائے (۳) بعد نصف نہار کے کسی مجنون یا بیہوش کو افاقہ ہو جائے (۴) کوئی مریض بعد نصف نہار کے شفا پائے (۵) کسی شخص نے بحالت اکراہ روزہ فاسد کر دیا ہو اور بعد نصف نہار کے اس کی مجبوری جاتی رہے (۶) کوئی نابالغ بعد نصف نہار کے بالغ ہو جائے (۷) کوئی کافر بعد نصف نہار کے اسلام لائے ان سب لوگوں کو باقی دن میں مثل روزہ داروں کے کھانے پینے وغیرہ سے اجتناب کرنا مستحب ہے اور اس دن کی قضا ان پر ضروری ہوگی، سوانا بالغ اور کافر کے۔

(۳) جو نفل روزہ قصداً شروع کیا گیا ہو بعد شروع کر چکنے کے اس کا تمام کرنا ضروری ہے اور صورت فاسد ہو جانے کے اس کی قضا ضروری ہے خواہ قصداً فاسد کرے یا بے قصداً فاسد ہو جائے۔

(۴) حیض آنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے (ردالمحتار)

(۵) اگر عیدین یا ایام تشریق (۱۱-۱۲-۱۳ تا بیچ) میں کوئی شخص صوم کی نیت کرے تو اس صوم کا تمام کرنا اس پر ضروری نہ ہوگا اور در صورت فاسد ہو جانے کے اس کی قضا بھی لازم نہ ہوگی بلکہ اس کا فاسد کرنا واجب ہے! اس لئے کہ ان ایام میں روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۶) صحیح یہ ہے کہ نفل روزے کا بھی بغیر عذر کے انظار کرنا جائز نہیں ہاں اس قدر فرق ہے کہ نفل میں خفیف عذر کے سبب سے بھی انظار کرنا جائز ہے بخلاف فرض کے مثلاً روزہ دار کسی کی دعوت

کرے اور وہاں بغیر اس کی شرکت کے کھانا نہ کھائے یا رنجیدہ ہو جائے تو ایسی حالت میں اگر اس کو اپنے نفس پر کامل وثوق ہو کہ اس کی قضا رکھنے کا تو نفل روزہ توڑ دے ورنہ نہیں۔ (۷) عورت کو بے رضا مندی شوہر کے سوا رمضان کے روزوں کے اور کوئی روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر روزہ رکھ لینے کے بعد شوہر اس کے ناسد کر دینے کا حکم دے تو توڑ دینا ضروری ہے پھر اس کی قضا ہے اس کی اجازت کے نذر رکھے۔ (بجہ الرائق)

(۸) غلام بھلی عورت کے حکم میں ہے کہ بے اجازت اپنے آقا کے نفل روزہ رکھنا اس کو جائز نہیں۔ (۹) شوال کے چھ روزوں کا درمیان میں نفل دے دے کر رکھنا مستحب ہے اور اگر نفل نہ کیا جائے تب بھی جائز ہے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص ایام ممنوعہ کے روزوں کی نذر کرے یا یہ نذر کرے کہ میں پورے ایک سال کے روزے رکھوں گا تو اس کو چاہیے کہ ایام ممنوعہ کے روزے نذر رکھے، ہاں اس کے بدلے دوسرے دنوں میں رکھ لے اس لئے کہ نذر کا پورا کرنا واجب ہے نذر کے الفاظ چونکہ قسم کا احتمال بھی رکھتے ہیں یعنی جن الفاظ سے نذر کا مضمون ادا کیا جاتا ہے انہیں الفاظ سے قسم کا بھی مضمون ادا ہو سکتا ہے۔ اس لئے باعتبار نیت متکلم کے فقہائے اس کی صورتیں لکھی ہیں (۱) کچھ نیت نہ کرے (۲) صرف نذر کی نیت کرے (۳) نذر کے ہونے اور قسم کے نہ ہونے کی نیت کرے، ان تینوں صورتوں میں صرف نذر ہوگی (۴) قسم کے ہونے اور نذر کے نہ ہونے کی نیت کرے اس صورت میں صرف قسم ہوگی (۵) نذر اور قسم دونوں کی نیت کرے (۶) قسم کی نیت کرے نذر کا خیال ہی دل میں نہ آئے ان دو صورتوں میں نذر اور قسم دونوں ہوں گی۔

نذر اور قسم میں فرق یہ ہے کہ قسم کے روزوں کو اگر ناسد کر دے تو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر

عہد بعض فقہائے مثل صاحب در مختار کے اس مسئلہ میں تخصیص کی ہے کہ اگر شوہر کا کوئی نقصان ہو یعنی جماع میں اس کے نفل واقع ہوتا ہو تو اس کو منع کرنے کا اختیار ہے ورنہ نہیں، مثلاً بیمار ہو یا کہیں سفر میں مگر صاحب بجز الرائق نیز اور فقہائے اس میں تیمم کی ہے صاحب بجز الرائق نے یہ بھی کہا ہے کہ روزہ نہ رکھنے دینے کی فرض صرف جماع میں مختص نہیں روزہ سے بے لافری بدن میں آجاتی ہے ممکن ہے کہ اس سے محفوظ رکھنا بد نظر ہو علامہ شامی نے اس کا جواب دیا ہے کہ ایک روزے سے لافری نہیں آسکتی مگر چہ نہیں لکھا کہ آخِر کتے روزوں کے بعد لافری آتی ہے کہ شوہر کو منع کرنے کا اختیار ہوا اس لئے ہم کو صاحب بجز الرائق کا قول قواعد کے زیادہ مناسب معلوم ہوا اور اسی کو ہم نے اختیار کیا۔

عمر بھر نہ رکھے تو اس کے کنارے کی وصیت کر جانا اس پر ضروری ہے بخلاف نذر کے کہ اس کے روزوں کے نام نہ کرنے میں صرف قضا لازم ہوتی ہے کفارہ لازم نہیں ہوتا اور وصیت کرنا اس میں بھی ضروری ہے۔

را۱) اگر کوئی شخص کسی غیر مہینے کے روزوں کی نذر کرے اس پر تیس دن کے روز علی الاطلاق رکھنا واجب ہوں گے اور اگر اس مہینے میں ایام ممنوعہ آجائیں تو ان میں روزہ نہ رکھے اور پھر نئے سرے سے تیس روزے رکھے پہلے جس قدر روزے رکھ چکا ہے ان کا حساب نہ ہوگا (ردالمحتار وغیرہ)

نذر کی دو قسمیں ہیں معلق اور غیر معلق، معلق وہ نذر جس میں کسی شرط کا اعتبار کیا گیا ہو خواہ وہ شرط مقصود جیسے کوئی مریض کہے کہ اگر مجھ کو اس مرض سے صحت ہو جائے تو میں اتنے روزے رکھوں گا یا غیر مقصود جیسے کوئی کہے کہ اگر میں نماز نہ پڑھوں تو اس قدر روزے رکھوں گا، نذر غیر معلق کسی جگہ کے ساتھ خاص نہیں ہوتی اگرچہ متکلم تخصیص کرے۔

مثال (۱) کوئی شخص یہ نذر کرے کہ میں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا اور وہ دو شنبہ کے دن رکھ لے تب بھی نذر پوری ہو جائے گی (۲) کوئی شخص نذر کرے کہ میں کہ معظمہ میں روزے رکھوں گا اور وہ اپنے گھر ہی میں رکھ لے تب بھی جائز ہے، نذر غیر معلق کے روزوں میں البتہ اس شرط کی پابندی کرنا ہوگی، جس کا اس میں لحاظ کیا گیا ہو جو شخص یہ نذر کرے کہ میں اگر طلائی مقصد میں کامیاب ہو جاؤں تو اس قدر روزے رکھوں گا اور قبل کامیابی کے روزے رکھ لے تو درست نہیں، یعنی اس کی نذر پوری نہ ہوگی اور بعد کامیابی کے اس کو پھر روزے رکھنا ہوں گے نذر اور قسم کے احکام یہاں ہم نے بہت مختصر لکھے اس لیے کہ نذر اور قسم کے احکام انظار اللہ مستقل عنوان سے اپنے مقام پر ذکر کئے جائیں گے۔

اعتکاف کا بیان

اعتکاف کے معنی لغت میں کسی جگہ ٹھہرنا اور اصطلاح شریعت میں مسجد کے اندر ٹھہرنا ہے چونکہ اعتکاف رمضان کے اخیر عشرے میں سنت ماکوہ ہے گویا رمضان کا مہینہ اعتکاف ہی پر ختم کیا جاتا ہے اس مناسبت سے ہم صوم کا بیان اعتکاف کے ذکر پر ختم کرتے ہیں واللہ الموفق۔

یہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ رمضان کا مہینہ خاص کر عبادات کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ اسی

درجے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے میں بہ نسبت اور مہینوں کے عبادت کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے خصوصاً عشرہ اخیرہ میں اس مضمون کی ایک صحیح حدیث بالملاحظہ ہم نقل کر چکے ہیں اسی اخیر عشرے میں آپ اعتکاف بھی فرماتے تھے، عشرہ اخیرہ کی تخصیص کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر اکثر اسی عشرے میں ہوتی ہے جس کی نسبت قرآن مجید میں وارد ہوا ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس کے علاوہ یہ زمانہ مبارک کا اخیر ہوتا ہے اور قاعدے کی بات ہے کہ جب کوئی عزیز کہیں جانے لگتا ہے اور اس کے جلد واپس آنے کی امید نہیں ہوتی تو اس کے پاس زیادہ تر نشست و برخاست کی جاتی ہے اور اس کی دل جوئی اور رضا طلبی میں اور بھی زیادہ کوشش کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کے اخیر رمضان میں بیس دن اعتکاف فرمایا، آپ جانتے تھے کہ اب میری عمر آخر ہو چکی اور آئندہ سال میں یہ عزیز اور مبارک مہینہ مجھ کو نہ ملے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اعتکاف ایسا مرغوب تھا کہ ایک مرتبہ کسی مصلحت سے اخیر عشرہ میں اعتکاف نہ فرما سکے تو بجائے اس کے سوال میں دس دن اعتکاف فرمایا۔

اعتکاف کی حکمتیں علمائے بہت کچھ بیان کی ہیں۔ منجملہ اس کے یہ کہ جب مسجد میں رہے گا تو بڑی

عہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک لیلۃ القدر صرف رمضان میں ہوتی ہے مگر کسی عشرے اور کسی تاریخ کے ساتھ خاص نہیں کسی رمضان میں کسی تاریخ اور کسی میں کسی تاریخ اور جن احادیث سے کہ اس کا عشرہ اخیر میں ہونا معلوم ہوتا ہے ان احادیث کا جواب دیا گیا ہے کہ وہ صرف اسی رمضان کا حال ہے جس میں وہ صدیق ارشاد ہوئی۔ دالخمار چونکہ عشرہ اخیرہ کی نسبت احادیث بہت ہیں اس لئے اس میں اکثر جوئے کا انکار نہیں ہو سکتا ۴۲۲ عربی فتوحات میں لکھتے ہیں کہ رمضان کے ساتھ بھی مخصوص نہیں۔ ۱۲۔

عہ حق تعالیٰ نے آپ کو اس کی خبر دیدی تھی چنانچہ ایک مرتبہ اشارہ فرمایا تھا۔ پھر ایک بندے کو اللہ نے دنیا و آخرت میں اختیار دیا تو اس نے آخرت کو اختیار کر لیا۔ اس رمز کو حضرت ابو بکر صدیقؓ سمجھ گئے اور بہت روتے اور صحابہ نے تعجب بھی کیا کہ اس میں رونے کی کیا بات تھی اگر آپ کی وفات کے بعد سب کو معلوم ہو گیا کہ اس صریح میں آپ نے اپنا ہی حال بیان فرمایا تھا اس وقت حضرت تفسی فی فی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ابو بکر کو ہم سے زیادہ علم تھا صحیح بخاری سے وہ مصلحت پہنچی کہ ایک مرتبہ آپ کی اجازت سے ام المؤمنین حضرت رضی اللہ عنہا نے بھی مسجد میں اعتکاف کے لئے ایک خلیفہ کیا ان کو دیکھ کر ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے لئے ایک خلیفہ نصب کیا صحیح بخاری میں ہے کہ جب آپ نے یہ حال دیکھا تو فرمایا کہ تم لوگ کیا اس رسم میں اعتکاف کر لے کو اچھا سمجھتی ہو یہ کہہ کر آپ نے اعتکاف ترک کر دیا بخاری مقصود یہ تھا کہ عورتیں اس میں شہل نہ کریں۔ ۱۲۔

بات یہ ہوگی کہ ہر وقت کی نماز جماعت سے لے گی اور دوسرے اور لغویات سے بھی بچے گا جو مسجد میں نہیں ہو سکتے، مجھے سخت افسوس اور رنج ہوتا ہے جب یہ خیال کرتا ہوں کہ اعتکاف جیسی پسندیدہ عبادت اور مرغوب سنت اس زمانے میں یک قلم ترک ہو گئی مسلمانوں کی بڑی بڑی بستیوں میں بھی ایک آدمی اعتکاف کرنے والا نہیں ملتا افسوس کوئی اپنے نبی کی ایسی پسندیدہ سنت کو اس بے پروائی سے ترک کرتا ہے میرا افسوس اور بھی بڑھ جاتا ہے جب دیکھتا ہوں کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور مشرکین ہند کیسی کیسی سخت عبادتیں نہایت سرگرمی سے ادا کرتے ہیں، یہ مانا کہ اعتکاف سنت مؤکدہ عینیہ نہیں ہے۔ مگر کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ بالکل اسے ترک ہی کر دیا جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ ہر شخص اپنی دنیاوی ضرورتوں کو ترک کر دے اور ہمہ تن اعتکاف میں مشغول ہو جائے، نہیں جو لوگ بالکل بیکار رہتے ہیں وہ تو نہ ترک کریں عمر بھر میں بھی ایک آدمی دفعہ کر لیا کریں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ رمضان کے اخیر عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے، جہاں رمضان کا اخیر عشرہ آتا تو آپ کے لئے مسجد مقدس میں ایک جگہ مخصوص کر دی جاتی اور وہاں آپ کے لئے کوئی پردہ چٹائی وغیرہ کا ڈال دیا جاتا یا کوئی چھوٹا سا خیمہ نصب ہو جاتا اور بیویں تاریخ کو فجر کی نماز پڑھ کر آپ وہاں چلے جاتے تھے اور عید کا چاند دیکھ کر وہاں سے باہر تشریف لاتے تھے۔ اس درمیان میں آپ برابر وہیں اکل و شرب فرماتے، وہیں سوتے، آپ کی ازواج طاہرات میں جس کو آپ کی زیارت مقصود ہوتی، وہیں چلی جاتیں اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلی آتیں، بغیر کسی شدید ضرورت کے آپ وہاں سے باہر نہ تشریف لاتے، ایک مرتبہ آپ کو سر صاف کرنا مقصود تھا اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ایام معمول سے تھیں تو آپ نے اپنا سر مبارک کھڑکی سے باہر کر دیا اور ام المومنین نے مل کر صاف کر دیا (صحیح بخاری وغیرہ)

اعتکاف کے مسائل

(۱) اعتکاف کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔ (۱) مسجد میں ٹھہرنا خواہ اس مسجد میں پنج وقتی نمازیں عامہ بعض فقہانے مسجد جماعت کی شرط رکھی ہے۔ یعنی وہ مسجد میں امام اور مؤذن مقرر ہو، بعض نے یہ شرط کی ہے کہ اس میں پنج وقتی نمازیں ہوں، مگر صاحبین یعنی امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہر مسجد میں اعتکاف درست ہے۔ اسی کی اکثر علمائے تائید کی اور اس زمانے میں اسی پر فتویٰ ہے (در المختار)

ہوتی ہوں یا نہیں (۲) بہ نیت اعتکاف ٹھیرنا بے قصد دارا وہ ٹھیر جانے کو اعتکاف نہیں کہتے چونکہ نیت کے صحیح ہونے کے لئے نیت کرنے والے کا مسلمان اور عاقل ہونا شرط ہے لہذا عقل اور اسلام کا شرط ہونا بھی نیت کے ضمن میں آگیا (۳) حیض و نفاس سے خالی اور پاک ہونا اور جنابت سے پاک ہونا جس اعتکاف میں کہ صوم شرط ہے اس میں حیض و نفاس سے خالی ہونا شرط صحت ہے اس لئے کہ ان دونوں سے خالی ہونا صوم کی صحت میں شرط ہے اور جس اعتکاف میں صوم شرط نہیں اس میں حیض و نفاس سے خالی ہونا شرط صحت نہیں بلکہ شرط علت ہے اور حیض و نفاس سے پاک ہونا اور جنابت سے پاک ہونا تو کسی اعتکاف میں شرط صحت نہیں بلکہ شرط علت ہے شرط صحت اور شرط علت میں فرق یہ ہے کہ شرط صحت کے نہ پائے جانے سے اعتکاف ہی صحیح نہ ہوگا لہذا اگر کسی نے اعتکاف کی نذر کی یا قسم کھائی تو اس کی نذر اور قسم پوری نہ ہوگی اور شرط علت کے نہ پائے جانے سے گو ایک نعل حرام کا ارتکاب ہوگا مگر اعتکاف فی نفسہ صحیح اور درست ہو جائے گا نذر کرنے والے کی نذر اور قسم کھانے والے کی قسم پوری ہو جائے گی، بالغ ہونا یا مرد ہونا اعتکاف کے لئے شرط نہیں، نابالغ مگر سمجھ دار اور عورت کا اعتکاف درست ہے۔

سب سے افضل وہ اعتکاف ہے جو مسجد حرام یعنی کعبہ مکرمہ میں کیا جائے، اس کے بعد مسجد نبوی کا، اس کے بعد مسجد بیت المقدس کا، اس کے بعد اس جامع مسجد کا جس میں جماعت کا انتظام ہوگا جامع مسجد میں جماعت کا انتظام نہ ہو تو محلے کی مسجد اس کے بعد وہ مسجد جس میں زیادہ جماعت ہوتی ہو۔ (۳) عورتوں کو اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا بہتر ہے اور کسی دوسری مسجد میں مکروہ تشریحی ہے۔

عہ خالی ہونے اور پاک ہونے میں یہ فرق ہے کہ جب عورت کا حیض یا نفاس بند ہو جائے گا تو وہ حیض یا نفاس سے خالی بھی جائے گی اور روزے کے صحیح ہونے کے لئے اسی قدر شرط ہے مگر پاک اس وقت ہوگی جب غسل کرے اور کوئی عذر ہو تو تیمم کرے ۱۲۔

عہ نعل حرام سے مراد مسجد میں جانا کہ حدیث اکبر کی حالت میں جانا جائز نہیں اور اعتکاف بے اس کے ہو نہیں سکتا۔ گو احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ازواج طاہرات نے اعتکاف کیا جس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا اعتکاف فی نفسہ ایک امر جائز ہے مگر بہت ایسی مباح چیزیں ہیں جو کسی عارضی فساد کے سبب ناجائز ہو جاتی ہیں عورتوں کی مسجد محلہ میں اعتکاف کرنے کی خرابیاں ظاہر ہیں مسجد میں اگر پردہ ڈالا جائے تو جگہ کے گی اس کی ممانعت ہے جیسا کہ قبل آثار سے معلوم ہوگا اور پردہ نہ ڈالا جائے گا تو بے ستری ہوگی ہر قسم کے لوگ مسجد میں آتے ہیں فساد کا خوف ہے اس سبب سے سے حضرت عائشہ نے فرمایا ہے کہ اگر اس زمانے کی حالت نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو ضرور عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کر دیتے ۱۲۔

(۴) اعتکاف کی تین قسمیں ہیں۔ واجب، سنت، موکدہ، مستحب۔

واجب ہے اگر نذر کی جائے نذر خواہ غیر معلق ہو جیسے کوئی شخص بے کسی شرط کے اعتکاف کی نذر کرے یا معلق جیسے کوئی شخص یہ شرط کرے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں اعتکاف کروں گا۔ سنت موکدہ ہے رمضان کے اخیر عشرے میں، اس عشرے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بالالزام اعتکاف کرنا احادیث صحیحہ میں منقول ہے۔

مستحب ہے رمضان کے اخیر عشرے کے سوا اور کسی زمانے میں خواہ وہ رمضان کا پہلا دوسرا عشرہ ہو یا اور کوئی مہینہ۔

(۵) اعتکاف واجب کے لئے صوم شرط ہے جب کوئی شخص اعتکاف کرے گا تو اس کو روزہ رکھنا بھی ضروری ہوگا بلکہ یہ بھی نیت کرے کہ میں روزہ نہ رکھوں گا تب بھی اس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا اسی وجہ سے اگر کوئی شخص صرف رات کے اعتکاف کی نیت کرے تو وہ لغو سمجھی جائے گی، کیونکہ رات روزے کا محل نہیں، ہاں اگر رات دن دونوں کی نیت کرے یا صرف کئی دنوں کی تو پھر رات ضمناً داخل ہو جائے گی اور رات کو اعتکاف کرنا ضروری ہوگا، اور اگر صرف ایک ہی دن کے اعتکاف کی نذر کرے تو پھر رات ضمناً داخل نہ ہوگی، روزے کا خاص اعتکاف کے لئے رکھنا ضروری نہیں خواہ کسی غرض سے روزہ رکھا جائے اعتکاف کے لئے کافی ہے، مثلاً کوئی شخص رمضان میں اعتکاف کی نذر کرے تو رمضان کا روزہ اس میں اعتکاف کے لئے بھی کافی ہے، ہاں اس روزے کا واجب ہونا ضروری ہے، نفل روزہ اس کے لئے کافی نہیں، مثلاً کوئی شخص نفل روزہ رکھے اور بعد اس کے اسی دن اعتکاف کی نذر کرے تو صحیح نہیں، اگر کوئی شخص رمضان کے اعتکاف کی نذر کرے اور اتفاق سے رمضان میں نہ کر سکے تو کسی اور مہینے میں اس کے بدلے کر لینے سے اس کی نذر پوری ہو جائے گی مگر علی الاطلاق روزے رکھنا اور ان میں اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔

(۶) اعتکاف ممنون میں تو روزہ ہوتا ہی ہے اس لئے اس کے واسطے شرط کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۷) اعتکاف مستحب میں روزہ شرط نہیں۔

(۸) اعتکاف واجب کم سے کم ایک دن ہو سکتا ہے اور زیادہ جس قدر نیت کرے اور اعتکاف ممنون ایک عشرہ اس لئے کہ اعتکاف ممنون رمضان کے اخیر عشرے میں ہوتا ہے اور اعتکاف مستحب کے لئے کوئی مقدار مقرر نہیں ایک سنت بلکہ اس سے بھی کم ہو سکتا ہے۔

(۹) حالت اعتکاف میں دو قسم کے افعال حرام ہیں یعنی ان کے ارتکاب سے اگر اعتکاف واجب یا مسنون ہے تو فاسد ہو جائے گا اور اس کی تفسیر ناپڑے گی اور اگر اعتکاف مستحب ہے تو فاسد ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اعتکاف مستحب کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں۔

پہلی قسم۔ معتکف سے بے ضرورت باہر نکلنا ضرورت عام ہے خواہ طبعی ہو یا شرعی، طبعی جیسے پاخانہ، پیشاب، غسل، جنابت بشرطیکہ مسجد میں غسل ممکن نہ ہو، مسجد میں غسل ممکن ہونے کی دو صورتیں ہیں، مسجد میں غسل خانہ یا حوض وغیرہ بنا ہو یا کوئی ظرف اس قدر بڑا ہو جس میں بیٹھ کر نہائے اور مسجد میں غسل کا پانی نہ گرنے پائے، کھانا کھانا بھی ضرورت طبعی میں داخل ہے بشرطیکہ کوئی شخص کھانا لالائے والا نہ ہو، شرعی ضرورت جیسے جمعہ اور عید میں کی نماز یا پنج وقتہ نماز کی جماعت۔

جس ضرورت کے لئے اپنے معتکف سے باہر جائے بعد اس سے فارغ ہونے کے وہاں قیام نہ کرے اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ اپنی ضرورت رفع کرے جو اس کے معتکف سے زیادہ قریب ہو، مثلاً پاخانہ کے لئے اگر جائے اور اس کا گھر دور ہو اور اس کے کسی دوست وغیرہ کا گھر قریب ہو تو وہیں جائے اگر اس کی طبیعت اپنے گھر سے مانوس ہو تو اور دوسری جگہ جانے سے اس کی ضرورت رفع نہ ہو تو پھر جائز ہے، اگر جمعہ کی نماز کے لئے کسی مسجد میں جائے اور بعد نماز کے وہیں ٹھیر جائے اور وہیں اعتکاف کو پورا کرے تب بھی جائز ہے مگر مکروہ ہے۔

بھولے سے بھی اپنے معتکف کو ایک منٹ بلکہ اس سے کم بھی چھوڑ دینا جائز نہیں۔ جو عذر کثیر الوقوع نہ ہوں ان کے لئے بھی اپنے معتکف کو چھوڑ دینا جائز نہیں، مثلاً کسی مریض کی عیادت کے لئے یا کسی ڈوبتے ہوئے کے بچانے کو یا آگ بجھانے کو یا مسجد کے گرنے کے خوف سے گوان صورتوں میں معتکف سے نکل جانا گناہ نہیں، بلکہ جان بچانے کی غرض سے ضروری ہے مگر اعتکاف قائم نہ رہے گا، اگر کسی طبعی یا شرعی ضرورت کے لئے نکلے اور اس درمیان میں خواہ ضرورت رفع ہونے کے پہلے یا اس کے بعد کسی مریض کی عیادت کرے یا نماز جنازہ میں شریک ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (بمحرور وغیرہ)

جمعہ کی نماز کے لئے ایسے وقت جانا جائز ہے کہ تحیۃ المسجد اور سنت جمعہ وہاں پڑھ سکے اور بعد نماز کے بھی سنت پڑھنے کے لئے ٹھیرنا جائز ہے اس مقدار وقت کا اندازہ اس شخص کی رائے پر چھوڑ دیا گیا۔ (رد المحتار)

اندازہ غلط ہو جائے یعنی کچھ پہلے سے پہنچ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔
 اگر کوئی شخص زبردستی معتکف سے باہر نکال دیا جائے تب بھی اس کا اعتکاف قائم نہ رہے گا
 مثلاً کسی جرم میں عاکم کی طرف سے وارنٹ جاری ہو اور سپاہی اس کو گرفتار کرنے جائیں یا کسی
 کا قرض چاہتا ہو اور وہ اس کو باہر نکال لے اسی طرح اگر کسی طرح اگر کسی شرعی یا طبعی ضرورت
 سے کوئی قرض خواہ روک لے یا بیمار ہو جائے اور پھر معتکف تک پہنچنے میں کچھ دیر ہو جائے
 تب بھی اعتکاف قائم نہ رہے گا۔

دوسری قسم۔ جماع وغیرہ کرنا خواہ عمداً کیا جائے یا سہواً، اعتکاف کا خیال نہ رہنے کے سبب سے
 مسجد میں کیا جائے یا مسجد سے باہر ہر حال میں اعتکاف باطل ہو جائے گا، جو افعال کہ
 غالباً باعث جماع ہوتے ہیں، مثل بوسہ لینے یا مباشرت ناحشہ وغیرہ کے وہ بھی حالت
 اعتکاف میں ناجائز ہیں مگر ان سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا، تاوقتیکہ منی نہ خارج ہو
 ہاں اگر ان افعال سے منی کا خروج ہو جائے تو پھر اعتکاف ناسد ہو جائے گا صرف خیال
 اور فکر سے اگر منی خارج ہو جائے تو اعتکاف ناسد نہ ہوگا۔

(۱۰) حالت اعتکاف میں بے ضرورت کسی دنیاوی کام میں مشغول ہونا مکروہ تخریجی ہے مثلاً
 بے ضرورت خرید و فروخت یا تجارت کا کوئی کام کرنا، ہاں اگر کوئی کام نہایت ضروری ہو
 مثلاً گھر میں کھانے کو نہ ہو اور اس کے سوا دوسرا کوئی شخص قابل اطمینان خریدنے والا نہ ہو
 ایسی حالت میں خرید و فروخت کرنا جائز ہے مگر بیع کا مسجد میں لانا کسی حال میں جائز نہیں
 بشرطیکہ اس کے مسجد میں لانے سے مسجد کے خراب ہو جائے یا جگہ رک جانے کا خوف ہو
 ہاں اگر مسجد کے خراب ہونے یا جگہ رک جانے کا خوف نہ ہو تو پھر جائز ہے (روا المختار)
 حالت اعتکاف میں بالکل چپ بیٹھنا بھی مکروہ تخریجی ہے ہاں بڑی باتیں زبان سے نہ
 نکالے جھوٹ نہ بولے، غیبت نہ کرے، بلکہ قرآن مجید کی تلاوت یا کسی دینی علم کے پڑھنے
 پڑھانے یا کسی اور عبادت میں اپنے اوقات صرف کرے مقصود یہ کہ چپ بیٹھنا کوئی عبادت
 نہیں الحمد للہ کہ صیام کا بیان اور اس کے احکام ختم ہو گئے، اب میں چالیس احادیث
 روزے کے متعلق نقل کرتا ہوں۔

پہل حدیث صیام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) عن طلحة بن عبد الله يقول جاء رجل الى رسول الله عليه وسلم من اهل نجد تاثر الراس لسمع دوى صوته ولا نفقة ما يقول حتى دنا فاذا هو يثال عن الاسلام فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس صلوات في اليوم والنيلة فقال هل على غيرها قال لا الا ان تطوع قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وصيام رمضان قال هل على غيرها قال لا الا ان تطوع قال وذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم النكوة قال هل على غيرها قال لا الا ان تطوع قال فاذا بر الرجل وهو يقول والله لا ازيد على هذا ولا انقص قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انم ان صدق (بخاری)

(۲) عن ابی هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وعلقت ابواب جهنم وسلسلت الشياطين (بخاری)

(۳) من ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الصيام جنة فلا يرفث ولا يجهل فان امرؤ فأتاه او

طلحہ بن عبد اللہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی صلعم کے حضور میں ایک شخص نجد کا ہے والا حاضر ہوا جس کے سرو کے بال پر لپٹا ہوا تھے ہم اس کی ہانسی لگنا نہ ہٹتے تھے ہاں یہ نہ سمجھتے تھے کہ وہ کیا کہتا ہے یہاں تک (جب) وہ قریب آیا تو اس وقت معلوم ہوا کہ وہ پوچھتا ہے اسلام کے رذائل کو پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ نمازیں ہیں دن رات میں تب اس کے کہہ ان کے صرا اور کھنکھانے کی آوازیں فرض ہیں آپ نے فرمایا نہیں، مگر یہ کہ تو نفل پڑھے اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور روزے رمضان کے اس پوچھا کہ کیا مجھ پر سوا اس کے اور روزے بھی فرض ہیں ارشاد ہوا کہ نہیں مگر یہ کہ تو بطور نفل کے رکھے طلحہ کہتے ہیں کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا بھی ذکر کیا اس نے پوچھا کہ کیا مجھ پر سوا اس کے اور بھی فرض ہے ارشاد ہوا کہ نہیں مگر یہ کہ تو بطور نفل کے رکھنا دے طلحہ کہتے ہیں کہ پھر وہ آدمی یہ کہتا ہوا پل دیا کہ خدا کی قسم نہ اس سے زیادہ کرے گا نہ اس سے کم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ سچا ہے تو کامیاب ہوگا (صحیح بخاری)

(۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے آسمان کے دروازے کھول دیتے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیتے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیتے جاتے ہیں (بخاری)

(۳) ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ پھر ہے پس روزہ دار کو چاہئے کہ نفس بات نہ کرے اور

شائمہ غلیل انی صائم مرتین
والذی نفسی بید الخلوفا نملصائم
اطیب عند اللہ من دیمح الملت
یترک طعامہ وشوابہ من اجل العیام
لی وانا اجزی بہ والحسنۃ بعشر
امثالہا

(بخاری)

(۴) عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال والذی نفسی بید
لخوف فمالصائم اطیب عند اللہ من
ریح المملک فمالصائم فرحان یفرحما اذا

افطر فرح واذا اتقی ربہ فرح بصومہ (بخاری)

(۵) عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال من قام لیلة القدر ایماناً
واحساناً باغفرلہ ما تقدم من ذنبہ ومن صام
ومنان ایماناً واحساناً باغفرلہ ما تقدم من ذنبہ
(بخاری)

(۶) عن سہیل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نکسی سے جھگڑے، پھر اگر کوئی اس سے لڑے یا اس کو گالی
دے تو وہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں دوسرے اس کی قسم
جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو
اللہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے) کہ روزہ دار اپنا کھانا پینا میرے لئے چھوڑتا ہے لہذا
روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ دیتی گا اور دوسری
نیکی کا دس گنا ثواب ملتا ہے (بخاری)

(۳) ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اس کی قسم جس کے اختیار میں محمد کی جان ہے۔
روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک سے زیادہ پسند ہے
دوسرے خوشی ہوتی ہے جب انظار کرتا ہے اور جب
اپنے پروردگار سے ملے گا۔ (بخاری)

(۵) ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو شب قدر میں ایمان دار ہو کر ثواب کے لئے عبادت کرے اس
کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو کوئی رمضان کے روزے
رکھے ایمان دار ہو کر ثواب کے لئے اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے
(۶) سہیل سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں

سے روزہ داروں کے فخر کے لئے اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کے منہ کی بو خداوند عالم کو مشک کی خوشبو سے زیادہ
پسند ہے اور روزہ کا ثواب جو اپنے مہانگ ہاتھوں سے دینے کا وعدہ فرمایا ہے اور پھر معلوم نہیں کہ کس قدر دیکھا اور نہ کیوں
کی طرح اس کا ثواب دس گنے تک محدود نہیں رہا۔ ۱۲۔ حدیث اور ان احادیث پر غور کیجئے کہ روزہ کی کس قدر فضیلت ہے
اور وہ حقیمانہ کو کیسا پسند ہے اگر احادیث کے پڑھنے سے بھی دل میں روزہ رکھنے کا شوق اور ہوش پیدا نہ ہو تو یقیناً وہ
دل چھرم سے زیادہ غصہ لگتا ہوں کی کثرت سے بالکل زنگ آلود ہو گیا ہے اس کو صدق دل سے توبہ کرنی چاہئے امید
ہے کہ غصہ و عجز اس کے گناہ بخش دے اور اس کے دل کی سختی اور تارکی جاتی رہے ۱۲۔

سہ انظار سے اگر ہر روز کا انظار مراد لیا جائے تب بھی صحیح ہے فی الجملہ ہر روز بوقت انظار ایک فرحت ہوتی
ہے اور اگر عید کا دن کا انظار مراد لیا جائے تو زیادہ مناسب ہے اس دن فرحت کامل ہوتی ہے ۱۲۔

قال ان فی الجنة با با یقال له الربان یدخل
منه الصائمون یوم القيمة لا یدخل منه
احد غیرهم فاذا دخلوا غلق فلم یدخل
منه احد (بخاری)

(۷) عن ابی ہریرۃ ان اعلیٰ بیاتہ النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال ولنی علی عمل اذا عملتہ
دخلت الجنة قال تعبد اللہ ولا تشرك به
شیئاً وتقیم الصلوة المكتوبة و تودی
الزکوٰۃ المفروضۃ و تصوم رمضان قال
والذی فیہ بید لا لا ان یرید علی هذا
فلما ولی قال النبی صلعم من سرہ ان ینظر الی
رجل من اهل الجنة فلیظرنی هذا (بخاری)

(۸) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس
واجود ما یكون فی رمضان حین یلقاه جبریل
وکان یلقاه فی کل لیلۃ من رمضان فیدارسہ
القرآن فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اجود فی الخیر من السابیح المرسلۃ
(بخاری)

(۹) عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال لا یصوم عبد یومانی حبیل اللہ

ایک دروازہ ہے جس کا نام ربان ہے اس سے روزہ دار
(جنت) میں جائیں گے قیامت کے دن ان کے سو کوئی
اس سے نہ جائے گا جب وہ اس میں داخل ہو جائیں گے تو
بند کر دیا جائے گا پھر کوئی اس سے نہ جائے گا (بخاری)

(۷) ابو ہریرہ سے کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں عرض کیا کہ بھکو کوئی کام ایسا بتلیجے جس
کے کرنے سے میں جنت کا مستحق ہو جاؤں ارشاد ہوا کہ اللہ
کی پرستش کر اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا اور فرض نمازیں
پڑھا کر اور فرض زکوٰۃ دیا کر اور رمضان کے روزے رکھا
کر اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں اس سے زیادہ نہ کروں گا
جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا جو کسی غنچی کو دیکھنا چلے
تو وہ اس کو دیکھ لے۔ (بخاری)

(۸) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سب لوگوں سے زیادہ فیاض تھے (خصوصاً) رمضان
میں جب آپ سے جبریل ملتے تھے اور جبریل معنان
بھر ہر رات میں آپ سے ملتے تھے اور قرآن کا آپ
سے دور کیا کرتے تھے پس (اس وقت) نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نفع رسانی میں ہوا سے بھی زیادہ تیز ہوتے
تھے (بخاری)

(۹) ابو سعید خدری سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جو شخص ایک دن بھی خدا کی راہ میں روزہ

رہے تو اس حدیث کو فوراً پڑھو دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو کس بات پر غنچی کہا کہ اس اعرابی کا ولی
خلوص اور طبی تصدیق قابل قدر تھی کیا اب کسی مسلمان سے یہ ارکان نہیں ادا ہو سکتے؟ اگر ہو سکتے ہیں تو جلد ہی کرو لو
جنت جیسے ابدی پیش کو ہاتھ سے نہ دو قیامت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو اپنا تمسک بنا لے۔ سے قوی سے کچھ
پا جانے سے چہ غم دیوار امت را کہ فارغ چہ توشہ پشیمان

چہ باک از صبح بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیمان

۷۰ بعد ذلك اليوم النار عن وجه سبعين
خريف الترمذی وقال حسن صحيح -

رکتا ہے وہ دن اس کو بقدر ستر برس کی مسافت کے
دورخ سے دور کر دیتا ہے (ترمذی)

(۱۰) عن زید بن خالد الجعفی قال رسول
الله صلی الله علیه وسلم من افطر
صائما حان له مثل اجره غیر انه لا
ینقص من اجر الصائم (الترمذی)

(۱۰) زید بن خالد سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جو کوئی کسی روزہ دار کو افطار کراتے اس کو بھی
روزہ دار کے برابر ثواب ملتا ہے اور روزہ دار کے ثواب
میں کچھ کمی نہیں ہوتی (ترمذی)

(۱۱) عن ابن عمر قال سمعت رسول الله
صلی الله علیه وسلم اذا را یتیموا فهو
واذا را یتیموا فافطروا وان غم علیکم
فاقد روا (بخاری)

(۱۱) ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا کہ جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند
رکھو تب افطار کرو اگر تم غم سے مطلع ہو آجائے تو فرض
کر لو کہ ماہ گذشتہ تیس دن کا تھا۔ (بخاری)

(۱۲) عن ابن عباس قال جاء عرابی الی النبی
صلی الله علیه وسلم فقال انی را یت لعلل
فقال اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان
محمد اس رسول الله قال نعم قال یا بلال اذن
فی الناس ان یصوموا غدا (بخاری)

(۱۲) ابن عباس سے کہ ایک عربی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
آکر کہا کہ میں نے چاند دیکھا ہے آپ نے پوچھا کہ اللہ کی
وحدت اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہے کہا ہاں
آپ نے حکم دیا کہ اے بلال لوگوں کو اطلاع کرو کہ کل
سے روزہ رکھیں۔ (صحیح بخاری)

(۱۳) عن الربیع بنت معوذ قالت ارسل
النبی صلی الله علیه وسلم فداة فاشوا الی
قری الا نصار من اصبح منظر انلیتم بقية يومه
ومن اصبح صائما فلیتم (بخاری)

(۱۳) ربیع بنت معوذ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فاشورہ کی صبح کو انصار کی بستیوں میں یہ کہلا بھیجا جس نے
صبح کو کھایا ہو وہ تمام کرے اپنے بقیہ دن کو اور جس نے
صبح کو کچھ نہ کھایا ہو وہ بقیہ رکھے۔

(۱۴) عن انس بن مالك ان النبی صلی الله
علیه وسلم قال تسکروا فان فی السجود بركة

(۱۴) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحر کھاؤ اس لئے

عہ اس زمانہ میں بعض جاہل کسی کے یہاں روزہ افطار نہیں کرتے یہ سمجھتے ہیں کہ روزہ کا ثواب جاتا ہے گا اگر کسی کے
یہاں دعوت کبھی ہوتی ہے تو افطار کرنے کے لئے کوئی چیز گھر سے لیتے جاتے ہیں یہ کنسی بڑی جہالت ہے۔ ۱۲

عہ معلوم ہوا کہ انیس تاریخ کو چاند نہ دکھلائی وے تو اس کے دوسرے دن روزہ نہ رکھنا چاہئے ۱۲ اسہ یہ واقعہ فائبا اس
وقت کا ہے کہ جب مطلع صاف نہ ہو مطلع صاف ہونے کی حالت میں تو ایک گواہی کافی نہیں بلکہ ایک بڑی جہالت ہونا چاہئے

الترمذی وقال حسن صحیح

کہ بخود میں برکت ہے۔ (ترمذی)

(۱۵) عن مهمل بن سعد قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لا يزال الناس بخير
ما عجلوا الفطر (بخاری)

(۱۵) مهمل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ ہمیشہ نیکی پر ہیں گے
جب تک کہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ (بخاری)

(۱۶) من ابی اونی قال كنا مع رسول الله
صلى الله عليه وسلم في سفر وهو صائم فلما
تابت الشمس قال لبعض القوم يا فلان قم
فاجد لنا فقال يا رسول الله نلوا مسيت
قال انزل فاجد لنا قال يا رسول الله
فلو امسيت قال انزل فاجد لنا
قال ان عليك خمارا قال انزل فاجد ح
لنا فنزل نجد ح لهم فتوب رسول الله
صلى الله عليه وسلم وقال اذا رأيتم
الليل قد اقبل من ههنا فقد افطر
الصائم (بخاری)

(۱۶) ابن ابی اونی رضی اللہ عنہ سے اکتوں نے کہا کہ ہم
ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آپ روزہ
رکھے ہوئے تھے پس جب آفتاب (نظر) سے غائب ہو گیا
تو آپ نے کسی سے کہا کہ اٹھو اور ہمارے لئے ستو گھول دو
اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ تھوڑی دیر اور ٹھہر جائیے
کہ (شام) ہو جائے اور ساد ہو کہ (سواری) سے اترو اور پانی
لے ستو گھولو، اس نے عرض کیا کہ ابھی دن ہے پھر آپ نے
فرمایا کہ اترو اور ہمارے لئے ستو گھول دو تب وہ اتر اور
اس نے سب کے لئے ستو گھول دیئے اور نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے چہ اور فرمایا جب تم رات کی سیاہی
کو دیکھو کہ سامنے آگئی اس طرف سے تو بے شک افطار
کر سہ روزہ دار۔ (بخاری)

(۱۷) من عائشة وام سلمة ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم كان يدركه الفجر
هو جنب من اهله ثم يفتل و
يصوم - (بخاری)

(۱۷) عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی فجر ہو جاتی تھی حالانکہ آپ
اپنی ازدواج کی رہم بستر سے جنب ہوتے تھے پھر غسل
کر لیتے تھے اور روزہ رکھتے تھے۔ (بخاری)

(۱۸) عن عائشة حسان النبي
صلى الله عليه وسلم يقبل ويباشر
هر صائم حسان امك لا سبه

(۱۸) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم اپنی ازدواج سے ابوس و کنار فرماتے تھے حالانکہ
آپ روزہ دار ہوتے تھے اور وہ تم سب سے زیادہ اپنی

معہ معلوم ہوا کہ بخود کھانا مستحب ہے ۱۲۔ معہ دیکھئے ان احادیث میں جلد افطار کرنے کی کس قدر تاکید ہے مگر
افسوس آج کل عام طور پر روزے کے افطار میں حد سے زیادہ دیر کی جاتی ہے۔ ۱۲۔

(البخاری)

خواہشوں پر قابو رکھتے تھے۔ (بخاری)

(۱۹) وعن ابی ہریرۃ عن النبی صلی علیہ وسلم قال

اذا نسی احدکم فاكل وشرب فليتم

صومه فانه اطعمه الله وسقاه (البخاری)

(۲۰) عن عبد الله بن عاصم بن ربيعة عن

ابيه قال رايت النبی صلی علیہ وسلم

ما لا اجمع یتسوك وهو عائم (الترمذی)

(۲۱) عن سليمان بن عامر الضبی عن النبی

صلی علیہ وسلم قال اذا افطر احدکم فليطرب علی

تمرفان لم یجد فليطرب علی ماء فانه طهور (الترمذی)

(۲۲) عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی علیہ وسلم

قال من ذرعه القی فلیس علیہ قضاء ومن

استقاء قبل ان یلتصق (الترمذی)

(۲۳) عن ابی قتادۃ ان النبی صلی علیہ وسلم

قال صیام عاشوراء انی احتسب علی الله ان

یکفر السنۃ التي تبذل (الترمذی)

(۲۴) عن حمزۃ بن عمرو الاصلی قال النبی

صلی علیہ وسلم اہوم فی السفر وكان کثیر

الصیام فقال ان شئت فقصم وان شئت

فافطر (البخاری)

(۲۵) عن عائشۃ قالت کنا نحفی عند

رسول الله صلی علیہ وسلم ثم نطهر

فیا مرنا بقضاء الصیام ولا یامرنا بالقضاء

الصلوۃ (الترمذی)

(۲۶) عن عباس ان النبی صلی علیہ وسلم

(۱۹) ابو ہریرہ رضی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا جب کوئی

تم میں سے کوئی بھول جائے اور کھانے کو چاہے کہ پانی

تمام کرے اس لئے کہ اس کو اللہ نے کھلایا یا پانی ہے (بخاری)

(۲۰) عبد اللہ بن عامر اپنے باپ سے روای ہیں کہ میں

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بار حالت صوم میں مسواک

کرتے دیکھا۔ (ترمذی)

(۲۱) سلیمان بن عامر انصبی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب

کوئی تم میں سے افطار کرے تو چھو بارے پراگر نہ ملے تو پانی

پر اس لئے کہ پانی پاک کرنے والا ہے (ترمذی)

(۲۲) ابو ہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو بے

اختیار تھے ہر جائے تو اس پر اس لئے کہ قضا نہیں اور جو قصداً

تھے کرے تو اس کو قضا کرنا چاہیے (ترمذی)

(۲۳) ابو قتادہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے

اللہ سے امید ہے کہ عاشوراء کا روزہ سال گذشتہ بچے

گناہ معاف کر دے گا (ترمذی)

(۲۴) حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سفر میں (بھلا) روزہ

رفرض ہے اور وہ بہت روزہ رکھا کرتے تھے آپ نے

فرمایا اگر چاہو رکھو چاہو نہ رکھو۔ (بخاری)

(۲۵) عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ

ہم لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حیض ہوتا تھا

تو جب ہم پاک ہو جاتے تھے تو آپ ہم کو روزہ کی قضا کا حکم

دیتے تھے۔ نماز کی قضا کا نہیں۔ (ترمذی)

(۲۶) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

وسلم احتجم وهو محرم واحتجم وهو
صائم (بخاری)

(۲۷) عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال لا یتقل من احدکم رمضان صوم
یوم او فیین الا ان یکون رجل کان یصوم صومہ
فلیعم ذلك الیوم۔ (بخاری)

(۲۸) عن ابی بکرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال شہران لا ینقضان شہرا عید
رمضان و ذوالحجۃ۔ (بخاری)

(۲۹) عن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم واصل فواصل الناس فشق علیہم
فما هم قالوا فانک تواصل قال لست
کعباً تکم انی اطعم واسق۔ (بخاری)

(۳۰) عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال لا تصوم المرأة و زوجھا شاهد یوما
من غیر رمضان الا باذنہ (ترمذی)

(۳۱) عن عائشۃ قالت ما کنت اقبض ما یکون
علی من رمضان الا فی شعبان حتی توفی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ترمذی)

(۳۲) عن ابی ہریرۃ قال قال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم من لم یدع قول الزور
والعمل بہ فلیس اللہ حاجبہ فی ان یدع
طعامہ و شرابہ (بخاری)

(۳۳) عن ابی ہریرۃ قال سمعت النبی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حالت احرام اور حالت صوم
میں پچنے لگواتے۔ (بخاری)

(۲۷) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی رمضان سے ایک دو دن پہلے
روزہ نہ رکھے مگر ہاں جو شخص اس دن روزہ رکھا کرتا ہو
وہ رکھے۔ (بخاری)

(۲۸) ابو بکرہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو
مہینے (کبھی) کم نہیں ہوتے روہ دو مہینے عید کے ہیں یعنی
رمضان کا مہینہ اور ذی الحجہ کا۔ (بخاری)

(۲۹) عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزوں
میں وصل فرمایا لوگوں نے بھی وصل کیا اور ان پر شاق ہوا پس
آپ نے ان کو منع فرمایا انھوں نے کہا آپ جو صل کرتے ہیں ارشاد ہوا
کہ میں تمھاری طرح نہیں ہوں میں کھلا پلا دیا جاتا ہوں (بخاری)

(۳۰) ابو ہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روای ہیں کہ آپ نے فرمایا
عورت بے اجازت اپنے شوہر کے رمضان کے سوا اور کوئی
روزہ نہ رکھے۔ در صورتیکہ اس کا شوہر گھر میں ہو۔ (ترمذی)

(۳۱) عائشہؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا میرے اوپر رمضان
کی جو قضا ہوتی تھی اس کو میں صوم شعبان کے کبھی نہ رکھتی تھی
یہاں تک وفات پائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ (ترمذی)

(۳۲) ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جو کوئی فریب کی بات کہتا اور فریب کرنا نہ چھوڑے
تو خدا کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کچھ خواہش نہیں۔

(بخاری)

(۳۳) ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا

مہ یعنی اگر روزوں کی تعداد کم ہو جائے تو ثواب کم نہیں ہوتا اور اسے شوہر کے موجود ہونے کی قید اس حدیث میں اتفاقاً معلوم ہوتی ہے ۱۲

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی تم میں سے جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے مگر ایک دن اس سے قبل یا اس کے بعد ملا کر (صحیح بخاری)

(۳۲) عبداللہ بن لہر کی ہمیشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سینچر کے دن فرض کے سوا اور کوئی روزہ نہ رکھو، یہاں تک کہ اگر کسی کو کچھ کھانے کو نہ ملے تو انگور کا چھلکا یا کسی درخت کی لکڑی ہی چبائے۔ (ترمذی)

(۳۵) ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو یہ سال بھر کے روزے ہیں (ترمذی)

(۳۶) ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے آپ نے فرمایا میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ عرفہ کا روزہ ایک سال گزرتے کے گناہ مٹا دے گا۔ (ترمذی)

(۳۷) ابو ہریرہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مجھے میرے جانی دوست نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے، ہر صیغے میں تین دن کے روزے اور دو رکعت نماز چاشت اور قبل سوئے کے دو رکعت (صحیح بخاری)

(۳۸) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف فرماتے تھے اور ہر سال آپ کی وفات ہوتی، ہر تین دن اعتکاف فرمایا تھا۔ (بخاری)

(۳۹) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یصوم من احدکم یوم الجمعة الا یوما قبله وبعده۔ (بخاری)

(۳۲) عن عبد اللہ بن بسر عن اختہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تصوموا یوم السبت الا ما افترض علیکم فان لم یجد احدکم الا لحاء عنبۃ او ووجیر فلیضغہ۔ (ترمذی)

(۳۵) عن ابی ایوب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام من رمضان ثم اتبعه بست من شوال فذلك صیام الدهر۔ (ترمذی)

(۳۶) عن ابی قتادۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صیام عرفۃ الی احتساب علی اللہ ان یکفر السنۃ الی قبلہ۔ (ترمذی)

(۳۷) عن ابی ہریرۃ قال اوصانی خلیلی بثلاث صیام ثلثہ ایام من کل شھر وسکتی لضعفہ وان اذتر قبل ان انام۔ (بخاری)

(۳۸) عن ابی ہریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتکف فی کل رمضان عشرۃ ایام فلما کان العام الذی تبض اعتکف عشورین۔ (بخاری)

(۳۹) عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ

عليه وسلم ان رسول الله صلى الله عليه
 وسلم كان يكتف الصلوة واخر من
 رمضان حتى توفاه الله ثم اعتكف امرؤ
 من بعده (بخاری)

صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان کے اخیر عشرے میں
 اعتکاف فرماتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو
 وفات دی پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے
 اعتکاف کیا۔ (بخاری)

(۱۷۰) عن عائشة انما قالت كان رسول
 الله صلى الله عليه وسلم اذا اعتكف اوفى
 الى رأسه فارجل وكان لا يدخل البيت
 الا لحاجة الانسان - (بخاری)

(۱۷۱) عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم جب اعتکاف فرماتے تھے تو اپنا سرچھ سے
 قریب کر دیتے تھے اور میں کنگھی کرتی تھی اور آپ گھر میں
 بغیر انسانی ضرورت کے نہ آتے تھے (بخاری)

چهل آثار المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(۱) قال عمر لئن شوان في رمضان ويك
 و صيانتنا صيام فضله (بخاری) تعليقا
 (۲) ابو بكر من ابن عمران عمر وعرو والصوم
 قبل موته بستينتين -

(۱) عمر نے رمضان میں ایک نشہ دہانے سے فرمایا کہ تیری خرابی
 ہو جائے گی (تکب) تو روزہ دار ہیں پھر اس کو مدار بخاری
 (۲) ابو بکر بن عمر سے روایت ہے کہ عمر نے اپنی وفات سے
 دو برس پہلے لگاتار روزے رکھے۔

(۳) ابو بكر عن ابي ابي ان عمر بن الخطاب
 احب شهادة رجل في الحلال
 (۴) البيهقي روى مجالس عن الشعبي
 ان عمرو عليا ينهان عن صوم اليوم

(۳) ابو بکر ابویہبی سے کہ عمر بن الخطاب نے ایک شخص
 کی گواہی (چاند کے ثبوت میں) کافی سمجھی۔
 (۴) بیہقی مجالس شعبی سے روایت کی کہ عمر اور علی
 رضی اللہ عنہما اس دن کے روزہ رکھنے سے منع کرتے

عہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا اعتکاف فی نفسہ ایک امر جائز ہے مگر بہت ایسے جائز امور ہیں جو
 عوارض خارجیہ کے سبب سے مکروہ اور حرام ہو جاتے ہیں ۱۲۔

عہ معلوم ہوا کہ نابالغ بچوں کو عادت پڑنے کے لئے روزہ رکھنا مستحب ہے بشرطیکہ روزہ رکھنے کی قوت آگئی ہو
 سے اللہ اکبر! صحابہ کو روزہ سے کسی محبت تھی اسی قسم کا واقعہ اکثر صحابہ سے منقول ہے ۱۳۔

لعمدہ یہ حکم رمضان کے چاند کا ہے بشرطیکہ مطلع صاف نہ ہو رمضان کے سوا اور مہینوں کے چاند میں اگر مطلع
 صاف ہو تو وہ آدمیوں کی گواہی ہوتی چاہیے اور مطلع صاف ہو تو رمضان اور غیر رمضان ہر مہینے کے لئے ایک
 بہت بڑا عزت کا ہونا شرط ہے ایک دو آدمیوں کی گواہی کافی نہیں ۱۴۔

الذی یثبک فیہ من منان .

تھے جس کے رمضان ہونے میں شک ہو۔

(۵) ابو بکر و البیہقی عن ابی وائل اتانا کتاب صمران الاغلة بعضها اکبر من بعض فاذا رآئتم الهلال ففادوا فلا تطعموا حتی یشهد رجلان مسلما انفسا الاغلا اس۔

(۵) ابو بکر اور بیہقی ابو وائل سے کہ ہا میں چاہیں عمر رضی اللہ عنہ کا خط آیا کہ بعض چاند بعض سے بڑے ہوتے ہیں تو جب تم دن کو چاند دیکھو تو افطار نہ کرو یہاں تک کہ دو مسلمان مرواں بات کی گواہی دیں کہ انھوں نے کل چاند دیکھا ہے۔

(۶) ابو بکر عن سوید بن غفلة سمعت عمر یقول شہر ثلاثون و شہر تسع و عشرون۔

(۶) ابو بکر بن غفلة سے کہ میں نے عمر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی نہیند میں دن کا ہوتا ہے کوئی اُنہیں کا۔

(۷) عن حمر بن عمرو بن الخطاب قال قال رسول الله ﷺ عینہ وسلم اذا قبل الیل من ہجرتنا وادبر النہار من ہجرتنا فطعموا لہما ثم۔ (البخاری)

(۷) عاصم بن عمر سے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آجائے رات اس طرف سے اور چلا جائے دن اس طرف سے تو افطار کرے روزہ دار۔ (بخاری)

(۸) ابو بکر عن سعید بن مسیب سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر کوئی کھانے سے روکے تو اسے کوکھ پیچھے تھے کہ (اسے لوگوں) تم روزے کے افطار کرنے میں تاخیر کرنے والے نہ بنو اور منفرے کے وقت اپنی نماز میں ستاروں کے چھڑک جانے کا انتظار نہ کرو۔

(۸) ابو بکر عن سعید بن مسیب سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر کوئی کھانے سے روکے تو اسے کوکھ پیچھے تھے کہ (اسے لوگوں) تم روزے کے افطار کرنے میں تاخیر کرنے والے نہ بنو اور منفرے کے وقت اپنی نماز میں ستاروں کے چھڑک جانے کا انتظار نہ کرو۔

(۹) ابو بکر عن عطاء قال عمر لا تزال صدق الامم یحسروا عجلوا العطر۔

(۹) ابو بکر عن عطاء سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ امت فاروسہ میں رہے گی جب تک کہ لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔

(۱۰) الشافعی عن حمید بن عبد الرحمن ان صر و عثمان کانایصلیان المغرب حین را ابو بکر عن الحسن قال عمرا اذا شک الوصلون بیامعلا حتی یتبنا۔

(۱۰) شافعی حمید بن عبد الرحمن سے کہ عمر اور عثمان منفرے کی نماز اس وقت پڑھتے تھے۔

۱۱) ابو بکر عن حسن سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے کہ جب دو آدمی رات کے ہونے نہ ہونے میں شک کریں تو ان کو کھانا جانے ہے یہاں تک کہ رات نہ ہونے کا یقین ہو جائے۔

۱۲) ابو بکر عن سعید بن مسیب سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر کوئی کھانے سے روکے تو اسے کوکھ پیچھے تھے کہ (اسے لوگوں) تم روزے کے افطار کرنے میں تاخیر کرنے والے نہ بنو اور منفرے کے وقت اپنی نماز میں ستاروں کے چھڑک جانے کا انتظار نہ کرو۔

(۱۲) ابو بکر عن الشیبی قال عمر لیس الصیام من الطعام والشراب وحده ولكن من الذنوب والباطل واللغو والحلف۔

(۱۳) ابو بکر عن مسروق عن عمر قال الا لا تقل موالشهر۔

(۱۴) ابو بکر عن ابی عمر والشیبانی بلغ

صوان ساجدا یصوم الی ہر فعلاہ بالذکر۔

(۱۵) عن سمون الخطاب قال غزونا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سمرقان غزوتین یوم یباروا للفتح فافطرنانایصما (الترمذی)

(۱۶) عن ابی ہریرۃ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بطعام بہر الظہران فقال لا بی بکرو عمرا وما نکلا فقالا انما صائمات فقالا ارجعوا لصاحبکم اعسلوا لعلہما یجکم۔

(۱۷) عن عمارہ منافقۃ اخری مضان وقال الشهر قد تشتمم فلو صمنا بقیۃ کنز العمال۔

(۱۸) عن عمر قال من کان فی سفرہ مضان

۱۲) ابو بکر شیبی سے کہ فرمایا عمر نے روزہ صرف کھانے پانی سے اعتقاد کا نام نہیں ہے بلکہ جو کچھ باطل اور افعال و اقوال اور قسم سے بھی بچنا ضروری ہے۔
۱۳) ابو بکر مسروق سے حضرت عمر سے کہ انھوں نے فرمایا کہ خبردار رمضان سے وہ ایک دن پہلے روزہ نہ رکھو۔
۱۴) ابو بکر و عمر شیبانی سے کہ حضرت عمر کو یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص علی الاصل برابر روزہ سے رکھتا چلا جاتا ہے تو انھوں نے اس پر دتہ اٹھایا۔

۱۵) عسیر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رمضان میں وہ جہاد کیے پھر اور فتح مکہ اور وہ لوگوں میں روزہ نہیں رکھا۔ (ترمذی)

۱۶) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انھوں نے کہا کہ مرا الظہران میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا پیش کیا گیا تو آپ نے ابو بکر و عمر سے کہا کہ قریب آ جاؤ اور کھاؤ تو ان دونوں نے عرض کیا کہ ہم روزہ دار ہیں پس آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! کیا داکس دو اپنے دونوں صاحبوں کا اور کام کر لو اپنے دونوں حاجوں کا (ترمذی)
۱۷) عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آخر رمضان میں سفر کیا اور فرمایا کہ ماہ مبارک ختم ہو چلا اب کاش ہم باقی دن بھی روزہ رکھ لیتے۔ (کنز العمال)

۱۸) عمر سے فرمایا کہ جو شخص ماہ مبارک میں سفر میں

عہ اس حدیث سے سفر میں روزہ رکھنے کی اجازت ثابت ہوتی ہے لہذا بعض علماء کا خیال کہ حضرت ابو بکر و عمر نے روزہ نہیں رکھا جازم تھا صحیح نہیں آگے کی حدیث میں جو ایک مسافر کو سفر کی قضاء حکم دیتا ہے اس سے کوئی فعل منسوخ ہوگا اور ہوا ہوگا مگر چونکہ روای کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی اس لئے اس نے خیال کیا کہ سفر کے وقت قضا کا حکم یا

فعلما انه داخل المدینة فی اول یومہ
دخل وهو صائم (کنز العمال)

(۱۹) عن عمر انه امر رجلا صام فی رمضان
فی سفر ان یقضیہ (کنز العمال)

(۲۰) مالک و الشافعی عن خالد بن اسلم ان

عمر بن الخطاب فطر من رمضان فی یوم ذی
حجہ و رآی ان قد اصب و غابت الشمس فجاء

رجل فقال یا امیر المؤمنین قد طلعت الشمس

فقال عمر بن الخطاب لیس یرو قد اجتمعنا -

(۲۱) ابو بکر عن حنظلہ شہدنا عمر بن

الخطاب فی رمضان و قرب الیہ شراب

شرب بعض القوم و هم یرون ان

الشمس قد غربت ثم ارتقوا مؤذن فقال

یا امیر المؤمنین و الله الشمس طالعة

موتین او ثلاثا لم تغرب فقال عمر منعا لله

من شرک یا هؤلاء من کما

افطر فلیهم یوما کما یوم و من لم یکن

افطر فلیتم حتی تغرب الشمس -

(۲۲) عن سعید بن المسیب ان عمر

خرج علی اصحابہ فقال ما ترون فی

شیء ضعت الیوم اصیحت صائما فموت

بی حاریة ما عجبنی فاصبت منها

عہ یہ رمضان کا ادائیگی روزہ نہ تھا بلکہ نفل کا روزہ ہوگا اور حضرت فاروقؓ کو خود بھی یہ مسئلہ معلوم تھا صرف امتحاناً

اور تعلیماً لوگوں سے پوچھا تھا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی عادت تھی چنانچہ انہوں نے حضرت علیؓ سے

جواب کی تعریف جو کہ اس امر سے صاف ظاہر ہے کہ انہیں یہ مسئلہ معلوم نہ تھا تو تعریف کیوں کرتے ۱۲ -

اور وہ یہ جان لے کہ دن کے اول وقت پہنچنے شہر میں
پہنچ جائے گا تو اس کو چاہیے کہ وہ روزہ دار پہنچے (کنز العمال)

(۱۹) عمرؓ نے ایک شخص کو جس نے بحالت سفر رمضان میں

روزہ رکھا تھا روزے کی قضا کا حکم دیا۔ (کنز العمال)

(۲۰) امام مالک و شافعی خالد بن اسلم سے کہ عمر بن خطابؓ

نے ایک امیر ذلے دن رمضان میں یہ سمجھ کر افطار کر لیا کہ شام

ہو گئی اور آفتاب غروب ہو گیا اتنے میں ایک شخص نے کہا

اے امیر المؤمنین آفتاب ابھی ہے تو انہوں نے فرمایا

بہت آسان ہے ہم نے کوشش تو کی تھی۔

(۲۱) ابو بکر حنظلہ سے کہ میں نے عمر بن خطابؓ کی ملازمت

ماہ رمضان میں حاصل کی اور آپ کے سامنے شربت پیش

کیا گیا تو بعض لوگوں نے پی لیا اور وہ یہ سمجھے کہ آفتاب غروب

ہو گیا پھر مؤذن منارہ پر چڑھا تو اس نے کہا کہ اے

امیر المؤمنین اللہ کی قسم آفتاب ابھی ہے پس دو تین مرتبہ

یہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (اے آفتاب) ہم کو اللہ نے

تیرے طہر سے بچا لیا اے لوگو جس نے افطار کر لیا ہو وہ

ایک دن کے بدلے میں ایک دن روزہ رکھ لے اور جس نے

افطار نہ کیا ہو وہ پورا کرے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو

(۲۲) سعید بن مسیب کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک دن

اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا رائے ہے

تم لوگوں کی اس کام میں جو میں نے آج کیا میں آج روزہ دار

تھا اور میرے پاس ایک لڑکی آئی اور وہ بھکوا رہی

معلوم ہوئی اور میں اس سے ہم بستر ہوا تو لوگوں نے اس فعل کو بہت بڑا گناہ سمجھا اور علی رضی اللہ عنہ چپ بیٹھے تب آپ نے کہا کہ تم کیا کہتے ہو انھوں نے کہا کہ آپ سے ایک امر جائز گہا اور اس دن کے بعدے میں ایک دن روزہ رکھ لیجئے آپ نے فرمایا کہ تم بہت اچھا فتویٰ دیتے ہو۔ (دارقطنی)

(۲۳) ابوبکر جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن میں اپنی عورت سے مسرور ہوا اور میں نے اس کا بوسہ لیا حالانکہ میں روزہ دار تھا، تو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو کیا سمجھتے ہو اگر حالت صوم میں پانی سے کئی کرو میں نے کہا کچھ خرچ نہیں، آپ نے فرمایا پھر اب کیا خرچ ہوا۔

(۲۴) ابوبکر سعید بن مسیب سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے روزہ دار کو بوسہ لینے سے منع فرمایا۔

(۲۵) ابوبکر نافع سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مجھے اذان (کی آواز) ایسی حالت میں پہنچے کہ میں غور سے کپڑوں کے درمیان میں ہوں تب بھی روزہ رکھوں گا یا یہ کہ میں روزہ رکھتا ہوں (۲۶) ابوبکر زیاد بن جبریر سے کہ میں نے روزہ کی حالت میں مسواک پر براہ منت کرنے والا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔

(۲۷) زیاد بن جبریر سے انھوں نے کہا کہ میں نے عمر کو تمام لوگوں سے زیادہ روزہ رکھنے والا اور سب سے زیادہ مسواک کرنے والا پایا (کنز العمال)

فقطم القوم علیہ لما صنع و علی رضی اللہ عنہ ساکت فقال ما تقول قال اتیت حلا لا و یوم مکان یوم فقال انت خیر ہم فتیا (الذاری قطنی)

(۲۳) ابوبکر عن جابر بن عبد اللہ عن عمر بن الخطاب قال شئت یوما انی المرأتی فقبلتها وانا صائم فقال سراسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ارایت لو تمضضت ساء و انت صائم قلت لا باس فقال ففیم۔)

(۲۴) ابوبکر عن سعید بن المسیب ان عمر قال عن القبلة للصائم۔

(۲۵) ابوبکر عن نافع قال عمر اذا سکنی البداء وانا بین سراجیہا لصمت او قال ما افطرت۔

(۲۶) ابوبکر عن زیاد بن جبریر ما سرائت ادرم سواک و هو صائم من عمر بن الخطاب۔

(۲۷) عن زیاد بن جبریر قال رایت عمرا کثیرا لئاس صیاما و اکثرهم سواکا۔ (کنز العمال)

مہ معلوم ہوا کہ روزہ کی حالت میں عورت کا بوسہ لینا جائز ہے اور اگر شہوت کا خوف نہ ہو تو مکروہ بھی نہیں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صائمہ حالت صوم میں اپنے ازواج کو بوسہ دیا ۱۲ مہ جس شخص کو منع فرمایا تھا غالباً اس کو شہوت کا خوف ہو گا ۱۲۔ مہ مطلب یہ کہ اگر کسی کو ایسی حالت میں صبح ہوجائے تو وہ فوراً علیحدہ ہوجائے ۱۲۔

(۲۸) عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فجر کی نماز پڑھائی ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ اپنے سر کے بالوں کو جھٹکتے جاتے تھے اور اس سے پانی اڑ رہا تھا غسل جنابت کے سبب سے واقعہ رمضان میں ہوا تھا۔ (کنز العمال)

(۲۹) ابو بکر زید بن وہب سے کہ لکھ بیجا ہم کو عمر رضی اللہ عنہ نے کہ عورت بے اجازت اپنے شوہر کے نفل روزہ نہ رکھے۔

(۳۰) ابو بکر ابو عبیدہ مولیٰ ابن ازہر سے کہ میں نے عید کی نماز عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ کے ہمراہ پڑھی تو آپ نے خطیبہ سے پہلے نماز پڑھی اور فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں (عید کے) دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ مگر عید الفطر تو تمہارے صوم سے افطار کرنے کا دن ہے۔ اور رہ گیا عید الفطر سوا اس میں رتم کو حکم ہے کہ پانی سے بائوں سے کھاؤ۔

(۳۱) ابو بکر خورشہ بن حرس سے کہ دیکھا میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو کہ ماہِ رجب میں لوگوں کے ہاتھ پکڑتے تھے تاکہ وہ ہر تنوں میں رکھیں اور فرماتے تھے کہ کھاؤ اس لئے کہ اہل جاہلیت اس پینے کی تعظیم کرتے تھے۔

(۳۲) ابو بکر عوف بن مالک اشجعی سے کہ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان کے سوا اور دنوں میں

(۲۸) من عمر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للعلم و اللہ لیمنفص داسہ یستطیر منہ الماء من غسل جنابتہ فی رمضان (کنز العمال)

(۲۹) ابو بکر عن زید بن وہب کتب الینا عمران المرآة لا تصوم تطوعا الا باذن زوجها۔

(۳۰) ابو بکر عن ابی عبیدہ مولیٰ ابن ازہر شہدت العید مع عمران بن الخطاب فبدأ بالصلوة قبل الخطبة وقال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نمی عن صوم فذل بن الیومین اما یوم الفطر نیوم فطر کسر من صیامکم و اما یوم الاضحیٰ فکلوا فیہ من نسکم۔

(۳۱) ابو بکر عن خورشہ بن الحر رأیت عمر یضراکف الناس فی رجب حتی یصلوہا فی الجفان ویقول کلوا فانما ہر شہرکان یفطر اهل الجاہلیۃ۔

(۳۲) ابو بکر عن عوف بن مالک اشجعی قال عمر صیام یوم من غیر

صہ معلوم ہوا کہ حالت جنابت میں صبح ہو جائے اور بعد صبح کے غسل کیا جائے تو کچھ معنا لہ نہیں اس لئے کہ طہارت روزے میں شرط نہیں تھی کہ اگر دن بھر کوئی شخص حالت جنابت میں رہے تب بھی اس کا روزہ صحیح ہو جائے گا تا پاک رہنے کی جو خرابیاں ہیں وہ روزے سے کچھ تعلق نہیں رکھتیں ۱۲۔

سرمضان واطعام مساکین يعدل
صيام يوم من سرامضان قلت هذا
فی الذی افطر رمضان بعد رواج
تضا ولا حتى جاء رمضان الاخر وعلیه
الشافعی -

(۳۳) سئل ابن عمر عن صوم صرفة
قال تجت مع النبي صلى الله عليه
وسلم فلم يصمه و مع ابی بکر
فلم يصمه و مع عمر فلم يصمه
(الترمذی)

(۳۴) ابو بکر عن عبد الرحمن
بن قاسم كان عمر لا يصومه
یعنی یوم عاشوراء -

(۳۵) ابو بکر عن بکرة بن عبد الرحمن
ان عمر ارسل الی عبد الرحمن بن الحارث
ان تصوموا صوم ما نتما -

(۳۶) ابو بکر عن قیس بن ابیہ عن
عمر لا یاس بقضاء رمضان فی العشر
یعنی عشر ذی الحجۃ -

(۳۷) ابو بکر عن ابن عباس عن
عمر لقد علمتم ان رسول الله

روزہ رکھنا اور مسکینوں کو کھانا کھلا دینا رمضان کے
روزے کے برابر ہے میں نے کہا کہ یہ حکم اس شخص کے
حق میں ہے جو رمضان کا (روزہ) کسی عذر سے ادا
کرے اور اس کی قضا نہ رکھے یہاں تک کہ دوسرا رمضان
آجائے اسی مسئلہ پر امام شافعی ہیں۔

(۳۳) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرفہ کے روزہ کی
بابت پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ حج کیا اور آپ نے اس کا روزہ نہیں رکھا اور ابو بکر
صدیق کے ساتھ بھی حج کیا انہوں نے روزہ نہیں رکھا اور عمر
کے ساتھ بھی حج کیا انہوں نے بھی روزہ نہیں رکھا۔ (ترمذی)

(۳۴) ابو بکر عبد الرحمن بن قاسم سے کہ عمر
رضی اللہ عنہ اس کا یعنی عاشوراء کا روزہ
نہ رکھتے تھے۔

(۳۵) ابو بکر بن عبد الرحمن سے کہ عمر نے عبد الرحمن
بن حارث سے یہ کہا: بھجھا کہ اے عبد الرحمن آج سو
کھانا اور صبح کو روزہ دارا کھنا۔

(۳۶) ابو بکر قیس سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ سے کہ رمضان کی قضا ذی الحجہ کے
پہلے عشرے میں رکھنا کچھ حرج نہیں۔

(۳۷) ابو بکر ابن عباس سے وہ حضرت عمر رضی اللہ
عنہ سے کہ بے شک تم لوگوں کو معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ

عہ میری فہم ناقص ہیں اس اثر میں معذور اور بے طاقت بوڑھے کا حکم بیان ہوا ہے معذور کو تو بعد رمضان کے
روزے رکھ لینا چاہئیں اور بے طاقت بوڑھے کو ہر روزے کے عوض کھانا کھلانا چاہیے یہی مذہب خفیعہ کا ہے ۱۲۔
عہ یہ حکم وجوب ظاہر کرنے کے لئے نہیں ہے ۱۳۔

سہ ذی ہجرت اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس دن معذرت کا جائز ہونا خود حضرت فاروق کے قول سے اور ثابت ہو چکا ہے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ
اطْبُوهَا فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ -

علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کی بابت میں فرمایا ہے کہ
اس کو اخیر عشرے میں تلاش کرو۔

(۳۸) ابوبکر عن ذرکان عمرو
حذینة وابی لا یشکون لیلۃ
سبع و عشرون -

(۳۸) ابو بکر سے کہ عمر اور حذینہ اور ابی
رضی اللہ عنہم لیلۃ القدر کی ستائیسویں تاریخ ہونے
میں شک نہ کرتے تھے۔

(۳۹) ابوبکر عن قطبة ابن مالک
ان عمروائی قومًا اعتكفوا حرقا
الطیہد وقد ستروا ما نكروا
وقال ما هنذا قالوا انما نستر
على اطعمنا قال فاستروا فاذا طعمتم
فاهتكوا -

(۳۹) ابو بکر قطبہ بن مالک سے کہ عمر رضی اللہ عنہ
نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ انھوں نے مسجد میں اعتکاف
کیا ہے اور پر وہ ڈال رکھا ہے، پوچھا کہ پر وہ کہیں
ڈال رکھا ہے، ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے کھانے
کو چھپاتے ہیں، آپ نے فرمایا جب کھانا کھاؤ تو پر وہ
ڈال لو اور جب کھا چکو تو الٹ دو۔

(۴۰) عن ابن عمر ان عمر سأل النبي
صلى الله عليه وسلم قال كنت
نذرت في الجاهلية ان اعتكف
ليلة في المسجد الحرام قال فاوف
بنذرته - (البخاری)

(۴۰) ابن عمر سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے
جاہلیت میں ایک رات کعبہ میں اعتکاف کرنے
کی نذر کی تھی آپ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری
کرنے۔ (بخاری)

عہ ہم اعتکاف کے بیان میں حاشیہ پر لیلۃ القدر کے بارے میں علماء کا اختلاف لکھ چکے ہیں وہاں یہ بھی لکھا ہے
کہ اکثر ابراہیم سے رمضان کے اخیر عشرے بلکہ ستائیسویں تاریخ میں لیلۃ القدر کا ہونا معلوم ہوتا ہے ۱۲۔
عہ بعض لوگوں نے اس اثر سے حنفیہ پر اعتراض کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اعتکاف میں صوم شرط ہے اور اس شرط
میں رات کا ذکر ہے رات کو روزہ کہاں معلوم ہوا کہ اعتکاف میں صوم شرط نہیں، اس اعتراض کے دو جواب ہیں
(۱) حنفیہ کے نزدیک ہر اعتکاف میں صوم شرط نہیں ہے بلکہ اعتکاف واجب میں شرط ہے اور یہ حضرت عمر کا
اعتکاف واجب تھا کیونکہ جاہلیت کو نذر تھی اسلام کے بعد اس کا لہذا کرنا ضروری نہیں باقی رہا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا ان کو حکم دینا صریح بطور استصحاب کے ہے (۲) صحیح مسلم میں اس حدیث میں یونہی لفظ بھی ہے
پس معلوم ہوا کہ رات دن دونوں کی اعتکاف کی نذر تھی ۱۲۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا وَمُصَلِّيًا وَمُسَلِّمًا

اس زمانے میں میرے عزیز گرامی نے مجھ سے پے در پے درخواستیں کیں اور مجھے اس امر پر مجبور کیا کہ میں ایک رسالہ مستقل اس مسئلہ میں لکھ دوں کہ نماز کے اذکار میں کس ذکر کا عربی عربی زبان میں پڑھنا جائز ہے اور کس کا نہیں اور جائز ہے لوح الکرہمت یا بدون الکرہمت اس لئے کہ آج کل بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نماز میں قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ لینا کافی ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس کی تائید میں رسالے بھی لکھے اطراف و کن میں اس مسئلہ کا بہت شور ہے کم علم مسلمانوں کو سخت تشویش ہے ان کو یہ بھی سمجھا دیا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ لہذا میں نے محض تائید الہی پر پھر دیکھا کہ اس بحث میں خامہ فرمائی گئی واللہ ولی التوفیق۔ پہلا مسئلہ نماز میں قرآن مجید کی اصل عبارت کا پڑھنا فرض ہے یا اگر اس کا ترجمہ کسی زبان میں کر کے پڑھ لیا جائے تب بھی جائز ہے۔

جواب۔ اصل عبارت کا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بتواتر منقول ہے اسی کا پڑھنا نماز میں فرض ہے اگر اس کا ترجمہ کر کے کسی زبان میں پڑھا جائے گا تو نماز نہ ہوگی حتیٰ کہ خود عربی زبان کا فقط جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بتواتر منقول ہو اس کے پڑھنے سے بھی نماز نہیں ہوتی گو وہ لفظ قرآنی کا مرادف ہو۔

س۔ اگر کسی کو قرآن مجید کی کوئی سورت یاد نہ ہو اور نہ یاد کر سکتا ہو یعنی اس کی زبان سے عربی الفاظ نہ آوا ہوتے ہوں یا یاد ہو مگر عربی زبان کے نہ جاننے کے سبب سے اس کے معانی نہ سمجھتا ہو تو وہ کیا کرے اگرچہ سمجھا سمجھے ہوئے طوطے کی طرح زبان سے الفاظ کہے تو دل پر کچھ اثر نہ ہوگا اور نماز میں خشوع کی کیفیت نہ پیدا ہوگی۔

ج۔ جس شخص کو قرآن مجید کی کوئی سورت یاد نہ ہو اس کو چاہئے کہ یاد کرنے کی کوشش کرے اور جب تک یاد نہ ہو جائے وہ اصطلاح فقہ میں اسی سمجھا جائے گا کہ بمقدار قرأت واجبہ سکوت کے ہوتے کھڑا رہے اور جس شخص کی زبان سے عربی الفاظ نہ آوا ہوتے ہوں اس کو اختیار ہے چاہے ہجرت فاتحہ اور کسی دوسری سورت کا ترجمہ اپنی زبان میں کر لے اور پڑھے اور چاہے سکوت کے ہوتے کھڑا رہے۔

قراءة غیر العربی یعنی قرآنا مجازا الایوی انتہی لیس فی القرآن عندہ فیقال لیس بقرآن
وانما هو ترجمة وانما يجوزنا للعاجز۔ اذالم یخل بالمعنی لانه قرآن من وجہ
باعتبار اشتماله علی المعنی فالہ بیان بہ اولی من الترتک ومطلقا اذالم یخل بالمعنی
الوسع وهو نظیر لا یساء (معنی ج الداریة) واما الی الصیغ الذی رجم الیہ ان القرآن
اسم للنظم والمعنی جمیعا کما هو قولہما لا یفتضح علیہ الا تعلم العربی ولا اعلم خلافا
فی ان القرآن عندہما اسم للنظم والمعنی جمیعا و قد منا عن الاتقانی ان الفارسیة
عندہما لیس قرآنا اذ الفتح القدسیہ عشر نبلائی اور وہ شخص جو عربی زبان نہ جانتے کے سبب
سے معانی نہیں سمجھ سکتا۔ اس کو چاہیے کہ بے معنی سمجھے ہوئے وہی اصلی الفاظ نماز میں پڑھے ہاں اس
امر کی کوشش کرنا اس پر ضروری ہے کہ عربی زبان سے اتنی واقفیت کر لے کہ اس سے قرآن مجید
کے معانی سمجھنے لگے۔ رہ گیا یہ کہ بے معنی سمجھے ہوئے پڑھنے میں خشوع نہ پیدا ہوگا بالکل غلط اور
خلاف مشاہدہ ہے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہزاروں معنی سمجھنے والوں کو نماز میں کچھ بھی خشوع نہیں
ہوتا اور معنی نہ سمجھنے والے بہت لوگوں کو کیفیت خشوع حاصل ہوتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ خشوع کا
ہونا سمجھنے پر موقوف نہیں، بلکہ رقت قلب اور قوت ایمان کا ثمرہ ہے بلکہ اگر کوئی شخص معنی سمجھتا
ہو اور اپنا خیال ہمہ تن معنی پر مقصود کر دے تو یقیناً یہ بھی ایک سبب عدم خشوع کا ہو جائے گا۔
س :- کیا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترجمہ قرآن مجید کے پڑھ لینے سے نماز ہو جاتی ہے
اگر فی الواقع ان کا یہ مذہب ہے تو ان کی کیا دلیل ہے۔

ج :- امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی ترجمہ قرآن مجید کے پڑھ لینے سے نماز نہیں ہوتی

عہ غیر عربی کو قرآن کہنا مجاہد ہے، کیا نہیں معلوم کہ قرآن کی نفی اس سے درست ہے اور یہ کہ دنیا کو ذکر قرآن نہیں ہے
صرف اس کا ترجمہ ہے اور ہم نے اس کو معذور کے معنی اس وقت جائز کیا ہے کہ معنی میں غلط نہ آنے پائے کیونکہ قرآن معنی کو
بھی شامل ہے پس اسی کو ادا کر لینا بہت بالکل چھوڑ دینے کے بہتر ہے کیونکہ تکالیف طاقت کے موافق ہے اور وہ اشارے
کی نماز پڑھنے کے مثل ہے کہ معذور کو جائز ہے غیر معذور کو نہیں، لیکن اس صحیح مذہب کی بنا پر جس کی طرف امام صاحب
نے رجوع کیا کہ قرآن عبارت و معنی دونوں کا نام ہے جیسا کہ صاحبین کا قول، تو اس پر عربی بھی زبان کا سیکھنا
فرض ہے، اور میں نہیں جانتا کہ کسی نے اس میں اختلاف کیا ہو کہ صاحبین کے نزدیک قرآن عبارت و معنی دونوں کا
نام ہے اور ہم اتقانی سے نقل کر چکے ہیں کہ فارسی ترجمہ صاحبین کے نزدیک قرآن نہیں ہے ۱۲۔

ہاں کسی زمانے میں وہ اس امر کے قائل تھے مگر جب ان کو اس قول کا کمزور اور بے دلیل ہونا معلوم ہوا تو انہوں نے اس سے رجوع کیا ان کا رجوع کرنا فقہ کی تمام کتابوں میں بہت صراحت سے منقول ہے، ہدایہ میں ہے۔ ویرمی رجوعہ فی اصل المسألة الی قولہما وعلیہ الاعتقاد بنا یہ شرح ہدایہ میں ہے۔ ویرمی رجوعہ ش ای سر جو ۶ ابی حنیفہ فی اصل المسألة ش یعنی القراءة بالفارسیة مر الی قولہما ش ای الی قول ابی یوسف و محمد رواہ ابو بکر الرازی وغیرہ وعلیہ الاعتقاد ابن مالک شرح منار میں لکھتے ہیں الاصح انہ سراج من ہذا القول کما سدا لزوج ابن ابی مریم کفایہ میں ہے وخرکس ابو بکر الرازی انہ سراج الی قولہما وهو الصحیح۔ تلویح میں ہے۔ رواہ ای الرجوع ۶ زوج بن ابی مریم شہاب خفاجی حاشیہ بیضاوی میں ہے۔ وقد قیل ان الصحیح من منہ ان القرآن هو المنظم والمعنی تفسیر احمدی میں ہے۔ وقد صح رجوعہ الی قولہما وعلیہ الاعتقاد تفسیر روح المعانی میں ہے وکان رضی اللہ عنہ قد ذهب الی خلافہ ثم رجع عنہ وقد صح رجوعہ الی القول بجواز قراءۃ غیر العربیة ملتذا جمع من الثقات المحققین باقی رہا یہ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے قول کی کیا دلیل بیان کی ہے معلوم نہیں تفسیر احمدی میں ہے۔ وکلیدی ما قال ابو حنیفہ اولہن عدم لزوم نظیر العربی ولسر قیل بدلیل شاف یوجب ذلک تلویح میں ہے۔ قال نحو الا سلام

عہ اور امام صاحب کا اس مسئلہ میں صاحبین کی طرف رجوع کرنا مروی ہے اور اسی پر اعتماد ہے ۱۲۔ عہ رجوع ان کا یعنی امام صاحب کا اصل مسئلہ میں یعنی قرآن کے فارسی زبان میں پڑھنے میں ان کے یعنی صاحبین کے قول کی طرف اس کو ابو بکر رازی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اسی پر اعتماد ہے ۱۲۔

سہ بہت صحیح ہے کہ امام صاحب نے اس قول سے رجوع کیا جیسا کہ زوج ابن ابی مریم نے روایت کیا ہے ۱۲۔

لعمدہ ابو بکر رازی نے ذکر کیا ہے کہ امام صاحب نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا۔ ۱۳۔ عہ رجوع کرنے کو زوج ابن ابی مریم نے روایت کیا ہے ۱۲۔ سہ بے شک کہا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ قرآن عبارت اور معنی دونوں کا نام ہے ۱۲۔ اور امام صاحب کا اپنے قول سے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کرنا صحیح ہے ۱۲۔ اور امام ابو حنیفہ اس کے خلاف کی طرف گئے تھے مگر پھر اس سے رجوع کیا اور ان کا اس قول سے رجوع کرنا کہ قرآن کی فرات غیر عربی میں جائز ہے، اپر ہینر کار محققین کی ایک جماعت نے صحیح کہا ہے۔ ۱۳۔ لعمدہ اور نہیں معلوم کہ امام ابو حنیفہ نے پہلے عربی عبارت کے ضروری نہ ہونے کو کیوں کہا تھا اور وہ کسی دلیل شافی کے ساتھ جو اس کو ثابت کرے قائل نہ ہو تھے ۱۲۔

لان ما قاله يخالف كتاب الله ظاهر احيث وصف المنزل بالعزى وقال ابو اليسر هذان
المسألة مشكلة لا تفهم لاحد ما قاله ابو حنيفة وقد صنف الكرخي فيها تعنيفا طويلا ولم
يات بدليل شاف. مگر بعض لوگوں نے جو دلائل ان کی طرف سے بیان کئے ہیں۔ ان سب میں
بڑی دلیل یہ ہے قولہ تعالیٰ وانہ لفي ذرالا ولین۔ انہ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف راجح ہے
یعنی بے شک قرآن اگلی کتابوں میں ہے۔ پس اگر قرآن الفاظ عربیہ اور معانی دولوں کا نام ہو تو
وہ اگلی کتابوں میں کیسے ہو سکتا ہے۔ اگلی کتابیں تو عربی زبان میں تھی ہی نہیں اس سے معلوم
ہوا کہ قرآن صرف معانی کا نام ہے گو وہ کسی زبان میں ہوں یہ دلیل بہ چند وجوہ مخدوش ہے۔
اول یہ کہ انہ کی ضمیر جیسے قرآن کی طرف پھر سکتی ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
پھر سکتی ہے اور ان قصوں کی طرف بھی پھر سکتی ہے جو اس آیت سے پہلے مذکور ہوئے پس ان تین
احتمالات میں ایک کے خاص کر لینے کی کیا وجہ ہے اور اگر خاص بھی کیا جائے تو تیسرا احتمال کیونکہ وہ
سياق کلام کے زیادہ مناسب ہے دوسرے یہ کہ اگر بان لیا جائے کہ ضمیر قرآن کی طرف راجح ہے
تو اس کی کیا دلیل ہے کہ حقیقت قرآن کی طرف ضمیر راجح ہے یہ کیوں نہ کہا جائے کہ ذکر قرآن یا معانی
کی طرف ضمیر پھرتی ہے جیسا کہ اکثر مفسرین کا قول ہے معالم التنزیل میں ہے۔ وانہ ای ذکر انقل
قالہ اکثر المفسرین۔ بیضاوی میں ہے۔ وانہ لفي ذرالا ولین وان ذکرہ او معناه لفي الكتب
المتقدمة شہاب خاجی میں ہے یعنی انہ علی تقدیر مضاف۔ والاول اقرب لان مثلہ مستقیض
كما يقال فلان في وقترا لا میر ولذا قدمه وفيه اشارات الی رد ما نقل عن ابی حنيفة من عدم

عہ نماز الاسلام نے کہا ہے کہ جو امام حنیفہ نے کہا تھا وہ کتاب اللہ سے کھلی ہوئی مخالفت رکھتا تھا اس لئے کہ
اللہ نے قرآن کو عربی کے ساتھ موصوف کیا ہے اور اللہ بشارت نے کہا کہ یہ مسئلہ مشکل ہے کسی کو نہیں معلوم کہ امام ابو حنیفہ
نے کیا کہا تھا اور کرخی نے اس مسئلہ میں ایک بڑی کتاب لکھی ہے مگر انھوں نے بھی کوئی دلیل شافی نہیں بیان کی
عہ اور بے شک وہ یعنی قرآن کا ذکر یہی اکثر مفسرین کا قول ہے۔ مہ اور بے شک اس کا ذکر یا اس کے معنی اگلی
کتابوں میں ہیں۔ ۱۲۔ یعنی انہ کی ضمیر قرآن کی طرف ایک معنی کے مقدر کرنے سے پھرتی ہے اور ذکر کا مقدر
کرنا معنی کے مقدر کرنے سے بہتر ہے۔ کیونکہ اس قسم کا محاورہ بہت راجح ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص امیر کے
رجسٹر میں ہے اور اسی وجہ سے صاحب بیضادی نے اس کو مقدم کیا اور اس میں اس کے رد کی طرف اشارہ ہے جو امام ابو حنیفہ
سے منقول ہے کہ فارسی زبان میں قرأت جائز ہے کہ جب معنی مقدر ہو جائے گا تو یہ معنی نہ بن سکیں گے ۱۲۔

جواز القراءۃ بالفارسیۃ فانہ اذا کان علی نقل یرمضان لم یکن کن لک یدارک
 میں ہے وانہ ای القرآن نفی زہرالا ولین یعنی ان ذکرہ مثبت فی سائر الکتب السماویۃ
 وقیل ان معانیہ فیہا روح البیان میں ہے۔ وانہ ای ذکر القرآن لا عینہ۔

روح المعانی میں ہے۔ وانہ نفی زہرالا ولین ای وان ذکر القرآن نفی الکتب المتقلدۃ
 علی ان الضمیر للقرآن والکلام علی حد ف مضاف وھذا کما یقال ان فلا نافی
 دفتر الامیر تفسیر احمدی میں ہے۔ ای نعمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی زہرالا ولین
 او القرآن ذکرہ مثبت فی سائر کتب السماویۃ او معانیہ فیہا کشاف میں ہے۔ وانہ
 ای القرآن یعنی ذکرہ مثبت فی سائر الکتب السماویۃ اور اس کے بعد جو صاحب کشاف
 نے لکھا ہے کہ قیل ان معانیہ فیہا وہ یجتم لابی حنیفۃ فی جواز القراءۃ بالفارسیۃ فی
 الصلوۃ علی انہ القرآن وان ترجمہ بغیر العربیۃ۔ یہ خود صاحب کشاف کے نزدیک بھی ضعیف
 ہے۔ بلقط قیل اس کو بیان کرنا اور آیت کے ساتھ اس کو مرتبط نہ کرنا اس طرف اشارہ کر رہا ہے
 حواشی علوی علی الکشاف میں ہے۔ قولہ قیل ان معانیہ فیہا الخ فیہ اشعار بان الوجہ
 حصولا دل۔ در سری دلیل جو اس زمانے میں بعض لوگوں نے بیان کی یہ ہے کہ صحابہ اپنی طرف
 سے قرآن مجید کے الفاظ بدل بدل کے پڑھا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جائز
 رکھتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے۔ کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی اس
 مضمون کی شہادت نہیں دیتی بلکہ جس نے حدیث کی کتابیں سرسری نظر سے بھی دیکھی ہیں وہ خوب
 جانتا ہے کہ صحابہ حفظ قرآن مجید میں سخت اہتمام فرماتے تھے۔ جس لفظ کو جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲۔ یعنی ذکر اس کا تمام اگلی کتابوں میں ہے اور بعض نے کہا کہ معانی قرآن کے ان میں ہیں ۱۲۔

۱۳۔ یعنی ذکر قرآن کا نہ کہ خود قرآن۔ ۱۳۔ یعنی ذکر قرآن کا اگلی کتابوں میں ہے اس بنا پر کہ ضمیر قرآن
 کی طرف پھرتی ہے اور یہ دیکھا ہے کہ کہا جائے کہ فلاں شخص امیر کے رجسٹر میں ہے۔ ۱۴۔

للع یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اگلی کتابوں میں ہے یا قرآن کا ذکر ان میں ہے یا اس کے معانی
 ان میں ہیں۔ ۱۴۔ قرآن یعنی اس کا ذکر اگلی کتابوں میں ہے۔ ۱۴۔ بعض نے کہا ہے کہ قرآن کے معانی
 کتابوں میں ہیں اور اسی سے امام الوضیہ کے قول کی سند بیان کی جاتی ہے۔ قرأت کے فارسی میں جائز
 ہونے پر اس بنا پر کہ قرآن کا ترجمہ بھی قرآن ہے چاہے غیر عربی زبان میں کیا جائے۔ ۱۴۔

سے سنتے تھے۔ اس کو اسی طرح ادا کرتے تھے بہرہ موفرق نہ ہونے پاتا تھا اور حکم نبوی یہ بھی تھا کہ قرآن مجید کی آیتیں لکھ لی جائیں اور اگر کسی صحابی نے کوئی لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا اور دوسرا صحابی اس کو سنتا اور پڑھتا تو وہ نہ سنتے والا اس پر بحث و انکار کرتا تھا حضرت تابعی کا ایک شخص کو اسی بات پر گئے ہیں رسی ڈال کر کیچنے ہوئے حضور رسالت میں لے جانا اور اسی بات پر ان کا ابی بن کعب سے کئی بار مناظرہ کرنا اور حضرت ابن مسعود کا اسی بنا پر سورۃ واللیل میں لفظ ما خلق کے پڑھنے سے سخت انکار کرنا مشہور ہے اور ہر اہل بیت صحیحہ منقول ہے اسی قسم کے بہت سے واقعات ہیں جنہوں نے غیر قوموں سے بھی اقرار کرایا ہے کہ قرآن مجید بے کم و کاست بے تغیر و تبدل وہی کتاب ہے جس کی نسبت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ خدا کی کتاب ہے، ولیم میور جو عیسائیوں کا ایک مشہور اور محقق مؤرخ ہے اس کی تاریخ دیکھیے۔ المختصر اسی قسم کی اور بھی دلیلیں ہیں جن کے ذکر سے شرم آتی ہے سمجھ دار کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اگر اس قول پر کوئی دلیل ہوتی تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اس سے کیوں رجوع کرتے۔

س: جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ ترجمہ قرآن قرآن نہیں ہے اور اس کے پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی وہ کون لوگ ہیں اور ان کی کیا دلیل ہے۔

ج: تمام علمائے امت اور مجتہدین شریعت اسی طرف ہیں جیسے امام شافعی اور امام احمد اور قاضی ابی یوسف اور آخر میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم بھی، ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ حق جل شانہ نے قرآن مجید کو عربیت کے ساتھ موصوف کیا ہے۔ (۱) انا انزلناہ قرآن عربیا (۲) کتاب فصلت آیاتہ قرآننا عربیا (۳) انا جعلناہ قرآننا عربیا۔

(۴) لسان عربی عربی (۵) ھذا لسان عربی مبین۔ وغیرہ ذلک پس اگر قرآن عرف معانی کا نام ہو تو اس کو عربیت کے ساتھ موصوف کرے کی کوئی وجہ نہیں۔ معنی کو کسی زبان کی خصوصیت سے کیا تعلق یہ شان لفظ کی ہے۔ معنی نہ عربی ہوتے ہیں نہ فارسی، نہ ہندی لہذا معلوم ہوا کہ قرآن ان خاص عربی الفاظ کا نام ہے جو معانی مخصوصہ پر دلالت کرتے

عہ بے شک ہم نے اس کو عربی قرآن اتارا ہے۔ ۱۲۔ معنی ایسی کتاب جس کی آیتیں مفصل ہیں۔ عربی

قرآن ہے ۱۳۔ معنی ہم نے اس کو قرآن بنایا ہے۔ ۱۴۔

لاحد صاف عربی زبان میں ۱۲۔ معنی یہ قرآن عربی زبان ہے۔ ۱۳۔

ہیں اور ان کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ علاوہ اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بہت سے عجمی لوگ اسلام لائے تھے جو عربی زبان بالکل نہ سمجھتے تھے مگر کسی کو آپ نے یہ حکم نہیں دیا کہ تم قرآن کا ترجمہ اپنی زبان میں کرنا کر نماز میں پڑھ لیا کرو اور پھر صحابہ کے زمانے میں تو صد ہا بلاد و عجم مفتوح ہوئے اور وہاں کے لوگ اسلام لائے مگر یہ منقول نہیں کہ صحابہ نے کسی کو اجازت دی ہو کہ تم قرآن مجید کا ترجمہ نماز میں پڑھ لیا کرو۔ اب یہاں چند احتمالات باقی ہیں۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے شاید عجمیوں کو یہ اجازت دی ہو مگر اس کی روایت نہیں کی گئی یا روایت ہوئی، مگر کتب میں درج نہیں ہوئی اس وجہ سے ہم کو وہ روایت معلوم نہیں۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے کچھ اس طرف خیال نہیں کیا، اگر خیال آتا تو ضرور اجازت دیتے۔

(۳) اس زمانے میں لوگوں کو عربی زبان سمجھ لینا آسان تھا اس سبب سے اس اجازت کی ضرورت نہیں ہوئی، اب مشکل ہو گیا ہے۔ لہذا اس اجازت کی ضرورت ہے، مگر یہ احتمالات ایک معمولی شخص کے نزدیک بھی قابل وقعت نہیں ہیں۔ پہلے احتمال کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ دیدہ و دانستہ کسی امر شرعی کی روایت میں ہرگز ہرگز کوتاہی نہ کرتے تھے۔ اور جس واقعہ کی دن رات ضرورت رہتی ہو، اس کے متعلق ایسی بڑی بات بھول جانا خلاف عقل ہے، جس زمانے میں امام ابو حنیفہ ررحمۃ اللہ علیہ ترجمہ قرآن سے جواز نماز کے قائل ہوئے تھے، اس وقت بڑے بڑے تابعین موجود تھے۔ اگر انھیں صحابہ کی اجازت معلوم ہوتی اور وہ اس کو بھول گئے ہوتے تو اس واقعہ پر ضرور ان کو یاد آ جاتی اور ان پر اس مسئلہ کا طعن نہ کیا جاتا اور بعد حدیث مل جانے کے امام صاحب اپنے پہلے قول سے رجوع نہ کرتے، حاصل یہ کہ کسی امر کا باوجود کثرت و شدت دوائی اور عدم مواضع کے منقول نہ ہونا، اس کے عدم کی ذلیل ہے، دوسرا احتمال تو ایک اولوا العزم پیغمبر اور اس کے خلفاء کی طرف کوئی ذی عقل مسلمان نہیں کر سکتا۔ نماز سے بڑھ کر شریعت میں کسی چیز کی تاکید نہیں، پھر جب اسی کا خیال نبی نے نہ کیا تو اور چیزوں میں تو نہ معلوم کیا کچھ بے خیالی کی ہوگی، معاذ اللہ نبوت کیا ہوتی ایک کھیل ہو گیا، تیسرا احتمال بھی بالکل لغو ہے

بلکہ پہلے عربی کا حاصل کرنا مشکل تھا تو بعد مدون نہ تھے، باقاعدہ تعلیم نہ ہوتی تھی اب بچہ اللہ
دو دن باتیں موجود ہیں پہلے اگر ایک سال میں عربی زبان کی بہارت ہو سکتی تھی تو اب
چھ مہینے میں وہی کیفیت حاصل ہو سکتی ہے۔

س: اگر باوجود قدرت کے کوئی شخص قرآن مجید کا ترجمہ نماز میں پڑھے تو نماز میں فساد آئے گا
یا نہیں؟

ج: اگر صرف ترجمہ پر اکتفا کی جائے تو ہر حال میں نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ترجمہ بھی پڑھا
جائے اور اصل عبارت قرآنیہ بھی پڑھی جائے تو وہ ترجمہ اگر کسی قصہ کا یا کسی حکم کا ہو کماثر
نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر کسی ذکر یا تسبیح کا ترجمہ ہوگا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ فتح القدیر
میں ہے۔ الوجه انه اذا كان المقروء من مكان الفصص والا مردا لشي
ان يفسد مجرّد قراءتہ حينئذ متکلم بکلام غیر قرآن بخلاف ما اذا كان
ذکر او تنزیہا فانہ انما يفسد اذا اقتصر علی ذلك بسبب اخلاء الصلوٰۃ عن
الصلوٰۃ عن القراءۃ۔ انتھی۔

دوسرا مسئلہ = اذان و اقامت کا عربی کے سوا کسی اور زبان میں کہنا جائز ہے یا نہیں۔
جواب = امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک ہر حال میں جائز ہے۔ بشرطیکہ لوگ سمجھ لیں کہ اذان
ہو رہی ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر عربی الفاظ کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو جائز ہے
ورنہ نہیں، گویا امام صاحب کے نزدیک بھی خلاف سنت ہونے کے سبب سے مکروہ اور
بدعت ضرور ہے بعض فقہانے مثل صاحب مراقی الفلاح وغیرہ کے صاحبین کے قول پر
فتویٰ دیا ہے مگر صحیح نہیں۔ رہتبین الحقائق فتاویٰ قاضی خاں

تیسرا مسئلہ = نماز کی نیت عربی زبان میں کہنا چاہئے یا اپنی مادری زبان میں کہی جائز ہے۔
جواب = اصل تو یہ ہے کہ نیت دلی ارادے کا نام ہے۔ زبان سے کچھ کہنا نیت ہی نہیں ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا یہ دستور تھا، ہاں متاخرین نے خیال اس کے کہ کبھی آدمی
متفکر ہوتا ہے اور دلی ارادے کا اس کو خیال نہیں رہتا۔ لہذا اگر زبان سے کہہ لیا کرے گا تو
دلی ارادہ بھی ہو جائے گا اور بعض افاضل علماء نے اس کو بدعت حسنہ لکھا ہے۔ لہذا
اگر ایسا کیا جائے تو عربی زبان کی تخصیص نہیں جس زبان کو سمجھتا ہو اسی زبان میں نیت
کے الفاظ کہے۔

پوچھا مسئلہ = تکبیر تحریمہ اور اسی طرح باقی تکبیرات کا غیر عربی زبان میں کہنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب = امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اس لئے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے ذکور اسم ربہ فیصلے اس میں کسی زبان کی تخصیص نہیں کی، ہاں اس میں شک نہیں کہ مخالف سنت ہونے کے سبب سے بدعت اور مکروہ ضرور ہوگا، بعض فقہانے لکھا ہے کہ امام صاحب نے اس مسئلہ سے بھی رجوع کیا، مگر یہ صحیح نہیں۔

تُعَزِّمِينَ تَشَاءُ وَتُذِلُّنَّ مِمَّنْ تَشَاءُ

علم الفقہ

حصہ چہارم

جس میں مفصل مسائل زکوٰۃ نہایت سلیس و عام فہم اردو زبان میں
لکھے گئے ہیں جمع پہلے حدیث زکوٰۃ

مترجمہ
حضرت مولانا محمد عابد الشکور قاری لکھنوی

ناشر

دارالاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذي بعث اليينا اذكي المرسلين. بالشريعة السهلة البيضاء
 وكتاب مبين. سيدنا محمداً المحمود في زبر الاولين. فصله الله عليه وعلى اله
 وصحبه الذين بهم تكامل نصاب الدين ورضى عنهم سرب العالمين هـ -
 جب حق سبحانہ کی نامحدود عنایت سے جو اس بندۂ ناچیز پر ہے علم الفقہ کی تیسری جلد
 ختم ہو چکی جس میں صوم کا بیان ہے تو اب میں اس چوتھی جلد کو شروع کرتا ... ہوں اس
 میں زکوٰۃ کا بیان ہوگا قادر ذوالجلال محض اپنے فضل و کرم سے اس جلد کو بھی اپنی رفیعی کے
 موافق انجام کو پہنچائے اور مسلمانوں کو اس سے بھی ویسا ہی منتفع فرمائے جیسا پہلی تین جلدوں
 سے منتفع فرمایا اور مجھے حق رکھنے اور خطا سے بچنے کی توفیق دے ویرحمہ اللہ عبد اقبال امیناً
 میں اپنے پروردگار کے احسان کا شکر کس طرح ادا کروں کہ اس نے مجھ جیسے ناقابل اور ناچیز
 کو اس دینی خدمت کے لئے منتخب فرمایا جس سے آج صد ہا مسلمانوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے چاہے وہ
 داد حق را قابلیت شرط نیست بلکہ شرط قابلیت داد اور ست

فله الحمد اولاد وانحراً زکوٰۃ کے معنی لغت میں طہارت اور برکت اور پڑھنے کے ہیں اور اصطلاح
 شریعت میں اپنے مال کی مقدار معین کے اس جز کا جس کو شریعت نے مقرر کر دیا ہے کسی مستحق کو مالک بنانا
 چونکہ اس فعل سے باقی مال پاک ہو جاتا ہے اور اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے برکت عنایت ہوتی
 ہے اور اس مال کی دنیا میں کبھی ترقی ہوتی ہے اور آخرت میں اللہ پاک اس کا دس گنا لکھ اس سے
 بھی زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے اس لئے اس کا نام زکوٰۃ رکھا گیا۔

زکوٰۃ بھی نماز کی طرح تمام انبیاء کی امتوں پر فرض تھی ہاں اس کی مقدار اور اس مال کی تحدید
 میں جس پر زکوٰۃ فرض ہو ضرور اختلاف رہا اور یہ بھی یقینی ہے کہ اسلام میں اس کے متعلق بہت
 آسان احکام ہیں اگلی امتوں پر اتنی آسانی نہ تھی۔

زکوٰۃ کی فضیلت اور اس کی تاکید

زکوٰۃ کی فضیلت اور تاکید کے لئے یہ بات کیا کم ہے کہ قرآن مجید میں بتیں جگہ تو اس کا ذکر نماز جیسی عظیم الشان عبادت کے ساتھ فرمایا گیا ہے اور بہت جگہ اس کا ذکر علیحدہ بھی ہے اسکے ادا کرنے والوں کو دیکھنا اور سچے وعدوں سے عزت دیکھنی ہے اور اس کے ادا سے باز رہنے والوں کو ایسے سخت سخت عذاب کی خبر دی گئی ہے کہ خدا جانتا ہے ایمان والوں کے دل اس عذاب کے خیال کرنے سے کانپ اٹھتے ہیں، آفریں ہے ان لوگوں کی مردانہ ہمت پر جو اس عذاب کے برداشت کرنے کو تیار ہو گئے ہیں۔

زکوٰۃ اسلام کا ایک بڑا رکن ہے اس کی فرضیت قطعی ہے، منکر اس کا کافر اور تارک اس کا فاسق ہے اب میں بطور نمونہ چند آیات و احادیث زکوٰۃ کی تاکید کے متعلق نقل کرتا ہوں آیات (۱) ہدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ویمارون قناہم ینفقون (بقرة) ترجمہ (قرآن مجید) ان پر سزگاروں کے لئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز پڑھا کرتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں یہ آیت قرآن مجید کی ابتدائی آیت ہے دیکھئے کتنی سخت تاکید ہے، قرآن مجید کی ہدایت سے فیضیاب ہونے کا انھیں لوگوں سے وعدہ کیا گیا جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔

(۲) وایقمو الصلوٰۃ واتیوا الزکوٰۃ داس کوا مع الذاکتین (بقرة) ترجمہ اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ (ملک جماعت سے) نماز پڑھا کرو۔

(۳) وایقمو الصلوٰۃ واتیوا الزکوٰۃ وما تقدوا لانیفسکم من خیر تجنوا کا عند اللہ (بقرة) ترجمہ اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (پسین کر لو کہ) جو نیکی تم اپنے لئے (مرطے سے) پہلے کر لو گے اس (کے ثواب) کو تم اللہ کے یہاں پاؤ گے۔

(۴) لکن البر من امن باللہ والملتکة والنبيين واتى المال على حبه ذوی القربى والیتیمی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفي الرقاب واقام الصلوٰۃ واتى الزکوٰۃ (ابی قولہ تعالیٰ) اولئک الذین صدقوا واولئک ہم المتقون (بقرة) ترجمہ لیکن نیک وہ شخص ہے جو اللہ پر اور (اس کے) فرشتوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت پر (اپنے) قرابت والوں اور یتیموں اور غریبوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو مال دے اور

غلاموں (کے آزاد کرانے) میں (خرچ کرے) اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے، یہی لوگ ہیں جو سچے (ایک انداز میں) اسی ہی لوگ پر ہیزگار ہیں، دیکھئے اس آیت میں سچے ایک انداز اور پر ہیزگار ہونے کا حصر ان صفا پر کر دیا گیا۔

(۵) یا ایہا الذین امنوا انفقوا مہار زقنا کم من قبل ان یاتی یوم لا ینفع فیہ ولا خلة ولا شفاعة (بقرہ) ترجمہ اے ایمان والو جو کچھ تم نے تم کو دیا اس سے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرو اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ (کسی کی) دوستی اور سفارش کام (آئے گی)۔

(۶) مثل الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائة حبة واللہ ینضاعف لمن یشاء (بقرہ) ترجمہ ان لوگوں کے مال کا حال جو اللہ کی راہ میں اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں اس دانے کے مثل ہے جو سات ہالیاں نکالے اور ہر ہالی میں سو دانے ہوں (یعنی ایک چیز کا ثواب سات سو گنا ملے گا) اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اس سے (بھی) بڑھا دیتا ہے۔

(۷) یا ایہا الذین امنوا انفقوا من طیبات ما کسبتہم وما اخرجنا لکم من الارض (بقرہ) ترجمہ اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں سے اور اس چیز سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہے (ہماری راہ میں) خرچ کرو۔

(۸) ان تبدوا الصدقات فنعما ہی وان تخفوها وتوتوها الفقراء فیو خیر لکم ویکفر عنکم سیئاتکم (بقرہ) ترجمہ اگر تم صدقے ظاہر کر (کے دو) تو وہ (بھی) اچھا ہے اور اگر انکو چھپاؤ اور فقیروں کو دو تو وہ تمہارے لئے (زیادہ) مفید ہے اور تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا۔

(۹) الذین ینفقون اموالہم باللیل والنهار سرًا وعلانیۃ فلہم اجر ہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا هم ینجزون (بقرہ) ترجمہ جو لوگ اپنے مال دن رات کھلے اور چھپے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں تو ان کے لئے ان کی مزدوری ان کے پروردگار کے یہاں ہے اور (وہاں) نہ ان پر خوف ہو گا نہ غمگین ہوں گے۔

(۱۰) والمقیین الصوتۃ والموتون الزکوٰۃ والمؤمنون باللہ والیوم الآخر اولئک سنونہم اجر اعظیما (بقرہ) ترجمہ اور نماز پڑھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھنے والے یہی لوگ ہیں جن کو ہم بڑا اچھا

رہ دیں گے۔

(۱۱) وقال الله اني معكم لمن اقمتم الصلوة واتيتم الزكوة وامنتم برسلي وعزرتهم وقرضتم الله قرضا حسنا لا كفرن عنكم سيا تم ولا دخلنكم جنات تجري من تحتها الانهار رماندا) ترجمہ اور اللہ نے انہیں کتاب سے فرمایا کہ اگر تم نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور میرے (سب) پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو تو میں تمہارے ساتھ ہوں اور بیشک میں تمہارے گناہ تم سے دور کروں گا اور ضرور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے (درختوں کے) نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔

(۱۲) ورحمتي وسعت كل شئ فسأكتيها الذين يتقون ويوتون الزكوة والذين هم بايتنا يؤمنون (اعراف) ترجمہ اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے پس عنقریب میں اس کو ان لوگوں کے لئے مقرر کروں گا جو پرہیزگار ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لایا کرتے ہیں۔

(۱۳) انما المؤمنون الذين اذا ذكروا لله وجلت قلوبهم واذا تلئت عليهم اياته زادتهم ايمانا وعلو ربه يتوكلون الذين يقينون الصلوة وصبار زقناهم ينفقون اولئک هم المؤمنون حقاً لهم عند ربهم ومغفرة ورزق كريم (انفال) ترجمہ مومن وہی لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کے سنائی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جائے اور وہ اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں وہ (ایسے) لوگ (ہیں) کہ نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں یہی لوگ سچے ایماندار ہیں انھیں کے لئے ان کے پروردگار کے یہاں (بڑے) درجے ہیں اور بخشش اور عمدہ رزق ہے اس آیت کا حصر بھی دیکھنے کے قابل ہے۔

(۱۴) فان تابوا واقاموا الصلوة والزكوة فخلوا سبيلهم (توبہ) ترجمہ پھر اگر یہ لوگ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ (نہ بند کرو اور ان کو تکلیف نہ دو بلکہ ان کو) چھوڑ دو۔ معلوم ہوا کہ جو شخص زکوٰۃ نہ دیتا ہو وہ اسلام کی امان میں نہیں ہے اسی سبب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جہاد کیا۔

(۱۵) فان تابوا واقاموا الصلوة و اتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین (توبہ) ترجمہ پھر اگر یہ لوگ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں وہ تمہارے بھائی ہیں معلوم ہوا کہ جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے وہ دینی بھائی نہیں ہیں ذرا اس بات پر غور کیجئے کہ کہاں تک پہنچتی ہے۔

(۱۶) ویقیمون الصلوة ویوتون الزکوٰۃ ویطیعون اللہ ورسولہ اولئک سیر حمہم اللہ (توبہ) ترجمہ اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں کہ عنقریب اللہ ان پر مہربانی کرے گا۔

(۱۷) خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم و تزیہہم بها (توبہ) ترجمہ (اے نبی) ان کے مالوں سے تم صدقہ لو جس کے ذریعہ سے تم ان کو (گناہوں سے) پاک کرو اور ان (کے دلوں کو) صاف کرو۔ معلوم ہوا کہ صدقہ دینا گناہوں کی معافی کا سبب ہے۔

(۱۸) و اوصانی بالصلوة و الزکوٰۃ ملامت حیا (مریم) ترجمہ اور حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک کہ میں زندہ ہوں۔ معلوم ہوا کہ زکوٰۃ صرف شریعت اسلامیہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام پیغمبروں کو اس کا حکم دیا گیا ہے، علماء نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ فرض نہیں حضرت مسیح علیہ السلام کو حکم دینے سے یہ مقصود ہے کہ وہ اپنی امت کو اس کی تعلیم کریں۔

(۱۹) وکان یا مرآہلہ بالصلوة و الزکوٰۃ وکان عندہ ربہ مرضیا (مریم)

عہ علماء نے انبیاء پر زکوٰۃ فرض نہ ہونے کا سبب یہ بیان کیا کہ زکوٰۃ کی غرض گناہوں سے پاک بننا ہے اور انبیاء یوں ہی گناہوں سے پاک ہوتے ہیں مگر یہ وجہ درست نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ زکوٰۃ حق مال ہے خواہ صاحب مال گناہوں سے پاک ہو یا نہ ہو بلکہ آل دہا کی جو میری فہم ناقص میں آتی ہے یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ پاک کے پورے اور کامل بندے ہوتے ہیں انکا حال بالکل ویسا ہی ہوتا ہے جیسا حقیق (غلام) کا کہ کوئی چیز اسکی ملک نہیں ہوتی اسکے ہاتھ میں چاہے جتنا مال آجائے سب اسکے مالک کا ہوتا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے جو کچھ انکے ہاتھ میں آجائے وہ سب اللہ کا ہے پس جب وہ کسی مال کے مالک نہیں ہوتے تو زکوٰۃ کس چیز کی دیں گی سب سے کہ انکے مال میں دراثت جاری نہیں ہوتی اور اسی کی طرف اس صحیح حدیث میں اشارہ ہے کہ عن معاشوا لانبیاء لہ نورث ما ترکنا لا صدقۃ یعنی ہم گردہ انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے اسی سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مال متروکہ سے آپ کی ازداد اچ اور نہات کو حصہ نہیں دیا گیا ۱۷۔

ترجمہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام) اپنے کنبے کو نماز پڑھنے (اور زکوٰۃ دینے) کا حکم دیا کرتے تھے
 اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے، دیکھئے زکوٰۃ کی تعلیم کو اللہ پاک نے ایک اولوالعزم پیغمبر
 تعریف میں ذکر فرمایا۔

(۲۰) وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فَعَلِ الْخَيْرَاتِ وَاَقَامِ الصَّلٰوةَ وَاِيتَاءَ الزَّكٰوةَ وَكَانُوا لَنَا عٰبِدِيْنَ
 (انبیاء) ترجمہ اور ہم نے ان کی طرف نیکیوں کے کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم بھیجا
 اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔

(۲۱) قَدْ اَخْلَمَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰتِهِمْ خٰشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ
 لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ (مؤمنون) ترجمہ بیشک کامیاب ہوں گے وہ ایماندار جو اپنی نماز میں
 خشوع کرتے ہیں اور وہ جو زکوٰۃ (ادا) کر لے والے ہیں۔

(۲۲) قُلْ عِبَادِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يٰقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَبِيْنَ قَدَمَيْكُمْ سُرٰوْعًا
 مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيْ يَوْمٌ لَا يَبِيْعُ فِيْهِ وَلَا يَخْتَلٰوْا (سعد) ترجمہ (اے نبی) میرے ان بندوں
 سے جو ایمان لائے ہیں کہدو کہ نماز پڑھا کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ (سہاری راہ
 میں) چھپے اور کھلے خریدی کیا کریں اس دن (یعنی قیامت کے آنے سے پہلے جس میں نہ خریدو نہ فروخت ہوگی
 اور نہ لوگوں کی دوستی (کام آئے گی)

(۲۳) رِجَالٌ لَا تُلٰهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ وَاَقَامِ الصَّلٰوةَ وَاِيتَاءَ
 الزَّكٰوةِ يَخٰفُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَاَلْبَصٰرُ (نور) ترجمہ ایسے مرد کہ ان
 کو کوئی تجارت اور کوئی بیع اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی وہ اس
 دن (یعنی قیامت) سے ڈرتے ہیں جس میں (خوف کے مارے لوگوں کے) دل اور آنکھیں الٹ جائیں

(۲۴) وَلَا يَحْسَبُنَ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ
 مِّنْهُم مَّا يَخْلُوْنَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (ال عمران) ترجمہ اور جو لوگ
 اللہ کے دیئے ہوئے مال میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ بخل ان کے لئے مفید ہے بلکہ (وہ یقین
 کریں کہ) وہ ان کے لئے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن جس چیز کے ساتھ انہوں نے بخل کیا ہے اس
 کا طوق انہیں پہنایا جائے گا، اس آیت کے مطلب کی توضیح حدیث سے ہوگی۔

(۲۵) وَالَّذِيْنَ يَكْنٰزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
 فَبَشِّرْهُمْ بِعَذٰبٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُجْعَلُ عَلَيْهِمْ نَارُ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبٰهُهُمْ وَجَنُوْبُهُمْ

وظہور ہمہ امانت تھو کہ تمہارے نفس کے فدا و قوا ما کفتمہ تک نزلون ترجیہ اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو اسے نبی (تم ان کو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری دیدو جس دن کہ وہ (سونا چاندی) دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان (بد نصیبوں) کی پیشانیوں اور ان کے پہلو اور ان کی منچھیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائیگا) کہ یہ وہی (سونا چاندی) جس کو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا پس (اب) جو تم نے جمع کیا تھا اس (کے مزے) کو چکھو۔ اللہ اکبر کیسی سخت وعید ہے کہ سننے سے دل کا پتلا ہے، اسے مہربان پروردگار اپنے فضل و کرم کی طرف نظر فرمادے اور اس ناقابل برداشت عذاب سے اپنے برگزیدہ نبی کی مرحوم امت کو بچائے، ان آیات کے دیکھنے کے بعد ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ زکوٰۃ کی کس قدر تاکید اللہ پاک کو منظور ہے، نماز اور زکوٰۃ کے سوا کسی عبادت کا اس قدر ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے گو اس کے مسائل روزہ کی طرح بیان نہیں فرمائے گئے، یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ جس قدر آیتوں میں زکوٰۃ کا ذکر ہے ہم نے وہ سب یہاں لکھ دی ہیں بلکہ ابھی بہت سی آیتیں باقی ہیں جن کو ہم نے طول کے سبب سے نہیں ذکر کیا اب ذرا ایک سرسری نظر سے احادیث کو بھی دیکھئے۔

احادیث (۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھ کو یہی اچھا معلوم ہو گا کہ تین دن بھی نہ گزرنے پائیں کہ وہ سب خرچ ہو جائے اور میرے پاس کچھ بھی نہ رہ جائے (صحیح بخاری)

(۲) ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر صبح کو دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں ایک یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ سنی کو اس کے مال کا بدل عنایت فرما، دوسرا دعا کرتا ہے کہ اے اللہ بخیل کو ہلاکت نصیب کر (بخاری و مسلم)

(۳) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنی اللہ سے قریب، جنت سے بھی قریب ہے، لوگوں سے بھی قریب ہے اور دوزخ سے بعید ہے اور بخیل اللہ سے بھی بعید ہے، جنت سے بھی بعید ہے، لوگوں سے بھی بعید ہے اور دوزخ سے قریب ہے اور بیشک سنی جاہل بخیل عابد سے اللہ کو زیادہ پسند ہے۔ (ترمذی)

شیخ مصلح الدین شیرازی نے اسی حدیث کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے

بخیل اور بود زاہد یکسر و بر بہشتی نباشد بحکم خیر

(۴) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا

آپ کو جب مکرمہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے پھر کو دیکھ کر آپ فرمانے لگے کہ پروردگار کعبہ کی قسم وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں، میں نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں، ارشاد ہوا کہ جن کے پاس مال زیادہ ہو۔ مگر ہاں جو اس مال کو لگے سے اور پیچھے سے اور دہن سے اور بائیں سے اللہ کی راہ میں خرچ کریں اور ایسے کم لوگ ہیں۔ (صحیح بخاری)

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اللہ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ ادا کرے تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے لئے سانپ کی شکل میں ظاہر کیا جائے گا وہ اس کے دونوں جنبروں کو اپنے منہ میں لے لے گا یعنی اس کو کاٹے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی وَكَأَيُّ حَسْبَيْنَا الَّذِينَ يَدْخُلُونَ آكَابِيَه۔ (صحیح بخاری)

(۶) ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عورتوں کے ہاتھ میں سونے کے کنگن دیکھے تو ان سے پوچھا کہ ان کی زکوٰۃ دیتی ہو یا نہیں انھوں نے عرض کیا کہ نہیں تب آپ نے فرمایا کہ کیا تم کو یہ منظور ہے کہ اس کے بدلے میں تم کو آگ کے کنگن پھائے جائیں انھوں نے عرض کیا کہ نہیں، آپ نے فرمایا اس کا زکوٰۃ دیا کرو۔ (ترمذی)

(۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بکری کو اپنی گردن پر لادے ہوئے قیامت میں میرے پاس نہ آئے اور مجھے پکارے یعنی مجھ سے مدد چاہے اور میں اس سے کہدوں کہ میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا میں نے تو تم لوگوں کو احکام الہی سنا دیئے تھے اور کوئی شخص اونٹ کو اپنی گردن پر لادے ہوئے میرے پاس نہ آئے اور مجھے پکارے اور میں کہدوں کہ میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا میں تبلیغ کر چکا (صحیح بخاری)

لہذا اس حدیث کو دیکھئے زکوٰۃ نہ دینے والے کو کیسے سخت عذاب کی خبر دی گئی ہے کہ وہ بکری اور اونٹ جن کی زکوٰۃ نہیں دی گئی اس کی گردن پر سوار ہوں گے سب سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت سے انکار فرماتے ہیں اب کہئے زکوٰۃ نہ دینے والوں کا کہاں ٹھکانہ ہے۔

(۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ جو شخص پاک کمانی سے ایک غوسے کے برابر کھنٹی عداقت کرتا ہے تو اللہ خود اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے ثواب کو بڑھاتا ہے جیسے تم اپنے پائے ہوئے بچے کی پرورش کرتے ہو یہاں تک کہ وہ ثواب ایک پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری)

(۹) قیامت کے دن جو سات آدمی اللہ کے سامنے میں ہوں گے ان میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بھی بیان فرمایا ہے جو ایسا چھپا کے صدقہ دے کہ اس کے دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ (صحیح بخاری)

(۱۰) ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے آپ سے پوچھا کہ تم میں سے پہلے آپ سے کون ملے گا ارشاد ہوا کہ جس کا ہاتھ تم سب میں برابر ہو گا انہوں نے اس کا ظاہری مطلب سمجھ کر ایک لکڑی سے سب کے ہاتھ تاپنے تو ام المؤمنین سودہؓ کا ہاتھ سب میں بڑا نکلا مگر جب سب سے پہلے ام المؤمنین زینبؓ کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہاتھ کے بٹے ہونے سے سخاوت مراد تھی اور ام المؤمنین زینبؓ سب سے زیادہ سخیہ تھیں۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث کو دیکھتے صدقہ دینے کی کتنی فضیلت اس سے نکلتی ہے کہا کسی ایسا انداز کے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی اور نعمت ہو سکتی ہے کہ مرنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب اس کو نصیب ہو جائے اور کلا یہ وہ نعمت ہے جس کے سامنے جنت بھی کوئی چیز نہیں۔

(۱۱) عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو آگ سے بچو اگرچہ چھو ہارے کا ایک ٹکڑا ہی دیکر ہے۔ (صحیح بخاری)

معلوم ہوا کہ صدقہ دینا چاہیے۔ کتنی ہی کم چیز ہو دوزخ سے نجات کا سبب ہوتا ہے ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ صدقہ ہر بلا کو رد کرتا ہے اور ہر مرض کو اس سے شفا ہوتی ہے

(۱۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جب کوئی شخص کچھ مال صدقہ دینے کے لئے لاتا آپ بہت خوش ہوتے تھے اور اس کے لئے رحمت کی دعا فرماتے تھے چنانچہ ابو اوفی رضی اللہ عنہ جب اپنا صدقہ لائے تو آپ نے ان الفاظ سے دعا فرمائی اللہُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ اَبِي اَوْفِي اے اللہ رحمت نازل فرما ابو اوفی کے خاندان پر۔ (صحیح بخاری)

یہاں تک تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اقوال تھے اگر آپ کے حالات سخاوت ذکر کے لئے اور صرف انہیں پر اکتفا کی جائے جو نہایت صحیح طریقوں سے مروی ہیں تب بھی ایک ضخیم دفتر کی ضرورت

(۱۳) ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی اور بعد اس کے بہت جلد آپ کا گھر سے ہوئے اور مکان میں تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد باہر تشریف لائے اور اس خلاف عادت واقعہ کا سبب پوچھا تو ارشاد ہوا کہ سونے کا ایک ٹکڑا گھر میں رہتا تھا مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ رات کو گھر میں رہے تو میں اس کو تقسیم کر آیا۔ (صحیح بخاری)

(۱۴) ایک مرتبہ مرض وفات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ یاسات وینار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے تو آپ نے حکم دیا کہ ان کو تقسیم کر دو حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ مجھے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے سبب سے کچھ خیال نہ رہا آپ نے پھر مجھ سے پوچھا کہ وہ وینار کیا ہوتے ہیں نے عرض کیا کہ آپ کی بیماری کے سبب سے مجھ کو کچھ خیال نہیں رہا، تب آپ نے ان کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر فرمایا کہ اللہ کے نبی کا خیال ہے کہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کئے کہ یہ اس کے پاس نہ ہوں۔ (مسند امام احمد)

اب صحابہ رضو کے حالات سنئے کہ انھیں زکوٰۃ کے معاملات میں کیسی سرگرمی ہوتی تھی اور صدقہ دینے پر کیسے حریص اور دلدارہ تھے اور کیوں نہ ہوتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر کہاں جاسکتا ہے۔

انار صحابہ

سب سے بڑا واقعہ زکوٰۃ کے متعلق جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بلکہ خلیفہ ہوتے ہی صحابہ سے ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کچھ لوگ زکوٰۃ کے منکر ہو گئے اور یہ کہنے لگے کہ زکوٰۃ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فرض تھی آپ کے بعد اس کی فرضیت نہیں رہی صحابہ نے ان لوگوں کو مرتد سمجھا اور ان سے اسی طرح جہاد کیا جیسے مرتدوں سے کیا جاتا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ ہوئے اور عرب کے بعض لوگ مرتد ہو گئے اور حضرت صدیق نے ان سے جہاد کا ارادہ کیا تو حضرت فاروق نے ان سے عرض کیا کہ آپ ان لوگوں سے کیوں جہاد کرتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ جب کوئی لا الہ الا اللہ کہے تو اس کا جان و مال میری طرف سے مامون ہو جاتا ہے، حضرت صدیق نے جواب دیا کہ خدا کی قسم کہ جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق سمجھا اس سے میں ضرور لڑوں گا خدا کی قسم اگر وہ اونٹ کا چھوٹا بچہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دیتے تھے اور ٹھکانہ دین گے تو میں ان سے ضرور جہاد کروں گا۔ حضرت فاروق فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ اللہ نے ابو بکر کے دل میں یہ بات ڈالی ہے۔ پس مجھ کو یقین ہو گیا کہ یہ حق ہے صحابہ میں بعض لوگ ایسے تھے کہ جو حاجت سے زائد ایک پیسہ کا بھی رکھنا حرام سمجھتے تھے اور جو شخص ایسا کرے اس کے لئے وہی عذاب بیان کرتے تھے جو الذین یکنزون انکالہ میں مذکور ہے حضرت ابوذر غفاری بدری رضی اللہ عنہ کا ذکر اس مقام پر خاص طور سے کیا جاتا ہے ان کو اس مسئلہ میں سخت غلو تھا تمام لوگ ان کے مخالف ہو گئے اسی کے سبب سے ان کو اپنا پیارا

وطن مدینہ منورہ چھوڑنا پڑا مگر اس مسئلے سے نہ پھرے اخیر وقت تک یہی کہتے رہے کہ زائد از حاجت جو ایک پیسہ بھی رکھے گا وہ اسی سخت مذاب کا مستحق ہے اور صحابہ کی عموماً یہ عادت تھی کہ جس مسئلے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرتے تھے گو اس کے اخذ کرنے میں ان سے غلطی ہوتی ہو مگر پھر اس سے رجوع نہ کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ زید بن وہب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا گدڑ مقام ربذہ میں ہوا تو مجھ کو ابوذر رضی اللہ عنہ ملے میں نے ان سے پوچھا کہ آپ یہاں کیسے رہتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں شام میں تھا مجھ سے اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہوا۔
 الَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَمَا يُؤْتُونَ مِمَّا كَفَرْنَا بِهِمْ لَقَدْ كَانَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ
 ہے میں کہتا تھا انہیں ان کے اور ہمارے سب کے حق میں ہے تو انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو میری شکایت لکھ بھیجی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھ کو مدینہ میں بلا لیا مدینہ والوں نے میرے پاس سخت ہجوم کیا کہ گویا اس سے پہلے انھوں نے مجھے دیکھا ہی نہیں تھا، میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ کیفیت بیان کی انھوں نے کہا اگر تم چاہو تو مدینے سے باہر کسی اور قریب کے مقام میں جا کر رہو اسی سبب سے میں یہاں پڑا ہوں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ بھی عادت تھی کہ جہاں لوگوں کا مجمع دیکھتے تو زکوٰۃ کا دعوے ضرور کرتے صحابہ کی تو یہ کیفیت تھی کہ جن کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تھا تو وہ صرف صدقہ دینے کے لئے مزدور کرتے تھے بوجہ لادنے تھے صحیح بخاری میں ابو سعید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب صدقہ کی آیت اتری تو ہم بازار جا کر مزدوری کرتے تھے اور بوجہ اٹھاتے تھے جو کچھ ہم کو مل جاتا اس کو صدقہ میں دیتے تھے اللہ اکبر، اس حرص کو دیکھنے، کھانے کو میسر نہ تھا مگر صدقہ کے فضائل سن کر ان سے نہ رہا گیا خاص صدقہ کے لئے محنت مزدوری کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو صدقہ دینے کا حکم دیا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت اتفاق سے میرے پاس مال تھا میں اپنا نصف مال لے آیا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر کبھی ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جاؤں گا تو وہ آج ہی کا دن ہوگا، جب میں اپنا مال لایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے اپنے گھروالوں کے لئے کس قدر چھوڑ دیا، میں نے عرض کیا کہ اسی قدر، ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال لے آئے، ان سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی پوچھا، انھوں نے عرض کیا کہ میں نے اپنے گھروالوں کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ دیا ہے، تب میں نے کہا کہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پر کبھی سبقت نہ لیا سکوں گا۔ (ترمذی)
 غرض کہ اسی قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جیسی سرگرمی

اور ولدی زکوٰۃ کے متعلق تھی اس کی نظر ملنا دشوار ہے۔

زکوٰۃ کے فضائل میں گویا ہر ہم نے کچھ زیادہ بیان کیا۔ مگر حقیقت اس کی جس قدر تاکید اور فضیلت شریعت اسلامیہ علیٰ صاحبہا المصلوٰۃ والتحیہ میں بیان فرمائی گئی ہے اس کا ایک شعر بھی بیان نہیں ہوا۔ لیکن میں امید کرتا ہوں کہ جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ ایک دن ٹھہر کر خداوند رب العزت کے حضور میں جانا ہے وہ ان قدر قلیل تاکیدوں کے دیکھنے کے بعد بھی اس امر کی جرأت نہیں کر سکتا کہ ادلئے زکوٰۃ میں ذرا بھی کوتاہی کرے، کیا کسی میں ایسی طاقت ہے کہ ان عذابوں کی برداشت کر لے جو زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمائے ہیں۔

مقدمہ جس میں ان اصطلاحی الفاظ کا بیان ہوگا جو زکوٰۃ کے مسائل میں مستعمل ہوئے ہیں۔ نصاب مال کی وہ خاص مقدار ہے جس پر شریعت نے زکوٰۃ فرض کی مثلاً اونٹ کے لئے پانچ اور بچوں وغیرہ کا عدد اور بکری کے لئے چالیس اور اکیسواکیس وغیرہ کا عدد اور چاندی کے لئے دو سو درم اور سونے کے لئے بیس مثقال۔

ساتھ وہ جانور جن میں یہ تین باتیں پائی جائیں (۱) سال کے اکثر حصہ میں اپنے منہ سے چر کے اکتفا کرتے ہوں اور گھر میں ان کو کچھ نہ دیا جاتا ہو اگر نصف سال اپنے منہ سے چر کے رہتے ہوں اور نصف سال ان کو گھر میں کھلایا جاتا ہو تو پھر وہ ساتھ نہیں ہیں، اسی طرح اگر گھانس ان کے لئے گھر میں منگائی جاتی ہو خواہ وہ بہ قیمت یا بے قیمت تو پھر وہ ساتھ نہیں ہیں (۲) جو گھانس وہ چرتے ہوں اس کے چرنے کی کسی طرف سے ممانعت نہ ہو۔ اگر کسی کی منع کی ہوئی اور ناجائز گھانس ان کو چرائی جائے تب بھی وہ ساتھ نہ ہوں گے (۳) دودھ کی غرض سے یا نسل کے زیادہ ہونے کے لئے رکھے گئے ہوں، اگر دودھ اور نسل کی غرض سے نہ رکھے گئے ہوں بلکہ گوشت کھانے کے لئے یا سواری کے لئے تو پھر وہ ساتھ نہ کہلائیں گے۔

ضرورت اصلیہ وہ ضرورت جو جان یا آبرو سے متعلق ہو یعنی اس کے پورا نہ ہونے سے جان یا آبرو کا خوف ہو مثلاً کھانا، پیتا، کپڑے، رہنے کا مکان، پیشہ ور کو اس کے پیشہ کے اوزار وغیرہ۔ درم عہ زکوٰۃ کے مسائل میں جب بولا جاتا ہے تو اس سے دو ماشہ اور ڈیڑھ روٹی مراد ہوتی ہے

عہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں درم مختلف اوزان کے ہوتے تھے

(انی صفحہ ۲۶۴ پر دیکھئے)

اور ایک ماشہ آٹھ رتی کا ہوتا ہے اور ایک رتی چار جو کی ہوتی ہے پس ایک درم میں ستر جو ہونے اور ساڑھے سترہ رتی۔

مثقال تین ماشے اور ایک رتی کا ہوتا ہے اس لئے کہ مثقال بیس قیراط کا ہوتا ہے اور ایک قیراط پانچ جو کا ہوتا ہے، پس ایک مثقال میں سو جو ہونے اور سو جو کی (بحساب) چار (جوئی رتی) پچیس رتیاں ہوں اور پچیس رتی کے (بحساب) آٹھ رتی فی ماشہ (تین ماشے ایک رتی ہوتی۔

صاع انگریزی سیر کے حساب سے جو کلا راتھی رو پیہ کا ہوتا ہے سواد و سیر نو تولہ سات ماشہ کا ہوتا ہے یا یوں کہا جائے کہ پانچ ماشہ کم دو سیر ڈیڑھ پاؤ ہوتا ہے غرض کہ پانچ ماشہ کی کمی کوئی کمی نہیں ایک صاع کو دو سیر ڈیڑھ پاؤ سمجھنا چاہیے کیونکہ حسب تصریح محققین ایک صاع ایک ہزار چالیس درم کا ہوتا ہے اور ہر درم دو ماشہ ڈیڑھ رتی کا۔ پس صاع میں دو ہزار دو سو پچتر ماشے ہوتے اور ان ماشوں کے ایک سو نو اسی تولے سات ماشے ہوتے اور ان تولوں کے بحساب اتنی تولہ فی سیر دو سیر ایک پاؤ تولے سات ماشے ہوتے۔

زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا، کافر پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۲) بلوغ ہونا، نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں، نابالغ کے ملک میں چاہے جس قدر مال آجائے مگر

نہ اس پر نہ اس کے ولی پر کسی پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۳) عاقل ہونا، مجنون پر زکوٰۃ فرض نہیں نہ اس شخص پر جس کے دماغ میں کوئی مرض پیدا ہو گیا

(بقیہ صفحہ ۲۶۷) حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب کچھ اکہ درم کے مختلف ہونے سے لوگوں میں نزاع ہوتی ہے تو انہوں نے

اس نزاع کے دور کرنے کیلئے ہر وزن کا ایک ایک درم کیلئے لکھوایا اور ان کے تین درم برابر ہر وزن کے بنوائے بعد اسکے وزن کیا گیا تو معلوم ہوا

ہر درم چودہ قراط کا ہے پس اسی پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا اور تمام عرب میں یہی درم رائج ہوا اسی حساب سے تمام شرعی فرائض مثل زکوٰۃ اور تلہ

سرفہ وغیرہ کے ادا ہونے لگے یہاں ہم کامی وزن لکھا گیا دیکھو ان فی البحر الرائق وغیرہ ۱۲

علم الفقہ پہلی جلد کے صفحہ ۳۵ کے حاشیہ میں درم کا وزن دو ماشہ ایک رتی لکھا ہے مگر وہ صحیح نہیں غلطی ہو ایسا لکھ دیا گیا ہے ۱۲

علم صاع کا وزن جو یہاں لکھا گیا عراقی صاع کا ہے جو حنفیہ کے یہاں معتبر ہے، اور یہ حساب صاحب در مختار احمد و سب سے محققین

حنفیہ کے موافق ہے۔ مگر صاحب شرح وقایہ نے صاع کے حساب میں اختلاف کیا ہے مگر وہ اکثر حنفیہ کے نزدیک مقبول

نہیں اسلئے اختیار نہیں کیا گیا امام شافعی کے نزدیک حجازی صاع کا اعتبار ہے وہ انگریزی سیر سے ڈیڑھ سیر ایک چھٹانک ہوتا ہے ۱۲

اور اس سبب سے اس کی عقل میں فتور آگیا ہو، ہاں اس قدر تفصیل ہے کہ جنون غیر عقلی اور نقصان عقلی اگر پوسے سال بھر رہے گا تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی اور اگرچہ پوسے سال بھر نہ رہے تو لغو سمجھا جائے گا اور زکوٰۃ فرض ہوگی البتہ اگر جنون اصلی ہے تو اس کا ہر حال میں اعتبار ہوگا، سال بھر نہ رہے تب بھی زکوٰۃ فرض ہوگی مثلاً کسی کو سال میں دو ایک مرتبہ جنون ہو جائے تو اس سال کی زکوٰۃ اس پر فرض نہ ہوگی بلکہ جس وقت سے اس کا جنون زائل ہوا ہے اسی وقت سے اس کے سال کی ابتدا سمجھی جائے گی۔ (رد المحتار وغیرہ)

(۴) زکوٰۃ کی فرضیت سے واقف ہونا یا دارالاسلام میں ہونا، جو شخص زکوٰۃ کی فرضیت سے ناواقف ہو اور دارالاسلام میں بھی نہ رہتا ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۵) آزاد ہونا غلام پر گو وہ مکاتب یا ماذون ہو زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۶) ایسی چیز کے نصاب کا مالک ہونا جو ایک سال تک قائم رہتی ہو، جو چیز ایک سال تک قائم نہ رہتی ہو جیسے ککڑی، کھیرا، خر بوزہ، تر بوزہ اور باقی ترکاریاں وغیرہ ان پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۷) اس مال پر ایک سال کامل کا گذر جانا بغیر ایک سال کے گذرے ہوئے زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۸) سال کے شروع اور آخر میں نصاب کا پورا ہونا چاہیے سال کے درمیان میں کم ہو جائے ہاں اگر سال کے شروع یا آخر میں نصاب کم ہو جائے تو پھر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

(۹) اس مال کا ایسے قرض سے محفوظ ہونا جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے ہو سکتا ہے خواہ اللہ جل شانہ کا قرض ہو جیسے زکوٰۃ عشر خراج وغیرہ کہ حق اللہ تو ہیں مگر ان کا مطالبہ امام وقت کی طرف سے ہو سکتا ہے یا وہ قرض بندوں کا ہو زوجہ کا مہر بھی اسی قرض میں داخل ہے اگرچہ مؤجیل ہو، جو مال اس قسم کے قرض میں مستغرق ہو یا اس قدر قرض ہو کہ اس کے اٹھا کرنے کے بعد نصاب پورا نہ رہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، ہاں اگر ایسا قرض ہو کہ جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے نہیں ہو سکتا مثلاً کسی پر کفارہ واجب ہو یا حج تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، سال کے درمیان میں اگر قرض ہو جائے تو کچھ جائے گا کہ وہ مال فنا ہو گیا یہاں تک کہ اگر قرض خواہ اس قرض کو معاف کر دے تب بھی

عہ جنون اگر بالغ ہونے سے پہلے عارض ہوا ہو تو اصلی ہے ورنہ غیر اصلی ۱۲۔

عہ مکاتب وہ غلام ہے جس کو اس کے آقا نے اس شرط پر آزاد کر دیا ہو کہ وہ اس قدر روپیہ کما کر اس کو رہا کرے جب

تک وہ اس قدر روپیہ کما کر نہ دے غلام رہتا ہے اور بعد پیدینے کے آزاد ہو جاتا ہے ۱۳۔

عہ ماذون وہ غلام جس کو اس کے آقا نے اجازت دی ہو کہ وہ کمائی کرے اور اپنے آقا کو لاکر دے ۱۴۔

زکوٰۃ نہ دینا پڑے گی بلکہ جس وقت اس نے محاف کیا ہے اس وقت سے اس مال کے سال کی ابتدا رکھی جائے گی، اگر کسی کے پاس کئی قسم کے مالوں کا نصاب ہو اور اس پر قرض ہو تو اس کو چاہئے کہ قرض کو ایسی چیز کی طرف راجع کرے جس کی زکوٰۃ گم ہو اور اس کی زکوٰۃ نہ دے مثلاً کسی کے پاس چاندی کا ایک نصاب ہو اور مکاری کا بھی ایک ہو تو اس کو چاہئے کہ قرض کو چاندی کے نصاب کی طرف راجع کرے کیونکہ چاندی کے ایک نصاب کی زکوٰۃ بسبب اس کے کہ چاندی کے ایک نصاب کی زکوٰۃ ہے مکاری کے ایک نصاب کی زکوٰۃ سے بہت کم ہوتی ہے ہاں اگر وہ قرض اس قدر زیادہ ہو کہ ایک چیز کا نصاب اس کے لئے کافی نہ ہو تو پھر جتنے نصابوں میں اس کی ادائیگی ممکن ہو اسی قدر نصابوں کی طرف راجع کیا جائے گا اور ان کی زکوٰۃ نہ دی جائے گی۔

(۱-) وہ مال اپنی اصلی ضرورتوں سے ثابت ہو جو مال اپنی اصلی ضرورتوں کے لئے ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں پس پہننے کے کپڑوں اور رہنے کے گھر پر اور خدمت کے غلاموں پر اور سواری کے گھوڑوں پر اور خانہ داری کے اسباب پر زکوٰۃ فرض نہیں اور اسی طرح ان کتابوں پر جو تجارت کی نہ ہوں خواہ کسی اہل علم کے پاس ہوں یا کسی جاہل کے پاس ہوں اور اسی طرح پیشہ وروں کے اوزار و اسباب پر زکوٰۃ فرض نہیں خواہ وہ اوزار اس قسم کے ہوں کہ ان سے نفع لیا جائے اور وہ باقی رہیں جیسے کھارڑی، بسولی وغیرہ یا ایسے ہوں کہ نفع لینے سے ان کی ذات فنا ہوتی جاتی ہو مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اس کا اثر نہ باقی رہے جیسے صابون وغیرہ کہ وہ ہونے سے خود فنا ہوتا جاتا ہے اور اس کا اثر کپڑے پر باقی نہیں رہتا اور اگر باقی رہتا ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی جیسے کسم کہ رنگنے سے فنا ہوتا ہے مگر اس کا اثر کپڑے پر باقی رہ جاتا ہے پس اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

اور اسی طرح وہ روپیہ جو اپنی اصلی ضرورتوں کے لئے رکھا ہو اس پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں بشرطیکہ وہ ضرورت اسی سال میں درپیش ہو اور اگر وہ ضرورت سال آئندہ میں پیش آنے والی ہو یا نفع نہ ہو تو پھر اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی (رد المحتار)

(۱۱) مال کا اپنے یا اپنے ذکیل کے ملک و قبضے میں ہونا، جو مال ملک اور قبضے میں نہ ہو یا

عہ بعض فقہانے لکھا ہے کہ روپیہ پر ہر حال میں زکوٰۃ فرض ہے خواہ ضرورت اصلیہ سے ثابت ہو یا نہیں مگر چونکہ ملامتین ملک نے تصریح کر دی ہے کہ اگر روپیہ اصلی ضرورتوں کیلئے رکھا ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں اور مہزون فقہ کی ظاہر عبارت بھی اسی کی مؤید ہے لہذا علامہ شامی لکھتے ہیں کہ بہتر ہے کہ دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق دی جائے کہ وہ ضرورت اگر بالفعل موجود ہے تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی ورنہ ہوگی۔ ۱۲- (رد المحتار)

ملک میں ہو قبضے میں نہ ہو یا قبضے میں ہو ملک میں نہ ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں پس مکاتب کے کلمے ہوئے
 مال میں زکوٰۃ نہیں، نہ اس پر نہ اس کے مولیٰ پر اس لئے کہ وہ مال مکاتب کی ملک میں نہیں کو قبضے میں
 ہے اور مولیٰ کے قبضہ میں نہیں گو ملک میں ہے اور اسی طرح ماذون کی کمائی میں بھی زکوٰۃ فرض نہیں
 اور رہن کی ہوئی چیز پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں، نہ رہن رکھنے والے پر نہ رہن کرنے والے پر اس لئے کہ
 رہن رکھنے والا اس کا مالک نہیں گو اس پر قابض ہے اور رہن کرنے والا اس پر قابض نہیں گو
 اس کا مالک ہے، اسی طرح جو مال ایک مدت تک کھویا رہا بعد اس کے مل گیا تو جس زمانہ تک کھویا
 رہا اس زمانہ کی زکوٰۃ فرض نہیں کیونکہ اس وقت قبضے میں نہ تھا، اسی طرح جو مال دریا میں گر جائے
 اور کچھ دنوں کے بعد نکالا جائے تو جس زمانہ تک گرا رہا اس زمانہ کی زکوٰۃ فرض نہیں اسی طرح جو مال
 کسی جنگل میں دفن کر دیا گیا ہو اور اس کا مقام یاد نہ ہو اور کچھ زمانہ کے بعد یاد آجائے تو جسے زمانہ
 تک بھولا رہا اس کی زکوٰۃ فرض نہیں، ہاں اگر کسی مکان میں دفن کیا گیا ہو اور اس کا مقام یاد نہ رہے
 اور پھر یاد آجائے تو جس زمانہ میں بھولا رہا اس کی زکوٰۃ فرض ہوگی کیونکہ وہ مال قبضہ سے باہر نہیں
 ہوا۔ اسی طرح جو مال کسی کے پاس امانت رکھا گیا ہو اور بھول جائے کہ کس کے پاس رکھا تھا اور پھر
 یاد آجائے تو جس زمانہ تک بھولا رہا اس کی زکوٰۃ فرض نہ ہوگی بشرطیکہ وہ شخص جس کے پاس
 امانت رکھی گئی تھی اجنبی ہو اگر کسی جانے ہوئے آدمی کے پاس امانت رکھی جائے اور یاد نہ رہے تو
 اس بھولے ہوئے زمانہ کی زکوٰۃ بھی فرض ہوگی، اسی طرح اگر کسی کو کچھ قرض دیا جائے اور قرض دار
 انکار کر جائے اور کوئی تمسک یا گواہی اس کی نہ ہو خواہ قرض دار مالدار ہو یا مفلس، پھر چند روز کے
 بعد وہ لوگوں کے سامنے یا قاضی کے روبرو اقرار کر لے تو اس انکار کے زمانہ کی زکوٰۃ فرض نہ
 ہوگی اسی طرح جو مال کسی سے ظلماً چھین لیا جائے اور پھر چند روز کے بعد وہ اس کو مل جائے تو جس
 زمانہ تک وہ اس کو نہیں ملا اس زمانہ کی زکوٰۃ اس پر فرض نہ ہوگی حائل یہ کہ جب مال قبضہ یا ملک سے
 نکل جائے گا تو زکوٰۃ فرض نہ رہے گی زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے قبضہ اور ملک دونوں کا ہونا شرط ہے۔

(۱۲) مال میں اربعین و صفوں سے ایک و صف کا پایا جانا (۱) نقدیت (۲) سوم (۳) نیت تجارت

سو لے اور چاندی میں نقدیت پائی جاتی ہے، لہذا ان میں بہر حال زکوٰۃ فرض ہوگی خواہ نیت تجارت

کی ہو یا نہیں اور خواہ سونا چاندی مشکوک ہو یا غیر مشکوک اور خواہ اس کے زیور یا برتن بنائے گئے

عہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک زیور جو پہننے کے لئے ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ان کے نزدیک پہننے کا

زیور بھی پہننے کے کپڑوں کے حکم میں ہے مگر یہ صرف ان کا قیاس ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں

(باقی صفحہ ۴۷۰ پر دیکھئے)

ہوں، ساتھ جانوروں میں سوم پایا جاتا ہے۔ غیر ساتھ جانور اور باقی اموال اگر ان میں تجارت کی نیت کی جائے تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں، خواہ وہ مالی کتنا ہی قیمتی اور از قسم جواہریوں نہ ہو۔ تجارت کی نیت مالی کے مول لینے وقت ہونا چاہیے۔ اگر بعد مول لینے کے نیت کی جائے تو وہ قابل اعتبار نہیں تا وقتیکہ اس کی تجارت شروع نہ کر دی جائے اگر کوئی مال تجارت کے لئے مول لیا گیا ہو اور بعد مول لینے کے یہ نیت نہ رہے تو وہ مال تجارتی نہ رہے گا اور اس پر زکوٰۃ فرض نہ رہے گی پھر اس کے بعد اگر نیت کی جائے تو وہ قابل اعتبار نہ ہوگی جب تک کہ اس کی تجارت نہ کر دی جائے۔

(۱۳) اس مال میں کوئی دوسرا حق مثل عشر یا خراج کے واجب نہ ہو۔

اگر عشر یا خراج اس مال پر ہوگا تو پھر اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی کیونکہ دو حق ایک مال پر فرض نہیں ہوتے۔

زکوٰۃ کے صحیح ہونے کی شرطیں

- (۱) مسلمان ہونا۔ کافر کا زکوٰۃ دینا صحیح نہیں، اگر کوئی کافر اپنے مال کی کسی سال بستی زکوٰۃ دیدے اور بعد اس کے مسلمان ہو جائے تو وہ زکوٰۃ دینا اس کے لئے کافی نہ ہوگا بلکہ اس کو پھر زکوٰۃ دینا ہوگی۔
- (۲) عاقل ہونا، مجنون اور ناقص العقل کی زکوٰۃ صحیح نہیں۔
- (۳) بالغ ہونا۔ نابالغ کی زکوٰۃ صحیح نہیں۔

(۴) زکوٰۃ کا مال فقیر کو دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا یعنی دل میں یہ ارادہ کرنا کہ میرے اوپر جس قدر مال کا دینا فرض تھا محض اللہ پاک کی خوشنودی کے لئے دیتا ہوں اگر کوئی شخص زکوٰۃ دینے کے بعد نیت کرے اور مال فقیر کے پاس ابھی موجود ہو تو یہ نیت صحیح ہو جائے گی اور اگر وہ

(باقی صفحہ ۲۶۹) چاندی اور سونے کی زکوٰۃ دینے والوں کی خرابی بیان فرماتی ہے وہاں زیور کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ احادیث میں بھی کہیں زیور کو مستثنیٰ نہیں فرمایا بلکہ صحیح احادیث میں زیور کی زکوٰۃ دینے کا حکم وارد ہوا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد میں عمر دین شعیب سے مروی ہے کہ ایک عمرت بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اس کے ساتھ اس کی ایک لڑکی تھی جس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے، آپ نے پوچھا کہ تو اس کی زکوٰۃ دیتی ہے اس نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تجھے آگ کے کنگن پہنائے۔ فتح القدر میں ابوالحسن قطان سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو صحیح کہا اور مندی نے بھی اس کے سند کی تنقید کی اور ہر راوی کو با پنا اس کو صحیح کہا اسی قسم کی اور حدیثیں بھی ہیں ۱۲۔

مال فقیر کے پاس خسر سچ ہو چھپتا ہے و نیت صحیح نہ ہوگی اور اس کو پھر دوبارہ زکوٰۃ دینا ہوگی، اگر کوئی شخص اپنے وکیل کو زکوٰۃ کا مال تقسیم کرنے کے لئے دے اور اس کو دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرے تو درست ہے، خواہ وکیل فقیروں کو دیتے وقت نیت کرے یا نہیں، اگر کوئی شخص اپنے مال میں سے زکوٰۃ کا مال علیحدہ کرے۔ اور علیحدہ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت اس کے دل میں ہو تو یہ نیت کافی ہے کو فقیروں کو دیتے وقت نیت نہ کرے۔

(۵) زکوٰۃ کے مال کا جس شخص کو دیا جائے اس کو مالک اور قابض بنا دینا، اگر کوئی شخص کچھ کھانا چکوا کر فقیروں کو اپنے گھر میں جمع کر کے کھلانے اور زکوٰۃ کی نیت کرے تو صحیح نہ ہوگا ہاں اگر وہ کھانا فقیروں کو دیدے اور انھیں اختیار دے کہ اس کو جو چاہیں کریں، جہاں چاہیں کھائیں تو پھر درست ہے۔

(۶) زکوٰۃ کا مال ایسے شخص کو دینا جو اس کا مستحق ہو۔ اس مسئلے کی زیادہ تفصیل زکوٰۃ کے مستحقین کے بیان میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گی اس میں بعض صورتیں ایسی بھی ہیں کہ غیر مستحق کو دیدیا جائے اور پھر بھی درست ہو وہ سب وہیں بیان کی جائیں گی۔ چونکہ شریعت نے چار قسم کے مالوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے (۱) سائٹہ جانوروں پر (۲) سونے چاندی پر (۳) تجارتی مال پر خواہ وہ کسی قسم کا ہو (۴) کھیتی اور درختوں کی پیداوار پر گو اس جو کھیتی قسم کو فقہاء کی کتابوں میں زکوٰۃ کے لفظ سے یاد نہیں کرتے بلکہ عشر کہتے، لہذا ہم ہر قسم کی زکوٰۃ علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔

سائٹہ جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان

سائٹہ جانوروں کی زکوٰۃ میں یہ شرط ہے کہ وہ جنگلی نہ ہوں جنگلی جانوروں پر زکوٰۃ فرض نہیں ہاں اگر تجارت کی نیت سے رکھے جائیں تو ان پر تجارت کی زکوٰۃ فرض ہوگی، جو جانور کسی دسی اور جنگلی جانور سے ملکر پیدا ہوں تو اگر ان کی ماں دسی ہے تو وہ دسی سمجھے جائیں گے اور اگر جنگلی ہے تو جنگلی سمجھے جائیں گے۔

مثال بکری اور ہرن سے کوئی جانور پیدا ہوا تو وہ بکری کے حکم میں ہے اور بیل گائے اور گائے سے کوئی جانور پیدا ہوا تو وہ گائے کے حکم میں ہے۔

جو جانور سائٹہ ہو اور سال کے درمیان میں اس کے تجارت کی نیت کر لی جائے تو اس سال اس کی زکوٰۃ نہ دینا پڑے گی اور حیب سے اس نے تجارت کی نیت کی ہے اس وقت سے اس کا تجارتی

سال شروع ہوگا۔

جانوروں کے بچوں پر اگر وہ تہما ہوں تو زکوٰۃ فرض نہیں ہاں اگر ان کے ساتھ بڑا جانور بھی ہو
گو ایک ہی ہو تو ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہوگی اور زکوٰۃ میں وہی جانور دیا جائے گا اور سال پورا ہونے کے
بعد اگر وہ بڑا جانور مر جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ (در مختار وغیرہ)

وقف کے جانوروں پر اور ان گھوڑوں پر جو دینی غزوے کے لئے رکھے گئے ہوں زکوٰۃ فرض
نہیں گھوڑوں پر خواہ وہ سائکم ہوں یا غیر سائکم اور گدھے اور خچر پر بشرطیکہ تجارت کے لئے نہ
ہوں زکوٰۃ فرض نہیں۔

اونٹ کا نصاب پانچ اونٹ میں زکوٰۃ فرض ہے اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں، پانچ اونٹ میں
ایک بکری دینا فرض ہے خواہ تر ہو یا مادہ۔

چھ سے چوبیس تک کچھ نہیں۔

پچیس اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو دو سال برس شروع ہو۔

چھبیس سے پینتیس تک کچھ نہیں۔

چھتیس اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو تیس برس شروع ہو چکا ہو۔

سینتیس سے پینتالیس تک کچھ نہیں۔

پھیالیس اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو چوتھار برس شروع ہو۔

عہ امام صاحب کے نزدیک گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ فرض ہے یہاں ہم نے فرض نہ ہونے کو کھایہ صاحبین کا قول ہے اور
اسی پر اکثر فقہا مثل علامہ طحاوی اور قاضی خاں اور زبلی وغیرہ کا فتویٰ ہے گو صاحب فتح القدر نے بہت
کوشش کی ہے کہ امام صاحب کے قول کو ترجیح دیں مگر جو دلائل انھوں نے بیان کئے ہیں وہ ناکافی ہیں۔
دارقطنی میں مروی ہے کہ کچھ لوگ شام کے رہنے والے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ
ہمارے پاس گھوڑے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ان کی زکوٰۃ ہو۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کچھ میرے
صاحبین زبلی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ (ع) سے پہلے کر گئے ہیں وہی کرتا ہوں، پھر انھوں
نے صحابہ سے مشورہ کیا تو انھوں نے کہا کہ بہتر ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہتر ہے بشرطیکہ ایک چیز مقرر نہ
ہو جس سے جو آپ کے بعد ہمیشہ لی جایا کرے اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گھوڑوں کی زکوٰۃ نہیں دی جاتی تھی اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی
بطور فرض کے مقرر نہیں کی۔

سینتالیس سے ساٹھ تک کچھ نہیں۔
اکٹھ اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو پانچواں برس شروع ہو۔
باٹھ سے پچتر تک کچھ نہیں۔

چہتر اونٹ میں دو اونٹنیاں جن کو تیسرا برس شروع ہو۔
ستر سے نوے تک کچھ نہیں۔

اکانوے اونٹ میں دو اونٹنیاں جن کو چوتھا برس شروع ہو۔
بانوے سے ایک سو بیس تک کچھ نہیں۔

ایک سو بیس سے نائد ہو جائیں تو پھر نیا حساب کیا جائے گا یعنی اگر چار زیادہ ہیں تو کچھ نہیں جب زیادتی پانچ تک پہنچ جائے یعنی ایک سو پچیس ہو جائیں تو ایک بکری اور پچیس اونٹ بڑھ جائیں گے۔ تو ایک دو برس والی اونٹنی اور تیس اونٹ بڑھ جائیں گے تو ایک چوتھے برس والی اونٹنی پھر جب اس سے بھی بڑھ جائیں تو نئے سرے سے حساب ہو گا یعنی پانچ اونٹوں میں ایک بکری اور پچیس میں ایک دو برس والی اونٹنی اور چھتیس میں ایک تیسرے برس والی اونٹنی پھر چھیالیس میں ایک چوتھے برس والی اونٹنی۔ پھر جب اس سے بھی بڑھ جائیں تو ہمیشہ اسی طرح نیا حساب ہوتا ہے گا۔ اونٹ کی زکوٰۃ میں اگر اونٹ دیا جائے تو مادہ ہونی چاہئے نہ اگر دیا جائے گا تو صحیح نہیں اور اگر قیمت دیا جائے تو پھر اختیار ہے چاہے نہ کی قیمت دے چاہے مادہ کی۔

گائے بھینس کا نصاب۔ گائے اور بھینس دونوں ایک قسم میں ہیں، دونوں کا نصاب بھی ایک ہے اور اگر دونوں کے ملائے سے نصاب پورا ہوتا ہو تو دونوں کو ملائیں گے مثلاً بیس گائے ہوں اور بیس بھینس تو دونوں کو ملا کر تیس کا نصاب پورا کر لیں گے مگر زکوٰۃ میں وہی جانور دیا جائے گا جس کی تعداد زیادہ ہو یعنی اگر گائے زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں گائے دی جائے گی اور اگر بھینس زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں بھینس دی جائے گی اور جو دونوں برابر ہوں تو اختیار ہے۔

تیس گائے بھینس میں ایک گائے یا بھینس کا بچہ جو پورے ایک برس کا ہو۔
تیس سے کم میں کچھ نہیں اور تیس کے بعد اناالیس تک بھی کچھ نہیں۔
چالیس گائے بھینس میں پورے دو برس کا بچہ۔

عہ اس حساب میں صرف اس قدر فرق ہے کہ پہلے چھتیس میں بیس زکوٰۃ تھی اور یہاں تیس میں ہے مگر اس کے بعد جو حساب میں وہ سب پہلے حساب کے موافق ہیں اور چھتیس کا نصاب ان میں رکھا گیا ہے تیس کا نہیں ۱۲۔

اگالیس سے اسی تک کچھ نہیں۔

جب ساٹھ ہو جائیں تو ایک ایک برس کے دو بچے دیئے جائیں گے۔ پھر جب ساٹھ سے زیادہ ہو جائیں تو ہر تیس میں ایک برس کا بچہ اور ہر چالیس میں دو برس کا بچہ۔ مثلاً ستر ہو جائیں تو ایک ایک برس کا بچہ اور ایک دو برس کا بچہ کیونکہ ستر میں ایک تیس کا نصاب ہے اور ایک چالیس کا اور جب اسی ہو جائیں تو دو برس کے دو بچے کیونکہ اس میں چالیس کے دو نصاب ہیں اور نوے میں ایک ایک برس کے تین بچے کیونکہ نوے میں تیس کے نصاب ہیں اور سو میں دو بچے ایک ایک برس کے اور ایک بچہ دو برس کا۔ کیونکہ سو میں دو نصاب تیس کے اور ایک نصاب چالیس کا ہے ہاں جہاں کہیں دونوں نصابوں کا حساب مختلف نتیجہ پیدا کرتا ہو وہاں اختیار ہے چاہے جس کا اعتبار کریں مثلاً ایک سو بیس میں چار نصاب تو تیس کے ہیں اور تین نصاب چالیس کے پس اختیار ہے کہ تیس کے نصاب کا اعتبار کر کے ایک برس کے چار بچے دیئے جا چالیس کے نصاب کا اعتبار کر کے دو برس کے تین بچے دیئے۔ غرض کہ ساٹھ کے بعد پھر ہر دہائی سے نصاب بدلتا رہے گا، دہائی سے کم بڑھے تو زکوٰۃ میں زیادتی نہ ہوگی وہی زکوٰۃ دینا ہوگی جو اس سے پہلے دی جاتی تھی۔

بکری بھیر کا نصاب زکوٰۃ کے بارے میں بکری بھیر سب یکساں ہیں خواہ بھیر دم دار ہو جس کو دنبہ کہتے ہیں یا معمولی ہو، اگر دونوں کا نصاب پورا ہو تو دونوں کی زکوٰۃ علیحدہ دی جائے گی اور ہر ایک کا نصاب تو پورا نہ ہو مگر دونوں کے ملا لینے سے نصاب پورا ہو جاتا ہو تو دونوں کو ملا لیں گے اور جو زیادہ ہوگا تو زکوٰۃ میں وہی دیا جائے گا اور دونوں برابر ہوں تو اختیار ہے۔

چالیس بکری یا بھیر میں ایک بکری یا بھیر۔

چالیس سے کم میں اور چالیس کے بعد ایک سو بیس تک کچھ نہیں۔

ایک سو اکیس میں دو بھیر یا بکریاں۔

ایک سو بائیس سے دو سو تک کچھ نہیں۔

دو سو ایک میں تین بھیر یا بکریاں۔

عہ ۵۰ صاحبین کا قول ہے اور امام صاحب سے بھی ایک روایت میں ہی منقول ہے اور اسی پر محققین فقہاء کی ایک جماعت کا فتویٰ ہے اور امام صاحب سے ایک روایت میں منقول ہے کہ چالیس سے جس قدر زیادہ ہوں گے ان کی زکوٰۃ بھی اسی حساب سے دی جائیگی مثلاً ایک زیادہ ہو تو دو برس والے بچے کا چالیسواں حصہ یعنی اس کی پوری قیمت کا چالیسواں حصہ اور دو زیادہ ہو جائیں تو دو چالیسویں حصے والی ہذا القیاس مگر اس روایت کو محققین نے قبول نہیں کیا (در مختار۔ بحر الرائق۔ رد المحتار)۔ ۱۲۔

دو سو دو سو سے تین سو فنا لوے تک کچھ نہیں۔

چار سو میں چار بکریاں یا بھڑیاں۔

چار سو سے زیادہ ہوں تو ہر سو میں ایک بکری کے حساب سے زکوٰۃ دینا ہوگی سو سے کم زیادتی میں

کچھ نہیں۔

بھڑ بکری کی زکوٰۃ میں زکوٰۃ کی قید نہیں ہاں ایک سال سے کم کا بچہ نہ ہونا چاہیے خواہ بھڑ ہو

یا بکری

چاندی سونے اور تجارتی مال کا نصاب

چاندی سونے اور تمام تجارتی مالوں میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔

چاندی کا نصاب دو سو دم ہے جس کے چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے ہوتے ہیں جس کی زکوٰۃ دس ماشے ساڑھے سات رتی چاندی ہوتی کیونکہ چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے کا چالیسواں حصہ اسی قدر ہوتا ہے۔

چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے سے کم چاندی پر زکوٰۃ نہیں۔

عہ بعض لوگوں نے چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ اور سونے کا ساڑھے سات تولہ بیان کیا مگر یہ خلاف تحقیق ہے۔ ہدایہ اور بحر الرائق اور فقہ کی تمام معتبر کتابوں میں اس کے خلاف ہے چنانچہ یہ سب لوگ کہتے ہیں کہ چاندی کی زکوٰۃ میں وہ دم مراد ہے جس کے دس دم سات مثقال کے برابر ہوں اور مثقال ہالا تفاق بین ماشے اور ایک رتی کا ہوتا ہے پس سات مثقال کے اکیس ماشے سات رتی ہوتی جس کو دس پر تقسیم کیا جائے تو دو ماشے ڈیڑھ رتی حاصل ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا ایک ماشہ ڈیڑھ رتی کا ہوتا ہے اس کو اگر دو سو سے جو زکوٰۃ کا نصاب ہے ضرب دیجئے تو چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے ہوتا ہے پس یہی چاندی کا نصاب اسی طرح سونے کے نصاب میں لوگوں نے غلطی کی ہے۔ تمام فقہاء سمجھتے ہیں کہ سونے کا مثقال حساب سے تین ماشے ایک رتی کا ہوتا ہے پس تین ماشے ایک رتی کو بیس سے ضرب دیا جائے تو پانچ تولہ ڈھائی ماشہ ہوتا ہے۔ دوسری غلطی لوگوں نے روپیہ کی تعداد بیان کرنے میں کی ہے۔ بعض نے انگریزی سکے دار باون روپے لکھے ہیں اور بعض نے کچھ بعض نے کچھ۔ حالانکہ اگر روپیہ انگریزی ساڑھے گیارہ ماشے کا ہوتا تو تقریباً اڑتالیس میں نصاب پورا ہوتا ہے اور اگر روپیہ پورے تولہ بھر کا ہو جیسے کہ میں نے بعض محقق ساڈھ کاروں سے تحقیق کی ہے تو چھتیس روپیہ اور ایک اٹنی میں نصاب پورا ہو جائیگا مگر میں نے روپیہ کی تعداد کو قصداً اس لئے نظر انداز کر دیا ہے کہ زکوٰۃ گنتی سے دینا خلاف احتیاط ہے تول کر دینا چاہیے پس روپیہ کو تولیں جتنے روپیہ چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے کے ہوں ان کا ایک نصاب سمجھیں اسی طرح سونے کی زکوٰۃ بھی تول کر دیں۔

سونے کا نصاب بیس مثقال ہے جس کے پانچ تولہ ڈھائی ماشہ ہوتے ہیں جس کی زکوٰۃ ایک ماشہ ساڑھے چار رتی سونا ہوا کیونکہ پانچ تولہ ڈھائی ماشہ کا چالیسواں حصہ اسی قدر ہوتا ہے پانچ تولہ ڈھائی ماشہ سے کم سونے پر زکوٰۃ نہیں۔

تجارتی مال کا نصاب اس کی قیمت کے اعتبار سے ہوگا یعنی اگر اس کی قیمت چھتیس تولہ ساڑھے پانچ ماشہ چاندی یا پانچ تولہ ڈھائی ماشہ سونے تک پہنچتی ہو تو اس پر زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں اگر چھتیس تولہ ساڑھے پانچ ماشہ چاندی اور پانچ تولہ ڈھائی ماشہ سونا دونوں قیمت میں برابر ہوں تو اختیار ہے ورنہ جس کے اعتبار سے نصاب پورا ہو جائے یا جس کا رواج زیادہ ہو اسی کا حساب کریں۔

سونے چاندی یا تجارتی مالوں کا جو نصاب بیان کیا گیا اس نصاب سے اگر کچھ مال زیادہ ہو جائے تو وہ زیادتی اگر نصاب کے پانچویں حصے کے برابر ہے تو اس پر زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں، مثلاً اگر کسی کے پاس علاوہ چھتیس تولہ ساڑھے پانچ ماشہ چاندی کے سات تولہ ایک ماشہ دو رتی چاندی اور بڑھ جائے تو اس پر زکوٰۃ ہوگی کیونکہ چھتیس تولہ ساڑھے پانچ ماشے کا پانچواں حصہ ہے اور اگر علاوہ پانچ تولہ ڈھائی ماشہ کے ایک تولہ چار رتی سونا اور بڑھ جائے تو اس پر زکوٰۃ ہوگی کیونکہ یہ پانچ تولہ ڈھائی ماشے کا پانچواں حصہ ہے۔ اسی طرح جب پانچویں حصے کے برابر زیادتی ہو جائے گی تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جائے گی، پانچویں حصے سے کم زیادتی پر زکوٰۃ معاف ہے، بیسوں کا کوئی خاص نصاب نہیں جب ان کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کے برابر ہو جائے گی تو ان پر زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں، اگر کسی مال میں سونا اور چاندی دونوں ملے ہوئے ہوں تو جو زیادہ ہوگا اسی کا اعتبار کیا جائے گا یعنی اگر سونا زیادہ ہے تو وہ سونا سمجھا جائیگا اور سونے کے نصاب سے اس کی زکوٰۃ دی جائے گی اور اگر اس میں چاندی زیادہ ہے تو وہ چاندی سمجھا جائے گا اور چاندی کے نصاب سے اس کی زکوٰۃ دی جائے گی۔

اگر چاندی یا سونے میں کسی اور چیز کا میل ہو جائے اور وہ چیز غالب نہ ہو تو وہ کالعدم سمجھی جائے گی اور اگر وہ چیز غالب ہوگی تو وہ اگر تجارتی مال کے قسم سے ہے تو اس کی قیمت کے اعتبار سے اس میں زکوٰۃ فرض ہوگی اور اگر تجارتی مال نہیں ہے تو اس کی چاندی یا سونا اگر علیحدہ ہو سکتا ہو اور وہ بقدر نصاب کے ہو تو اس پر زکوٰۃ ہوگی اور اگر علیحدہ نہ ہو سکتا ہو مگر شہر میں اس کا عام رواج ہو تب بھی اس پر زکوٰۃ ہوگی اور اگر عام رواج نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ نہ ہوگی۔

اگر کسی کے پاس صرف چاندی کا نصاب بھی پورا نہ ہو اور صرف سونے کا بھی پورا نہ ہو مگر دونوں کے ملا لینے سے نصاب پورا ہو جاتا ہو تو اس وقت دونوں کو ملا لیں گے مثلاً کسی کے پاس بارہ تولہ چاندی

ہو اور ایک تولہ سونا اور ایک تولہ سونے کی قیمت چوبیس تولے ساڑھے پانچ ماشے چاندی کے برابر ہوتی ہو تو دونوں کو ملا لیں گے یعنی سمجھیں گے کہ چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے چاندی ہے اور اس کی زکوٰۃ دی جائے گی، اس صورت میں اختیار ہے کہ چاہے کم کو زیادہ کے ساتھ ملائیں اور چاہے زیادہ کو کم کے ساتھ مگر وہ صورت اختیار کرنی چاہئے جس سے نصاب پورا ہو جائے اگر چاندی اور سونے کا نصاب پورا نہ ہو اور تجارتی مال بھی موجود ہو اور اس کے ملا لینے سے نصاب پورا ہو جاتا ہو تو اس کو بھی ملا لیں گے مثلاً کسی کے پاس چھ روپیہ ہوں اور ایک تجارتی گھڑی ہو جس کی قیمت تیس تولے ساڑھے پانچ ماشے چاندی کے برابر ہو تو دونوں کو ملا کر سمجھیں گے کہ چاندی کا نصاب پورا ہے اور اس کی زکوٰۃ دیں گے۔

زکوٰۃ کے مسائل

(۱) اگر کچھ مال چند لوگوں کی شرکت میں ہو تو ہر ایک کا حصہ علیحدہ کر کے اگر نصاب پورا ہونا ہو تو زکوٰۃ اس پر فرض ہوگی ورنہ نہیں مثلاً چالیس بکریاں یا آدھ سیر چاندی دواؤں کی شرکت میں ہو تو کسی پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ علیحدہ کر دینے سے نصاب پورا نہیں رہتا۔

(۲) دو نصابوں کے درمیان میں جو مال ہو اس پر زکوٰۃ معاف ہے وہ اگر ہلاک ہو جائے تو زکوٰۃ میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

(۳) زکوٰۃ واجب ہو جانے کے بعد اگر مال ہلاک ہو جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائیگی گو زکوٰۃ کے دینے کا وقت آگیا ہو اور حاکم وقت کی طرف سے اس کا مطالبہ بھی کیا گیا ہو اور اس نے کسی وجہ سے نہ دی ہو، ہاں اگر خود ہلاک کر دے تو پھر اس کو زکوٰۃ دینا ضروری ہوگی، مثلاً جانوروں کو چارہ پانی نہ دے اور وہ مر جائیں۔ یا کسی مال کو قصداً ضائع کر دے کسی کو قرض یا عاریت دینے کے بعد اگر مال تلف ہو جائے تو اس کا شمار ہلاک کرنے میں نہ ہوگا اور اس کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ تجارتی مال کو تجارتی مال سے بدل لینا ہلاک کرنے میں ہے لہذا اس بدل لینے میں زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی تجارتی مال کو غیر تجارتی مال سے بدل لینا اسی طرح ساکنہ جانور کو دوسرے ساکنہ جانور سے بدل لینا ہلاک کر لینا ہے اور اس سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی (در مختار وغیرہ)

(۴) زکوٰۃ میں اختیار ہے خواہ وہ چیز دیکھائے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ یا اس کی قیمت دیکھائے اور قیمت اسی زمانے کی سمجھیں ہوگی جس زمانے میں زکوٰۃ دینا چاہتا ہے خواہ زمانہ وجوب کے اعتبار سے اس وقت اس چیز کی قیمت زیادہ ہو یا کم ہو مثلاً آخر سال میں جب زکوٰۃ فرض ہوئی ہوگی

عہ صاحبین کے نزدیک اس صورت میں زکوٰۃ تم ہو جاتی ہے ۱۲۔

ایک بکری کی قیمت تین روپے تھی اور ادا کرتے وقت چار روپے ہو جائے یا دو روپے ہو جائے تو اس کو چار روپے یا دو روپے دینا ہوں گے۔

(۵) اگر کل مال عمدہ ہے تو زکوٰۃ میں عمدہ مال دینا چاہیے اور اگر سب مال خراب ہے تو خراب مال دیا جائے اور اگر کچھ مال عمدہ اور کچھ خراب ہے تو زکوٰۃ میں متوسط درجہ کا مال دینا چاہیے۔ اگر ادنیٰ درجہ کی چیز دی جائے اور اس میں جس قدر کمی ہو اس کے بدلے میں کچھ قیمت دی جائے یا اعلیٰ درجہ کی چیز دی جائے اور اس میں جس قدر زیادتی ہے اس کی قیمت واپس لے لی جائے تو جائز ہے۔

(۶) جو مال سال کے اندر حاصل ہوا ہو خواہ مول لینے سے یا تاسیل سے یا وراثت سے یا بہہ وغیرہ سے وہ اپنے ہم جنس نصاب کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور اسی کے ساتھ اس کی بھی زکوٰۃ اسی جائے گی۔

مثال۔ شروع سال میں بچپس اونٹ تھے سال کے درمیان میں ان کے بچپس بچے ہوئے تو اب سال کے ختم پر یہ بچے بھی ان اونٹوں کے ساتھ ملا دیئے جائیں گے اور کل اونٹوں کی زکوٰۃ میں چوتھے برس کا اونٹ دینا ہو گا گو ان بچوں پر ابھی پورا سال نہیں گذرا ہاں اگر اس مال کے ملا دینے سے ایک ہی مال پر دو مرتبہ زکوٰۃ دینا پڑے تو پھر نہ ملائیں گے مثلاً کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ دے چکا ہو بعد اس کے اس مزکی روپیہ سے کچھ جانور مول لے تو وہ جانور اپنے ہم جنس نصاب کے ساتھ نہ ملائیں گے ورنہ ان کی زکوٰۃ پھر دینا ہوگی اور ابھی ان کی قیمت کی زکوٰۃ دی جا چکی ہے اسی طرح اگر کوئی شخص جانوروں کی زکوٰۃ دے چکا ہو بعد اس کے ان مزکی جانوروں کو بیچ ڈالے تو ان کی قیمت کا روپیہ روپے کے نصاب کے ساتھ نہ ملا یا جائے گا۔

(۷) اگر کسی شخص کے پاس کوئی تجارتی مال ہو مگر اس کی قیمت نصاب سے کم ہو تو پھر چند روز کے بعد اس چیز کے گراں ہو جانے کے سبب سے اس کی قیمت بڑھ کر بقدر نصاب کے ہو جائے تو جس وقت سے قیمت بڑھی ہے اسی وقت سے اس کے سال کی ابتداء کئی جائے گی۔ (مخطاوی مرآتی الفلاح)

(۸) ہر چیز کا نفع جو سال کے اندر حاصل ہوا ہو اس کی اصل کے ساتھ ملا یا جائے گا اور آخر سال میں جب اس کی اصل کی زکوٰۃ دی جائے گی تو اس کی زکوٰۃ بھی دی جائے گی گو اس پر پورا سال نہیں گذرا۔

(۹) اگر کسی شخص کے پاس ایک سال کے دو نصاب ایسے ہوں کہ ایک دوسرے کے ساتھ ملا یا نہیں جاسکتا مثلاً زکوٰۃ دیئے ہوئے جانوروں کی قیمت کا کچھ روپیہ ہو اور کچھ روپیہ اس کا اس کے

علاوہ ہو پھر اس کو کہیں سے کچھ روپیہ اور مل جائے تو یہ روپیہ اس روپیہ کے ساتھ ملا یا جائے گا جس کا سال پہلے ختم ہوتا ہو یعنی اگر بکریوں کی قیمت کے روپے کا سال پہلے ختم ہوتا ہو تو یہ روپیہ اس کے ساتھ ملا یا جائے گا اور اگر دو سکر روپے کا سال پہلے ختم ہوتا ہو تو یہ روپیہ اس کے ساتھ ملا یا جائے گا۔

(۱۰) اگر حاکم وقت کوئی مسلمان عادل ہے تو اس کو ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ لینے کا حق حاصل ہے وہ تمام لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے مستحقین پر صرف کرے گا۔

(۱۱) اگر حاکم وقت کوئی ظالم یا غیر مسلم ہو تو اس کو زکوٰۃ کے لینے کا کچھ حق نہیں ہے اور اگر جبراً لے تو دیکھنا چاہیے کہ اس نے اس مال کو مستحقین پر صرف کیا یا نہیں، اگر مستحقین پر صرف کیا ہے تو خیر ورنہ ان لوگوں کو چاہیے کہ پھر دوبارہ زکوٰۃ نکالیں اور بطور خود مستحقین پر تقسیم کریں۔ (در مختار وغیرہ)

(۱۲) اگر کوئی شخص زکوٰۃ نہ دیتا ہو تو حاکم وقت کو چاہیے کہ اس کو قید کر دے اور اس سے زکوٰۃ طلب کرے جبراً اس کے مال کو قرق کر لیتا چاہیے کیونکہ زکوٰۃ کے صحیح ہونے میں نیت شرط ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب اس کا مال جبراً لیا جائے گا تو وہ نیت زکوٰۃ کی نہ کرے گا۔

(۱۳) اگر کوئی شخص حرام مال کو حلال مال کے ساتھ ملا دے تو سب کی زکوٰۃ اس کو دینا ہوگی۔
(۱۴) اگر کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ سال ختم ہونے سے پہلے یا کئی سال کی پیشگی دید سے تو جائز ہے۔

(۱۵) اگر کوئی شخص زکوٰۃ واجب ہو جانے کے بعد مر جائے تو اس کے مال کی زکوٰۃ نہ لی جائے گی ہاں اگر وہ وصیت کر گیا ہو تو اس کا ہتائی مال زکوٰۃ میں لے لیا جائیگا۔ گو یہ ہتائی پوری زکوٰۃ کو کفایت نہ کرے اور اگر اسکے وارث ہتائی سے زیادہ دینے پر تیار نہ ہوں تو جس قدر وہ اپنی خوشی سے دید میں لے لیا جائے گا۔

(۱۶) اگر کسی کو شک پیدا ہو جائے کہ اس نے زکوٰۃ دی ہے یا نہیں تو اس کو چاہیے کہ پھر دیدے۔
(۱۷) جو دین کہ اس کا ثبوت کافی دائن کے پاس موجود ہو یا مدیون اس دین سے منکر نہ ہو اور وہ دین قوی ہو یا متوسط تو ایسی حالت میں اس دین کی زکوٰۃ دینا دائن کے ذمہ لازم ہے مگر بعد قبضہ کے دین قوی میں تو بعد چالیس درم پر قبضہ کے اور دین متوسط میں دو سو درم پر قبضہ لانے کے بعد۔ اور اگر ضعیف ہے تو اس کی زکوٰۃ دینا لازم نہیں ہاں جب وہ قبضہ میں آجائے گا

تو یہ شخص کسی کو قرض دے اس کو دائن کہتے ہیں اور قرضدار کو مدیون کہتے ہیں ثبوت کافی کی قید اس واسطے لگا ہے کہ اگر ثبوت کافی نہ ہو اور مدیون بھی منکر ہو تو زکوٰۃ نہ دینا بیسے کی جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا۔

اور اس پر ایک سال گزرے گا تو مالوں کے اس کی زکوٰۃ بھی دینی ہوگی۔

دین کی تین قسمیں ہیں، قوی، متوسط، ضعیف

قوی وہ دین ہے جو کسی کو بطور قرض کے دیا گیا ہو یا کسی ایسے مال کا عوض ہو کہ جس پر زکوٰۃ فرض ہے مثلاً کسی نے اپنی سائتمہ بکریاں کسی کے ہاتھ اُدھار فروخت کی ہوں تو ان کی قیمت مشتری کے ذمہ دین قوی ہے اور اسی طرح اگر کسی اور تجارتی مال کو اُدھار فروخت کیا ہو تو اس کی قیمت بھی مشتری کے ذمہ دین قوی ہے اور جب بائع کو اس کی قیمت میں سے چالیس درم ملجائیں گے تو اسے ان مقبوضہ درموں کی زکوٰۃ اس وقت سے دینا ہوگی کہ جب سے وہ اصل مال جس کی وہ قیمت ہے اس کے پاس تھا۔

مثال کسی شخص نے اپنی سائتمہ بکریاں جو اس کے پاس چھ مہینے سے تھیں اُدھار بیچیں اور چھ مہینے کے بعد اسے دو سو درم ملے تو ان دو سو درموں کی زکوٰۃ پانچ درم اس کو خور اڈینا چاہئیں کیونکہ ان پر ایک سال کامل گزر گیا چھ مہینے تو اس کے اصل کے یعنی وہ بکریاں جو اس کے پاس رہی تھیں اور چھ مہینے مدیون کے پاس اس مال کو گزرے۔

متوسط وہ دین ہے جو ایسے مال کا عوض ہو جس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی مثلاً کسی نے اپنی خدمت کے غلام یا غیر سائتمہ بکریاں کسی کے ہاتھ اُدھار بیچیں تو ان کی قیمت مشتری پر دین متوسط کی قسم سے ہے اور دین متوسط کا سال اس کی اصل کے زمانے سے نہ رکھا جائے گا کیونکہ اس کی اصل پر تو زکوٰۃ فرض ہی نہ تھی بلکہ اس زمانے سے رکھا جائے گا جب سے وہ مال اس لے بیچا ہے۔

ضعیف وہ دین ہے جو کسی مال کے عوض میں نہ ہو مثل دین مہر اور دین دیت اور دین کتابت اور دین خلع وغیرہ کے، اس دین کی زکوٰۃ دائن پر فرض نہیں ہاں جب وہ اس کے قبضے میں آجائے گا اُدھار اس پر بعد قبضے کے ایک سال گزر جائیگا تو انکی زکوٰۃ دینا ہوگی اور اگر دین نصاب سے کم ہو تو اس پر کسی حال میں زکوٰۃ فرض نہیں اگرچہ قوی یا متوسط کیوں نہ ہو ہاں اگر اس کے پاس اس کا ہم جنس نصاب کوئی چیز متعدد ہے تو یہ دین بعد قبضے کے اس اپنے ہم جنس چیز کے ساتھ ملا دیا جائیگا اور جب اس کا سال ختم ہوگا تو اس دین کی بھی زکوٰۃ دی جائے گی۔ اور اگر ایک سال کے بعد دائن اپنا دین مدیون کو معاف کر دے تو پھر زکوٰۃ اس ایک سال کی اس کو نہ دینا پڑے گی، ہاں اگر وہ مدیون مالدار ہے تو اس کو معاف کرنا مال کا ہلاک کرنا سمجھا جائے گا اور دائن کو زکوٰۃ

عہ دین کی تین قسمیں امام صاحب کے نزدیک ہیں صاحبین کے نزدیک ہر دین میں زکوٰۃ فرض ہے ۱۲۔

دینا پڑے گی کیونکہ زکوٰۃ مال کے ہلاک کر دینے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی جیسا کہ اوپر گذر چکا۔ (بجس الرائق)

اگر کسی عورت کو نکاح کے بعد پورا مہر مل جائے اور ایک سال تک اس کے قبضے میں رہے اور بعد اس کے اس کا شوہر قبلِ خلعت صحیحہ کے اسے طلاق دیدے اور نہیے ہوئے مہر میں سے نصف واپس کرے تو اگر وہ مہر نقد یعنی سونے چاندی کی قسم سے ہے تو اس عورت کو پورے مہر کی زکوٰۃ دینا ہوگی اور اگر وہ نقد کی قسم سے نہیں ہے تو پھر پورے مہر کی زکوٰۃ اس کے ذمہ نہ ہوگی بلکہ نصف کی ہوگی۔

(۱۸) اگر کوئی شخص اپنا مال کسی کو ہبہ کرے اور بعد ایک سال کے رجوع کرے یعنی وہ ہبہ کی ہوئی چیز واپس کرے تو اس سال کی زکوٰۃ واہب پر ہوگی نہ موہوب پر اور ہبہ کرنے سے پہلے جتنے زمانہ تک وہ مال واہب کے قبضے میں رہا تھا وہ زمانہ کا عدم گنجا جائیگا، اس کا حساب نہ کیا جائے گا، مثلاً کسی نے زکوٰۃ مال دس مہینے تک اپنے پاس رکھ کر کسی کو ہبہ کر دیا اور کچھ چند روز کے بعد اس سے واپس لے لیا تو اب وہ پہلا زمانہ محسوب کر کے دو مہینے کے بعد اس پر زکوٰۃ دیتے کا حکم نہ دیا جائیگا بلکہ جب از سر نو پورا سال گزرے گا تب زکوٰۃ واجب ہوگی۔ تب اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، اور اگر کوئی شخص خاص کر زکوٰۃ کے ساقط کرنے کی نیت سے یہ حیلہ کرے کہ زکوٰۃ کا سال جب ختم ہونے کے قریب آئے تو وہ مال کسی کو ہبہ کر دے پھر واپس لے لے تو اگرچہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی مگر یہ فعل اس کا مکروہ تحریمی ہوگا کیونکہ اس میں فیقروں کا نقصان اور ان کے حق کا باطل کرنا اور زکوٰۃ کے دوازہ کا بند کرنا ہے۔

عشر یعنی زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ کا بیان

عشر عربی زبان میں دسویں حصہ کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد عام ہے خواہ دسواں حصہ

عہ امام ابو یوسف کے نزدیک اس قسم کا حیلہ کرنا مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ نیت زکوٰۃ کے ساقط کرنے کی نہ ہو بلکہ یہ مقصود ہو کہ زکوٰۃ میرے ذمہ واجب ہی نہ ہو۔ اور اگر کوئی شخص بسبب بخل کے ایسا کرے یا اسکی نیت ہی ہو کہ مجھے زکوٰۃ نہ دینا پڑے تو ان کے نزدیک بھی مکروہ ہے بعض کوتاہ اندیشوں نے ان کو باطل کا نسبت ٹھکانا ہے کہ وہ خود زکوٰۃ ساقط کرنے کے لئے اس قسم کا حیلہ کیا کرتے تھے یہ محض غلط ہے ۱۲۔

ہو یا اس کا نصف یعنی بیسہاں حصہ یا اس کا دو تالیعی پانچواں حصہ کیونکہ بعض صورتوں میں عشر واجب ہوتا ہے جو بعض میں اس کا نصف بعض میں اس کا دو تالیعی کی پیداوار سے کھیتی اور درختوں کے پھل اور شہد مراد ہے ان تمام چیزوں کا عشر نکالنا فرض ہے عشر کا ثبوت قرآن مجید سے بھی ہے اور احادیث سے بھی اور اجماع و قیاس بھی اس کی فرضیت پر دلالت کرتے ہیں

قوله تعالى الفقوا من طيبات ما كسبتهم وما اخرجنا لكم من الارض

واتوا حقه يوم حصاده ترجمہ :- ہماری راہ میں اپنی پاکیزہ کمائیوں سے اور اس چیز سے

جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہے خرچ کرو **قوله تعالى** واتوا حقه يوم حصاده

ترجمہ :- زمین کی پیداوار کا حق دیدو (جو) اس کے کٹنے کے دن تم پر ثابت ہوتا ہے،

تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس حق سے عشر اور نصف عشر مراد ہے ساتھ جانوروں اور

نقد اور تجارتی مالوں کی زکوٰۃ میں اور عشر میں سات فرق ہیں۔

(۱) عشر کے واجب ہونے میں کسی نصاب کی شرط نہیں قلیل اور کثیر ہر چیز میں عشر واجب

ہوتا ہے بشرطیکہ ایک صاع سے کم نہ ہو۔

(۲) اس میں یہ بھی شرط نہیں کہ وہ چیز ایک سال تک باقی رہ سکے جو چیزیں نہ باقی رہ سکیں

ان پر بھی عشر واجب ہے جیسے ترکاریاں کھیرا ککڑی، تر بوڑھ، خر بوڑھ، لیمو، نارنگی، امرود، آنبہ وغیرہ

(۳) اس میں ایک سال کے گزرنے کی بھی قید نہیں حتیٰ کہ اگر کسی زمین میں سال کے اندر دو

مرتبہ کاشت کی جائے تو ہر مرتبہ کی پیداوار میں عشر واجب ہوگا سال میں دو مرتبہ تو اکثر زمینیں

کاشت کی جاتی ہیں مگر درختوں میں سوا امرود کے کوئی درخت سال میں دو مرتبہ نہیں پھلتا اور ان فرض

اگر کوئی درخت دو مرتبہ یا اس سے زیادہ پھلے تو ہر مرتبہ عشر دینا ہوگا۔

(۴) عشر کے واجب ہونے کے لئے عاقل ہونے کی بھی شرط نہیں مجنون کے مال میں

کبھی عشر واجب ہے۔

(۵) بالغ ہونا بھی شرط نہیں نابالغ کے مال میں بھی عشر واجب ہے۔

عنه یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ صاحبین کے نزدیک اور نیز امام شافعی کے نزدیک پانچ

سوق سے کم میں عشر فرض نہیں ایک ہسق سات صاع کا ہوتا ہے صاع کی تحقیق اور پر گزر چکی اور امام ابوحنیفہ

مذہب کی تحقیق پہل آثار میں آوے گی ۱۲۔

(۶) آزاد ہونا بھی شرط نہیں، مکاتب اور ماذون کے مال میں بھی عشر واجب ہے۔

(۷) زمین کا مالک ہونا بھی شرط نہیں، اگر وقف کی زمین ہو یا کرایہ کی تو اس کی پیداوار

پر بھی عشر واجب ہے ہاں شرط ضرور ہے کہ وہ چیز قصداً لوٹی گئی ہو یا وہ خرید و فروخت کے قابل

ہو اگر خورد و اور بے قیمت چیز ہو جیسے گھانس وغیرہ تو اس پر عشر نہیں، ایک چیز بعض مقامات

میں قابل قدر ہوتی ہے اور اس کی خرید و فروخت کی جاتی ہے اور بعض مقامات میں

وہی چیز بے قدر ہوتی ہے کوئی اس کی خرید و فروخت نہیں کرتا وہ قابل قدر ہے اس پر عشر

واجب ہو گا اور جہاں بے قدر ہے وہاں نہ ہو گا اور یہ بھی شرط ہے کہ اس زمین پر خرچ واجب

نہ ہو گا اگر خرچ واجب ہو گا تو پھر عشر واجب نہیں ہو سکتا کیونکہ دو حق ایک میں پر واجب نہیں ہوتے

جو زمین کہ خرچ نہ ہو اور وہ بارش کے یا دریا کے پانی سے سنبھی جائے تو اس کی پیداوار

میں عشر فرض ہے اور جو زمین کنویں سے سنبھی جائے خواہ بذریعہ پُر کے یا بذریعہ ڈول کے یا مول

کے پانی سے تو اس کی پیداوار میں عشر کا نصف یعنی بیسواں حصہ فرض ہے۔

اور اگر کوئی زمین دونوں قسم کے پانیوں سے سنبھی گئی ہو تو اس میں اکثر کا اعتبار ہو گا یعنی

اگر زیادہ تر بارش یا دریا کے پانی سے سنبھی گئی ہے تو عشر دینا پڑے گا اور اگر زیادہ تر کنویں سے یا

مول کے پانی سے سنبھی گئی ہو تو نصف عشر دینا ہو گا اور جو دونوں قسم کے پانی برابر ہوں تو بھی

نصف عشر دینا ہو گا۔

پہاڑ اور جنگل کی پیداوار میں بھی عشر ہے بشرطیکہ امام یا حاکم اسلام نے رانہزوں اور کافروں

سے اس کی حمایت کی ہو۔

جس قدر پیداوار ہے اس سب کا عشر ہونا چاہیے بغیر اس کے کہ بیج کی قیمت بلیوں کا کرایہ

بل چلانے والے بارغ یا کھیت کی حفاظت کرنے والوں کی مزدوری یا کھیت کا لگان وغیرہ اس

سے وضع کیا جائے۔

مثال کسی کھیت میں بیس من غلہ پیدا ہوا تو اس کو چاہیے کہ دو من عشر میں نکال دے، اگر زمین

بارش یا دریا سے سنبھی گئی ہو اور جو کنویں وغیرہ سے سنبھی گئی ہو تو ایک من نکالے یہ نہ کرے کہ اس

بیس من غلہ سے تمام اس کے اخراجات کاشت نکالنے کے بعد جو باقی رہ جائے مثلاً دس من

رہ جائے تو اس کا عشر یعنی ایک من یا نصف عشر یعنی بیس سیر نکالے۔

مسلمان پر ابتداءً خرچ نہ مقرر کیا جائے گا بلکہ اس کے لائق یہی ہے کہ اس پر عشر مقرر کیا

جائے کیونکہ عشر ایک قسم کی عبادت ہے اور خراج محصول ہے لیکن اگر خراجی زمین کوئی مسلمان خریدے گا تو پھر اس پر بھی خراج واجب ہو جائے گا۔
زمین کی تین قسمیں ہیں۔ عشری، خراجی، تضعیفی۔

عشری وہ زمین ہے کہ جس کو مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کیا ہو اور وہاں کی زمین اپنے لشکر پر تقسیم کر دی ہو۔ یادہاں کے رہنے والے اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے ہوں، عرب کی اور بصرہ کی زمین باوجود ان شرائط کے نہ پائے جانے کے بھی عشری ہے۔ خراجی وہ زمین ہے جس کو اہل اسلام نے بزور شمشیر فتح کیا ہو اور وہاں کی زمین بذریعہ صلح کے فتح ہوئی ہو، عراق کی زمین باوجود ان شرائط کے نہ پائے جانے کے بھی خراجی ہے۔

تضعیفی وہ عشری زمین ہے جو کسی بنی تغلب کے نصرانی کے قبضہ میں ہو، تضعیفی اس کو اس سبب سے کہتے ہیں کہ بنی تغلب کے نصرانیوں کو عشری زمین کے پیداوار میں عشر کا ضعف (دوہا) یعنی کل پیداوار کا پانچواں حصہ دینا ہوتا ہے، مسلمان اگر عشری زمین کو خریدے گا تو اس کے پاس بھی عشری رہے گی اور خراجی کو خریدے گا تو اس کے پاس بھی خراجی رہے گی اور جو تضعیفی کو خریدے گا تو اس کے پاس بھی تضعیفی رہے گی، تغلبی اگر عشری زمین کو خریدے گا تو اس کی ملک میں آئے ہی تضعیفی ہو جائیگی اور جو خراجی کو خریدے گا تو خراجی رہے گی اور جو تضعیفی کو خریدے گا تو وہ بھی تضعیفی رہے گی اور اگر کوئی ذمی خراجی یا تضعیفی زمین کو خریدے گا تو بدستور اس کے پاس بھی خراجی اور تضعیفی رہے گی اور جو عشری زمین خریدے گا تو وہ اس کے ملک میں آئے ہی خراجی ہو جائے گی۔

مگر جس وقت یہ عشری زمین جو اس کے ملک میں آئے سے خراجی ہو گئی ہے بذریعہ حق شفعہ کے کسی مسلمان کے ملک میں چلی جائے گی تو پھر عشری ہو جائے گی اسی طرح اگر کوئی کافر مسلمان سے عشری زمین مول لے اور پھر یہ سبب بیع کے فاسد ہونے یا حیار شرط یا حیار روت کے ذریعہ سے اسی مسلمان کے پاس واپس آجائے تو عشری ہی رہے گی اور جو حیار عیب کے سبب سے

عمہ بنی تغلب عرب کا ایک قبیلہ ہے اس قبیلہ کے نصرانیوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے معاہدہ کیا تھا کہ جس قدر مسلمانوں سے لیا جا جائے اس کا دو ناگہ سے لیا جائیگا اسی واسطے اب تک وہ قاعدہ جاری ہے یہ مسئلہ اگرچہ مذہبی مسلمانوں کے لئے غیر ضروری ہے کیونکہ وہ قوم ہی نہیں اور ہو بھی تو کیا عشر لیتا تو بادشاہ کا کام ہے مگر صرف علم کی غرض سے یہ مسئلہ لکھ دیا گیا۔

واپس کی جائے تو اس میں شرط ہے کہ قاضی کے حکم سے واپس ہو تو عشری رہے گی اور جب حکم قاضی کے واپس کی جائے تو خراجی ہو جائے گی۔

ہندوستان کی زمینیں جو مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں ان کی نوعالتیں ہیں۔
(۱) بادشاہان اسلام کے وقت سے موروثی ہیں۔

(۲) موروثی ہیں مگر بادشاہی وقت سے نہیں اور معلوم نہیں کیونکر قبضے میں آئیں۔

(۳) مسلمانوں نے مسلمانوں سے مول لی ہیں اور ان بچنے والے مسلمانوں نے بھی مسلمانوں سے

مول لی ہیں۔

(۴) مسلمانوں نے مسلمانوں سے مول لی ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ ان بچنے والے مسلمانوں نے کس

سے مول لے لیں۔

(۵) سرکار انگلشیہ نے بطور معافی کے عنایت کی ہیں اور وہ اس سے پہلے مسلمانوں کے ملک

میں تھیں۔

(۶) سرکار انگلشیہ نے بطور معافی کے عنایت کی ہیں اور معلوم نہیں کہ وہ اس سے پہلے کس کی

ملک میں تھیں۔

(۷) مسلمانوں نے مسلمانوں سے مول لیں اور ان بچنے والے مسلمانوں نے غیر مسلم سے مول لی تھیں۔

(۸) مسلمانوں نے غیر مسلم سے مول لیں۔

(۹) سرکار انگلشیہ نے بطور معافی کے عنایت کیں اور وہ اس سے پہلے غیر مسلم کی ملک تھیں۔

پہلی پانچوں صورتوں میں ان زمینوں کی پیداوار پر اگر وہ بارش یا دریا کے پانی سے سنبھی جائیں تو عشر فرض ہے اور جو مول کے پانی سے یا کنویں سے سنبھی جائیں تو نصف عشر فرض ہے کیونکہ ان سب صورتوں میں یہ زمینیں یا تو مملوکہ اہل اسلام ہیں یا کچھ معلوم نہیں نہ معلوم ہونے کی صورت میں کبھی انہیں کی ملک تھیں یا نہیں کی سلطنت تھی اور مسلمانوں کی ملک وہ زمینوں پر عشر یا نصف عشری فرض ہوتا ہے اور اخیر کی چار صورتوں میں ان زمینوں کی پیداوار پر عشر نہیں بلکہ وہ زمینیں خراجی ہیں یعنی اگر بادشاہ اسلام ہوتا تو ان پر خراج ہوتا سرکاری مالگذاری جو دی جاتی ہے یہ عشر میں غسوسہ نہیں ہو سکتی کیونکہ عشر کے مصارف میں صرف نہیں کی جاتی ہیں اس کے دینے سے عشر ساقط نہ ہوگا اگر کوئی ذمی کافر اپنے گھر یا افتادہ زمین کو باغ یا کھیت بنالے تو وہ خراجی ہے اگر کوئی مسلمان اپنے گھر یا افتادہ زمین کو باغ یا کھیت بنائے تو اگر سنبھائی خراج کے پانی سے کرے تو خراجی ہے

اور اگر دونوں سے سینچے تب بھی وہ عشری ہوگی اور اگر عشر کے پانی سے کرے تو عشری ہے اگرچہ خراج کا پانی زیادہ ہو (در مختار وغیرہ)

خرابی وہ پانی ہے جس پر پہلے کفار کا قبضہ ہوا اور پھر اہل اسلام نے بزور اس کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہوا اور جو ایسا نہ ہو وہ عشری ہے جیسے بارش کا پانی اور ان کنوؤں، چشموں کا پانی جو کسی کے قبضہ میں نہ ہو، گھری قبرستان میں اور تیل وغیرہ کے چشمے میں کچھ بھی واجب نہیں، جب کھیتی اور درخت پھل جائیں اور ان کے پھل عادتاً استعمال کے قابل ہو جائیں تو ان پر عشر واجب ہو جاتا ہے خواہ وہ پکے ہوں یا نہیں، کٹنے کے قابل ہوں یا نہیں، بعض غلے قبل پکنے کے استعمال میں آنے لگتے ہیں مثل نخود اور بڑی جوار وغیرہ کے۔ اسی طرح بعض درختوں کے پھل بھی مثل آنبہ کے کہ کچے پن ہی میں چٹنی اچار کے کام آنے لگتے ہیں پس جس وقت سے جو غلہ اور جو پھل عادتاً قابل استعمال ہو جائے اسی وقت سے اس پر عشر واجب ہے۔

جس غلہ اور جس پھل پر عشر واجب ہو گیا ہو اس کا استعمال بغیر ادا کئے جائز نہیں اور اگر کوئی شخص استعمال میں لائے گا تو اسے تاوان دینا پڑے گا، جس شخص پر عشر فرض ہو اور وہ بغیر ادا کئے ہوئے عشر کے مر جائے تو اس کے مال متروکہ سے عشر لیا جائیگا خواہ وہ وصیت کر گیا ہو یا نہیں۔ (در مختار وغیرہ)

کوئی شخص باوجود قدرت کے کسی عشری زمین میں کاشت نہ کرے تو اس کو عشر دینا پڑے گا بخلاف خراج کے۔

اگر کوئی شخص اپنی کھیتی یا پھلا ہوا باغ بیج ڈالے تو اگر قبل پکنے کے بیچا ہے تو عشر مشتری کے ذمہ ہوگا اور اگر پکنے کے بعد بیچا ہے تو عشر بائع کے ذمہ ہوگا۔

کرایہ کی زمین میں عشر کرایہ دار پر ہوگا جو اس کی کاشت کرتا ہے، نہ مالک پر اسی طرح عاریت کی زمین پر عشر عاریت لینے والے پر ہوگا نہ عاریت دینے والے پر اور مختار وغیرہ

اگر نہ آٹھ شریکتیں جینی کریں تو دونوں پر عشر ہوگا خواہ بیج ان میں سے ایک ہی سے ہو (در مختار وغیرہ)

عہ یہ صاحبین کا مذہب ہے اور اکثر متقدمین کا فتویٰ ہے اور یہی قواعد کے موافق ہے کیونکہ عشر پیداوار پر ہوتا ہے اور مالک پیداوار کا بھی مالک ہے امام صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر عشر فرض ہے بعض

متاخرین نے ان کے قول پر بھی فتویٰ دیا ہے مگر ترجیح صاحبین ہی کے قول کو معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم ۱۲۔

عہ یہ مذہب صاحبین کا ہے فتویٰ اسی پر ہے ۱۲۔

عشر میں بھی اختیاس ہے کہ خواہ خود وہ چیز دے جس پر عشر واجب ہو ہے خواہ اس کے بدلے

میں قیمت دے۔

ساعی اور عاشر کا بیان

آنحضرت علیہ السلام اپنے مسعود زمانے میں زکوٰۃ کی تقسیم کا انتظام خود بنفس نفیس فرماتے تھے تمام مسلمانوں کی زکوٰۃ کسی خاص شخص کے ذریعے سے تحصیل فرما کر بطور خود مستحقین پر صرف کیا کرتے تھے اور جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آپ نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا تو ان کو بھی یہی حکم دیا تھا کہ مسلمانوں کی زکوٰۃ تم خود وصول کر کے فقرا پر تقسیم کرنا اور اسی پر خلفائے راشدین کا عمل رہا اور اس کے بعد بادشاہان اسلام نے بھی اس پر عمل کیا خلفائے عباسیہ وغیر تک اس امر کا پتہ کچھ کچھ چلتا ہے اور ہر قسم کی زکوٰۃ اور صدقہ کا بیت المال یعنی خزانہ علیحدہ رہا کرتا تھا مثلاً خمس کا بیت المال علیحدہ رہتا تھا اس میں غنیمت کے مالوں کا پانچواں حصہ اور دینیوں وغیرہ کا پانچواں حصہ جو اللہ کی راہ میں لیا جاتا ہے رہتا تھا اس میں زکوٰۃ اور عشر کا بیت المال علیحدہ ہوتا تھا خراج اور جزیہ کا بیت المال جدا ہوتا تھا اور جس شخص کو زکوٰۃ کی تحصیل کے لئے مقرر کرتے تھے اور وہ مسلمانوں کے گھر جا کر زکوٰۃ وصول کر کے لاتا تھا اس کو ساعی کہتے تھے اس ساعی کی تنخواہ اسی زکوٰۃ کے مال سے دی جاتی تھی جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے اور آئندہ بیان ہو گا ایک دوسرا طریقہ اور تھا کہ عام شاہراہوں پر جس طرف سے تاجروں کی آمد و رفت رہتی تھی امام یعنی حاکم وقت کی طرف سے ایک شخص مقرر کر دیا جاتا تھا جو ان کے مالوں کی برہنوں سے حفاظت کیا کرتا تھا اور ان کے تجارتی مالوں سے بشرطیکہ وہ بقدر نصاب ہوں اور ایک سال ان پر گزر چکا ہو اور قرض سے محفوظ ہوں ایک خاص حصہ لے لیا کرتا تھا یعنی مسلمانوں سے چالیسواں حصہ ذمی کافروں سے بیسواں حصہ حربی کافروں سے دسواں حصہ اور اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ حربیوں نے مسلمان تاجروں سے جو ان کے ملک میں گئے تھے اس سے زیادہ یا کم لیا تھا تو ان سے بھی اسی قدر لیا جاتا تھا ہاں اگر یہ معلوم ہوتا کہ وہ مسلمانوں کا سب مال لے لیتے ہیں تو ان کے ساتھ ایسا نہ کیا جاتا تھا کیونکہ یہ ظلم صریح ہے اور اگر یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ لوگ مسلمانوں سے کچھ نہیں لیتے ہیں تو پھر ان سے بھی کچھ نہ لیا جاتا تھا۔

اس شخص کو جو ان شاہراہوں پر بیٹھ کر تاجروں کے مال سے حصہ لینا تھا عاشر کہتے تھے یہ عاشر

جو کچھ وصول کرتا تھا امام یعنی حاکم وقت کے پاس بھیج دیتا تھا اور وہ زکوٰۃ کے بیت المال میں جمع

رہتا تھا اور عند الضرورت مستحقین پر صرف ہونا تھا، ہم نے عاشق کے احکام نہایت اجمال سے بلکہ کچھ بھی نہیں بیان کئے، ہم کو صرف یہ بتانا منظور تھا کہ عاشق کس کو کہتے ہیں اس کے احکام کی ضرورت ہم کو آج کل نہیں ہے اس لئے کہ بصدیقی سے ہم ان مبارک ازمنا سے جن میں احکام شرعیہ پر عمل ہوتا تھا بہت بعد پیدا ہوئے ہیں۔

اب وہ زمانہ ہے کہ مسلمان کو خود اس کا انتظام کرنا چاہیے ہر شخص اپنی زکوٰۃ خود قواعد شرعیہ کے لحاظ سے نکالے اور خود اپنے طور پر مستحقین پر صرف کرے خود اپنے ہی صندوقچہ کو زکوٰۃ کا بیت المال بنائے یعنی زکوٰۃ کا سال جس وقت ختم ہو یا عشر جس وقت واجب ہو فوراً آکر مستحقین دستیار ہو جائیں تو اسی وقت تقسیم کر دے ورنہ اس کو صندوقچہ میں علیحدہ جمع رکھے جس وقت مستحقین ملتے جائیں اس مال کو صرف کرتا ہے اس زمانہ میں جو لوگ مستعدی سے قواعد شریعت قادسہ پر عمل کرتے ہیں ان کے لئے بڑا اجر ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں بصراحت وارد ہو گیا ہے، اللہ ہم سب کو توفیق دے۔ آمین بالنبی الامین۔

زکوٰۃ اور عشر کے مستحقین کا بیان

جس طرح اللہ پاک نے قرآن مجید میں زکوٰۃ کا اتنا بڑا اہتمام فرمایا ہے کہ نماز جیسی عبادت کے ساتھ اس کو بتیس جگہ ذکر فرمایا ہے اور اس کے علاوہ بھی جا بجا اس کی تاکید و تفضیل کے بیان کو اپنے مقدس کلام سے زینت دی ہے اسی طرح حق سبحانہ نے زکوٰۃ کے مصارف بھی بیان فرمادیئے ہیں اور جن جن لوگوں کو زکوٰۃ کا مال لینے کا استحقاق ہے ان کی پوری تفصیل بیان کر دی ہے فقہانے جو کچھ لکھا ہے سب اسی ایک آیت کی تفسیر ہے انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمولفۃ قلوبہم و فی الرقاب والغارمین و فی سبیل اللہ و ابن السبیل ترجمہ: صدقہ (کے مال) تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور عاملوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جن کی تالیف قلب کی جائے اور غلاموں (کی آزادی) میں خرچ کرنے کے لئے اور قرض داروں کے (قرض ادا کروانے) کے لئے اور اللہ کی راہ میں (خرچ کرنے کے لئے) اور مسافر کے لئے۔

اس آیت میں صدقات سے صدقات واجبہ مراد ہیں صدقات نافلہ کا ان لوگوں کے سوا دوسروں کو دینا بھی جائز ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہو گا اس آیت میں آٹھ قسم کے لوگ بیان ہوئے ہیں جن صدقات کی دو قسمیں ہیں واجبہ اور نفل۔ واجبہ وہ صدقات ہیں جن کی فرضیت (بائی صلوٰۃ ۲۸۹ پر دیکھیے)

کو صدقہ کا مال دینا چاہیے اور ان کے سوا کسی اور کو دینا جائز نہیں۔ فقیر مسکین عالمین صدقہ۔
 مولفۃ القلوب۔ علام قرصدار۔ فی سبیل اللہ مسافران آٹھ قسموں میں مولفۃ القلوب کا حصہ
 حنیفہ کے نزدیک ساقط ہو گیا ہے لہذا ان کے نزدیک ساقط نہیں رہ گئیں جس کی تفصیل
 حسب ذیل ہے۔ فقیر وہ شخص ہے جو کسی ایسے مال کے نصاب کا مالک نہ ہو جس پر زکوٰۃ فرض ہو
 ہے مگر بالکل اتنی دست بھی نہ ہو۔

مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو حتیٰ کہ دو سو روپے کا کھانا بھی۔
 عالمین صدقہ وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کی تحصیل کے لئے حاکم اسلام کی طرف سے مقرر ہوں عاشر
 بھی ان میں داخل ہیں ان لوگوں کی تنخواہ زکوٰۃ کے مال سے دی جائے گی اور تنخواہ کی مقدار ہر شخص
 کے کام کے موافق حاکم وقت کی تجویز سے مقرر ہوگی۔ اس قدر کہ اس کو اور اس کے متعلقین کو
 کافی ہو سکے اور اگر صدقات کے مال جو اس لئے جمع کئے ہیں اس کی تحویل سے ہلاک ہو جائیں تو

بقیہ صفحہ ۲۸۸) با وجوب شریعت سے ثابت ہو جیسے زکوٰۃ اور عشر اور صدقہ قطر اور نذر کئے ہوئے صدقے امدان کے
 علاوہ جو اپنی طرف سے کوئی شخص صدقہ دے تو وہ نقل ہے ۱۲۔

عہ شروع اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں کو تالیف قلب کے لئے صدقات کے مال دیدیتے تھے کچھ لوگ
 نیکو فرماتے جن کے دینے سے مقصد یہ تھا کہ ان کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو اور وہ مسلمان ہو جائیں اور کچھ کافروں
 کو اس غرض سے دیا جاتا تھا کہ وہ شرفادہ نہ کریں اور کچھ لوگ نو مسلم ضعیف الایمان تھے ان کو اس لئے دیا جاتا تھا
 کہ ان کے دل میں اسلام کی جڑ مضبوط ہو جائے ۱۳۔

عہ امام مالک کا بھی ایسی مذہب ہے اسی مذہب کا بصریابہ سے منقول ہے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت
 صدیق ہی کے زیادہ خلافت سے مولفۃ القلوب کو صدقہ دینا موقوف کر دیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 آخر عمر کی حدیث ہے کہ جب آپ نے معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا اسی مذہب کی تائید ہوتی ہے کیونکہ آپ نے
 ان سے فرمایا تھا کہ مالدار مسلمانوں سے صدقہ لے کر فقیر مسلمانوں کو دینا مولفۃ القلوب کا ذکر آپ نے ان سے نہیں کیا
 امام شافعی اس کے مخالف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے اگر ضرورت ہو تو اب بھی تالیف قلب کے
 لئے صدقات کا مال کافروں کو دیا جاسکتا ہے ۱۲۔

مسکین کی یہ تعریف حنیفہ کے نزدیک ہے ان کے نزدیک مسکین کا درجہ فقیر میں فقیر سے بڑھا ہوا ہے اور بعض ائمہ
 کے نزدیک مسکین اور فقیر میں کچھ فرق نہیں اور بعض کے نزدیک فقیر کا درجہ فقیر میں مسکین سے زیادہ ہے ۱۲۔

پیراس کو کچھ نہ ملے گا، خاندان بنی ہاشم کے لوگ اگر عامل مقرر کئے جائیں تو جائز ہے مگر ان کی تنخواہ زکوٰۃ اور شرکے مال سے نہ دی جائے کیونکہ اس قسم کا مال لینا ان کو مکروہ تحریمی ہے مگر ان کی تنخواہ کسی ایسے روپیہ سے دی جائے جس کا لینا ان کو جائز ہو۔

غلام یعنی مکاتب بشرطیکہ وہ کسی ہاشمی کے ملک میں نہ ہو خواہ اس کا آقا غنی ہو یا فقیر ہر سال میں اس کو دینا جائز ہے تاکہ وہ اپنے آقا کو دیکر آزادی حاصل کر لے قرضدار یعنی وہ شخص جس پر کسی کا قرض چاہتا ہو اور اس کے پاس اقدار مال نہ ہو کہ اس قرض کو ادا کرے تو اس کو صدقات کا مال دیدیا جائے تاکہ وہ اپنے قرض خواہ کا قرض ادا کر کے اس بار عظیم سے سبکدوش ہو جائے۔

فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں مجاہد لوگ مفلسی کے سبب سے لشکر اسلام کے ساتھ جہاد کے لئے نہ جاسکتے ہوں اور جو لوگ بارادۂ حج اپنے گھر سے نکلے ہوں اور اثنائے راہ میں کسی سبب سے مفلس ہو جائیں کہ حج کے لئے نہ جاسکیں اور جو لوگ طلب علم کرتے ہوں اور بے سامانی اور افلاس ان کو پریشان کر رہا ہو یہ سب لوگ اس میں داخل ہیں اور ان سب کو صدقات کے مال دیئے جاسکتے ہیں۔

مسافر یعنی وہ شخص جس کے ملک میں مال ہو مگر بالفعل اس کے قبضے میں نہ ہو خواہ اس سبب سے کہ وہ اپنے وطن سے باہر ہو جہاں اس کا مال ہے یا اس سبب سے کہ اس کا مال کسی دوسرے پر قرض ہو اور وہ اس کے لینے پر قادر نہ ہو یا اور کوئی صورت ایسی ہو کہ اس کا مال اس کے قبضے سے نکل گیا ہو اور بالفعل اس کے قبضے میں نہ آسکتا ہو، یہ معنی مسافر کے تقیماً بیان کئے گئے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مسافر اس کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے باہر ہو۔

زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ ان اقسام میں سے جس قسم کو چاہے اپنی زکوٰۃ کا مال دیدے

عہ بعض فقہاء کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاشمی کا عامل مقرر کرنا جائز ہی نہیں مگر یہ صحیح نہیں جیسا کہ شامی وغیرہ میں بصریح موجود ہے ۱۲۔

عہ یہ مذہب حنفیہ کہ ہے ان کے نزدیک غلام سے یہی خاص قسم غلام کی مراد ہے اور یہی اکثر اہل علم کا مذہب ہے امام حسن بصریؒ سے بھی یہی منقول ہے مکاتب کے سوا اور کسی قسم کے غلام کو زکوٰۃ کا مال دینا حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے نہ زکوٰۃ کے مال سے غلاموں کا مول لینے کے آزاد کرنا درست ہے ۱۲۔

عہ بعض فقہاء نے اس میں خلاف کیا ہے کہ فی سبیل اللہ سے صرف مجاہدین مراد ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی عبادت اور دین کے کاموں میں کوشش کرتے ہیں اور وہ مفلس ہوں تو وہ سب فی سبیل اللہ داخل ہیں جیسا کہ رد المحتار وغیرہ میں صراحت موجود ہے ۱۲۔

یہ ضروری نہیں کہ ان تمام اقسام کو دے۔

زکوٰۃ کا مال ان مصارف کے سوا اور کسی کام میں نہ صرف کیا جائے کسی میت کا کفن اس مال سے نہ بنائے نہ میت کا قرض اس مال سے ادا کیا جائے۔ نہ ان سے مسجد وغیرہ بنائی جائے اسی طرح زکوٰۃ کے مال سے غلاموں کو مول لے کر آزاد کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ ان سب صورتوں میں کسی فقیر کو مال کا مالک نہیں بنایا جاتا اور زکوٰۃ کے صحیح ہونے میں یہ شرط ہے کہ کسی فقیر کو اس کا مالک بنا دیا جائے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

زکوٰۃ کا مال کسی ایک شخص کو نہ دینا چاہیے جس سے زکوٰۃ دینے والے کو ابوت یا بنوت کا تعلق ہو پس اپنے باپ دادا پر دادا وغیرہ اور دادی پر دادی وغیرہ اور ماں اور ماں کے باپ دادا پر دادا وغیرہ کو نہ دے اور اپنے بیٹے اور پوتے پر نہ دے اور بیٹی اور نواسی نواسی وغیرہ کو بھی نہ دے اور اسی طرح اس کو بھی نہ دینا چاہیے جس سے زوجیت کا تعلق ہو پس شوہر اپنی بی بی کو اور بی بی اپنے شوہر کو زکوٰۃ کا مال نہ دے عورت اگر مطلقہ ہو مگر عدت کے اندر ہو تو اس کو بھی زکوٰۃ کا مال نہ دے ہاں بعد عدت کے چونکہ زوجیت کا تعلق باقی نہیں رہتا اس لئے اس وقت دینا جائز ہے۔ اور اسی طرح اس کو بھی نہ دے جس سے ملکیت کا تعلق ہو پس اپنی نوٹھی اور غلام کو زکوٰۃ نہ دے اگرچہ اس کو مکاتب یا مدبر کر چکا ہو۔ ان سب لوگوں کو زکوٰۃ کا مال دینا اس سبب سے ناجائز ہے کہ یہ لوگ ایک اعتبار سے زکوٰۃ دینے والے سے متحد ہیں پس ان کو زکوٰۃ دینا گویا اپنی ہی ذات کو نفع پہنچانا ہے اور زکوٰۃ کے مال سے خود منفع ہونا جائز نہیں۔ مذکورہ بالا اعزہ کے سوا اور عزیزوں کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ جہاں تک اپنے اعزہ میں صاحب حاجت لوگ ملیں غیر کو نہ دے جب اعزہ میں کوئی صاحب حاجت نہ ملے تو اپنے دوستوں کو جو محتاج ہوں دے اور ان کے بعد پڑوسیوں کا حق ہے۔

عہ یہ حنفیہ کا مذہب ہے امام شافعی کے نزدیک تمام قسموں کے تین تین آدمیوں کو دینا ضروری ہے۔

عہ اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ آیت میں رقاب کے لفظ سے جس کے معنی غلام کے ہیں حنفیہ کے نزدیک صرف مکاتب

مراد ہے۔ ۱۲۔ عہ مکاتب وہ غلام ہے جس کو اس کے آقا نے لکھ دیا ہو کہ یہ اگر اس قدر مال ادا کر دے تو آزاد

ہے اور بدبر وہ غلام ہے جس کی نسبت اس کے آقا نے کہہ دیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد یہ آزاد ہے۔ ۱۳۔

عہ ان لوگوں کو زکوٰۃ کا مال دینا تو ناجائز ہے مگر ان کی خبر گیری اور ان کی کفالت شریعت کی طرف سے ہر شخص

پر لازم کر دی گئی ہے۔ ۱۴۔

مگر یہ خیال ہو کہ اس کے اعزہ زکوٰۃ کار روپیہ دینے سے برائیاں گئے تو ان کو نہ بتائیے کہ میں تم کو زکوٰۃ کا مال دیتا ہوں کیونکہ زکوٰۃ کی صحت میں یہ شرط نہیں کہ جس کو دیا جائے اس سے بھی یہ کہہ دیا جائے کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے بلکہ اس کی بہت عمدہ صورت یہ ہے کہ برسم عیدری یا اور کسی خوشی کی تقریب میں اپنے اعزہ کے لڑکوں کو زکوٰۃ کار روپیہ دے اس طرح پران کو ہرگز خیال بھی نہ ہوگا کہ یہ زکوٰۃ کار روپیہ ہے۔ مگر اس میں شرط ہے کہ وہ لڑکے سجدار ہوں تاکہ بچے کو زکوٰۃ کا مال درست نہیں (در المختار - رد المختار)

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو کچھ ہدیہ دے جیسے امرار کے یہاں پہلے پہل کے پھل کی ڈالی لگائی جاتی ہے تو اس ڈالی لگانے والے کو زکوٰۃ کے مال سے دینا درست ہے بشرطیکہ اس میں مستحقین کے اوصاف پائے جاتے ہوں۔ اور اس کی ڈالی کا عوض نہ سمجھے۔ (در المختار وغیرہ)

مالدار کو اور اس کے غلام کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز نہیں ہاں اس کے مکاتب غلام کو دینا جائز ہے اور اس کے اس ماذون غلام کو بھی دینا جائز ہے جس پر اس قدر قرض ہو جو اس کی قیمت اور اس کے مال سے زیادہ ہو۔ مالدار سے وہ شخص مراد ہے جس کے پاس اصلی ضرورتوں سے زائد مال ہو اور وہ تمام مال کم از کم بہ قدر نصاب ہو۔

نبی ہاشم کے تین خاندان کے لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد کو، حارث کی اولاد کو، ابو طالب کی اولاد کو، سادات بنی فاطمہ اور سادات علویہ اس کے خاندان میں داخل ہیں کیونکہ وہ حضرت علی مرتضیٰؑ کی اولاد ہیں اور حضرت علی مرتضیٰؑ ابو طالب کے بیٹے ہیں ان خاندانوں کے غلاموں کو بھی زکوٰۃ کا مال نہ دینا چاہیے ہاں صدقات واجب یعنی زکوٰۃ عشر اور صدقہ فطر کے سوا اور قسم کے صدقات سے ان کی مدد کرنا جائز ہے۔ کافروں کو بھی صدقات کا مال دینا جائز نہیں ہاں اگر وہ کافر ہو تو اس کو زکوٰۃ عشر خراج کے سوا اور صدقات کا دینا جائز ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے غالب گمان میں کسی شخص کو زکوٰۃ کا مستحق سمجھ کر زکوٰۃ کا مال دیدے اور بعد

عہ ہاشم عبدالمطلب کے والد یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پر دادا کا نام ہے علاوہ عبدالمطلب کے ان کے تین بیٹے اور تھے مگر نسل صرف عبدالمطلب سے جاری ہوئی عبدالمطلب کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے صرف ان تین بیٹوں کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ عباس۔ حارث۔ ابو طالب۔ ۱۲۔

میں یہ ظاہر ہو کہ وہ اپنا ہی غلام تھا یا مکاتب یا کافر حسرتی یا کافر مستامن تو اس کو چاہیے کہ پھر دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ وہ مالدار تھا یا ذمی کافر تھا یا اس کا باپ یا بیٹا تھا یا اس کی بی بی تھی یا بنی ہاشم کے ان خاندانوں میں سے تھا جن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں تو پھر دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں ہاں اگر بغیر غالب گمان کے دیدے تو ان صورتوں میں پھر دوبارہ زکوٰۃ دینے کی ضرورت ہوگی۔ (در مختار وغیرہ)

کسی فقیر کو زکوٰۃ کا مال بقدر نصاب یا اس سے زیادہ دینا مکروہ ہے مگر اس صورت میں کہ وہ قرضدار ہو یا اس کے لڑکے یا سہ بہت ہوں۔

زکوٰۃ کا مال دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ ہے مگر اس صورت میں کہ اس کے اعزہ محتاج ہوں اور دوسرے شہر میں رہتے ہوں یا اس شہر سے دوسرے شہر میں زیادہ محتاج لوگ ہوں یا وہ لوگ بہ نسبت یہاں کے لوگوں کے کم ہیزگار زیادہ ہوں جو شخص دارالحرب میں رہتا ہو اس کو اپنی زکوٰۃ کا دارالاسلام میں بھیجنا مکروہ نہیں کیونکہ دارالاسلام کے فقرا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں۔ اسی طرح طالب علم کے واسطے بھی زکوٰۃ کا ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ نہیں۔ اور اگر سال کے تمام ہونے سے پہلے کوئی شخص زکوٰۃ دے تو اس کا ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیجنا کسی حال میں مکروہ نہیں۔

علاوہ فرض صدقات یعنی زکوٰۃ اور عشر کے اگر کوئی شخص نذر مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں اللہ کے لئے اس قدر صدقہ دوں گا۔ تو یہ صدقہ واجب ہے اور جس قسم کے لوگوں کے دینے کی اس میں نیت کی جائے اسی قسم کے لوگوں کو دیا جائے گو وہ صدقہ کا استحقاق باعتبار آیت کے نہ رکھتے ہوں

فرض و واجب صدقات کے علاوہ صدقہ دینا اسی وقت میں مستحب ہے جبکہ مال اپنی ضرورتوں اور اپنے اہل و عیال کی ضرورتوں سے نابت ہو ورنہ مکروہ ہے اسی طرح اپنے کل مال کے صدقہ میں دیدینا بھی مکروہ ہے ہاں اگر وہ اپنے نفس میں توکل اور صبر کی صفت بہ یقین جانتا ہو تو پھر مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔

جو شخص نفل صدقہ دے اس کے لئے افضل ہے کہ اس کا ثواب تمام مسلمانوں کی ارواح کو بخش دے کیونکہ اس سے خود اس کا ثواب کم نہ ہوگا اور تمام مسلمانوں کو اس کا فائدہ پہنچے گا۔ اس فائدہ رسائی کا ثواب انشاء اللہ اس کو علاوہ ملے گا۔

رکاز کا بیان

رکاز اس مال کو کہتے ہیں جو زمین کے نیچے پوشیدہ ہو خواہ اس کو کسی نے گاڑا ہو جیسے روپیہ پیسہ وغیرہ کو لوگ گاڑتے ہیں یا خود وہیں پیدا ہوا ہو مثل کان وغیرہ کے قسم اول کو کنز کہتے ہیں اور قسم دوم کو معدن۔

اگر کوئی مسلمان یا ذمی دار الا سلام کی کسی زمین میں معدن پا جائے اور وہ معدن ایسی منجمد چیز کا ہو جو آگ میں ڈالنے سے نرم ہو جاتی ہو۔ جیسے لوہا۔ چاندی۔ سونا۔ رانگا۔ پارہ وغیرہ تو دیکھنا چاہیے کہ وہ زمین کسی کی مملوک ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کسی ایک کی یا تمام مسلمانوں کی اگر کسی کی مملوک نہیں ہے تو اس معدن کا پانچواں حصہ بیت المال کا ہے اور چار حصے پانے والے کے ہیں اور اگر کسی ایک کی مملوک ہے تو ایک حصہ بیت المال کا اور چار حصے مالک کے اور اگر تمام مسلمانوں کی مملوک ہے تو وہ سب مال بیت المال میں رہے گا۔ کیونکہ بیت المال تمام مسلمانوں کا خزانہ ہے۔

اگر معدن میں کوئی ایسی چیز نکلے جو منجمد نہ ہو جیسے تیل وغیرہ یا آگ میں ڈالنے سے نرم نہ ہوتی ہو جیسے جواہرات وغیرہ تو ان میں بیت المال کا کچھ بھی حصہ نہیں ہے بلکہ وہ سب پانے والے کا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے گھر میں یاد و کان میں کوئی معدن نکلی آئے تو وہ بھی کل اسی کا ہے۔ بیت المال کا اس میں کچھ بھی حصہ نہیں ہے۔

اگر کسی مسلمان یا ذمی کو کنز مل جائے تو اس بات کے دریافت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ وہ مسلمانوں کا گاڑا ہوا ہے یا کافروں کا اگر کسی قرینے سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کافروں کا ہے یا کچھ یہ معلوم ہو تو اس کا پانچواں حصہ بیت المال کا اور باقی پانے والے کا خواہ وہ کسی کی مملوک زمین ہو یا نہیں۔ (رد المحتار)

اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ مال مسلمانوں کا گاڑا ہوا ہے تو وہ لفظ کے حکم میں ہے اور لفظ کا حکم یہ ہے کہ عام شاہراہوں پر اور مسجدوں کے دروازوں پر اس کی منادی کی جائے یہاں تک کہ جب ظن غالب ہو جائے کہ اب اس کا کوئی مالک نہ ملے گا تو فقیروں کو دیدیا جائے اور اگر خود

فقیر ہو تو اپنے اوپر خرچ کرے۔

آج کل خصوصاً ہمارے ملک میں چونکہ بیت المال کا کچھ انتظام نہیں ہے اس لئے بیت المال کا حصہ بطور خود ان لوگوں کو جن کا ذکر مستحقین زکوٰۃ کے بیان میں گذر چکا۔ تقسیم کر دیا جائے۔ (در مختار وغیرہ)

صدقہ فطر کا بیان

ہم دوسری جلد میں گھسچکے ہیں کہ عید الفطر کے دن ایک مقدار معین کا محتاجوں کو دینا واجب ہے اسی کو صدقہ الفطر کہتے ہیں مگر وہاں ہم نے اس کے احکام نہیں بیان کئے تھے اب یہاں چونکہ تمام صدقات کا بیان ہو رہا ہے لہذا اس کا بھی بیان کیا جا رہا ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا صدقہ ہے۔ صدقہ فطر کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سال دیا تھا جس سال رمضان کے روزے فرض ہوئے ہیں۔

عید الفطر کے دن خاص کر اس صدقہ کے تفرز میں یہ مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ وہ دن خوشی کا ہے اور اس دن اسلام کی شان و شوکت کثرت و جمیت کے ساتھ دکھائی جاتی ہے اور صدقہ دینے سے یہ مقصود خوب حاصل ہو جاتا ہے علاوہ اس کے اس میں روزے کی بھی تکمیل ہے (حجۃ اللہ البالغہ) علامہ مٹھاوی شرح مرقی الفلاح میں ناقل میں کہ صدقہ فطر کے دینے سے روزہ مقبول ہو جاتا ہے۔ انتہی۔ اور اس صدقہ میں حق تعالیٰ کے اس عظیم الشان احسان کا کہ اس نے ماہ مبارک سے ہمیں مشرف کیا اور اس میں روزہ رکھنے کی ہم کو توفیق دی۔ کچھ ادائے شکر بھی ہے۔

مسائل

- (۱) صدقہ فطر واجب ہے فرض نہیں۔
- (۲) صدقہ فطر کے واجب ہونے کے لئے صرف تین چیزیں شرط ہیں۔

عہ یہ امام ابو یوسفؒ کا مذہب ہے اور اسی پر اس زمانے میں فتویٰ ہے۔ (رد المحتار) عہ فقہانے لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے مگر حقیقت یہ کوئی اختلاف نہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک واجب کی اصطلاح قائم ہی نہیں ہاں فرض کی دو تسمیوں کے یہاں بھی میں قطعی اور ظنی سو صدقہ فطر ان کے نزدیک بھی قطعی نہیں ہے ۱۲۔

۱۔ آزاد ہونا، لونڈی غلام پر اصالاً صدقہ فطر واجب نہیں۔

۲۔ مسلمان ہونا کافر پر اصالاً صدقہ فطر واجب نہیں۔

۳۔ کسی ایسے مال کے نصاب کا مالک ہونا جو اصلی ضرورتوں سے فارغ ہو۔ اور قرض سے

بالکل یا بہ قدر ایک نصاب کے محفوظ ہو۔ اس مال پر ایک سال کا گذر جانا شرط نہیں نہ مال

کا تجارتی ہونا شرط ہے نہ صاحب مال کا بائع ہونا اور عاقل ہونا شرط ہے حتیٰ کہ نابالغ بچوں

اور مجنونوں پر بھی صدقہ فطر واجب ہے ان کے اولیاء کو ان کی طرف سے ادا کرنا چاہیے اور اگر وہی

نہ ادا کرے اور وہ اس وقت خود مالدار ہوں تو بعد بائع ہونے یا جنون زائل ہو جانے کے خود

ان کو اپنے عدم بلوغ یا جنون کے زمانے کا صدقہ فطر ادا کرنا چاہیے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

(۲۷) صدقہ فطر کے صحیح ہونے میں وہی سب شرطیں ہیں جو زکوٰۃ کے صحیح ہونے میں تھیں۔

(۲۸) صدقہ فطر کا وجوب عید الفطر کی فجر طلوع ہونے پر ہوتا ہے لہذا جو شخص قبل طلوع

فجر کے مر جائے یا فقیر ہو جائے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اسی طرح جو شخص بعد طلوع فجر

کے اسلام لائے اور مال پا جائے یا جو لڑکا طلوع فجر کے بعد پیدا ہوا اس پر بھی صدقہ فطر

واجب نہیں، ہاں جو لڑکا قبل طلوع فجر کے پیدا ہوا ہو یا جو شخص قبل طلوع فجر کے اسلام لائے

یا مال پا جائے اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔

(۵) صدقہ فطر کے واجب ہونے میں روزہ دار ہونا شرط نہیں جس شخص نے کسی عذر کے سبب

روزہ نہ رکھا ہو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔

(۶) صدقہ فطر کا ادا کرنا اپنی طرف سے بھی واجب ہے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی

اور نابالغ اولاد کی طرف سے بھی بشرطیکہ وہ فقیر ہوں اور اپنی خدمت کے لونڈی غلاموں کی طرف

سے بھی اگرچہ وہ کافر ہوں، نابالغ اولاد اگر مالدار ہوں تو ان کے مال سے ادا کر دے اور

عہ امالاً کی قید اس لئے کہ خود اس پر تو واجب نہیں مگر اس کے مالک پر اس کی طرف سے دینا واجب

ہے اسی طرح کافر پر بھی اصالاً واجب نہیں لیکن اگر وہ کسی مسلمان کا غلام ہو تو اس مسلمان پر اس کی طرف سے

بھی صدقہ فطر کا دینا واجب ہے۔

عہ قدر کی قید اس لئے لگائی گئی کہ مسلمان بھی بے قدر روزہ کو ترک نہیں کر سکتا اور اگر کوئی بد نصیب بے

نام مسلمان بے قدر ترک کر دے تو اس کا بھی یہی حکم ہے یعنی صدقہ فطر اس کے ذمہ بھی واجب ہوگا۔

جو مالدار ہوں تو اپنے مال سے بائع اولاد اگر مالدار ہوں تو ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہاں احساناً اگر ادا کر دے تو جائز ہے یعنی پھر ان اولاد کو سینے کی ضرورت نہ ہے گی اور اگر بائع اولاد مالدار تو ہوں مگر مجنون ہوں تب بھی ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے مگر انہیں کے مال سے جو لونڈی فلام خدمت کے نہ ہوں بلکہ تجارت کے ہوں ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہاں اگر مرگیا ہو تو دادا باپ کے حکم میں ہے یعنی پوتے اگر مالدار ہیں تو ان کے مال سے ورنہ اپنے مال سے ان کا صدقہ فطر ادا کرنا اس پر واجب ہے اپنی بیانی کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہاں احساناً ادا کر دے تو جائز ہے اسی طرح ماں کو اپنی اولاد کی طرف سے اور بی بی کو اپنے شوہر کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں اور بے اجازت اگر احساناً ادا کر دے تو جائز نہیں یعنی اس کے ادا کرنے سے ان کے ذمہ سے مطلقاً نہ ہوگا۔

اگر کسی نابالغ لڑکی کا نکاح کر دیا جائے اور وہ شوہر کے گھر میں رخصت کر دی جائے تو اگر وہ قابل خدمت کے یا موانست کے ہے تو اس کے باپ کے ذمہ اس کا صدقہ فطر واجب نہیں بلکہ اگر وہ لڑکی مالدار ہے تو خود اس کے مال سے صدقہ فطر دیدیا جائے ورنہ اس پر واجب ہی نہیں اور اگر وہ قابل خدمت کے اور قابل موانست کے نہ ہو تو اس کا صدقہ فطر اس کے باپ کے ذمہ واجب رہے گا اور اگر شوہر کے گھر میں رخصت نہیں کی گئی تو گو وہ قابل خدمت کے اور قابل موانست کے ہو ہر حال میں اس کے باپ پر اس کا صدقہ فطر واجب ہوگا۔ (رد المختار وغیرہ)

(۷) صدقہ فطر میں گہیوں اور اس کے آٹے یا ستو کا آدھا صاع ہر شخص کی طرف سے ہونا چاہیے اور چھوہارے یا منقے یا جو کا ایک صاع۔

انہیں چار چیزوں کا ذکر احادیث میں ہے لہذا اگر کوئی شخص ان کے علاوہ اور چیز دینا چاہے

عہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض لوگوں کے نزدیک دادا باپ کے حکم میں نہیں ہے محقق ابن ہمام نے فتح القدیر میں دیگر محققین نے اپنی اور کتابوں میں اسے کو ترجیح دی ہے کہ اگر باپ مر جائے تو دادا اس کے حکم میں ہے ۱۲۔

عہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جو اور چھوہارے اور منقے وغیرہ قیمت میں برابر تھے اور گہیوں کی قیمت ان کے احتیاج سے دونی ہوتی تھی ۱۲۔

سہ صاع کی مقدار کی تحقیق اسی جلد کے مقدمہ میں گذر چکی کہ وہ تقریباً دو سیر ڈیڑھ پانچ ہوتا ہے اور اس حساب سے آدھا صاع ایک سیر تین پھٹانک ہوا ۱۲۔

تو اس کو چاہیے کہ انھیں چیزوں کی قیمت کا لحاظ کرے یعنی اسی قدر دے کہ جس کی قیمت آدھے صاع گہوں یا ایک صاع جو وغیرہ کے برابر ہو جائے اور اگر نقد دینا چاہے تو اختیار ہے کہ جس کی قیمت چاہے دے خواہ نصف صاع گہوں کی یا ایک صاع جو چھوہاروں وغیرہ کی۔

ان چاروں چیزوں میں ایک کو بخاؤ دوسرے کی قیمت کے اس کی مقدار معین سے کم دینا جائز نہیں، مثال کوئی شخص چھوہارے بقدر جو تھائی صاع کے دے اس لحاظ سے کہ چھوہارے کا جو تھائی گہوں کے نصف صاع یا جو کے پورے صاع کی برابر ہے تو یہ جائز نہ ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص گہوں کا آٹا آدھے صاع سے کم دے بخیال اس کے کہ یہ نصف صاع سے کچھ بھی کم ہوگا تو نصف صاع گہوں کی قیمت کے برابر ہوگا تو یہ بھی جائز نہیں ہے (رد المحتار وغیرہ) اگر کسی کے پاس ایک قسم کی چیز پوری نہ ہو یعنی نہ گہوں نصف صاع ہوں اور نہ جو وغیرہ ایک صاع تو اس وقت اختیار ہے کہ دو قسموں کو ملا کر مقدار واجب کو پورا کر دے مثلاً نصف صاع جو دے اور نصف صاع چھوہارا۔ یا نصف صاع جو دے اور جو تھائی صاع گہوں۔ (بجرائز ائق وغیرہ)

اگر زمانہ ارزانی کا ہو تو نقد دینا بہتر ہے اور اگر خدا نخواستہ گرانی کا زمانہ ہو تو کھانے کی چیزوں کا دینا افضل ہے۔ (مراقی الفلاح)

(۸) صدقہ فطر کے مستحقین بھی وہی ہیں جو زکوٰۃ اور عشر کے ہیں ان کے سوا کسی اور کو صدقہ فطر کا دینا جائز نہیں یعنی اوروں کے دینے سے صدقہ فطر ادا نہ ہوگا، ہاں عامل زکوٰۃ اس سے مستثنیٰ ہے یعنی جس طرح اس کو زکوٰۃ کے مال سے دینا جائز تھا صدقہ فطر کے مال سے دینا جائز نہیں۔ صدقہ فطر کا مال اس شخص کو دینا جو سحر کے لئے لوگوں کو اکٹھا تا ہو جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اس کو اس کی اجرت میں نہ قرار دے بلکہ پہلے کچھ اور اس کو دے اس کے بعد صدقہ فطر کا مال دے۔

(۹) صدقہ فطر کا قبل رمضان کے آنے کے ادا کر دینا بھی جائز ہے اور دوسرے شہر

سے بہتر ہے نزدیک اما کو یہ مناسب ہے کہ اگر ان سے گراں چیز کی قیمت دیں مثلاً آج کل چھوہارا اور منقہ ان سے چیزوں میں گراں ہیں لہذا اس کی قیمت دیا کریں کیونکہ حدیث میں وارد ہے اذاً و سمع اللہ فوسعوا جبالاً ثمیناً زیادہ دے، لہذا رقم بصری زیادہ دو ۱۲۔ عہدہ امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے ۱۲۔

ن بھی بوجہ مذکورہ بالا بھیجا درست ہے۔

(۱۰) صدقہ فطر کا اگر وہ عید کے دن سے پہلے ادا نہ کر دیا گیا ہو تو عید گاہ جانے سے پہلے

کر دینا مستحب ہے۔

(۱۱) بہتر ہے کہ ایک شخص کا صدقہ ایک محتاج کو دیا جائے اور اگر ایک شخص کا صدقہ کئی

ساجدوں کو دیا جائے تو بھی جائز ہے۔ مگر مکروہ تنزیہی ہے۔

(ردالمحتار)

اور اگر کئی شخصوں کا صدقہ ایک محتاج کو دیا جائے تو بھی جائز ہے مگر بہت اگر اس کی ضرورت

سے زیادہ ہو اور بے کراہت۔ اگر اس کی ضرورت کے موافق ہو۔

زکوٰۃ کے مسائل ختم ہو گئے اب زکوٰۃ کے متعلق چالیس حدیثیں اور حضرت امیر المؤمنین

عادل و عظیم رضی اللہ عنہ کے چالیس اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔

واللہ المعین

پہل حدیث زکوٰۃ

(۱) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوسفیانؓ نے بیان کیا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی اور کہا کہ وہ ہمکو نماز کا اور زکوٰۃ کا اور صلہ رحم کا اور پرہیزگاری کا حکم دیتے ہیں۔ (بخاری)

(۲) جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے (کے اقرار) پر بیعت کی۔ (بخاری)

(۱) قال ابن عباس حدثني ابوسفیان
فذكر حديث النبي ﷺ الله عليه وسلم
فقال يا امرء بالصلاة والزكاة والصدقة
والعفاف (بخاری)

(۲) قال جریر بن عبد الله يا بعث
النبي ﷺ الله عليه وسلم على اقامة
الصلاة وابتاء الزكاة والنصح
لكل مسلم (بخاری)

(۳) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ایک چھوہارے کے برابر بھی پاک کمائی سے صدقہ دیتا ہے اور اللہ تو پاک کمائی ہی کو قبول فرماتا

(۳) من ابی ہریرۃ قال قال رسول الله
ﷺ الله عليه وسلم من تصدق
بعادل تمرۃ من كسب طيب ولا
يقبل الله الا الطيب فان الله يقبلها

عہ یہ حدیث مختصر ہے جس کو امام بخاری نے کتاب الزکوٰۃ میں لکھا ہے۔ مفصل حدیث بخاری کے باب الوحي میں اس طرح ہے کہ جب ہرقل شاہ روم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدایت نامہ پہنچا تو اس نے عرب کے قافلہ کو جو اتفاقاً سے بغرض تجارت وہاں گیا ہوا تھا بلایا اس قافلہ میں ابوسفیان بھی تھے یہ اس وقت تک کا فرقہ تھا کہ ہرقل نے ابوسفیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کئے اور ہر حال کے معلوم ہونے پر یہ کہتا گیا کہ ہاں انبیاء سابقین کے حالات بھی اسی طرح تھے بالآخر اس نے آپ کی تعلیمات کی کیفیت بھی دریافت کی تو ابوسفیان نے کہا کہ وہ ہمکو نماز زکوٰۃ وغیرہ کی تعلیم کرتے ہیں ف اس حدیث سے بعض علماء نے یہ بات ثابت کی ہے کہ زکوٰۃ مکہ میں فرض ہو چکی تھی کیونکہ ابوسفیان نے ہرقل سے آپ کی تعلیم کا جو حال بیان کیا وہ قیام مکہ کے وقت کا تھا مگر میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں زکوٰۃ سے مراد مطلق صدقہ ہے صدقہ مفروضہ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ خود امام بخاری نے باب الوحي میں بجائے زکوٰۃ کے صدقہ کا لفظ روایت کیا ہے ہم اسکی مفصل کیفیت تیسری جلد میں لکھ چکے ہیں ۱۲۔

بیمینہ ثم یربہا لصاحبہ کما
یربی احدکم فلوۃ حتی تکون مثل
الحبل -

(البخاری)

(۴) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
اتاہ اللہ ما لا فلاح یود زکوٰۃ مثل
کم مالہ یوم القیمۃ شجاع اقرع
لہ زبیبان یطوقہ یوم القیمۃ
یاخذ بلہرمتیہ یعنی شدقیہ
ثم یقول انا مالک انا کثرک (البخاری)

تو بیشک اللہ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتا
ہے پھر اس کو صدقہ دینے والے کے لئے بڑھاتا
ہے جیسا تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کی
پرورش کے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے (بخاری)
(۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اللہ
مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ ادا کرے تو
وہ مال اس کا قیامت کے دن اس کے سامنے
ایک مار سیاہ کی شکل میں کرو یا جائے گا جس کے
دونوں نقطے ہوتے ہیں وہ قیامت کے دن اس کی
گردن میں لپیٹ جائے گا اور اس کے دونوں

کثرک

جزروں کو پکڑ لے گا پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں - (بخاری)

(۵) عن عدی بن حاتم قال قال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیقین
احدکم بین یدی اللہ لیس بینہ
وبینہ حجاب ولا ترجیان یترجم
لہ لثم لیقولن لہ الم اتک مالہ
فلیقولن بلی ثم لیقولن الحمد للہ
الیک رسولنا فلیقولن بلی فیظہر عن
بیمینہ فلا یری الا النار ثم ینظر عن
شمالہ فلا یری الا النار فلیتی احد
کما النار ولولم تبتی تمرة فان لحد یجد
فکلمت طیبۃ - (البخاری)

(۵) عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ضرور تم
میں سے ہر شخص اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا اس
کے اور اللہ کے درمیان میں (اسوقت) نہ کوئی
حجاب ہوگا اور نہ کوئی ترجمان جو اس کی باتیں
بیان کرے پھر اللہ اس سے فرمائے گا کہ کیا
میں نے تجھے مال نہ دیا تھا وہ کہے گا کہ ہاں دیا
تھا پس اپنی داہنی طرف بھی سوا آگ کے کچھ نہ
دیکھے گا اور اپنی بائیں جانب بھی سوا آگ کے
کچھ نہ دیکھے گا پس تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ
آگ سے بچے اگرچہ چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی

عہ شیخ مصلح الدین شیرازی نے اپنے پندنامہ کے اس شعر میں اسی حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے
بخیل ابو ذر زاہد بکبر و برہمشقی نباشد بحکم خبر یعنی بخیل جو شخص زکوٰۃ مفروضہ نہ ادا کرے۔ اگرچہ دنیا بھر کی عبادتیں کرے مگر وہ
بحکم حدیث بہشت میں نہ جائیگا یعنی بغیر ستر کے ورنہ بعد ستر کے تو ہر مومن بہشت میں داخل ہوگا ۱۲۔

دے کر سہی پھر اگر (یہ بھی) نہ پائے تو اچھی بات کہہ کر۔ (بخاری)

(۶) عن اسماء قالت قال الی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم لا توکی
فیوکی علیک

(بخاری)

(۷) عن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ
من خمس من الجمل والجبین و
قتلہ الصدر وعذاب القبر وسوء
العسل۔ (مسند احمد)

(۸) عن عبد اللہ بن ابی اوفی قال
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا اتاہ قوم بصدق تھم قال لھم
صل علیھم فا تاہ الی ابو اوفی بصدقۃ
فقال اللھم صل علی ابی اوفی۔

(مسلم)

(۹) عن ام سلمۃ قالت کنت
البس اوصا حاققلت یا رسول اللہ
اکنزھو فقال ما بلغ ان تودی زکوٰۃ
فزیکی فلیس یکنز۔

(ابوداؤد)

(۱۰) عن انس قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم من سوا
ان یبسط اللہ علیہ فی رزم وثیساء
فی اثرہ فلیصل رحمہ۔ (ابوداؤد)

(۶) اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے
کہا کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
(اے اسماء اپنے مال پر) گرہ نہ دو ورنہ تم پر
(بھی اللہ کی طرف سے) گرہ دے دی جائیگی۔ (بخاری)

(۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانچ چیزوں سے پناہ
مانگا کرتے تھے، بخل سے اور نلروئی سے اور
دل کے فساد سے اور قبر کے عذاب سے اور
بدکاری سے۔ (مسند احمد)

(۸) عبد اللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ آنحضرت
صلح کے حضور میں جب کچھ لوگ اپنا صدقہ لائے
تو آپ فرماتے، اے اللہ پر اپنی رحمت نازل
فرما پس میرے باپ ابو اوفی اپنا صدقہ آپ کے
پاس لائے تو آپ نے فرمایا کہ اے اللہ
ابو اوفی پر رحمت نازل کر۔ (مسلم)

(۹) ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں
نے کہا کہ میں کنگن پہنتی تھی تو میں نے کہا کہ یا
رسول اللہ کیا یہ بھی کنز ہے تو آپ نے فرمایا کہ
جو مال اس حد کو پہنچے کہ اس کی زکوٰۃ دینا چاہیے
پھر اسکی زکوٰۃ دیدی جائے تو وہ کنز نہیں ہے۔

(۱۰) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اس بات کی
خوشی ہو کہ اللہ اس پر اس کے رزق میں
کشادگی کرے اور اس کی عمر زیادہ کرے

تو اس کو چاہیے کہ صلہ رحم کرے۔ (ابوداؤد)
 (۱۱) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا تو فرمایا کہ تم لوگ حرص سے بچو اس لئے کہ اگلے لوگ حرص ہی سے برباد ہوئے تھے حرص نے (ان کو) بخل سکھایا اور وہ بخل ہو گئے اور اسی نے ان کو قطع رحم سکھایا اور انھوں نے ان کو بدکاری سکھائی اور وہ بدکار ہو گئے۔ (ابوداؤد)

(۱۲) عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی شخص بغیر اپنے پرہیزی کے اپنا پیٹ نہ بھرے۔ (مسند احمد)

(۱۳) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہم صدقہ دیں اور اتفاق سے اس وقت میرے پاس کچھ مال تھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر کسی دن میں ابو بکر پر سبقت لے جاؤں گا تو آج ضرور لے جاؤں گا پس میں اپنا آدھا مال لے آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کس قدر تھپوڑ دیا میں نے کہا کہ اسی قدر پھر ابو بکر اپنا کل مال لے آئے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابو بکر تم نے اپنے گھر والوں کے

(۱۱) عن عبد اللہ بن عمر قال خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایاکم والشتم فانہا ہلک من کان قبلكم یا لثیم امر بالبخل فبخلوا وامرہم بالقطیعتہ فقطعوا وامرہم بالفجور ففجروا۔ (داؤد)

(۱۲) عن عمر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یشیع الرجل دون جاراہ۔ (مسند احمد)

(۱۳) قال عمر امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تصدق فرقی ذلک ما لا عندی فقلت الیوم اسبق ابا بکر ان سبقتہ یوما فجت بنصف مالی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما البقیۃ الا ہلک قلت مثلہ قاتی ابو بکر کل ما عندہ فقال یا ابا بکر ما البقیۃ الا ہلک قال البقیۃ لہم اللہ ورسولہ فقلت لا اسبقک الی شئی ابد۔ (الدارمی)

عہ یعنی آیہ الذین یکنزون میں جو سز مال کے جمع کرنے کی ارشاد ہوئی ہے یہ بھی اس میں داخل ہے یا نہیں ۱۲

عہ اس حدیث کو خوب غور سے دیکھو اور اس پر عمل کرو دیکھو کہ تمہارے رزق میں کتنا دلچسپی ہوتی ہے کہ نہیں ۱۲۔

لے لیا پھوڑا تو آپ بولے کہ اللہ اور اس کے رسول کو۔ تو میں نے (ان سے) کہا کہ میں کسی نیکی میں تم سے آگے کبھی نہ جاسکوں گا۔ (اداری)

(۱۴) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لن ینس علی المسلم فی فرسہ وغلامہ
صدقة۔ (البخاری)

(۱۴) فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان
پر اس کے سواری کے گھوڑے اور اسکی خدمت کے
غلام پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ (بخاری)

(۱۵) حدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر رضی اللہ عنہ
و سلم عمر علی الصدقة فقیل منع
ابن جمیل و خالد بن الولید و
العباس عمر رسول اللہ علیہ وسلم
فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ما ینقص ابن جمیل الا ان کان
فقیرا فاعتاه الله و اما خالد فانکم
تظلمون خالد اقد احتبس ادراعه
واعتاده فی سبیل اللہ و العباس فہی
علی و مثلہا معہا ثم قال یا عمر
اما شعرت ان عمر الرجل صنوبی۔
(مسلم)

(۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر رضی اللہ عنہ
کو صدقہ (کی تحصیل کرنے پر مقرر کیا) تو کہا گیا
کہ ابن جمیل نے اور خالد بن ولید نے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس نے نہیں
دیا تو آپ نے فرمایا کہ ابن جمیل اسی بات کا بدلہ
دیتا ہے کہ وہ فقیر تھا اور اللہ نے اس کو مالدار
کر دیا اور رہ گئے خالد تو تم ان پر ظلم کرتے ہو۔
بے شک انھوں نے اپنی زرہ اور اپنے آلات
حرب اللہ کی راہ میں وقف کر رکھے ہیں یعنی
ان سے سوا جہاد کے کچھ کام نہیں لیتے اور رہ
گئے عباس رضی اللہ عنہ ان کی زکوٰۃ میرے ذمہ ہے بلکہ
اس سے دو چند پھر فرمایا کہ اے عمر کیا تم نہیں
جاننے کہ آدمی کا چچا اسکے باپ کے مثل ہوتا ہے۔ (مسلم)

عہ معلوم ہو کہ اگر کسی میں توکل کی صفت درجہ ملیا تک پہنچ گئی ہے تو اس کو کل اپنا مال خیرات کر دینا جائز ہے جیسا کہ
امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا ۱۱۔

عہ اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ دینی خدمت کے آلات کا سیلاب پر زکوٰۃ فرض نہیں اگر وہ بھی قیمتی ہوں جیسے
حضرت خالد بن ولید کے سلاح جنگ میں زکوٰۃ فرض نہ ہوئی کیونکہ وہ ان سے دین کا کام لیتے تھے اسی قیاس پر علماء کے حق میں دی گئی کتابوں کو
بھی کچھ لوہہ مری ہوتا ہے کہ اگر ایک عزیز اپنے کسی عزیز کی طرف سے زکوٰۃ دیر سے لڑا جائے تو اس کے ذمہ سے اتر جائیگی جیسے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عم مسکوم کی طرف سے ادا کر دی ۱۲۔

(۱۵) امرأة من اهل يمن اتت رسول الله صلى الله عليه وسلم وبنت لها ثيابا بنتها مسكتان غليظتان من ذهب فقال اتوديان زكوة هذا قالت لا قال اليسرك اتت بسورك الله عز وجل بهما يوم القيمة سوارين من نار قال نزلت بهما الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت هما الله و الرسول صلى الله عليه وسلم (نسائي)

(۱۶) ایک عورت یمن کی مع اپنی بیٹی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس کی بیٹی کے ہاتھ میں دو موٹے موٹے کنگن تھے تو آپ نے پوچھا کہ تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو۔ وہ بولی کہ نہیں، آپ نے فرمایا کہ کیا تم کو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں تم کو قیامت کے دن آگ کے دو کنگن پہنائے تو اس نے ان دونوں کو اتار کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا کہ یہ اللہ ورسول کی خوشنودی کے لئے زکوٰۃ میں پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱۷) عن سيرة بن جندب قال ابعد فان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يامرنا ان نخرج الصدقة من الذي هذا البيع (ابوداؤد)

(۱۷) سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے (روایت) ہے کہ کہا بعد حمد و نعت کے معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم دیا کرتے تھے کہ ہم تجارتی مال کی زکوٰۃ ادا کیا کریں (ابوداؤد)

(۱۸) عن عبد الله بن ابي بكر عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم استعمل رجلاً من بني عبد الوشهل على الصدقة فلما قدم سئله ابلو من الصدقة فغضب رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى عرف الغضب في وجهه وكان ما يعرف بالغضب

(۱۸) عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الوشهل کی اولاد سے ایک شخص کو صدقہ پر مامور فرمایا ہے وہ مال (تحصیل کر کے آئے تو انہوں نے آپ سے صدقہ کا ایک اونٹ مانگا تو آپ غضبناک ہو گئے یہاں تک کہ آپ کے چہرہ مہلک میں

علم معلوم ہوا کہ ہر تجارتی مال پر زکوٰۃ سے نبی پورا نصاب کامل ہو جائے اور تجارتی مال کی زکوٰۃ اس کی قیمت کے حساب سے ہوتی ہے یعنی چالیسواں حصہ بعد نصاب پورا ہونے کے ۱۲۔

فی وجہہ ان تحسر عینا کا ترجمہ قال
ان الرجل لیساء لنی مالا یصلح لی وکالہ
فان منعتہ کمرہت المنع وان اعطیتہ
اعطیتہ مالا یصلح لی وکالہ فقال
الرجل یارسول اللہ کا اسئلک
منہا شیئاً ابدا۔ (موطا امام مالک)

ہوں اور اگر دیدوں آتیں سے اس کو وہ چیز دی کہ نہ اس کا دینا جائز ہے میرے لئے اور نہ لینا جائز
ہے اس کے لئے پس اس آدمی نے کہا کہ یا رسول اللہ اب میں کبھی آپ سے صدقہ کی کوئی چیز نہ مانگا
کروں گا۔ (موطا امام مالک)

(۱۹) عن طاؤس الیمانی ان معاذ بن
حبیل الانصاری اخذ من ثلثین
بقرة بتیعاً ومن اربعین بقرة
مسنة واتى ملادون ذلك فابی
ان یاخذ منه شیاً وقال لم اسمع
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فی شیء حتی الفساء
فاسأله فتوفی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قبل ان یقدم معاذ
بن حبیل۔ (موطا امام مالک)

(۲۰) عن ابی سعید الخدری ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال لیس فیما دون خمسة اوسق من
التمر صدقة ولیس فیما دون خمس
اواق من الودق صدقة ولیس فیما
دون خمس ذود من الاہل صدقة۔ (مالک)

غضب کا اثر معلوم ہوا اور غضب کا اثر آپ
کے چہرہ مبارک میں یہ ہوتا تھا کہ آپ کی
آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں پھر آپ نے یہ فرمایا
کہ بیشک ایک شخص مجھ سے ایسی چیز مانگتا
ہے کہ مجھ کو نہ اس کا دینا جائز ہے اور نہ اس کو
لینا پھر اگر میں نہ دوں تو نہ دینے کو برا جانتا
ہوں اور اگر دیدوں آتیں سے اس کو وہ چیز دی کہ نہ اس کا دینا جائز ہے میرے لئے اور نہ لینا جائز
ہے اس کے لئے پس اس آدمی نے کہا کہ یا رسول اللہ اب میں کبھی آپ سے صدقہ کی کوئی چیز نہ مانگا
کروں گا۔ (موطا امام مالک)

(۱۹) طاؤس یمانی سے روایت ہے کہ معاذ بن
حبیل نے تیس گائے کی زکوٰۃ میں ایک سال
کی گائے لے لی اور چالیس گائے کی زکوٰۃ میں
ایک دو برس کی گائے اور اس سے کم گائیں
جو ان کے پاس لائی گئیں تو انہوں نے اس کی
زکوٰۃ لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کچھ
نہیں سنا یہاں تک کہ میں آپ سے سوال اور
پوچھوں مگر معاذ کے آنے سے پہلے آنحضرت
علیہ السلام کی وفات ہو گئی (موطا)

(۲۰) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ اوسق
چھوہاروں میں (زکوٰۃ فرض) نہیں ہے اور نہ
پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ (فرض) ہے
اور نہ پانچ عدد سے کم ادنیٰ میں زکوٰۃ (فرض)
ہے۔ (مالک)

(۲۱) عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی الزکاة الخمس (موطا امام مالک)
 (۲۲) عن سوید بن غفلۃ اتانی مصدق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتیته فجلست فسمعتہ یقول ان فی عہدی ان لا تاخذ راجح لین ولا یجمع بین متفرق ولا یفرق بین مجتمع فاتاہ رجل بناقۃ کوماء فقال خذها فابی (نسائی)

(۲۳) عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد عفوت من الخیل والرقیق فادوا زکواتکم من کل ما ستین خمسۃ۔ (نسائی)

(۲۴) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امراة ابن مسعود زوجک وولدک احق من تصدقت بہ علیہم۔ (بخاری)

(۲۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکاة میں پانچواں حصہ (بیت المال کا ہے) (موطا)
 (۲۲) سوید بن غفلہ سے (روایت ہے) انھوں نے کہا کہ میرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق آیا تو میں اس سے ملا اور بیٹھ گیا تو میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے حکیمانہ میں یہ ہے کہ ہم نہ کوئی دو دھڑ دار جانور لیں اور نہ متفرق (اشیاء) کے درمیان میں جمع کریں اور نہ مجتمع اشیاء کے درمیان میں تفریق کریں پھر ایک شخص عیب دار اونٹنی لے آیا اور کہا اسکو لو تو انھوں نے منظوریہ کیا۔ (نسائی)
 (۲۳) علی رضی اللہ عنہ سے (روایت ہے) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے گھوڑے سے اور غلام سے زکوة معاف کر دی پس تم اپنی زکوة ہر دو سو درم سے پانچ درم نکالو۔ (نسائی)

(۲۴) فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود کی بی بی زینب سے کہ تمہارے شوہر اور تمہارا بیٹا جو صدقہ تم دو اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ (بخاری)

۱۔ عام معلوم ہوا کہ زکوة کے تحصیل کرنے والے کو بے رضامندی مالک کے عہدہ جانور لے لینا جائز نہیں اسی طرح خراب جانور کا بھی ۱۱۔

۲۔ مراد سواری کا گھوڑا ہے تجارت کی توہر چیز ہر زکوة ہے۔

۳۔ نقلی صدقوں کا حکم ہے زکوة مفروضہ کا نہیں۔ کیونکہ اس کا اپنے شوہر یا اپنی اولاد کو دینا جائز نہیں ۱۲۔

(۲۵) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کے چھوہاروں میں سے ایک چھوہارہ لے لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچ نکھ تاکہ وہ اسے ڈال دیں پھر آپ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے۔ (بخاری)

(۲۶) ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو (جو قبیلہ بنی اسد میں سے تھا) بنی سلیم کے صدقات پر عامل بنایا اس کو ابن اللتیہ کہتے تھے تو جب وہ آیا تو آپ نے اس سے حساب کیا۔ (بخاری)

(۲۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اس پیداوار میں جسے آسمان کا پانی یا چشمے سینچیں یا از خود پیدا ہو عشر فرض ہے اور جو زمین ڈول سے سینچی جائے اس میں نصف عشر۔ (بخاری)

(۲۸) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر چھوہاروں سے ایک صاع مقرر فرمایا ہے اور جو سے بھی ایک صاع غلام پر اور آزاد پر مرد

(۲۵) عن ابی ہریرۃ قال اخذ الحسن بن علی تمرًا من تمر الصدقة فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم و سلخکم کما یطوح بها شمر قال اما شعرت اننا لانا کل الصدقة۔

(البخاری)

(۲۶) عن ابی حمید الساعدی قال استعمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً من الاسد علی صدقات بنی سلیم یدعی ابن اللتیة فلما جاء حاسبہ۔

(البخاری)

(۲۷) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فیما سقت السماء والعیون او مکان اشربا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر۔

(البخاری)

(۲۸) عن ابن عمر قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر صاعاً من تمر او صاعاً من شعیر علی العبد والحکر والذکر والاکانیثی

علم معلوم ہوا کہ نبی یا شتم کو صدقہ لینا جائز نہیں مگر بعض متاخرین نے بسبب ضرورت کے اس کو مانہ میں جائز کہا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

علم معلوم ہوا کہ اگر کسی کو کوئی شخص مقرر کیا جائے۔ اسکی کارگزاری کا جانچنا بھی ضروری ہے۔

پر اور عورت پر، چھوٹے پر اور بڑے پر غرض
سب مسلمانوں پر اور آپ نے قبل اس کے کہ
لوگ نماز عید کے لئے جائیں اس کے ادا کئے
جانے کا حکم دیا ہے۔ (بخاری)

(۲۹) عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں
نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ انعام دیتے
تھے تو میں کہتا تھا کہ یہ اس کو دیکھئے جو مجھ سے
زیادہ حاجت مند ہو تو آپ نے فرمایا کہ جب
اس (دنیا کے) مال میں سے کچھ بغیر طمع کے مل
جائے تو اس کو لے لیا کرو ورنہ اس کے پیچھے
اپنا خیال نہ دو۔ (بخاری)

(۳۰) ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی
مسلمان اپنی بی بی پر بھی بغرض تو اس کا کچھ خرچ
کرتا ہے تو وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے۔
(مسلم)

(۳۱) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (ایک مرتبہ)
گائے کا گوشت پیش کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ
یہ بریرہ کو صدقہ میں ملتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ

والصغیر والکبیر وغیرہ من المستلمین
وامر بہا ان تودی قبل خروج الناس
الی الصلوۃ۔

(بخاری)

(۲۹) عن عمر رضی اللہ عنہ قال کان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یعطینے العطاء فا قول اعط من ہوا
فقرا لہ منی فقال خدا اذا جاءک
من ہذا المال شئ وان انت غیر
مشرف ولا منسائل فخذہ وما
لا فلا تتبعہ نفسك۔ (بخاری)

(۳۰) ابو مسعود البدری عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال ان
المساکم اذا انفق علی اہلہ نفقۃ
وہو یجتنبہا کانت لہ صدقۃ۔
(مسلم)

(۳۱) عن عائشۃ انی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم یحکم بقر فقیل ہذا
ما تصدق بہ علی بریرۃ فقال لہا
صدقۃ لنا ہدیۃ۔ (مسلم)

عہ حکم بطور استحباب کے ہے۔

عہ معلوم ہوا کہ جب کوئی کسی دینی خدمت پر بھیجا جائے اور اسکے معاوضہ میں اس کو کچھ دیا جائے اور اس نے
لینے کی غرض سے اس کام کو نہ کیا ہو بلکہ محض اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا ہو تو اس کا لے لینا اس کے حق میں
بکراہت جائز ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا خوش قسمتی ہوگی کہ تو اس کی غرض سے اپنے بی بی بچوں پر جو کچھ خرچ
کردہ بھی عبادت ہے۔ ۱۲۔

ہ ان کے حق میں صدقہ کا حکم رکھتا ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔ (مسلم)

(۳۲) عن جابر انہ قال اعتق رجل من بنی عذرۃ عبد اللہ عن دبر فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الک مال وغیرہ فقال لا فقال من یشتریک منی فاشترک نعیم بن عبد اللہ العدوی بثمانۃ درہم فباع بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدفعها الیہ ثم قال ایہ بنفسک فتصدقت علیہا فان فضل شیئی فلا ھلک فان فضل شیء عن اھلک فلذی قرابتک فان فضل عن ذی قرابتک شیء فھکذا وھکذا یقول تبین یدیک وعن یمینک وعن شمالک۔

(مسلم)

(۳۳) عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یضمن لی واحداً وله الجنة قال یحیی ہھنا کلمتہ معنا ہان لا یسأل الناس شیئاً۔ (نسائی)

(۳۲) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی عذرہ کے ایک شخص نے اپنا غلام ہدیہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی، آپ نے پوچھا کہ تمہارے پاس اس کے سوا اور مال بھی ہے اکھنوں نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ اس غلام کو مجھ سے کون مول لیتا ہے تو اس کو نعیم بن عبد اللہ عدوی نے آٹھ سو درہم پر مول لے لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ درہم لایا تو آپ نے وہ درہم اس شخص کو دے کر پھر فرمایا کہ پہلے اپنی ذات سے ابتدا کرو اور اس کو صدقہ دو پھر اگر بیچ جائے تو اپنے گھر والوں کو دو پھر اگر تمہارے گھر والوں سے کچھ بیچ جائے تو وہ تمہارے قرابت داروں کے لئے ہے پھر اگر تمہارے قرابت داروں سے کچھ بڑھے تو اس طرح اور اس طرح یعنی اپنے سامنے اور دلپہنے اور بائیں سے خرچ کرو (رفاعہ سلم)

(۳۳) ثوبان سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے کہ مجھ سے ایک بات کا اقرار کرے اور اس کو جنت مل جائے یحییٰ نے کہا کہ اس جگہ پر کوئی ایسا لفظ تھا جس کے معنی یہ تھے کہ لوگوں سے کچھ سوال نہ کرے بنا

عہ معلوم ہوا کہ صدقہ کا مال اگر فقیر لے کر کسی کو ہدیہ دے تو وہ صدقہ نہیں رہتا پس بنی ہاشم کے دینے کی بہت اچھی صورت نکل آئی کہ زکوٰۃ کا مال کسی فقیر کو دیا جائے اور پورے چکنے کے اس سے کہا جائے کہ اگر تمہارا دل چاہے تو

اس میں سے فلاں سید کو بھی دیدو۔ ۱۲

عہ معلوم ہوا کہ اپنے اہل و عیال کو حاجت مند تھپوڑ کر غیر برا حسان کو نادار سمجھا نہیں ۱۲۔

(۳۴) امام مالک کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز نہیں ہے سوا اس کے نہیں کہ صدقہ لوگوں کا میل ہے۔
(موطا امام مالک)

(۳۵) عطاء بن یسار سے (روایت) ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ غنی کے لئے حلال نہیں ہے۔ (۱) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے لئے (۲) یا صدقہ پر کام کرنے کے لئے (۳) یا قرضدار کے لئے (۴) یا اس شخص کے لئے جو اس کو اپنے مال سے مول لے (۵) یا اس شخص کے لئے جس کا

اور وہ مسکین اس غنی کو بطور ہدیہ کے لے (موطا امام مالک) (۳۶) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بیشک تم میں کسی کا اپنی رسی لے کر اور پیٹھ پر لکڑی لادنا اور اس کو بیچ کر کھانا اس سے بہتر ہے کہ کسی آدمی کے پاس جائے جس کو اللہ نے اپنے فضل سے (مال) دیا جو پھر اس سے سوال کرے وہ دے اسکو پانہ دے (موطا امام مالک)

(۳۷) ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ کیا مجھے کچھ ثواب ہوگا اگر میں ابو سلمہ اپنے پہلے شوہر کی اولاد پر خرچ کروں وہ تو میرے ہی بیٹے ہیں آپ نے فرمایا

(۳۴) مالک کہتا ہے بلغه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تحل الصدق لائل محنت انما هي اوساخ الناس - (موطا)

(۳۵) عن عطاء بن يسار بن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تحل الصدقة لغني الا الخمسة لغار في سبيل الله او حاصل عليها او لغارم اول رجل اشترى باله اول رجل له جار مسكين فتصدق على المسكين فاهدى المسكين الغني (موطا امام مالک) پڑوسی مسکین ہو پھر اس مسکین کو صدقہ لے اور وہ مسکین اس غنی کو بطور ہدیہ کے لے (موطا امام مالک)

(۳۶) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہ لان یاخذ احدکم حبلہ یحطب علی ظہرہ خیر من ان یاتی رجل اعطاک اللہ من فضلہ فیئالہ اعطاک او منعه (صافک)

(۳۷) عن ام سلمة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الى اجران انفق على نبي ابي سلمة انما صرتي فقال انفق علي من فلك

اجر ما انفقت علیہم

(البخاری)

(۳۸) صالح عن زید بن اسلم
عن ابیہ قال سمعت عمر بن الخطاب
يقول حملت علی فرس عتیق فی
سبیل اللہ وکان الرجل هو الذی
عندہ قد اضاہ فاروت ان اشتربہ
منہ وظننت انه بايعا و برخص قال
فسالت عن ذلک رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فقال لہ تشترون ان
اعطاکم بدرہم واحد فان العائد
فی صدقة حکاکلبہ یعود فی قیئۃ۔
فسرایا کہ اسے تم رسول لو اگرچہ دو ایک ہی درم میں بیچ ڈالے کیونکہ اپنے صدقہ کا واپس لینے والا مثل
اس کتے کے ہے جو اپنی نئی کھالے۔

(۳۹) عن ابی رافعہ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بعث رجلا
من بنی مضر وہم علی الصدقة فقال
لابی رافع اصعبنی کینا قصیب منها
لاہتقی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فاسالہ فانطلق الی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فسالہ فقال ان الصدقة
لا تحل لنا وان مولی القوم من انفسہم
(الترمذی)

تم ان پر جو کچھ خرچ کرو گی اس کا ثواب تم کو
ملے گا۔ (بخاری)

(۳۸) امام مالک زید بن اسلم سے وہ اپنے والد
سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ
کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے (ایک مرتبہ)
راہ خدا میں ایک اصیل گھوڑا ایک شخص کو
سواری کے لئے دیدیا اور جس شخص کے پاس
وہ رہا اس نے اس کو قریب المرگ
کر دیا تو میں نے چاہا کہ میں اس کو اس شخص سے
مولے لوں اور میں نے یہ سمجھا کہ وہ کچھ ارزانی
سے اس کو بیچ ڈالے گا تو اس کی بابت میں نے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے

(۳۹) ابو رافع رضی اللہ عنہ سے (مردی
ہے) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (قبیلہ)
بنی مضر کے ایک شخص کو صدقہ تحصیل کرنے
کے لئے بھیجا تو انھوں نے ابو رافع سے کہا کہ
تم بھی میرے ساتھ ہو جاؤ تاکہ تم کو بھی اس
سے کچھ مل جائے وہ بولنے کہ نہیں یہاں تک
کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
حاضر ہوں اور آپ سے پوچھ لوں ہیں وہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے

عہ معلوم ہوا کہ صدقہ ویکر بعیتت واپس لینا بھی کر دہ ہے چہ جائیکہ بلا قیمتت واپس لینا یہیں سے کچھ لو ۱۲۔

پوچھا تو آپ نے فرمایا صدقہ ہمارے لئے حلال نہیں ہے اور بیشک قوم کا غلام بھی اسی قوم کے حکم میں ہے۔ (الترمذی)

(۴۰) عن بن مسعود قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم من اصابته
فاقة فانزلها بالناس لم تسد فاقته
من انزلها بالله او شك له الله يا لغني
انما موت عاجل او غني اجل۔ (ابوداؤد)

(۴۰) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے (مروی ہے کہ)
انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ جس کسی کو فاقہ کی مصیبت پہنچے اور
اس کو لوگوں کے سامنے پیش کرے تو اس کی
حاجت پوری نہ کی جاوے گی اور جو کوئی اس
کو اللہ کے سامنے پیش تو عنقریب اللہ اس کو بے نیاز کرے گا یا بذریعہ موت کے جو جلد آجائے
یا بذریعہ تو نگرے کے جو دیر میں حاصل ہو۔

چہل آثار المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(۱) قال ابو هريرة لما توفي رسول
الله صلى الله عليه وسلم وكان
ابو بكر وكفر من كفر من العرب قال
عمر كيف تقابل الناس وقد قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم

(۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی
اور ابو بکرؓ (خلیفہ) ہوئے اور عرب کے کچھ
لوگ مرتد ہو گئے (تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے
ان سے لڑنے کا ارادہ کیا) اور عمرؓ نے کہا کہ

علم معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کے غلاموں کو بھی صدقہ کا مال لینا جائز نہیں اور ارفع آنحضرت کے غلام تھے
اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بنی ہاشم یا بنی ہاشم کے غلاموں کا مال صدقہ بنانا جائز ہے ورنہ آنحضرت ارفع
کو اس امر کی اجازت نہ دینے کا سبب یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو کامل صدقہ بتانا
یا بنانا جائز ہے۔ ۱۲۔

علم یہ بات برابر تجربہ میں آ رہی ہے کہ جو لوگ آدمیوں سے سوال کرتے ہیں وہ ہمیشہ صاحب احتیاج
رہتے ہیں اور در بدر گدائی کرتے کرتے ان کی عمر ختم ہو جاتی ہے۔ ۱۳۔
علم اس حدیث کو غور سے دیکھو زکوٰۃ کی تاکید کس قدر سختی کے ساتھ اس سے نکل رہی ہے (باقی صفحہ ۵۱۴ پر دیکھئے)

امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا
لا الہ الا اللہ فمن قالها فقد عصم
منی ماله ونفہ الا بحقہ وحسابہ
علی اللہ فقال واللہ لا قاتل من
فرق بین الصلوات والزکوٰۃ فان
الزکوٰۃ حق المال واللہ لو منعونی
عقلا کافوا یودونہا الی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتہم علی
منعہا قال عمر فواللہ ما ہوا الا النحر
اللہ صدرا بی بکر فعرفت انہ الحق
(البخاری)

تم ان لوگوں کے کس طرح لڑ سکتے ہو حالانکہ یقیناً
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ اسی وقت تک لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا
گیا ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں پس
جو شخص اسے کہہ دیکے تو بیشک اس نے تجھ سے
اپنا مال و اپنی جان محفوظ کر لی مگر کسی حق کے
عوض میں۔ اور اس کا حساب اللہ پر ہے تو
ابوبکرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم میں ضرور ضرور اس
شخص سے لڑوں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں
فرق سمجھا اس لئے کہ زکوٰۃ حق مال کا ہے اللہ
کی قسم اگر وہ مجھے ایک تسمہ جو آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے سامنے دیتے تھے نہ دینگے تو یقیناً میں ان سے لڑوں گا۔ عمرؓ نے کہا کہ اللہ کی
قسم وہ یہی بات تھی کہ اللہ نے ابوبکرؓ کے سینہ کو کھول دیا تھا، پس میں سمجھ گیا کہ یہ حق ہے۔ (بخاری)

(۲) عن عمر بن الخطاب قال ذکر لی
ان الاعمال تباهی فتقول الصدقة
انا افضلکم وقال عمر ما من امرء
مسلم یتصدق الا ابتدرتہ حجة
الجنة۔

(کنز العمال)

(۲) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ انھوں نے فرمایا کہ مجھ سے یہ بیان کیا گیا
ہے کہ اعمال باہم فخر کریں گے تو صدقہ کہے گا کہ
میں تم سب سے افضل ہوں اور عمر رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ جو مسلمان صدقہ دیتا ہے اس کو جنت
کے داروغہ ہاتھوں ہاتھ لیں گے (کنز العمال)

(باقی صفحہ ۵۱۳) حضرت ابوبکر صدیقؓ کا زمانہ خلافت جو کل تقریباً ڈھائی برس کا تھا بہت پر آشوب زمانہ تھا یہ وہ زمانہ تھا کہ مہر
رسالت چھپ چکا تھا اور ایک سخت امر نیا واقعہ اس زمانہ میں پیش آیا تھا کہ بہت سے لوگ مرتد ہو گئے تھے اور اندیشہ تھا کہ اگر
کیجائے تو اور بھی لوگ برگشتہ ہو جائیں گے مگر حضرت ابوبکرؓ زکوٰۃ کی سخت سخت تاکیدوں کو دیکھ کر نہ رہ سکے اور زمانہ کی نیرنگی کی کچھ
بھی پرواہ نہ کی اور مرتدوں کو سزا دی کے لئے سخت جنگ کی اور اللہ نے ان کو اس میں کامیاب فرمایا۔ ۱۲۔
۱۳۔ حضرت عمرؓ نے حضرت صدیقؓ کی رائے کا برحق ہونا نہ صرف ان کے کہنے سے سمجھا بلکہ خود اپنے اجتہاد سے کیونکہ وہ
خود بھی مجتہد تھے اور ایک مجتہد پر دوسرے مجتہد کی تقلید حرام ہے ۱۴۔

(۳) عن عمر قال ما كان من دقيق
يرير اديه التجارة ففیه الزکوٰۃ -

(کنز العمال)

(۳) عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آٹا
یا گہوں جو کچھ بھی بغرض تجارت ہو اس میں
زکوٰۃ فرض ہے۔ (کنز العمال)

(۴) اکتب عمرالی ابی موسیٰ ان صر من
بلاک من نساء المسلمین ان يتصدقن
ن حلیهن۔ (کنز العمال)

(۴) عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ کو لکھا کہ تم
اپنی طرف کی مسلمان عورتوں کو یہ حکم دو کہ وہ اپنے
زیوروں کی زکوٰۃ دیں (کنز العمال)

(۵) مالک انه قراء کتاب عمر في
صدقة قال فوجدت فيه۔

(۵) امام مالک کہتے ہیں کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ
کے خط کو پڑھا تو اس میں یہ مضمون پایا۔

بسم الله الرحمن الرحيم
هذا كتاب الصدقة في اربعة وعشرين
من الابل فدونها الغنم في كل خمس
شاة وفيما فوق ذلك الى خمس وثلاثين
بنت مخاض فان لم يكن بنت مخاض
فابن لبون ذكر وفيما فوق ذلك الى

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ زکوٰۃ کی کتاب ہے۔ چوبیس اونٹوں میں اور
ان سے کم میں بکری (واجب ہے) ہر پانچ اونٹ
میں ایک بکری اور اس سے زیادہ میں پینتیس
تک ایک بنت مخاض پھر اگر بنت مخاض نہ ہو تو
ایک زابن لبون اور اس سے زیادہ میں پینتیس

لے زیوروں کی کچھ تخصیص نہیں ہے کہ وہ استعمال میں آئے ہوں یا نہیں معلوم ہوا کہ ہر حال میں ان پر زکوٰۃ فرض ہے
ہی مرتب امام ابو حنیفہ کا ہے ۱۲۔

لکہ اس مقدمہ خط سے جانوروں کی زکوٰۃ کے اکثر مسائل نکالے گئے ہیں اس خط کے بعض بعض الفاظ کے دو دو مطلب
ہرکتے ہیں، شیخ وئی اللہ محدث دہلوی نے مسوی شرح موطا میں اس کی شرح امام ابو حنیفہ و امام شافعی دونوں کے
ذہب کے موافق کی ہے مگر میں صرف حنفیہ کے موافق اس کی شرح کرتا ہوں تاکہ بہت طول نہ ہو ۱۲۔

لکہ یعنی بچپن پر ایک بنت مخاض ہے بچپن کے بعد پینتیس پر کچھ نہیں نتیجہ یہ کہ اگر کسی کے پاس پینتیس اونٹ ہوں اور
دس آخر سال میں مر جائیں تو زکوٰۃ کم دہو گی کیونکہ وہ معافی میں تھے۔

لکہ بنت مخاض اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو دو سکر برس میں ہو اور بنت لبون تیسرے برس کا اونٹنی کو اور حقہ چوتھے برس
کا اونٹنی کو اور جزء پانچویں برس کا اونٹنی کو۔

۱۵ یہ ارشاد بلحاظ قیمت کے ہیں، ابن لبون کی قیمت اس زمانہ میں بنت مخاض کے برابر ہوگی ۱۲

خمس واربعین ابنة لبون وفيما
 فوق ذلك الى ستين حقه طروقه
 الفحل وفيما فوق ذلك الى خمس
 وسبعين جذعة وفيما فوق ذلك
 الى تسعين يتنالبون وفيما فوق
 ذلك الى عشرين ومائة حقتان طروقا
 الفحل فما زاد على ذلك من الابل
 ففي كل اربعين بنت لبون وفي كل
 خمسين حقة وفي سائمة الغنم
 اذا بلغت اربعين الى عشرين ومائة
 شاة وفيما فوق ذلك الى مائتين شاتان
 وفيما فوق ذلك الى ثلاث مائة ثلاث
 شاة فما زاد على ذلك ففي كل مائة
 شاة ولا يخرج في الصدقة تيس ولا هرة
 ولا ذات عوال ما شاء المصدق ولا يجمع
 بين مفترق ولا يفرق بين مجتمع خشية
 الصدقة وما كان من خليطين فانها
 يتراعيان بالسوية وفي الراقة اذا
 ابلغت خمس اواق ربع العشر

جب وہ پانچ اوقیہ ہو جائے چالیسواں حصہ (زکوٰۃ ہے) (موطا امام مالک)

تک ایک مادہ بنت لبون اور اس سے زیادہ
 میں ساکھ تک ایک حقہ جو حاملہ ہونے کے
 قابل ہو اور اس سے زیادہ میں کچھ تک ایک
 جزعہ اور اس سے زیادہ میں نوے تک دو
 بنت لبون، اور اس سے زیادہ میں ایک سو بیس
 تک دو حقہ جو حاملہ ہونے کے قابل ہوں پھر
 جس قدر اونٹ اس سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس
 میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک
 حقہ اور ساکھ بچریوں میں جب وہ چالیس ہوں
 ایک سو بیس تک ایک بکری اور اس سے زیادہ
 میں دو سو تک دو بکریاں اور اس سے زیادہ میں
 تین سو تک تین بکریاں پھر جو اس سے زیادہ
 ہوں تو ہر سو بکریوں میں ایک بکری اور زکوٰۃ
 میں تر بکرانہ دریا جائے اور نہ کوئی بڑھی بکری اور
 نہ کوئی عیب دار سوا اس کے جو مصدق چاہے
 اور نہ زکوٰۃ کے خوف سے کسی متفرق مال میں
 جمع کیا جائے اور نہ کسی مجتمع مال کی ترقی کی
 جائے اور جو مال دو شخصوں کی شرکت میں ہو
 تو وہ دونوں برابر باہم سمجھ لیں اور چاندی میں

لہ جب ایک سو بیس سے اونٹ بڑھ جائیں تو امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جب تک ایک سو پینتالیس نہ
 ہو جائیں ہر پانچ میں ایک بکری لی جائیگی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا غرض کہ یہاں سے ان کا عمل اس خط پر نہیں
 بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط پر اور اسی پر حضرت ابو بکر صدیق نے عمل کیا اور حضرت فاروق اعظم
 سے بھی ایک روایت میں اسی پر عمل کرنا منقول ہے ۱۲ (شامی) عہ مصدق صدقہ تحصیل کرنے والا۔

(۶) عمر رضی اللہ عنہ کے خط میں یہ مضمون تھا کہ
سائتہ بکریوں میں جب وہ چالیس ہو جائیں
ایک بکری ہے پھر اگر بھیر بکری کی بہ نسبت زیادہ
ہوں اودان کے مالک پر صرف ایک ہی بکری
واجب ہوتی ہو تو مصدق اس بکری کے عوض
میں جو واجب ہوتی بھیر لے لے۔ اور اگر بکری
زیادہ ہوں تو بکری لے۔ پھر اگر بھیر اور بکری
برابر ہوں تو دونوں میں سے جسے چاہے لے۔

(موطا امام مالک)

(۷) ابو بکر طارق رضی اللہ عنہ سے (راوی) ہیں کہ عمر بن
خطابؓ فقیروں کو صدقے دیتے تھے اور صدقہ
کی زکوٰۃ نہ دیتے تھے۔

(۸) ابو بکر رضی اللہ عنہ ابن عبد قاری رضی اللہ عنہ سے راوی
ہیں اور وہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت
المال پر (مامور) تھے پس جس وقت صدقہ نکلتا
تھا تو حضرت عمرؓ تاجروں کے مالوں کو جمع کر لیتے
تھے اور ان کے پرانے اور نئے مال کا حساب
کر لیتے تھے پھر حاضر و غائب سے زکوٰۃ لیتے تھے۔
(۹) ابو بکر عبد الملک بن ابو بکر رضی اللہ عنہ سے (راوی ہیں)

(۶) وفي كتاب عمر بن الخطاب و
في سائمة الغنم اذا بلغت اربعين شاة
شاة فان كان الفان اكثر من الفول
تجب على ربها الا شاة واحدة اخذ
المصدق تلك الشاة التي وجبت على
رب المال من الضان وان كانت اكثر
اخذ منها فان استوى الضان والمعز
اخذ من ايتها شاء۔

(۷) ابو بکر عن طارق ان عمر بن الخطاب
كان يعطيهم ما اعطاء ولد يركبه۔

(۸) ابو بکر عن عبد الرحمن بن عبد
القاری وكان علی بیت المال فی زمن
عمر فكان اذا خرج العطاء جمع عمر اموال
التجار فیحسب عاجلها واجلها ثم اخذ
الزکوٰۃ من المشاهد والغائب۔

(۹) ابو بکر عن عبد الملک بن ابی بکر

سے معلوم ہوا کہ بھیر بکریوں سے ملا کر نصاب پورا کر لیا جائے گا اور زکوٰۃ میں وہی جانور لیا جاوے گا جو تعداد میں زیادہ ہو
ایک بکری کی قید اتفاقی ہے اور یہ مسئلہ مفصل گزر چکا ہے ۱۲

۱۳ اس کا مطلب یہ ہے سال کے اندر جو مال ملا ہو اور ابھی اس پر سال نہ گزرا ہو اس کو علیحدہ ادھس پر سال گزر
چکا ہو اس کو علیحدہ رکھتے تھے پس اگر دونوں ہم جنس ہوتے اور دفعہ زکوٰۃ کا دینا لازم نہ آتا تو دونوں کو ملا دیتے
ورنہ تفصیل اس مسئلہ کی زکوٰۃ کے بیان میں دیکھو ۱۲

ان عمر قال احسب دينك وما عندك
فاجمع ذلك جميعا ثم زكّه -

(۱۰) مالك والشافعي عن عائشة زوج
النبي صلى الله عليه وسلم انها
قالت مر على عمر بن الخطاب بغنم
من الصدقة فرأى فيها شاة حافكا
ذات ضرع عظيم فقال عمر بن الخطاب
ما هذا الشاة فقالوا شاة من الصدقة
فقال عمر ما اعطى هذا اهلهما وهم
طأعون لا تفتنوا الناس لا ناخذ حوزات
المسلمين نكبوا عن الطعام -

کہ عمر نے (ایک شخص سے) کہا کہ تو اپنے غنم
کا اور اس (مال) کا جو تیرے پاس ہے حساب
کر اور سب کو جمع کر پھر جو بڑھے اسکی زکوٰۃ دے۔
(۱۰) مالک و شافعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے (راوی ہیں) انھوں
نے کہا عمر کے سامنے زکوٰۃ کی بکریاں گزریں
تو انھوں نے ان میں سے ایک دو دھار بڑے
کھن والی بکری دیکھی تو پوچھا یہ بکری کیسی ہے لوگو
نے کہا کہ زکوٰۃ کی بکری ہے تو انھوں نے فرمایا کہ
اس کو اس کے مالک نے خوشی سے نہیں دیا
(دیکھو) لوگوں کو تکلیف نہ دو۔ مسلمانوں کا عمدہ
مال (زکوٰۃ میں) نہ لو (ان کے) کھانے کی چیز
سے احتراز کرو۔

(۱۱) شافعی عن ابی عمرو بن الحماص
ان ایاہ قال مررت بعمر بن الخطاب
وعلى عنقه ادمية حملها فقال غملا لودي
زكوتك يا حماص فقلت يا امير المؤمنين
مالي نمير هذا الذي على ظهري هبة
في القرظ قال ذلك مال فضع قوضعتها
بين يديه فيجسها فوجدها
قد وجيت فيها الزكوة فاخذ
منها الزكوة -

(۱۱) شافعی ابو عمرو بن حماص سے کہ ان کے باپ
نے کہا میں ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے
گزرا اور میری گردن پر کچھ کھالیں تھیں جن
کو میں لادے ہوئے تھا تو انھوں نے فرمایا
کہ اے حماص کیا تم اپنی زکوٰۃ نہیں دیتے میں
نے کہا اے امیر المؤمنین میرے پاس سو اس
کے جو میری پیٹھ پر ہے کچھ نہیں ہے یعنی چند کھالیں
دباغت کے لئے ہیں اور اس کے سوا میرے
پاس کچھ نہیں آپ نے فرمایا یہ بھی مال ہے رکھو

۱۔ معلوم ہوا کہ جو مال قرض میں مستغرق ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ۱۲۔ ملکہ معلوم ہوا کہ اگر خوشی سے دیر تیا تو درست تھا
۱۳۔ وہ کھالیں ان کی ذاتی مملوک ہوں گی اور ان کی قیمت نصاب کے برابر ہوگی ۱۲۔

میں نے ان کے سامنے رکھ دیا تو وہ اس کو چھو نے لگے اور انھوں نے اس میں زکوٰۃ واجب پائی تو اس سے زکوٰۃ لے لی۔

(۱۲) الشافعی روى عن عمر انہ قد كانت النواضح على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وخلقائه فلم اعلم احدا ردى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اخذ منها صدقة ولا احدا من خلقائه ولا شك انشاء الله ان قد كان للرجل الخمس واكثر۔

(۱۲) شافعی (کہتے ہیں) کہ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک پانی بھر نے والے اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کے زمانہ میں تھے مگر میں نہیں جانتا کہ کسی نے روایت کی ہو کہ آپ نے ان سے زکوٰۃ لی ہو اور نہ آپ کے خلفاء میں کسی نے اور خدا نے چاہا تو اس میں شک نہیں کہ ایک ایک آدمی کے پاس پانچ اونٹ اور (بلکہ) اس سے بھی زیادہ تھے۔

(۱۳) مالک اور شافعی سلیمان بن یسار سے (روایت کرتے ہیں) کہ شام کے لوگوں نے ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے گھوڑوں کی بھی زکوٰۃ لیا کرو تو انھوں نے نہ مانا، پھر انھوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا، انھوں نے بھی نہ مانا پھر لوگوں نے ان سے کہا بھی تو انھوں نے ان کو لکھ بھیجا کہ اگر وہ چاہیں تو اس کو ان سے

(۱۳) مالك والشافعي عن سليمان ابن يسار ان اهل الشام قالوا لابي عبيدة الجراح خذ من خيلنا صدقة فابى ثم كتب الى ابن الخطاب فابى عمر ثم كلموه ايضا فكتب اليه ان احبوا فخذها منهم واردها عليهم وارزق رقبتهم۔

لے لو اور پھر انھیں پروا پس کر دو اور ان کے غلاموں کو کھلا دو۔

(۱۴) شافعی ابن شہاب سے (روایت کرتے ہیں) کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما زکوٰۃ ادھار پر نہ لیتے تھے لیکن گرانی اور ارزانی اور فرہمی اور ناخری (غرض ہر حال میں) اس کی تحصیل کرتے تھے کیونکہ زکوٰۃ کا ہر سال لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۴) الشافعي عن ابن شهاب ان ابابكر وعمر لم يكونا يخذان الصدقة بنسيئيه ولكن يبعثان عليها في الجذب والنخصب والمسمن والعجف لان اخذها في كل عام من رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب ہے ۱۲ عالمگیری لکھ گھوڑوں پر زکوٰۃ نہ ہونے کی بحث اور گزر چکی ہے اور یہ کہ تجارتی گھوڑوں پر بھی تجارتی مال کی زکوٰۃ فرض ہے یہاں مراد سواری کے گھوڑے ہیں ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم سنہ ۔

علیہ وسلم کی سنت ہے۔

(۱۵) ابوبکر عن الحسن کتب عمر
الی ابی موسیٰ فما زاد علی المائتین
فتی کل اربعین درهما درہم قلت
معنا عند ابی حنیفہ لا یؤخذ فی
اقل من اربعین اذا زاد علی مائتین
وعند الشافعی هذا بیان الکسر
بیان مخرجہ۔

(۱۵) ابوبکر حسن بصری سے (راوی ہیں کہ عمر رضی
اللہ عنہ نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ لکھ بھیجا کہ جس قدر
(چاندی) دو سو (درم سے) زیادہ ہو تو ہر چالیس
درم میں ایک درم (زکوٰۃ) ہے۔ میں کہتا ہوں کہ
امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کے معنی ہیں کہ
دو سو سے زیادہ ہوں تو چالیس سے کم میں
زکوٰۃ نہ لی جاوے گی اور امام شافعی کے نزدیک

(۱۶) مالک و الشافعی عن سفیان
ابن عبد اللہ الثقفی ان عمر بن
الخطاب بعثہ مصداقا لکان یعد علی
الناس بالسخل فقالوا تعد علینا
بالسخل ولا تاخذ منہ شیئا فلما
قدم علی عمر بن الخطاب ذکر ذلک
لہ فقال عمر تعد علیہم بالسخل
یحملہا الراعی ولا تاخذہا ولا تاخذ
لا کولہ ولا الزلہ ولا الماخص ولا
نخل الغنم وناخذ الجذعة والثنیۃ
وذلك عدل بین غداء الغنم و
خیارہ۔

کسر کا بیان ہے، بذریعہ اس کے مخرج کے۔
(۱۶) مالک اور شافعی سفیان بن عبد اللہ ثقفی
سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو صدقہ
تحصیل کرنے پر مقرر کیا تو وہ بکریوں کے بچوں
کو بھی شمار کر لیتے تھے تو لوگوں نے کہا کہ تم ہمارے
بچوں کو بھی شمار کر لیتے ہو اور ان میں سے کسی کو
لیتے نہیں تو جب وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
کے پاس حاضر ہوئے تو اس کا ذکر ان سے کیا
انہوں نے فرمایا کہ ہم ان کے اس بچے کو بھی
شمار کر لیں گے جس کو چھروا ہوا اٹھانا ہے اور
اس کو لیں گے نہیں۔ اور نہ کھانے کی بکری
لیں گے اور نہ حاملہ اور نہ بکریوں کا نر اور نہ ایک
سال کی بکری اور دو سال کی لیں گے اور یہ
متوسط ہے بڑی اچھی بکریوں میں۔

(۱۷) ابوبکر قال عمر اذا وقف الرجل

(۱۷) ابوبکر ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ

سالہ یہ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کا قول ہے امام شافعی کے مذہب پر جو انہوں نے اس اثر کو منطبق کیا ہے حالانکہ
از تکلف نہیں ہے ۱۲ کہا لا یخفی علیہ امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے کہ اگر سب سے بچے ہیں (باقی صفحہ ۵۲۱ پر دیکھئے)

عمر رضی اللہ عنہ نے (صدقہ تحصیل کرنے والوں سے) فرمایا کہ جب کوئی اپنی بکریاں تمہارے حصے میں سے زکوٰۃ کی بکری نکالو۔

(۱۸) ابو بکر مجاہد سے وہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سبز یوں میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

(۱۹) بیہقی عمرو بن شعیب سے روایت کرتے ہیں کہ اپنے باپ سے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے شہد کا عشر لایا اور اس نے آپ سے درخواست کی کہ سلبہ نام جنگل کی آپ حفاظت کر دیں تو آپ نے حفاظت کر دی پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو سفیان بن وہب نے عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے لکھ دیا کہ اگر وہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتا تھا یعنی شہد کا عشر وہ تم کو دے تو تم اس کے لئے سلبہ کی حفاظت کرو ورنہ (کبھی سے پیدا ہوتی چیز تو) آسمانی بارش کے مثل ہے جو چاہے اس کو کھالے۔

لیکھ غتمہ فاصد عوہا صد عین ثم اختاروا من نصف الاخر۔

اے کر دے تو ان کے دو حصے کر دو پھر دوسرے حصے میں سے زکوٰۃ کی بکری نکالو۔

(۱۸) ابو بکر عن مجاہد عن عمر

یس فی الخضراوات زکوٰۃ۔

(۱۹) البیہقی عن عمرو بن شعیب عن ابيه عن جده ان رجلا جاء الى رسول الله صلى الله عليه وسلم بعشور نخل له وساله ان يحجى واديا يقال له سلبه فحماه له فلما ولي عمر كتب سفیان بن وهب الى عمر بن الخطاب يساله عن ذلك فكتب عمران ادى اليك ما كان يودي الى رسول الله صلى الله عليه وسلم من عاشور نخله فاحمله سلبه واكافنا هو ذبا بغيث ياكله من شاء پیدا ہوتی چیز تو) آسمانی بارش کے مثل ہے جو چاہے اس کو کھالے۔

(باقی صفحہ ۵۲۰) اور ایک بھی ان میں بڑا جانور موجود ہو تو اس کی تبعیت میں بچے بسی شمار کرنے جائیں گے اور زکوٰۃ لے لی جائیگی ۱۲ لٹہ یعنی اس قدر چھوٹے بچوں کا بھی شمار کر لیا جائے گا جو خود اپنے پیروں سے چراگاہ نہیں جاسکتے مقصود حضرت فاروق اعظم کا اس تمام بیان سے یہ ہے کہ ہم انصاف پر چلتے ہیں جیسا کہ بچوں کا شمار کر لینے میں تم پر زیادتی ہے ویسا ہی حالہ اور کھانے کی بکری نہ لینے میں تمہارے ساتھ رعایت بھی ہے ۱۲۔

عہ دو حصہ سے مراد یہ ہے کہ اچھی اور بری کے درمیان میں ہونا نہ بہت عمدہ نہ بہت بری ۱۲ عہ معلوم ہوا کہ عشر تجارتی مالوں پر اسی وقت آتا ہے جب امام وقت کی طرف سے اس کی حفاظت ہو ۱۲۔

(۲۰) ابوبکر عن زیاد بن حدیر بعثی
عمر علی العشر و امر فی ان لا اغتنق
احدا۔

(۲۱) ابوبکر عن زیاد بن حدیر
بعثنی عمر علی السواد و نہانی ان
اعشر مسلماً۔

(۲۲) ابوبکر عن عبدالرحمن بن
ابلیمانی قال ابوبکر الصدیق مسا
یوصی بہ عمر من ادی الزکوٰۃ الی
غیر و لا تھا لحدیقین منہ صدقۃ
و لو تصدق بالذنیاجیعا۔

(۲۳) قال الشافعی سمعت بعض من
لا یقول بنصاب خمسة اوسق یقول
قد قام بلا مر بعد النبی صلی اللہ
علیہ وسلم ابوبکر و عمر و عثمان و علی
واخذوا الصدقات اخذ اعاما زمانا
طویلا فماروی عنہم انہم قالوا

(۲۰) ابوبکر زیاد بن حدیر سے (روایت کرتے ہیں)
کہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے عشر کے تحصیل کرنے
پر مقرر کیا اور حکم دیا کہ میں کسی کے مال کی تلاشی نہ لوں۔

(۲۱) ابوبکر ابن حدیر سے راوی ہیں کہ مجھے
عمر رضی اللہ عنہ نے ایک تاکہ پر متعین کیا اور
مجھے منع کر دیا کہ میں کسی مسلمان سے عشر نہ لوں۔

(۲۲) ابوبکر عبدالرحمن بن بلیمانی سے (راوی
ہیں) کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا
عمرؓ کو اس بات کی بھی وصیت کی جاتی ہے کہ
جو شخص عاملین زکوٰۃ کے سوا کسی کو زکوٰۃ
دے تو اس سے کہیں کہ اس کا صدقہ اللہ

کے ہاں قبول نہ ہوگا اگرچہ تمام دنیا صدقہ کر دے۔
(۲۳) امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ میں نے بعض
ان لوگوں سے جو عشر میں پانچ و سق کے نصاب
ہونے کے قائل نہیں ہیں سنا کہ وہ کہتے ہیں بعد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ
و علیؓ خلیفہ ہوئے اور وہ عام طور پر بغیر تعین
اس نصاب کے ایک زمانہ دراز تک صدقات لیتے

یعنی مسلمانوں کے مال کی بابت جیسا کہ آئندہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی بات کا اعتبار کر لیا کرو ۱۲۔
۱۳ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر امام برحق یعنی حاکم مسلم عادل کے ہونے کسی اور کو اگر زکوٰۃ کا مال دیا جائے تو وہ قبول نہ ہوگا
اس کو بھیر زکوٰۃ دینی چاہیے پستہ بھی اوپر بیان ہو چکا ہے ۱۲۔

۱۳ اس سے مراد امام ابوحنیفہؒ ہیں ان کے نزدیک عشر کے واجب ہونے میں کوئی نصاب شرط نہیں ہے صاحبین
کے نزدیک شرط ہے اور انہوں نے اسی حدیث سے تمسک کیا ہے جس کا جواب امام ابوحنیفہ کی طرف سے امام شافعی
نے نقل فرما کر دیا ہے اہ اس کے رد کی کیفیت حاشیہ آئندہ میں مذکور ہے ۱۲۔

ليس في ادون خمسة اوسق صدق
 مارواه عن النبي صلى الله عليه وسلم
 الا ابو سعيد الخدري ثم اجاب الشافعي
 بما حاصله ان الحديث صحيح من
 رواية ابى سعيد وجابر موجود في
 كتاب عمرو بن حزم فوجب العمل
 به ولم يذكر عن الائمة ان الحديث
 ظهر في زمانهم فتكلموا فيه قلت
 بل ذكر مالك سنة اهل المدينة
 على مارويته عن ابى سعيد -

سے پھر ان سے کسی نے نہیں روایت کی کہ
 انھوں نے کہا ہو کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ
 فرض نہیں ہے اور اس کو آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم سے ابو سعید خدری کے سوا کسی نے روایت
 نہیں کیا۔ پھر امام شافعی نے اس کا یہ جواب دیا
 کہ ابو سعید کی اور چار کی روایت صحیح ہے عمرو
 ابن حزم کے خط میں موجود ہے یہاں اس پر عمل
 واجب ہے اور خلفائے راشدین سے یہ

منقول نہیں کہ یہ حدیث ان کے زمانہ میں ظاہر
 ہوئی اور انھوں نے اس میں کلام کیا میں کہتا ہوں

کہ امام مالک نے اہل مدینہ کا طریقہ اسی کے موافق ذکر کیا ہے جو ابو سعید سے ہم کو روایت ملا ہے۔
 (۲۲) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے قبیلہ
 ثقیف سے کسی شخص کو صدقہ (کی تحمیل) پر
 (مقرر کر کے) بھیجا پھر انھوں نے اس کو اجلنے
 بعد ذلك متخلفا فقال اراك متخلفا

لہ امام شافعی کا جواب اس امر کی تسلیم پر مبنی ہے کہ خلفاء راشدین کا عمل اس حدیث پر نہ تھا اب اس پر عمل
 نہ ہونے کی وجہ جو انھوں نے بیان فرمائی یعنی حدیث کا نہ معلوم ہونا بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے خلفائے راشدین
 کی خلافت بہت دنوں تک رہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قلعی حکم تھا کہ جس کسی کو حدیث معلوم ہو مجھ سے اگر بیان
 کرے جب ان کو کسی مسئلہ میں حدیث نہ معلوم ہوتی تھی تو مجمع عام کر کے اس مسئلہ کو پیش کر دیتے تھے تاکہ اگر کسی
 کو حدیث معلوم ہو تو بتا دے اور جب کوئی بتا دیتا تھا تو مان بیٹے تھے پس ایسی حالت میں ابو سعید خدری رضی اللہ
 عنہ نے اس حدیث کو ان سے کہیں نہ بیان کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیوں نہ کہا معلوم ہوتا ہے کہ ابو سعید خدری رضی
 خرد جانتے تھے کہ یہ حدیث متروک العمل ہے بلکہ انھوں نے حضرت فاروق کے سامنے یہ حدیث پیش کی ہو اور ان
 کو اس کا متروک العمل ہونا معلوم تھا اس سبب سے اس پر عمل نہ کیا۔

لہ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کا قول ہے ان کا جواب بھی امام صاحب کے استدلال کے تسلیم کرنے پر مبنی ہے
 اب رہ گیا مدینہ کا عمل وہ خلفائے راشدین کے ترک عمل کے بعد ہرگز ہمارے نزدیک حجت نہیں ہو سکتا۔

ولقد اجرنا نر فی سبیل اللہ - میں تاخیر کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا میں تمہیں تاخیر

کرتا ہوا دیکھتا ہوں حالانکہ اگر تم اس کام کو کرو
(کنز العمال)

(تو تمہارے لئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا ثواب ہوگا۔ (کنز العمال)

(۲۵) ابن ساعدی مالکی سے روایت ہے کہ مجھ

کو عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ (کی تحصیل) پر

(مقرر کر کے) بھیجا تو میں جب اس سے فارغ ہوا

اور سب مال انکو دے چکا تو مجھے اجسرت کا

حکم دیا تو میں نے کہا کہ میں نے صرف اللہ کے لئے

کیا ہے اور میری اجسرت اللہ کے ذمہ ہے تو

انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ دیا جائے لے کیا کرو (مسلم)

(۲۶) ابوبکر سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ

نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں "انما الصدقات"

تفسر فرمایا کہ یہ اہل کتاب کے کچھ لوگ ہیں۔

(۲۷) ابوبکر عطا سے راوی ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ

صدقہ وغیرہ میں اسباب بھی لے لیا کرتے تھے

اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ صدقہ کو اللہ کی ہوائی

ہوئی ایک قسم میں دیدیا کرتے تھے۔

(۲۵) عن ابن ساعدی المالکی قال

استعملنی عمر بن الخطاب علی

الصدقۃ فلما فرغت منها وادیتھا

الیہ امرنی بعاملۃ فقلت لہ انما

عطت اللہ واجری علی اللہ فقال خذ ما

اعطیت -

(مسلم)

(۲۶) ابوبکر عن عمر فی قولہ تعالیٰ

انما الصدقات للفقراء فقال ہم

زمتاء اهل الكتاب -

(۲۷) ابوبکر عن عطاء ان عمر کان

یاخذ العرض فی الصدقۃ وغیرھا

مزاد فی روایۃ وبعطیھا فی صدق

واحد مما سمی اللہ -

سلسلہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک زکوٰۃ اور عشر کا مال کافر کو نہیں دیا جاتا گو وہ ذمی ہو اور حضرت فاروق کے اس

قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو صدقہ کا مال دیا جاسکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شاید

حضرت فاروق کے نزدیک اس آیت میں صدقات سے عام صدقات مراد ہوں واجبہ بھی ناقضہ بھی اور

ناقضہ صدقات ذمی کافروں کو دینا جائز ہے یا حضرت فاروق رض کا اس بیان سے مقصود یہ ہو کہ جب آیت

نازل ہوئی تو یہ لوگ اس میں داخل تھے مگر جب تالیف قلب کی مصلحت حاقی رہی تو یہ حکم ساقط ہو گیا ۱۲۔

لکہ بین نقد کی تخصیص نہ کرتے تھے یہی حنفیہ کا مذہب ہے ۱۳۔

لکہ یہی مذہب حنفیہ کا ہے امام شافعی کے نزدیک ضروری ہے کہ ہر قسم کو دیا جائے ۱۴۔

(۲۸) لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء الی ابی بکر لا ینسب سہمہم والی عمر فقال عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعطیکم لیوفکم علی الاسلام فاما لیوم فقد اعز اللہ دینہ فلیس بیننا و بینکم الا السیف والاسلام فنصر فوالی ابی بکر فقا لوانت الخلیفۃ ام عمر فاقوال ابو بکر رای عمر و ابطل سہمہم وکان ذلک یحضر من الصبحا بۃ فصار اجماعا متہم علی سقوط سہمہم (نبایہ)

(۲۹) ابو بکر عن الحسن قال عمر اذا تحولت الصدقۃ الی غیر الذی تصدق علیہ فلا یاس ان یشترہا۔

(۳۰) ابو بکر عن جماعة ان عمر بن الخطاب صلح نزاری بنی تغلب علی ان لیضعف علیہم الزکوٰۃ مرتین

(۲۸) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو مولفۃ القلوب اپنا حصہ لینے کے لئے ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو اس لئے دیتے تھے کہ تم کو اسلام پر راغب کریں لیکن اب تو اللہ نے اپنے دین کو غالب کر دیا لہذا اب ہمارے ہمارے درمیان میں یا تلوار ہے یا اسلام تو وہ ابو بکر صدیق کے پاس لوٹ کر گئے اور کہنے لگے کہ آپ خلیفہ ہیں یا عمر رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کو برقرار رکھا اور ان کا حصہ بند کر دیا اور یہ معاملہ صحابہ کے سامنے ہوا تو اجماعی ہو گیا (نبایہ)

(۲۹) ابو بکر حسن سے راوی ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب صدقہ اس شخص کے پاس چلا جائے جس کو دیا نہیں گیا تو صدقہ دینے والا والا اس کو مولیٰ لے سکتا ہے۔

(۳۰) ابو بکر بہت لوگوں سے روایت کرتے ہیں کہ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب کے نصرتیوں سے اس شرط پر صلح کی کہ ان سے دگنی زکوٰۃ لی جائے گی۔

۱۔ یہی مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے کہ مولفۃ القلوب کا حصہ ساقط ہو گیا جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں مگر امام شافعی اس میں مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ اب بھی امام وقت کو جب مصلحت اختیار ہے ۱۲۔

۲۔ یعنی مکروہ بھی نہیں ۱۲۔

۳۔ زکوٰۃ سے مراد عشر ہے، ستد عشر کے بیان میں بالتفصیل دیکھ لو ۱۲۔

(۳۱) عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے (روایت) ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ صدقہ فطر میں ایک صاع جو یا چھو ہارے یا منقے دیا کرتے تھے عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور گنہگاروں کثرت سے ہوا تو انہوں نے گنہگاروں کا آدھا صاع ان چیزوں کے ایک صاع کے برابر کر دیا۔

(ابوداؤد)

(۳۲) شافعی عمر بن دینارؓ سے (روایت کرتے ہیں) کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا یتیموں کے مال میں تجارت کرو (کہیں) زکوٰۃ ان کو ختم نہ کر دے۔

(۳۳) ابو عمرو نے کہا ہے کہ عمر اعلیٰ اور ابن عمر اور جابر اور عائشہ اور طاؤس اور عطاء اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم کی یہ رائے ہے کہ یتیم کے مال کی زکوٰۃ لی جائے اور زہریؒ نے کہا جنوں کے مال کی بھی (بخاری)

(۳۴) عمر رضی اللہ عنہ سے (روایت) ہے انہوں نے کہا کہ جب تم صدقہ دو تو فقیر کو سوال سے بے پروا کر دو (کنز العمال)

(۳۱) عن عبد اللہ بن عمر قال کان الناس یخرجون صدقة الفطر علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاعاً من شعیرا و تمرا و سلت او زبیب قال قال عبد اللہ فلما کان عمر رضی اللہ عنہ و کثرت الحنطة جعل عمر تصف صاع حنطة مکان صاع تلك الاشیاء۔ (ابوداؤد)

(۳۲) الشافعی عن عمر بن دینار ان عمر بن الخطاب قال اتبھوا فی اموال الیتامی لا یتھلکھا الزکوٰۃ۔

(۳۳) قال ابو عمرو و ابی عمرو علی و ابن عمر و جابر و عائشہ و طاؤس و عطاء و ابن سیرین ان یتیم مال الیتیم و قال الزہری یتیم مال المجنون۔ (البخاری)

(۳۴) عن عمر قال اذا اعطیتهم الصدقة فاعنوا یعنی عن الصدقة (کنز العمال)

۱۔ زکوٰۃ سے مراد صدقہ فطر ہے چنانچہ حضرت فاروقؓ کی طرف امام بخاریؒ نے بھی اسی مذہب کو منسوب کیا ہے زکوٰۃ کا مال یتیم پران کے نزدیک واجب ہونا کسی نے نہیں لکھا ۱۲۔ یہ حدیث امام بخاریؒ نے صدقہ فطر کے باب میں لکھی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ زکوٰۃ سے مراد یہاں صدقہ فطر ہے ۱۳۔

۱۴۔ یعنی صرف اس دن کے لئے نہ تمام عمر کے لئے ۱۵۔

(۳۵) مکحول ابن عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ نے بعد نگو خمس کے بارے رکاز میں
رکھا ہے۔ (کنز العمال)

(۳۶) رباح سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے
مدائن میں ایک قبر پائی کہ جس میں کچھ سونے
کے تاروں کے بنے ہوئے کپڑے تھے اور
اس کے ساتھ کچھ مال بھی پایا تھا تو وہ اس کو
عمار بن یاسر کے پاس لے آئے عمر رضی اللہ عنہ
لے اس بارے میں ان کو یہ بکھا کہ یہ انھیں کو
دید اور اس کو ان سے نہ لو (کنز العمال)

(۳۷) ابو بکر شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ عرب کے
کسی غلام نے ایک طرف گڑا ہوا پایا جس میں
دس ہزار درم تھے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ کے
پاس اس کو لے آیا تو آپ نے اس کا پانچواں
حصہ یعنی دو ہزار بیت المال کے لئے اور آٹھ ہزار اس کو دیدیا۔

(۳۸) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
اللہ کی قسم اس مال کا کوئی بہ نسبت کسی
کے زیادہ حقدار نہیں اور نہ میں بہ نسبت

(۳۵) عن مکحول ابن عمر بن الخطاب
جعل المعاون بمنزلة الرکازی الخمس
(کنز العمال)

(۳۶) ان رباح انھم وجدوا قبر
بالمداين عليه ثياب منسوجة باللآذهب
ووجدوا معه مالا فأتوا به
عمار بن یاسر فكتب فيه اليه عمر
ان اعطهم ما ياء ولا تنزعہ منهم
(کنز العمال)

(۳۷) ابو بکر عن الشعبي ان غلاما
من العرب وجد ستوقه فيها
عشرة الاف فاتي بها عمر فاخذ منها
خمسها الفين واعطاه ثمانية الاف
حصه يعني دو ہزار بیت المال کے لئے اور آٹھ ہزار اس کو دیدیا۔
(۳۸) قال عمر رضی اللہ عنہ و
ما احد احق بهذا المال من
احد وما انا احق به من احد

۱۵ یہی مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے امام بخاری نے صحیح بخاری میں اس مذہب پر بہت طعن و تشنیع کیا ہے
اور اس کا خلاف حق ہوتا ہے شد و مد سے بیان کیا ہے مگر اس اثر کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ اور اس
مذہب میں حضرت فارق کا مذہب ان کی طرفدار کر رہا ہے۔ ۱۲۔

۱۶ معلوم ہوا کہ قبر کے اندر سے جو مال نکلے وہ رکاز نہیں ہے بلکہ جس کی قبر ہے اس کے ورثا کو وہ مال دیدیا جائے۔
۱۷ یہ رکاز کا مسئلہ ہے رکاز کے بیان میں مفصل دیکھو ۱۲۔

۱۸ یہ غنیمت کے مال کا ذکر ہے کیونکہ زکوٰۃ کے مال میں سوا فقروں کے اور کسی مسلمان کا حق نہیں ہوتا ۱۲۔

اللہ فامون المسلمین احد اولہ
نصیب الاعیاداً مملوکا

(مسند احمد)

(۳۹) البیهقی سئل عمر بن
الخطاب اعلی المملوک زکوٰۃ
قال لا قیل علی من ہی قال علی
مالکہ۔

(۴۰) عن عدی بن حاتم قال
اتیت عمر بن الخطاب رضی
اللہ عنہ فی اناس من قومی فجعل
یعرض للرجل من الفین ویعرض
عنی قال فاستقبلتہ فاعرض عنی
ثم اتیتہ من حیال وجہہ
فاعرض عنی قال فاستقبلتہ
فاعرض عنی قال فقلت یا امیر المؤمنین
العرفنی قال فضحک حتی استقی
لقفاً ثم قال نعم و اللہ انی
لا عرفک امنت اذ کفرو و اقبلت
اذا ابروا و فیت از غدر و اوان
اول صدقة بیضت وجہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و وجوہ
اصحابہ صدقة علی حیثیت
بہا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کسی کے زیادہ حقدار ہوں اس میں سب
مسلمانوں کا سوا غلام کے حصہ ہے۔
(مسند احمد)

(۳۹) بیہقی سے روایت ہے، عمر رضی
اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا غلام پر زکوٰۃ
فرض ہے، فرمایا نہیں، کہا گیا اس کی
زکوٰۃ کس پر فرض ہے، فرمایا اس کے مالک پر
(۴۰) عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے
(روایت ہے) انھوں نے کہا کہ میں عمر بن
خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی قوم کے
کچھ لوگوں کے ہمراہ آیا تو وہ ایک شخص کا دو
ہزار درہم سے حصہ لگانے لگے اور مجھ سے
اعراض کرتے رہے تو میں ان کے سامنے گیا
مگر مجھ سے منہ پھیر لیا عدی کہتے ہیں پھر تو
میں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین کیا آپ مجھے
پہنچانے ہیں تو وہ ہنس دیئے، یہاں تک کہ
(جب کام ختم کر کے) لیٹ گئے تو بولے کہ ہاں
اللہ کی قسم ضرور تمہیں میں پہنچانتا ہوں کہ تم
اس وقت ایمان لاتے کہ جب لوگ کافر تھے
اور تم اس وقت (اسلام کی طرف) منوجہ ہوئے
جب لوگ پیٹھ پھیر کر (بھاگتے) تھے اور تم نے
(عہد ازیلی کو) اس وقت پورا کیا جب لوگ عہد شکنی
کر رہے تھے، اور بیشک (سب سے) پہلا

لہ زکوٰۃ سے مراد یہاں صدقہ فطریہ، غلام کا صدقہ فطر اس کے آقا پر واجب ہوتا ہے ۱۲۔

ثم اخذت بتعذر ثم قال انما
 حضرت تقوم احضت بهم الخاقه
 وهم ساسة عشائرهم
 من الحقوق۔

صدقہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 اور آپ کے چہروں کو بٹاش کر دیا۔ حضرت
 علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تھا کہ جب وہ آپ کے سامنے
 لایا گیا تو آپ نے معذرت کے ساتھ اسے بلایا
 پھر فرمایا کہ یہ تو اکتفیں کے لئے جائز کیا گیا ہے

(مسند اکام احمد)

جن کو فاتح نے کمزور کر دیا ہو اور وہ اپنے قبیلہ کے مشکل ہوں اُن حقوق میں جو ان کو
 پہنچتے ہیں۔ (مسند امام احمد)

تم

علم الفقہ

جلد پنجم

جس میں

جگتے تمام مسائل معہ ارکان و شرائط کے علاوہ حالات و ریات گاہ
عالم اسلامی مدینہ منورہ و ذیل ضمیمہ مقدسیہ شریعت محمد الرسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم پوری تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں

بشرح نامہ

حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب

ناشر

دارالاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ۔ بندر روڈ کراچی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لِحَمْدِ اللَّهِ الَّذِي وَضَعَ لِلنَّاسِ بَيْتَهُ بَيْتَهُ مَبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ وَبَعَثَ فِيهَا اشْرَافَ
الرُّسُلِ دَاعِيًا إِلَى الشَّرْعِ الْمُبِينِ فَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ
كَطَافَ طَائِفًا يُبَيِّتُ الْعَتِيقَ وَمَا دَامَ الْبَلَدُ الْأَمِينُ ۝

حق جل شانہ کی توفیق سے علم الفقہ کی چار جلدیں تمام ہو چکیں اب یہ پانچویں جلد شروع ہوتی
ہے جس میں اسلام کے پانچویں رکن حج کا بیان ہے امید ہے کہ خدا سے تعالیٰ اس کو بھی بخیر و خوبی
انجام کو پہنچائے، آمین بالنبی الامین۔

حج کے معنی لغت میں کسی با عظمت چیز کی طرف جانے کا قصد کرنا اور اصطلاح شریعت میں کعبہ
مکرمہ کا طواف اور مقام عوفات پر بٹھرنا، انھیں خاص طریقوں سے جو صاحب شریعت سے منقول
ہیں اسی خاص زمانہ میں جو شریعت سے ثابت ہے (مراقی الفلاح وغیرہ) صحیح یہ ہے کہ حج کی فرضیت
اسی امت مکرمہ کے ساتھ خاص ہے گو حج کا رواج حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام
کے وقت سے ہے مگر اس وقت اس کی فرضیت کا حکم نہ تھا، حج کی فرضیت سہ سہ ہجری کے آخر میں
ہوئی جب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا تھا کہ **وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حُجُّ الْمُبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ**
إِلَيْهِ سَبِيلًا ترجمہ اللہ کی خوشنودی کے لئے لوگوں پر کعبہ کا حج (ضروری) ہے (یعنی اس شخص پر
جو وہاں تک جاسکے جس سال یہ آیت نازل ہوئی حج کا زمانہ باقی نہ تھا، سال آئندہ یعنی سنہ میں
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فرمان عالی شان کی تعمیل فرمائی اور یہ آپ کا آخری حج تھا جو حجۃ الوداع
کے لقب سے مشہور ہے (ردالمحتار) فرضیت کے بعد اسی ایک حج کا اتفاق ہوا اس کے بعد آپ نے
اپنی مفارقت سے دنیا کو بے نور کر دیا **فَالِی اللّٰهِ الْمَشْکٰی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔**

لہٰذا اکثر علماء اس طرف ہیں کہ حج کی فرضیت سنہ ۶ میں ہوئی مگر علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں لکھا ہے کہ
ان علماء کے پاس کوئی اس کی دلیل نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے بہت بعید ہے کہ خدا کے حکم کی
تعمیل میں اس قدر تاخیر کریں حج کی فرضیت تو سنہ ۶ میں ہو اور آپ سنہ ۶ پورے پچاس تک اس کی تعمیل
نہ کریں قبیلہ عبدالمطلب کے لوگ جب آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو حج کا حکم نہیں دیا (صحیح بخاری) قاضی عیاض
لکھتے ہیں کہ حج کا حکم نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہ ہوا تھا اور یہ واقعہ سنہ ۶ کا ہے اور
حج سنہ ۶ میں فرض ہوا تھا (فتح الباری)

حج کی تاکید اور فضیلت

حج کا ضروری ہونا (جس کو اصطلاح فقہ میں فرضیت کہتے ہیں) قرآن مجید سے اسی صراحت کے ساتھ ثابت ہے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ کا قرآن مجید میں اس کے چند مسائل بھی مذکور ہیں، سچے مسلمانوں کے لئے تو یہی دو تین لفظیں کافی ہیں مگر سوتوں کے جگانے کے لئے چند احادیث بھی نقل کی جاتی ہیں۔

اس سے زیادہ اور کیا تاکید ہوگی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز روزہ کی طرح حج کو بھی اسلام کا مبنی قرار دیا ہے۔ (بخاری مسلم) اسی طرح بہت سی حدیثیں ہیں کہ کچھ ان میں سے دوسری تیسری چوتھی جلد میں مذکور ہو چکی ہیں یہاں ہم چند حدیثیں نقل کرتے ہیں جو ابھی تک نہیں لکھی گئیں۔ (۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! بیشک اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے لہذا تم حج کرو، تو ایک شخص نے بولا، یا رسول اللہ! کیا ہر سال (حج فرض ہے) تو آپ نے سکوت فرمایا یہاں تک اس شخص نے یہی تین مرتبہ کہا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں کہہ دیتا ہاں تو یقیناً (ہر سال کے لئے) ضروری ہو جاتا اور بلاشبہ تم لوگ (ہر سال حج) نہ کر سکتے، پھر آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نہ کہا کروں مجھ سے نہ پوچھا کرو اس لئے کہ اگلے لوگ جو ہلاک ہوئے تو انبیاء سے زیادہ پوچھنے اور اختلاف کرنے سے ہوئے لہذا جب میں تم کو کسی بات کا حکم دیدوں تو حتی الامکان اس کو کرو اور جب میں تم کو کسی بات سے منع کردوں تو اس کو چھوڑ دو (مسلم)

(۲) ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا عرض کیا گیا کہ پھر کون آپ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں (کافروں سے) لڑنا، عرض کیا گیا کہ پھر کون آپ نے فرمایا کہ حج مبرورہ (بخاری)

(۳) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ کی خوشنودی کے لئے حج کرے اور (اثنائے حج میں) بخش گوئی سے بچے تو وہ (ایسا بے گناہ ہو کے) لوٹے گا جیسے اس دن بے گناہ تھا) کہ جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا (بخاری و مسلم)

(۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمرہ ان گناہوں کا کفارہ ہے جو دوسرے عمرہ تک

ہوں اور حج مبرور کا بدلہ سوا جنت کے کچھ نہیں ہے (بخاری و مسلم)

(۵) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رمضان میں عمرہ

کرنے کا ثواب حج کے برابر ہے۔

(۶) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مرد کسی اجنبی عورت

کے ساتھ تہناتہ رہے اور کہہ دے عورت، بغیر اپنے محرم کی (ہمراہی) کے سفر نہ کرے، تو ایک شخص نے

کہا کہ یا رسول اللہ میرا نام تو فلاں فلاں جہاد میں لکھ دیا گیا ہے اور میری بی بی فلاں جہاد میں لکھی ہے

آپ نے فرمایا کہ (تو جہاد میں نہ جا بلکہ اپنی عورت کے ساتھ جا) اور اپنی عورت کے ہمراہ حج کر۔

(بخاری و مسلم)

(۷) عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد

میں (جلنے کی) اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا جہاد حج ہے (بخاری و مسلم)

(۸) علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص زاد راہ اور سواری

رکھتا ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچا دے اور (پھر بھی) وہ حج نہ کرے تو اس کے لئے یہودی

یا نصرانی مرجانے میں (اور بے حج مرجانے میں) کچھ فرق نہیں) اور یہ اس لئے کہ اللہ بزرگ و برتر

فرماتا ہے کہ اللہ (کی خوشنودی) کے لئے لوگوں پر کعبہ کا حج کرنا (ضروری) ہے (یعنی) اس پر

جو وہاں تک جاسکتا ہو۔ (ترمذی)

(۹) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج اور عمرہ ساتھ کرو

اس لئے کہ یہ دونوں فقر کو اور گناہوں کو ایسا دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوس ہے اور سونے اور

چاندی کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (ترمذی)

(۱۰) ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو حج کرنے

سے کوئی کھلی ہوئی ضرورت یا کوئی ظالم بادشاہ یا کوئی معذور کر دینے والا مرض نہ روکے اور وہ

بغیر حج کے مرجائے تو اسے اختیار ہے چاہے یہودی ہو کر مرجائے چاہے نصرانی ہو کر (دارم)

اس حدیث کو خوب غور سے دیکھو اور سمجھو کیسی تخت تاکید ہے۔

(۱۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کرنے والے اور

عمرہ کرنے والے اللہ کے ہاں ہیں اگر وہ اللہ سے دعا کریں تو اللہ ان کی دعا قبول کرے اور اگر

وہ اس سے مغفرت مانگیں تو اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ (ابن ماجہ)

(۱۲) ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی حج کرنے والے سے ملاقات کرو تو اسے سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے استغفار کرے کیونکہ اس کی مغفرت ہو چکی ہے (مسند امام احمد)

(۱۳) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج کرنے یا عمرہ کرنے کے لئے یا جہاد کرنے کے لئے (اپنے گھر سے) نکلے پھر راستہ میں مر جائے تو اللہ اس کو غزوا کرانے والے کا ثواب دے گا۔ (بیہقی)

(۱۴) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قیامت اس وقت قائم ہوگی کہ بیت اللہ کا حج نہ کیا جائے (بخاری)

احادیث میں وارد ہوا ہے کہ قیامت اس وقت قائم ہوگی جب معاصی کی کثرت ہو جائے گی اور حج نہ کرنا چونکہ ایک بڑی معصیت ہے لہذا آپ نے اس کے ترک کو علامات قیامت سے قرار دیا۔ یہاں تک تو حج کے فضائل تھے، مکہ مکرمہ کے فضائل میں بھی بہت صحیح حدیثیں ہیں مگر اس کی فضیلت کے لئے یہ بات کیا کم ہے اللہ جل شانہ کا مقدس مکان یعنی کعبہ مکرمہ وہاں ہے اور یہ شہر خدا کے پیارے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے آباد ہوا، حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس شہر مقدس کو بلدا میں اور ام القریٰ کے خطاب سے مشرف فرمایا ہے۔

حج کی نسبت اگر صحابہ اور اگلے مسلمانوں کے ذوق و شوق کی کچھ کیفیت بیان کی جائے تو بلا مبالغہ ایک بہت بڑا ضخیم دفتر بھی کفایت نہ کریگا اور ان کے دلی جذبات اور شوقی کیفیات کا ایک شمار بھی بیان نہ ہو سکے گا، اب تو روز بروز خشکی اور تری کے مفروں میں آسانی پیدا ہوتی جاتی ہے، پہلے زمانہ میں یہ باتیں کہاں تھیں مگر وہ اپنے ذوق و شوق میں تمام مصائب کو راحت سمجھتے تھے۔

اس بیان کو طول دینا مناسب نہیں، گو ائمہ ماضین کے حالات کا دل پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے لیکن حج تو ایک ایسی پیاری اور مرغوب عبادت ہے کہ اس کے لئے زیادہ ترغیب و ترہیب کی کچھ ضرورت نہیں، وہ کون مسلمان ہے جس کا دل یہ نہ چاہتا ہو کہ خدا کے مقدس گھر کی زیارت کرے اس پاک سرزمین کے جمال سے اپنی آنکھوں کو روشن کرے جہاں سے اسلام نکلا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پیدا ہوئے وہیں نبی ہوئے برسوں وہاں وعظ فرمایا، صد ہا صحابہ سورہے ہیں وہ کون مسلمان ہے جس کو یہ آرزو نہ ہو کہ اس پرانے اور با عظمت گھر کا طواف کرے

جس کے گرد حضرت ابراہیم خلیلؑ اٹھا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہما وسلم پھرتے تھے، اسے میرے ذوالجلال پروردگار، اسے خداوند لوح و قلم، اسے آفریدگار عالم، اسے وہ کہ تیرا پاک جلوہ عرش بریں پر ہے، اسے وہ کہ کعبہ مکرمہ کا رب البیت ہے اپنے برگزیدہ نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پسندیدہ ہم نشینوں کے طفیل میں تمام مسلمانوں کو اس نعت عظمیٰ سے فیضیاب کرسب کے دلوں کو اپنے جمال بے مثال کا پرشانہ بنالے اور اس ناچیز عاجز کو بھی اپنی نیک نظر سے مورد لطف و کرم فرما اور اگلے بزرگوں کے درد و ذوق کا ایک ادھا قطرہ اس کو بھی عنایت کر، آمین بالنبی الامین

زان حریم اگر رسد حریف

بندم از دولت ابد طرف

اصطلاحی الفاظ اور مقامات کے ناموں کی تشریح

میقات - وہ مقام جس سے آگے مکہ مکرمہ کا جانے والا بغیر احرام کے نہ جاسکے آفاقی کے لئے پانچ میقات ہیں، اہل مدینہ کے لئے ذوالخلیفہ کو نہ بصرہ والوں کے لئے ذات عرق شام والوں کے لئے حنظلین کے رہنے والوں کے لئے بلعمہ ہندوستانیوں کی بھی یہی میقات ہے قرن اہل نجد کے لئے اور علی کی میقات حل ہے اور حرمی کی میقات حج کے لئے تو حرام ہے مگر عمرہ کے لئے حل۔

آفاقی وہ شخص جو میقات سے باہر رہتا ہے والا ہو، جیسے مدنی، عراقی، شامی، ہندوستانی، حلّی وہ شخص جو میقات کے اندر مگر مکہ مکرمہ سے باہر رہتا ہو، جیسے نخلہ محمود کے رہنے والے حرمی - خاص مکہ مکرمہ کا رہنے والا۔

احرام حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ یا کوئی ایسا فعل کرنا جو قائم مقام تلبیہ کے ہو مثل ہدی کے پورا کرنا کرنے کے جو شخص احرام باندھے اس کو محرم کہتے ہیں۔

حج بحالت احرام کعبہ مکرمہ کا طواف اور عرفہ کا وقوف ایک مخصوص زمانہ میں کرنے والے کو حاج کہتے ہیں۔

عمرہ - بحالت احرام کعبہ کا طواف اور سعی، عمرہ کرنے والے کو معتمر کہتے ہیں۔

افراد صرف حج کا احرام باندھنا اور صرف حج پر اکتفا کرنا، جو شخص ایسا کرے اس کو

مفروضہ کہتے ہیں۔

قرآن حج و عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھنا اور پہلے عمرہ کر کے پھر حج کرنا جو شخص ایسا کرے اس کو قارن کہتے ہیں۔

تمتع ایام حج میں پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کر لینا اور اس کے بعد اسی سال اسی سفر میں حج کا احرام باندھ کر حج کرنا جو شخص ایسا کرے اس کو تمتع کہتے ہیں۔

طواف کعبہ شریفہ کے گرد گھومنا اور کبھی صفا مردہ کے درمیان میں سعی کرنے کو کہتے ہیں شوط۔ ایک چکر۔

اسلام۔ جب حجر اسود کی نسبت مستعمل ہوتا ہے تو اس کا بوسہ لینا مقصود ہوتا ہے اور

جب رکن یمانی کی نسبت بولا جاتا ہے تو صرف اس کا پھول لینا مراد ہوتا ہے۔

تلمیح اس عبارت کا پڑھنا لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ۔

تہلیل کھڑے کھڑے اَللّٰهُ اَكْبَرُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا پڑھنا۔

تلمیح کس چیز یا مثل گوگرد وغیرہ کے احرام سے پہلے بالوں میں لگا لینا تاکہ ٹوٹنے سے محفوظ رہیں۔

وقوف کے معنی لغت میں پھیرنا اور اصطلاحاً یہ عرفات اور مزدلفہ میں پہنچ جانا۔

رمی ایک بنیاد میں سنگریوں کا مارنا۔

رہل شانہ ہلا کر کچھ تیزی کے ساتھ قریب قریب قدم رکھ کر چلنا۔

اضطباع پادر کا اس طرح اڑھنا کہ اس کا ایک سر ادا بنے شانے سے اتار کر دہنی بغل کے

نیچے سے نکال کر بائیں شانے پر ڈال لے۔

تقسید بالوں کی یا کپڑے کی رسی بنا کر اس میں جوتی کا ٹکڑا یا کسی دخت کی چھال وغیرہ باندھ کر ہڈی کے گردن میں ڈال دینا تاکہ دیکھتے ہی ہر شخص سمجھ لے کہ یہ ہڈی ہے اور اس سے مزاحمت نہ کرے اور اس رسی کو قلاوہ کہتے ہیں۔

عہد سے اللہ میں تیرے دروازہ پر بار بار حاضر ہوں اور تیری طلبی کو بار بار قبول کرتا ہوں تیرا کوئی شریک نہیں بیشک توفیق

اور احسان تیرے ہی لئے ہے اور بادشاہت تیری ہی ہے کوئی غیر اشتراک نہیں ۱۷۔

اشعار ہدی کی پہچان کے لئے اس کے داہنے شانے پر خفیف زخم لگا دینا جو اس کی کھال
کو کاٹ دے مگر گوشت تک نہ پہنچے۔

تجلیل - ہدی کو جھول اڑھا دینا۔

کلیق - ہاؤں کا منڈوانا۔

تقصیر - ہاؤں کا کتروانا۔

رفت - جماع کرنا یا عورتوں کے سامنے جماع وغیرہ کا ذکر کرنا اشارۃً یا صراحتاً۔

مکہ ایک شہر ہے جو کسی زمانہ میں بالکل جنگل تھا جو ہستان اور بے آب و گیاہ ریگستان ہونے

کے سبب سے لوگ یہاں رہنے کا قصد نہ کرتے تھے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا

کی کہ اپنے فرزند حضرت اسمعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہما کو اس

جنگل میں لگا کر چھوڑا اور خدا سے دعا کی کہ اس جنگل کو آباد کرے اور یہاں کے رہنے والوں کو

میوہ چاہتے ہو تو اس سے رزق عطا کرے۔ اس وقت حق تعالیٰ نے اس جنگل مقدس کو آباد کر دیا، میوہ چاہتے

ہو وہاں بکثرت آنے لگے وہ جنگل خدا کو ایسا محبوب ہوا کہ اس کو خوب سرسبز کیا اور بلداہین کا

مبارک لقب اسے دیا اور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں مبعوث فرمایا مکہ بھی اسی شہر

کو کہتے ہیں۔

کعبہ شہر مکہ مکرمہ میں ایک مقدس مکان ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے حضرت

آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے زمین پر بیت معمور کی محاذات میں تعمیر کیا

تھا، بیت معمور ساتویں آسمان پر ایک مکان ہے جس کا فرشتے طواف کیا کرتے ہیں پھر حضرت آدم

علیہ السلام نے اس کو بوجہ پہلی عمارت کے منہدم ہو جانے کے درست کیا اور ان کی اولاد نے اس

کو آباد رکھا یہاں تک کہ نوح علیہ السلام کے طریقان میں وہ تخرق ہو گیا پھر حق تعالیٰ نے اپنے ذلیل مکرم

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی تعمیر کا حکم دیا، انھوں نے اور حضرت اسمعیل

علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ مکرمہ

میں دو دروازے بنائے ایک بجانب مشرق دو بجانب مغرب کہ ایک دروازہ سے آدمی داخل

ہو اور دوسرے سے نکل جائے اور انھوں نے دروازوں کی چوکھٹ اونچی نہ بنائی تھی بلکہ زمین

سے ملجی ہوئی، پھر لوگ برابر اس مکان مقدس نشان کی تعمیر اور درستی کرتے رہے اور اس کا طواف

کرنے کو دور دور سے لوگ آتے رہے یہاں تک کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ

میں نبوت سے پہلے کچھ حصہ کعبہ شریفہ کا آگ سے جل گیا اہل مکہ نے اس کی تعمیر کا ارادہ کیا اور اس بات پر اتفاق کیا کہ پاک کھائی سے جو مال پیدا کیا گیا ہو وہی اس کی تعمیر میں صرف کیا جائے اور انھوں نے تعمیر شروع کی مگر قدیم طرز عمارت کو بدل دیا اور بجائے وہ ایوانوں کے صرف ایک دروازہ بجانب مشرقی باقی رکھا، اتفاق سے سرمایہ کم پڑ گیا اس سبب سے بقدر چھ گروہ کے دیوار چھوٹی

کے گئے۔

(اعلام الاعلام بیتائے مسجد الحرام) پھر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخر عمر میں اپنی یہ تمنا ظاہر فرمائی کہ اگر میں سال آئندہ تک زندہ رہا تو کعبہ کی از سر نو تعمیر کروں گا اور خلیل علیہ السلام کے طرز پر اس کی عمارت کروں گا اور جو حصہ کفار قریش نے کعبہ سے نکال دیا ہے اس کو پھر اس میں داخل کروں گا مگر سال آئندہ میں آپ کی وفات ہو گئی، خلفائے راشدین کو مہمات خلافت سے اتنی مہلت نہ ملی کہ وہ آپ کی اس تمنا کے پوری ہونے کی کوشش کرتے جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اہل حجاز وغیرہ نے خلیفہ بنایا تو انھوں نے کعبہ کی تعمیر سرور انبیاء کی تمنا کے موافق شروع کی اور خلیل علیہ السلام کے طرز پر کعبے کی عمارت بنا دی بعد اس کے جب عبدالملک نے عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کے لئے حجاج کو بھیجا اور اس نے ان پر فتح پائی تو اس نے نہ چاہا کہ ابن زبیر کا بنایا ہوا کعبہ باقی رہے چنانچہ اس نے حجر اسود کی طرف دیوار توڑ دی اور اس کی عمارت کا پھر وہی طرز کر دیا جو زمانہ جاہلیت میں تھا اور اب بھی اسی طرز پر ہے کعبہ مکرمہ دنیا میں سب سے پہلا مکان ہے جو اللہ جل شانہ کی عبادت کے لئے بنایا گیا، چنانچہ حق سبحانہ اس کی تعریف میں فرماتا ہے۔
 اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًىٰ لِلْعَالَمِيْنَ قِيَاهُ آيَاتُ
 بَيِّنَاتٍ مَّقَامُ اِبْرَاهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ترجمہ بے شک (سب سے) پہلا
 گھر جو لوگوں کے (عبادت کرنے کے لئے) بنایا گیا یقیناً وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور لوگوں
 کا رہنا اس میں واضح نشانیاں (ہماری تدریت کی) ہیں، یعنی مقام ابراہیم اور جو کوئی وہاں داخل ہو جاتا
 ہے (دشمن کے شر سے) بے خوف ہو جاتا ہے۔

حطیم وہ حصہ جو حضرت خلیل علیہ السلام کے عہد میں کعبہ کے اندر داخل تھا اور قریش نے سرمایہ کے کم ہونے کے سبب اس کو داخل نہیں کیا۔
 حجر اسود ایک سیاہ رنگ کا پتھر ہے جو کعبہ مکرمہ کے شرقی گوشہ میں جو دروازہ سے قریب ہے گڑا ہوا ہے یہ پتھر جنت سے نازل ہوا ہے جس وقت نازل ہوا تھا دودھ سے زیادہ سپید تھا

مگر آدمیوں کے گناہ نے اس کو سیاہ کر دیا (ترمذی) قیامت کے دن یہ پتھر بھی اٹھایا جائے گا اور اس کو آنکھیں اور زبان عنایت ہوگی جس نے اس کا استلام کیا ہے اس کے مومن ہونے کی گواہی دے گا (ترمذی - دارمی)

رکن یمانی ایک پتھر ہے جو کعبہ مکرمہ کے ایک گوشہ میں بجانب یمن گڑا ہوا ہے۔
مقام ابراہیم ایک پتھر ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند اسمعیل علیہ السلام کے دیکھنے کو مکہ آتے تھے تو اونٹ سے اسی پتھر پر اترتے تھے اور جب جانے لگتے تو اسی پتھر پر کھڑے ہو کر اونٹ پر سوار ہوتے اس پتھر پر اونٹ کے دونوں مبارک قدموں کا نشان بن گیا ہے۔
زہرم ایک چشمہ جو بی بی ہاجرہ اور ان کے فرزند اسمعیل علیہ السلام کے لئے حق تعالیٰ نے جاری کیا تھا، اس پانی کے بہت فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں اسی سبب سے اس پانی کو کھڑے ہو کر پینے کا حکم ہے۔

میلین اخضرین - صفا اور مروہ کے درمیان میں ایک نشیب تھا جس سے بی بی ہاجرہ روز کر نکل جاتی تھیں اب وہ نشیب تو باقی نہ رہا مگر اس کی حد معلوم کرنے کے لئے اس کے دونوں سروں پر ایک ایک نشان گاڑ دیا گیا ہے، ان دونوں نشانوں کو میلین اخضرین کہتے ہیں۔
منیٰ ایک گاؤں ہے حد و حرم میں مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل۔
عرفات ایک پہاڑ کا نام ہے جس میدان میں وہ پہاڑ واقع ہے اس کو وادی عرفات کہتے ہیں۔

بطن عرۃ - میدان عرفات میں ایک خاص مقام کا نام ہے۔

مزدلفہ - ایک مقام ہے منیٰ اور عرفات کے درمیان میں۔

مختار - مزدلفہ میں ایک خاص مقام کا نام ہے۔

ذوالحلیفہ ایک مقام ہے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے طتایہ مسجد نبوی سے پانچ

میل سے کچھ کم ہے۔

ذات عرق ایک مقام ہے اس میں عرق نامی ایک پہاڑ ہے کوفہ بصرہ سے مکہ مکرمہ آتے

ہوئے ملتا ہے، مکہ مکرمہ سے بیالیس میل ہے۔

حجفہ ایک مقام ہے شام سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے ملتا ہے مکہ سے تقریباً تین مراحل ہے

قرن ایک مقام ہے نجد سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے ملتا ہے مکہ مکرمہ سے بیالیس میل ہے۔

حرام ہے۔ ناجائز مال سے حج کرنا۔

مکروہ تحریمی ہے (۱) بغیر اجازت ان لوگوں کے حج کرنا جن سے اجازت لینا ضروری ہے

(۲) جن کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے ان کے نفقہ کا انتظام کئے بغیر حج کرنا۔

حج کے واجب ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا کافر پر واجب نہیں۔

(۲) حج کی فرضیت سے واقف ہونا یا دارالاسلام ہونا۔

(۳) بالغ ہونا، نابالغ بچوں پر حج فرض نہیں۔

(۴) عاقل ہونا، مجنون، مست، بیہوش پر حج فرض نہیں۔

(۵) آزاد ہونا، لونڈی غلام پر حج فرض نہیں۔

(۶) استطاعت یعنی اس قدر مال کا مالک ہونا جو ضرورتاً اصلیت سے اور قرض سے محفوظ

ہو اور اس کے زادہ راہ اور سواری کے لئے کافی ہو جائے اور جن لوگوں کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے ان کے لئے بھی اس میں سے اس قدر چھوڑ جائے جو اس کے لئے تک ان لوگوں کو کفایت کر سکے۔

زادہ سے وہ متوسط مقدار مراد ہے جو اس کی صحت، قائم رکھ سکے مثلاً جو شخص گوشت اور

مٹھائی وغیرہ کا عادی ہو اس کے لئے انھیں چیزوں کا ہونا ضروری ہے، اگر ایسے شخص کے پاس فقط

۱۵ مثلاً کسی کے ماں باپ اس کی خدمت کے محتاج ہوں یا کسی کا قرض اس کے ذمہ آتا ہو اور اس کے پاس

مال نہ ہو یا کسی کی ضمانت کی ہو تو ان سب صورتوں میں ماں باپ یا قرض خواہ یا جس سے ضمانت کی ہے اس

سے اجازت طلب کرنا ضروری ہے ۱۲۔

۱۵ مالک ہونے کی قید اس لئے لگائی گئی اگر کوئی شخص کسی کو حج کرنے کے لئے یا اور کسی غرض سے کچھ مال ہبہ کرے تو

اس پر حج فرض نہیں ہے اس کے ذمہ ہبہ کا قبول کرنا ضروری ہے گو ہبہ کرنے والا اس کا عزیز کیوں نہ ہو مثل ماں باپ رطکے

بالوں اور بی بی کے ف نفقہ کے متنی خرچ کرنا کھانے پینے کپڑے کا خرچ کرنے کا مکان سب نفقہ میں داخل ہے ۱۷۔

۱۵ سواری کے بیان میں فقہانے بہت تفصیل کی ہے کہ کس قسم کی ہونی چاہیے مگر حاصل اس کا یہ ہے کہ ایسی سواری ہو

جس پر سوار ہونے کی اسے عادت ہو یا اس پر سوار ہونے سے اسے تکلیف نہ ہو پس جو شخص گھوڑے کی سواری کا عادی نہ ہو

نہ اس پر سوار ہونے سے اس کو تکلیف ہوتی ہو اس کے لئے گھوڑے کی سواری کا عادی ہونا کافی نہیں ہے ۱۲۔

اس قدر روپیہ ہو جو صرف خالی روٹی یا دال وغیرہ کے لئے کافی ہو سکے تو وہ شخص زاد راہ کا مالک نہ سمجھا جائے گا۔

سواری انھیں لوگوں کے لئے شرط ہے جو مکہ معظمہ کے رہنے والے نہ ہوں، مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کے رہنے والوں کے لئے بشرطیکہ وہ پیادہ چل سکیں، سواری کی شرط نہیں اور جو پیادہ نہ چل سکیں تو ان کے لئے بھی شرط ہے (مراقی الفلاح)

(۷) ان سب شرائط کے ساتھ اس قدر دقت کا ملنا جس میں ارکان حج ادا ہو سکیں اور مکہ معظمہ تک دستارِ اعتماد سے پہنچ سکے (رد المحتار)

یہاں تک جو شرائط بیان ہوئے یہ وہ تھے کہ اگر نہ پائے جائیں تو حج فرض ہی نہ ہوگا اور باوجود نہ پائے جانے ان شرائط کے اگر حج کیا جائے تو اس کے بعد جس وقت یہ شرائط پائے جائیں گے دوبارہ حج کرنا پڑے گا پہلا حج کافی نہ ہوگا اور اب آگے جو شرائط بیان کئے جاتے ہیں وہ ایسے ہیں کہ ان کے نہ پائے جانے سے فرضیت حج کی ثابت نہ ہوگی ہاں بذات خود اس وقت حج کرنا ضروری نہ ہوگا بلکہ دوسرے حج کر لینا یا وصیت کر جانا کافی ہوگا اور جب شرائط پائے جائیں گے پھر بذات خود حج کرنا پڑے گا اور پھر خود نہ پائے جانے ان شرائط کے اگر حج کرے گا تو دوبارہ نہ کرنا پڑے گا۔ (رد المحتار)

(۸) دن کا ایسے عوارض سے محفوظ ہونا جن کے سبب سفر نہ کر سکتے ہیں، اندھے اور لنگڑے ایماج اور ایسے بوڑھے پر جو سواری پر چھیننے کی قدرت نہ رکھتا ہو بذات خود حج کرنا فرض نہیں اسی طرح تمام ان امراض کو تیار کرنا ضروری ہے۔

(۹) کسی بادشاہ ظالم کا خوف یا کسی کی قید میں نہ ہونا۔

(۱۰) راستہ میں امن ہونا، اگر راستہ میں ڈاکہ زنی ہوتی ہو یا کوئی دریا ایسا حائل ہو کہ اس میں بکثرت جہاز ڈوب جاتے ہوں یا اور کسی قسم کا خوف ہو تو ایسی حالت میں بذات خود حج کرنا

یہ صحابین کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایسے عوارض کے حالات میں اگر حج سے بھیج کرانے کی ضرورت نہیں ۱۲۔

تیس ہمارے زمانہ میں حجاج کے لئے قرظینہ مقرر ہے پس اگر اس میں حج کرنے والوں کے ساتھ زیادہ سختی کی جائے تو اس کا شمار صحابہ انہی میں ہوگا ۱۳۔

فرض نہیں بلکہ اس امر کی وصیت کر جانا کہ بعد امن کے میری طرف سے حج کر لیا جائے کافی ہے۔
 (۱۱) عورت کے لئے ہمراہی میں شوہر یا کسی اور محرم کا موجود ہونا اور محرم کا عاقل بالغ مسلمان ہونا بھی شرط ہے اور فاسق نہ ہونا تو شوہر اور محرم دونوں میں شرط ہے۔
 (۱۲) عورت کے لئے عدت کا طہ ہونا جو عورت عدت میں ہو خواہ عدت وفات کی ہو یا طلاق کی خواہ طلاق رجعی کی یا تنزیہ کی بہر حال اس پر اس وقت حج فرض نہ ہوگا اگر سفر کر چکنے کے بعد عدت لاحق ہو جائے مثلاً اس کا شوہر مر جائے یا طلاق بائن ہو جائے تو اس کو دیکھنا چاہیے کہ جس مقام میں وہ ہے وہاں سے مکہ مکرمہ کی دوری بہ قدر مسافت سفر کے ہے یا اس کے وطن کی اگر دونوں اس مقدار سے کم ہیں تو اس کو اختیار ہے چاہے مکہ مکرمہ جائے چاہے وطن واپس آئے اگر ایک کم ہے اور دوسری زیادہ تو جو کم ہے اسی کو اختیار کرے یعنی اگر مکہ مکرمہ مسافت سفر سے کم ہو تو وہاں چلی جائے اور اگر وطن کم ہو تو وطن واپس آجائے اور اگر دونوں کی دوری مسافت سفر کی برابر ہو تو اگر وہ مقام جہاں وہ ہے کوئی شہر یا امن کی جگہ ہو تو وہیں ٹھہر جائے اور عدت پوری کرنے اور اگر امن کی جگہ نہ ہو تو امن کے مقام میں جو وہاں سے قریب تر ہو جا کر عدت پوری کرے عدت کے پورا کرنے کے بعد اگر حج کا زمانہ باقی ہو تو وہ حج کے لئے جاسکتی ہے اور اگر اس کے شوہر نے امن کو طلاق رجعی دی ہو تو اس کے شوہر کو چاہیے کہ اس کو اپنے ہمراہ رکھے۔

حج کے صحیح ہونے کی شرطیں

- (۱) مسلمان ہونا، کاؤ کھانا، عیال نہ ہونا، تمام کے اندر پہنچنا کافی نہ ہوگا۔
- (۲) حج کے تمام فرائض کا بجا لانا اور مفسدات سے بچنا۔
- (۳) زمانہ حج میں حج کرنا اور اس کے ہر رکن کا اپنے اپنے وقت میں ادا کرنا۔
- مثلاً وقوف اپنے وقت میں، طواف اپنے وقت میں حج کرنے کے پہلے یہ ہیں۔

لے محرم اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ نکاح درست نہ ہو خواہ نسب کے سبب سے جیسے باپ چچا بھائی بیٹے وغیرہ یا دودھ کے باعث جیسے دودھ شریکا بھائی وغیرہ یا سسرالی قرابت کی وجہ سے جیسے خسر وغیرہ لیکن پھر بھی احتیاط اس کو چاہتی ہے کہ جو ان عورت اپنے سسرالی یا دودھ کے رشتہ داروں کے سفر کرے، بلکہ عدت اسکو کہتے ہیں جو عورت کئے بعد طلاق کے یا بعد شوہر کی وفات کے فریضت کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے کہ مدت کے اندر دوسرا حج نہیں کر سکتی ۱۲۔

شوال، ذیقعدہ اور ذیحجہ کا پہلا عشرہ۔

(۴) مکان یعنی حج کے ہر کن کا اسی مقام میں ادا کرنا جو اس کے لئے معین ہے۔ مثلاً۔ طواف
کا مسجد حرام کے گرد ہونا و قوف عرفات کا عرفات میں ہونا وغیر ذلک۔
(۵) سجدہ اور عاقل ہونا۔

(۶) جس سال احرام باندھا ہے اسی سال حج کرنا۔

حج کی فرضیت ساقط ہونے کی شرطیں

حج کی فرضیت کی پہلی سات شرطیں اور حج کے صحیح ہونے کی کل شرطیں جو مذکور ہوئیں
ان کا پایا جانا بھی ضروری ہے اور ان کے علاوہ چار شرطیں اور ہیں۔

(۱) اسلام کا آخر عمر تک باقی رہنا اگر خدا نخواستہ درمیان میں مرتد ہو جائے (معاذ اللہ
منہ) تو وہ پہلا حج کافی نہ ہوگا اور در صورت پائے جانے شرائط فرضیت کے دوبارہ حج کرنا
پڑے گا۔

(۲) بشرط قدرت بذات خود حج کرنا اگر باوجود قدرت کے دوسرے حج کر لے
تو فرض ادا نہ ہوگا گو ثواب مل جائے گا۔

(۳) حج کا احرام باندھتے وقت نفل کی نیت نہ کرنا۔

(۴) حج کا احرام باندھتے وقت کسی دوسرے کی طرف سے نیت نہ کرنا۔

حج کا مسنون و مستحب طریقہ

اے زکات نازدہ سرحتِ دل	ماندہ زحمت و طنت پا بہ گل
خیز کہ شد پردہ کش و پردہ ساز	مطرب عشاق براہ حجاب
روہ حرم کن کہ وہاں خوش حمیم	ہست سیاہ پوش نگارے مقیم
صحن حرم روضہ خلیل بریں	اویہ چشان صحن مرغ نشین
قلبہ خوبان عسرب روئے او	سجدہ شوخسان عجم سوسے او

جب کسی خوش نصیب صاحب اقبال پر رب العرش کی رحمت خاصہ کا نزول ہوا اور حق تعالیٰ
اپنے فضل و کرم سے اس کو اس سعادت عظیمی کی توفیق دے اور حج بیت اللہ کا مبارک ارادہ

اس کے قابل قدر دل میں پیدا ہوا تو اس کو چاہیے کہ استخارہ کر کے کوئی تاریخ اس سفر مقدس کی معین کرے اور جہاں تک ممکن ہو ایسا اختیار کے ہمراہی کی کوشش کرے اور اس امر کے لئے بھی استخارہ کرے اور اپنے ماں باپ سے اجازت حاصل کرے اور تمام اپنے احباب و اعزرا سے رخصت ہو اور ان سے معافی طلب کرے اور جن جن لوگوں کے حقوق مانند قرض وغیرہ کے اس کے ذمہ ہوں ان کو ادا کرے یا ان سے اجازت لے لے جب چلنے لگے تو مسجد میں دو رکعت نماز سفر پڑھے اور کچھ صدقہ دے اور خدا کا شکر کرتا ہوا منزل مقصود کی طرف روانہ ہو جائے۔

زہے سعادت آن بندہ کہ کرد نزول

گئے بہ بیتِ خدا گئے بہ بیتِ رسولؐ

کم از کم اپنے وطن سے ایسے وقت چلے کہ مکہ مکرمہ میں ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ سے پہلے پہنچ جائے تاکہ ساتویں تاریخ کا خطبہ سن سکے۔

جب میقات پر پہنچے تو احرام باندھ لے اگر مفرد ہو تو صرف حج کا اور قارن ہو تو حج و عمرہ دونوں کا تمتع ہو تو صرف عمرہ کا۔

احرام کے بعد تمام گناہوں سے اور تمام ان باتوں سے جو حالت احرام میں ممنوع ہیں پرہیز کرے اور احرام کے بعد فوراً اور تیز ہر صبح کو اور جب بلندی پر چڑھے یا شیب میں اترے یا کسی سوار کو اتارنا ہو اور کچھ اور جب باہم ایک دوسرے سے ملاقات کرے اور ہر نماز کے بعد غرض ہر حال میں کھڑے بیٹھے سوا حالت طواف کے بلند آواز سے تلبیہ کی کثرت کرے مگر اتنا نہ چلائے کہ تکلیف ہو اور جب مکہ مکرمہ قریب آجائے تو غسل کرے اور وہاں دن میں کسی وقت باب المعالی سے داخل ہو اور سب سے پہلے مسجد حرام کی زیارت کرے اور حرام میں باب السلام کی طرف سے شرف وصول حاصل کرے اور اس وقت اگر بدقسمتی سے خدا نخواستہ حالت ذوق و شوق میں کچھ کمی ہو تو یہ تکلف

۱۱۔ استخارہ کا مستون طریقہ اور اس کی دوا دوسری جلد میں دیکھو ۱۲۔

۱۳۔ بعض فقہانے لکھا ہے کہ پختنبہ کے دن روانہ ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے پختنبہ کے دن مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تھے ۱۴۔

۱۵۔ گناہ کا ارتکاب تو ہر حالت میں ممنوع ہے لیکن احرام کی حالت میں اس کا ارتکاب اور بھی زیادہ قبیح ہے ۱۶۔

حالت احرام میں جو چیزیں ممنوع ہیں ان کا ذکر تبارک اللہ آگے ہو گا ۱۷۔

تاریخ شوق پیدا کرے اور نہایت حضور حضور کی حالت اپنے اپنے پر طاری کرے اور اس مقام مقدس
 جلالت و عظمت کا تصور ہر وقت دل میں رکھے اور تلبیہ کے ساتھ تہلیل بھی کرتا رہے اور نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم پر درود پڑھتا رہے اور اس وقت جو شخص اس سے مزاحمت کرے اس کے ساتھ نہایت
 نرمی سے پیش آئے اور کعبہ کے جمال دلربا پر نظر پڑتے ہی جو کچھ دل چاہے اپنے پروردگار سے
 لب کرے پھر تکبیر و تہلیل کرتا ہوا حمد و صلوات پڑھتا ہوا حجر اسود کے مقابلہ میں آئے اور اس کا
 استلام کرے۔

آفاقی ہو تو طواف قدوم کرے طواف کرتے وقت اپنی چادر بصورت اضطباع اوڑھ لے
 لواف اپنی داہنی طرف سے جو کعبہ مکرمہ کے دروازہ سے قریب ہے شروع کرے، طواف
 بن حطیم کو بھی شامل کرے اور سات شوط کرے ہر شوط کا ختم حجر اسود کے مقابلہ میں اور ہر مرتبہ
 نب حجر اسود کے مقابلہ میں آئے تو اس کا استلام کرے اور پہلے تین شوطوں میں رمل کرے اور
 تیرہ شوط میں رکن یمانی کا بھی استلام کرے، بعد اس کے دو رکعت نماز طواف بہ نیت واجب
 مقام ابراہیم علیہ السلام میں پڑھے وہاں نہ میسر ہو تو کعبہ شریف کے اندر جس جگہ چاہے نماز پڑھ لے
 اس کے بعد ملتزم میں آئے اور زمزم کا پانی پیئے اور پھر حجر اسود کا استلام کر کے سعی کرے اور جب
 صفا پر چڑھے تو بیت اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا اور تکبیر و تہلیل کرے درود پڑھے اور ہاتھ اٹھا کر
 دعائے کعبہ پر چڑھے تو اسی طرح کرے، یہاں بھی سات شوط پورے کرے ہر شوط کی
 ابتدا صفا سے ہوا اور انتہا مروہ پر اور ہر شوط میں میلین اخضرین کے درمیان میں سعی کرے اور بہتر
 ہے کہ طواف قدوم کے بعد بحالت احرام مکہ مکرمہ میں ٹھہرا رہے اور جتنے دن وہاں رہے روزانہ جس قدر

۱۱ زیادہ تکلف کی بھی ضرورت نہیں صرف یہ خیال کر لینا کافی ہے کہ یہ کون مقام مقدس ہے جس کی آرزو ہر سوں
 لوگوں کے دلوں میں رہتی ہے اور بڑی خوش قسمتی سے یہ دن نصیب ہوتا ہے علاوہ بریں اس عظیم الشان منج میں اکثر
 لوگ صاحب دود و ذوق ہوں گے ان کی حالت پر نظر کرنا بھی بہت مفید ہوگا ۱۲۔

۱۳ تلبیہ کے ساتھ تہلیل کرنے میں علماء نے یہ حکمت لکھی ہے کہ اس سے تو تم مشوک دفع ہو جاتا ہے کوئی یہ نہ
 سمجھے کہ اس مکان کی پرستش منظور ہے ۱۲۔

۱۴ علماء نے لکھا ہے کہ پندرہ مقامات ایسے ہیں جہاں دعا قبول ہوتی ہے منجملہ ان کے کعبہ مکرمہ کے دیکھنے کے وقت
 اور زمزم کا پانی پیتے وقت اور ملتزم میں وغیر ذلک ۱۲ تلبیہ زمزم کا پانی کھڑے ہو کر (باقی حاشیہ صفحہ ۵۲۸ پر)

چاہے طواف کرے طواف کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں جس وقت چاہے کرے مگر ان طوافوں میں ریل اور ان کے بعد سعی نہ کرے۔

پھر ذیچہ کی ساقوں میں تاریخ کو کعبہ مکرمہ کے اندر امام خطبہ پڑھے اور اس میں حج کے مسائل بیان کرے، یہ خطبہ ظہر کی نماز کے بعد پڑھا جائے اور ایک خطبہ ہو، پھر ذیچہ کی اٹھویں تاریخ کو فجر کی نماز تکہ معظمہ میں پڑھ کر منیٰ جانے کی تیاری کرے اور ایسے وقت جائے کہ ظہر کی نماز منیٰ میں جا کر پڑھے اور منیٰ میں قیام کرے اور حتیٰ الوسع مسجد خیف کے قریب ٹھہرے۔

منیٰ میں نویں تاریخ کو فجر کی نماز اول وقت اندھیرے میں پڑھے پھر جب آفتاب لگی آئے تو عرفات جائے اور وہاں وقوف کرے جب ظہر کا وقت آجائے تو فوراً مسجد نمبرہ میں جائے اور امام اس وقت مثل جمعہ کے دو خطبے پڑھے اور ان کے درمیان میں خفیف جلسہ بھی کرے اور جس وقت امام منبر پر بیٹھے اس کے سامنے اذان بھی دی جائے ان خطبوں میں حج کے مسائل بیان کئے جائیں، خطبوں سے فراغت کر کے ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھ لی جائے، اذان صرف ایک مرتبہ دی جائے، ہاں اقامت دونوں فرضوں کے لئے علیحدہ علیحدہ پڑھی جائے اور دونوں فرضوں کے درمیان میں کوئی نقل نہ پڑھی جائے، ان دو نمازوں کے ایک وقت میں پڑھنے کی اسی شخص کو اجازت ہے جو محرم ہو اور امام کے ساتھ نماز پڑھے، کاندھلے خارج ہو کر پھر موقف چلا جائے، عرفات میں سوا بطن عنہ کے جہاں چاہے وقوف کرے اور وقوف کے لئے زوال کے بعد غسل بھی کرے اور حیل رحمت کے پاس قبلہ رو کھڑے ہو کر تکبیر تہلیل تلبیہ کرتا ہوا ہاتھ پھیلا کر خوب دل سے دعائے مانگے اور بہت گڑگڑائے اور اپنے والدین اور تمام اعزہ کے لئے استغفار کرے اور اس وقت کو غنیمت سمجھے خصوصاً اگر آفاقی ہو کیونکہ اس کو یہ دن کہاں نصیب ہوتا ہے اور وقوف سواری پر افضل ہے ورنہ کھڑا رہنا بہ نسبت بیٹھے رہنے کے بہتر ہے اور امام اس کے بعد ایک خطبہ پڑھے اس میں حج کے مسائل بیان کرے یہ خطبہ نماز ظہر کے بعد پڑھا جائے، پھر جب آفتاب غروب ہو جائے تو امام حج تمام لوگوں کے آہستگی کے ساتھ عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائے اور حیب وسیع میدان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲۷) پینا مستحب ہے، علماء نے لکھا ہے کہ تین قسم کے پانیوں کا بغرض تعظیم کھڑے

ہو کر پینا وارد ہوا ہے، (مزم کا پانی وضو کا پچا ہوا پانی، مومن کا چھوٹا پانی، ان کے علاوہ کسی پانی کا کھڑے

ہو کر پینا مکروہ ہے ۱۲۔

جائے تو تیز روی بھی کر سکتے ہیں بشرطیکہ کسی کو تکلیف نہ ہو جب مزدلفہ پہنچ جائیں تو جبل قزح
 قریب آئیں اور آنے والوں کے لئے راہ چھوڑ دیں، اور وہیں مغرب و عشا کی نماز ایک ساتھ
 پڑھیں، اذان بھی ایک ہی مرتبہ پڑھی جائے اور اقامت بھی ایک ہی مرتبہ اور دونوں فرضوں کے
 بیان میں کوئی نقل نہ پڑھیں اور اگر کوئی شخص مزدلفہ کے راستے میں مغرب کی نماز پڑھ لے تو
 درست نہ ہوگی بلکہ اس کو چاہیے کہ طلوع آفتاب سے پہلے پہلے اس کا اعادہ کر لے۔

دسویں تاریخ کی رات بھر مزدلفہ میں ٹھہرے جب صبح ہو جائے تو فجر کی نماز سب لوگ
 اہل وقت اندھیرے میں پڑھ لیں، پھر سب لوگ وہاں وقوف کریں، مزدلفہ میں سوا بطن محشر
 جہاں چاہیں وقوف کر سکتے ہیں، اس وقوف کی حالت میں سب لوگ نہایت الحاح و زاری
 ساتھ اپنے دینی و دنیوی مقاصد کے لئے خداوند عالم سے دعا کریں اور بہت الحاح و زاری کے
 ساتھ التجا کریں کہ اے پروردگار حسین طرح تو نے ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 دعائیں قبول فرمائیں اسی طرح اپنے فضل سے ہماری دعائیں بھی قبول فرما، آفتاب کے نکلنے سے
 پہلے وقوف ختم کر دیں، پھر جب روشنی خوب پھیل جائے تو آفتاب نکلنے سے پہلے سب لوگ امام
 ہمراہ منیٰ واپس جائیں اور وہاں اتزین پھر حجرۃ العقبہ کے پاس آکر نشیب سے اس کو رمی کریں سا
 ریاں ماری جائیں اور یہ کنکریاں یا تو مزدلفہ سے ہمراہ لیتے آئیں یا راستہ سے اٹھالیں حجرۃ العقبہ
 پاس سے نہ لیں رمی کے ابتدائی سے تلبیہ موقوف کر دیں بعد اس کے قربانی کریں پھر اپنے سر کو
 واڈالیں یا ایک انگل کتر وادیں، مرد کے لئے منڈوانا بہتر ہے اور عورت کو منڈوانا منع ہے
 کو کتر وادینا چاہیے اس کے بعد وہ تمام باتیں جو حالت احرام میں منع تھیں سوارفت کے جائز
 جائیں گی پھر منیٰ میں نماز عید پڑھ کر اسی دن مکہ معظمہ جائے اور طواف زیارت کرے اس طواف
 پہلے دو دنوں نہ کرے، اور اگر اس سے پہلے طواف میں سعی نہ کی ہو تو اس طواف میں دل اور
 دونوں کرے طواف زیارت کر کے پھر منیٰ میں واپس آئے وہاں ٹھہرے طواف زیارت کے
 رفت بھی جائز ہو جاتا ہے۔

گیارہویں تاریخ کو زوال کے بعد پیادہ پانچویں حجروں کی رمی کرے جو مسجد خیف کے
 پاس ہے اس کو سات کنکریاں مارے ہر مرتبہ تکبیر کہتا جائے بعد اس کے وہیں ٹھہر کر حمد و صلوات
 پڑھے جو کچھ چاہے دعا کرے اپنے اور اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کے لئے استغفار کرے،
 اسی طرح اس حجرہ کی رمی کرے جو پہلے حجرہ کے قریب ہے اور اس کے پاس بھی ٹھہر کر دعا کرے

پھر سوار ہو کر حجرۃ العقبہ کی رمی کرے اور وہاں نہ ٹھہرے پھر رات بھر منیٰ میں رہے۔

بارھویں تاریخ کو تینوں حجروں کی بدستور سابق پھر رمی کرے اور اسی دن غروب آفتاب سے پہلے مکہ مکرمہ واپس چلا آئے اور راستہ میں تھوڑی دیر کے لئے محصب میں اترے پھر جب مکہ معظمہ سے سفر کرنے لگے تو طواف و داع کرے اس طواف میں بھی رمل و سعی نہیں ہے پھر طواف کی دو رکعتیں پڑھ کر زمزم کا مبارک پانی پئے اور گھونٹ گھونٹ کر کے پئے اور ہر مرتبہ کعبہ مکرمہ کی طرف دیکھ کر حسرت سے آہ سرد بھرے پھر اس مقدس چوکھٹ کو بوسہ دے جو بیت اللہ میں ہے اور اپنا منہ اور سینہ ملتزم پر رکھ دے اور کعبہ مکرمہ کے پردوں کو بچھا کر نماز کرے اور روئے اگر خود بخود یہ حالت طاری نہ ہو تو اس مقدس سرزمین کے فراق کا تصور کر کے یہ تکلف اپنے اوپر حالت پیدا کرے پھر پچھلے پیروں واپس آئے یعنی کعبہ شریفہ کی طرف پشت نہ کرے، حج کے تمام افعال ختم ہو گئے۔

عورت بھی اسی طرح حج کرے مگر بلند آواز سے تلبیہ نہ کرے اور میہین اخضرین کے درمیان میں سعی نہ کرے اور ازدحام کے وقت حجر اسود کا استلام نہ کرے اور رمی کے بعد اپنے بالوں کو نہ منڈوائے بلکہ ایک ایک انگل کتر و اڈالے، یہ طریقہ مفرد کے حج کا ہے قارن بھی اسی طرح تمام افعال ادا کرے صرف فرق یہ ہے کہ وہ جب مکہ مکرمہ میں پہنچے تو سب سے پہلے عمرہ کا طواف کرے اس کے بعد طواف قدوم کرے عمرہ کا طواف اور طواف قدوم دونوں کا طریقہ ایک ہی ہے سعی بھی نہ طواف کے بعد کرے پھر دسویں تاریخ کو حجرۃ العقبہ کی رمی کر کے قربانی ضرور کرے اگر استطاعت نہ ہو تو تین روزے دسویں تاریخ سے پہلے اور سات روزے بعد ایام تشریق کے رکھ لے متمتع کو چاہیے کہ وہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ آئے اور عمرہ کا طواف کرے اور اسی وقت تلبیہ موقوف کر دے، طواف کے بعد نماز طواف پڑھ کر سعی کرے اس طواف کے پہلے تین شوٹون میں رمل بھی کرے بعد اس کے اپنے سر کو منڈوا ڈالے یا بال کتر و اڈالے پھر چاہے تو احرام سے باہر ہو جائے چاہے نہ باہر ہو۔ باہر ہو جائے گا تو حج کے احرام کے لئے میقات جانا پڑے گا، نہ باہر ہو گا اور مکہ میں رہے گا تو اس کی میقات حرم ہے، الغرض اسی طواف کے بعد از سر نو حج کا احرام باندھے اور بہتر ہے کہ آٹھویں تاریخ کو حج کا احرام باندھے پھر مفرد کی طرح حج کے تمام ارکان بجالائے اور قارن کی طرح قربانی اس پر بھی ضروری ہے نہ کر سکتا تو اس کے مانند دس روزے رکھے۔

اور اگر متمتع اپنے ہمراہ ہدی لایا ہو تو وہ عمرے کے طواف کے بعد قربانی کرے اس کے بعد حج کا احرام کرے اور پھر بدستور سابق حج کرے بعد اس کے دسویں تاریخ کو تخلیق یا تقصیر کرے تب وہ عمرہ اور حج دونوں کے احرام سے باہر ہو جائے گا اس سے پہلے عمرہ کے احرام سے بھی باہر نہیں ہو سکتا۔

حج کے فرائض

حج میں پانچ فرض ہیں۔

(۱) احرام، یہ حج کے لئے شرط بھی ہے اور رکن بھی ہے، اگر شرط نہ ہوتا تو زمانہ حج سے پیشتر احرام صحیح نہ ہوتا اور اگر رکن نہ ہوتا تو جس کو حج نہ ملے اس کو احرام پر قائم رہنا درست نہ ہوتا۔
(۲) وقوف عرفات، گو ایک منٹ ہی کے بقدر ہو اور خواہ دن میں ہو یا رات میں۔

(۳) طواف کا اکثر حصہ یعنی چار شوط۔

(۴) ان فرائض میں ترتیب کا لحاظ یعنی احرام کو وقوف پر مقدم کرنا اور وقوف کو طواف

زیارت پر مقدم کرنا۔

(۵) ہر فرض کو اسی کے مکان مخصوص میں ادا کرنا یعنی وقوف کا خاص عرفات میں اور طواف

کا خاص مسجد حرام یعنی کعبہ مکرمہ کے گرد ہونا۔

(۶) ہر فرض کا اسی خاص وقت میں ادا کرنا جو شریعت سے اس کے لئے مقرر ہے

یعنی وقوف کا نویں ذی الحجہ کی ظہر کے وقت سے دسویں تاریخ کی فجر سے پہلے ادا کرنا اور طواف کا اس کے بعد ادا کرنا۔

حج کے واجبات

حج میں چھ واجبات ہیں۔

(۲) سعی

(۱) وقوف مزدلفہ۔

(۴) آفاقی کے لئے طواف قدوم

(۳) رمی

(۵) حلق یا تقصیر (قارن اور متمتع کو قربانی کرنا حج کے واجبات لوگوں نے سینتیس تک

نکھے ہیں مگر درحقیقت وہ بلا واسطہ حج کے واجبات نہیں ہیں بلکہ اُس کے افعال کے ہیں کوئی احرام

کاسہ اور کوئی طواف کا اور کوئی وقوف کا لہذا ہم نے پھر وقت انھیں چھ واجبات پر اکتفا کی اور باقی واجبات کو ہم اسی فعل کے ضمن میں بیان کریں گے جس کا وہ واجب ہے۔

حج کے مسائل

حج میں بہت سے ارکان ہیں ہر رکن کے مسائل علیحدہ بیان کئے جاتے ہیں تاکہ ان کے معلوم کرنے میں آسانی رہے۔

احرام (۱) میقات سے بغیر احرام کے آگے نکل جانا مکروہ تحریمی ہے گو مکہ معظمہ بغرض تجارت یا سیوری کیوں نہ جاتا ہو۔ (۲) میقات پر پہنچ کر احرام باندھنا واجب ہے اور جو میقات سے پہلے باندھ لے بشرطیکہ اس کے آداب کی رعایت کر سکے تو افضل ہے (۳) احرام جس چیز کا باندھا جائے خواہ حج کا یا عمرہ کا اس احرام سے بغیر اس چیز کے پورا کئے ہوئے ماہر ہو جائے جائز نہیں اگرچہ وہ فاسد بھی ہو جائے بخلاف نماز کے کہ اگر وہ فاسد ہو جائے تو اس کا پورا کرنا جائز نہیں ہاں اگر حج کا احرام کیا ہو اور حج کا زمانہ فوت ہو جائے تو عمرہ کر کے احرام سے باہر ہو جائے اسی طرح حج سے روک دیا جائے تو بھی ہدیٰ ذبح کر کے احرام سے باہر ہو جائے (۴) احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا سنت موکدہ ہے نہ ہو سکے تو صرف وضو پر اکتفا کرے حیض و نفاس والی عورت اور نابالغ بچوں کے لئے بھی غسل مسنون ہے اس غسل کے عوض میں تیمم مشروع نہیں کیونکہ یہ غسل صفائی کے لئے ہے نہ طہارت کی غرض سے (۵) غسل سے پہلے ناخون کا کتر وانا اور حجامت کا ہونا اور بعد غسل کے سپید چادر اور تہبند کا پہننا اور خوشبو لگانا مستحب ہے (۶) احرام کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز بے نیت نفل پڑھے بشرطیکہ کوئی وقت مکروہ نہ ہو بعد اس کے سفر اپنے دل میں صرف حج کا ارادہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اس ارادہ میں کامیابی کی دعائے نیکے کہ **اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِي وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي** اے اللہ میں حج کا ارادہ رکھتا ہوں پس تو اس کو میرے لئے آسان کر دے اور اس کو مجھ سے قبول فرما اور محترم اپنے دل میں صرف عمرہ کی نیت کرے اور یوں دعائے نیکے **اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْهَجْرَةَ فَيَسِّرْهُ لِي وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي** اے اللہ میں عمرہ کا ارادہ رکھتا ہوں پس تو اس کو میرے لئے آسان کر دے اور اس کو مجھ سے

لے اور بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں قل یا ایہا النکاتون امددو سری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھے ۱۷

قبول فرما اور قارن حج و عمرہ دونوں کی نیت ایک ساتھ کرے اور یوں دعا مانگے کہ اَللّٰهُمَّ إِنِّي سَأَلْتُكَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَيَسِّرْهُمَا لِيَّ وَقَبِّلْهُمَا مِنِّي اے اللہ میں حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہوں پس ان دونوں کو میرے لئے آسان کر دے اور ان کو مجھ سے قبول فرما اور متمتع پہلے عمرہ کی نیت بطریق رکورد کرے بعد اس کے جب عمرہ کے افعال سے فراغت پائے تو حج کی نیت کرے، بعد ان تینوں حج تلبیہ کرے اور دل میں نیت حج یا عمرہ وغیرہ کی مضبوط رکھے، نیت کر کے تلبیہ کہتے ہی احرام بندھ جاتا ہے جس طرح نماز میں نیت کر کے تکبیر کہتے ہی تحریمہ بندھ جاتی ہے، اور اگر کوئی شخص حد نیت کے تلبیہ نہ کرے بلکہ مکہ مکرمہ کی طرف اونٹ قربانی کے لئے لے کر روانہ ہو جائے یا کسی اونٹ کی تقلید کر دے (خواہ وہ اونٹ کسی نقل قربانی کا ہو یا حرم میں کوئی شکار اس نے کیا ہو اس کے بدلہ کا ہو) اور اس کے ہمراہ حج کے ارادہ سے خود بھی روانہ ہو جائے یا اس کو پہلے روانہ کر دے اور بعد اس کے خود بھی چل دے کہ میقات سے پہلے اس سے جا کر مل جائے یا عمرہ قصران کے لئے ہری روانہ کرے اور پھر خود بہ نیت احرام روانہ ہو جائے تو یہ افعال قائم مقام تلبیہ کے ہو جائیں گے امدان افعال کے کرتے ہی احرام بندھ جاتے گا بشرطیکہ یہ سب افعال حج کے زمانہ میں ہوں، بخلاف اس کے اشعار اور تجلیل اور اونٹ کے سوا اور کسی جانور کی تقلید قربانی کا نہ بغرض عمرہ و قرآن کے روانہ کرنا اور پھر اس سے میقات کے پہلے نہ مل جانا قائم مقام تلبیہ کے نہیں اور ان افعال سے احرام نہ ہوگا۔

(۷) احرام کے صحیح ہونے کے لئے کسی رکن خاص کا نیت میں معین کرنا ضروری نہیں بلکہ اگر کسی رکن کی تعیین نہ کرے یعنی نیت میں نہ حج کی تخصیص کرے نہ عمرہ کی تب بھی احرام صحیح ہو جائے گا ہاں قبل شروع کرنے افعال کے اس کو معین کرنا ضروری ہے اور نہ کرے گا اور افعال

۱۲۔ جس صورت میں کہ عمویا قرین کی قربانی روانہ کرے تو اس صورت میں خود لے کر جانا یا اس سے میقات کے پہلے جا کر مل جانا ضروری نہیں۔ ۱۲۔

۱۳۔ یعنی ہری کا روانہ کرنا یا اس کو لے کر جانا، اور یہ افعال قائم مقام تلبیہ کے اس سبب سے ہیں کہ جس طرح تلبیہ نسک یعنی حج یا عمرہ ہی کے وقت ہوتا ہے اسی طرح یہ افعال بھی نسک کے ساتھ خاص ہیں بخلاف اشعار وغیرہ کے کہ وہ بسا اوقات اور کسی فائدہ کے لئے بھی کہے جاتے ہیں مثلاً اشعار بغرض طہارح اور تجلیل سردی سے عقیدہ رکھنے کے لئے بھی ہوتے ہیں۔ ۱۳۔

شروع کر دے گا تو وہ احرام عمرہ کے لئے معین ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص حج کی نیت کرے مگر اس میں فرض یا نفل کی تخصیص نہ کرے تو وہ احرام حج فرض کا ہو جائے گا بشرطیکہ اس کے ذمہ حج فرض ہو اور اگر باوجود حج کے فرض ہونے کے نفل کی نیت کر لے گا تو وہ احرام نفل ہی کا ہوگا اسی طرح اگر کسی کے ذمہ حج فرض ہو اور وہ اپنے حج میں کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنے کی نیت کر لے یا تدر کے حج کی نیت کر لے تو جیسی نیت اس نے کی ہوگی ویسا ہی ہوگا۔

(۸) احرام کی حالت میں ان افعال کا ارتکاب ممنوع ہے، رقت کرتا، گناہ کا ارتکاب کسی سے جھگڑا کرنا، جنگلی جانور کا خود شکار کرنا یا اس کی طرف اشارہ کرنا تاکہ کوئی دوسرا شخص شکار کرے یا کسی قسم کے شکار میں اعانت کرنا، سٹے ہونے کی طرح کا پہننا مثل کریم، پانچامہ، ٹوپی، عبا، قبا، موزن وغیرہ کے، درس یا زعفران یا کسم یا کسی اور خوشبودار چیز سے رنگے ہوئے کپڑے کا استعمال کرنا، منہ اور سر کا کسی چیز سے چھپانا، ڈاڑھی اور سر کے بالوں کا خطمی سے دھونا خوشبو کا استعمال کرنا، تیل کا استعمال کرنا، اپنے جسم کے بالوں کا (خواہ وہ سر کے ہوں یا ڈاڑھی کے) باادریسی مقام

۱۰ چنانچہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب یمن سے واپس آئے ہیں تو انہوں نے یہی حکم احرام باندھا ہے کہ جس شاک کے لئے رسول خدا صلعم نے احرام باندھا ہے اس کے لئے میں بھی احرام باندھتا ہوں۔ (بحر الرائق)

۱۱ امام ابوحنیفہ اور قاضی ابو یوسف کا مذہب ہے اور امام شافعی کے نزدیک جس شخص کے اوپر حج فرض ہے وہ اگر حج نفل کی نیت کرے یا کسی دوسرے کی طرف سے تو وہ احرام حج فرض ہی کے لئے ہوگا اور اس کا فرض ادا ہو جائے گا، امام شافعی حج کو روزے پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح رمضان کے مہینہ میں اگر نفل روزہ کی نیت کی جائے تب بھی فرض ہی ادا ہوتا ہے، اسی طرح حج کے زمانہ میں چاہے نفل کی نیت کرے تب بھی فرض ادا ہوگا، مگر یہ قیاس صحیح نہیں، حج کا وقت روزہ کے وقت کے مثل نہیں ہے بلکہ نماز کے وقت کے مثل ہے جیسا کہ اصول فقہ میں ثابت ہو چکا ہے ۱۲۔

۱۳ گناہ کا ارتکاب اگرچہ ہر حالت میں ممنوع ہے مگر حالت احرام میں اس کا صدور اور بھی زیادہ قبیح ہے جس طرح ریشمی لباس کا استعمال ہر حالت میں منع ہے مگر حالت نماز میں اس کا استعمال اور بھی زیادہ برا ہے۔ (در المختار)

۱۴ اس سے مراد دنیاوی امور میں یا بلا ضرورت دینی امور میں جھگڑنا، لیکن اگر ضرورت سخت واقع ہو جائے اور وہی معاملہ ہو تو پھر کچھ مضاائقہ نہیں کیونکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر حج کی تکمیل کا باعث ہے (شامی)

۱۵ در بانی جانوروں کے شکار کی ممانعت نہیں گو وہ از قسم ماکولات نہ ہوں ۱۲۔

۱۶ کسی شخص کو شکار کے ذبح کرنے کے لئے چاہو وغیرہ دینا یا کوئی آگ شکار کا مثل ہندوق وغیرہ کے اس کے حوالہ (باقی صفحہ ۵۵۵ پر دیکھئے)

کے (سند وانا، یا کسی دوا کے ذریعہ سے ان کا اڑا دینا یا کتر وانا یا اکھاڑ ڈالنا، یا جلادینا، ناخونوں کا کتر وانا، ان بالوں کے علاوہ اور کسی بات کی ممانعت نہیں، ہناتا، سایہ میں آرام لینا بشرطیکہ وہ چیز جس سے سایہ لے اس کے سر اور چہرہ میں نہ لگنے پائے۔ ہمیانی کا کمر میں باندھنا، ہتھیاروں کا کمر میں لگانا، اپنے پاس رکھنا، انگوٹھی وغیرہ پہننا، بے خوشبو سرمہ کا استعمال کرنا، خنتہ کرانا، فصد لینا، کھینچنے لگوانا، بشرطیکہ بال نہ ٹوٹنے پائے دانت کا اکھڑوانا، اپنے بدن کا باسرا نرمی کے ساتھ کھجھلانا کہ بال نہ ٹوٹے پائیں نہ کوئی جوڑیں وغیرہ گرنے پائیں، نکاح کرنا، غرض یہ تمام باتیں جائز ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۵۵۴) کرنا اور شکر کا بھگانا یا اس کے پر وغیرہ کا ٹوڑ ڈالنا یا اس کی خسرے و فروخت کرنا اس کا گوشت کھانا یا شکر کی اعانت میں داخل ہے، جوڑیں اور ٹھپرو وغیرہ کا بھی شمار جنگلی جانوروں میں ہے ان کا قتل بھی ناجائز ہے ان کے مرجانے کے لئے کپڑے کا دھوپ میں ڈالنا یا اس کا دھونا ممنوع ہے ۷۔

۸۔ اگر کوئی کپڑا اس طرح بنایا گیا ہو کہ خود بخود جسم پر قائم رہے، مثل پائتا، بنیان وغیرہ کے وہ بھی سلعے ہوئے کے حکم میں ہے ۱۱۔
۹۔ پہننے سے مراد وہ طریقہ استعمال ہے جو مروج ہو مثلاً کرتہ کا پہننا اس طرح معمول ہے کہ آستین میں ہاتھ ڈالے جاتے ہیں اور اس کے گریبان میں داخل کیا جاتا ہے اگر کوئی شخص کرتہ کو اپنی پشت پر ڈال لے اور اس کی آستینوں میں ہاتھ نہ داخل کرے نہ اس کے گریبان میں سرفالے تو ممنوع نہیں ۱۲۔

۱۰۔ ان اگر نعلین، بلیں، تو موزوں کو کاٹ ڈالے تاکہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں اس کے بعد ان کو پہن سکتا ہے ۱۲۔
۱۱۔ ہاں اگر اس کو دھو ڈالے کہ اس کی خوشبو باکل جاتی رہے تو اس کا پہننا جائز ہے۔

۱۲۔ خواہ پورا ہتھ پھپھائے یا اس کا بعض حصہ ہاں کسی بدبو وغیرہ کی وجہ سے یا لہنی ناک پر ہاتھ رکھ لینا جائز ہے۔
۱۳۔ خوشبو کا بغیر استعمال کے بالا ختیار سو لگھنا بھی مکروہ ہے ۱۲ (شامی)

۱۴۔ تیل کا اگرچہ اکثر معنی میں ذکر نہیں کیا لیکن وہ چونکہ تمام خوشبوؤں کی اعلیٰ ہے اس لئے وہ بھی خوشبو میں داخل ہے اور اس کا استعمال ممنوع ہے ۱۲ (بحر الرایق)

۱۵۔ جس طرح اپنے بالوں کو منڈوانا منع ہے اسی طرح حالت احرام میں کسی دوسرے کے بالوں کا منڈ دینا بھی ناجائز ہے اگرچہ وہ دوسرا حرم نہ ہو ۱۲

۱۶۔ ہاں اگر کوئی ناخون ٹوٹ گیا ہو کہ اس میں نمونہ ہو سکے تو اس کا کات ڈالنا جائز ہے ۱۲
۱۷۔ مگر مستحب ہے کہ ہناتے میں بدن کا میل و صاف کیا جائے بکہ حرارت کے دفع کرنے کے لئے ہناتے کیونکہ حج میں نفاقت اور لطافت مطلوب نہیں بلکہ پراگندگی اور خود بیدہ سری مرغوب ہے ۱۲

تلبیہ (۱) احرام کے بعد ایک مرتبہ تلبیہ کرنا تو فرض ہے اور ایک مرتبہ سے زیادہ سنت ہے اور جس طرح نماز میں ہر انتقال کے وقت تکبیر مسنون ہے اسی طرح حج میں ہر نئی حالت کے بعد تلبیہ مسنون ہے مثلاً نماز پڑھنے کے بعد اور صبح شام کو اور نشیب و فراز میں اترتے چڑھتے وقت کسی سے ملاقات ہونے کے وقت۔

(۲) مستحب ہے کہ حسب تلبیہ کر کے تو تین مرتبہ اس کی تکرار کرے۔

(۳) تلبیہ بلند آواز سے کرنا مسنون ہے مگر نہ ایسی بلند آواز کہ اس سے مشقت ہو۔

(۴) تلبیہ کی عبارت خود پڑھی گئی اس سے کم نہ کہنا چاہیے، ہاں زیادہ رکھنے کا اختیار ہے۔

(۵) تلبیہ کرنے کی حالت میں سوا سلام کے جواب کے اور کوئی بات کرنا مکروہ ہے۔

(۶) تلبیہ کرنے والے کو سلام کہنا مکروہ ہے۔

(۷) تلبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مستحب ہے۔

طواف (۱) طواف میں بیس باتیں واجب ہیں کہ ان کے ترک کر دینے سے ایک قربانی کرنی

پڑتی ہے، طواف کا حجر اسود سے شروع کرنا، ابتدا طواف کی اپنی دائیں جانب سے کرنا، اگر کوئی عذر نہ ہو تو پیادہ پا طواف کرنا، اگر بغیر عذر کے سوار ہو کر طواف کر لیا تو اس کا اعادہ اس پر ضروری ہوگا ہاں اگر نفل کا طواف ہو اور تھکا ہوا ہو تو سوار ہو کر کر سکتا ہے لیکن پھر بھی پیادہ پا کرنا افضل ہے، طواف کی حالت میں نجاست حکمیہ کے دونوں فردوں یعنی حدث اصغر و اکبر سے پاک ہونا، حالت طواف میں اپنے جسم عورت کا پوشیدہ رکھنا طواف کے باقی تین شروط کا پورا کرنا، سعی کی ابتدا صفا سے کرنا، سعی پیادہ پا کرنا بشرطیکہ کوئی معذوری نہ ہو، ہر سات شرط کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا، سعی اور ذبح اور حلق میں ترتیب کا لحاظ رکھنا، یعنی پہلے سعی اس کے بعد ذبح اس کے بعد حلق ہاں جس کے اوپر ذبح واجب نہ ہو جیسے مفرد تو اس کو صرف سعی اور حلق کے درمیان میں ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، حلق کا ایک مقام خاص یعنی حرم کے اندر ہونا، مفرد اور قارن اور متمتع کے لئے ایک خاص زمانے یعنی ذیحجہ کی دسویں گیارہویں، بارہویں، ان تاریخوں میں سے کسی تاریخ میں ہونا، ذیحجہ کی دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخوں میں کسی تاریخ میں طواف زیارت کا کرنا، طواف کا حطیم کے چھپے سے

۱۵ نجاست حکمیہ کی تعریف اور حدث اصغر و اکبر کا بیان پہلی جلد میں ہو چکا ۱۲

۱۶ طواف میں سات شرط ہیں اس میں چار فرض تین واجب ۱۲

ہونا، تاکہ حطیم بھی طواف میں شامل ہو جائے، عرفات میں شب کے کسی جز کے اندر وقوف کرنا، عرفات سے امام کے پہلے نہ روانہ ہونا، عرفات سے آتے وقت راستے میں مغرب کی نماز نہ پڑھنا بلکہ مزدلفہ پہنچنے تک اس میں تاخیر کرنا، ہر دن کی رکی دوسرے دن پر نہ اٹھا رکھنا، سعی کا کم از کم بغیر چار شوط طواف کے کئے ہوئے نہ کرنا، ممنوعات احرام سے اجتناب کرنا، زیادہ تفہیم ان واجبات کی انشاء اللہ جنایا کے بیان میں ہوگی۔

(۲) اگر کوئی شخص طواف کرتے وقت شوطوں کا عدد بھول جائے یعنی یہ نہ یاد رہے کہ کسے شوط کر چکا ہے تو اس کو اعادہ کرنا چاہیے، ہاں اگر کوئی راست گو آدمی بتا دے تو اس کے قول پر عمل کرے۔

(۳) اگر کوئی شخص بھولے سے سات شوط کے بعد ایک شوط اور زیادہ کر جائے تو کچھ مفنا لاقہ نہیں ہاں اگر دیدہ و دانستہ کر لیا تو اس کے بعد چھ شوط اور کرنے ہوں گے تاکہ ایک طواف پورا ہو جائے کیونکہ نقل عبادت بھی شروع کرنے کے بعد لازم ہو جاتی ہے۔

(۴) طواف کرتے کرتے اگر جنازہ کی نماز یا تہنج وقتی نماز پڑھنے یا وضو کرتے چلا جائے تو پھر جب لوٹ کر آئے تو وہیں سے شروع کر دے جہاں سے باقی ہے نئے سرے سے طواف شروع کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۵) طواف کی حالت میں کوئی چیز کھانا اور خرید و فروخت کرنا اور شعر پڑھنا اور بے ضرورت کلام کرنا مکروہ ہے۔

(۶) طواف کی حالت میں نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا مسنون ہے۔

(۷) جن اوقات میں نماز مکروہ ہے طواف مکروہ نہیں۔

(۸) طواف کے ہر سات شوط کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے خواہ علی الاتصال پڑھے یا کچھ دیر کے بعد مگر جب تک ان دو رکعتوں کو نہ پڑھے دوسرا طواف شروع نہ کرے کیونکہ دو طوافوں کا وصل کر دینا مکروہ تحریمی ہے۔ (بجراہ الیق)

رمل (۱) طواف کے پہلے تین شوطوں میں رمل کرنا مسنون ہے۔

(۲) رمل اسی طواف میں مسنون ہے جس کے بعد سعی ہو پس اگر کوئی شخص طواف قدوم کے بعد سعی نہ کرے بلکہ اس کا ارادہ طواف زیارت کے بعد سعی کرنے کا ہو تو اس کو چاہیے کہ طواف قدوم میں رمل نہ کرے بلکہ طواف زیارت میں اسی طرح جو شخص قادر ہو اور وہ عمرہ کے طواف میں

رمل کر چکا ہو وہ حج کے طواف قدوم میں رمل نہ کرے۔

(۳) اگر کوئی شخص پہلے شوط میں رمل کرنا بھول جائے تو وہ صرف دو شوطوں میں رمل

کرے اور ان دو شوطوں میں جو سب کے بعد ہیں۔

(۴) اور اگر کوئی شخص پہلے تینوں شوطوں میں رمل کرنا بھول جائے تو اب وہ رمل کو بالکل

موقوف کر دے۔

(۵) اگر کوئی شخص طواف کے ساتوں شوطوں میں رمل کر جائے تو اس پر کوئی جنابت نہیں۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ مخالفت سنت کی وجہ سے کراہت تنزیہی آجائے گی۔

(۶) اگر ازدحام کی وجہ سے رمل دشوار ہو تو تھوڑی دیر توقف کرے کہ ازدحام کچھ کم ہو جائے

اور اگر کعبہ سے کچھ فاصلہ پر جا کر رمل کر سکے تو بہتر ہے کہ فاصلہ پر جا کر رمل کے ساتھ طواف کرے۔

استلام (۱) ہر شوط کی ابتدا پر اور طواف کے ختم ہو جانے پر حجر اسود کا استلام مسنون

ہے اور رکن یمانی کا مستحب۔

(۲) حجر اسود اور رکن یمانی کے سوا کعبہ کرمہ کے کسی اور رکن کا استلام کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(۳) حجر اسود کے استلام میں صرف منہ کا اس پر رکھ دینا مسنون ہے بوسہ کی آواز نکالنا نہ

چاہیے۔ (بھرا بقی)

(۴) اگر ممکن ہو تو حجر اسود پر سجدہ کرنا بھی مسنون ہے۔

(۵) حجر اسود کا استلام اس وقت مسنون ہے جبکہ اور کسی کو تکلیف نہ ہو ازدحام کے وقت لوگوں

کو ہٹانا اور ان کو ایذا دیکر اندر جانا اور استلام کرنا مکروہ ہے، بلکہ ازدحام کے وقت یہ چاہیے کہ کسی

لاٹھی سے حجر اسود کو مس کر کے اس لاٹھی کا بوسہ لے لے یہ بھی ممکن نہ ہو تو حجر اسود کی طرف منہ کر کے

کھڑا ہو جائے اور اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور تھیلیاں حجر اسود کی طرف کر کے ان

کو بوسہ دے لے۔

سعی (۱) طواف کے بعد صفا مروہ کے درمیان میں سعی واجب ہے طواف سے پہلے جائز نہیں۔

(۲) سعی کے ساتوں شوط واجب ہیں کوئی بھی فرض نہیں۔

(۳) طواف کے بعد علی الاتصال سعی کرنا مسنون ہے واجب نہیں، اور سعی کی حالت میں نجاست

حکمیہ سے ظاہر ہونا بھی مسنون ہے اور صفا مروہ پر چڑھنا اور ان کے بعد کے اتصال بھی

مسنون ہیں۔

(۴) سعی میں پیادہ رہنا واجب ہے بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔

(۵) پورے حج میں صرف ایک مرتبہ سعی کرنا چاہیے چاہے طواف قدوم کے بعد کر لے چاہے طواف

زیارات کے بعد بعض فقہانے لکھا ہے کہ طواف زیارت کے بعد بہتر ہے۔

وقوف (۱) آٹھویں تاریخ کو کسی وقت منیٰ جانا مسنون ہے اور مستحب ہے کہ بعد طلوع آفتاب

کے جائے اور نماز ظہر کی وہیں پڑھے اور رات کو وہیں سو رہے۔

(۲) نویں تاریخ کو بعد طلوع آفتاب کے عرفات جائے اور وہاں وقوف کرے وقوف میں

صرف عرفات کے اندر پہنچ جانا ضروری ہے نیت کرنا یا کھڑا رہنا کچھ ضروری نہیں۔

(۳) وقوف مزدلفہ کے لئے پیادہ پا داخل ہونا مسنون ہے یعنی جب مزدلفہ قریب آجائے

تو سواری سے اتر پڑے اور مزدلفہ کی حد کے اندر پیادہ پا جائے۔

(۴) مزدلفہ میں وقتاً فوقتاً تلبیہ، تہلیل اور تحمید مستحب ہے۔

(۵) مزدلفہ میں ایک رات قنبلہ باشتی کرنا مسنون ہے۔

(۶) وقوف مزدلفہ کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہے، اگر طلوع فجر سے پہلے یا طلوع

آفتاب کے بعد وقوف کیا جائے تو وہ قابل اعتبار نہیں۔

رمی (۱) رمی واجب ہے

(۲) رمی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کنکری کو انگلی کی نوک سے پکڑ کر پھینکیں۔

(۳) واجب ہے کہ سات کنکریاں سات دفعہ کر کے ماری جائیں اگر کوئی شخص ایک ہی مرتبہ میں

سات کنکریاں مار دے تو یہ ایک ہی رمی سمجھی جائے گی۔

(۴) پہلے مرتبہ یعنی ذیحجہ کی دسویں تاریخ کو صرف بئرہ العتبہ کی رمی کی جائے پھر گیارہویں

بارہویں تاریخوں میں تینوں حجروں کی رمی کرے مگر تیسری تاریخ کی رمی کچھ ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے

اگر بارہویں تاریخ کو منیٰ سے کوچ نہ کیا ہو تو بہتر ہے کہ کرے۔

(۵) رمی تمام ان چیزوں سے جائز ہے جو از قسم زمین ہوں جن سے تم جائز ہے حتیٰ کہ اگر کوئی

شخص مٹھی بھر خاک پھینک دے تب بھی رمی ہو جائے گی لکڑی اور عنبر و مشک اور جوہرات وغیرہ

سے جائز نہیں۔

(۶) کنکری اگر حجرہ پر جا کر نہ لگے بلکہ کسی آدمی یا جانور پر پڑ جائے تب بھی درست ہے بشرطیکہ

حجرہ کے قریب جا کر پڑ جائے اور قصداً ایسا نہ کرے۔

(۷) نشیب میں کھڑے ہو کر رمی کرنا مسنون ہے اور نچے مقام سے مکروہ ہے۔

(۸) ہر رمی کے ساتھ ساتھ تکبیر کہنا مسنون ہے۔

(۹) کنکری مارنے اور حجرہ کے درمیان میں تقریباً پانچ گز کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

(۱۰) رمی کے لئے حجرہ کے پاس سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے اور مستحب یہ ہے کہ مزولہ سے

بمراہ لیتا آئے۔

(۱۱) یہ بھی مکروہ ہے کہ ایک پتھر کو توڑ کر سات کنکریاں بنائے۔

(۱۲) سات مرتبہ سے زیادہ رمی کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۱۳) جو کنکری کہ بالیقین نجس ہو اس سے بھی رمی کرنا مکروہ ہے۔

(۱۴) دسویں تاریخ کی رمی کا مسنون وقت طلوع آفتاب کے بعد سے زوال تک رہتا ہے

اگرچہ غروب تک جائز ہے اور بعد غروب کے فجر تک مکروہ وقت ہے اور باقی تاریخوں کی رمی

کا مسنون وقت زوال کے بعد سے غروب تک ہے، ہاں تیرہویں تاریخ کی رمی کا وقت فجر سے

شروع ہو جاتا ہے لیکن وہ وقت مسنون بلکہ وقت جائز۔

(۱۵) دسویں تاریخ کی رمی شروع کرتے ہی تلبیہ موقوف کر دینا چاہیے۔

(۱۶) دسویں تاریخ کی رمی کے بعد قربانی اور حلق یا تقصیر کر کے طواف زیارت کے لئے مکہ

مکروہ جانا چاہیے اور وہاں طواف زیارت کر کے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھ کر اسی دن پھر متی میں واپس

آجائے، کیونکہ دوسرے دن رمی کرنا ہوگی اور رمی کے لئے ایک شب متی میں شب باشی کرنی مسنون ہے

عہ حجرہ کے پاس سے کنکریاں اٹھانا اس سبب سے مکروہ ہے کہ وہاں وہی کنکریاں پڑی رہ جاتی ہیں جو مردہ ہوتی ہیں

اور جس قدر کنکریاں مقبول ہو جاتی ہیں وہ وہاں سے اٹھ جاتی ہیں، فرشتے اٹھائے جاتے ہیں، چنانچہ دارقطنی کی روایت

میں ہے کہ ابو سعید خدی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کنکریاں جن سے ہم ہر سال

رمی کرتے ہیں ہم خیال کرتے ہیں کہ وہ کم ہو جاتی ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں جن قدر ان میں سے مقبول ہو جاتی ہیں وہ

اٹھالی جاتی ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو تم ان کے ڈھیر پہاڑوں کے برابر دیکھتے ۱۲۔

عہ اور اگر اس کی نجاست بھی یقینی نہ ہو تو اس کا دھو ڈالنا مستحب ہے ۱۲ (بحر الرائق)

سہ بعض فقہانے لکھا ہے کہ ظہر کی نماز متی میں جا کر پٹھے جیسا کہ صحیح مسلم میں مروی ہے مگر صحاح ستہ میں

نبی مسلم سے منقول ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی تھی، صاحب فتح القدر نے اسی کو

ترشح دی ہے ۱۲۔

(۱۷) سوا تیر ہو یا تاریخ کے جس تاریخ کی رمی رہ جائے تو اس دن کے بعد جو شب آئے اس میں وہ رمی ادا ہو سکتی ہے اور قضائہ سمجھی جائے گی ہاں مخالفت سنت کے سبب سے کراہت ضرور ہوگی اور تیر یوں تاریخ کی رمی اگر رہ جائے تو وہ ہر حال میں قضائہ ہی سمجھی جائے گی کیونکہ اس دن کے بعد جو شب آئے گی وہ اس میں نہیں ادا کی جا سکتی۔

(۱۸) دسویں تاریخ کی رمی کے بعد اس ترتیب سے رمی کرنا مسنون ہے پہلے اس حجرہ کی جو مسجد خیف سے قریب ہے پھر اس کی جو اس سے قریب ہے پھر حجرۃ العقبہ کی۔

(۱۹) پہلے اور دوسرے حجرہ کی رمی کے بعد بقدر قرآنہ سورۃ فاتحہ کے کھڑا رہنا اور تحمید و تہلیل اور تکبیر اور دو پڑھنے میں مصروف ہونا اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مستحب ہے۔

(۲۰) پہلے اور دوسرے حجرہ کی رمی کو پیادہ یا افضل ہے اور حجرۃ العقبہ کی سوار ہو کر۔

(۲۱) رمی سے فراغت کر کے جب مکہ مکرمہ آنے لگے تو تھوڑی دیر کے لئے محصب میں

اترنا مسنون ہے۔

حلق و تقصیر

(۱) دسویں تاریخ کو حجرۃ العقبہ کی رمی کے بعد حلق یا تقصیر واجب ہے، سر کے لئے حلق افضل ہے اور عورت کو تقصیر چاہیے۔

(۲) تقصیر میں صرف چوتھائی سر کے بال سے بقدر ایک انگل کے کتر و ادینا کافی ہے اور پونے سر کے بالوں سے ایک ایک انگل کتر و ادے تو اولیٰ ہے۔

(۳) جو شخص گنجا ہو یا اس کے سر میں زخم ہوں تو صرف استرہ کا سر پر پھروالینا اس کے لئے

ضروری ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص نورہ وغیرہ یعنی کسی تیزاب کے بال اڑا دے تو یہ بھی کافی ہے۔

(۵) حلق یا تقصیر کے بعد آدمی احرام سے باہر ہو جاتا ہے جیسے نماز میں سلام کے بعد تحریم سے باہر ہو جاتا ہے یعنی جو جو اشیا حالت احرام میں ممنوع تھیں اب جائز ہو جاتی ہیں، سوا عورتوں کے کہ وہ بند

لے عورتوں کا حلال ہونا بھی حلق یا تقصیر ہی کے سبب سے ہوتا ہے نہ کہ طواف زیارت کے سبب سے ہاں حلق و تقصیر

کا اثر عورتوں کی حلت کے بارہ میں کعبہ کے طواف زیارت کے بعد ظاہر ہوتا ہے، ۲۔

طواف زیارت کے حلال ہوتی ہیں

عمرہ

(۱) عمر بھر میں ایک بار سنت موکدہ ہے۔ (۲) عمرہ کے لئے کسی خاص زمانہ کی شرط نہیں جیسے کہ حج کے لئے ہے بلکہ جس وقت چاہے کر سکتا ہے، ہاں رمضان میں اس کا کرنا مستحب ہے اور نویں ذی الحجہ کو اور اس کے بعد چار دن تک جدید احرام سے عمرہ کرنا مکروہ ہے (۳) عمرہ کا حال بالکل حج کے مثل ہے وہی طریقہ احرام کا وہی فرائض وہی واجبات وہی محرمات وہی منسرات سوا ان چند امور کے، عمرہ کے لئے وقت مقرر نہیں، عمرہ میں طواف قدوم و طواف وداع نہیں، عمرہ میں مزدلفہ اور عرفات کا وقت نہیں اور نہ رمی ہے، عمرہ میں نہ کوئی خطبہ ہے اور نہ دو نمازوں کا ایک ساتھ پڑھنا، عمرہ کے فاسد کرنے سے یا حالت جنابت میں عمرہ کا طواف کر لینے سے اونٹ یا گائے کی قربانی واجب نہیں ہوتی بلکہ ایک بکری کی قربانی کافی ہے، عمرہ کی میقات تمام لوگوں کے لئے حل ہے۔

قرآن

(۱) قرآن افراد اور تمتع دونوں سے افضل ہے، قرآن کا طریقہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں (۲) قرآن میں پہلے عمرہ کا طواف کرنا واجب ہے (۳) قارن کہ عمرہ کا طواف حج کے مہینوں میں کرنا ضروری ہے، اگر کل شو ط زمانہ حج میں نہ ہوں تو اکثر ضرور ہوں (۴) عمرہ کی سعی کے بعد حلق و تقصیر ممنوع ہے (۵) مستین ہے کہ قارن عمرہ کے تمام افعال سے فراغت کر کے حج کے افعال کرے اگر کوئی قارن عمرہ کا طواف اور حج کا طواف قدوم ایک ساتھ کر لے جو اس کے ایک ہی ساتھ دونوں کی سعی کر لے تو جائز ہے لیکن خلاف سنت ہونے کے سبب سے گتھگار ہوگا (۶) قارن پر دو سو یا تارح کی رمی

۱۱ اہل مکہ ماہِ رجب میں عمرہ کیا کرتے ہیں لیکن رمضان میں عمرہ کے مستحب ہونے کی وجہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ ادب فی رجب میں یہ لکھی ہے کہ ابن زبیر نے رمضان میں کیا تھا اور سب کو حکم دیا تھا اور ظاہر ہے کہ صحابہ کا فعل بھی حجت ہے ۱۲ جدید احرام کی قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر عمرہ کا احرام پہلے سے کیا ہے تو ان دنوں میں اس کے ادا کرنے کی ممانعت نہیں، مثلاً کوئی شخص قارن ہو اور حج اس سے فوت ہو گیا ہو تو اس کو اس زمانہ میں عمرہ کر لینا جائز ہے ۱۳ بخلاف حج کے کہ اس کی میقات اہل مکہ کے لئے حرام ہے ۱۴۔

کے بعد قرآن کے شکر یہ میں ایک قربانی واجب ہے اگر قربانی میسر نہ ہو تو اس کے بدلے میں دس روپے رکھنا واجب ہیں، تین دسویں تاریخ سے پہلے اور سات ایام تشریق کے بعد (۷) اگر کوئی قارن عمرہ کے پورے یا اکثر طواف سے پہلے عرفات میں وقوف کرے تو اس کا عمرہ باطل ہو جائے گا اور اس باطل کرنے کے سبب سے ایک قربانی اس کو کرنی پڑے گی اور اس عمرہ کی ایام تشریق کے بعد قضا بھی اس پر ضروری ہوگی اور اب وہ قارن نہ رہے گا بلکہ مفرد ہو جائے گا لہذا قرآن کے شکر یہ میں جو قربانی واجب ہوتی تھی وہ اس پر واجب نہ ہوگی۔

تمتع

(۱) تمتع افراد سے افضل ہے، تمتع کی دو قسمیں ہیں، ایک تو یہ کہ اپنے ہمراہ ہدیٰ لائے دوسرے یہ کہ ہدیٰ نہ لائے، پہلی قسم دوسری سے افضل ہے، تمتع کا طریقہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

(۲) تمتع کے صحیح ہونے کے لئے آٹھ شرطیں ہیں، عمرہ کا پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ حج کے مہینوں میں ہو، اگر کسی شخص نے رمضان میں عمرہ کا احرام باندھ کر صرف تین شوط اس کے طواف کے کئے ہوں اور چار شوط شوال میں کرے تب بھی اس کا تمتع صحیح ہوگا، عمرہ کا احرام حج سے پہلے کرے، حج کے احرام سے پہلے عمرہ کا پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ ادا کرے، عمرہ کا اور حج کا فاسد نہ کرنا، عمرہ اور حج کے احرام کے درمیان میں المام نہ کرے، عمرہ اور حج دونوں کا طواف ایک ہی سال میں ادا کرے، اگر کوئی شخص ایک سال عمرہ کا طواف کرے اور دوسرے سال حج کا تو وہ

۱۵ اگر کسی وجہ سے کوئی شخص دسویں تاریخ سے پہلے روزہ نہ رکھ سکے تو پھر اس پر قربانی ضروری ہو جائے گی اب کوئی اس کا بدل اس کے لئے نہیں ہو سکتا، بہتر یہ ہے کہ یہ روزے اور تیز روزہ سات روزے جو بعد ایام تشریق کے رکھے جائیں پے در پے رکھے جائیں بشرطیکہ ضعف کا خیال نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ پہلے روزے اس طرح رکھے جائیں کہ آخری روزہ نویں تاریخ کو پڑے ۱۲

۱۶ المام کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد اپنے گھر واپس چلا جائے اور پھر مکہ لوٹنے کی کوئی شرعی ضرورت اس کو نہ ہو، شرعی ضرورت کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ وہ ہدیٰ اپنے ہمراہ لایا ہو۔ ہدیٰ کی صورت میں دسویں تاریخ سے پہلے احرام کے باہر ہونا جائز نہیں لہذا اس کو پھر واپس آنا چاہیے، دوسری صورت یہ کہ بغیر حلق و تقصیر کے چلا گیا ہو، حلق کا خاص حرم کے اندر ہونا ضروری ہے اس لئے اس کو پھر واپس آنا پڑے گا۔

تمتع نہ کھلانے کا اگرچہ اس نے المام بھی نہ کیا ہو اور دوسرے سال تک احرام سے بھی باہر نہ ہو، مگر وطن نہ ہو، حجاج کے پہننے شروع ہوں تو وہ مکہ میں غیر محرم نہ ہو اور نہ ایسا محرم ہو کہ عمرہ کا اکثر طواف زمانہ حج سے پہلے کر چکا ہو، ہاں اگر کوئی شخص عمرہ کا طواف زمانہ حج سے پہلے کر کے اپنے وطن چلا گیا ہو پھر دوبارہ اگر اس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۳) تمتع اگر ہڈی نہ لایا ہو تو عمرہ کی سعی کے بعد حلق یا تقصیر کر لے اور احرام سے باہر ہو جائے اس کے بعد حج کے لئے جدید احرام باندھے اور بہتر تو یہ ہے کہ آٹھویں تاریخ سے پہلے حج کا احرام باندھے نہ ہو سکے تو آٹھویں کو ہی اگر نہیں کو باندھے تب بھی جائز ہے اور اگر اپنے ہمراہ ہڈی لایا ہو تو پھر دسویں تاریخ سے پہلے احرام سے باہر نہ ہو، دسویں تاریخ کو ہڈی کی قربانی کر کے احرام سے باہر ہو اور حج کا احرام باندھے اور اس کی میقات اب وہی ہے جو اہل مکہ کی ہے یعنی ترم۔

(۴) تمتع کو طواف قدوم کرنا مسنون نہیں اور طواف زیارت میں اس کو رمل کرنا چاہیے۔
(۵) قارن کی طرح تمتع پر بھی قربانی واجب ہے، نہ بیستر ہو تو اسی طرح دس روزے رکھنا چاہئیں، تمتع اور قران اہل مکہ اور تمام ان لوگوں کے لئے جو داخل میقات رہتے ہوں مگر وہ تحریمی ہے، تمتع تو بائبل صحیح ہی نہیں اور قران صحیح تو ہے مگر کراہت تحریمیہ کے ساتھ زیادہ تحقیق و تفہیم اس مسئلہ کی ردالمحتار میں ہے۔

عورتوں کے حج و عمرہ کا بھی یہی طریقہ ہے صرف ان چند باتوں میں فرق ہے۔

(۱) احرام کی حالت میں وہ اپنے سر کو بند رکھیں اور صرف منہ کو کھلا رکھیں اور منہ کے کھلا کھنے کا مغلّب یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز اس پر نہ ڈالیں جو اس سے مس کرے بلکہ منہ پر لکڑی وغیرہ کی تیلیاں رکھ کر اپنے سر سے کپڑے ڈال لیں، تاکہ کپڑا منہ سے ہٹا ہوا ہے۔

(۲) حالت احرام میں سلاہو اکپڑا اور سوزے اور زیور پہنانا ان کو ممنوع نہیں۔

(۳) تلبیہ بلند آواز سے نہ کریں بلکہ آہستہ آواز سے۔

(۴) طواف کے وقت اضطباع نہ کریں۔

(۵) طواف میں رمل نہ کریں۔ (۶) میلین اخضرین کے درمیان دو طوافیں نہیں۔

(۷) حلق نہ کرائیں بلکہ بالوں کا چوتھائی حصہ کتر وادیں، سب بالوں کا چوتھائی کتر وادیں

تو بہتر ہے ورنہ چوتھائی سر کے بالوں کی چوتھائی تو ضرور ہی کتر وادیں۔

(۸) ازدہام اور بیخ کے وقت حجر اسود کا استلام نہ کریں (۹) اگر عورت کو حیض یا نفاس

لے عورت کے لئے اجنبی لوگوں سے منہ کا چھپانا (۱۰) باقی حاشیہ صفحہ ۵۶۵ پر دیکھئے

ہو جائے تو وہ سوا طواف اور سعی کے تمام افعال حج کے بجائے صرف طواف اور سعی نہ کرے کیونکہ طواف میں مسجد کے اندر داخل ہونا پڑتا ہے اور حیض و نفاس والی عورت کو مسجد کے اندر داخل ہونا ممنوع ہے، رہ گئی سعی سو وہ طواف کی تاریخ ہے جب طواف نہ کیا تو سعی بھی نہ کرے پھر اگر تیرہویں تاریخ تک اس کو اپنے حیض سے ایسے وقت طہارت حاصل ہو جائے کہ چار شوط طواف کے کر سکتی ہے تو فوراً اور غسل کے طواف زیارت کرے اگر تاخیر کرے گی تو ایک بدنہ کی قربانی اس پر واجب ہو جائے گی ہاں اگر تیرہویں تاریخ کو بھی پاک نہ ہو تو پھر طواف زیارت کی تاخیر سے اس پر گناہ نہ ہوگا کیونکہ وہ معذور ہے۔

جنایتوں کا بیان

جنایت کے معنی لغت میں برا کام کرنا۔ اور اصطلاح شریعت میں فعل حرام کا ارتکاب خواہ مال سے تعلق رکھتا ہو مثل اس کے کہ کسی کی کوئی چیز بغیر اس کی مرضی کے لے لی جائے یا جسم سے تعلق رکھتا ہو مثل ترک نماز اور شراب خوری وغیرہ کے مگر فقہاء کی اصطلاح میں جنایت خاص اسی فعل حرام کو کہتے ہیں جو جسم سے تعلق رکھتا ہو۔

لیکن حج کے بیان میں جنایت سے مراد وہ فعل حرام ہے جس کی حرمت احرام کے سبب سے ہو یا حرم کے سبب سے، اب پہلے ہم ان جنایتوں کو بیان کرتے ہیں جو احرام کے سبب سے ہیں، اس کے بعد ان جنایتوں کو بیان کریں گے جو حرم کے سبب سے ہیں۔

احرام کی جنایتیں

ان میں بعض ایسی ہیں کہ ان کے ارتکاب سے صرف ایک قربانی واجب ہوتی ہے بعض ایسی ہیں کہ ان کے ارتکاب سے دو قربانیاں واجب ہوتی ہیں، بعض ایسی ہیں کہ جن سے صرف صدقہ واجب ہوتا ہے، پھر کسی سے تو نصف صلح گیموں کسی سے اس سے بھی کم اور بعض ایسی ہیں کہ ان سے ایک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۴ کا) ضروری ہے ہنایہ میں اس کو واجب لکھا ہے اور محیط میں لکھا ہے کہ ان

مسئلہ سے معلوم ہوا کہ عورت کو بلا ضرورت اجنبیوں کے سامنے اپنا چہرہ کھولنا منع ہے اور ایسا ہی فتاویٰ قاضی خاں میں بھی ہے اور بجز الراجح میں ہے کہ اگر وہاں کوئی اجنبی ہو تو منہ کا چھپانا مستحب ہے اور اگر کوئی اجنبی ہو تو منہ کا چھپانا واجب ہے

خاص چیز کی قیمت کا ادا کرنا واجب ہوتا ہے لہذا ہم ہر ایک کی تفصیل علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔
 (ایک قربانی کی جنابتیں) (۱) خوشبو کا استعمال کرنا، اگر خوشبو زیادہ ہے تو پھر حال ایک قربانی واجب ہوگی اور اگر کم ہے تو اس میں یہ شرط ہے کہ پورے ایک عضو میں جو بہت چھوٹا مانہ ہو مثل کان ناک وغیرہ کے خوشبو کا استعمال کرے جیسے ہاتھ پیر سرد وغیرہ اگر خوشبو کم ہو اور پورے ایک ایک بڑے عضو میں نہ لگائی گئی ہو بلکہ آدھے عضو میں مثلاً کسی چھوٹے عضو میں تو قربانی واجب نہ ہوگی، اگر کوئی شخص کسی خوشبودار چیز کو کھا کر منہ کو خوشبودار کرے تو اس پر بھی قربانی واجب ہوگی بشرطیکہ وہ خوشبو خالص ہو کسی دوسری چیز کی آمیزش اس میں نہ ہو اور اگر خوشبو کسی دوسری چیز میں ملا دی گئی ہو اور وہ چیز کھانے پینے کی ہو جیسے حلوہ یا شربت وغیرہ تو اگر وہ کچی ہوئی شے ہے تو کسی حالت میں اس کو خوشبو کا حکم نہ دیا جائے گا خواہ خوشبو غالب ہو یا مغلوب اور اگر وہ کچی ہوئی چیز نہیں ہے تو کھانے کی چیز میں اس کے غلبہ کا اعتبار کیا جائے گا، اگر خوشبو غالب ہے تو اس کو خوشبو کا حکم دیا جائے گا نہیں تو نہیں اور پینے کی چیز میں خواہ خوشبو غالب ہو یا نہیں بہر حال اس کو خوشبو کا حکم دیا جائے گا ہاں اتنا فرق ہے کہ اگر غالب ہوگی تو قربانی واجب ہوگی اور غالب نہ ہوگی تو صدقہ واجب ہوگا غالب نہ ہونے کی صورت میں اگر کسی بار پتے گا تب بھی قربانی واجب نہ ہوگی، اور اگر وہ چیز جس میں خوشبو ملائی گئی ہے نہ کھانے کی ہو نہ پینے کی بلکہ ایسی چیز ہو جو بدن میں لگائی جاتی ہے مثل صابن، موم، روغن وغیرہ کے تو اس کا یہ حکم ہے کہ اگر اس کو دیکھ کر لوگ کہیں کہ یہ صابن ہے یا موم یا روغن ہے تب اس میں صدقہ واجب ہوگا اور اگر اس کو دیکھ کر لوگ کہیں کہ یہ خوشبو ہے تو قربانی واجب ہوگی۔

اگر ایک ہی مجلس میں پورے بدن پر خوشبو لگائے تو ایک ہی قربانی واجب ہوگی اور اگر مختلف مجالس میں پورے بدن پر لگائے تو جے مرتبہ خوشبو لگائے گا ہر مرتبہ کے عوض میں

۱۔ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ غلبہ معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہے بعض تو کہتے ہیں کہ اگر خوشبو مل جانے کے بعد اس مرکب میں ویسی ہی خوشبو آئے جیسی اس خالص خوشبو میں تھی تو سمجھا جائے گا کہ خوشبو غالب ہے ورنہ سمجھا جائے گا مغلوب ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ مقدار کا لحاظ کیا جائے اگر خوشبو کی مقدار زیادہ ہے تو وہ غالب سمجھی جائے گی ورنہ مغلوب، اسی کو رد المحتار میں ترجیح دی ہے ۱۱۔

۲۔ اس خوشبو کا حکم ہے جو بعد احرام کے لگائی گئی ہو ورنہ اگر قبل احرام کے لگائی گئی ہو اور اس (بقیہ صفحہ ۵۶۷ پر دیکھیے)

کہ تداویز واجب ہوگی ان میں مرتبہ کی خوشبو کم ہوگی اور پورے ایک عضو میں نہ لگائی گئی ہوگی اس کے عوض میں قربانی واجب نہ ہوگی۔

اگر کسی نے خوشبو لگانے کے بعد قربانی کر لی مگر اس خوشبو کو جسم سے زائل نہیں کیا تو پھر دوسری قربانی واجب ہوگی خوشبو دار لباس کے استعمال سے بھی قربانی واجب ہوتی ہے مگر جب پورے ایک دن اس کو پہنے رہے اور خوشبو زیادہ ہو یا ایک بالشت مزین میں لگی ہو خوشبو کا استعمال ہر حالت میں قربانی کو واجب کرتا ہے گو بطور دوا کے استعمال کی جائے اور خوشبو دار چیز کا مثل پھول عطر وغیرہ کے استعمال کرنا مکروہ ہے۔

(۲) رقیق مہندی کا استعمال خواہ سر میں لگائے یا وارٹھی میں یا ہاتھ پر وغیرہ میں۔

(۳) روغن زیتون یا روغن کنجد کا لگانا، ان دونوں تیلوں کے کھانے سے یا دوا استعمال کرنے

سے کوئی جنایت نہیں ہوتی۔

(۴) سنے ہوئے کپڑے کا موافق رواج اور عادت کے استعمال کرنا۔ اس میں یہ شرط ہے کہ پورے

ایک دن یا پوری ایک رات اس کو پہنے رہے اس سے کم میں قربانی واجب ہوگی، بلکہ صدقہ۔ ایک کپڑا سلا ہو اپنے یا کسی ہر حال میں قربانی واجب ہوگی، اگر کوئی شخص ایک دن رات سے زیادہ پہنے تب بھی ایک ہی قربانی واجب ہوگی خواہ درمیان میں اتار بھی ڈالا کرے ہاں اگر ایک مرتبہ پہن کر اتارے اور اتارنے وقت یہ نیت کرے کہ میں اب نہ پہنوں گا تو پھر دوبارہ پہننے سے دوسری قربانی واجب ہوگی، اسی طرح اگر ایک مرتبہ پہن کر اس کا کفارہ دیدے اور بعد اس کفارہ کے اتار کر دوبارہ پہنے یا اتارے ہی نہیں تو پھر دوسری قربانی واجب ہوگی۔

اگر کسی ضرورت سے سلا ہوا کپڑا پہنا تھا اور جب اس ضرورت کے زائل ہو جانے کا یقین یا گمان غالب ہو گیا تب بھی اس کو پہنے رہا تو دوسری قربانی کرنی ہوگی۔ اسی طرح جس ضرورت سے پہنا تھا وہ ضرورت جاتی رہے اور معاً دوسری ضرورت پیدا ہو جائے تب بھی دوسری قربانی واجب ہوگی۔

(۵) سر کا یا منہ کا ڈھانکنا کسی ایسی چیز سے کہ عادتاً اس سے ڈھانکنے کا رواج ہو۔ مثل

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۶) کا اثر جسم پر بعد احرام کے باقی رہ جائے تو کچھ جنایت نہیں ۱۲

۱۳ رقیق مہندی کے استعمال کی قید اس لئے ہے کہ اگر مہندی کا ٹھیکہ ہوگی تو اس سے دو قربانیاں واجب ہوں گی جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا ۱۲ اس سے پس اگر کوئی شخص کرنا کو اس (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۶) دیکھئے

رہے۔ ان میں چھتری وغیرہ کے جھانڈے ان کے باوجود شخصوں کی پشت سے یا اور کسی شے سے بس سے ڈھانکنے کا دستور نہ ہو اپنے سر کو ڈھانکنے کے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

چوتھائی سر یا چوتھائی منہ کا ڈھانکنا مثل پورے ڈھانکنے کے ہے۔ اس میں بھی یہ شرط ہے کہ ایک دن یا رات ڈھانکے رہے جیسا کہ سلعے ہوئے کپڑے میں بیان ہو چکا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی ضرورت سے سر یا منہ کو ڈھانکے یا کوئی سلاہ یا کپڑا پہنے تو اس پر بھی قربانی واجب ہوگی اور جب اس کو معلوم ہو جائے کہ اب ضرورت جاتی رہی اس کے بعد پھر بھی وہ ڈھانکے رہے یا اس لباس کو پہنے رہے تو دوسری قربانی اس پر واجب ہوگی۔

(۶) سر یا ڈاڑھی کے بالوں کا دور کرنا خواہ منڈوا کر یا کسی اور طریقہ سے مثل دوا وغیرہ کے چوتھائی سر اور چوتھائی ڈاڑھی کا بھی وہی حکم ہے جو پورے سر اور پوری ڈاڑھی کا ہے۔

(۷) پوری ایک بفلہ یا زیر ناف یا گردن کے بالوں کا دور کرنا۔

(۸) ہاتھوں یا پیروں کے ناخنوں کا کتر وانا، اگر ہاتھ اور پیر دونوں کے ناخن ایک ہی مجلس میں کتر وائے جائیں تو ایک ہی قربانی واجب ہوگی اور اگر علیحدہ علیحدہ مجلسوں میں کتر وائے تو دو قربانیاں واجب ہوں گی اور ایک ہاتھ یا ایک پیر کے ناخنوں کے کتر وانے کا بھی وہی حکم ہے جو دونوں ہاتھوں یا دونوں پیروں کے ناخنوں کے کتر وانے کا ہے۔

(۹) پچھنے لگوانے کی جگہ کے بال منڈوا کر پچھنے لگوانا۔

(۱۰) طواف کا بحالت جنابت کرنا خواہ کوئی طواف ہو فرق یہ ہے کہ طواف زیارت کے بحالت جنابت ادا کرنے میں ایک گائے یا اونٹ کی قربانی کرنی ہوگی اور اس کے سوا اور کسی طواف میں صرف ایک بکری یا بھیر۔

(۱۱) طواف زیارت کا حدیث اصغر کی حالت میں کرنا۔

(۱۲) عمرہ کا طواف جنابت یا حدیث اصغر کی حالت میں کرنا خواہ پورا طواف اس حالت میں کرے یا صرف ایک ہی شوط، اسی طرح عمرہ کے طواف کا کوئی ایک شوط ترک کر دینا۔

(۱۳) غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے چل دینا اور اس کے حدود سے باہر ہو جانا۔ اگر کوئی

رہنہ حاشیہ صفحہ ۵۶۷ کا) طرح پہنے کہ آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے صرف گریبان میں سڑالے

تو کچھ جنابت نہیں ۱۲۔

شخص غروب آفتاب کے بعد چلا جائے تو اس پر کچھ جنایت نہیں، اگرچہ امام ابھی نہ چلا ہو، اسی طرح جو شخص غروب آفتاب سے پہلے چل دے اس پر قربانی واجب ہے اگرچہ امام کے ہمراہ ہو، اور اگرچہ اس کی سواری بغیر اس کی تحریک کے بھاگ نکلے۔

(۱۴) طواف زیارت کے ایک یا دو یا تین شوٹوں کا ترک کر دینا اگر تین سے زیادہ چھوڑ دے گا تو پھر قربانی سے اس کی تلاقی نہیں ہو سکتی بلکہ اس طواف کا اعادہ اس پر ضروری ہے، اگر اعادہ نہ کیا تو جماع کے حق میں ہمیشہ محروم رہے گا اور جب جماع کیا کرے گا ایک قربانی واجب ہو کرے گی بشرطیکہ یہ تعدد جماع کا مجالس متعددہ میں ہو۔ ایک ہی مجلس میں کئی بار جماع کرنے سے ایک ہی قربانی واجب ہوگی، ہاں اگر پہلے جماع سے نیت احرام کے توڑنے کی کر لی ہو اور مسئلہ سے ناواقف ہو تو پھر ایک ہی قربانی واجب ہوگی اگرچہ مجالس بھی متعدد ہو جائیں (در مختار - رد المحتار)

(۱۵) طواف وداع کے کل شوٹوں یا چار شوٹوں کا ترک کر دینا، اگر کوئی شخص بغیر طواف وداع کے ہوتے مکہ سے چل دیا لیکن ابھی میقات سے باہر نہیں ہوا تو اس پر واجب ہے کہ لوٹ آئے اور طواف وداع کرے اور اگر میقات سے باہر نکل گیا ہے تو اس کو اختیار ہے چاہے لوٹ کر طواف وداع کو ادا کر لے اور چاہے اس کے بدلے قربانی کر دے، لوٹنے کی صورت میں چاہیے کہ عمرہ کا احرام باندھ کر لوٹے، طواف وداع میں اس تاخیر سے کوئی جنایت نہ ہوگی کیونکہ اس طواف کا کوئی وقت مقرر نہیں۔

(۱۶) سعی کے کل شوٹوں یا اکثر شوٹوں کا ترک کر دینا۔

(۱۷) سعی میں بلا عذر سدوار ہو جانا۔

ان دونوں صورتوں میں اگر کوئی شخص پھر سعی کا اعادہ کر لے گا تو یہ اعادہ بعد احرام سے باہر ہو جائے

لہ مسئلہ یہ ہے کہ احرام توڑنے کی نیت سے یا بغیر اس نیت کے اگر کوئی شخص خلاف احرام افعال کا ارتکاب کرے تو اس سے احرام نہیں ٹوٹتا بلکہ جنایت ہوتی ہے، نماز کا ساحل نہیں ہے کہ کوئی فعل مخالف تحریمہ سے اگر کرے تو تحریمہ فاسد ہو جائے، ان اگر عذر شرعی لاحق ہو گیا ہے جس میں شریعت کی طرف سے باہر ہو جائے گا حکم ہے تو اس صورت میں البتہ احرام کے مخالف افعال نہ نیت ترک احرام کرنے سے احرام ٹوٹ جائیگا ان عذر میں کی تفصیل احصاء کے بیان میں انشاء اللہ آئیگی، ان اس قدر فرما کر کہ باوجود مسئلہ جاننے کے کہ جنایات کا ارتکاب کرنا توہین جنایت کا کفارہ دینا پڑتا اب صرف ایک ہی کفارہ دینا پڑے گا۔

لہ عمرہ کا احرام باندھ کر لوٹنے کا حکم اس سبب سے ہے کہ صورت مفروضہ میں وہ شخص میقات سے باہر چلا گیا ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ میقات کے اندر بغیر احرام باندھے داخل ہونا منع ہے ۱۲

اور منافی احرام افعال کے ارتکاب کے بعد کیوں نہ ہو تو قربانی واجب نہ ہوئی۔ (بجرا میں)

(۱۸) وقوف مزدلفہ کا ترک کر دینا۔

(۱۹) رمی کا یا سکل ترک کر دینا یا کسی ایک دن کی پوری رمی کا ترک کر دینا یا کسی دن کی رمی کے اکثر حصہ کا ترک کر دینا مثلاً سات کنکری کی جگہ تین کنکری مارے۔

(۲۰) حرم سے باہر حلق یا تقصیر کرانا۔

(۲۱) حج مفرد کے حلق یا تقصیر میں یا طواف زیارت میں دسویں ذیحجہ سے تاخیر کریں۔

(۲۲) عورت کا پیرسہ لینا یا مباحثت فاحشہ کرنا یا پشہوت اس کو مس کرنا یا اسی کے مثل کوئی اور فعل کرنا خواہ انزال ہو یا نہ ہو اور اسی طرح استمناء اور جماع بہیمہ بھی موجب جنابت ہے مگر اگر دونوں میں انزال شرط ہے۔

(۲۳) وقوف عرفات کے بعد اور طواف زیارت سے پہلے جماع کرنا، اس میں اس قدر تفصیل ہے کہ اگر یہ جماع حلق یا تقصیر سے پہلے ہوا ہے تو ایک گائے یا اونٹ کی قربانی کرنی ہوگی اور بعد حلق کے بکری یا بھیر کی۔

(۲۴) جن مناسک میں کہ ترتیب واجب ہے ان کی ترتیب بدل دینا۔

(۲۵) قارن کا ذبح سے پہلے یاری سے پہلے حلق کر لینا۔

۱۱۔ رمی کا ترک جب ہی سمجھا جائے کہ جب چودہویں تاریخ کو آفتاب غروب ہو جائے اور اس نے رمی نہ کی ہو کیونکہ چودہویں تاریخ کی تمام تک رمی کا زمانہ باقی ہے ایک دن کی چھوٹی ہوئی رمی دوسرے دن وہ ادا کر سکتا ہے۔ ہاں بعد چودہویں تاریخ پھر رمی کا زمانہ باقی نہیں رہتا ۱۲۔ مثلاً دسویں تاریخ کو سات رمی ہیں وہ بھی صرف جبرہ عقبہ کی تو اس میں سے چار ترک کر کے باقی دنوں میں ہر دن اکیس اکیس رمی ہیں تو ان میں سے مثلاً گیارہ رمی ترک کر کے خواہ یہ گیارہ رمی جو ترک کی گئی ہیں کچھ تینوں کی ہوں یعنی چار ایک کے چار دوسرے کی تین تیسرے کی یا کسی جبرہ کی پوری ہوں اور کسی کی بعض بہر صورت ایک قربانی واجب ہوگی ۱۲۔

۱۳۔ استمناء ننگانہ جماع بہیمہ جانور سے فعل بد کرنا ۱۲۔

۱۴۔ اس صورت میں قارن پر دو قربانیاں واجب ہوتی ہیں مگر ایک تو قرآن کے شکرے کی ہے لہذا اس کا ذکر بیجا ہے اور ہو چکا ہے۔ دوسری جنابت کے سبب سے ہے اسی کا یہاں ذکر کیا گیا۔ صاحب ہدایہ نے دو قربانیاں جنابت کے سبب قرار دی ہیں اس پر لوگوں نے ان کی تعلیط کی ہے پھر صاحب بجا الرایق وغیرہ نے ان کی عبارت کی توجیہ بھی کی ہے ۱۲۔

(۲۶) بعد حج کرنے کے بغیر حلق کرانے حرم سے باہر چلا جانا اور پھر بارہویا ذبیحہ کے بعد لوٹنا۔
اگر حرم کے باہر جا کر بارہویا تاریخ کے اندر اندر پھر حرم میں آکر حلق کرالیا تو کچھ جنایت نہیں۔

دو قربانی کی جنائتیں

(۱) گاڑھی مہدی کا یا اور کسی قسم کی خوشبودار چیز کا سر میں لگانا۔ بشرطیکہ وہ چیز گاڑھی ہو اور پورے سر میں پا چوتھائی سر میں لگائی جائے اور یہ قدر ایک دن رات کے لگی رہے، ایک قربانی تو بسبب استعمال خوشبو کے اور دوسری بسبب سر ڈھانکنے کے مگر یہ مرد کا حکم ہے عورت پر ایک ہی قربانی ہوگی خوشبو کے استعمال کے سبب سے سر ڈھانکنا تو اس کے حق میں جنایت ہی نہیں۔

(۲) قارن کی وہ جنائتیں جن کے کرنے سے مفرد پر ایک قربانی واجب ہوتی ہے۔

(۳) جو تمتع اپنے ہمراہ ہدیٰ لایا ہو اس کی وہ جنائتیں جن کے کرنے سے مفرد پر ایک قربانی واجب ہوتی ہے جو تمتع اپنے ہمراہ ہدیٰ نہ لایا ہو وہ اگر عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد عمرہ کے احرام سے باہر نہ ہو جائے تو اس پر بھی ہر ایسی جنایت کے کرنے سے دو قربانیاں واجب ہوں گی۔

ان جنایتوں کا بیان ہو چکا جن سے قربانی واجب ہوتی ہے لہذا یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جہاں قربانی کا لفظ بغیر کسی جانور کی تخصیص کے استعمال کیا گیا ہے وہاں بکری بھی مراد ہے اور اگر گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ اس کے عوض میں دیا جائے تب بھی کافی ہے بشرطیکہ جتنے لوگ اس گائے یا اونٹ میں شریک ہوں سب کی نیت بغرض ثواب ذبح کرنے کی ہو اگر کوئی شریک اپنے کھانے کے واسطے یا گوشت بیچنے کے لئے ذبح کرنا چاہے تو پھر کافی نہ ہو گا اور جہاں جانور کی تخصیص کر دی گئی ہے وہی خاص مراد ہے اور تخصیص جانور کی صرف دو جگہ کی گئی ہے، ایک تو نمبر (۱) میں دوسری نمبر (۲) میں اور صرف انہیں دونوں مقامات میں پوری گائے یا اونٹ کی قربانی ہے اور کہیں نہیں اور

۱۔ قارن پر اور نیز تمتع مذکور پر دو قربانیاں اس سبب سے ہوتی ہیں کہ وہ دو احرام میں مقید ہے ایک تو عمرہ کا دو سراج کا ایک جنایت کے ارتکاب سے اس نے دو احراموں کے خلاف کیا تو یاد دو جنائتیں ہیں، اسی سبب سے جو تمتع اپنے ہمراہ ہدیٰ نہیں لایا اگر غیر عمرہ کے احرام سے باہر ہو کے یا حج کا احرام باندھ لے تو اس پر بھی دو قربانیاں واجب کی گئی ہیں ۱۲
۲۔ صاحب بھرا لائق نے لکھا ہے کہ اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ اس جگہ قائم مقام ایک بکری کے نہیں ہو سکتا مگر محققین نے انکے اس قول کو قبول نہیں کیا اور خود انھوں نے بھی باب اہدیٰ میں جا کر اسکے خلاف لکھ دیا ہے ۱۳۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان تمام قربانیوں میں وہ سب شرطیں ملحوظ ہیں جو عید الفصحی کی قربانی میں ہیں مثل
عمر کی ایک خاص مقدار اور معائب سے سالم ہونے وغیرہ کے۔

اصطلاحاً ہم ان جنابتوں کا بیان کرتے ہیں جن کے ارتکاب سے صلیب رقم دینا پڑتا ہے، یہ بات
ذہن نشین رہے کہ جہاں کوئی خاص مقدار صدقہ کی نہ بتائی جائے وہاں ایک مقدار صدقہ فطر کی مراد
یعنی نصف صاع گیہوں وغیرہ۔ اور صدقات کی مقدار میں یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ جب کسی وجہ سے ان
کی قیمت قربانی کے برابر ہو جائے تو وہ صدقات کے متعدد ہونے کے سبب سے یا قربانی کے ازالہ
ہونے کی وجہ سے تو صدقہ کی مقدار واجب میں سے اس قدر کم کر دینا چاہیے کہ باقی مقدار کی قیمت
تصیر باقی سے کم رہ جائے۔ (روا مختار وغیرہ)

اب وہ جنابتیں شروع ہوتی ہیں جن سے صدقہ واجب ہوتا ہے (۱) قلیل مقدار کی خوشبو کا
ایک عضو سے کم میں استعمال کرنا اور اسی طرح قلیل مقدار کی خوشبو کا کسی لباس کے ایک بالشت
مرز سے کم میں لٹکا کر اس کو استعمال کرنا اگرچہ پورے ایک دن یا ایک رات کے بہ قدر استعمال
کریے یا خوشبو قلیل نہ ہو بلکہ کثیر ہو یا پورے ایک بالشت مرز میں لگی ہو مگر ایک دن یا ایک رات
سے کم اس لباس کا استعمال کرے۔

(۲) ایک دن یا ایک رات سے کم اپنے سر کا ڈھانکنا یا سلا ہو اکر پہننا۔ اس میں اس قدر
تفصیل ہے کہ اگر ایک گھنٹہ سے کم سر ڈھانکنا یا سلا ہو اکر پہننا تو صرف ایک مٹھی آٹا دینا ہوگا اور جو
پورا ایک گھنٹہ یا اس سے زیادہ تک ڈھانکے یا پہنے رہا تو نصف صاع۔

(۳) مونچھ کا منڈوانا یا سرواڑھی کے چوکھانی حصہ سے کم کا منڈوانا یا گردن کے کسی حصہ
کا منڈوانا بشرطیکہ تین بالوں سے زیادہ ہوں اگر صرف تین بال ہوں تو ہر بال کے عوض میں ایک مٹھی
آٹا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

اگر کوئی شخص گنجا ہو یا اس کے سر کے بال پہلے ہی سے گر کر یا اور کسی وجہ سے کم ہو گئے ہوں
حتیٰ کہ بقدر چوکھانی سر کے نہ ہوں تو وہ اگر پورا سر منڈوالے گا تب بھی صدقہ واجب ہوگا اسی طرح اگر

۱۔ خوشبو کی قلت و کثرت پہچاننے کا فقہانہ یہ قاعدہ کھلے ہے کہ نام طور پر اس کو دیکھ کر لوگ کہیں کہ کم ہے تو کم سمجھنا اور
اگر لوگ کہیں بہت ہے جیسے ایک چلو عرق کلاب یا ایک مٹھی مشک تو سمجھنا چاہیے کہ بہت ہے اور کھانے کی چیزوں میں
یکھلے ہے کہ اگر منہ کے اکثر حصہ میں لگ جائے تو کثیر ہے ورنہ قلیل ۱۲۔

اسی کی دائرہ صحن میں بہت ہی کم اہل ہوں کہ چوتھائی کی حد کو پہنچیں تو اس پر پوری دائرہ صحن منڈوا دینے میں بھی صدقہ واجب ہوگا (رد المحتار)

(۴) پانچ ناخنوں سے کم کا ترشوانا یا پانچ سے زیادہ کا مگر متفرق طور پر یعنی ہر عضو کے چار چار ناخنوں کا ہر ناخن کے عوض میں ایک صدقہ واجب ہوگا۔

(۵) طواف قدم یا طواف وداع یا اور کسی نفل طواف کا بیٹے و حضراتا کرتا ہر شوط کے عوض میں ایک صدقہ۔

(۶) پچھنے لگوانے کی جگہ کے بال بغرض پچھنے لگانے کے منڈوانا مگر پچھنے سے پچھنے لگوانا۔
(۷) طواف قدم یا طواف وداع یا سعی کے تین یا تین سے کم شیطوں کا ترک کر دینا ہر شوط کے عوض میں ایک صدقہ۔

(۸) ایک دن جس قدر می واجب ہیں ان میں سے نصف سے کم کا ترک کر دینا، مثلاً سو میں تاریخ کو صرف حجرۃ العقبہ کی سات رمی واجب ہیں ان میں سے تین ترک کر دے یا اور تاریخوں میں سب حجروں کو ملا کر اکیس رمی واجب ہیں ان میں سے دس ترک کر دے ہر کنکری کے عوض میں ایک صدقہ۔
(۹) کسی دوسرے شخص کا سر یا گردن موندنا یا اس کے ناخنوں کاٹنا۔ خواہ یہ دوسرا شخص محرم ہو یا غیر محرم۔

ان جنابتوں کا کبھی بیان ہو چکا جن کے ارتکاب سے صدقہ دینا پڑتا ہے لہذا اب چند باتیں اسی کے متعلق اور ہیں ان کو بھی یاد رکھنا چاہیے وہ یہ ہیں۔
اگر کوئی واجب ترک کیا جاتا ہے تو اگر پہلے عذر ترک کیا گیا ہے تو قربانی کرتی ہوگی اور بعد ترک کرنے میں کچھ نہیں۔ قربانی نہ صدقہ۔

اگر مجموعات احرام میں سے کسی چیز کا ارتکاب بلا عذر کیا جائے تو کہیں قربانی واجب ہوتی ہے کہیں صدقہ جیسا کہ گذشتہ بیان سے واضح ہو چکا اور کسی عذر سے ارتکاب کیا جائے تو اگر اس کے بے عذر ارتکاب سے قربانی واجب ہوتی تھی تو اب اختیار دیا جائے گا چاہے قربانی کرے چاہے قربانی کے بدلے چھ مسکینوں کو ایک ایک مقدار صدقہ فطر کی دیدے چاہے تین روئے رکھ لے جہاں چاہے

۱۔ افضل ہے کہ مسکین کے رہنے والے ہوں، ان مسکینوں کا چھ ہونا ضروری ہے، اگر کوئی شخص چھ مقدار صدقہ فطر کی تین یا چار مسکینوں کو دیدے تو کافی نہیں۔ ۱۲۔

رکھے اور جس وقت چاہے رکھے اور اگر اس کے بے عذر از نکاب سے صدقہ واجب ہوتا تھا تو اب اختیار دیا جائے گا چاہے صدقہ دیدے اور چاہے ہر صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھے۔

عذر کی مثالیں: بخار، سردی، زخم، دردِ سر جو تینوں وغیرہ عذر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہر وقت رہے نہ یہ ضروری ہے کہ اس سے خوف مر جانے کا ہو بلکہ صرف تکلیف اور مشقت کا ہونا کافی ہے، غطا اور نسیان اور بے ہوشی اور مجبور ہونا اور سونا اور مفلسی کا شملہ عذر میں نہیں ہیں بلکہ ان حالتوں جو جنایت صادر ہوگی اس کا کفارہ ضرور دینا ہوگا ہاں آخرت کا گناہ اس کے ذمہ نہ ہوگا۔

مفسد حج و عمرہ

دوقوف عرفات سے پہلے جماع یا لواطت کا مرتکب ہونا حج کو فاسد کر دیتا ہے خواہ انزال ہوا ہو یا نہیں، جماع و لواطت میں یہ شرط ہے کہ اس کیفیت سے واقع ہو کہ جس سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

۱۱ مثلاً کسی کو بخار چڑھا اور اس نے سر ڈھانک لیا یا کوئی سلا ہوا کپڑا پہن لیا۔ ۱۲۔

۱۲ مثلاً کسی کو سردی بہت معلوم ہوئی اور اس نے کوئی سلا ہوا کپڑا پہن لیا، بے سیاہوا گرم کپڑا کوئی اس کے پاس نہ تھا۔ ۱۳۔

۱۳ مثلاً زخم پر بچھا یا وغیرہ رکھنے کے لئے بال اس مقام کے منڈوانے یا کوئی خوشبودار مرہم اس مقام پر رکھا۔ ۱۴۔

۱۴ مثلاً دردِ سر کے رفع کرنے کے لئے کوئی خوشبودار ضماد استعمال کیا۔ ۱۵۔

۱۵ جو تین سر میں پڑ گئیں اور اس ضرورت سے اس نے بان منڈوا لے۔ ۱۶۔

۱۶ مثلاً کسی محرم سے کسی نے کہا کہ میں تجھ کو قتل کے ڈالتا ہوں نہیں تو تو اپنا سر منڈولے یا یہ خوشبودار لیا جس پہن لے۔ ۱۷۔

۱۷ مثلاً کسی محرم نے سونے کی حالت میں اپنا سر چادر میں ڈھانک لیا یا اور کوئی فعل کیا۔

۱۸ مفلسی سے مراد یہ ہے کہ کسی سے کوئی جنایت صادر ہوئی اور اس کی وجہ سے اس پر قربانی یا صدقہ واجب ہوا اور اس کے پاس اس قدر روپیہ نہیں ہے جو وہ قربانی کر سکے یا صدقہ دے سکے تو وہ شخص معذور نہ سمجھا جائیگا اس پر جو قربانی یا صدقہ واجب ہوا تھا واجب رہے گا ہاں یہ اس کو اختیار ہے کہ جب اس کو مفذور ہو تب کفارہ ادا کرے اور اگر مرتے

دم تک اتنی مفذرت حاصل نہ ہوئی تو امید ہے کہ حق تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے۔ ۱۹۔

۱۹ اس کیفیت کا بیان مفصل اپنی جلد میں ہو چکا ہے، حاصل اس کا یہ ہے کہ مرد کے خاص (بقیہ صفحہ ۵۷۵ پر دیکھیے)

بھولے سے ہو جائے یا مجبوری سے سونے کی حالت میں یا کسی نابالغ بچے سے اس کا وقوع ہو یا مجنوں سے بہر حال حج فاسد ہو جائے گا عورت اگر کسی جانور کا خاص حصہ اپنے خاص حصہ میں داخل کر لے یا کسی جانور یا آدمی کے خاص حصہ کو اپنے خاص حصہ میں داخل کر لے تب بھی اس کا حج فاسد ہو جائیگا ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ حج اگر فاسد ہو جائے تب بھی اس کا پورا کرنا ضروری ہے اور بعد پورا کرنے کے ایک قربانی کرنا بھی ضروری ہے، ایک قربانی جب ہی واجب ہوگی کہ ایک مرتبہ جماع کیا جائے یا کسی بار یا کئی عورتوں سے کیا جائے مگر مجلس ایک ہی ہو اگر مجالس متعدد ہوں گی تو یہ قدیمان کی تعداد کے قربانیاں بھی ہوں گی۔ (بحسب الرائی)

اس فاسد شدہ حج میں بھی تمام وہی رعایتیں ضروری ہیں جو صحیح حج میں کرنا پڑتی ہیں، پس اگر کسی ممنوع احرام کا ارتکاب کرے گا تو اس کا کفارہ دینا پڑے گا۔ اس فاسد حج کی قضا علی الفیرو واجب ہے یعنی سال آئندہ میں اس کی قضا کر لے اس سے زیادہ تاخیر نہ کرے، حج اگرچہ نفل ہو تب بھی اس کی قضا کرنی پڑے گی کیونکہ ہر عبادت گو وہ نفل ہو بعد شروع کرنے کے لازم و واجب ہو جاتی ہے ہاں نابالغ بچہ اور مجنوں پر اس حج کی قضا واجب نہیں (در المختار) عمرہ میں طواف کے چار شوط سے پہلے جماع و لو اطلت مفسد ہے، بعد چار شوط کے نہیں عمرہ فاسد ہو جائے تو اس کو بھی پورا کرے اور ایک قربانی کرے اور اس کی قضا کرے۔

شکار کی جزا

کسی جنگلی شکار کے قتل کرنے یا اس کے قتل میں اعانت کر لے سے جزا لازم ہوتی ہے، جزا سے

(بقیہ صفحہ ۵۷۴) حصہ کا سر یا بقدر اس کے کسی کے خاص حصہ میں یا مشترک حصہ میں داخل ہو جائے اور عورت بہت صغیر سن نہ ہو اور مرد اپنے خاص حصہ پر ایسا کپڑا وغیرہ نہ لپیٹے جو جسم کی حرارت محسوس ہونے کو مانع ہو ۱۲۔ شہ عورت کی قید اس لئے لگائی گئی کہ مرد اگر جانور کے ساتھ یہ فعل کرے تو اس کا یہ فعل مفسد حج نہ ہو گا کیونکہ جنایت کامل نہیں ہوتی بخلاف عورتوں کے کہ ان میں بوجہ زیادتی شہوت کے ان صورتوں میں بھی جنایت کامل ہو جائے گی ۱۳۔

۱۵۔ ہاں اگر دو شکار جماع سے اس حج فاسد کے توڑنے کی نیت کر لے اور مسئلہ نہ جانتا ہو تو پھر دوسرے جماع کے بعد جس قدر جماع ہوں گے ان میں کفارہ واجب نہ ہو گا جیسا کہ سابق میں گذر چکا ۱۴

مراد وہ قیمت ہے جو دو مسبہ آدمی اس شکار کی تجویز کریں اور یہ قیمت اسی مقام کے اعتبار سے ہو جہاں وہ شکار مارا گیا ہے یا اس کے قریب تر مقام کے اعتبار سے کیونکہ ایک چیز کی قیمت مختلف مقامات کے اعتبار سے بدل جاتی ہے اور نیز اس زمانہ کے اعتبار سے وہ قیمت ہو جس زمانہ میں وہ شکار مارا گیا ہے کیونکہ مختلف اوقات میں ایک چیز کی قیمت مختلف ہوتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷۵)۔ چنگی ان جانوروں کو کہتے ہیں جن کا توالتناسل خشکی میں ہوا ہو گوان کی بویاوش بانی میں ہو جیسے بھا اور مرغابی وغیرہ یہ سب چنگی جانور ہیں کیونکہ ان کے انڈے بچے خشکی میں ہوتے ہیں جو جانور چنگی نہ ہو بلکہ دریائی ہوں اس کا شکار حلال ہے اور حرام میں بھی جائز ہے خواہ اس کا کھانا جائز ہو یا نہیں ۱۲۔

۱۱۔ شکار اس جانور کو کہتے ہیں جو اصل غنقت میں وحشی ہو خواہ وہ کسی وجہ سے مانوس ہو گیا ہو جیسے ہرن کے پالنے سے مانوس ہو جاتا ہے مگر چونکہ وہ دراصل وحشی ہے اس لئے شکار کہلائے گا، فقہانے کیوٹر کو وحشی اطلاق قرار دیا ہے۔ جو جانور وحشی اطلاق نہ ہو اس کا قتل کرنا حالت احرام میں بھی جائز ہے اور حرام واجب نہیں ہوتی جیسے کبریٰ کا سے اونٹ مرغی وغیرہ، کتے بیل اگر چھوٹا کر آوارہ ہو گئے ہوں اور ان میں وحشت آگئی ہو تب بھی وہ شکار نہ سمجھے جاتے گے ۱۲۔ لکہ قتل میں تعیم ہے چاہے قتل کا ارتکاب اپنے ہاتھوں سے کرے چاہے باعث قتل ہو جائے دونوں صورتوں میں جزا دینا لازم ہی ہوگی فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلی صورت میں ارادہ اور نیت شرط نہیں حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی شکار پر گر پڑے اور وہ اس کے گرنے سے مر جائے یا سونے میں اس کا ہاتھ کسی شکار پر پڑ جائے اور وہ مر جائے تو جزا لازم ہوگی، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی مانوس جانور کے طرف گول چلائے اور وہ کسی شکار کے لگ جائے تب بھی جزا لازم ہوگی، اور دوسری صورت میں ارادہ اور قصد شرط ہے لہذا اگر کوئی شخص کوئی کھودے اور اس میں اگر کوئی شکار مر جائے تو دیکھا جائے گا کہ اس نے کنواں کس غرض سے کھودا ہے، اگر شکار کے گرفتار کرنے یا مارنے کے لئے کھودا ہے تب تو اس پر جزا واجب ہوگی اور اگر محض بانی کے لئے کھودا ہے تو جزا واجب نہ ہوگی اسی طرح اگر کسی شخص نے شکاری کتے کو کسی مانوس جانور کے پکڑنے کے لئے چھوڑا اور اس نے جا کر شکار کو پکڑ لیا تو جزا واجب نہ ہوگی علیٰ ہذا اگر کسی شخص نے کسی کوٹھری کو بند کیا اور اس کے اندر کوئی پرندہ بند ہو گیا اور پیاس وغیرہ کے سبب مر گیا تو دیکھا جائے گا کہ بند کرنے والے کو اس پرندے کے وہاں ہونے کا علم تھا یا نہیں، اگر تھا تو جزا واجب ہوگی ورنہ نہیں ۱۲۔

۱۳۔ یہ امام ابو حنیفہ اور قاضی ابو یوسف کا مذہب ہے۔ امام محمد کے نزدیک جن جانوروں کا مثل موجود ہے ان کے قتل کرنے سے ان کے مثل جانوروں کا قربانی کرنا ضروری ہے۔ مثلاً ہرن کو مارے تو بکری۔ شتر مرغا کو مارے تو اونٹ گورخر کو مارے تو کتے، بلی ہذا اور یہی امام شافعی کا بھی قول ہے ۱۲ (بہر الرایق۔ رد المحتار)

اس قیمت سے اس کو اختیار ہے کہ کوئی جانور قربانی کا مول لے کر حرم بیچ دے اور وہ وہاں ذبح کر دیا جائے یا اس قیمت سے گچھوں وغیرہ مول لے کر ہر فقیر کو ایک مقدار صدقہ فطر کی تقسیم کر دے اور یہی اختیار ہے کہ ہر مسکین کے کھانے کے عوض میں ایک ایک روزہ رکھ لے اور اگر قیمت اس قدر واجب ہوئی ہو کہ اس سے قربانی نہیں ہو سکتی کہ تو پھر صرف وہی باتوں کا اختیار ہے صدقہ دینے اور روزہ رکھنے کا۔ اور اگر اس قدر قیمت واجب ہوئی ہو کہ اس میں ایک مقدار صدقہ فطر کی نہیں مل سکتی تو اختیار ہے کہ جس قدر مل جائے اسی قدر خرید کر محتاج کو دیدے یا اس کے عوض میں ایک روزہ رکھ لے، شکار اگر کسی آدمی کا مملوک ہو گا تو اس کے قاتل کو دو قیمتیں دینا پڑیں گی 'ایک قیمت تو اس کے مالک کے حوالہ کر دے اور ایک قیمت اللہ کی راہ میں تصدق کر دے۔ (بحر الرایق)

قتل میں اعانت کرنے کی دو صورتیں ہیں 'ایک تو یہ کہ شکار جہاں اس وقت موجود ہو، اس مقام کی اطلاع شکاری کو کر دینا، دوسرے یہ کہ کوئی آلہ قتل کا اس کو دینا یا قتل کی تدبیر بتانا، پہلی صورت میں جزا واجب ہونے کے لئے پانچ شرطیں ہیں۔

(۱) اس شکار کا قتل اس کے بتانے سے ہو جائے۔

(۲) جس کو شکار کا مقام بتایا ہے وہ خود اس کا مقام نہ جانتا ہو بلکہ اسی کے بتانے سے اس نے جانا ہو۔

(۳) جس کو شکار کا پتہ بتایا ہے وہ اس کے قول کو جھوٹ نہ سمجھے۔

(۴) بتانے والا اس شکار کے قتل ہونے تک محرم رہے۔

(۵) شکار بھاگ نہ جائے اگر بھاگ جائے اور بعد اس کے وہ شخص پھر اس کو مارے تو بتلانے

والے پر جزا واجب نہ ہوگی کیونکہ جب اس نے بتایا تھا اس وقت وہ شکار ہاتھ نہیں آیا۔

دوسری صورت میں یہ شرط ہے کہ خود وہ شخص جس کو اس محرم نے آلہ قتل دیا ہے یا تدبیر قتل

بتائی ہے اپنے پاس آلہ قتل نہ رکھتا ہو یا اس تدبیر قتل کو نہ جانتا ہو مثلاً کوئی شکار غار کے اندر چھپا

بیٹھا ہو اور کوئی شخص اس کو قتل کرنا چاہے لیکن اس سے کوئی تدبیر نہ بن پڑے اور کوئی محرم اس کو اس

غار کے اندر جانے کا راستہ بتا دے یا کوئی نیزہ وغیرہ اتنا لمبا دیدے جو غار کے اس مقام تک پہنچا

شکار بچتا ہے پہنچ سکے۔

اگر کسی محرم ایک شکار کے قتل کے مرتکب ہوں یا اس کے قتل میں معین ہوں تو ہر ایک پر جزا

واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر ایک محرم کئی شکاروں کو قتل کرے تو اس پر ہر ایک جزا واجب ہوں گی

چتے اس نے شکار سے ہیں۔ (بحر الرائق)

ان جانوروں کے قتل کی جزا جن کا گوشت حلال نہیں ہے ایک بکری سے زیادہ نہیں ہو سکتی چاہے وہ جانور کتنا ہی بڑا اور کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو مثلاً کوئی شخص ہاتھی کو مار ڈالے تب بھی اس کی جزا میں صرف ایک بکری واجب ہوگی۔

جزا کے عوض میں اگر صدقہ دے تو اس کا حکم بالکل صدقہ فطر کے مثل ہے اور اس کے مصارف وہی ہیں جو صدقہ فطر کے ہیں۔

اگر کوئی محرم کسی شکار کو زخمی کر دے اور وہ اس زخم سے مرے نہیں یا شکار کے بال اکھاڑ دے یا کوئی عضو تیز دے یا کاٹ دے تو اس شکار کی حالت صحت کی قیمت میں جس قدر زخمی آگئی ہو وہ اس محرم کو دینا چاہیے بشرطیکہ بیزخمی کرنا یا بال وغیرہ کا ٹورنا اس شکار کے فائدے کی غرض سے نہ ہو اگر فائدے کی غرض سے ہو گا تو پھر کچھ بھی جزا واجب نہ ہوگی مثال کوئی بکری کسی جال میں پھینسا ہوا ہو اور کوئی محرم اس کو جال سے نکالنا چاہے، نکالنے میں اس کے بال وغیرہ ٹوٹ جائیں بلکہ ایسی صورت میں اگر وہ مر بھی جائے تو بھی جزا واجب نہ ہوگی۔

اگر کوئی محرم کسی شکار کے پیر کاٹ ڈالے یا اس کے پر توج ڈالے کہ وہ اپنی حفاظت سے معذور ہو جائے تو اس شکار کی پوری قیمت دینا پڑے گی۔

اگر کسی شکار کے انڈے توڑ ڈالے اور وہ انڈے گندے نہ ہوں تو اگر ان انڈوں کے اندر سے بچہ نہ نکلے گا تو انڈے کی قیمت دینی پڑے گی اور جو اس کے اندر سے بچہ نہ نکلے تو اگر وہ صحیح و سالم نکل آیا تو کچھ نہیں اور اگر مر یا ہوا نکلا یا نکل کر مر گیا تو اس بچہ کی قیمت دینی پڑے گی نہ انڈے کی۔ اگر کوئی شخص جو میں یا ٹڈی کو مار ڈالے یا دوسرے کو مارنے کا حکم دے یا اس غرض سے کسی

۱۵۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ وہ جانور کسی ہاکملیکہ ہو ورنہ اس کی پوری قیمت مالک کو دینا پڑے گی، اگرچہ وہ قدر و قیمت میں چھوٹا ہو مگر کسی وصف کے سبب اس کی قیمت بڑھ گئی ہے تو اس وصف کا بھی اعتبار کیا جائے گا مثلاً کوئی بولتا ہو اٹوٹا یا شکاری چیتا یا کوئی شکاری پرند بشرطیکہ وہ وصف شرعاً معیوب نہ ہو اگر معیوب ہو گا تو اس سے اعتبار نہ کیا جائیگا جیسے لڑائی کا مرنے یا بیٹھا وغیرہ گرائی کی ناہ میں بہر حال ایک ہی بکری یا اس کی قیمت دینا ہوگی ان اوصاف کا اعتبار صرف مالک کا حق ادا کرنے کے لئے کیا جائیگا ۱۲۔

۱۶۔ مثلاً حالت صحت میں اس کی قیمت دس روپے تھی اور اب آٹھ روپے رہ گئی تو دو روپے دینا ہوں گے ۱۲۔

کو اشارہ سے جوئیں یا ٹڈی کو بتائے یا کوئی فعل بقصد مار ڈالنے کے کرے اور وہ مرجائیں تو اگر دو تین
رے تو جس قدر چاہے صدقہ دیدے مثلاً ہر ایک کے عوض میں ایک مٹھی آٹا اور جوئیں سے زیادہ مارے
و صدقہ فطر کی پوری مقدار دینا ضروری ہے جوئیں کا بدن سے نکال کر زمین پر پھینک دینا بھی مارنے
کے حکم میں ہے۔

یہاں تک تو ان جنایتوں کا بیان تھا جن کا ارتکاب صرف احرام کے سبب سے ممنوع تھا غیر محرم
کے حق میں وہ امور ممنوع نہ تھے، اب ہم ان جنایتوں کو بیان کرتے ہیں جن کا ارتکاب حرم کے سبب سے منع
ہے حرم کے اندر خواہ محرم ہو یا غیر محرم ان جنایتوں کا ارتکاب کرے گا تو اس کو جزا دینا ضروری ہوگی
اور اس جزا میں صرف دو اختیار ہیں یا تو قربانی کر دے اگر قیمت بقدر ایک قربانی کے ہوگئی ہو یا وہ
قیمت محتاجوں کو دیدے روزہ رکھنے کا اختیار نہیں ہے۔

حرم کی جنائتیں

۱) سوا اذخر کے حرم کے کسی اور گھاس یا درخت کا کاٹنا بشرطیکہ خشک اور ٹوٹا ہوا نہ ہو اور خود
ہو اور اس قسم میں سے نہ ہو جس کو لوگ نادتا بویا کرتے ہیں جیسے غلہ اور میوہ جات کے درخت اگر

۲) مثلاً جس کپڑے میں جوئیں ہیں اس کو دھوپ میں ڈال دے اس غرض سے کہ وہ مرجائیں اگر اس غرض سے نہیں
ڈالا بلکہ اور کسی خیال سے اور وہ مرگئیں تو کچھ جنایت نہیں ۱۲۔

۳) یہی اکثر فقہاء کا قول ہے صاحب بجز الراقی نے اسی کو ترجیح دی ہے لیکن فتاویٰ قاضی خاں میں اس کے خلاف
کہتے ہیں کہ جب دس سے زیادہ ہو جائیں تب بیک مقدار صدقہ فطر کی واجب ہوگی ۱۳۔

۴) حرم کہ اداس کے آس پاس کے حدود مقاموں کو کہتے ہیں حرم کی حد ہر طرف سے برابر نہیں ہے جیسا کہ ہم
بیان کرتے ہیں مدینہ منورہ کی جانب تو مکہ سے تین میل تک حرم ہے اور مدینہ کی طرف سات میل اور طائف
کی طرف بھی سات میل اور عراق کی طرف بھی سات میل اور جدہ کی طرف دس میل حرم کے تمام اطراف کی حد بندی
کر دی گئی ہے پہلے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نشان لگائے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر عمرو عثمان رضی اللہ
عنہما نے پھر حضرت معاویہؓ نے جواب تک ہیں ۱۴۔

۵) اذخر ایک قسم کی گھاس ہے جو دوامی کام آتی ہے اور قبروں کو بھی اس سے پاتے ہیں ہندوستان میں بھی
اس کی جیڑ دوامی گھی جاتی ہے ۱۵۔

۶) کاٹ لینا اور جیڑ سے اکھاڑ لینا ایک حکم میں ہے ۱۶۔

ایسی گھاس یا درخت کو کوئی شخص کاٹے گا تو اس کی قیمت دینا پڑے گی، بشرطیکہ یہ گھاس وغیرہ کسی کی ملکیت نہ ہو اور اگر ملک ہوگی تو وہ ہری قیمت دینا پڑے گی، ایک تو بدستور خدائی راہ میں اور دوسری اس کے مالک کو ہاں اگر مالک نے اجازت دے دی ہو یا معاف کر دے تو پھر وہی ایک قیمت اللہ کی راہ میں دینا پڑے گی۔
 اذخر کے کاٹنے میں کچھ جنایت نہیں اور جو چیز خورد و نہ ہو بلکہ بونی اور لگائی گئی ہو خواہ اس کے بونے کا رواج ہو یا نہیں اس کے بھی کاٹ لینے میں کچھ جنایت نہیں، کیونکہ یہ اس قسم میں سے ہے جس کو لوگ عادتاً بونے میں کسی درخت کی پتی وغیرہ توڑ لینے میں جو اس درخت کو نقصان نہ پہنچائے کوئی جنایت نہیں بشرطیکہ یہ چیزیں کسی کی ملکیت نہ ہوں اور اگر ملک ہوں تو مالک نے اجازت دیدی ہو یا معاف کر دیا ہو یا خود مالک نے کاٹا ہو۔

کوئی درخت وغیرہ اگر ایسا ہو کہ اس کی شاخوں کا کچھ حصہ حرم کے اندر ہو اور کچھ حصہ حرم سے باہر تو اس کی جڑ کا اعتبار کیا جائے گا اگر جڑ حرم میں ہے تو وہ درخت حرم کا سمجھا جائیگا، اور کچھ جڑ حرم کے اندر ہے کچھ باہر تب بھی وہ حرم کا سمجھا جائیگا اور اگر ایسے درخت پر کوئی پرند بیٹھا ہوگا تو اس میں یہ بات دیکھی جائیگی کہ اگر وہ زخمی ہو کر گرے تو کہاں کرے گا، اگر حرم میں گرے تو دوبارہ حرم کا سمجھا جائے گا۔

حرم کی گھاس کا جانوروں سے چروا لینا بھی جائز نہیں اگر خود بخود کوئی جانور چرے تو اس کے ملک پر ضمان نہ پڑے گا (در مختار وغیرہ)

(۲) حرم کے شکار کا قتل کرنا، اگر کوئی جانور ایسی جگہ بیٹھا ہو کہ پیر نہ اس کے حرم میں ہوں اور سر حرم سے باہر تو وہ حرم کا سمجھا جائیگا اور اگر لیٹا ہوا ہو تو اگر اس کے بدن کا کوئی جز حرم میں ہوگا تو وہ جانور حرم کا سمجھا جائے گا۔

۱۱۔ اس قدر ٹوٹ جانا مراد ہے کہ اس میں نمونہ قوت نہ ہو اور نہ تروتازہ رہ سکے۔ اگر پورا درخت نہیں ٹوٹا کوئی شاخ اس کی ٹوٹ گئی ہے تو صرف اسی شاخ کے کاٹنے میں جنایت نہ ہوگی تروتازہ شاخ کے کاٹنے میں جنایت ہوگی۔ ۱۲۔

۱۳۔ یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا زہیب ہے قاضی ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے وہ کہتے ہیں کہ چلنے کی ممانعت میں لوگوں کا سخت خرچہ ہے اور حدیث میں صرف کاٹنے کی اور توڑنے کی ممانعت ہے چرانے کا ذکر نہیں ہے، بعض فقہاء نے انہیں کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور لکھا ہے کہ لوگوں کا عمل بھی اسی پر ہے ۱۴ (رد المختار)

اگر کوئی شخص کسی جانور کو حرم سے باہر نشانہ لگائے اور وہ جانور حرم کے اندر بھاگ جائے اس کے بعد اسی نشانہ سے زخمی ہو تو جنایت ہو جائے گی۔

اگر حرم کے کسی پرند کے انڈے توڑ ڈالے یا بھون لے یا حرم کی ٹڈیاں مارے یا حرم کے کسی شکار کا دودھ دوسے تو اس کا ضمان دینا ہوگا بعد ضمان دینے کے اس کا کھانا جائز ہے اور اس کا بیچنا بھی جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ۔

کوئے اور چیل اور بھیڑیے اور سانپ بچھو اور چوہے کے مار ڈالنے میں کچھ مضائقہ نہیں یعنی جزا واجب نہ ہوگی اسی طرح کتے اور بھیر اور کھٹھل، چیونٹی، پستوا اور کلنی اور کچھوا اور پیدانہ اور مکھی اور چھپکلی اور بھیڑ اور تمام خزندہ جانوروں کے مار ڈالنے میں بھی جزا واجب نہیں ہوتی جو حملہ کرے اور اس کے حملہ کا دفعیہ بغیر قتل کے ممکن نہ ہو، بشرطیکہ وہ جانور کسی کا مملوک نہ ہو، ان جانوروں کے قتل میں کچھ جزا نہیں خواہ حرم کے اندر ہی کیوں نہ قتل کئے جائیں اور خواہ قاتل ان کا محرم ہو۔

کوئے کی کئی قسمیں ہیں ان میں سے عقیق کو فقہانے مستثنیٰ کیا ہے یعنی اس کے قتل سے جزا لازم ہوتی ہے۔ (رد المحتار وغیرہ)

اگر کوئی غیر محرم شکار مارے اور اس کو حرم سے باہر ذبح کرے تو اس کا کھانا محرم کے لئے جائز ہے بشرطیکہ اس شکار کے قتل میں کسی محرم کی کسی قسم کی اعانت نہ ہو نہ اس نے اس شکار کے قتل کا حکم دیا ہو گو اس شکار کرنے والے نے اس کو کسی محرم ہی کے لئے شکار کیا ہو۔

جو شخص حرم کے اندر داخل ہو اس پر واجب ہے کہ اگر اس کے ساتھ میں کوئی شکار ہو تو اس کو چھوڑ دے یعنی آزاد کر دے اسی طرح جو شخص احرام باندھے اور اس کے ہاتھ میں شکار ہو اس پر بھی واجب ہے کہ اس کو اپنے پاس سے علیحدہ کر دے کسی کے پاس امانت رکھا دے یا دیدے۔

لے لڑی اگر تین سے کم مارے تو صدقہ کی کوئی مقدار معین نہیں جس قدر چاہے دیسے ہاں تین سے زیادہ مارے میں ایک مقدار صدقہ فطر کی معین ہے یہی حال جوؤں کا بھی ہے (رد مختار) لے بعض فقہانک عیار توں میں اس مقام پر کتے کے ساتھ کاٹنے والے لڑی قید ہے مگر یہ قید اتفاق ہے کاٹتا ہو یا نہیں جنگلی یا پالا ہوا ہر حال میں اسکے مار ڈالنے سے جزا لازم نہ ہوگی ہاں اگر وہ کسی کا مملوک ہو تو اس کو ضمان دینا پڑیگا ۱۲ لے خزندہ وہ جانور ہیں جو سوراخوں میں گھس جاتے ہیں اور انکے اندر بود و باش کرتے ہیں جیسے سانپ، بچھو، چوہا وغیرہ ۱۱ لے عقیق وہ کوئے ہے جس کے رنگ میں سیاہی کے ساتھ سپیدی بھی ہو اس کی اولاد میں عین قاف کی صورت پیدا ہوتی ہے ۱۲ لے چھوڑ دینے کا یہ مطلب خاص کراہی سبب بیان کیا گیا کہ پرند کا اڑنا یا چوپایہ کا آزاد کر دینا ممنوع ہے اس میں مال کی اصاعت ہے جو شریعت اسلامیہ میں جائز نہیں رکھی گئی ۱۳۔

اگر یہ شکار جس کو اس نے آزاد کیا ہے کوئی ورنہ ہو جیسے شکار باز وغیرہ اور وہ آزاد ہو کر حرم کے کسی شکار کو قتل کر دے تو اس کی جزا اس پر واجب نہ ہوگی۔

اگر شکار اس کے ہاتھ میں نہ ہو بلکہ مکان میں ہو یا پتھرہ میں بند ہو اور وہ پتھرہ اس کے ہاتھ میں یا اس کے خادم کے ہاتھ میں ہو یا اسباب کے اندر رکھا ہو تو پھر اس کا چھوڑنا ضروری نہیں، اسی طرح اگر وہ رستی میں بندھا ہو اور وہ رستی اس کے ہاتھ میں ہو تب بھی اس کا چھوڑنا واجب نہیں۔ (ردالمحتار) محرم کو شکار کا مول لینا یا بیچنا جائز نہیں، اگر بیچے تو اس پر ضروری ہے کہ واپس لے لے ورنہ جزا دینا پڑے گی۔

محرم شکار کا مالک کسی اختیاری سبب سے مثلاً خریدنے یا ہبہ وغیرہ کے نہیں بن سکتا ہاں اگر کوئی سبب اختیاری نہ ہو تو اس کی وجہ سے البتہ مالک بن سکتا ہے، مثلاً کوئی عزیز اس کا مر جائے اور اس کے مال میں شکار ہو اور وہ اس کو وراثت میں ملے تو اس صورت میں اس کا مالک ہو جائے گا کیونکہ وراثتاً غیر اختیاری چیز ہے۔

اگر کوئی محرم کسی شکار کو پکڑے یا مول لے پھر اس کو کوئی شخص ارادے تو اس پر ضمان نہیں کیونکہ وہ شکار اس محرم کی ملک میں نہ تھا۔

یہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ جن جنایتوں کے سبب سے مفرد پر ایک قربانی واجب ہوگی ان کے سبب سے قارن ادا ہدی ولسے متمتع پر دو قربانیاں واجب ہوں گی علیٰ ہذا۔ صدقہ بھی قارن وغیرہ پر دو گنا واجب ہوتا ہے سوا اس جنایت کے کہ میقات کے اندر بغیر احرام باندھے ہوئے چلا جائے اس جنایت میں قارن وغیرہ پر بھی مفرد کی طرح ایک ہی قربانی واجب ہوتی ہے (ردالمحتار۔ ردالمحتار)

میقات سے بغیر احرام باندھے ہوئے حرم کے اندر چلانا کبھی جنایت ہے۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ جو شخص حرم کے اندر جانا چاہے اس پر ضروری ہے کہ احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہو پس اس کے خلاف کرے گا تو جنایت کا مرتکب ہوگا اس جنایت کے احکام حسب تفصیل ہیں۔

(۱) جو شخص حرم جانے کے ارادے سے بغیر احرام باندھے ہوئے میقات سے آگے چلا جائے اس پر واجب ہے کہ میقات پر لوٹ کر آئے اگر نہ لوٹا تو چاہے میقات سے آگے بڑھ کر احرام باندھ لے یا نہ باندھے اس پر ایک قربانی واجب ہے۔

(۲) اگر حرم جانے کے ارادے سے بغیر احرام باندھے ہوئے میقات سے آگے نکل گیا پھر میقات پر لوٹ کر اس نے احرام باندھ لیا یا احرام تو میقات پر لوٹنے سے پہلے باندھ لیا مگر بھی تک افعال حج

و عمرہ مشرف نہیں کئے پھر میقات پر لوٹ کر تلبیہ لے کہا تو قربانی معاف ہو جائے گی۔
 (۳) اگر میقات سے آگے بڑھ کر احرام باندھ لیا اور افعال حج و عمرہ کے شروع کر دیئے مثلاً
 طواف کا ایک شرط کر لیا اس کے بعد میقات پر لوٹ کر تلبیہ لے لیا یا افعال حج و عمرہ کے شروع کر لے سے پہلے
 میقات پر لوٹ کر آگیا مگر تلبیہ نہ کہا تو ان دونوں صورتوں میں ایک قربانی واجب ہوگی۔
 (۴) اگر دوبارہ میقات پر آنے سے حج کے تقویت ہو جانے کا خوف ہو تو چاہئے کہ نہ لوٹے
 اور اس نہ لوٹنے کی وجہ سے ایک قربانی کر دے۔

(۵) کوئی کی یا وہ مجتمع جو اپنے عمرہ سے فارغ ہو چکا ہے بقصد حج حرم سے باہر نکل گئے اور پھر
 حل میں جا کر احرام باندھا اور وہیں سے عرفات میں وقوف کے لئے چلے گئے تو ان پر ایک قربانی واجب
 ہے کیونکہ ان کی میقات حرم ہے اور وہ اس سے بغیر احرام باندھے ہوئے نکل آئے۔

(۶) اگر کوئی شخص بغیر احرام باندھے ہوئے کسی مرتبہ حرم کے اندر آمد و رفت کرے تو ہر مرتبہ کے
 عوض میں اس کے ذمہ ایک حج یا ایک عمرہ ضروری ہے پھر اسی سال اگر کوئی حج یا عمرہ کرے گا تو وہ
 اس بغیر احرام جانے کی جنابت اتارنے کی غرض سے نہ ہو تو ایک مرتبہ کی جنابت اتر جائے گی ہاں بعد
 اس سال کے پھر خاص اسی نیت سے کرے گا تو جنابت اترے گی ورنہ نہیں۔

(۷) اگر کوئی شخص میقات سے بغیر احرام باندھے نکل جائے اور اس کا ارادہ حرم میں جانے
 کا نہ ہو بلکہ حل میں کسی مقام کے جانے کی نیت ہو تو اس پر بغیر احرام نکل جانے میں کچھ جنابت نہیں
 پھر وہ اسی مقام سے بغیر احرام باندھے حرم کے اندر جا سکتا ہے اگرچہ وہ اس حل کے مقام میں پندرہ
 روز سے بھی کم رہا ہو۔ (در مختار وغیرہ)

(۸) اگر کوئی شخص بغیر احرام باندھے ہوئے میقات سے آگے نکل گیا پھر اس لئے بغیر میقات
 پر لوٹے ہوئے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا اور اتفاق سے وہ فاسد ہو گیا تو اس کو پورا کر کے اسکی قضا
 کرے، قضا کا احرام میقات سے باندھے اس پر قربانی واجب نہ ہوگی۔

احرام پر احرام باندھنا

احرام پر احرام باندھنے کی صورت یہ ہے کہ ہنوز ایک احرام سے باہر نہ ہوا ہو کہ دوسرا احرام
 باندھ لے اس کی جائز نہیں ہے۔ عمرہ کے احرام پر حج کا احرام باندھنا حج کے احرام پر دوسرا حج

کا احرام باندھنا، عمرہ کے احرام پر عمرہ کا احرام باندھنا حج کے احرام پر عمرہ کا احرام باندھنا اب ہر قسم کے احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) غیر آفاقی اگر عمرے کا احرام باندھ کر چار شوط سے کم اس کے طواف کے ادا کر چکا ہو تو پھر حج کا احرام باندھ لے تو اس کو ضروری ہے کہ ان دو احراموں میں سے ایک احرام کو توڑ دے یعنی کوئی فعل مخالف احرام کے (مثل حلق وغیرہ کے بہ نیت احرام توڑنے کے کر لے اور اس احرام توڑنے کے جتنا سنا کے کفارہ میں ایک قربانی کرے پس اگر اس نے حج کا احرام توڑا ہے اور یہی بہتر ہے تو اس پر اس سال ایک عمرہ اور سال آئندہ میں ایک حج ضروری ہے اور اگر حج کا زمانہ باقی ہو اور اسی سال حج کر لے تو پھر عمرہ کی حاجت نہیں اور اگر اس نے عمرہ کا احرام توڑا ہے تو صرف عمرہ کی قضا اس کو کرنی ہوگی چاہے اسی سال کر لے چاہے سال آئندہ میں۔

غیر آفاقی کی قید اس لئے لگائی گئی کہ آفاقی اگر ایسا کرے گا تو اس کو کسی احرام کے توڑنے کی حاجت نہیں کیونکہ وہ صورت مفروضہ میں قارن ہو جائے گا اور اگر عمرہ کے چار یا چار سے زیادہ شوط طواف کے کر چکا ہو گا تو تمتع ہو جائے گا اور قرآن تمتع آفاقی کے لئے ممنوع نہیں ہے، عمرہ کے چار شوط سے کم طواف کرنے کی قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر عمرہ کا طواف بالکل کیا ہی نہ ہو گا تو پھر عمرہ کے احرام کا ٹکڑا صکر توڑنا ضروری ہوگا اور چار شوط یا اس سے زیادہ عمرہ کا طواف کر چکا ہو گا تو پھر خاص کرم حج کے احرام کا توڑنا لازم ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھ چکا ہو پھر اس پر دوسرے حج کا احرام باندھ لے تو اس کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ دونوں حجوں کا احرام ساتھ ہی باندھے دوسرے یہ کہ ایک حج کا احرام باندھنے کے بعد پھر اس کے کہ اس کے افعال شروع کر دینے کے بعد دوسرے حج کا احرام باندھ لے تیسرے یہ کہ ایک حج کا احرام باندھ کر اس کے افعال شروع کر دینے کے بعد دوسرے احرام باندھے، پہلی دونوں صورتوں میں دو حج اس کے ذمہ لازم ہو جائیں گے مگر ایک کا احرام توڑ دے جب چلنے لگے اور اس کو سال آئندہ قضا کرے اور ایک عمرہ بھی اس کے ذمہ ضروری ہوگا اور ایک قربانی کرنی ہوگی، تیسری صورت میں اگر دوسرے حج کا احرام دوسری تاریخ کو حلق یا تقصیر کے بعد باندھا

۱۔ غیر آفاقی وہ شخص جو مکہ مکرمہ کا باحرم کے اندر اور کسی مقام کا رہنے والا ہو تمتع اپنے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد مکہ میں قیام کرنے وہ بھی حکماً غیر آفاقی ہے۔ ۱۲

ہے تو اس دستکرج کا سال آئندہ میں ادا کرنا اس پر ضروری ہے اور جب تک اس کو ادا نہ کر لے گا محرم رہے گا اور اگر دسویں تاریخ کو حلق و تقصیر سے پہلے دوسرے حج کا احرام باندھ لیا ہے تو پہلے حج کے لئے حلق یا تقصیر کرے اور سال آئندہ میں دوسرا حج کرے اور ایک قربانی بھی جنایت کے بدلے میں کرے اور اگر دسویں تاریخ سے پہلے احرام دستکرج کا باندھ لیا تو بدستور اس دوسرے احرام کو تہہ ڈالے اور ایک قربانی جنایت کی دے اور سال آئندہ میں دوسرا حج ادا کرے۔

(۳) اگر کوئی شخص عمرے کے احرام پر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لے تو اگر پہلے عمرہ کی سعی سے فارغ نہیں ہوا تو دوسرے عمرہ کا احرام خود بخود پہلے عمرہ کی سعی شروع کرنے ہی ٹوٹ جائے گا اور ایک قربانی اس احرام کے توڑنے کی اس کو دینا ہوگی اور اگر پہلے عمرہ کی سعی سے فارغ ہو چکا ہے تو دوسرے عمرہ کا احرام توڑنے کی حاجت نہیں اس کو بھی ادا کرے اور اس کے فرائض سے پہلے عمرہ کا حلق و تقصیر نہ کرے ورنہ دو قربانیاں کرنا ہوں گی ایک تو قبل فارغ ہونے دوسرے عمرہ کے حلق کرانے کے سبب سے اور دوسرے دو عمروں کے جمع کرنے کی وجہ سے۔

(۴) اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھ چکا ہو اس کے بعد عمرہ کا باندھ لے تو اگر غیر آفاقی ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو پہلی قسم میں گذر چکا یعنی دو احراموں میں کسی ایک کا توڑنا اور لوڑنے کے عوض میں قربانی کرنا وغیرہ اس پر ضروری ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا اور اگر آفاقی ہے تو اس کو کسی احرام کا توڑنا ضروری نہیں دووں اس پر لازم ہو جائے اور وہ اس صورت میں متمتع کہلائے گا جو خلاف سنت ہوئے کے سبب سے گنہگار ہو گا کیونکہ تمتع کی مسنون صورت یہ تھی کہ پہلے عمرہ کا احرام باندھنا اس سے فراغت کر کے حج کا احرام باندھنا یا دونوں کا ساتھ باندھنا تو قربت ہو جاتا۔ اب اگر وہ حج کا طواف قدوم کر چکا ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ عمرہ کے احرام کو توڑ دے اور حج کرنے کے بعد عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کرے اور ایک قربانی اس صورت میں احرام توڑنے کی جنایت میں دے اور اگر عمرہ کا احرام نہ توڑے تب بھی درست ہے مگر ایک قربانی جنایت کی اس صورت میں بھی دینا ہوگی۔ اور اگر حج کے وقوف عرفات سے فارغ ہو چکا اس کے بعد دسویں تاریخ کو یا اس کے بعد ایام تشریق کے کسی اور دن میں عمرہ کا احرام باندھا تو اس پر عمرہ لازم ہو جائے گا گوا بھی حج کے لئے حلق و تقصیر نہ کر آیا ہو اور طواف زیارت نہ کیا ہو یا کر چکا ہو۔ مگر عمرہ کے اس احرام کا توڑنا واجب ہے پھر حج کی رمی وغیرہ سے بالکل فارغ ہونے کے بعد از سر نو عمرہ کا احرام باندھ کر اس عمرہ کی قضا کرے اور احرام توڑنے کے بدلے میں قربانی کرے۔

جس شخص کا حج فوت ہو گیا ہو وہ اگر حج کا احرام باندھے یا عمرہ کا تو اس کو اس دوسرے احرام سے
تڑو دینا ضروری ہے اور جب حج فوت ہو جائے تو چاہیے کہ عمرہ ادا کر کے حج کے احرام سے باہر ہو جائے
اور سال آئندہ میں اس حج کی قصدا کرے اور ایک قربانی اس جنابت کے بدلہ میں کرے کہ وہ بغیر حج کئے
حج کے احرام سے باہر ہو گیا۔

احصار کا بیان

احصار کے معنی اذیت ہیں تو وہ وکب لیا جانا اور اصطلاح فقہ میں احرام کے بعد حج یا عمرہ کے کسی رکن
سے روکا جانا جس شخص پر ایسا واقعہ پیش آجائے تو اس کو محصر کہتے ہیں چونکہ یہ بھی ایک قسم کی جنابت
ہے یعنی جس طرح جنابت کی قربانی کا قربانی کرنے والے کو کھانا چائے نہیں اسی طرح احصار کی قربانی کا بھی
قربانی کرنے والے کو کھانا درست نہیں لہذا اس کا ذکر بھی جنایات کے بعد مناسب معلوم ہوا۔
اس جگہ ہم دو باتیں بیان کریں گے۔ اول تو احصار کی صورتیں دوسرے احصار کا حکم اور نتیجہ۔

احصار کی صورتیں

(۱) کسی دشمن کا خوف ہو۔ دشمن سے مراد عام ہے خواہ کوئی آدمی ہو یا درندہ چالور مثلاً یہ معلوم ہو کہ
راستہ میں کوئی دشمن بیٹھا ہوا ہے وہ حجاج کو ستاتا ہے لڑتا ہے مارتا ہے یا کوئی شیر وغیرہ لاگو ہو گیا ہو
اور اس کے ہتھیار کی کوئی صورت نہیں۔

(۲) بیماری۔ احرام باندھنے کے بعد بیمار ہو جائے کہ اب آگے نہیں بڑھ سکتا یا آگے بڑھ تو سکتا
ہے مگر مرض میں زیادتی کا خوف ہے۔

(۳) عورت کا کوئی عہد نہیں۔ عہد بھادوہ مر جائے یا کہیں چلا جائے یا ہوئی نہیں یا ہمراہ جانے سے
انکار کرے۔ ان سب صورتوں میں اگر وہ احرام باندھ چکی ہے تو احصار ہو جائے گا۔

(۴) خراج کم ہو جائے۔ مثلاً چوری ہو جائے یا پہلے ہی کم ہمراہ لایا ہو۔

(۵) عورت کے لئے عدت۔ احرام باندھنے کے بعد شوہر مر جائے یا طلاق دیدے اور وہ پابند
عدت ہو جائے تو یہ احصار ہو جائے گا۔ ہاں اگر وہ عورت اس وقت متمیم ہے اور اس کے وطن سے مکہ
بقدر مسافت سفر نہیں ہے تو احصار نہ سمجھا جائے گا عدت کا مسئلہ تفصیل حج کی شرائط میں گذر چکا۔

(۶) راستہ بھول جائے اور کوئی راہ بتانے والا نہ مل سکے۔

(۷) عورت کے لئے شوہر کا منع کرنا بطریقہ حج کا احرام بغیر اس کی اجازت کے باندھا ہو۔
 حج فرض کے روکنے کا اور حج نفل میں بعد اجازت دینے کے روکنے کا اختیار شوہر کو نہیں ہے۔
 (۸) لونڈی غلام کو اس کے مالک کا منع کرنا۔

احصار کا حکم

اگر محصر اپنے گھروٹ آئے اور اس مانع کے زائل ہونے تک اپنے احرام پر قادر رہے پھر حسب
 احصار دفع ہو جائے تو جس چیز کا احرام باندھا ہے اس کو ادا کرے تو یہ بھی جائز ہے اور اس صورت میں
 اگر حج کا احرام باندھا تھا اور اسی سال حج کا وقت مل گیا تو خیر ورنہ عمرہ کر کے اپنے پہلے احرام سے باہر
 ہو جائے اور پھر جدید احرام باندھ کر حج کرے۔ اور اگر محصر یہ چاہے کہ میں احرام سے باہر ہو جاؤں تو
 اگر وہ مفرد یا عمرہ ہے تو ایک قربانی یا اس کی قیمت حرم میں بھیج دے اور جو قارن ہو تو دو قربانیاں یا ان
 کی قیمت بھیج دے کہ اس قیمت سے وہاں قربانی کا جانور مول لے لیا جائے یہ قربانی حرم میں کسی مقام پر
 ذبح کر دی جائے گو دسویں تاریخ سے پہلے ہی کیوں نہ ہو اور قربانی بھیجتے وقت یہیں سے اس کے ذبح
 کا دن مقرر کر دے تاکہ اسی دن یہ محصر اپنے کو احرام سے باہر سمجھنے لگے 'مواذن' کرتے ہی احرام
 سے باہر ہو جائے گا طلق یا تقصیر کرائے یا نہ کرائے۔

اگر کسی محصر نے یہ سمجھ کر کہ لب قربانی ذبح ہو گئی ہوگی اپنے کو احرام سے باہر سمجھ لیا اور کوئی فعل خلاف
 احرام کیا اور بعد کو معلوم ہوا کہ اس دن قربانی ذبح نہیں ہوئی تھی یا ذبح تو اسی دن ہو گئی تھی مگر حرم
 میں ذبح نہیں ہوئی تو ایسی صورت میں جس قدر جنائتیں اس نے کی ہوں گی ہر جنائت کے عوض میں
 جزا دینی پڑے گی۔ (در مختار)

پھر جب احصار جاتا رہے اور اس محصر نے حج کا احرام باندھا ہو اور اس سال حج کا زمانہ
 باقی ہو اور حج کرنے جائے تو مفرد ایک حج اور عمرہ کرے اور قارن دو عمرہ اور ایک حج کرے اور
 اگر احرام عمرہ کا تھا تو صرف ایک عمرہ کرے۔

اگر قربانی روانہ کرنے کے بعد احصار جاتا رہا اور یہ ممکن ہے کہ اگر وہ محصر روانہ ہو جائے تو
 قربانی لگے ذبح ہونے سے پہلے پہنچ جائے گا اور حج بھی مل جائے گا تو اس پر واجب ہے کہ
 فوراً روانہ ہو جائے اور اگر ممکن نہیں یعنی قربانی کے ذبح ہونے سے پہلے میں پہنچ سکتا یا کہ حج نہیں
 مل سکتا تو پھر اس پر فوراً جانا واجب نہیں۔

کوئی شخص اگر مکہ میں ہے اور وہ حج کے دنوں رکتوں یعنی طواف اور وقوف عرفات سے روکا جائے تو وہ محصر ہو جائے گا اور اگر صرف ایک رکن سے روکا جائے مثلاً صرف طواف سے یا صرف وقوف عرفات سے تو پھر وہ محصر نہیں ہے یعنی اس کو اس روکے جانے کے عوض میں قربانی نہ کرنی پڑے گی ہاں اگر وقوف سے روکا گیا ہے تو سال آئندہ میں اس کی قضا کرنی پڑے گی۔

جس شخص سے حج فوت ہو جائے اس کو چاہیے کہ عمرہ کر کے احرام سے باہر ہو جائے اگر مفرد ہے تو ایک عمرہ کر کے قارن ہے تو دو عمرہ کر کے اور بعد اس کے حلق یا تقصیر کرانے اور پھر سال آئندہ میں اس حج مفرد یا قرآن کی قضا کرے۔ قرآن کی قضا میں یہ ضروری نہیں کہ وہ کبھی قرآن ہو بلکہ احتیاً ہے کہ عمرہ کا احرام پیلچرہ باندھ کر عمرہ کرے اور حج کا احرام جداگانہ باندھ کر حج کرے۔

دوسرے کی طرف سے حج کرنا

ہم اگلی جلدوں میں لکھ چکے ہیں کہ عبادت کی تین قسمیں ہیں۔ بعض تو صرف بدنی ہیں جیسے نماز، روزہ، تلاوت، ذکر وغیرہ۔ اور بعض صرف مالی ہیں جیسے زکوٰۃ، صدقہ، فطر، عشر وغیرہ اور بعض دونوں سے مرکب ہیں جیسے حج، عمرہ، زیارت، قبور مقدسہ، انبیاء و اولیاء پہلی قسم کی عبادات کا دوسرے کی طرف سے کرنا درست نہیں یعنی اس کے ذمہ سے فرض ساقط نہیں ہو سکتا مثلاً کوئی شخص نماز نہ پڑھے اور دوسرے سے پڑھو ادے یا خود روزہ نہ رکھے دوسرے سے رکھو ادے تو درست نہیں ہاں اگر ان عبادات کا ثواب کسی کو پہنچانا ہو تو بے شبہ درست ہے دوسری قسم کی عبادات کا دوسرے کی طرف سے کرنا درست ہے یعنی اس کے ذمہ سے فرض اتر جاتا ہے اور ان کا ثواب بھی دوسرے کو پہنچانا جائز ہے۔

تیسری قسم کی عبادات کا ثواب بھی دوسرے کو پہنچ جاتا ہے مگر اس کے ذمہ سے فرض اترنے کے

عہ امام مالک اور امام شافعی اس مسئلہ میں مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ عبادات پر ثبوت کا ثواب دوسرے کو نہیں پہنچتا باقی اقسام کی عبادتوں کا ثواب پہنچتا ہے وہ بھی متفق ہیں حنفیہ کی تائید میں بہت احادیث صحیحہ اور آیات قرآن مجید وارد ہیں اور وہ اپنے مقام میں مذکور ہیں ۱۷

عہ اس تیسری قسم کی عبادات کے سوا اور کوئی عبادت خدا کی طرف سے فرض نہیں کی گئی ہاں اگر خود کسی عبادت کی نذر کرے تو واجب ہو جائے گی مثلاً کسی بی کی قبر پاک کی زیارت کی نذر کرے تو وہ واجب ہو جائے گی اور اس کا ثواب بغیر ان شرائط کے نہ اترے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت بھی واجب ہے جیسا کہ ہم آئندہ بہت محققانہ طور پر بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲۔

نے چند شرائط ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے حج بھی اسی تیسری قسم کی عبادات میں ہے لہذا ہم ہر حج کی تخصیص کریں گے کیونکہ اصالتاً اسی کا بیان کرنا مقصود ہے اسی پر تیسری قسم کی تمام عبادات کا قیاس کر لیا جائے۔

(۱) وہ شخص جس کی طرف سے حج کیا جاتا ہے بذات خود حج کرنے سے معذور ہو اور وہ معذوری اگر ایسی ہو کہ اس کے زائل ہوجانے کی امید ہے تو اس معذوری کا آخر وقت یعنی موت تک رہنا شرط ہے اور اگر وہ معذوری ایسی ہے کہ اس کے زائل ہوجانے کی امید نہیں ہے جیسے بڑھاپے کا ضعف یا نابینا ہونا یا پیروں کا کٹنا ہونا وغیرہ تو پھر اس معذوری کا آخر وقت تک رہنا شرط نہیں حتیٰ کہ اگر بعد اس کے کہ دوسرے نے اس کی طرف سے حج کر لیا اور پھر وہ معذوری جاتی رہی تو اس کو بذات خود حج نہ کرنا پڑے گا۔ فرض اتر چکا بخلاف پہلی قسم کی معذوری کے کہ اگر وہ زائل ہو جائے تو پھر دوبارہ حج کرنا پڑے گا۔

(۲) یہ معذوری حج کرانے سے پہلے پائی جاتی ہو اگر اس وقت نہ تھی اور بعد کو پیدا ہو گئی تو اس کا اعتبار نہیں یعنی وہ حج اس کی طرف سے صحیح نہ ہوگا بلکہ اب بعد معذوری پیدا ہوجانے کے اس کو چاہیے کہ کسی کو حج کے لئے بھیجے۔

(۳) جس کی طرف سے حج کیا جاتے احرام باندھتے وقت اس کی نیت کرنا مثلاً یوں کہے کہ میں فلاں شخص کی طرف سے احرام باندھتا ہوں اس کی طرف سے تلبیہ کہتا ہوں اور اگر اس کا نام بھول گیا ہوں تو صرف یہی کہہ دینا کافی ہوگا کہ جس نے مجھے بھیجا ہے اس کی طرف سے میں احرام باندھتا ہوں۔

(۴) جس کی طرف سے حج کیا جاتا ہو اس نے حج کرنے کا حکم دیا ہو یعنی یہ کہا ہو کہ تو میری طرف سے حج کر۔ بغیر کہے ہوئے اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے حج کر لے تو اس دوسرے شخص کے ذمہ سے فرض ساقط نہ ہوگا، اگر کوئی شخص مرتے وقت وصیت کر گیا ہو کہ میری طرف سے حج کرادیا جائے تو یہ بھی حکم ہے، وارث اگر بغیر وصیت کے حج کرے یا کسی سے کرائے تب بھی درست ہے یعنی فرضیت ساقط ہو جائے گی۔

(۵) جس کی طرف سے حج کیا جائے روپیہ وہی ہے پوسے خرچ کے بقدر یا اکثر حصہ اگر کوئی شخص

۱۲۔ بعض فقہا کہتے ہیں کہ اگر غمزدارث بھی بغیر وصیت کے اپنی طرف سے احسان کر کے کسی دوسرے کے عوض حج کرائے تو اس دوسرے کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا مگر یہ قول اکثرین کے خلاف ہے۔ ۱۲

اپنے ظل سے خرچ کر کے دوسرے کی طرف سے حج کرے اور پھر اس سے خرچ لے لے تو اس دوسرے کی طرف سے حج کرنا صحیح ہو جائے گا اس کے ذمہ سے فرض اتر جائے گا ہاں اگر خرچ اس سے لے لے تو پھر اس کی طرف سے حج ادا نہ ہوگا۔

(۶) جو شخص اپنی طرف سے حج کرائے اس نے اگر کسی خاص شخص کی نسبت کہا ہو کہ وہ میری طرف سے حج کرے تو اسی خاص شخص کا حج کرنا اگر دوسرا شخص کرے تو اس کی طرف سے حج ادا نہ ہوگا۔ ہاں اگر کسی شخص کو روپیہ دے کر اس سے یہ کہہ دیا جائے کہ تجھے اختیار ہے چاہے خود حج کرنے جائے چاہے کسی اور کو بھیج دے تو پھر وہ شخص چاہے خود چاہے کسی اور کو بھیج دے۔ بہر حال اس روپیہ دینے والے کی طرف سے حج ادا ہو جائے گا۔

(۷) جس شخص کی طرف سے حج کیا جاتا ہے اس پر حج فرض ہو ورنہ فرض نہ ساقط ہوگا مثلاً کوئی فقیر یا ایسا شخص جس میں حج کی فرضیت کے شرائط نہیں پائے جائے اپنی طرف سے کسی کو حج کرائے تو اس کے ذمہ سے فرض نہ ساقط ہوگا یعنی اس حج کرائے کے بعد اگر اس میں شرائط فرضیت حج کے پائے جائیں گے تو پھر اس کو حج کرانا ہوگا۔

(۸) حج جس شخص سے کرایا جاتا ہے وہ راستہ سواری پر طے کرے نہ پیادہ پا ہاں اگر خرچ کم پڑ جائے اور اس وجہ سے کچھ راستہ پیادہ پا کرے تو درست ہے۔

(۹) جس شخص سے حج کرایا جائے وہ وہیں سے سفر کرے جہاں وہ شخص رہتا ہو جس کی طرف سے حج کرایا جاتا ہے اور اگر وہ شخص مر گیا ہو اور اس کے وارث اس کی طرف سے حج کرائے ہوں تو بیت کا تہائی مال جس مقام سے کفایت کرے وہیں سے حج کے لئے سفر کیا جائے۔

(۱۰) جو شخص کسی کی طرف سے حج کرے وہ حج کو فاسد نہ کرے اگر فاسد کر دے گا اور پھر اس کی قضا کر دے گا تو دوسرے شخص کی طرف سے فرضیت کو ساقط نہ کرے گا۔

(۱۱) جو شخص کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنے جائے وہ اس کے حکم کی مخالفت نہ کرے یعنی اگر اس نے افراد کو کہا ہو تو افراد کو کہے قرآن کو کہا ہو تو قرآن کا احرام باندھے تمتع کے لئے کہا ہو تو تمتع کیسے ہاں اگر اس نے افراد سے کہے کہ لے کہا تھا اور اس نے پہلے اس کی طرف سے حج کیا بعد اس

۱۔ مثلاً بیٹا اپنے باپ کی طرف سے غیر وصیت کے حج کرے تو فرض اتر جائے گا ۱۲۔

۲۔ تہائی مال کی قضا کے لئے لگادی گئی کہ وصیت صرف تہائی مال میں جاری ہوتی ہے اور یہ سونٹا بھی وصیت کے مثل ہے ۱۲۔

بچے پھر اپنے لئے عمرہ کیا تو درست ہے مگر اس زمانہ کے قیام کا خرچ وغیرہ اس دوسرے شخص کے ذمہ نہ ہوگا بلکہ اس کو اپنے پاس سے کرنا چاہیے۔

(۱۲) جو شخص دوسرے کی طرف سے حج کرے وہ ایک ہی حج کا احرام باندھے اگر وہ شخص ایسا کرے گا کہ ایک حج کا احرام دوسرے کی طرف سے اور ایک کا اپنی طرف سے باندھے گا تو دوسرے کے ذمہ سے فرضیت ساقط نہ ہوگی ہاں اگر دوسرے حج کا احرام توڑے تو درست ہے۔

(۱۳) ایک ہی شخص کی طرف سے حج کا احرام کرنا۔ اگر دو آدمی مل کر کسی شخص کو حج کرنے کے لئے بھیجیں اور وہ دونوں کی طرف سے حج کا احرام باندھے تو کسی کے ذمہ سے فرضیت ساقط نہ ہوگی اگرچہ وہ بعد حج کے ان دونوں میں سے کسی ایک کی تخصیص کرے۔ ہاں اگر کوئی وارث اگر اپنے دو مورثوں کی طرف سے بغیر ان کی وصیت کے حج کرے تو درست ہے۔ یعنی اگر ان دو مورثوں میں سے کسی ایک کے ذمہ حج فرض تھا اور اس نے بعد حج کرنے کے اس کی تخصیص کر لی کہ میں اس کی طرف سے حج کرتا ہوں تو اس کے ذمہ سے فرض اتر جائے گا۔

(۱۴) جس سے حج کرایا جائے وہ مسلمان ہو۔

(۱۵) جس سے حج کرایا جائے وہ عاقل ہو۔ مجنون نہ ہو۔

(۱۶) جس سے حج کرایا جائے وہ بکھدار ہو گوتا بائع ہو۔ تاہم بچے سے اگر حج کرایا جائے تو

فرضیت ساقط نہ ہوگی۔

۱۷۔ مثلاً ایسا ایسا باپ دونوں کی طرف سے حج کا احرام باندھے چنانچہ اس کے فضائل احادیث صحیحین بکثرت وارد ہوئے ہیں۔ اور قطنی میں متعدد طرق سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اپنے ماں یا باپ کی طرف سے حج کرے تو اس کو اس کا حج پورا کر دے گا اور اس کو دس حج کے برابر ثواب ملے گا اور قیامت کے دن نیک لوگوں کے ساتھ اس کا عشر ہوگا۔ افسوس ہے کہ اکثر لوگ اس بات سے غافل ہیں اور اگر حج کرنے جاتے ہیں تو اپنے ماں یا باپ کو اس کا ثواب نہیں پہنچاتے حالانکہ اس سے ان کا نقصان نہ ہوگا ان کا فرض اتر ہی جائے گا۔

۱۸۔ اس مقام پر ایک بات باقی ہے کہ اگر یہ حج اس وارث نے اپنا فرض اتارنے کے لئے کیا ہو تو صرف عیال کا فرض اترے گا یا صرف اس کا یا دونوں کا۔ محققین فقہاء کی تحریر اور ظاہر احادیث سے ایسا معلوم ہوتا

ہے کہ دونوں کا اتر جائے گا (رد المحتار)

(۱۷) جو شخص دوسرے کی طرف سے حج کرنے جائے حج اس سے فوت نہ ہو اگر فوت ہو جائے گا اور وہ پھر قضا کرے گا تو دوسرے کے ذمہ سے فرضیت ساقط نہ ہوگی یہ سب شرائط فرضیت ساقط ہونے کے لئے ہیں محض ثواب پہنچانے کے لئے ان شرائط کی ضرورت نہیں۔ ان شرائط کے سوا اور کوئی شرط ہمارے یہاں نہیں ہے ہمارے یہاں عورتوں سے غلام سے اور اس شخص سے جس نے اپنے لئے کبھی حج نہ کیا ہو حج کر لینا درست ہے۔ فرضیت ساقط ہو جائے گی، ان شرائط کے علاوہ اور شرائط بھی بعض علماء نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں حتیٰ کہ صاحب باب المناسک نے بیس شرطیں گناوی ہیں لیکن بعض تو ان میں مکرر ہیں یعنی صرف عبارت کا فرق ہے مآل ایک ہی ہے اس لئے ہم نے ان کو ہدف کر دیا اور بعض وہ حقیقت شرط ہی نہیں ہیں مثلاً صاحب درمختار اور صاحب باب المناسک وغیرہ ہوا سمجھتے ہیں کہ جس سے حج کرایا جائے اس سے اجرت کا معاملہ نہ کیا جائے یعنی یوں نہ کہا جائے کہ ہم تم کو اس قدر روپیہ دیں گے تم اس کے عوض میں ہماری طرف سے حج کراؤ اگر ایسا کیا جائے تو حج کرانے والے کی طرف سے وہ حج صحیح نہ ہوگا حالانکہ یہ قول خلاف تحقیق اور خلاف ظاہر روایت ہے محققین نے لکھا ہے کہ یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں عبادت کی اجرت لازم آتی ہے اور عبادت پر اجرت لینا ناجائز ہے لہذا اس قسم کا معاملہ جائز ہی نہ ہوگا اور یہ اجارہ باطل ہو جائے گا اور حج کرنے والے کو صرف اسی قدر روپیہ دینا ہوگا جو حج میں خرچ ہوا ہے خواہ اجارہ اس سے کم پر ہوا ہو یا زیادہ پر اور حج اس کی طرف سے درست ہو جائے گا مثال زید نے عمرو سے کہا کہ ہم تم کو پانچ سو روپیہ دیں گے تم ہماری طرف سے حج کراؤ تو یہ اجارہ باطل ہے زید کو صرف اسی قدر روپیہ دینا ہوگا جو عمرو نے حج میں خرچ کیا ہو خواہ وہ پانچ سو سے زیادہ ہو یا پانچ سو سے کم (ردالمحتار وغیرہ)

۱۵ امام شافعی کے نزدیک اس کے علاوہ اور بھی شرائط ہیں مثلاً مرد ہونا۔ آزاد ہونا اور اپنی طرف سے حج کر چکنا ان کے نزدیک عورت اور غلام اور اس شخص کا حج دوسرے کی طرف سے درست نہیں جس نے کبھی اپنے لئے حج نہ کیا ہو ۱۲۵ ظاہر روایت اس مسئلہ کو کہتے ہیں جو امام حنبل کی ان چھ کتابوں میں ہیں۔ جامع صغیر جامع کبیر صغیر سیر کبیر زیارات۔ مسو ۱۲۵۔

۱۳۵ متاخرین علماء نے بعض بعض عبادتوں پر اجرت لینے کو جائز سمجھا ہے مثلاً تعلیم دین، ادا ذان و امامت وغیرہ کما اس مسئلہ کو اگر خدا نے چاہا تو ہم بہت مدلل و مبسوط بیان کریں گے۔

شرائط کا بیان تو ہو چکا اب مسائل کا بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) جس شخص کو حج کے لئے بھیجا ہے اگر وہ محض ہو جائے تو احصار کی قربانی کی قیمت اسی شخص کے ذمہ واجب ہے جس نے حج کے لئے بھیجا ہے اور اگر وہ مر گیا ہو تو اس کے تہائی مال سے لی جائے پھر سال آئندہ میں ایک حج اس حج کے بدلہ کر لے جیسا کہ احصار کا عام قاعدہ ہے پھر اس کے بعد دوسرے سال ایک حج کرنے والے کی طرف سے کرے۔

(۲) جس شخص کو حج کے لئے بھیجا ہے اگر اس سے حج فوت ہو جائے تو دیکھنا چاہیے کہ اس کے قصور سے فوت ہوا ہے یا کسی ناگہانی آفت کی وجہ سے پہلی صورت میں اس پر ضروری ہو گا کہ جیسے والے کا جس قدر وہ پیہ فرج کیا تھا اس کو اچھا سمجھے اور پھر اپنے پاس سے خرچہ کر کے علاوہ اس حج کے جو فوت ہو جانے کے بدلے میں اس کو کرنا پڑے گا حج کرانے والے کے لئے ایک حج اور کرے۔

(۳) قرآن اور تمتع کی قربانیاں اور جنائیت کی قربانی حج کرنے والے کے ذمہ ہوں گی حج کرانے والے کے اگر حج کرانے والے نے تمتع یا قرآن کی اجازت دیکھی ہو۔

(۴) اگر دوسرے کی طرف سے حج کرنے والا حج کو فاسد کرے تو اس کی قضا سال آئندہ میں اس کے ذمہ ضروری ہوگی مگر یہ قضا کا حج حج کرنے والے کی طرف سے نہ ہو گا بلکہ حج کرانے والے کے لئے اس کے علاوہ ایک حج اور اس کو کرنا پڑے گا اور اس کا خرچہ اس کو اپنے پاس سے کرنا پڑے گا حج کرانے والے سے تو پہلے ہی لے چکا ہے۔

(۵) جس کو کسی میت کی طرف سے حج کے لئے بھیجا ہے اگر وہ وقوف عرفات پہنچ کر جانے یا

لے بعض فقہا کہتے ہیں کہ تہائی مال سے نہیں بلکہ کل مال سے یعنی اگر کسی مال قربانی میں خرچ ہو جاوے تو خرچہ کر دیا گے بعض نے اس پر فتویٰ بھی دیا ہے مگر زیادہ قوی وہی قول ہے جو کتاب میں لکھا گیا۔

حد جنائیت کی قربانی کا اس کے ذمہ ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ اسی کا قصیدہ ہے جنرا بھی اسی کو ملنی چاہیے قربانی رہی قرآن اور تمتع کی قربانی کا تو اسکے ذمہ واجب ہو چکی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں قربانیاں شکر کی ہیں اور شکر یہ اسی شخص پر واجب ہوتا ہے جو حقیقتہً تمتع اور قرآن کرے اور حقیقتہً انکا کرنا اسی شخص پر واجب ہے۔

اس کے یہ شرط اس واسطے لگائی گئی کہ اگر اس نے اجازت نہ دی ہوگی تو یہ حج بھی اس کی طرف سے نہ ہوگا اور ایسی حالت میں بد جہ اولیٰ اس شخص کے ذمہ تمتع اور قرآن کی قربانی واجب ہوتی ہے۔

اس کا روپیہ چوری جائے تو جس قدر مال میت کا باقی ہے اس کی تہائی سہ دوہرا حج کرایا جائے اور
مقام سے جہاں وہ میت رہتا تھا اور اگر تہائی مال اس قدر نہ ہو تو جہاں سے لگن ہو وہیں سے حج
کرایا جائے پھر اگر یہ دوسرا شخص جو بھریا گیا اس پر بھی وہی واقعہ پیش آئے یعنی مر جائے یا اس
کا مال چوری جائے تو پھر جس قدر مال میت کا باقی ہے اس کے تہائی سے حج کرایا جائے اگر وہ
واقعہ پھر پیش آجائے تو پھر ایسا ہی کیا جائے یہاں تک کہ سب مال ختم ہو جائے یا اس قدر مال
رہ جائے جس میں حج نہیں ہو سکتا۔

(۶) حج کے لئے کسی دوسرے کو بھیجا یا بھیجنے کی وصیت کر جانا اس وقت میں ضروری ہے
کہ اس پر حج فرض ہو چکا ہو اور خود نہ جائے، اگر کوئی شخص حج کے لئے گھر سے چلا کر وقف
عزوات سے پہلے مر گیا تو اس پر حج کے لئے وصیت کرنا اسی حالت میں ضروری ہے کہ جس سال
حج اس پر فرض ہوا تھا اس سال سے اس نے تاخیر کر دی ہو اگر اسی سال حج کرنے چلا گیا تو پھر
وصیت کر جانے کی کچھ حاجت نہیں۔

(۷) اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ تو اسی سال جا کر میری طرف سے حج کرا اور وہ اس سال نہ
جائے تو وہ نفلت کرنے والا نہ سمجھا جائے گا اور جب حج کرے گا درست ہو جائے گا، یعنی
بھیجنے والے کی طرف سے فرض ادا ہو جائے گا۔

(۸) جس کا قدر روپیہ کسی شخص کو حج کرنے دیا جائے اگر اس میں کمی پڑ جائے تو وہ اس قدر
بھیجنے والے سے اور لے اور اگر کچھ بچ رہے تو واپس کرنے ہاں اگر بھیجنے والا یہ کہے کہ جس قدر حج
جائے اس کی بابت میں تجھے اختیار دیتا ہوں کہ جس کو چاہے دیکھے چاہے خود اپنے طرف میں لے
آئے تو اس صورت میں بھیجے ہوئے روپیہ کا اپنے طرف میں لے آنا اس شخص کے لئے جائز ہو جائیگا۔

حج کی نذرمانی

حج جس طرح کہ خدا کی طرف سے جنب اس کے شرائط پائے جائیں فرض ہے اور اس حج کو
حجۃ الاسلام کہتے ہیں اسی طرح اگر کوئی شخص حج کی نذرمانی کرے تو وہ بھی واجب ہو جاتا ہے اور اس
شخص پر حج کرنا ضروری ہو جاتا ہے، یہی حال تمام عبادات کا ہے اگرچہ وہ فی نفسہ واجب نہ ہوں مگر

نہ کرنے سے واجب ہو جاتی ہیں۔

تیسری جلد میں نذر روزہ کے بیان میں ہم لکھ چکے ہیں کہ نذر کے الفاظ میں قسم کا بھی استعمال ہے اس لفظ سے نذر کا مفہوم ادا ہوتا ہے اس سے قسم کا بھی مطلب سمجھا جاتا ہے دونوں مثل لازم و ملزوم ہیں۔ نذر کہتے ہیں ایک غیر واجب چیز کے واجب کر لینے کو اور قسم کہتے ہیں مباح چیز کے حرام کر لینے کو اس جب کسی غیر واجب چیز کو کرنا اپنے اوپر واجب کیا جائے گا تو اس کا نہ کرنا جو مباح تھا حرام ہو جائے گا۔ مثلاً جب کسی شخص نے نفل نماز کی نذر مانی تو اس نفل نماز کا پڑھنا اس پر واجب ہو گیا اور اس نفل کا نہ پڑھنا جو اس کے لئے مباح تھا اس پر حرام ہو گیا۔ برخلاف بیان سابق کے حج کی اگر کوئی شخص نذر مانے گا تو اس سے قسم مراد نہ ہوگی یعنی اگر چاہے کہ حج نہ کرے اور جس طرح قسم کا کفارہ دینے سے قسم کے خلاف کرنے کا گناہ اتر جاتا ہے اس کا کفارہ دے کر نذر کے حج نہ کرنے کے گناہ سے سبکدوش ہو جائے تو ممکن نہیں۔ (عالمگیریہ)

نذر اگر کسی شرط پر معلق کی جائے مثلاً یوں کہا جائے کہ میرا فلاں کلام ہو جائے گا تو میرے اوپر حج ضروری ہے یا ایسا ایک حج کی نذر مانتا ہوں تو جب وہ شیطانی پائی جائے گی حج کرنا اس ضروری ہوگا۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں احرام کی نذر مانتا ہوں یا مکہ مکرمہ یا کعبہ معظمہ جانے کی نذر مانتا ہوں اس کے ساتھ حج یا عمرہ کی تخصیص نہ کرے تو اس پر ایک حج یا عمرہ واجب ہو جائے گا دونوں میں سے جس کو ادا کرے گا نذر پوری ہو جائے گی۔

اگر کوئی شخص زیادہ یا حج یا عمرہ کرنے کی نذر کرے تو صحیح یہ ہے کہ اس کو اپنے مکان سے مکہ مکرمہ یا زیادہ یا حج یا عمرہ سے اور حج میں طواف زیارات کے بعد اور عمرہ میں سعی کے بعد اس کو سوار دجانا جائز ہو جائے گا۔ اگر اس کے خلاف کرے گا یعنی پورا راستہ یا اس کا اکثر حصہ سواری پر حج کرے گا تو اس کو ایک قربانی کرنی ہوگی (عالمگیریہ)

اگر کوئی شخص مکہ معظمہ یا کعبہ شریفہ تک زیادہ یا حج یا عمرہ کی نذر کرے تو یہ نذر لغو ہو جائے گی یعنی اس حج یا عمرہ واجب نہ ہوگا۔

مباح اس نفل کو کہتے ہیں جس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہو یعنی جس طرح اس کے کرنے میں کوئی نفع نہیں اس طرح کر کے نہیں کرنا چاہئے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ میں حجۃ الاسلام دو دفعہ کرنے کی نذر کرتا ہوں تو اس کی یہ نذر لغو ہو جائے گی حجۃ الاسلام ایک بار سے زیادہ نہیں ہوتا۔

اگر کوئی شخص ایک ہی سال کی حج کرنے کی نذر مانے تو بچنے بچوں کی نذر کرے گا سب اس پر لازم ہو جائیں گے مگر ایک سال یا ایک ہی حج کرنا ہو گا۔

اگر کوئی شخص مثلاً ایک سال میں تیس حجوں کی نذر مانے اور اپنے بدلے تیس آدمیوں کو ایک ہی سال میں حج کرنے کے لئے پیسے لے کر حج کا زمانہ آنے سے پہلے وہ خود حج کرنے سے محذور ہو گیا یا مر گیا تو وہ کل حج اس کی طرف سے ہو جائیں گے اور اگر حج کے زمانے میں وہ صحیح و تندرست رہا کہ خود حج کر سکتا ہے تو انیس حج اس کی طرف سے ہو جائیں گے۔ ایک حج نہ ہو گا۔ اور یہ ایک حج جب خود ہی کرے گا تب ادا ہو گا۔

اگر کوئی نذر کا حج کرنے جائے اور اکبھی تک اس نے حجۃ الاسلام سے فراغت نہ کی ہو اور اس کی فرضیت کے شرائط اس میں پائے جاتے ہوں تو اسی حج نذر کے ضمن میں حجۃ الاسلام بھی ادا ہو جائے گا بشرطیکہ اس کی نیت کرے ورنہ جیسی نیت کرے گا ویسی ہی ہو گا (عالمگیری)

مشرق مسائل

(۱) اگر دو قوف عرفات کے بعد کچھ لوگوں کی شہادت سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ آج آٹھویں تاریخ ہے تو یہ شہادت مان لینی چاہیے اور دوسرے دن لوہی تاریخ کو بھڑے قوف کرنا چاہیے اور اگر دسویں تاریخ کو شہادت گذرے کہ جس دن یہ قوف کیا گیا وہ آٹھویں تاریخ تھی تو یہ شہادت قبول نہ کی جائے گی اور یہ قوف صحیح ہو جائے گا اور اگر آٹھویں تاریخ کو اس بات کی شہادت گذر جائے کہ آج لوہی تاریخ ہے تو اس صورت میں اگر امام اور اکثر حاضرین و قوف عرفات کر سکیں تو شہادت مان لی جائے۔ اور اگر یہ بات ممکن نہ ہو تو شہادت نہ ماننی جائے اور جو لوگ شہادت دیتے ہیں ان کو بھی یہی حکم دیا جائے گا کہ تمام لوگوں کے ہمراہ تم بھی وقوف کرو اور اگر وہ لوگ اس کے خلاف کریں گے یعنی ابھی شہادت کے موافق عمل کریں گے اور لوگوں کی رفاقت چھوڑ دیں گے تو ان کا حج نہ ہو گا (تیسرے احتمالاً)

حاصل یہ کہ جس صورت میں شہادت کے مان لینے سے یہ کل لوگوں یا اکثر لوگوں کا حج فوت ہوتا

یہ اس صورت میں شہادت نہ قبول کی جائے گی اور جس صورت میں کسی کا حج فوت نہ ہوتا ہو یا ہوتا ہو تو تھوڑے سے آدمیوں کا تو اس صورت میں شہادت قبول کی جائے گی (عالمگیر)

(۲) اگر کوئی عورت حج کے زمانہ سے بہت پیشتر احرام باندھ لے اگرچہ شوہر نے اجازت بھی دی ہو تب بھی شوہر کو اختیار ہے کہ اس کا احرام توڑ دالے ہاں اگر اس نے کچھ تھوڑے دنوں زمانہ حج سے پیشتر احرام باندھا ہو تو پھر نہیں توڑوا سکتا۔

(۳) لونڈی غلام نے اگر بغیر اجازت اپنے مالک کے احرام باندھ لیا ہو تو مالک ان کا احرام توڑوا سکتا ہے اور اس صورت میں وہ لونڈی غلام محصر سمجھے جائیں گے احصار کی قربانی اور حج کی عنا انھیں کے ذمہ ہوگی جس کو وہ بعد آزاد ہونے کے بجالائیں اور اگر مالک اجازت دے چکا ہو تب ہی اس کو اختیار احرام توڑوا دینے کا ہے۔ مگر اس صورت میں احصار کی قربانی مالک کے ذمہ ہوگی۔ اگر اجازت دے چکنے کے بعد احرام کا توڑوا دینا مکروہ ہے۔

(۴) لونڈی غلام کا خرید و فروخت کرنا جائیکہ وہ احرام باندھے ہوئے ہوں جائز ہے اور سترے کو اختیار ہے چاہے ان کو احرام پر باقی رہنے دے چاہے توڑوا دے۔

(۵) جب مالک اپنی لونڈی غلام کا یا شوہر اپنی بی بی کا احرام توڑوانا چاہے تو اس کو چاہیے کہ حرام توڑنے کے لئے ایسا فعل کرے جس کی جنایت کم ہو مثل ناخون کتر وادینے یا بال کتر وادینے۔

(۶) حج فرض اطاعت عالمین سے بہتر ہے۔

(۷) کعبہ کرمہ کی پوشش اور آب زمزم کا تبرک اپنی وطن لے جانا مستحسن ہے۔

حق تعالیٰ کی مدد سے علم الفقہ میں حج کا بیان ختم ہو گیا اب روضہ مقدس جناب عرش اشتباہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بیان کیا جاتا ہے جس سے اکثر حکم کی کتابیں خالی ہیں اور یہ بسط و تفصیل تو شاید کسی کتاب میں ہو۔

ومنہ الاعانتہ

رسول اکرم صلعم

کے

روضہ اقدس کی زیارت کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
حَامِدًا وَصَلِیًّا

جج کا بیان غم کرنے کے بعد روضہ اقدس کی زیارت کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوا، کیونکہ حج اگر فرض ہے تو یہ زیارت واجب ہے جیسا کہ ہمارے آئندہ بیان سے بخوبی واضح ہوگا۔ ہمارے فہمائے اگرچہ اس مقام پر بہت اختصار سے کام لیا ہے مگر میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میں اس بیان کو بھی بسط کے ساتھ زیب رقم کروں، کیا عجیب کہ پسند بارگاہ کریم وہاں ہو جائے اور اس آشنختہ روز گلارگی بنات کا وسیلہ بن جائے کیونکہ یہ اس کے محبوب کا ذکر ہے اگرچہ ان کی شان رفیع کے شایاں نہیں نہ صبر نہ معنی مگر تاہم بہت کچھ امید ہے حضرت رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا توسل راہیگاں نہیں ہوتا ان کے دروازے سے کوئی سائل محروم نہیں ہوتا۔

اِلٰی یٰ اَسِیْبِہٖ اَنْعَمٰی مَدَدَتْ یَدَ الرَّحْمٰنِ
وَمَنْ جَاءَ هٰذَا الْبَابَ لَا یُخْشِی التَّوَدًّا

میں اس بیان میں سب سے پہلے مختصراً کچھ فضائل مدنیہ منورہ کے بیان کروں گا اس کے بعد پھر اس مسئلہ کی تحقیق کی جائے گی کہ زیارت روضہ اقدس واجب ہے یا سنت اور اس کے بعد زیارت کا طریقہ اور اس کی دعائیں لکھوں گا۔ وَ عَلَی اللّٰهِ تَقِیَّةٌ

مدینہ منورہ کے فضائل

اگر وہ کہ مقام ابراہیم است بہ مدینہ آ کہ مقام محمد است

سہ ترجمہ یہ ہے ان کے بلند دروازہ کی طرف امید کا لہجہ پھیلا ہے۔ اور جو شخص اس دروازہ میں آیا نامراد لسنے سے محفوظ رہتا۔

ایجابیا کہ ہبید از اسرار ایڑوی سست
ایجابیا کہ مشرقی نور محمدی سست
ایجابیا کہ نور یقین جلوه می کنند
نور غمگین کسبہ ہایں نور ہندی سست
ایجابیا کہ مائدہ عیشی و انجی سست
ایجابیا کہ وصول فائدہ فیض سردی سست
اسے وہ حجاب ظلمت و شک از طرف سیا
تا بگری بہ چشم کہ دین دین احمدی سست

مدینہ منورہ کا تقدس اور اس کی عظمت شان صرف اسی بات سے ظاہر ہے کہ وہ بہترین انبیاء صلی اللہ

علیہم السلام کا مسکن تھا اور اس کا مہربانی ہے کہ یہ ایک ایسی بڑی فضیلت ہے جو کسی دوسرے مقام کو نصیب
ہیں اور کوئی دوسری فضیلت کسی ہی کامیوں سے پیدا ہوتی ہے اس کی ہمہ ساری چیز نہیں کر سکتی ہے

ای خوش آن سرزمین کہ منزل تستت
پہر این جا گذار محفل تستت
ہر کجا بہ گوری چو بارہ بہسار
ندہ ہر جسز شمیم مشک تستت
روی مجنوں ہاں زمین ادھار
کہ بود پاسے ناقصہ لیلیا

مدینہ منورہ کے نام احوال پریشان بکثرت وارد ہوتے ہیں یہ بھی ایک شعبہ اس کی فضیلت کا ہے

بمحلہ ان کے چند نام یہاں لکھتا ہوں طایبہ طیبہ طیبہ طایبہ طایبہ طایبہ طایبہ طایبہ طایبہ طایبہ طایبہ
کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ نہایت پاک اور پاکیزہ مقام ہے نجاسات معنوی یعنی شرک و کفر سے
بھی پاک ہے اور نجاسات ظاہری سے بھی بری ہے اور وہاں کی درود و بار آور ہر چیز میں حتیٰ کہ مٹی
میں بھی نہایت لطیف خوشبو آتی ہے جو ہرگز کسی دوسری خوشبودار چیز میں پائی نہیں جاتی اس خوشبودار
اور پاک اکثر اہل ایمان کہتے ہیں قاصد کہ وہ لوگ جن کے دل حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی صحبت سے لبریز ہے اس خوشبودار پاکیزگی سے خوب واقف ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین علیہ
فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی مٹی میں ایک عجیب خوشبو ہے جو مشک و عنبر میں ہرگز نہیں۔ شیخ ابو عبد اللہ
عطار کا شعر ہے کہ

طیب رسول اللہ طاب نسیمها
فما المذک واکافور والحمد لله رب العالمین

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے اس کی ہوا خوشبودار ہو گئی ہے۔ پس نہ مشک نہ عنبر اس
کی برابری کر سکتا اور نہ کافور اور صندل تر

امام مالک فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ منورہ کو بے خوشبو کہے یا وہاں کی ہوا کو خراب کہے وہ
واجب التوبہ ہے اسے قید کر دینا چاہیے یہاں تک کہ صدق دل سے توبہ کرے۔ امرأ حق اللہ
دار العجوة بیعت رسول اللہ رسول اللہ محبوبہ حسنہ اند بھی بہت سے نام ہیں جو علماء نے

ذکر کرتے ہیں سب سے زیادہ مشہور نام صلا یعنی ہے احاد و میثاق میں مدینہ منورہ کے نفاذ میں بہت وارد ہوئے ہیں اس مقام پر صرف چند حدیثیں صحیح صحیح لکھی جاتی ہیں۔

(۱) جب شروع شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے ہیں اس وقت وہاں کی آب و ہوا نہایت ناقص و خراب تھی اکثر وبائی بیماریاں رہتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت بلالؓ آتے ہی سخت بیمار ہو گئے تھے تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ مدینہ کی ہجرت ہائے دلوں میں ڈال دے جیسا کہ ہم لوگوں کو کبھی ہجرت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اے اللہ ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے اور مدینہ کی آب و ہوا کو درست کر دے اور اس کا بخار جنتہ کی طرف بھیج دے (صحیح بخاری)

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ سے اس قدر محبت تھی کہ جب کہیں سفر میں تشریف لے جاتے تو مدینہ منورہ سے قریب رہ جاتا اور اس کی عمارتیں دکھائی دینے لگتیں تو حضرت اپنی سواری کو کمال شوق میں تیز کر دیتے اور فرماتے کہ یہ ظاہر آگیا (صحیح بخاری) اور اپنی چادر مبارک اپنے شانہ اترتے سے گرا دیتے اور فرماتے کہ یہ طیبہ کی ہوائیں ہیں۔ صحابہ میں جو کئی بوجہ گرد و غبار کے اپنا منہ بند کرنا تو آپ صبح کرنے اور فرماتے کہ مدینہ کی خاک میں شفق ہے (جذبہ القلوب) (۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایمان مدینہ کی طرف لوٹ آئے گا جیسے کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف لوٹ آتا ہے (صحیح بخاری)

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کا گھر ہر شہر میں ہو گا مگر مکہ و مدینہ سے آئے پائینگا، فوشے ان شہروں کی حفاظت کریں گے۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدینہ بڑے آدمیوں کو اس طرح نکال دیتا ہے جیسے کوسہ کی بھٹی سے کوسہ کے میل کو نکال دیتی ہے (صحیح بخاری)

یہ خاصیت مدینہ منورہ میں ہر وقت موجود ہے چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز جب مدینہ منورہ سے شام آئے لگے تو بہت خائف تھے اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے کہ تمہاری ان نکون صفت اہل مدینہ یعنی ہم کو خوف آتا ہے کہ ہم ان لوگوں میں تو نہیں ہیں جن کو مدینہ نکال دیتا ہے اور ظاہر اس خاصیت کا ظہور قیامت کے قریب بہت لگے ہو گا۔ تین مرتبہ مدینہ منورہ میں زلزلہ آیا تھا کہ جس قدر بد باطن لوگ اس وقت وہاں پناہ لڑیں ہوئے ہوں گے بکل جائیں گے۔ (۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے نکلے گئے تو دعا کی کہ اللہ ہر دور و گار

کر لے گا اس شہر سے لگائے گا ہے جو تمام مقامات سے زیادہ مجھے محبوب ہے تو اس مقام میں مجھے لے جا
جو تمام شہروں سے زیادہ مجھے محبوب ہو۔

(۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس سے یہ بات ہو سکے کہ مدینہ میں مرے اس کو چاہیے
کہ مدینہ میں مرے کیونکہ جو شخص مدینہ میں مر جائے گا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا
اور اس کے ایمان کی گواہی دوں گا اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلے جن لوگوں کو میری
شفاعت کی دولت نصیب ہوگی وہ اہل مدینہ ہوں گے بعد اس کے اہل مکہ بعد اس کے اہل
خائف اسی وجہ سے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں مروی
ہے کہ اسے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب کر اور میری موت اپنے رسول کے شہر میں کر چنانچہ
اللہ تعالیٰ نے ان کی دونوں دعائیں قبول فرمائیں۔ خدا کی راہ میں شہید بھی ہوئے اور خائف مدینہ
منورہ میں حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدفون ہوئے اسی وجہ سے امام مالک فرماتے
ہے کہ صرف ایک بار گئے اور حج کر کے فوراً مدینہ منورہ واپس آگئے کبھی مدینہ منورہ سے
باہر نہیں گئے کہ مبادا مدینہ سے باہر موتشانہ آجائے تمام عمر مدینہ میں رہے اور وہی وفات پائی۔
(۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدینہ میری ہجرت کا مقام ہے اور وہی میرا مدفن
ہے اور وہی ہے میں قیامت کے دن اٹھوں گا جو شخص میرے پڑوسیوں میں سے اہل مدینہ کے
حقوق کی حفاظت کریگا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے ایمان کی
گواہی دوں گا۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کرے گا وہ ایسا گھسی
جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(۹) مدینہ کی خاک پاک ہے اور وہاں کے میوہ جانتے ہیں حق تعالیٰ نے تاثیر شفا و بہت
فرمائی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ ایک مقام ہے وادی الطحان وہاں کی مٹی سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم مرض تپ میں تجویز فرماتے تھے اور فوراً ہی شفا ہوتی تھی اکثر علماء نے اس مٹی
سے متعلق اپنا تجربہ بھی لکھا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی جذب القلوب میں لکھتے ہیں
کہ جس زمانہ میں مدینہ منورہ میں متیم تھا میرے ہاں ایک مرض سخت پیدا ہو گیا کہ تمام اطباء نے
اس امر پر اتفاق کر لیا کہ اس مرض کا آخری نتیجہ موت ہے صحت دشوار ہے میں نے اسی خاک
پاک سے اپنا علاج کیا تھوڑے ہی دنوں میں بہت آسانی سے صحت حاصل ہوئی اسی قسم کی خائیا
وہاں کی کھجور میں بھی مروی ہیں اور لوگوں نے تجربہ بھی کیا ہے اگرچہ بعد ثابوت ہو جانے اس امر کے

کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے کہ کسی کے تجربے کی کچھ حاجت نہیں ہے تو شفا کے حصول کے لیے ہے اہل ایمان تو نہاں کی خاک پاک میں شفا کے روحانی کا یقین رکھتے ہیں۔

(۱۰) منجملہ فضائل مدینہ منورہ کے یہ ہیں کہ وہاں مسجد شریف نبوی ہے جو آخر مساجد انبیاء ہے اور مسجد قبا جو دین اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے اور جس کی تعریف قرآن مجید میں وارد ہوئی ہے اور اس کو مسجد تقوٰی کے نام سے یاد کیا ہے۔

مسجد نبویؐ کے فضائل بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں، جس مسجد میں حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اس کی تعمیر اپنے اہتمام سے فرمائی اور اس کو اپنی مسجد فرمایا اس کی فضیلت اور بزرگی کوئی کہا بیان کر سکتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک نماز میری مسجد میں پڑھے ہزار نمازوں سے جو اور کسی مسجد میں ہوں سوا کعبہ مکرمہ کے اور نیز فرمایا کہ لوگوں کو کسی مسجد کی زیارت کے لیے سفر کرنا جائز نہیں سوائے ان تین مسجدوں کے۔ میری مسجد اور مسجد حرام یعنی کعبہ اور مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس۔

مسجد قبا کے فضائل بھی بہت ہیں۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تشریف لے جاتے تھے، کبھی سوار ہو کر کبھی پیادہ پا (صحیح بخاری)

(۱۱) صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے گھر یعنی (روضہ منقولہ) اور میرے منبر کے درمیان میں ایک باغ ہے بہشت کے باغوں میں سے اور میرا منبر قیامت کے دن میرے حوض کے اوپر ہوگا۔

علماء نے اس حدیث کے کئی مطالب بیان کیے ہیں مگر صحیح مطلب یہ ہے کہ وہ خطہ پاک جو روضہ منقولہ اور منبر اطہر کے درمیان ہے بعینہ اٹھ کے جنت الفردوس میں چلا جائے گا جس طرح کہ دنیا کے تمام مقامات برباد ہو جائیں گے اس مقام مقدس پر کوئی آفت نہ آئے گی۔ یہی مطلب ہے اس کے باغ ہونے کا منجملہ بانگات بہشت کے۔ اور حضرت کا منبر عالی قیامت میں از سر نو علاوہ کیا جائے گا جس طرح کہ آدمیوں کے بدنوں کا ہوگا، پھر وہ منبر آپ کے حوض پر نصب کر دیا جائے گا۔

(۱۲) صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ قلاں مقام سے قلاں مقام تک حرم ہے اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس میں کوئی نئی بات (ظلم و معصیت کی) کی جائے جو شخص اس میں نئی بات کرے گا اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت علماء نے اس حدیث کے مطلب میں اختلاف کیا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک یہ محض کی طرح مدینہ منورہ

کے لئے بھی حرم ہے جس طرح مکہ کے حرم میں جدال و قتال اور درخت کا ٹٹا، شکار کرنا منع ہے اور
 ان افعال کے ارتکاب سے عسزا واجب ہوتی ہے (مفہول) نے مدینہ کے حرم کی بھی ہر جانب سے تفسیر
 کی ہے امام عظیم ابو حنیفہ کے نزدیک مدینہ کے لئے حرم نہیں ہے اس لئے مدینہ میں صرف مدینہ کی عظمت
 کا اظہار مقصود ہے اور وہاں ظلم و بدعت کا سدباب منظور ہے دلائل اس کے کتب فقہ میں
 مذکور ہیں۔

(۱۳) تمام علماء کا اتفاق ہے کہ مدینہ منورہ کا وہ مقدس حصہ جو جسم اطہر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
 سے متصل ہے تمام مقامات سے افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ بلکہ عرش عظیم سے بھی اب اس کے بعد
 اختلاف ہے کہ آیا مکہ افضل ہے یا مدینہ۔ صحیح یہ ہے کہ کعبہ کو چھوڑ کر مکہ کے باقی حصہ پر مدینہ کا باقی حصہ
 افضل ہے، حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہؓ کا یہی مسلک ہے احادیث صحیحہ سے بھی
 اسی مسلک کی تائید ہوتی ہے، علماء حقیقین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

امام مالک اپنے مؤلف میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور زجر و انکار کے عبداللہ
 بن عباسؓ سے کہا کہ کیا تم یہ کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے انہوں نے کہا کہ خدا کا حرم ہے
 اور وہاں اس کا گھر ہے اس وجہ سے میں اس کو افضل کہتا ہوں، حضرت عمر نے فرمایا کہ میں خدا کے حرم
 اور اس کے گھر کی نسبت کچھ نہیں کہتا پھر فرمایا کہ کیا تم یہ کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے انہوں نے
 پھر وہی کہا کہ خدا کا حرم ہے اور وہاں اس کا گھر ہے، حضرت عمر نے فرمایا کہ میں خدا کے حرم اور
 اس کے گھر کی نسبت کچھ نہیں کہتا، کئی بار حضرت عمر نے اس کلام کی تکرار فرمائی اور چلے گئے معلوم
 ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کو مستثنیٰ کر کے مدینہ کو مکہ سے افضل کہتے تھے اور یہی حق ہے۔

زیارت روضہ مقدسہ کے فضائل اور اس کا حکم

حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سراپا سعادت دنیا و آخرت ہے اور اہل ایمان و
 محبت کا مقصد اصلی اور حقیقی غایت اس کے فضائل بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں، ہم سے
 رب العرش کے عزت و جلال بے زوال کی کہ اگر اس زیارت میں کچھ بھی ثواب نہ رکھا جاتا اور اس کا
 معاوضہ آخرت میں کچھ بھی نہ دیا جاتا تب بھی مشتاقان بے دل کی یہی حالت ہوتی اور حضرت رحمتہ
 للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے اس وقت بھی اسی طرح ہمنویوں بلکہ برسوں کا سفر

عہد امام شافعی کا قدیم قول ہے جدید قول میں وہ اس امر کا قائل ہو گئے ہیں کہ جزا واجب نہیں ہوتی اور انہوں نے

اختیار کر کے دشوار گزار راستوں سے عبور کر کے فوج کی فوج اس آستانہ عالی کی زیارت کے لئے آئے ان کے مصائب سفر اور تمام تکالیف کا یہی معاوضہ ہے کہ روئے محبوب کی زیارت نصیب ہو جائے اور سرور انبیاء کی مقدس چوکھٹ کی جبر سائی کی دولت مل جائے۔

سَلَامٌ عَلَىٰ أَنْوَارِ طَلْعَتِكَ الَّتِي
لَعَلَّكَ مِنْ تَعَطُّفِ عَلَيْنَا بِنُظْرَتِكَ
وَأَنْتَ مَكَادُ الْعَبْدِ يَا غَايَةَ الْمُنَى
وَأَنْتَ إِرَادَتِي وَأَنْتَ وَسِيلَتِي
أَعْيُنٌ يَبْهَأُ شُكْرًا وَأَقْسَىٰ بِجَاوِحِدًا
شَرَىٰ مَا أَنْوَىٰ الْوَجْدِ وَمَا أَبْدَأُ
وَيَأْسِيْدُ أَقْدَسًا وَمِنْ جَاءُ عَبْدًا
فَيَأْخُذُ بِذِي الْأَنْتِ الْوَسِيْلَةَ وَالْقَصْدَ

مگر اس بارگاہ رحمت کرامت کی فیاضی کا مقصد ہے کہ جو لوگ اس آستانہ عالی کی زیارت کے لئے جاتے ہیں ان کے لئے علاوہ اس دولت بے بہا یعنی دیدار جمال بے مثال روئے سرور انبیاء کے اور بھی بڑے بڑے اعلیٰ حارج کا وعدہ کیا گیا ہے نمونہ کے طور پر دو چار حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔
(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوتی ہے۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری زیارت کے لئے آئے اور میری زیارت کے سوا اس کو کوئی کام نہ ہو تو میرے اور پرورداری ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں
(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص صبح کو میری وفات کے میری قبر کی زیارت کرے وہ مثل اس شخص کے ہو گا جس سے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قصد کر کے میری زیارت کو آئے وہ قیامت کے دن میرے بڑے دوست ہو گا اور جو شخص حرمین میں سے کسی مقام میں سے مر جائے گا اس کو اللہ قیامت کے دن یہ خوف ہو گا کہ میرا اٹھائے گا۔

حضرت تہمید بن سہیل نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے بارگاہ مبارک کے انوار پر سلام بوجھنے کی وجہ سے یہاں شکر کے زندہ رہتا ہوں اور ان کے سبب سے دہریہ اگر بنا ہو جاتا ہوں کلاں اگر آپ ہماری طرف ایک نظر دیکھ لیتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ ہیت نے ہمارے ظاہر باطن میں کیا حالت پیدا کی ہے یہاں امداد سے تمام مقاصد کی غایت آپ (پس) غلام کی بجائے چاہے یہ امداد ایسے مرد ہو جو غلام آپ کے پاس آیا وہ سردار بن گیا اور اگر آپ ہماری برے مطلوب اور میرے وسیلہ میں سے کسی کو لیا ہے آپ وسیلہ میں لیا اور کیا اچھے مقصود ہیں ۱۲۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بعد وفات میری زیارت کرے گا گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگی، اور میری امت میں جس کسی کو مقدور ہو پھر وہ میری زیارت نہ کرے تو اس کا کوئی عذر نہیں (سننا جائے گا)

احادیث کے علاوہ قرآن مجید میں بھی ایسے اشارات صریح موجود ہیں جو زیارت قبر اقدس و اطہر کی ترغیب دیتے ہیں بخلا ان کے ایک آیت ہے وَكُنْ اَنْتُمْ مِّنْ اُولٰٓئِكَ اَفْتَحُوْا فَاٰتِيْكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ
 اللہ و استغفر لہم الرسول لوحيد اللہ تو ایا البرھیبہا ترجمہ ہے اور اگر وہ لوگ جبکہ اپنی جانوں پر ظلم کر چکے تھے (اے نبی) تمہارے پاس آئے پھر وہ اللہ سے استغفار کرتے اور رسول (یعنی تم بھی) ان کے لئے استغفار کرتے تو بیشک وہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پاتے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول کے پاس جانا اور ان سے استغفار کرنا باعث مغفرت ہے اور انبیاء علیہم السلام کے لئے حیات ابدی کا ثبوت تمام اہل اسلام کو مسلم اور قرآن و احادیث سے واضح طور پر ظاہر ہے لہذا یہ

علم یہ آیت اگرچہ خاص لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے مگر تمام مسلمانوں کا متفقہ اصول ہے کہ آیت اپنے مورد نزول کے ساتھ خاص نہیں رہتی بلکہ انبیاء علیہم السلام کی حیات میں تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے، سب اس امر کے قائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بعد وفات کے زندہ ہو جاتے ہیں اور وہ زندگی اس دنیا کی زندگی بدرجہا کامل اور قائم ہوتی ہے احادیث صحیحہ بھی اس مضمون پر دلالت کرتی ہیں ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں: — اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ تَرْتِیْبًا — انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث اور واقعات ہیں مثلاً حضرت موسیٰ کا اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دکھائی دینا اور حضرت سعید بن مسیب کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس سے آواز نماز کی سنا جیکہ زید کے زمانہ میں تین روز تک مسجد نبوی میں نماز ادا ڈان نہیں ہوئی مگر اس میں اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا قیام قبروں میں رہنا ہے یا قبر سے منتقل ہو کر آسمان پر رہتے ہیں محققین اس امر کے قائل ہیں کہ ان کا قیام قبروں میں رہنا ہے اور ان کی قبر باعتبار رتبہ کے اور نیز باعتبار آسائش کے آسمان وغیرہ سے بدرجہا افضل ہے احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص حضرت کی قبر شریفہ کے پاس جا کر سلام کرنا ہے حضرت خود اس کا جواب دیتے ہیں بخوف طوالت اس بحث کو بڑھایا نہیں جاسکتا، اکثر علماء نے اس مسئلہ میں مستقل رسالے لکھے ہیں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب انقلوب میں بہت کچھ لکھ دیا ہے ۱۲ (ملاحظہ کریں)

اختیار کر کے دشوار گزار راستوں سے عبور کر کے فوج کی فوج اس آستانہ عالی کی زیارت کے لئے آئے ان کے مصائب سفر اور کام تکالیف کا بھی معاف و ضمیر ہے کہ بوجہ محبوب کی زیارت نصیب ہو جائے اور سرور انبیاء کی مقدس چوکھٹ کی جہ سائی کی دولت مل جائے۔

سَلَامٌ عَلَىٰ أَنْوَارِ طَلْعَتِكَ الَّتِي
لَعَلَّكَ مِنْ تَعْظِيمِ عَلَيْنَا بِتَنْظُرِكَ
وَأَنْتَ مَكَادُ الْعَبْدِ يَا غَايَةَ الْمُنَى
وَأَنْتَ إِرَادَتِي وَأَنْتَ وَسِيلَتِي
أَبِيشُ بِهَا شُكْرًا وَأَقْنِي بِهَا وَجْدًا
تَرَى مَا أَنْوُ الْوَجْدُ وَمَا أَبْدَأُ
وَيَا سَيِّدَ أَقْدَسًا وَمَنْ جَاءُ عَبْدًا
فِي أَحَبِّهَا أَنْتَ الْوَسِيلَةُ وَالْقَصْدُ

مگر اس بارگاہ رحمت کرامت کی فیاضی کا مقصد ہے کہ جو لوگ اس آستانہ عالی کی زیارت کے لئے جاتے ہیں ان کے لئے علاوہ اس دولت بے بہا یعنی دیدار جمال بے مثال روضہ سرور انبیاء کے اور بھی بڑے بڑے اعلیٰ مدارج کا وعدہ کیا گیا ہے نمونہ کے طور پر دو چار حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔
(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوتی ہے۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری زیارت کے لئے آئے اور میری زیارت کے سوا اس کو کوئی کام نہ ہو تو میرے اور پرورداری ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں
(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص صبح کو میری قبر کی زیارت کرے وہ مثل اس شخص کے ہو گا جس سے میری زندگی میں میری زیارت کی۔
(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قصد کر کے میری زیارت کو آئے وہ قیامت کے دن بیسکر پڑوس میں ہو گا اور جو شخص حرمین میں سے کسی مقام میں سے مر جائے گا اس کو اللہ قیامت کے دن بے خوف لوگوں میں اٹھائے گا۔

۵۵ ترجمہ: یا رسول اللہ آپ کے روئے مبارک کے انوار پر سلام ہر زبان کی وجہ سے میں شکر کر کے زندہ رہتا ہوں اور ان کے سبب سے دھڑپا کر رہتا ہوں کاش اگر آپ ہماری طرف ایک نظر دیکھ لیتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ ہمت نے ہمارے ظاہر باطن میں کیا حالت پیدا کی ہے۔ یہ امداد سے تمام مقاصد کی غایت آپ (پہنچ) غلام کی جائے چاہے یہ امداد ایسے مردہ کو جو غلام آپ کے پاس زیادہ سردار بن گیا ہو اور آپ (پہنچ) سے مطلوب اور میرے وسیلہ میں، پس کیا اچھے آپ وسیلہ میں اور کیا اچھے مقصود ہیں۔ ۱۲۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بعد وفات میری زیارت کرے گا گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگی، اور میری امت میں جس کسی کو مقدور ہو پھر وہ میری زیارت نہ کرے تو اس کا کوئی عذر نہیں (سنا جائے گا)

احادیث کے علاوہ قرآن مجید میں بھی ایسے اشارات صریح موجود ہیں جو زیارت قبر اقدس و اطہر کی ترغیب دیتے ہیں بخلا ان کے ایک آیت یہ ہے **وَ كُنْ اَنْتُمْ رَاْفًا لِّظُلْمِكُمْ ۙ اَنْفُسِكُمْ جَاوِدًا فَاسْتَغْفِرْ لِنَفْسِكَ ۗ وَ اسْتَغْفِرْ لِمَنْ سَبَّكَ مِنَ الْاَنْفُسِ الَّتِي لَا تَبْغِي ۗ وَ اسْتَغْفِرْ لِمَنْ سَبَّكَ مِنَ الْاَنْفُسِ الَّتِي لَا تَبْغِي ۗ** (یعنی تم بھی) ان کے لئے استغفار کرتے تو بیشک وہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پاتے، اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول کے پاس جانا اور ان سے استغفار کرنا باعث مغفرت ہے اور انبیاء علیہم السلام کے لئے حیات ابدی کا ثبوت تمام اہل اسلام کو مسلم اور قرآن و احادیث سے واضح طور پر ظاہر ہے لہذا یہ

آیت اگرچہ خاص لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے مگر تمام مسلمانوں کا اتفاقاً اصول ہے کہ آیت اپنے مورد نزول کے ساتھ خاص نہیں رہتی بلکہ انبیاء علیہم السلام کی حیات میں تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے، سب سے اس کے قائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بعد وفات کے زندہ ہو جاتے ہیں اور وہ زندگی اس دنیا کی زندگی بدرجہا کامل اور قائم ہوتی ہے احادیث صحیحہ بھی اس معنیوں پر دلالت کرتی ہیں ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں: **اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يَصَلُّونَ** ترجمہ: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث اور واقعات ہیں مثلاً حضرت مسیحی کا اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دکھائی دینا اور حضرت مسعود بن مسیب کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قراقرم سے آواز نماز کی سنا جانا کہ یہ سب کے نام میں ہیں روز تک مسجد نبوی میں نماز اور اذان نہیں ہوگی مگر اس میں اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا قیام قبروں میں رہتا ہے یا قبر سے منتقل ہو کر آسمان پر رہتے ہیں محققین اس امر کے قائل ہیں کہ ان کا قیام قبروں میں رہتا ہے اور ان کی قبر با اختیار رقبہ کے اور نیز با اختیار آسائش کے آسمان وغیرہ سے بدرجہا افضل ہے احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص حضرت کی قبر شریفہ کے پاس جا کر سلام کرنا ہے حضرت خود اس کا جواب دیتے ہیں بخوف طوالت اس بحث کو بڑھایا نہیں جاسکتا۔ اکثر علماء نے اس مسئلہ میں مستقل رسالے لکھے ہیں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بذب القلوب میں بہت کچھ لکھ دیا ہے (ملاحظہ کریں)

شعبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ فضیلت صرف اسی زمانہ کے لوگوں کو نصیب ہو سکتی تھی اب اس کا وقت جانا ہوا
 حافظ ابن کثیر محدث اپنی تفسیر میں اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں کہ محمد بن حرب ہلائی کہتے ہیں میں
 مدینہ منورہ گیا اور قبر شریف کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا
 کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتا ہے ولو انہم صعدوا لایسئروا لہذا میں اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوں
 اور آپ کو اپنا شہنشاہ بنا لے کے لئے آیا ہوں یہ کہہ کر وہ بہت رویا اور اس نے وولہ مشوق میں دو شعر
 عرض کیے کہ اس میں کا ایک یہ ہے :-

نفسی الضمائم لقلیوانت ساکنہ فیہ العفاف و فیہ الجود والکریم

محمد بن حرب کہتے ہیں اس اعرابی کے لوٹ جانے کے بعد میں نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں اس اعرابی سے جا کر طوا اور اس کو بشارت دو کہ اللہ نے تیرے گناہ
 میری شفاغت سے بخش دیئے اب باقی رہا یہ مسئلہ کہ زیارت قبر شریف کا کیا حکم ہے یعنی وہ سنت ہے یا واجب
 علماء کے حقیقین اس کے وجہ سے قائل ہیں اور احادیث سے انہیں کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث
 میں وارد ہوا ہے کہ جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت کی اس نے حج پر ظلم کیا اسی مضمون کی اور بھی
 احادیث ہیں اور تمام علماء کا سلف سے آج تک تارکین زیارت پر رد و قرح کرنا اور ترک زیارت کو حنیف
 سمجھنا بھی اسی امر کی دلیل ہے کہ وہ لوگ زیارت کو واجب سمجھتے تھے ورنہ سنت یا مستحب کے ترک
 پر ایسے سخت کلمات کا استعمال جیسے تارکین زیارت پر ان لوگوں نے کیا ہے نہیں ہوا۔ علاوہ ان سب

۱۔ نرسچہ میری جان اس قبر پر خدا ہو جس میں آپ رہتے ہیں اس میں پرہیزگاری سہا اور جود و کرم ہے ۱۲

۲۔ اکثر علماء حنیف اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں اور حقیقین ابن ہمام نے فتح القدر میں لکھا ہے وہ قریب واجب ہے اور
 بعض علماء اس زیارت کے واجب ہونے کے قائل ہیں۔ شارح باب المناسک فی الدرۃ المنضیہ میں اور شقیہ غیر الدین علی نے
 صحیح حاشیہ میں اور علماء نے اور کہا ہوا ہے اس قول کو نقل کیلئے ماہر اتم ناہر بھی اسی قول کو قوی اور اختیار کرنے کے لئے
 ادنیٰ جگہ تا ہے۔ والذی قال المہم ۱۲۔

۳۔ احادیث میں تارک زیارت کے لئے وعید وارد ہوئی ہے اور ہاشم سے کہ سنت و مستحب کے تارک پر وعید نہیں وارد ہوتی حدیث
 صرف تارکہ واجب پر ہوتی ہے احادیث میں آیا ہے کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت کی اس نے حج پر ظلم کیا اور میری زیارت پر اگر وہ
 بعض لوگوں نے حج پر سختی ہے مگر حدیث بہت سندوں سے مروی ہے اور اس وجہ سے اس کے حسن ہونے میں کلام نہیں
 ہو سکتا اور حدیث میں یا اتفاق ہو میں قابل استدلال ہے اس سے احکام شریعہ کا اثبات کیا جاتا ہے مولانا محمد عبدالرحمن
 صاحب لکھنوی نے کتاب السنن لیکر میں ان احادیث کو کھلے اور ان کی سند بیان کی ہے۔ اور ان کا حسن ہونا ثابت
 کیا ہے اور حدیث سنہ ان کے حسن ہونے کی تصریح نقل کی ہے ۱۲۔

کے سلف صالحین کا صحابہ و تابعین کے زمانہ میں اس زیارت باسعادت کے لئے اہتمام کرنا اور اس پر سخت التزام رکھنا اسی کے وجوب کی طرف صریح اشارہ کر رہا ہے۔

حضرت بلالؓ عمرو بن کا قاص زیارت روضۃ اقدس کے لئے شام سے مدینہ منورہ آنا بہت مشہور واقعہ اور صحیح روایت ہے۔ ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت بلالؓ شام سے مدینہ آئے اور انھوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے بلال یہ کیا ظلم ہے کہ تم کبھی ہماری زیارت کو نہیں آتے یہ خواب دیکھتے ہی حضرت بلالؓ وہاں سے چل دیئے جب روضۃ مقدسہ پر پہنچے تو بہت روتے پھر حسنین رضی اللہ عنہما کے کہنے سے انھوں نے آذان دی جس سے ایک قیامت برپا ہو گئی اور حضرت سید المرسلین کی وفات کا غم از سر نو تازہ ہو گیا ائمہ اربعہ پر پہنچ کر ان کی عجیب حالت ہو گئی۔ اور بغیر آذان تمام کئے اتر گئے۔

حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس تشریف لے گئے اور کعب اخبار مسلمان ہوئے تو حضرت عمر نے ان سے فرمایا کہ اے کعب کیا تمہارا جی چاہتا ہے کہ تم ہمارے ساتھ مدینہ چلو اور مدینہ انبیاء کی زیارت کرو چنانچہ کعب اخبار ان کے ہمراہ خاص زیارت کے لئے مدینہ منورہ آئے پھر حضرت عمر نے مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ روضۃ مقدسہ پر حاضر ہوئے اور حضرت رعمۃ للعالمین کی جناب میں بہ تمام ادب سلام عرض کیا۔

حضرت ابن عمر کی عادت تھی کہ جب کسی سفر سے آتے تو سب سے پہلے روضۃ مقدسہ پر حاضر ہو کر جناب نبویؐ میں سلام عرض کرتے لیام مالک اپنے موطا میں روایت کرتے ہیں کہ نافع سے کسی نے پوچھا کہ تم نے دیکھا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ شریف کے پاس کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے تھے انھوں نے کہا ہاں دیکھا ہے پور سو بار سے زیادہ دیکھا ہے وہ قبر شریف پر کھڑے ہو کر یہ کہتے تھے کہ اللہکام علی النبیؐ السلام علی ابی بکرؓ السلام علی ابی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز شام سے مدینہ منورہ قاصد بھیجا کرتے تھے خاص اس لئے کہ وہ ابن مسعودؓ کا سلام بارگاہ رسالت میں پہنچا دے اور یہ زمانہ جلیل القدر تابعین کا تھا۔

اسی قسم کی کئی بہت سی روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ و تابعین اس زیارت پر کیسے دلدادہ تھے اور اس کے لئے کتنا اہتمام کرتے تھے اور حقیقت مومن کے لئے حق سبحانہ کے دیدار کے بعد اس سے زیادہ اور کون دولت اور نعمت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے اس قبیلہ نور کی

زیارت کرے اور اس کس بیگیاں تکیہ گماہ ہر دو جہان کی خدمت میں سلام عرض کرے اور اس کے جواب سے مشرف ہو سکے

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدا سے بخشندہ

اس نعمت عظمیٰ کا لطف اس شخص سے بوجہ جس کی قسمت سے یاری ملی اور اس شریعت کی چاشنی اس کو مل چکی ہو اور خدا نے اس کو قلب سلیم اور ایمان کے ساتھ درود و محبت سے ممتاز فرمایا ہو اس سے زیادہ بد نصیبی اور کیا ہوگی کہ بعض لوگ اس زیارت باسعادت کو یا اس کے لئے سفر کرنے کو ناچا تر کہتے ہیں اور اپنی خوش فہمی سے اس پر نازل ہیں سنا ہے کہ بعض لوگ حج کر کے اپنے وطن لوٹ آئے اور مدینہ منورہ نہ گئے ہائے افسوس اس سے زیادہ محسروئی اور کیا ہوگی۔

اگر علماء سلف میں سے کسی کو غلط فہمی ہوگئی اور بطور خطائے اجتہادی کے وہ اس امر کا قائل ہو گیا کہ اس زیارت مقدسہ کے لئے سفر نا جائز ہے تو خدا غفور و رحیم ہے امید ہے کہ بخش دے کیونکہ وہ خطائے اجتہادی پر عموماً خذہ نہیں کرتا لیکن بعد ظاہر ہو جانے اس کی خطا کے اس کی تقلید کرنا البتہ ایک سنگین جرم ہے جو کسی طرح قابل معاف کرنے کے نہیں۔

علامہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس امر کے قائل تھے کہ اس زیارت مقدسہ کے لئے سفر نا جائز ہے وہ بخاری کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں ان تلمذ الوجال الا لثلاثہ مساجد الحرام و مسجد الہی و مسجدی ترجمہ ہے: چاروں نہ باندھے جائیں (یعنی مقررہ کیا جائے) مگر تین مسجدوں کی طرف مسجد حرام یعنی کعبہ اور مسجد اشعری یعنی بیت المقدس اور میری مسجد یعنی مسجد نبوی اس حدیث کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ ان مساجد کے سوا کسی اور مقام کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں مگر اس حدیث سے ان کا استدلال کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ سوائے تین مسجدوں کے کسی اور مسجد کے لئے سفر نہ کیا جائے قاعدہ بخاری بھی اسی کا مقتضو ہے کیونکہ جب مستثنیٰ لفظ مذکور نہیں ہوتا تو وہاں وہی چیز مستثنیٰ منہ مانی جاتی ہے جو مستثنیٰ کی پرچہ میں یہاں مستثنیٰ مساجد ثلاثہ ہیں۔ لہذا مستثنیٰ منہ بھی مسجد ہی کے قبیل سے ہونا چاہیے پس اس حدیث سے اگر عدم جواز ثابت ہوگا تو ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کی زیارت کے لئے سفر کرنے کا نہ کہ زیارت قبر سید المرسلین یا اور صلحائے امت کے قبور مبارکہ کی زیارت کے لئے سفر کرنے کا مثلاً کوئی شخص وہابی کی جامع مسجد کی زیارت کے لئے سفر کر کے (باقی صفحہ ۶۰۹ پر دیکھیے)

زیارت کا طریقہ اور اس کے آداب

(۱) جو کوئی حج کرنے جائے اس کو چاہیے کہ اگر حج فرض ہو تو پیشتر حج سے فراغت کر لے پھر زیارت کے لئے جائے اور اگر حج نفل ہو تو اختیار ہے چاہے پہلے زیارت کر لے بعد اس کے حج کرے چاہے پہلے حج کر لے بعد اس کے زیارت کو جائے یہ سب صورتیں اس حالت میں ہیں کہ جب حج کے لئے جائے گا راستہ مدینہ منورہ کی طرف سے نہ ہو اگر جانے کے راستہ ہی میں مدینہ منورہ ملتا ہو جیسے اہل شام کہ وہ

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۲۲۱) آئے تو یہ ناجائز ہوگا۔ اور اگر حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی قبر کی زیارت کے لئے آئے تو ناجائز نہ ہوگا، یہی مطلب اس حدیث کا بیان کیا ہے اکثر علمائے حدیث نے مثل شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی وغیرہ کے اور اسی مطلب کی تائید مستد امام احمد کی حدیث سے کی ہے وہ اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کرتے ہیں لا ینبغی للمصلی ان یسجد بحالہ الی مسجد (یعنی فیہ الصلوٰۃ غیرا لمسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی۔ ترجمہ نماز پڑھنے والے کو زیارت نہیں کہ سوا کعبہ اور بیت المقدس اور میری مسجد کے کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سفر کرے، یعنی اب تو کوئی جھگڑا ہی نہ رہا حدیث کی شرح خود حدیث سے ہوئی۔ کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ بخاری کی حدیث سے زیارت قبر اقدس سرور انبیاء کے لئے سفر کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، حاشا تم حاشا کوئی ذی علم منصف ایسی بات نہیں کہہ سکتا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ سوا ان تین مسجدوں کی زیارت کے اور کسی کام کے لئے سفر جائز نہیں تو چاہیے کہ طلب علم اور کسب معاش اور طاقات احباب و اعزہ بلکہ حج کرنے کے لئے بھی سفر ناجائز ہو حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں علاوہ اس کے زیارت قبر اقدس کے لئے حجاب کا سفر کر کے آنا اور دوسرے کو اس زیارت کے لئے سفر کرنے کی ترغیب دینا جیسا کہ حضرت بلالؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کیا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اس حدیث کا وہ مطلب نہیں ہے جو علامہ ابن تیمیہ یا ان کے ہم خیال لوگوں نے سمجھا ہے، پھر قاضی احادیث نبوی جو ترغیب زیارت کے باب میں وارد ہوئی ہیں اور تاکہ زیارت کے لئے وعید احادیث میں وارد ہوئی ہے اس کا کیا جواب دیا جائے گا۔ علامہ لکھنوی مولانا شیخ محمد عبدالرحمنؒ اور بعض علمائے عصر سے اس مسئلہ میں بہت زور شور سے مناظرہ ہوا تھا جس میں علامہ موصوف نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے مقلدین کی پوری تشہی کر دی ہے اور ان کے تمام شبہات کا کافی جواب دیا ہے اس معرکہ میں ان کی آخری کتاب اسمعی المشکوٰۃ فی رد المذہب الماثور اردو زبان میں چھپ چکی ہے جو نہایت نفیس کتاب ہے آج تک دوسری طرف سے اس کا جواب نہیں ہوا جس کو اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق منظور ہو اس کتاب کو دیکھیے ۱۲

مکہ آنا چاہیں تو پہلے ان کو مدینہ منورہ ملے گا تو ایسی حالت میں خواہ مخواہ حج سے پہلے زیارت کرنا چاہیے۔
حج فرض ہو یا نفل کیونکہ ہا وجود اس قدر قرب کے پھر زیارت کا ترک کر دینا ہنایت بد بختی اور قساوت
قلبی کی دلیل ہے۔ (ردالمحتار)

(۲) زائر کو چاہیے کہ جب زیارت کے لئے چلے تو یہ نیت کرے کہ میں قبر اقدسین و اطہر اور مسجد اقصیٰ
حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر کرتا ہوں غرض یہ کہ اس سفر کے دو مقصد
ہوں زیارت قبر شریف بھی اور زیارت مسجد شریف بھی (در مختار وغیرہ)

(۳) جس وقت سے مدینہ منورہ کی طرف کوچ کرے اپنے ذوق و شوق کو ترقی دے اور اپنے
دل کو بشارت دے کہ انشاء اللہ اب عنقریب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب
ہو جائے گی اور سو ان خیالات کے اور کسی قسم کے خیالات اپنے دل میں نہ آنے دے اور راہ چھر در و
شریف کی کثرت رکھے سوا اوقات نماز کے اور قضاءئے حاجت کے اسی عبادت عظمیٰ میں مشغول رہے
درود شریف سے بہتر کوئی ذریعہ بارگاہ رسالت میں تقرب کا نہیں ہے، اور درود شریف کی کثرت
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال بے مثال کی زیارت نصیب ہوتی ہے خصوصاً مدینہ منورہ
کے قریب پہنچ کر درود شریف کی کثرت کرنا عجیب ہی ثمرہ دیتا ہے حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ

عہ یہی ہمارے فقہا کا حجاز ہے اور حافظ ابن صلاح اور امام نووی نے اسی کو ترجیح دی ہے اس میں دہرا تو
ملے گا مگر محقق ابن ہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں کہ اس بزرگنا چیز کے نزدیک ادنیٰ ہے کہ صرف قبر شریف
کی زیارت کی نیت کرے پھر حیب مدینہ پہنچ جائے گا تو مسجور نبوی کی بھی زیارت ہو جائے گی یا یہ کہ پھر دوبارہ آگے
حق تعالیٰ توفیق دے تو دونوں کی زیارت کی نیت سے سفر کرے کیونکہ صرف زیارت قبر شریف کی نیت سے
سفر کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور آپ کا اجلال زیادہ ہے اور اس حدیث کے ہر
بھی ہے جو حضرت نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری زیارت کے لئے آئے اور اس کو اور کوئی کام نہ ہو
پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں، علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں کہ رحمتی نے نقل کیا ہے
حضرت ہارث ملا جامی علیہ الرحمۃ حج کے علاوہ خاص زیارت کے لئے اپنے وطن سے مدینہ آتے تھے تاکہ اس
میں سوا زیارت کے اور کچھ ان کا مقصود نہ ہو شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ
ہے کہ مسجور شریف کی زیارت کی بھی نیت کرنا منافی اجلاص کے نہیں ہے اور اس مسجد کی زیارت بھی تو خاص آپ
نیت سے کی جاتی ہے لہذا اس کی زیارت کی نیت بھی تعظیم آپ ہی کی ہے۔

چند فرشتوں کو اسی کام پر مقرر فرمایا ہے کہ جب کوئی زیارت کے لئے آنے والا درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتے حضور نبوی میں جا کر عرض کرتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا حضرت کی زیارت کے لئے آتا ہے اور حضرت اپنے بچپنے سے پہلے یہ تحفہ حضور کے لئے بھیجا ہے خیال کرو کہ اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہوگی کہ اس سرورِ دو عالم کے سامنے تمہارا اور تمہارے باپ کا نام لیا جائے اور تمہارا تحفہ پیش کیا جائے۔

جاں میدہم در آرزوئے قاصد آخر باز گو در مجلس آن نازنین حرفے کہ از مامی رود
(۴) اثنائے راہ میں جس قدر مقامات متبرکہ ملیں مثلاً وہ مساجد جن میں حضرت سید المرسلین نے نماز پڑھی یا اور اسی قسم کے مقامات ان سب کی زیارت سے مشرف ہو اور جب ذوالحلیفہ کی مسجد میں پہنچے تو وہاں دو رکعت نماز پڑھے۔

(۵) جب حرم شریف طیبہ مکرّمہ قریب آجائے اور وہاں کی عمارت اور مقامات دکھائی دینے لگیں تو نہایت خشوع اور خضوع اور مسرت اور فرحت کو اپنے دل میں جگہ دے اور اس امر کا تصور کرے کہ اب ہم سلطان عالم کی بارگاہ میں پہنچنے چاہتے ہیں اور مقام مقدس کی عظمت و جلال کا خیال بیش از بیش رکھے اور کوئی بات خلاف ادب اپنے سے سرزد نہ ہونے دے یہ وہ وقت ہے کہ جن کے دل نور ایمان سے منور ہوتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے سینوں میں مشتعل ہوتی ہے اور ایک عجیب و جدو سرور کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ پھر ان کو اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا اس بے خودی کی حالت میں کبھی کسی سے کوئی بات خلاف شرع بھی صادر ہو جاتی ہے۔

وقت آن آمد کہ من عریاں شوم جسم بگذارم سراسر جاں شوم

بوائے یار مہربانم می رسد بوی جانان سوئی جانم میرسد

باز آمد آب مادر جوئے ما باز آمد شاہ مادر کوئے ما

اور اگر کسی شخص کو یہ حالت نصیب نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ بہ تکلف اپنے ادب پر یہ حالت پیدا کرے اور ذوق شوقی والوں کی سی صورت بنائے انشاء اللہ اگر کچھ دیر بہ تکلف یہ حالت اپنے اوپر قائم رکھے گا تو پھر خود بخود ایک اصلی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔

پھر جب جبل مفرح کے قریب پہنچے تو اس پر چڑھ کر عمارت مدینہ منورہ کا مشاہدہ کرے اور اس شہر مقدس کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو تھنڈک دے، یہ بات ایک ذوق و شوق کی ہے اس کو سنو نہ بھجنا چاہیے۔

پھر حب مدینہ منورہ بالکل سامنے آجائے تو بہ خیال ادب اور بمقتضائے شوق اپنی سواری اتر پڑے اور اگر ممکن ہو تو وہاں سے مسجد شریف تک پیادہ پا جائے جب قبیلہ عبدالقیس کے لوگ حضور نبوی میں حاضر ہوئے تھے جیسے ہی ان کی نظر اس جمال پاک پر پڑی بغیر اس کے کہ اونٹ بٹھلا میں بے اختیار اپنی سواریوں سے نیچے آگئے اور حضرت نے انہیں منع نہیں فرمایا پھر جب شریف مدینہ منورہ کے اندر داخل ہونے لگے تو پہلے حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سلام بادب عرض کرے بعد اس کے یہ دعا مانگے اللہم هذا حرم نبیک و صہب و جہد فامن لی بالدخول فیہ واجعلہ لی وقایۃ من النار و امانا من العذاب و اجعلنی من الفائزین بشفاعۃ المصطفیٰ یوم العذاب۔

۱۔ مدینہ منورہ کے حرم شریف میں داخل ہونے کے لئے خوب اچھی طرح غسل کرے اور اگر غسل کا کرنا حرم شریف کے باہر ممکن نہ ہو تو بعد داخل ہونے کے زیارت روضہ اقدس کے لئے جانے سے پہلے غسل کرے اور خوشبو کا استعمال کرے اور عمرہ لباس جو اس کو میسر ہو پہننے بہتر ہے کہ سفید کپڑے ہوں کیونکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید لباس سے زیادہ رغبت ہے اور نہایت ادب و حلم و وقار سے مدینہ منورہ کی زمین مقدس پر قدم رکھے اور اس بات کا خیال وقت دل میں رکھے کہ یہ وہ پاکیزہ زمین ہے جس سے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں نے مس کیا ہے اور یہ زمی گلی کو چھے ہیں جہاں سرور انبیاء کے اصحاب چلتے پھرتے تھے رضی اللہ عنہم وارضائہم) درحقیقت وہ زمین تو اس قابل ہے کہ وہاں آدمی سر کے بل چلے کسی نے کیا اچھا کہا ہے

برزینے کہ نشان کفِ پائی تو بود ساہا سجدہ ارباب نظر خواہد بود

(۷) مدینہ منورہ کے اندر پہنچ کر سب سے پہلے مسجد شریف میں بقصد زیارت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جائے اور اس کو ہر کام اور ہر چیز پر مقدم رکھے ہاں اگر یہ سمجھے کہ اگر

عہد ترمہ۔ اسے الشریعہ نے نبی کا حرم ہے اور تیری دہی کے اترنے کی جگہ ہے پس مجھے اس میں داخل ہونے کی دولت عنایت کر اور اس کو میرے لئے دوزخ سے بچنے کا ذریعہ اور عذاب سے امان (کاباعث) بنا دے اور مجھے ان لوگوں سے کہ جن کو قیامت کے دن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی ۱۲۔

عہد بعض جاہل لوگ مدینہ منورہ کے اندر داخل ہونے کے لئے احرام کا لباس پہنتے ہیں یہ بالکل بے اصل ہے احرام کا لباس مکہ معظمہ کے لئے خاص ہے (جذب القلوب) ۱۲

پھر حیب مدینہ منورہ بالکل سامنے آجائے تو بہ خیال ادب اور بہ مقتضائے شوق اپنی سواری سے اتر پڑے اور اگر ممکن ہو تو وہاں سے مسجد شریف تک پیادہ پا جائے جب قبیلہ عبد القیس کے لوگ حضور نبوی میں حاضر ہوئے تھے جیسے ہی ان کی نظر اس جمال پاک پر پڑی بغیر اس کے کہ اونٹ کو ٹھلا میں بے اختیار اپنی سواریوں سے نیچے آگئے اور حضرت نے انھیں منع نہیں فرمایا پھر جب حرم شریف مدینہ منورہ کے اندر داخل ہونے لگے تو پہلے حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام بادب عرض کرے بعد اس کے یہ دعا مانگے اللہم هذا حرم نبیک و مصیبت و حیک فامنن لی بالدخول فیہ واجعله لی وقایة من النار و امانا من العذاب و اجعلنی من الفائزین بشفاعتہ المصطفیٰ یوم الحساب۔

۱) مدینہ منورہ کے حرم شریف میں داخل ہونے کے لئے خوب اچھی طرح غسل کرے اور اگر غسل کا کرنا حرم شریف کے باہر ممکن نہ ہو تو بعد داخل ہونے کے زیارتِ روضہ اقدس کے لئے جانے سے پہلے غسل کرے اور خوشبو کا استعمال کرے۔ غیرہ لباس جو اس کو میسر ہو پہننے بہتر یہ ہے کہ سفید کپڑے ہوں کیونکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید لباس سے زیادہ رغبت ہے اور نہایت ادب و حلم و وقار سے مدینہ منورہ کی زمین مقدس پر قدم رکھے اور اس بات کا خیال ہر وقت دل میں رکھے کہ یہ وہ پاکیزہ زمین ہے جس سے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں نے مس کیا ہے اور یہ وہی گلی کوچے ہیں جہاں سرور انبیاء کے اصحاب چلتے پھرتے تھے رضی اللہ عنہم وارضاهم) درحقیقت وہ زمین تو اس قابل ہے کہ وہاں آدمی سر کے بل چلے کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

برزینے کہ نشان کف پائی تو بود ساہبا سجدہ ارباب نظر خواہد بود۔
 (۷) مدینہ منورہ کے اندر پہنچ کر سب سے پہلے مسجد شریف میں بقصد زیارت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جائے اور اس کو ہر کام اور ہر چیز پر مقدم رکھے ہاں اگر یہ سمجھے کہ اگر عہد ترجمہ۔ اے اللہ تیرے نبی کا حرم ہے اور تیری وحی کے اترنے کی جگہ ہے پس مجھے اس میں داخل ہونے کی دولت عنایت کر اور اس کو میرے لئے دوزخ سے بچنے کا ذریعہ اور عذاب سے امان (کاباعت) بنا دے اور مجھے ان لوگوں کی مانند نہ کر جن کو قیامت کے دن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی ۱۲۔
 عہ بعض جاہل لوگ مدینہ منورہ کے اندر داخل ہونے کے لئے احرام کا لباس پہنتے ہیں یہ بالکل بے اصل ہے احرام کا لباس مکہ معظمہ کے لئے خاص ہے (جذب لقلوب) ۱۲

ب وغیرہ اچھے طویل پن رکھ لیا جائیگا تو اپنا اسباب وغیرہ حفاظت سے رکھ کر باطمینان زیارت کرنے اور مسجد شریف میں داخل ہوتے یہ دعا پڑھے **اعوذ باللہ بسیدنا اللہ المسلم علی**
ولہ اللہ المسلم علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور مسجد شریف
 ہمارے ادب اور احترام کے ساتھ داخل ہو پہلے داہنا پاؤں مسجد میں رکھے اور یہ بات دل میں ہر وقت
 ہے کہ یہ مسجد حضرت خاتم الانبیاء کی مسجد ہے یہ وہ مسجد ہے جہاں سرور انبیاء نماز پڑھتے تھے و عظ
 م تھے، اعتکاف کرتے تھے یہاں وحی اترتی تھی جبریل آتے تھے اور مسجد شریف میں داخل ہونے
 پہلے مستحب ہے کہ کچھ صدقہ فقراء سے برینہ طیبہ کو دیدے اور مسجد شریف میں پہنچ کر اعتکاف کی نیت
 سے گوٹھوڑی اسی دیر کے لئے ہو کیونکہ یہ ایک بے مشقت عبادت ہے جس کا ثواب بہت زیادہ
 اور چاہیے کہ ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت نیت اعتکاف کی کر لیا کرے مفت بے مشقت ثواب
 ہے اس کو ہاتھ سے نہ جانے دے پھر مسجد شریف میں منبر اقدس کے قریب دو رکعت نماز بے نیت
 یہ مسجد پڑھے اور اس نماز میں زیادہ طول نہ دے صرف قل یا ایہا الکافرون اور قل ہواللہ پر
 نفا کرے بعد تہیۃ المسجد کے دو رکعت نماز شکرانہ کی پڑھے کہ حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم
 سے اس کو یہ دولت نصیب کی اور اس بارگاہ عظمت و جاہ میں اس کو پہنچایا جس کی آستیاں بوسی
 تمنا میں بڑے بڑے قدوسی جان دیتے ہیں۔

(۸) تہیۃ المسجد اور نماز شکر کے بعد زیارت کی طرف متوجہ ہو اور یہ سمجھ لے کہ میں اب با عظمت
 بارگاہ میں جاتا ہوں جس کے سامنے تمام دنیا کے پر جلال بادشاہوں کی کچھ بھی وقعت نہیں جو خدا
 کے تمام نیک بندوں کا سردار اور سب سے زیادہ اس کا مقرب اور محبوب ہے اور خدا سے دعا کرے کہ
 اللہ اس مقام مقدس کے لائق ادب اور تعظیم کی مجھے توفیق دے اور میرے دل اور اعضا کو

سے ترجمہ میں (شیطان سے) خدا کی پناہ مانگتا ہوں اللہ کا نام لے کر (اس میں داخل ہوتا ہوں) رسول خدا پر سلام
 ہو۔ اسے نبی آپ پر سلام ہو اور خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ یہ دعا ہر مسجد میں داخل ہونے وقت مستحب ہے ۱۲
 عہد حنفیہ کے نزدیک اگرچہ گوٹھوڑی دیر کا اعتکاف صحیح نہیں لیکن فضائل میں غیر مذہب پر عمل کر لینا درست
 ہے بشرطیکہ اپنے مذہب کا کرمہ لازم نہ آئے علامہ شامی وغیر نے اس کی تصریح کر دی ہے ۱۲ عہد توحید جہم احمد صلی اللہ
 علیہ وسلم کی قبر شریف پر بیچے تو ان کے نور سے ایک ایسی روشنی نکلی جس نے آفتاب اور ماہتاب کو شرمندہ کر دیا اور ہم
 ایسے مقام میں کھڑے رہے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ وہ مقام اپنی ہیئت سے حشر کو یاد دلاتا تھا ۱۲۔

سبب وغیرہ اچھے طور پر رکھ لیا جائیگا تو اپنا اسباب وغیرہ حفاظت سے رکھ کر باطمینان زیارت کرنے کے اور مسجد شریف میں داخل ہوتے یہ دعا پڑھے **اعوذ باللہ بسم اللہ السلام علیٰ رسول اللہ السلام علیک ایھا النبی ورحمتہ ادلہ وبرکاتہ اور مسجد شریف میں نہایت ادب اور احترام کے ساتھ داخل ہو پہلے داہنا پاؤں مسجد میں رکھے اور یہ بات دل میں ہر وقت ہے کہ یہ مسجد حضرت خاتم الانبیاء کی مسجد ہے یہ وہ مسجد ہے جہاں سرور انبیاء نماز پڑھتے تھے و عظمت تھی اعتکاف کرتے تھے یہاں وحی اترتی تھی جبریل آتے تھے اور مسجد شریف میں داخل ہونے سے پہلے مستحب ہے کہ کچھ صدقہ فقراء کے برینہ طیبہ کو دیدے اور مسجد شریف میں پہنچ کر اعتکاف کی نیت سے گوتھوڑی اسی دیر کے لئے ہو کیونکہ یہ ایک بے مشقت عبادت ہے جس کا ثواب بہت زیادہ ہے اور چاہیے کہ ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت نیت اعتکاف کی کر لیا کرے مفت بے مشقت ثواب تاکہ اس کو ہاتھ سے نہ جانے دے پھر مسجد شریف میں منبر اقدس کے قریب دو رکعت نماز بے نیت بیتہ المسجد پڑھے اور اس نماز میں زیادہ طول نہ دے صرف قل یا ایہا الکافرون اور قل ہواللہ پر استغفار کے بعد تھیجۃ المسجد کے دو رکعت نماز شکرانہ کی پڑھے کہ حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس کو یہ دولت نصیب کی اور اس بارگاہ عظمت و جاہ میں اس کو پہنچایا جس کی آستان بوسی لی تمنا میں بڑے بڑے قدوسی جان دیتے ہیں۔**

(۸) تھیجۃ المسجد اور نماز شکر کے بعد زیارت کی طرف متوجہ ہو اور یہ سمجھ لے کہ میں اب با عظمت بارگاہ میں جاتا ہوں جس کے سامنے تمام دنیا کے پر جلال بادشاہوں کی کچھ بھی وقعت نہیں جو خدا کے تمام نیک بندوں کا سردار اور سب سے زیادہ اس کا مقرب اور محبوب ہے اور خدا سے دعا کرے کہ **اللہ اس مقام مقدس کے لایق ادب اور تعظیم کی مجھے توفیق دے اور میرے دل اور اعضا کو**

سے ترجمہ میں (شیطان سے ہند کی پناہ مانگتا ہوں اللہ کا نام لے کر) اس میں داخل ہوتا ہوں) رسول خدا پر سلام ہو۔ اسے نبی آپ پر سلام ہو اور خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ یہ دعا ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت مستحب ہے ۱۲۔
 حنفیہ کے نزدیک اگرچہ گوتھوڑی دیر کا اعتکاف صحیح نہیں لیکن فضائل میں غیر مذہب پر عمل کر لینا درست ہے بشرطیکہ اپنے مذہب کا کردہ لازم نہ آئے علامہ شامی وغیر نے اس کی تصریح کر دی ہے ۱۲۔ عہد توحید و جہیم احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر پہنچے تو ان کے نور سے ایک ایسی روشنی نکلی جس نے آفتاب اور ماہتاب کو شرمندہ کر دیا اور ہم ایسے مقام میں کھڑے رہے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ وہ مقام اپنی ہیئت سے حشر کو یاد دلاتا تھا ۱۲۔

تمام خلاف ادب باتوں سے محفوظ رکھ بیچ یہ ہے کہ بغیر عنایت ایزدی کے اس درگاہ عرش اشتیاد کی شان کے
لاکن ادب و تعظیم کسی سے ممکن نہیں ایک زائر و لادہ کہتا ہے کہ

فلما اتینا قبر احمد لاحسن
سناہ ضیاء اجعل الشمس والمبدر

وقبنا مقاما اشهد الله انه
یذاکس نامن فرط هیلبة الحشرا

غرض جس قدر اس کے امکان میں ہو ظاہر و باطن سے تعظیم و ادب، خشوع و خضوع کا کوئی
دقیقہ اٹھانے رکھے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی جناب القلوب میں لکھتے ہیں کہ جن باتوں کی شریعت میں
ممانعت ہے مثل سجدہ کرنے زمین پر مسترد رکھنے اور کبھی شریف کے برسرہ دینے وغیرہ کے ان امور سے پرہیز
کرنے اور یہ خوب سمجھ لے کہ ان باتوں میں کچھ بھی ادب نہیں ادب تو فرمانبرداری اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے حکم کی پیروی میں ہے ہاں اگر غلبہ شوق و بیخوردی میں کسی سے کوئی بات صادر ہو جائے
تو وہ معذور ہے پھر نہایت ادب کے ساتھ نماز کی طرح داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر مبارک کی طرف
منہ کر کے اور قبلہ کی طرف پشت کر کے چار گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو۔ اور اس بات کا یقین کر لے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اس کی حاضری سے واقف ہیں اور اس کو دیکھ رہے ہیں اور اس کے سلام کا جواب
دیتے ہیں اور اس کی دعا پرائیں کہتے ہیں اور نہایت لطف و عنایت اس شخص کے حال پر قرابے
ہیں، اس خیال کو خوب پختہ کر کے نہایت درونگ اور با ادب آواز میں نہایت شوق و ذوق کے ساتھ
معتدل آواز سے عرض کرے۔

السلام علیک یا سیدی یا رسول
الله السلام علیک یا نبی الله السلام
علیک یا حبیب الله السلام علیک
یا نبی الرحمة السلام علیک یا شفیع
الامم السلام علیک یا سید المرسلین
السلام علیک یا خاتم النبیین، السلام
علیک یا مزیل السلام علیک یا ملئ
السلام علیک وعلی اصولک الطیبین

آپ پر سلام ہوا ہے میرے سردار اے خدا کے رسول
آپ پر سلام ہوا ہے خدا کے نبی آپ پر سلام ہوا ہے
خدا کے پیارے آپ پر سلام ہوا ہے نبی سراپا رحمت
آپ پر سلام ہوا ہے امت کی شفاعت کرنے والے
آپ پر سلام ہوا ہے سب رسولوں کے سردار آپ پر
سلام ہوا ہے نبیوں کے مہر آپ پر سلام ہوا ہے
مزیل آپ سلام ہوا ہے مدثر سلام ہوا ہے پر اور آپ
کے پاکیزہ باپ دادوں اور آپ کی اہلبیت پاک پر جن

عہ علامہ کرانی نے جو علمائے متقیہ میں ایک بڑے بزرگ ہیں اس بات کی تصریح کی ہے ۱۲۔
۱۲۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲۔

اللہ نے نجاست کو دور کر دیا اور ان کو خوب پاک
 کر دیا اللہ آپ کو ہم سب کی طرف سے جزا دے ان
 جنازوں سے بڑھ کر جو اس نے کسی نبی کو اس کی قوم
 کی طرف سے اور کسی رسول کو اس کی امت کے
 طرف سے دی ہوئی گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے
 رسول ہیں آپ نے خدا کے پیغام پہنچائے اور
 امانت ادا کر دی اور امت کی خیر خواہی کی اور دنیا
 حق کی دلیل روشن کر دی اور اللہ کی راہ میں خوب
 جہاد کیا اور دین کو مضبوط کر دیا یہاں تک کہ آپ
 کو موت آگئی اللہ آپ پر صلوات اور سلام بھیجے اور
 اس بزرگی جگہ پر جو آپ کے جسم کریم کے حلول سے
 مشرف ہے ایسے صلوات سلام جو رب العالمین کی
 طرف سے ہمیشہ رہیں ان چیزوں کی تعداد کے موافق
 جو ہو چکیں اور جو خدا کے علم میں ہونے والی ہیں
 ایسی صلوات کہ جس کی انتہا نہ ہو، یا رسول اللہ ہم
 آپ کے مہمان اور آپ کے حرم کے زائر ہیں آپ کے
 سامنے حاضری سے مشرف ہوئے ہیں اور بیشک
 ہم دور دراز شہروں اور بعید مقامات سے نرم
 اور سخت زمین کو قطع کر کے آپ کے پاس آپ کی
 زیارت کے ارادہ سے آئے ہیں تاکہ ہم آپ کی شفقت
 سے اور آپ کی بخششوں سے اور آپ کے وعدوں
 سے اور کسی قدر آپ کے حق ادا کرنے سے اور آپ

هل بينك الطاهرين الذين اذهب
 الله عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا
 ذلك الله عنا افضل ماجزى نبيا عن
 و منه و من سوان عن امه اشهد انك
 رسول الله قد بلغت الرسالة و اديت
 به مازة و نصحت الامة و اوفيت
 بحجة و جاهدت في سبيل الله حق
 جهادة و اقامت الذين حتى اتاك اليقين
 بيله الله عليك و سلم و على شريف
 كان نشرف بحلول جسمك الكريم
 بيه صلوة و سلاما دائما من رب
 العالمين عدد ما كان و عدد ما يكون
 بعلم الله صلوة القضاء كما سداها
 يا رسول الله نحن و قدك و زوار حرمك
 نشرفنا بالحلول بين يديك و قد
 جئتك من بلاد و شاسعة و امكنة
 بعيدة تقطع السهل و اوعر بقصد زيارتك
 لتفوز بشفاعتك و النظر الى ما ترك
 و معاهدك و القيام بقضاء بعض حقلك
 و الاستشفاء بك الى ربنا فان الخطايا
 قد قصبت ظهورنا و الا و لا قد
 اقلدت كواهلنا و انت الشافع الشفيع

عہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں "حضرت سے خطاب کر کے فرمایا ہے کہ ہم تمہیں اس قدر دین گئے کہ تم خوش ہو جاؤ گے یہ
 بڑی شفاعت کا وعدہ ہے اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ ہم تم کو مقام محمود میں اٹھائیں گے یہ مقام محمود کا وعدہ ہے۔"

الموعود بالشفاعة العظيمة والمقام المحمود
 والوسيلة وقد قال الله تعالى ولوانهم
 اذ ظلموا انفسهم رجاء وحى فاستغفروا
 انزل الله واستغفر لهما الرسول لوجدهما
 انزل الله تو اباً رحيباً وقد جئناك ظالمين
 لا نؤمننا مستغفرين لذنوبنا فاستغفر لنا
 الى ربك واسئلك ان يميتنا على سنتك
 وان نحدث ربنا في رصرتك وان يوردنا
 حوضك وان يسقينا من كاسك غير
 خزايا ولا نكادى الشفاعة الشفاعة
 الشفاعة يا رسول الله ربنا اعف لنا
 واكفنا الذين سبقونا بالايمان
 ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين امنوا
 ربنا انك رؤوف رحيم -

کی شفاعت سے اپنے پروردگار کے سامنے کامیاب
 ہوں کیونکہ خطاؤں نے ہماری پٹھ کو تورد والا
 اور گناہوں نے ہماری مثالوں کو بوجھل کر دیا
 اور آپ شافع مقبول الشفاعة ہیں جن سے بڑی
 شفاعت اور مقام محمود کا وعدہ کیا گیا ہے اور
 بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ جب اپنی
 جانوں پر ظلم کر چکے تھے آپ کے پاس آتے پھر
 وہ اللہ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان
 کے لئے استغفار کرتے تو بیشک اللہ کو بخشنے والا
 نہر بان پاتے اور ہم آپ کے پاس اپنی جانوں پر
 ظلم کر کے اپنے گناہوں سے استغفار کر کے آئے
 ہیں پس آپ اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت
 کیجئے اور اس سے دعا کیجئے۔

ہم کو آپ کے طریقہ پر موت دے اور ہمارا آپ
 کے گروہ میں حشر کرے اور ہمیں آپ کے حوض پر پہنچائے اور آپ کے جام سے ہمیں سیراب کرے اور ہم نہ
 رسوا ہوں نہ شرمزہ شفاعت کیجئے شفاعت کیجئے یا رسول اللہ اسے پروردگار بخش دے ہم کو اور
 ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کا کینہ نہ رکھ اے
 پروردگار ہمارے بیشک تو شفقت کرے والا نہر بان ہے۔

زیارت کرنے والے کو چاہیے کہ جو دعا وہاں پڑھے اس کے معنی ضرور معلوم کر لے، مطلبین زیارت
 جو دعائیں اس وقت پڑھائے ہیں اگر ان کے معنی نہ معلوم ہو سکیں تو پھر اپنی زبان میں بھی جس وقت جی
 چاہے عرض معروض کرے اور اپنے ذوق و شوق کو نہ روکے مگر ادب کا خیال ہمیشہ از پیش رکھے بعض
 علماء نے لکھا ہے کہ اس مقام مقدس میں زیادہ کوئی بھی خلاف ادب ہے لہذا صرف صلوات و سلام پر
 اکتفا کرنا اولیٰ ہے مگر یہ بات کھیک نہیں کیونکہ جو مشتاق درد مند ہزار امیدوں کے بعد اس قدر
 مصائب سفر برداشت کر کے اپنے حبیب کی خدمت میں پہنچا ہویہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے دل
 کی کیفیت بھی اچھی طرح عرض نہ کرے یہ بڑا ظلم ہے کہ اس وقت اس سے کہا جائے کہ تو اپنے

سوز و شکایت کو دل کے دل ہی میں رکھ جب اپنے عرض و نیاز سے فارغ ہو تو اپنے دوستوں میں سے جس شخص نے عرض سلام کی وصیت کی ہو اس کا سلام حضرت سید المرسلین کی خدمت اقدس میں عرض کر دے کہ یا رسول اللہ فلاں ابن فلاں نے حضور کو سلام عرض کیا ہے حضور اس کے لئے پروردگار بزرگ سے شفاعت کریں، ناظرین میں جو اقبال مند خوش نصیب ہو اور اس کو یہ دولت نصیب ہو اور حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے وہ مشرف ہو اس سے۔

نہایت التجا کے ساتھ میری وصیت ہے

کہ اس ذرّہ بے مقدار کا سلام بھی اس کے آقائی نامدار کو پہنچا دے کہ یا رسول آپ کے ادنیٰ غلام عبد اللہ و بنی ناظر علی نے حضور کی جناب میں سلام عرض کیا ہے اور آپ کے لطف و کرم اور رحمت و شفاعت کا امیدوار ہے یا رسول اللہ حق تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین اور زوف رحیم فرمایا ہے یا رسول اللہ آپ کی رحمت و رافت تو خدا کی تمام مخلوق پر محیط ہے یا رسول اللہ خدا کی مخلوق میں میں بھی ہوں بلکہ میں آپ پر ایمان لایا ہوں اگرچہ نیک بندوں میں نہیں لیکن آپ کی امت کے گنہگاروں میں تو ہوں سے

تو ابر رحمتی آن بہ کہ گلے

کہنی بر حال لب خشکان بگاہے

ذخر و ماں چہ را غافل شیبی

نہ آخر رحمتہ للعالمینی

اللہم صل علی سیدنا محمد النبی الامی و علی آلہ وصحبہ و بارک و سلّم۔

جو شخص میری اس وصیت کو پورا کرے حق جل شانہ اس کو بظیفیل حضرت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جزائے خیر دے اور صلاح و نیا نیا آخرت اس کو نصیب کرے اور ایمان پر اس کی زندگی ختم کرے آمین سے

سلا ہی یا نسیم الصبر بلغم

الی من قرفی صدری ہوا کا

فجیسہی ظاہراً منہ بعید

بعین باطن قلبی سیرا کا

جب حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں اس طریقہ سے سلام نیاز اپنا اور اپنے

احباب کا عرض کر چکے تو حضرت امیر المؤمنین امام المتقین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے

سامنے نہایت ادب سے کھڑے ہو کر اس عبارت میں سلام عرض کرے۔

السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ و سلمہ السلام علیک یا

آپ پر سلام ہو اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے خلیفہ آپ پر سلام ہو اے رسول خدا کے سرکشین

صاحب رسول اللہ وانبیہ فی الغار
ورفیقہ فی الاسفار وامنہ فی الاسرار
جزاک اللہ عنا افضل ما جزى امامنا
امہ نبیہ فلقد خلفتہ باحسن خلف
وسلست طریقہ ومنہا حیدر مسندک
وقانت اهل الردۃ والبدع ومہلک
الاسلام وشدیدت اركانہ فکنت خیر
امام ووصلت اکھدام ولدتہ قائماً
بالحق ناصر الدین وکافلہ حتی اتاک
الیقین سل اللہ سبحانہ لئلا و امر
حبی والکشر مع حزبک وقبول زیارتنا
السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اور غار میں ان کے انیس اور سفروں میں ان کے
رفیق اور ان کے رازوں کے امین اللہ آپ کو
ہماری طرف سے جو اسے ان تمام جزاؤں سے
بڑھ کر جو اس نے کسی امام کو اس کے نبی کی امت
کی طرف سے دی ہو بیشک آپ نے نبی کی خلافت
بہت اچھی کی اور ان کے طریقہ اور ریش پر چلے
اور آپ نے مرتدوں اور بدعتیوں سے جنگ کی
آپ نے اسلام کی بنیاد ڈالی اور اس کے ارکان
بلند کر دیئے پس آپ بہت اچھے امام تھے اور
آپ نے رسول خدا کی قرابت والوں کے ساتھ
نیک سلوک کیا اور ہمیشہ حق پر رہے اور دین
اور اہل دین کے مددگار رہے یہاں تک کہ آپ کو

موت آگئی آپ اللہ سبحانہ سے ہمارے لئے اپنی محبت کے دوام اور اپنی جماعت میں مشہور ہونے اور ہماری
زیارت کے مقبول ہونے کی دعا کیجئے آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

پھر حضرت امیر المؤمنین امام المہتین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سز مبارک کی محاذات ہیں اسی

ادب کے ساتھ کھڑا ہو اور ان کو سلام کیے اس عبارت سے۔

السلام علیک یا امیر المؤمنین السلام
علیک یا مظهر الاسلام السلام علیک
یا کسی الا صنام جزاک اللہ عذا افضل
الجزاء لقد نصرت الاسلام والمسلمین

آپ پر سلام ہو اے امیر المؤمنین آپ پر سلام ہو
اے اسلام کے غالب کرنے والے آپ پر سلام ہو
اے بتوں کے توڑنے والے اللہ آپ کو ہماری
طرف سے بڑی عمدہ جزا سے بیشک آپ نے اسلام

عہد اے نسیم صبح میرا سلام اس جناب کو پہنچا دے جن کی محبت میرے سینے میں جم گئی ہے پس میرا بدن بظاہر اسی دور کا
مگر میرا دل باطن کی آنکھ سے انھیں دیکھ رہا ہے ۱۲ عہد جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کی تو تین روز
تک ایک جاہ میں پرشید رہے موالو بکر صدیق کے اور کوئی آپ کے ہمراہ نہ تھا یا یہ غار کی مثل اسی وقت اپنے مشہور ہوئی ۱۲۔
سہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کے کئی قبیلے مرتد ہو گئے تھے حضرت ابو بکر صدیق نے اسے جہاد کیا۔

وفتحت معظم البلاد بعد سيد المسلمين
وكفلت الايتام ودصلت الارحام
وقوى بك الاسلام وكنت للمسلمين
اماماً مرضياً وها ديامهدى اجمعت
شملهم واعنت فقيرهم وجبرت
كسرهم -

کی اور مسلمانوں کی مدد کی اور بعد سید المرسلین
کے اکثر شہر آپ نے فتح کئے اور آپ نے یتیموں
کی کفالت کی اور رسول خدا کی قرابت والوں کے
ساتھ نیک ساؤدگ کیا اور اسلام آپ سے قوی
ہو گیا اور آپ مسلمانوں کے لئے ایک پسندیدہ
پیشوا اور ہدایت یافتہ رہتا تھے آپ نے مسلمانوں

کی تفریق کو جمع کیا اور ان کے فقر کی اور ان کی شکستگی کا اندھاں کیا۔

پھر حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں سے مخاطب ہو کر عرض کرے کہ

اسلام علیکما یا فلیحیی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ورفیقہ ووزیریہ
ومشیریہ والمعاونین لہ علی القيام
بالذین والقائمین بعدہ بمصالح
المسلمین جزاکم اللہ احسن الجزاء
حبنا کما نتوسل بکنا الی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لیثفع لنا ویسل
اللہ ربنا ان یتقبل سعینا ویحبنا
علی ملتہ ویجثرنہ فی زمیرتہ -

آپ دونوں پر سلام ہو اے رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس لیٹنے والو اور آپ کے رفیق اور آپ
کے وزیر اور آپ کے وزیر اور آپ کے مشیر اور دین
پر قائم رہنے میں آپ کی مدد کرنے والو اور آپ
کے بعد مسلمانوں کی مصلحت کو قائم رکھنے والو
اللہ آپ دونوں کو عمدہ جزا دے ہم آپ کے
پاس آئے ہیں تاکہ آپ کو رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم سے تقرب کا ذریعہ بنائیں جس میں آپ
ہماری شفاعت کریں اور ہمارے پروردگار
اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہماری کوشش کو قبول کرے اور ہمیں آپ کے مذہب پر زندہ رکھے اور آپ
کے گروہ میں ہمارا حشر کرے۔

پھر جس طرح پہلی بار حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے سامنے دست بستہ
کھڑا ہوا تھا اسی طرح کھڑا ہوا اور پھر تضرع و زاری کر کے اور جو خواہشیں رکھتا ہو حضرت کے
طفیل میں حق سے مانگے اور بہت ذوق و شوق کے ساتھ حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں سلام عرض کر کے وہاں سے ہٹے اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے ستون کے پاس آکر توجہ

عہ اس ستون میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گویا تھو دیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے تو یہ کی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انکی

کرے اور جس قدر ممکن ہو نوافل پڑھے پھر بعد اس کے اور آثار نبویہ کی زیارت کرے جو معلمین زیارت بنا دیتے ہیں پھر بعد اس کے جنت البقیع میں جائے اور وہاں کے مزارات مقدسہ کی زیارت کرے خصوصاً حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب عم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت امام حسن اور بقیہ ائمہ اہل بیت اور حضرت امیر المؤمنین امام المتقین عثمان بن عفان اور حضرت ابراہیم فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات اور حضرت صفیہ عمتی صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی صحابہ کی (رضی اللہ عنہم وارضاهم) پھر شہداء احد کی زیارت کرے اور حیب وہاں پہنچے تو یہ کہے سلام علیکم بہا صیرتہ فنعہ عقبہ الدار اور ان تمام مشاہد و مزارات پر جا کر فاتحہ پڑھے یعنی قرآن مجید کی سورتیں پڑھ کر ان کا ثواب ان حضرات کی ارواح مقدسہ کو پہنچا دے پھر ہفتہ کے دن یا جس دن ممکن ہو مسجد قبا کی زیارت کے لئے بھی جائے اور وہاں پہنچ کر کم از کم دو رکعت نماز بہ نیت تھمتہ المسجد پڑھے۔

(۱) جتنے دنوں مدینہ منورہ میں قیام ہو سکے اس کو غنیمت سمجھے اور وہ زیادہ غفلت میں نہ کائے اور جس قدر ہو سکے عبادت اور اطاعت حق تعالیٰ کی کرے اور ہر روز اکثر حصہ اپنے وقت کا حضرت رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت میں صرف کیا کرے پھر یہ دولت کہاں نصیب ہوگی یہ روضہ اقدس کہاں ملے گا جو وقت ہے غنیمت ہے۔

(۲) اپنا اکثر وقت مسجد شریف نبوی کی ملازمت میں صرف کرے وہاں اعتکاف کرے اور ہر قسم کی عبادت سے اپنے وقت کو آباد رکھے نماز روزہ صدقہ غرض جس قدر عبادتیں ممکن ہوں اس مسجد مقدس میں کرے اور جس قدر حصہ مسجد کا حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا بیشک وہ اس سے افضل ہے جو آپ کے بعد اس میں اضافہ کیا گیا پس اگر اس حصہ میں بیٹھنا ممکن ہو تو بہت بہتر ہے اور کم سے کم ایک شب اس مسجد اقدس میں شب بیداری کرے اور اس رات کو اپنی تمام عمر کا خلاصہ اور ما حاصل سمجھے اور تمام رات عبادت میں کاٹ دے بہتر ہے کہ اس رات میں اور کوئی عبادت نہ کرے بلکہ صرف درود شریف کا ورد کرے اللہ صل علی محمد وعلی آل محمد

عن ترجمہ) آپ سید پر سلام ہو آپ کے میر کی عوض میں ہیں کیا اچھا ہے۔ لا آپ کے لئے) آخرت کا گھر ۱۱۔

عسہ توجہ۔ اے اللہ محمد پر اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر رحمت نازل کی اے اللہ محمد پر اور آل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی بیشک تو تعریف والا ۱۱۔ بزرگ ہے درود شریف بہت صحیح روایتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اس وجہ سے نمازیں درود شریف کے ہی الفاظ پڑھے گئے ہیں ۱۲۔

کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم اللہم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما
بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید۔ اگر اس شب میں نیند کا
غلبہ ہو تو اس کو دفع کرے انشاء اللہ جس وقت اس امر کا خیال کرے گا کہ میں کس مسجد میں
مقدس بیٹھا ہوں اور حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری مجھے حاصل ہے اس وقت نیند
وغفلت کا اثر بالکل جاتا رہے گا۔

مسجد اقدس میں رات بھر رہنے کے لئے اگر کچھ حکام و خدام کی خوش آمد کرنا پڑے اور کچھ روپیہ
خرچ کرنے کی ضرورت ہو بے تامل خوشامد بھی کرے روپیہ بھی خرچ کرے اور جو جو باتیں کرنا
پڑیں سب کرے اور اس دولت کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے۔

اس مسجد شریف میں جب تک رہے اپنے دل اور زبان اور تمام اعضا کو لغو کلمات اور حرکات
سے محفوظ رکھے اور سوا حضور اقدس نبوی کے اور کسی طرف متوجہ نہ ہو اگر نہایت ضرورت کسی سے کلام
کرنے کی ہو تو مختصر کلام کر کے پھر اسی جناب مقدس کی طرف متوجہ ہو جائے۔

مسجد شریف کے ادب کا خیال خوب رکھے کھٹک وغیرہ وہاں نہ کرنے پائے کوئی بال سر یا ڈاڑھی
کا وہاں نہ ڈالے اور اگر گرا پڑا ہو اچھے تو فوراً اٹھالے بعض لوگ چھو ہارے کھا کر مسجد شریف میں
اس کی گٹھلی ڈال دیتے تھے یہ خلاف ادب ہے۔

جب تک مسجد اقدس میں رہے حجرہ شریف کی طرف نہایت شوق کی نگاہوں سے نظر کرتا رہے
کم از کم ایک قرآن مجید کا ختم اس مسجد عالی میں کرے اور اگر ممکن ہو تو کوئی کتاب جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے حالات و فضائل میں ہو اس کو پڑھے یا کوئی شخص پڑھتا ہو تو اس سے سنے۔

(۳) مدینہ منورہ کے رہنے والوں سے نہایت محبت اور ادب کے ساتھ پیش آئے اور اگر جہ
ان میں کوئی بات خلاف شریعت دیکھے پھر بھی ان کی برائی نہ کرے اور ان سے یہ خوشونت نہ پیش آئے
ہاں یہ خیال امر بالمعروف نہایت ادب کے ساتھ نرم و شیریں الفاظ میں ان کو اس فعل خسراپی
سے مطلع کر دے۔

(۴) جب مدینہ منورہ میں قیام کی مدت ختم ہو جائے اور اس مقام مقدس سے چلنے لگے
تو مسجد شریف کو رخصت کر کے یعنی وہاں نماز پڑھ کے دعا مانگے اور حسرت کے ساتھ وہاں سے
بہا ہو پھر حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہما کی زیارت حسب معمول کرے اور اللہ تعالیٰ
سے دعا مانگے کہ پھر اس درگاہ اقدس کی زیارت سے اسے مشرف فرمائے۔ علامت مقبولیت دعا اور

زیارت کی یہ ہے کہ اس وقت بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہ لےجے ہوں اور دل میں یاس و حسرت بھری ہو اور اگر خدا خواستہ کسی شخص پر یہ حالت نہ پیدا ہو تو وہ نہ تکلف اپنے اوپر اس حالت کو طاری کرنے پھر حضرت سے رخصت ہو رخصت ہونے وقت پچھلے پیروں نہ لوٹے جس طرح کہ کعبہ مکرمہ سے رخصت ہونے وقت پچھلے پیروں لوٹتے ہیں کیونکہ یہ طریقہ سلف سے منقول نہیں۔

(۵) پھر حیب اپنے وطن کی طرف چلے تو وہاں سے کچھ مخالف اپنے احباب اعزہ کے لئے ہمراہ لائے مثلاً مکہ معظمہ سے آب زمزم اور مدینہ منورہ کی کھجوریں پھر حیب اپنے شہر کے قریب پہنچ جائے تو یہ دعا پڑھے اللہم انی اسألك خیرها وخیر ما فیها واعوذ بك من شرها وشر ما فیها اللهم اجعل لنا قریبا قرارا وقرارا حسنا اور جب شہر میں پہنچ جائے تو یہ دعا پڑھے لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير ائیمون تائبون عابدون ساجدون لربنا شاملون کا الہ الا الله وحده صدق وعده ونور عبده وهزم الاحزاب وحده واعز جنده فلا شئ بعدا اور پچھلے سے پہلے اپنے اعزہ کو خبر کرے کہ فلاں دن فلاں وقت میں پہنچوں گا بغیر اطلاع کے ایکدم نہ پہنچ جائے پھر حیب اپنے مکان پہنچ جاتے تو مکان کے اندر جانے سے پہلے جو مسجد مکان کے قریب ہو اس میں دو رکعت نماز پڑھے اور خدائے تعالیٰ کا شکر کرے کہ اس نعمت عظمیٰ پر حق تعالیٰ نے اسے فائز کیا بعد اس کے اپنے مکان جاتے پھر جب گھر میں پہنچ جائے تو دو رکعت نماز شکر پڑھے اور اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا دل سے شکر یہ ادا کرے اس مبارک سفر سے لوٹنے کے بعد یہ سمجھ لے کہ میں تجدید توبہ کر چکا ہوں اور توبہ بھی کسی اور کے سامنے نہیں بلکہ وہ توبہ جو حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ہوئی لہذا اس امر کا عزم قوی رکھے

عہ شیخ عبدالحق مورث دہلوی نے جناب القلوب میں اس کی تصریح کی ہے اور لکھا ہے کہ پچھلے پیروں کو نہ صرف کعبہ کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ حیب یہ ہے کہ جب پچھلے پیروں کو نہ لیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہونے وقت نہیں تو اور ادنیٰ اللہ کے مزارات سے رخصت ہونے وقت کیوں جائز سمجھا جاتا ہے اور اکثر لوگ اس کو فرض واجب کی طرح عمل میں لاتے ہیں اور جو بیچارہ کسی بزرگ کے مزار کی طرف لوٹنے وقت پشت کرے وہ سب ادب سمجھا جاتا ہے اور وہ وطن و شہر ہونا ہے۔

عہ توجیہ الی اللہ میں تجھ سے اس مقام کی خیریتا اور ان چیزوں کی خیریت جو اس مقام میں ہیں طلب (بلیغ صفحہ ۲۴۶ پر)

کہ میں اب کبھی اس توبہ کو نہ توڑوں گا اور حق جل شانہ سے ہر نماز کے بعد خصوصاً بعد نماز صبح کے دعائے مانگا کرے کہ الہی مجھے اس توبہ پر قائم رکھ اور اپنی نافرمانیوں سے بچا اور اپنی فرمانبرداری کی توفیق دے اور ایساں پر میرا خاتمہ فرما۔

علماء نے لکھا ہے کہ حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ جس حالت میں گیا تھا اس سے بہتر حالت میں ایسے اور دل میں حضرت سید الرسل کے اتباع سنت کا شوق پیدا ہو جائے اور دنیا و اہل دنیا کی محبت سے دل سرد ہو جائے اور آخرت اور اہل دین کی محبت دل میں غالب ہو جائے۔

خدا تعالیٰ کی عنایت سے حج ذریعہ کا بیان ختم ہو گیا اب میں حسب التزام حج کے متعلق چالیس حدیثیں اور چالیس اقوال حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نقل کرتا ہوں۔

چہل حدیث لکھنے سے پہلے میں یہ چاہتا ہوں کہ اختصار کے ساتھ حجۃ الوداع کے پورے واقعات لکھ دوں کیونکہ جو حدیثیں میں لکھوں گا ان میں سے کسی میں پورے واقعات اس حج کے نہیں ہیں کسی راوی نے ایک میں پورے واقعات نہیں بیان کیے بلکہ ضرورت وقت کے مناسب جس قدر مضمون اس واقعہ کا ہوتا تھا اسی قدر نقل کر دیتے تھے، ہم نے کسی کتاب میں حجۃ الوداع کے واقعات اس اختصار اور حسن ترتیب سے نہیں دیکھے جیسا کہ شرح سفر السعادة میں شیخ عبدالحق عریض دہلوی نے لکھے ہیں لہذا اسی کتاب سے ان واقعات کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

حجۃ الوداع کی مختصر کیفیت

ہم اور پر لکھ چکے ہیں کہ حج کی فرضیت ۱۰ھ میں ہوئی اور ۱۰ھ میں آپ نے اس حکم کی تعمیل کی ہجرت کے بعد ہی ایک حج آپ نے کیا چونکہ یہ حج آخر تھا اور جس سال آپ نے حج کیا ہے وہ سال آپ کی عمر گرامی کا آخری سال تھا اسی سال آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اور اس سال کئی بار عام جمعوں میں

(باقی جلد ۱۲۵) کرتا ہوں اور اس مقام کے شہر اور ان چیزوں کے شر سے جو اس مقام میں ہیں تیری پناہ مانگتا ہوں اے اللہ مجھے یہاں قیام اور محمد زرق عنایت فرما ۱۲ھ عنہ تشریح اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ اسی کی ہے بادشاہت اور اسی کی ہے تشریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم لوگ اس کے گھر سے لوٹے ہوئے آ رہے ہیں عبادت کرنے والے اور سجدہ کرنے والے ہیں اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اس سے زینا وعدہ بچا گیا اور اپنے بندوں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی (اور کافروں کی) جماعتوں کو خود اکیلے اس نے بھگا دیا اور اپنے لشکر کو غالب کروا لیا اس کے بعد کوئی چیز نہیں ۱۲ھ۔

آپ نے اپنے وداع و فراق کی خبر اشارات و کنایات میں بیان فرمائی چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق ان اشارات کو سمجھ گئے اور اسی وقت رونے لگے کبھی کبھی یہ بھی فرمایا کہ شاید یہ سال آئندہ میں تم مجھ کو نہ پاؤ گے حضرت معاذ سے یہاں تک فرمایا کہ اے معاذ اب میں سے لوٹ کر تم میری قبر دیکھو گے اس پر حضرت معاذ بہت رونے خاص کر آخر میں جو خطبہ آپ نے پڑھا وہ بالکل صاف بتا رہا ہے کہ اب عنقریب آپ دنیا کو اپنے جمال و لربا سے محروم فرمائے والے ہیں، ایسے الفاظ تھے کہ عام طور پر صحابہ کہنے لگے کہ کانتہ موعظۃ مودعہ یہ نصیحت تو گویا رخصت ہونے والے کی ہے، انھیں جو اس حج کا نام حجۃ الوداع مشہور ہوا۔

جب آپ نے حج کا ارادہ فرمایا تو صحابہ کو اطلاع دی سب نے حج کی تیاری کر لی اور یہ خیبر مدینہ منورہ کے اطراف قریب و جوار کے گاؤں میں پہنچی تو وہاں کے تمام مسلمان مدینہ میں آگئے اور راستے میں چلتے چلتے جیسے جیسے مسلمانوں کو خبر ہوتی جاتی تھی آتے جاتے تھے ایک شور برپا تھا کہ حضرت اس سال حج کو جاتے ہیں جو سنتا تھا وہ دوڑا چلا آتا تھا ایک شمع جاں نواز تھی کہ روشن تھی اور پرواتوں کا اس پر ہجوم تھا اس قدر لوگ مجتمع ہوئے کہ حد شمار سے باہر اب تک صحیح تعداد ان کی تحقیق نہیں معلوم ہوئی۔ ہاں اس قدر ضرور کہا گیا ہے کہ جس طرف نظر جاتی تھی آدمی کے سوا کچھ نہ دکھائی دیتا تھا، بعض روایات میں ہے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار آدمی تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہفتہ کے دن جو بیس ذیقعدہ کو آپ نے ظہر کی نماز مدینہ مقدسہ کی مسجد میں پڑھی بعد نماز کے سر مبارک میں تیل ڈالا اور کنگھی کی اور چادر ادرتہ بند پہن کر کوچ فرمایا اور ذوالحلیفہ میں پہنچ کر قیام کر دیا عصر کی نماز وہاں قصر سے ادا فرمائی اور رات بھر اور دوسرے دن ظہر تک وہیں بسے تمام اہماتنی المینین اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما اس سفر میں ہمراہ تھیں شب کو آپ نے تمام ازواج کے یہاں تھوڑے تھوڑے دیر قیام فرمایا اور دوسرے دن ظہر کی نماز وہاں پڑھ کر آپ نے احرام کے لئے غسل فرمایا اور خطمی داستان بھی صفائی کی غرض سے پانی میں ملا دیا تھا، غسل کے بعد عائشہ صدیقہ نے ایک مرکب خوشبو جس میں مشک بھی تھا آپ کے سر اور بدن پر لگا دی اور اس قدر لگائی کہ مشک کا اثر آپ کی دائرہ ہی اور سر پر دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا بعد اس کے آپ نے چادر اور تہبند احرام کی پہن لی اور دو رکعت نماز احرام پڑھیں اور بدن کی گردن میں دو جوتیاں لگا دیں اور اس کی داہنی جانب اشعار کیا

بعد اس کے احرام باندھ لیا صحیح ہے کہ آپ نے قرآن کا احرام باندھا تھا بعد اس کے تلبیہ کہی اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے پھر جب وہ اٹھی تو آپ نے دوبارہ تلبیہ کہی اور بعد اس کے جب ایک اونٹنی کے مقام پر چڑھنے کا اتفاق ہوا تو آپ نے پھر تلبیہ کہی اور کبھی آپ فرماتے تھے لبیک بحجۃ و عمرہ لبیک کبھی صرف اس قدر کہتے تھے کہ لبیک بحجۃ میں آپ نے یہ عبارت پڑھی لبیک اللہ لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملك لک لا شریک لک تلبیہ آپ نے بلند آواز سے کہی اور تمام صحابہ کو آپ نے حکم بھی دیا، صحابہ تلبیہ کی عبارت میں کچھ تغیر و تبدل کر دیتے تھے مگر آپ نے کسی کو منع نہیں فرمایا احرام کی حالت میں آپ نے اپنے سر کے بالوں کو خطمی لگا کر چپکالیا تھا تاکہ ٹوٹنے سے اور جوتیں وغیرہ سے حفاظت ہے جب آپ مقام روحا میں پہنچے ایک زخمی گورخر کو دیکھا صحابہ سے آپ نے منع کر دیا کہ اس کو نہ چھیرنا تنے میں اس کا شکار کرنے والا آگیا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ شکار میں نے آپ کو دیدیا آپ جو چاہیں کریں حضرت نے ابو بکر صدیق سے فرمایا کہ اس کو لاکر صحابہ میں تقسیم کر دو پھر مقام اٹابہ میں ایک ہرن کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے سورا تھا اور وہ زخمی تھا آپ نے ایک شخص کو متعین کر دیا تاکہ کوئی محرم اس کو چھڑے نہ پائے پھر جب آپ مقام عرج میں پہنچے تو حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے ایک غلام کو مارا اس نے ایک اونٹ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اسباب تھا کھڑیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حال کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ انظرو الی ہذا المحرم ما یصنع اس محرم کو دیکھو کہ کیا کر رہا ہے اس کے سوا آپ نے کچھ نہیں فرمایا کہ تمہارا حج فاسد ہو گیا یا تم کو فدیہ دینا پڑے گا جب مقام ابوا میں پہنچے تو مصعب بن جنامہ نے ایک گورخر ہدیہ پیش کیا آپ نے نہیں لیا اور فرمایا کہ ہم محرم ہیں۔

جب آپ وادی عسفان میں پہنچے تو فرمایا کہ موزی کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ہمارے ہیں اور انگلیاں اپنے کارن میں دیئے ہوئے بہت بلند آواز سے تلبیہ کہہ رہے ہیں اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہود اور صالح بھی اس وادی میں گزرا کرتے تھے جب آپ مقام سرف میں پہنچے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عذر زنا پیش آگیا وہ زور ہی تھمیں آپ نے فرمایا تم کیوں روتی ہو یہ تو ایک تقدیری بات

(بقیہ صفحہ ۶۲۶) نے شرح میں اس کا مسنون ہونا ثابت کیا ہے ۱۲۵۵ ترجمہ اسے اللہ میں تیرے دروازہ پر حاضر

ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں سب نعمت تیری ہی ہے اور ملک تیرا ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں ۱۲۔

ہے اس میں تمہارا کیا اختیار ہے کوئی حرج نہیں سوا طواف کے تم تمام اعمال حج کے ادا کرو عاشرہ صدیقہ نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا لہذا آپ نے فرمایا کہ تم عمرہ چھوڑو اور غسل کر کے حج کا احرام باندھ لو چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا بعد اس کے جب وہ پاک ہوئیں اور وقوف کر چکی تھیں تو طواف اور سعی کی آپ نے فرمایا کہ اب تم حج سے باہر ہو گئیں بعد اس کے عمرہ کی قضا کے لئے آپ نے ان کے بھائی عبدالرحمن سے فرمایا کہ تم ان کو تنغیم تکسب لجاؤ اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھو اگر لے آؤ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور انھوں نے عمرہ کی قضا کر لی۔

اسی مقام سرف میں آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ جس کے ہمراہ ہدی نہ ہو وہ چاہے تو اپنے احرام کو عمرہ سے بدل دے ہاں جس کے پاس ہدی ہو وہ ایسا نہیں کر سکتا پھر جب آپ کہہ پہنچے تو یہ حکم قطعی طور پر دیدیا اور فرمایا کہ اگر میں ہدی نہ لایا ہوتا تو میں بھی ایسا ہی کرتا جب مکہ مکرمہ قریب آگیا تو آپ نے مقام ذی طوی میں نزول فرمایا اور یکشنبہ کے دن ذی الحجہ کی پانچویں تاریخ صبح کی نماز پڑھ کر آپ نے غسل فرمایا اور طلوع آفتاب کے کچھ دیر بعد حجوں کے راستے سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے جب آپ باب السلام میں پہنچے اور کعبہ شریف پر آپ کی نظر مبارک پڑی تو آپ نے یہ دعا پڑھتی شروع کی اللہم زدبیتک هذا اشرفیفا و تعظیما و تکریما و منہابا بعد اس کے آپ سیدہ کعبہ کی طرف روانہ ہوئے تھیۃ المسجد نہیں پڑھی حجرا سود کے مقابل پہر نچکر سلام کیا اور طواف میں مشغول ہو گئے کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ کی طرف چھوڑا اور اپنے دائیں ہاتھ کی طرف سے طواف شروع کیا طواف کے اندر کسی خاص مقام میں کوئی مخصوص دعا آپ سے منقول نہیں مگر ہاں رکن یمانی اور حجرا سود کے درمیان میں آپ نے یہ دعا پڑھی ربنا اثنافی الدنیا حسنة و فی الاخرۃ حسنة و قنا عذاب النار اللہم انی اسئلت العفو و العافیۃ فی الدنیا و الاخرۃ طواف میں آپ نے سات شوٹے پہلے تین شوٹوں میں رمل فرمایا اور اخیر کی شوٹوں میں رمل نہیں کیا اس طواف میں آپ نے اپنی چادر بہ صورت اضطباع اوٹھی کھنی ہر شوٹ میں جب حجرا سود کی محاذات پر پہنچتے تو ایک لکڑی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی حجرا سود کی طرف اشارہ کر کے اس کا بوسہ دیتے

عہ اے اللہ اپنے اس گھر کی بزرگی اور عظمت اور کرامت اور درعب زیادہ فرما ۱۲ عہ ترجمہ اے ہائے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عنایت کر اور آخرت میں بھلائی عنایت کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا اے اللہ میں تجھ سے دنیا و آخرت میں بخشش اور عافیت طلب کرتا ہوں ۱۳ عہ ترجمہ اور تمام ابراہیم میں نماز کی جگہ بناؤ ۱۴

اور رکن یمانی کی محاذات پر جب پہنچتے تو اس کی طرف اشارہ کرتے مگر اس کو بوسہ نہ دیتے حجر اسود کے مقابل جب پہنچتے تو اللہ اکبر کہتے جب طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم میں آئے اور یہ آیت پڑھی واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ اور ہاں دو رکعت نماز طواف پڑھی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور قل یا ایہا الکافرون اذدوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ پڑھی نماز طواف سے فارغ ہو کر پھر حجر اسود کی طرف تشریف لائے اور اس کا استلام کیا بعد اس کے بیچ کے دروازہ سے کوہ صفا کی طرف تشریف لے گئے صفا کے قریب پہنچ کر یہ آیت پڑھی ان الصفا والمرودۃ من شعائر اللہ اور فرمایا کہ جس کو پہلے اللہ نے ذکر فرمایا ہے اسی سے ہم طواف کی ابتداء کریں گے پھر آپ صفا پر چڑھ گئے اور کعبہ کرمہ کے مقابل کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الخلق ولہ الحمد وهو علیٰ کل شیء قدير کا اللہ الا اللہ وحدہ صدق وعدا کا و تعو عبد کا و ہزم الہزاب وحدہ اللہ انا نسلک موجبات رحمتک و عزائم مغفرتک والغنیمة من کل بئر و السلامۃ من کل اثر لا تمد علیٰ ذنبا الا غفرتک ولا ہما الا فرجتہ ولا کربا الا کشفتہ ولا حاجۃ الا قضیتہا پھر صفا سے اتر کر مروہ پر آئے اثنائے سعی میں چونکہ لوگوں کا ہجوم زیادہ ہو گیا تھا اس لئے اونٹنی پر سوار ہو کر آپ نے سعی کو پورا کیا ابتدا سعی کی آپ صفا سے کی اور اختتام اس کا مروہ پر کیا جب مروہ پر چڑھے تو وہی دعا جو آپ نے صفا پر پڑھی تھی مروہ پر بھی پڑھی اور درمیان میں آپ یہ دعا پڑھتے تھے رب اغفر وارحم انک انت

عہ توجہ بیشک صفا اور مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہے ۱۲

عہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اس کی ہے بادشاہت اور اسی کے لئے ہے تعزیر اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں وہ اکیلا ہے اس نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بند سے کئی مدد کی اور (کافروں) کی جماعتوں کو اس نے تنہا بھگا دیا ہے اے اللہ تم مجھ سے تیری رحمت کے اسباب اور تیری مغفرت کے وسائل اور ہر نیکی میں سے حصہ اور گناہ سے سلامتی کی درخواست کرتے ہیں تو ہمارے ہر گناہ کو بخش دے اور ہر غم کو دور کر دے اور ہر تکلیف کو دفع فرما اور حاجت کو روا کر ۱۲

حصہ ترجمہ: اسے میرے پروردگار بخش دے اور رحم کر بیشک تو عزت والا بزرگ ہے ۱۲۔

الاعزاز کا کرم سعی سے فارغ ہو کر آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ جس کے ہمراہ ہدی نہ ہو وہ احرام سے باہر ہو جائے چنانچہ سب احرام سے باہر ہو گئے اور آپ کی تعمیل حکم سے بہتوں نے سرمنڈوانے اور بعض نے بال کتر وادیئے سرمنڈوانے والوں کے لئے آپ نے تین بار فرمایا اللہم احذر المحققین کتر دانے والوں نے استدعا کی کہ حضور ہم کو کیوں محروم رکھتے ہیں اس وقت آپ نے ان کے لئے بھی سراقہ بن مالک نے پوچھا کہ حضور یہ بات صرف ہمارے لئے خاص ہے یا تمام امت کے لئے آپ نے فرمایا ہمیشہ کے لئے اور تمام لوگوں کے لئے ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان اور علی اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم احرام سے باہر نہیں ہوتے کیونکہ ان لوگوں کے ہمراہ ہدی تھی ازواج مطہرات اور بی بی فاطمہ زہرا احرام سے باہر ہو گئی تھیں کیونکہ ان کے ہمراہ ہدی نہ تھی۔ جاردن کے بعد نبی ذیچہ کی آٹھویں تاریخ کو آپ نے منیٰ جانے کا قصد کیا جو صحابہ احرام سے باہر ہو گئے تھے انھوں نے اس دن حج کا احرام باندھا ظہر اور عصر کی نماز آپ نے منیٰ میں پڑھی اور رات کو وہیں رہے دوسرے دن نویں تاریخ کو جب آفتاب نکل آیا آپ عرفات کی طرف متوجہ ہوئے کوئی صحابہ تکبیر کہتے تھے کوئی تلبیہ آپ نے کسی پر انکار نہیں فرمایا۔

جب آپ مقام نمرہ میں پہنچے تو وہاں نزول فرمایا، وہاں آپ کے حکم سے اونٹنی خیمہ آپ کے لئے پہلے سے نصب کر دیا تھا۔ زوال آفتاب کے بعد آپ نے اونٹنی پر سوار ہو کر نہایت بلیغ اور مؤثر خطبہ پڑھا تمام اسلام کے اصول اس میں تعلیم فرمائے اور تمام کفر و شرک کی باتوں کی جڑ کاٹ دی رسول کو باہکل مٹا دیا اور جو جو باتیں تمام مذاہب میں ممنوع ہیں ان کا ذکر فرمایا جاہلیت کے زمانہ کے عقول اور سوروں کو معاف کر دیا اور مردوں کو عورتوں سے خوش خلقی اور ملاطفت کرنے کی تاکید فرمائی اور زحیم کے باہمی حقوق یاد دلائے اور لوگوں کو کتاب خدا پر عمل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جو کوئی کتاب خدا پر عمل کرے گا وہ گمراہ نہ ہوگا پھر صحابہ سے پوچھا کہ تم لوگ میرے حق میں کیا

عہ ترجمہ :- اے اللہ سرمنڈوانے والوں پر رحم فرما ۱۲

عہ یعنی ایام حج میں عمرہ کرنا ۱۱۔

عہ یعنی اسلام سے پہلے جو کسی نے کسی کو قتل کر دیا تھا اس کی بابت آپ نے کہہ دیا کہ اب اس سے قصاص لیا جائے گا اور جو ردیہ کسی نے کسی کو سودی قرض دیا تھا اور اس کا سود اس پر باقی تھا وہ بھی معاف کر دیا۔

کہتے ہو سب نے ایک زبان ہو کر عرض کیا کہ ہم سب گواہ ہیں کہ آپ نے خدا کے احکام پہنچائے اور امت کی خیر خواہی جیسی کہ چاہیے کی اور تمام حقوق رسالت کو آپ نے ادا فرمایا یہ سن کر آپ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور اس کو گھمایا اور فرمایا کہ اللہم امش هذا المشهد امش هذا المشهد پھر فرمایا کہ جو لوگ اس جمع میں ہیں وہ غائبین کو یہ تمام احکام پہنچا دیں اس کے بعد آپ نے ظہر کی نماز پڑھی ظہر اور عصر دونوں کی نماز یہاں ایک ساتھ پڑھی نماز سے فارغ ہو کر آپ سوار ہو گئے اور عرفات آئے وہاں دامن کوہ کے پاس قبلہ رو کھڑے ہو کر سواری پر آپ نے وقوف فرمایا اور نہایت الحاح و زاری کے ساتھ بہت دردناک الفاظ میں آپ نے حق تعالیٰ سے دعائیں شروع کی جب دعائیں چکے تو فرمایا کہ عرفات میں کھڑا ہونا کچھ خاص اسی مقام پر ضروری نہیں بلکہ تمام جنگل عرفات کا موقوف ہے جہاں چاہو کھڑے ہو عرفات ہی میں یہ آیت نازل ہوئی الیوم املت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً۔ ترجمہ (اے مسلمانوں) آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا، یہ آیت اگرچہ تمام اہل اسلام کے لئے ہنسی مسرت اور فرحت کا باعث ہے لیکن صحابہ میں جو لوگ تیز نظر اور دقیقہ رس تھے وہ اس آیت کے سننے ہی نہایت دل شکستہ اور محزون ہو گئے سمجھ گئے کہ اب زمانہ فراق قریب ہے کیونکہ آپ کا دنیا میں آنا اور دنیا محض تعلیم دین اور یقین کے لئے تھا جب وہ کام پورا ہو گیا تو آپ کا قیام دنیا میں کس لئے ہو گا پھر اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے دین کے مسائل مجھ سے یاد کر لو آئندہ سال مجھے شاید پاؤں پاؤں اسی دن عرفات میں ایک صحابی اونٹ کے اوپر سے گر پڑے اور ان کی وفات ہو گئی آپ نے فرمایا کہ ان کو غسل دیکر احرام کے لباس میں دفن کر دو اور خوشبو نہ لگاؤ اور سر اور چہرے کو نہ ہنکرو اور فرمایا کہ قیامت کے دن وہ بےیک کہتے ہوئے میدان حشر میں آئیں گے۔

جب آفتاب غروب ہو گیا تو آپ نے اسامہ بن زید کو اپنے ہمراہ سوار کر لیا اور مزدلفہ کی طرف چلے اس وقت لوگوں کا ہجوم تو تھا ہی سمجھوں نے تیز روی کرنی چاہی ایک کے اوپر ایک گرنے لگا تو آپ نے ان کو منع فرمایا کہ جلدی کرنے میں کوئی فائدہ اور کچھ ثواب نہیں غرض نہایت سکون و وقار کے ساتھ وہاں سے آپ روانہ ہوئے جب رلہ کشادہ اور میدان وسیع مل جاتا تو اونٹنی کو کچھ تیز بھی کر دیتے

تھے جس راستہ سے عرفات میں آئے تھے اس راستہ سے نہیں لوٹے بلکہ دوسرے راستہ سے
 یہی عادت آپ کی عید گاہ جانے میں بھی تھی کہ جس راستہ سے تشریف لے جاتے اس راستہ سے لوٹتے
 نہ تھے اثنائے راہ میں ایک مقام پر اتر کر خفیف وضو فرمایا اسامہ نے پوچھا کہ کیا مغرب کی نماز پڑھنے
 کا آپ نے فرمایا کہ مغرب کی نماز آگے چل کر مزدلفہ میں پڑھیں گے پھر مزدلفہ میں پہنچ کر آپ نے پورا
 وضو کیا اور اذان پڑھی گئی اور اسباب وغیرہ اتارنے سے پہلے آپ نے مغرب کی نماز ادا کی بعد اس
 کے اسباب وغیرہ لوگوں نے اونٹوں سے اتارا اور عشا کی نماز پڑھی، مغرب اور عشا کے فرض کے درمیان
 میں کوئی نفل نماز آپ نے نہیں پڑھی پھر رات بھر آپ مزدلفہ میں رہے اور شب بیداری نہیں کی عورتوں
 اور بچوں کو صبح ہونے سے پہلے آپ نے رخصت کر دیا کہ منی چلے جائیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
 کو ان کے ہمراہ کر دیا اور یہ فرمایا کہ آفتاب نکلنے سے پہلے رمی نہ کریں پھر فجر کا وقت آتے ہی اہل
 وقت آپ نے فجر کی نماز پڑھ لی اور سوار ہو کر مشعر حرام میں آئے اور وہاں وقوف فرمایا اور قبلہ وچوہ کر
 کرامت کے لئے نہایت تضرع و زاری کے ساتھ دعا مانگتے رہے یہاں تک کہ جب طلوع آفتاب کا
 وقت قریب آگیا تو آپ منی کی طرف روانہ ہوئے اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ سوار
 کیا اور آپ نے فضل بن عباس کو یہ حکم دیا کہ وہ راستہ سے کنکریاں رمی کے لئے چن لیں انھوں
 نے سات کنکریاں چن کر حضور کے ہاتھ میں دیا آپ نے اپنے کف مبارک میں ان کو لے کر غبار وغیرہ سے
 صاف کیا اور فرماتے رہے کہ اسی قسم کی کنکریوں سے رمی کرنی چاہیے اور اسے لوگوں میں زیادتی نہ کرو
 اگلے لوگ اسی سے برباد ہوئے، اسی راہ میں ایک عورت ٹٹی اور اس نے آپ سے پوچھا کہ میرا باپ
 بہت بوڑھا ہے اونٹ پر نہیں بیٹھ سکتا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں،
 فضل بن عباس اس عورت کی طرف دیکھنے لگے تو آپ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں اور ان کی گردن
 پھیر دی، پھر ایک بوڑھا بیٹا ٹٹی اور اس نے کہا کہ میری ماں بہت کمزور ہے اور بہت بوڑھی ہے کیا میں
 اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں، آپ نے فرمایا ہاں، پھر جب آپ وادی محسر میں پہنچے تو وہاں سے
 اونٹنی کو بہت تیز دوڑایا اور بہت جھلت کے ساتھ وہاں سے نکل آئے اور فرمایا یہاں دشمنان خدا
 پر عذاب ہوا تھا اس مقام پر اصحاب فیل پر عذاب ہوا تھا جو کعبہ مکرمہ کے گرانے کے لئے آئے تھے
 پھر جب آپ حجرۃ العقبہ کے محاذی پہنچ گئے تو کھڑے ہو گئے کعبہ مکرمہ اس وقت آپ کے
 بائیں ہاتھ کی طرف تھا اور منی داسنے ہاتھ کی طرف اور سواری پر سے آپ نے سات کنکریاں ایک
 ایک کر کے حجرۃ العقبہ پر ماریں، رمی کرنے وقت بلال اور اسامہ بن زید حاضر رہا آپ نے ایک تو

اونٹ کی مہار بچڑے ہوئے تھے اور دوسرے آپ کے از پر پہاڑ کے ہوتے تھے میں نے اپنے آپ نے
 ٹیبیہ موقوف کر دیا اور اس کے بعد اپنی فرودگاہ میں جو مسجد خیف کے قریب تھی تشریف لے گئے
 اور وہاں ایک نہایت بلیغ اور بغایت مؤثر اور دروانیگز خطبہ پڑھا اور ایسی آواز سے پڑھا کہ
 تمام حاضرین نے بخوبی اس کو سنا اس بات کو بھی علماء نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں
 شمار کیا ہے کیونکہ قوت بشری سے یہ بات باہر ہے کہ اتنے کثیر جمع کے لئے ایک شخص کی آواز کفایت
 کرتی ہے اس خطبہ میں آپ نے لوگوں کو ماہ حرام کی فضیلت اور ذالحجہ کی دسویں تاریخ کی بزرگی سنائی
 اور ان مہینوں میں جدال و قتال کی ممانعت کی اور فرمایا کہ حج کے مناسک سیکھ لو شلید اب میں دوبارہ
 حج نہ کروں گا اور یہ بھی حکم دیا کہ میرے بعد جو تمہارا سردار ہو اس کی اطاعت کرنا بشرطیکہ وہ
 کتاب اللہ پر عمل کرے اور فرمایا کہ میرے بعد کافر نہ بن جانا اور باہم خونریزی نہ کرنا بعد اس کے
 لوگوں سے آپ نے رخصتی کے کلمات کہے اور اپنے فراق کی تلخ ترخبر یا اشارت واضحہ سب کو سنائی
 اور حکم دیا کہ جو احکام تم لوگوں نے مجھ سے سنے ہیں وہ ان لوگوں کو پہنچا دینا جنہوں نے نہیں سنے
 خطبہ پڑھ کر آپ قربانی کے مقام پر آئے اور وہاں تریسٹھ اونٹ آپ نے اپنے ہاتھ سے قربانی
 کئے اس خاص عدد کے اختیار کرنے میں بھی اپنے عمر کے ختم ہونے کی طرف اشارہ فرمایا آپ نے
 تریسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی تو گویا عمر کے ہر سال کے عوض میں ایک اونٹ قربانی فرمایا اور پھر
 حضرت علی مرتضیٰ کو حکم دیا کہ سینتیس اونٹ تم قربانی کرو تاکہ سو پورے ہو جائیں اونٹوں کی یہ
 کیفیت تھی کہ پانچ پانچ چھ چھ اونٹ قربانی کے لئے آپ کے قریب لائے جاتے تھے ایک اونٹ
 ایک پر گرا پڑتا تھا اور ہر اونٹ یہی چاہتا تھا کہ پہلے میں مشرف کیا جاؤں پھر آپ نے حضرت علی
 مرتضیٰ کو حکم دیا کہ اونٹوں کی کھالیں اور ان کی چھولیں مسکینوں کو تقسیم کر دیں اور گوشت بنانے والوں
 کی اجرت آپ نے علیحدہ سے دلوائی جب قربانی سے آپ فارغ ہو گئے تو لوگوں سے یہ بھی فرما دیا
 کہ یہ نہ خیال کرنا کہ جس جگہ میں نے قربانی کی ہے وہاں کے سوا اور کہیں قربانی جائز نہیں بلکہ تمام
 مٹی میں جہاں قربانی کرے درست ہے پھر آپ نے سر منڈوانے کے واسطے حکم دیا حضرت عمر بن
 عبداللہ آئے اور استرہ لے کر کھڑے ہو گئے آپ نے فرمایا کہ اے عمر دیکھو اس وقت رسول اللہ
 نے تمہیں اپنے سر پر قبضہ دیا ہے اور تمہارے ہاتھ میں استرہ ہے مقصود یہ تھا کہ اس نعمت کی قدر
 دینی کرو اور خدا کا شکر بجالاؤ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں یہ اللہ کا فضل و احسان ہے آپ نے فرمایا
 بیشک پھر آپ نے حکم دیا کہ پہلے داہنی جانب کے بال مونڈو، داہنی جانب کے بال تو سب آپ نے

حضرت ابو طلحہ کو دیکھتے اور باتیں جانب کے بالوں کی نسبت فرمایا کہ لوگوں کو تقسیم کردہ تمام لوگوں کو ایک ایک بال یا دو دو بانٹے پہنچنے بانوں کی تقسیم میں بھی اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ اب جدائی کا زمانہ قریب ہے اور وہ وقت اب کچھ دنوں کے بعد آنے والا ہے کہ جو آنکھیں ہمیشہ اس جمال بے مثال سے منور رہتی تھیں اپنے محبوب کے دیدار کو ترس جائیں اور لوگ اس بات کی تمنا کرنے لگیں کہ کاش حضرت کی کوئی نشانی ہوتی اسی کو دیکھ کے ہم اپنے دل کو سمجھاتے اسی وجہ سے حضرت نے اپنے مہوتے مبارک لوگوں کو تقسیم فرمائے تاکہ آئندہ ان عاشقانِ بیدل کو تسکین و طمانیت کا سبب اور رحمت و برکت کا باعث ہو بعد اس کے آپ نے ناخنوں کو بھی ترشویا اور ان کو بھی لوگوں میں تقسیم فرمایا۔

اب بھی بعض صاحب نصیب لوگوں کے پاس آپ کے مہوتے مبارک موجود ہیں امدان میں بعض بعض کی نسبت تو یقین ہو سکتا ہے کہ وہ بیشک وہی مہوتے امدان میں ہیں جو کسی وقت حضرت کے جسم النور سے تعلق رکھتے تھے اس امر کا یقین حاصل کرنے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے اول یہ کہ سندان باتوں کی بواسطہ ثقات کسی صحابی تک پہنچی ہوئی ہو اور اس کے رادوں میں تمام وہ شیطاں موجود ہوں جو ایک حدیث کے رادوں میں ہونی چاہئیں و دوسرے یہ کہ کوئی صاحبِ امدان اپنے وجدان سے ان بالوں کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کریں مگر یہ دوسرا طریقہ صرف انھیں لوگوں کے لئے ہے جو اس مشرب عالی سے بہرہ ور ہوں۔

جو مہوتے مبارک کسی خاندان میں زمانہ قدیم سے وراثتاً چلے آتے ہوں اور کوئی لکھی ہوئی سند ان کے ساتھ نہ ہو ان کی نسبت اگرچہ یقین نہیں ہو سکتا لیکن اس خیال سے کہ شاید وہ ایسے ہی ہوں جیسے کہ بیان کئے جاتے ہیں ان کی تعظیم و محبت میں کمی نہ کرنی چاہیے۔

واقعی مسلمان بڑے خوش قسمت ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے **كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ** طہج کی خیریت کا سامان اللہ جل شانہ نے ان کے لئے مہیا کر دیئے ہیں ان کے پاس ان کے نبی کی وہ نشانیاں موجود ہیں جو آج کسی امت کو نصیب نہیں۔ سب سے بڑی نشانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو آپ کا ایک زندہ مجزہ ہے ہمارے پاس قرآن عظیم ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اس وقت تک باوجودیکہ تیرہ سو برس سے زائد ہو گئے اسی طرح بے کم و کاست بے تغیر و تبدل چلا آ رہا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ تا قیام قیامت ہمارے پاس رہے گا دوسری نشانی آپ کی ہمارے پاس آپ کے احادیث میں احادیث کی حفاظت اور بہرسانی میں بھی جو اہتمام ہمارے

انگلوں نے کیا اس کا دسواں حصہ بھی کسی امرت کو نصیب نہیں ہوا۔ اس کے بعد اور نشانیوں بھی ہمارے پاس ہیں جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مجمع صفات سے تعلق رکھتی ہیں مثل مومے مبارک اور نقش نجلیں اور نقش قدم شریف کے۔

وہ مسلمان کیسے خوش نصیب ہیں جن کے بابرکت گہران مومے مبارک سے آباد ہیں وہ آنکھیں کسی درجہ تعظیم کے قابل ہیں جنہوں نے اس مقدس بالوں کی زیارت کی ہے اگلے زمانہ میں دستور تھا کہ ان مومے مبارک کے ذریعہ سے اکثر بیماریوں کی دوا کی جاتی تھی اور ان کو شفا ہوتی تھی وہ لوگ ان مومے مبارک کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے چنانچہ صحیح بخاری میں ابن سیرین سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عبیدہ سے (حضرت عبیدہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں مسلمان ہو چکے تھے لیکن ملاقات کی نوبت نہیں آئی) کہا کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مومے مبارک ہے ہم نے اسے حضرت انس کے پاس سے پایا ہے تو انھوں نے (نہایت حسرت سے) کہا کہ بیشک اگر میرے پاس حضرت کا کوئی مومے مبارک ہوتا تو مجھے دنیا سے اور تمام چیزوں سے جو دنیا میں ہیں زیادہ محبوب ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیوں کا جو ذکر آیا تو ایک عجیب اور مقدس نشانی جو زمانہ حال میں دستیاب ہوئی ہے اس کا ذکر کے بغیر جی نہیں مانتا۔ سلطان عبدالحمید خاں خلیفہ ترکی کے عہد میں بعض عیسائی سیاحوں کو کسی سزمین میں دو خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستیاب ہوئے ہرن کی تھیلی پر رکھے ہوئے عبارت ان خطوں کی صحیح بخاری کی روایت کردہ خط سے بالکل مطابق ہے ان سیاحوں نے ان خطوط مقدسہ کو خلیفہ کے یہاں نذر کیا اور خلیفہ نے ان کو تبرکات کے خزانہ میں رکھ لیا اور ایک بیش بہا صلہ ان سیاحوں کو عنایت کیا ان خطوط مقدسہ کے فوٹو اکثر بلاد اسلامیہ میں باجارت سلطانی بھیجے گئے منجملہ ان کے میرے بعض احباب کے پاس بھی ان کے فوٹو آئے اور خدا کا شکر ہے کہ میں ان کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں، ان فرض بالوں کی تقسیم کے بعد زوال سے پہلے آپ مکہ تشریف لائے اور طواف و داع کیا طواف کے بعد آپ نے آب زمزم کھڑے ہو کر پیا، یہ طواف آپ نے سواہر ہو کر کیا تھا وہ جہاں تھی کہ ہجوم بہت زیادہ ہو گیا تھا اور یہ بھی مقصود تھا کہ تمام حاضرین آپ کے طواف کو دیکھیں اور آپ کے جمال جہاں آراہ سے اپنی آنکھیں روشن کریں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے پیروں کچھ چوٹ آگئی تھی پھر آپ نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھ کر منیٰ کی طرف مراجعت فرمائی اور رات کو وہیں رہے دو سکر دن نماز ظہر سے پہلے زوال کے بعد پیادہ پانچویں

جرود کی رمی زبانی پہلے اس کی جو مسجد خیف کے قریب ہے اور اس کی رمی کے بعد تھوڑی دُور آگے بڑھ کر آپ نے کھڑے ہو کر اتنی دیر تک دعا کی جتنی دیر میں کوئی سورۃ بقرہ پڑھے پھر اس کے بعد والی جمرہ کی رمی کی اور اس کی رمی کے بعد بھی دلہنے ہاتھ کی طرف ہٹ کر اتنی ہی دیر تک آپ نے دعا کی پھر جمرۃ العقیبہ کی رمی کی اور اس کی رمی کے بعد آپ نے دعا کی اور نہ واں توقف فرمایا۔

منی میں آپ نے پورے دو روز قیام کیا یعنی گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو اور ہر روز اسی طرح رمی کی اور تیرہویں تاریخ کو نماز ظہر کے بعد رمی کر کے آپ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اثنائے راہ میں آپ محصب میں اتارے اور ظہر، عصر، مغرب عشا کی نمازیں وہیں پڑھیں بعد اس کے آپ تھوڑی دیر سو رہے بعد اس کے آپ بیدار ہوئے اور کوٹھ کیا اور مکہ میں آکر رات ہی کو طوافِ وداع کیا، اس طواف میں رمل نہیں کیا فائزہ صدیقہ نے اپنے چھوٹے ہونے عمر کے کی قصا بھی اس شب میں کی، رات ختم نہ ہوئی تھی کہ عمر سے فراغت ہو گئی، پس آپ نے کوچ کا اعلان دیدیا اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے صبح کی نماز کعبہ مکرمہ کے سامنے پڑھ کر چلے گئے، پھر جب آپ مقام غدیر خم میں پہنچے تو وہاں آپ نے کچھ دیر قیام فرمایا چھ تک آپ نے اس سال اپنی امت کے لئے آئندہ اور موجودہ اصلاح کے تمام طرائق طے کر دیئے تھے اور جن جن مفاسد کا آگے جل کر آپ کو اندیشہ تھا ان کا سبب باب کر دیا تھا، آپ کو اپنی امت میں دو باتوں کا زیادہ اندیشہ تھا، ایک تو باہمی خوں ریزی کا دوسرا یہی رنجش کا چنانچہ آپ نے ان دو باتوں کے متعلق حج کے خطبوں میں بہت تبلیغ اور موثر نصیحت فرمائی اور اپنے خلفاء کی اطاعت کا بھی حکم دیا، آپ کو یہ بھی بذریعہ وحی معلوم ہوا تھا کہ حضرت علی مرتضیٰ سے کچھ لوگ بغض و عداوت رکھیں گے اور ان کو نہایت مظلومانہ حالت میں شہید کریں گے اور ان کی عداوت کو اپنا جزو ایمان بنائیں گے جیسا کہ احادیث میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا کہ تمہاری داڑھی تمہارے خون سے ایک دن رنگین ہوگی یہ بھی فرمایا تھا کہ کچھ لوگ تم سے بغض و عداوت رکھیں گے جس طرح یہود عیسیٰ سے بغض رکھتے ہیں اور ان کی والدہ پر بہتان لگاتے ہیں چنانچہ ایسا ہی واقعہ بھی ہوا۔ فرقہ خوارج نے جو کچھ کیا وہ تواریخ و سیر کی کتابوں میں مذکور ہے المختصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

عہ یہ واقعہ شرح سفر السعاده میں نہیں ہے ۱۲۔

عہ غدیر خم ایک چشمہ کا نام ہے مقام جحفہ سے تین میل پر واقع ہے ۱۲۔

نے اس فساد عظیم کی اصلاح کے لئے مقام غدیر خم میں ایک خطبہ پڑھا اس میں اپنے اہل بیت سے محبت رکھنے کا لوگوں کو حکم دیا بعد ازاں حضرت علی مرتضیٰؑ کی محبت کو مثل اپنی محبت کے لازم و واجب کر دیا الفاظ اس حدیث کے یہ ہیں - اخذ بید علی فقال الستم تعلمون انی اولیٰ باللہ و منین من انفسہم قالوا بلی قال الستم تعلمون انی اولیٰ بكل مؤمن نفسہ قالوا بلی فقال اللہ من کنت مولاً فعلی مولاً اللہم وال من والک و عاد من عادک فلقیہ خمس بعد ذالک فقال ہنیایا ابن ابی طالب اصبححت وامسبت مولی کل و مومنہ رواہ احمد۔

(مشکوٰۃ) ترجمہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کا ہاتھ لیا اور فرمایا کہ کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں مومنین کا ان کی جان سے بھرا زیادہ دوست ہوں سب لوگوں سے عرض کیا کہ ہاں (ہم جانتے ہیں) آپ نے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کا اس کی جان سے زیادہ دوست ہوں، سب لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں ہم جانتے ہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ اے اللہ میں جس کا مولیٰ (یعنی محبوب) ہوں علیؑ بھی اس کے مولیٰ یعنی محبوب ہیں، اے اللہ تو اس شخص سے محبت کر جو علیؑ سے محبت کرے اور اس شخص سے عداوت رکھے تو علیؑ سے عداوت رکھے بعد اس کے حضرت عمرؓ حضرت علیؑ سے ملے اور ان سے کہا کہ مبارک ہو اے ابن ابی طالب تم ہمیشہ کے لئے ہر مومن و مومنہ کے مولیٰ (یعنی محبوب) ہو گئے اسی طرح اور بھی بعض اصحاب نے حضرت علیؑ کو اس فضیلت کی مبارکباد دی۔

حضرات شیعہ اس حدیث سے حضرت علی مرتضیٰؑ کی خلافت بلا فصل ثابت کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس حدیث سے ان کا دعویٰ بہت اچھی طرح ثابت ہوتا ہے، اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ بیشک یہ حدیث ہماری کتابوں میں ہے مگر چونکہ اصول عقائد میں فریقین کے ہوا مرٹے ہو چکے ہیں کہ وہ عقائد جن پر جنات آخرت مختلف ہیں، خبر واحد سے ثابت نہیں ہو سکتے بلکہ وہ یا تو قرآن سے ثابت ہوں گے یا کسی حدیث متواتر سے قرآن سے خلافت بلا فصل کا ثابت کرنا تو ان حضرات کے حوصلے اور ہمت سے باہر ہے اگرچہ ان کے علماء نے بہت کوشش کی اور اپنی قابلیت اور ذہانت کے بہت کچھ جوہر دکھائے لیکن اس مسئلہ کو قرآن سے ایک ضعیف سا تعلق بھی نہیں دے سکے جو کہ قرآن کے شیعہ کو تحریف قرآن کا مسئلہ ایجاد کرنا پڑا، صد بار وہ اپنی اہل بیت سے اس مضمون کی بنائی گئیں کہ اس قرآن میں بہت کچھ تحریف ہو گئی ہے، (باقی صفحہ ص ۶۳۶)

حضرت علی کے فضائل کا خطبہ پڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے اصحاب کے وہاں سے روانہ ہو گئے جب مدینہ قریب آ گیا تو آپ نے تین بار تکبیر کہی اور فرمایا لا الہ الاہو وحدہ

(یعنی از صفحہ ۶۳۵) مسئلہ امامت و خلافت بلا فصل قسم آن میں مذکور تھا مگر دشمنان اہل بیت نے نکال ڈالا قرآن کا تحریف کا مسئلہ اور اس کے متعلق ائمہ اہل بیت کی روایتیں اصول کافی اور احتجاج طبری اور تفسیر علی بن ابراہیم قمی وغیرہ میں بکثرت موجود ہیں جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل روایات میں نے انحصاراً اسلام و استقصاً الامام میں نقل کی ہیں۔
المختصر جب قرآن سے اس مسئلہ کو کوئی تعلق نہ ہو سکا تو اس میں تحریف کے قائل ہو گئے جب تحریف کی شناخت پران کو اخلاب ہوئی تو مآخذین نے تحریف معنوی سے کام لیا مگر باطل کو حقیق بنانا اور حق کو باطل بنانا کس کے امکان میں ہے اس تحریف معنوی سے بھی کچھ مسجود نہ ہوا بالآخر حدیثوں کی طرف چھٹکے لیکن خدا کی قدرت کوئی حدیث بھی ان کو اپنے بدعا کے موافق کتب اہل سنت میں نہ ملے۔

اب یہی حدیث غدیر خم ہے اس کی مختصر حالت میں بیان کرتا ہوں اسی پر کلام ان احادیث کو قیاس کرنا چاہئے جو شیعی اصحاب اہل سنت کی کتابوں سے خلافت بلا فصل مرتضوی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔
اول تو اس حدیث کی صحت میں بڑا اختلاف ہے بڑے بڑے اکابر محدثین نے جن پر فن حدیث کا دار و مدار ہے اس حدیث کی تضعیف کی ہے چنانچہ علامہ ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں اما قولہ من کنت مولاً فعلی مولاً فلیس فی الصحاح و لکن ہو مدار واکال العلماء و تنازع الناس فی صحۃ فنقل عن البخاری و ابراہیم الحاربی و طائفة من اهل العلم بالحدیث انہم طعوا فیہ و ضعفوا قال ابو محمد بن حزم و اما من کنت مولاً فعلی مولاً فلا یصلح من طریق الثقات۔
مگر ترجمہ لیکن اس کا قول من کنت مولاً تو یہ صحیح حدیثوں میں نہیں ہے بلکہ یہ اس قبیلہ سے ہے کہ اس کو علماء نے روایت کیا ہے اور لوگوں نے اس کی صحت میں اختلاف کیا ہے بخاری سے اور ابراہیم حاربی سے اور علامتے حدیث کے ایک گروہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اس میں جرأت کی ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے ابو محمد بن حزم کہتے ہیں کہ من کنت مولاً فعلی مولاً معتبر راویوں کے ذریعہ سے ثابت نہیں ہے صحاح ستہ میں سے صرف ترمذی ابن ماجہ میں ہے حدیث ہے بخاری مسلم میں کہیں اس کا پتہ نہیں تو ترمذی نے بھی اس کا صحیح نہ ہونا ثابت کر دیا ہے انہوں نے لکھ دیا ہے کہ حدیث حسن ہے الغرض جب اس حدیث کی صحت میں اتنا بڑا اختلاف ہے اور امام بخاری جیسے محدث اس کے ضعیف کہنے والے ہیں تو اس سے اعتقادات کا وہ مسئلہ جس پر نجات موقوف ہے کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا ہاں فضائل میں اس قسم کی حدیث لے لی جاتی ہے چنانچہ علمائے اہل سنت (باقی بر صفحہ ۶۳۷)

حضرت علی کے فضائل کا خطبہ پڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اصحاب کے وہاں سے روانہ ہو گئے جب مدینہ قریب آگیا تو آپ نے تین بار تکبیر کہی اور فرمایا لا الہ الا هو وحدہ

(بقیہ از صفحہ ۶۳۵) مسئلہ امامت و خلافت بلا فصل قرآن میں مذکور تھا مگر دشمنان اہل بیت نے نکال ڈالا قرآن کا تحریف کا مسئلہ اور اس کے متعلق ائمہ اہل بیت کی روایتیں اصول کافی اور احتجاج طبری اور تفسیر علی بن ابراہیم قمی وغیر میں بکثرت موجود ہیں جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل روایات میں سے انتصاراً اسلام و استقصاً لافحاش میں نقل کی ہیں۔
المختصر جب قرآن سے اس مسئلہ کو کوئی تعلق نہ ہو سکا تو اس میں تحریف کے قائل ہوئے جب تحریف کی شدت پر ان کو اطلاع ہوئی تو مآخیزین نے تحریف سے معنوی سے کام لیا مگر باطل کو حق بنانا اور حق کو باطل بنانا کس کے امکان میں ہے اس تحریف معنوی سے بھی کچھ معجزہ ہوا بالآخر حدیثوں کی طرف پھلکے لیکن خدا کی قدرت کوئی حدیث بھی ان کو اپنے مدعا کے موافق کتب اہل سنت میں نہ ملی۔

اب یہی حدیث غدریغم ہے اس کی مختصر حالت میں بیان کرتا ہوں اسی پر کلام اللہ احادیث کی قیاس کرنا چاہئے جو شیعی اصحاب اہل سنت کی کتابوں سے خلافت بلا فصل مرتضوی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔
اولاً تو اس حدیث کی صحت میں بڑا اختلاف ہے بڑے بڑے اکابر محدثین نے جن پر فن حدیث کا دار و مدار ہے اس حدیث کی تضعیف کی ہے چنانچہ علامہ ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں اما قولہ من کنت مولاً فعلی مولاً فلیس فی الصحاح و لکن ہو مدار واکال العلماء و تنازع الناس فی صحۃ فنقل عن البخاری و ابراہیم الحاربی و طائفۃ من اهل العلم بالحدیث انہم طعوا فیہ و ضعفوا قال ابو محمد بن حزم و اما من کنت مولاً فعلی مولاً فلا یصلح من طریق الثقات۔
ترجمہ لیکن اس کا قول من کنت مولاً تو صحیح حدیثوں میں نہیں ہے بلکہ یہ اس قبیلہ سے ہے کہ اس کو علماء نے روایت کیا ہے اور لوگوں نے اس کی صحت میں اختلاف کیا ہے بخاری سے اور ابراہیم حاربی سے اور علامہ نے حدیث کے ایک گروہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اس میں جرح کی ہے اور اس کو تضعیف کہا ہے ابو محمد بن حزم کہتے ہیں کہ من کنت مولاً فعلی مولاً محترم راویوں کے ذریعہ سے ثابت نہیں ہے صحاح ستہ میں سے صرف ترمذی ابن ماجہ میں ہے حدیث ہے بخاری مسلم میں کہیں اس کا پتہ نہیں تو ترمذی نے بھی اس کا صحیح نہ ہونا ثابت کر دیا ہے اختلاف کے نکتہ دیا ہے کہ حدیث حسن ہے الغرض جب اس حدیث کی صحت میں اتنا بڑا اختلاف ہے اور امام بخاری جیسے محدث اس کے ضعیف کہنے والے ہیں تو اس سے اعتقادات کا وہ مسئلہ جس پر نجات موقوف ہے کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا ہاں فضائل میں اس قسم کی حدیث لے لی جاتی ہے چنانچہ علمائے اہل سنت (باقی بر صفحہ ۶۳۷)

ثَنِيكَ لَهُ الْمَلِكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اَسْبُونَ تَابُونَ عَابِدُونَ
مَا جَدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صدق الله وعده و نصو عبدا و هزم الاحزاب و هذا
اس کے آپ ہدایت خیرہ خوبی کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور اس شہر مقدس کو

بقیہ از صفحہ ۶۳۶) نے جہاں کہیں اس حدیث کو ذکر کیا ہے حضرت علی مرتضیٰ کے فضائل میں ذکر کیا ہے اصول
حدیث میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث بھی قبول کر لی جاتی ہے اور جس طرح احکام کے
تحریر میں حدیث کی جانچ کی جاتی ہے فضائل میں اس کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا۔

دوسرے اگر ہم اس حدیث کے صحت و ضعف سے بھی آنکھ بند کر لیں اور اس قاعدہ مسلمہ (کہ اخبار احاد
لوہ صحیح بھی ہوں عقائد میں مقبول نہیں ہوتے) کی بھی پروا کریں تب بھی اس حدیث سے حضرات شیعہ کا
مطلب ثابت ہوتا ایک امر محال ہے اس اخیر زمانے میں مولوی حامد حسین صاحب نے (جو بزرگ حضرات شیعہ علمائے
سابقین سے بھی سبقت لے گئے تھے) اس حدیث سے خلافت بنا فصل ثابت کرنے کی بہت کوشش کی ہے
اور چار ضخیم جلدوں میں اس حدیث کی بحث لکھی ہے ان کے اور نیز تمام علمائے شیعہ کے استدلال کا دار و مدار لفظ
مولیٰ پر ہے وہ کہتے ہیں کہ یہاں مولیٰ سے محبوب مراد نہیں بلکہ حاکم مراد ہے ان کے نزدیک مطلب اس حدیث کا
یہ ہوا کہ جس کا میں حاکم ہوں علی بھی اس کے حاکم ہیں مگر انہیں ہے کہ علمائے شیعہ اس کی کچھ وجہ بیان نہیں کرتے
کہ جب مولیٰ بمعنی محبوب اور ناصر کے لغت میں وارد ہو چکا ہے تو وہ معنی کیوں نہ مراد لے جائیں اور دوسرے
معنی کیوں مراد لے جائیں کوئی وجہ ترجیح ان کو بیان کرنی لازم تھی خیر اس سے بھی درگزر کیجئے مولیٰ کے معنی
حاکم کے کسی لغت میں وارد نہیں ہوئے اگر کسی لغت میں مولیٰ بمعنی حاکم نکھا ہو تو گو حضرات شیعہ وجہ ترجیح نہ بیان
کر سکیں تب بھی تم تسلیم کر لیں گے کہ اس حدیث میں خواہ مخواہ یہی معنی یاد رہا مگر انہوں نے کہ حضرات شیعہ قیامت
تک اس بات کو ثابت نہیں کر سکتے کہ لغت عرب میں مولیٰ بمعنی حاکم مستعمل ہے، مولوی حامد حسین صاحب و نیز
علمائے متقدمین شیعہ نے اس بات کی بہت کوشش کی کہ کسی طرح مولیٰ کو حاکم کے معنی میں ثابت کر دیں چنانچہ
انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ مولیٰ بمعنی اولیٰ بھی آتا ہے اور (مخص بے دلیل یہاں) (باقی بر صفحہ ۶۳۷)

عہ ترجیح اس دعا کا یہ ہے کوئی معبود سوا اللہ کے نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اسی کی
ہے بادشاہت اور اسی کے لئے ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم (سج کر کے) تو یہ کرتے ہوئے عبادت
کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے اپنے پروردگار کی تعریف کرتے ہوئے ٹوٹ رہے ہیں، اللہ نے ایسا عہد چھا
کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور (کفار کی) جماعت کو اسی ایک نے بھگا دیا ۱۲۔

لا تثنون له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير ائبون تائبون عابدون
ساجدون لربنا حامدون صدق الله وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده
بعد اس کے آپ نہایت خیرہ خوبی کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور اس شہر مقدس کو

(بقیہ از صفحہ ۶۳۶) نے جہاں کہیں اس حدیث کو ذکر کیا ہے حضرت علی مرتضیٰ کے فضائل میں ذکر کیا ہے اصول
حدیث میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث بھی قبول کر لی جاتی ہے اور جس طرح احکام کے
استحسان میں حدیث کی جانچ کی جاتی ہے فضائل میں اس کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا۔

دوسرے اگر ہم اس حدیث کے صحت و ضعف سے بھی آنکھ بند کر لیں اور اس قاعدہ مسلمہ (کہ اخبار احاد
نورہ صحیح بھی ہوں عقائد میں مقبول نہیں ہوتے) کی بھی پروا نہ کریں تب بھی اس حدیث سے حضرات شیعہ کا
مطلب ثابت ہوتا ایک امر حال ہے اس اخیر زمانے میں مولوی حامد حسین صاحب نے (جو بزرگ حضرات شیعہ علمائے
سابقین سے بھی سبقت لے گئے تھے) اس حدیث سے خلافت بنا فصل ثابت کرنے کی بہت کوشش کی ہے
اور چار ضخیم جلدوں میں اس حدیث کی بحث لکھی ہے ان کے ادنیٰ تمام علمائے شیعہ کے استدلال کا دار و مدار لفظ
مولیٰ پر ہے وہ کہتے ہیں کہ یہاں مولیٰ سے محبوب مراد نہیں بلکہ حاکم مراد ہے ان کے نزدیک مطلب اس حدیث کا
یہ ہوا کہ جس کا میں حاکم ہوں علی بھی اس کے حاکم ہیں مگر انہیں ہے کہ علمائے شیعہ اس کی کچھ وجہ بیان نہیں کرتے
کہ جب مولیٰ بمعنی محبوب اور ناصر کے لغت میں وارد ہو چکا ہے تو وہ معنی کیوں نہ مراد لے جائیں اور دوسرے
معنی کیوں مراد لے جائیں کوئی وجہ ترجیح ان کو بیان کرنی لازم تھی خیر اس سے بھی درگزر کیجئے مولیٰ کے معنی
حاکم کے کسی لغت میں وارد نہیں ہونے اگر کسی لغت میں مولیٰ بمعنی حاکم لکھا ہو تو گو حضرات شیعہ وجہ ترجیح بیان
کر سکیں تب بھی ہم تسلیم کر لیں گے کہ اس حدیث میں خواجہ خواہ بھی معنی یا درہم مگر انہیں کہ حضرات شیعہ قیامت
تک اس بات کو ثابت نہیں کر سکتے کہ لغت عرب میں مولیٰ بمعنی حاکم مستعمل ہے، مولوی حامد حسین صاحب و نیز
علمائے متقدمین شیعہ نے اس بات کی بہت کوشش کی کہ کسی طرح مولیٰ کو حاکم کے معنی میں ثابت کر دیں چنانچہ
انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ مولیٰ بمعنی اولیٰ بھی آتا ہے اور (مخلص بے دلیل یہاں) (باقی بر صفحہ ۶۳۸)

عہ ترجیح اس دعا کا یہ ہے کوئی معبود سوا اللہ کے نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اسی کی
ہے بادشاہت اور اسی کے لئے ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم (ترجیح کر کے) تو یہ کرتے ہوئے عبادت
کوتے ہوئے بچھرتے ہوئے اپنے پروردگار کی تعریف کرتے ہوئے لوٹ رہے ہیں، اللہ نے ایسا عہد بچھا
کیا اور اپنے بندہ کی عہد کی اور (کفار کی) جماعت کو اسی ایک نے بھگا دیا ۱۲۔

اپنے جمال جہاں آراء سے پھر حضور فرمایا حرم سے ہجرت کا گیا۔ ہواں سال شروع ہوا اور صنف سہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو دروس اور بخاریں آپ مبتلا ہو گئے اور یکشنبہ کے دن مرض میں شدت ہو گئی اور دو شنبہ کے دن دوپہر کے وقت یاد ہوئی۔ رتھا الاقل کہ آپ نے دنیا سے حلت فرمائی اور تین اعلیٰ جل مجدہ کے جوار عزت میں سکونت اختیار کی۔

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ

اگرچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد وفات کے بھی اپنی امتیاز مرحومہ کے خیال اور خیر خواہی کو نہیں چھوڑا مگر جو فیوض و برکات کہ حضرت کی موجودگی میں اس عالم

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۶۳۷) اولی سے اولیٰ بالتصرف یا اولیٰ بالکرمیت مراد ہے مگر جو عبارتیں انہوں نے اس دعویٰ کے ثبوت میں نقل کیں ان سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ جو اولیٰ یعنی مکان اولیٰ کے بعض علمہ کے نزدیک مستعمل ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر بعضی اس حدیث میں مان لئے جائیں اور اولیٰ سے اولیٰ بالتصرف مراد لیا جائے تو معنی حدیث کے یہ ہو جائیں گے کہ میں جس کے تصرف کا محل یعنی حکوم بننے کے لئے اولیٰ ہوں علیٰ ہی اس کے حکوم بننے کے لئے اولیٰ میں دیکھئے حدیث کے معنی کیسے اٹھے ہو گئے رسول اور علیؑ کو بھلے کے حکوم بننے کے لائق بنا دیا اگر خلافت بلا فصل کا یہی مطلب ہے تو حضرات شیعہ کو مبارک ہے وہ خوشی سے اسی کلمہ کو اپنا جزو ایمان بنائیں مگر نہ یہ حدیث اپنی سند کے اعتبار سے اس قابل ہے کہ کوئی مسئلہ اعتقادات کا اس سے ثابت کیا جائے کہ حدیث خلافت مراد معنوی پر دلالت کرتی ہے چہ جائیکہ بفصل و بلا فصل یہ مقام اس بحث کے مناسب نہ تھا لیکن بات میں بامتناہی نکل ہی آئی ہے حدیث غدیر خم کا چونکہ ذکر آگیا اس لئے ہم نے کچھ اس کے مباحث بھی بیان کر دیئے اگرچہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ بہت مختصر ہے زیادہ تفصیل اس حدیث کے متعلق اگر کوئی دیکھنا چاہے تو وہ نصیحتہ الشیعہ کی تیسری جلد کو دیکھے جس کے مصنف مرحوم نے حق سبحانہ تعالیٰ کی تائید سے ہمیشہ کے لئے اس بحث کا خاتمہ کر دیا۔ جزاء اللہ جزاء الجزاء ۱۲۔ عہ ترجمہ اس دعا کا یہ ہے کہ کوئی معبود سوا اللہ کے نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اس کی ہے بادشاہت اور اسی کے لئے ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم (سچ کر کے) توبہ کرتے ہوئے عبادت کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے اپنے پروردگار کی تعریف کرتے ہوئے لوٹ رہے ہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور رکھار کی جماعت کو اسی ایک لے بھگا دیا ۱۲۔

بعض لوگوں کا قول ہے کہ صبح کے وقت آپ کی وفات ہوئی ۱۲ (جذب القلوب)

پر نازل ہو چکا ہے اب وہ کہاں درحقیقت مسلمانوں کے لئے اس سے زیادہ مصیبت امد کیا ہو سکتی ہے۔

وَإِذَا دُكِرَتْ مُصِيبَةٌ تَسْلُو بِهَا
وَأَعْلَمُ بِأَنَّ الْمَرْءَ غَيْرُ مُخَلَّدٍ
فَاذْكُرْ مُصَابِكَ بِالْعَنَاءِ مُحَمَّدٌ

حجۃ الوداع کے حالات و واقعات ختم ہو گئے خدا کی عنایت سے حج و زیارت کے مسائل عمدہ بسط و تفصیل سے بیان ہو چکے اب میں اپنے التزام کے موافق چالیس حدیثیں حج کے بیان میں نقل کرتا ہوں اور اس کے بعد حسب دستور چالیس آثار حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقل کر رہا گا وہ بہ نستعین۔

عہ ترجیح۔ ہر مصیبت پر صبر کرو اور دل کو سخت کر لو۔ اور یقین کر لو کہ آدمی ہمیشہ زندہ نہیں رہتا اور جب تم کسی ایسی مصیبت کو یاد کرو جس سے تم بے قرار ہو جاؤ تو تم اپنی اس مصیبت کو خیال کرو جو محمد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات) سے تمہیں پہنچی ۱۲۔

حَامِدًا وَمُصَلِّيًا
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

چہل حدیث حج

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کے لئے حج کرے پھر نہ رشتا کرے نہ گناہ کی بات تو وہ (حج کر کے) مثل اس دن کے لوٹے گا جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان دونوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور (یعنی جس میں کوئی خلاف حکم بات نہ کی جائے) کی جزا سولے جنت کے کچھ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ حج کی برابری کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) ہم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا لہذا تم حج کرو ایک شخص نے عرض کیا کہ کیا ہر سال یا رسول اللہ (حج فرض ہے) تو آپ چپ ہو گئے یہاں تک کہ اس نے زمین مرتبہ کہا آپ نے فرمایا اگر میں کہہ دیتا

(۱) عن ابی ہریرۃ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من حج لله فلم یرف و لم ینسق رجم کیوم ولدتہ امہ (ابن ماجہ)

(۲) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العمرۃ الی العمرۃ کفارۃ لما بینہما و الحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنة۔

(متفق علیہ)

(۳) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج من عہدنا فی رمضان تعدل حجۃ (متفق علیہ)

(۴) عن ابی ہریرۃ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ایہا الناس قد فرض علیکم الحج فحجوا فقال رجل اکل یا م یا رسول اللہ فسمکت حتی قالہا ثلثا فقال لوقات نعد لوجہیت ولہا استنظمت

کہ ہاں تو (ہر سال) تم پر فرض ہو جاتا اور پھر تم ہرگز نہ کر سکتے بعد اس کے آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے پوچھ پانچھ نہ کرو جب تک میں تم سے کچھ نہ کہوں اس لئے کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے زیادہ پوچھ پانچھ اور اپنے پیغمبروں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے پس میں تم کو جس بات کا حکم

دوں تم اپنی طاقت کے موافق اس کو بحیالاً اور جب میں تم کو کسی بات سے منع کر دوں تو تم اس کو چھوڑ دو۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمانے ہوئے سنا ہے کہ خدا کے ایچی تین قسم کے لوگ ہیں، جہاد کرنے والے حج کرنے والے عمرہ کرنے والے۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی حاجی سے ملو تو اس کو سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے استغفار کرے قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو کیونکہ وہ بچتا ہوا ہے۔

حضرت ابوالامامہؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو حج کرنے سے کوئی کھلی ہوئی ضرورت یا کوئی پادشاہ ظالم یا کوئی مرض شدید ضرور کے اور وہ بغیر حج کئے مر جائے تو اس کے حق میں یکساں ہے) چاہے یہودی مر جائے چاہے نصرانی مر جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ

ثم قال ذروني ما ترككم فانما هلك من كان قبلكم بكثره سوءهم واختلافهم على انبيائهم فاذا امرتكم بشئ فالتوا منه ما استطعتم واذا نهيتكم عن شئ فلا عولا۔

(رواه مسلم)

(۵) عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وقد اذی الغازی والحاج والمعتمر۔ (النسائی)

(۶) عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا الفیت الحجاج فسلم علیہ وصحافحہ ومرة ان لیستغفرک قبل ان یدخل بیتہ فانه مغفور له۔

(مسند احمد)

(۷) عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نذر ینعہ من الحج حاجۃ ظاہرۃ او سلطان جائر ومرض حاجب بس فمات ولم یحج فلیست ان شامہ یہودیہ وان شاء نصرانیہ ان شاء۔ (مسند احمد)

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ

صالح من خرج حاجاً او معتمراً او غازياً
تشرمات فی طریقة کتب اللہ لہ اجر
الغازی والحاج والمعتمر رواه البیهقی
مشکوفاً

(۹) عن ابن عباس قال ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وقت لاهل
المدینة ذوالحلیفة وکاهل الشام
الحننة وکاهل نجد قرن المنازل
هن لهن ولهن اتی علیهن من غیر
هن ممن اراد الحج والعمرة ومن کان
دون ذلك فمن حیث الشأحتی
اهل مكة من مكة۔ (بخاری)

وہ جہاں سے احرام باندھ لے (وہی میقات ہے) یہاں تک کہ مکہ والے مکہ سے احرام باندھ لیں۔
(۱۰) عن عائشة انها قالت یا رسول
اللہ اعتمرتم ولما اعتمر قال یا
عبدالرحمن اذهب باخيتك فاعمرها
فاعمرها من التعمیر علی ناقة
فاعمرت۔

(بخاری)

(۱۱) عن ابی سعید الخدری عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال لیحججن
البيت ولیعمرن بعد خروج یا جوج
وما جوج۔ (بخاری)

(۱۲) عن عبد اللہ بن عثمان رجلاً
قال یا رسول اللہ ما یلبس المشرک من

نے فرمایا جو شخص حج کرنے کے لئے یا عمرہ کرنے
کے لئے یا جہاد کرنے کے لئے (اپنے گھر سے)
نکلے پھر راستے میں مر جائے تو اس کے لئے غازی
اور حاجی اور عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھ دیا جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ اور
شام والوں کے لئے نجد کو اور نجد والوں کے لئے

قرن المنازل کو میقات مقرر فرمایا ہے یہ مقامات
ان لوگوں کی بھی میقات ہیں اور جو شخص کسی اور
جگہ کا رہنے والا حج یا عمرہ کے ارادہ سے ان پر
ہو کے گزرے اس کی بھی (یہی میقات ہیں) اور
جو شخص ان مقامات کے اس پار کا رہنے والا ہو

یہاں تک کہ مکہ والے مکہ سے احرام باندھ لیں۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے
کہا یا رسول اللہ آپ لوگوں نے عمرہ کر لیا اور لیا
نے عمرہ نہیں کیا آپ نے فرمایا کہ اے عبدالرحمن
اپنی بہن کو لے جاؤ تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی
کواؤنٹ پر سوار کر کے مقام تنعیم سے عمرہ کر دیا
اور انہوں نے عمرہ کر لیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
کہ آپ نے فرمایا کہ جب حج یا عمرہ کے ارادہ سے
نکلے پھر راستے میں مر جائے تو اس کے لئے غازی
اور حاجی اور عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھ دیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک
شخص نے کہا یا رسول اللہ محرم کس قسم کے

الثياب قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يلبس القميص ولا العماثر ولا السراويلات ولا البرانس ولا الخفاف الا احدا لا يجد النعلين قليبا من خفين وليقطعها اسفل من الكعبين ولا تلبسوا من الثياب شيئا مسه زعفران او ورس (البخاري)
 (۱۳) عن عائشة قالت كنت اطيب رسول الله صلى الله عليه وسلم لاحرام حين يحرم وحله قبل ان يطوف (البخاري)

کپڑے پہنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قمیص نہ پہنے اور نہ عمامہ نہ پاجامہ نہ باران کوٹ اور نہ موزے لیکن اگر کوئی شخص نعلین نہ پائے تو وہ موزے پہنے لے اور ان کو ٹخنوں کے نیچے کاٹ دے اور اسے بوگو! (مجموعہ) اس قسم کے کپڑے نہ پہنو جن میں زعفران یا ورس (ایک خوشبودار گھاس) لگا ہو۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو لگا دیا کرتی تھی جب آپ احرام باندھتے تھے اور احرام سے باہر ہونے کے وقت بھی قبل اس کے کہ آپ طواف زیارت کریں۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ عرفہ سے مزدلفہ تک اسامہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق تھے بعد اس کے آپ نے مزدلفہ سے منیٰ تک فضل کر دیا تھا یہ دونوں بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم برابر تلبیہ کہتے رہتے یہاں تک کہ آپ نے جمرہ العقبة کی رمی کی۔

(۱۴) عن ابن عباس ان اسامة كان ردف النبي صلى الله عليه وسلم من عرفة الى مزدلفة ثم اردف الفضل من المزدلفة الى منى قال ردفهما قال لم يزل النبي صلى الله عليه وسلم يلبى حتى رمى جمرة العقبة (البخاري)
 (۱۵) عن عبد الله بن عمر ان تلبية رسول الله صلى الله عليه وسلم لبى الله لبىك لا شريك لك لبىك ان الحمد والنعمة لك والملك لك لا شريك لك

حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ اس عبارت سے ہوتا تھا۔ ترجمہ اسے اللہ بار بار تیرے دروازے پر حاضر ہوں تیرے پیکارنے کا جواب دیتا ہوں کوئی تیرا شریک نہیں میں حاضر ہوں بیشک ہر طرح کی حمد اور احسان تیرے ہی لئے ہے اور بادشاہی تیری آداب ہے، کوئی تیرا شریک نہیں۔

عہد حکم حج کرنے والے کا پہلا عمرہ کرنے والے کے لئے اگر وہ میقات سے اس پار کا رہنے والا ہو جب تک کہ وہ حرم سے باہر آکر اذکار بانہے جیسا کہ اس کے بعد کی حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ نے مقام نعیم سے جو حرم سے باہر ہے عمرہ کا احرام باندھا ۱۲۔ عہد معلوم ہوا کہ احرام باندھنے وقت اگر خوشبو لگائی جائے تو کچھ حرج نہیں ہے اس کا اثر بعد احرام کے بھی باقی رہتا ہے ۱۳۔

(۱۶) عن سالم عن ابيه قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين يقدم مكة اذا استلم الركن الاوسط اول ما يطوف يحب ثلثة اطواف من السبع (البخاری)

(۱۷) عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم اذا طاف بالبیت الطواف الاول يحب ثلثة اطواف وبمشی اربعة وانه كان یسعی بطن المسیل اذا طاف بین الصفا والمروة (البخاری)

(۱۸) عن ابن عمر یقول قدم النبي صلى الله عليه وسلم فطاف بالبیت سبعا و صلى خلف المقام رکعتین ثم خرج الى الصفا وقد قال الله عز وجل فقد کان لکرم فی رسول الله اصلى الله علیه وسلم) اسوة حسنة -

(۱۹) عن ام مسلمة قالت شکوت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم انى اشتکى فقال طوقى من وراء الناس وانت راكبة فطفت و رسول الله صلى الله عليه وسلم تصلى الى خبیب البیت وهو یقرأ بالطور و کتاب مسطور -

(البخاری)

سالم اپنے والد (ابن عمر) سے راوی ہیں وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جس وقت آپ مکہ آتے تھے کہ جب آپ حجر اسود کا استلام کر چکے تو سب سے پہلے منجملہ سات شوطوں کے تین شوطوں میں رمل کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ کا پہلا طواف کرتے تو تین شوطوں میں رمل کرتے تھے اور چار میں مشی کرتے تھے اور جب صفا مروہ کے درمیان میں طواف کرتے تو بطن مسیل میں سعی کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے اور آپ نے کعبہ کے سات طواف کئے اور مقام ابراہیم کے چھپے دو رکعت نماز پڑھی بعد اس کے صفا کی طرف تشریف لے گئے اور بیشک اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ تم لوگوں کے لئے رسول خدا کے (افعال) میں ایک عمدہ اقتدا ہے۔

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں بیمار ہوں (طواف کس طرح کروں) آپ نے فرمایا کہ تم سوار ہو کر آدمیوں کے چھپے طواف کرو چنانچہ میں نے (سوار ہو کر) طواف کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے ایک گوشہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ (نماز میں اس وقت) واطور کتاب مسطور پڑھ رہے تھے۔

(۲۰) عن ابن عمر قال استاذن
العباس بن عبد المطلب من
رسول الله ﷺ عليه وسلم
ان يبیت بمكة ليالي من اجل
سفايته فاذن له - (البخاری)

(۲۱) عن يعلى بن امية قال ان رسول
الله ﷺ عليه وسلم طاف
بالبيت مضطجاً برداً خضراً -

(۲۲) عن جابر ان رسول الله ﷺ
الله عليه وسلم قال نخرت ههنا
مضى كلهما منخرفاً نحو رافى رحا لعمرو ففت
ههنا وعرقة كلهما موقوف ووقف
ههنا والجمع كلهما موقوف (مسلم)
کیا اور عرفات کا کل جنگل موقوف ہے اور میں نے
میدان موقوف ہے -

(۲۳) عن جابر قال رمى رسول الله
ﷺ عليه وسلم بالحجارة يوم
الفرص حتى واما بعد ذلك فاذا زالت
الشمس - (متفق عليه)

(۲۴) عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ
الله عليه وسلم حلق راسه في حجة
الوداع واناس من صحابه وقصر
بعضهم (متفق عليه)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ عباس بن عبد المطلب
نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات
کی اجازت طلب کی کہ پانی پلانے کے لئے منیٰ
کے زمانے میں مکہ میں رہیں تو آپ نے انھیں اجازت
دیدی -

حضرت یعلیٰ بن امیہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم نے ایک سبز چادر سے اضطجاف
کر کے کعبہ کا طواف کیا -

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس مقام
پر قربانی کر لی ہے اور منیٰ کا کل میدان قربانی
کی جگہ ہے پس تم اپنی اپنی نیا مگاہ میں قربانی
کرو اور میں نے (عرفات میں) اس جگہ وقوف
کراؤ اور میں اس جگہ وقوف کیا اور مزدلفہ کا کل

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے قربانی والے دن تو حجرہ کی رمی
پاشت کے وقت کی تھی اور لیکن بعد اس کے
رجب آفتاب دھل جاتا تھا (اس وقت رمی فرماتے تھے)
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض صحابہ نے حجۃ
الوداع میں اپنا سر منڈوا یا کھٹا اور آپ کے بعض
صحابہ نے بال کتروائے تھے -

عہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی ایسی شدید ضرورت پیش آجائے تو منیٰ میں نہ رہنا کچھ حرج نہیں ۱۲ -

عہ معلوم ہوا کہ سر منڈوانا اور کتر فانا دونوں درست ہیں کتروائے منیٰ حدیبیہ کے کم از کم چار انگلی بال کتروائے ۱۲ -

(۲۵) عن ابن عباس قال قال رسول
الله ﷺ الله عليه وسلم ليس على
النساء الحلق انما على النساء القصر
(ابوداؤد والدارمی)

(۲۶) عن عبد الله بن عمرو بن
العاص ان رسول الله ﷺ عليه
وسلم وقف في حجة الوداع بمنى للناس
يسألون فجاؤا رجلا فقال له اشعر
فحلفت قبل ان اذبح فقال اذبح ولا
حرج فجاؤ اخر فقال المشعر فنحرت
قبل ان ارضي فقال ارم ولا حرج فاسئل
النبي ﷺ الله عليه وسلم عن شئ
قدم ولا اخر الا قال افعل ولا حرج -
(متفق عليه)

جس چیز کی بابت پوچھا گیا خواہ وہ مقدم کر دی گئی یا مؤخر کر دی گئی آپ نے یہی فرمایا کہ آپ کر لے اور کچھ
حرج نہیں۔

(۲۷) عن ابن عباس قال كان الناس
فيهم قوت في كل وجه فقال رسول الله
ﷺ الله عليه وسلم ولا يموتن احدكم
حتى يكون اخر عهدها بالسبب
الا انه خفف عن الحائض (متفق عليه)

عہ حنفیہ کے نزدیک حرج نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حج میں فساد نہ آئے سکا نہ یہ کہ جنابت نہ ہوگی اور جزا
نہ دینی پڑے گی جنابت ضرور ہوگی اور اس کی جزا دینی پڑے گی کیونکہ ان اعمال میں ترتیب واجب ہے اور
ترک واجب ہے جزا لازم ہوگی جیسا کہ تفصیل اس کی اد پر بیان ہو چکا ہے۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں پر سر منڈوانا واجب
نہیں بلکہ عورتوں پر صرف بالوں کا کتر وانا واجب
ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع
میں منیٰ کے مقام پر نہ گوں کے سامنے ٹھہر گئے
لوگ آپ سے مسائل پوچھتے تھے ایک شخص آیا
اور اس نے کہا کہ میں نے نادانستگی میں قبل قربانی
کرنے کے سر منڈوا لیا آپ نے فرمایا اب قربانی کر لے
اور کچھ حرج نہیں ایک اور شخص آیا اور اس نے
کہا کہ میں نے نادانستگی میں قبل رمی کرنے کے قربانی
کر لی ہے آپ نے فرمایا اب رمی کر لے اور کچھ حرج
نہیں غرض (اس دن) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

جس چیز کی بابت پوچھا گیا خواہ وہ مقدم کر دی گئی یا مؤخر کر دی گئی آپ نے یہی فرمایا کہ آپ کر لے اور کچھ
حرج نہیں۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ لوگ ہر حالت
میں لوٹ آیا کرتے تھے تو رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص نہ
لوٹے یہاں تک کہ وہ آخری زیارت کعبہ کی کر لے
مگر حیض والی عورت سے یہ معاف ہے۔

عہ حنفیہ کے نزدیک حرج نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حج میں فساد نہ آئے سکا نہ یہ کہ جنابت نہ ہوگی اور جزا
نہ دینی پڑے گی جنابت ضرور ہوگی اور اس کی جزا دینی پڑے گی کیونکہ ان اعمال میں ترتیب واجب ہے اور
ترک واجب ہے جزا لازم ہوگی جیسا کہ تفصیل اس کی اد پر بیان ہو چکا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام حضرت میمونہ سے نکاح کیا۔

حضرت ام حصین کہتی ہیں کہ میں نے اسامہ اور بلال کو دیکھا ان دونوں میں سے ایک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹنی کی نیل پکڑے ہوئے اور دوسرا اپنا کپڑا اتارنے ہوئے آپ پر دھوپ سے سایہ کر رہا تھا یہاں تک کہ آپ نے ہجرۃ العقبہ کی رمی کر لی۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شکار کا گوشت تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارے لئے شکار نہ کرو یا تمہارے لئے شکار نہ کیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم محصر ہو گئے تو آپ نے اپنا سر منڈوا ڈالا اور اپنی بی بیوں سے ہبستری فرمائی اور اپنی ہڈی کی قربانی کر لی یہاں تک کہ سال آئندہ میں آپ نے عمرہ کیا۔

حضرت ابن عمر رضی سے روایت ہے کہ جو شخص حج کرے اور بعد میری موت کے میری قبر کی زیارت کرے وہ مثل اس کے ہوگا جو میری زندگی میں میری زیارت کرے۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احرام کے مکہ میں تشریف لے گئے جب آپ نے اس کو فتح کیا اور آپ کے سر پر اس وقت

(۲۸) عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوج میمونہ وهو محرم (متفق علیہ)

(۲۹) عن ام الحصیر قالت رايت اسامة وبلال واحدهما اخذ بخطام ناقه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم والاخر رافع فوبه يستروا من الحرح حتى رمی جبرة العقبہ۔ (مسلم)

(۳۰) عن جابر ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال لحمر الصيد لکم فی الاحرام حلال ما لم تصیدوا اور بصاد لکم۔ (الترمذی)

(۳۱) عن ابن عباس قال قد احصر رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فخلق راسه وجامع نساءه ونحر هدیه حتی اعتمر عما قابلا (البخاری)

(۳۲) عن ابن عمر مرفوعا من حج فزار قبری بعد موتی کان کن زارنی فی حیاتی (رواہ فی شعب الایمان) (مشکوٰۃ)

(۳۳) عن جابر قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکة حین افتحها وعلیه عمامة سوداء بغیر

احرام -

(الدارمی)

(۳) عن ابی شویح العدوی انه قال
 لعمر و ابن سعید وهو یبعث البعوت
 الی مکة ائذ ان لی ایها الامیر احد ثک
 قولاً قام به رسول الله صلی الله
 علیه وسلم الغد من یوم الفتح
 سمعته اذ نای ووعا ک قلبی و البعوت
 عینای حین تکلم به انه حمد الله
 و اثنی علیه ثم قال ان مکة حرمها
 الله و لحجیر مها الناس و لا یجمل
 لامر یؤ من با الله و الیوم الاخران
 یسفک بهما و ما او یعضد بها شجره
 فان احداً ترخص لقتال بر رسول الله
 صلی الله علیه و سلم فقولوا ان الله
 اذن لرسوله صلی الله علیه و سلم
 و لحرب اذن لکروانی اذن لی فیها سائت
 من نهار و قد عاز حرمتها الیوم کحرمتها
 بالامس و لیبلغ الشاهل الغائب
 فقیل لابی شویح ما قال لک عمرو بن
 سعد قال انا علم منک بذ لک یا

ایک سیاہ عمامہ تھا۔

حضرت ابو شریح عدوی سے روایت ہے کہ انھوں
 نے عمرو بن سعید سے کہا اور وہ مکہ کی طرف شکر
 کشتی کر رہا تھا کہ اے امیر مجھے اجازت دو تو میں تم
 سے ایک ایسی بات بیان کروں جو یوم فتح کے
 دوسرے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
 کھڑے ہو کر بیان فرمائی تھی میرے دونوں کانوں
 نے اس کو سنا ہے اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا
 ہے اور میری آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں جب
 آپ وہ بات بیان کر رہے تھے آپ نے اللہ
 کی حمد و ثنا بیان کی بعد اس کے فرمایا کہ مکہ (میں
 جہاں قتال) کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو
 آدمیوں نے حرام نہیں کیا اور کسی ایسے شخص کو
 جو اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز
 نہیں کہ وہاں خونریزی کرے یا وہاں درخت کاٹے
 پس اگر کوئی شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 کی جنگ کے سبب سے (اس کو) جائز کہے تو تم
 کہہ دینا کہ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 کو (اس کی) اجازت دیدی تھی اور تم کو اجازت
 نہیں دی اور میرے کھنجر ہی دن میں صرف تھوڑی

عمرو بن سعید یزید کی طرف سے حاکم مدینہ تھا حضرت عبداللہ بن زبیر ان دنوں مکہ میں خلیفہ تھے ان
 سے لڑنے کے لئے اس نے مکہ کی طرف لشکر روانہ کیا تھا تو حضرت ابو شریح صحابی نے اس سے یہ حدیث بیان کی
 جس سے مکہ میں جہاں قتال کی ممانعت ثابت ہوئی مگر اس کجخت نے نہ مانا اور اپنے ارادہ قبیح سے باز نہ آیا روایت
 ہے کہ عمرو بن سعید یزید پر چڑھنے کے حضرت علی کو سب و شتم کرنے لگا اسی وقت غضب الہی سے اسے تقویٰ ہوئی

ابا شریح ان الحرام لا یعدل عاصیا ولا
فارسا بیدام ولا قازا بنجربة (بخاری)
کو چاہتے کہ غائب کو یہ خبر پہنچا دے، حضرت ابو شریح سے پوچھا گیا کہ عمرو بن سعید نے آپ کو کیا جواب دیا

دیر کی اجازت دی تھی اور آج اس کی حرمت وہی
ہی ہوگی جیسی اس کی حرمت کل تھی اور حاضر

انہوں نے کہا (یہ جواب دیا) کہ ابو شریح میں اس بات کو تم سے زیادہ جانتا ہوں
وفی البخاری الخربة الحیائنة۔

(مشکوٰۃ)

(۳۵) عن اسائب ان رسول الله صلی
الله علیہ وسلم قال اتانی جبریل
فامرنی ان امر اصحابی او من معی
ان یرفعوا صواتهم بالاهلال باللیة
(بخاری)

حضرت ۳۵ سائب سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی
الله علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل امیر سے پاس آئے
اور مجھ سے کہا کہ میں اپنے صحابہ کو یا (یہ فرمایا) کہ
جو لوگ میرے ساتھ ہیں ان کو یہ حکم دوں کہ وہ
اپنی آوازیں تکبیر کے ساتھ بلند کریں۔

(۳۶) عن ابن عباس قال ان رسول
الله صلی الله علیہ وسلم سمع رجلا
یقول لبیک عن شبرمة قال من
شبرمة قال اخلی او قریبی قال
اججت عن نفسک قال لا قال حج
عن نفسک ثم حج عن شبرمة
(ابوداؤد)

حضرت ۳۶ ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی
علیہ وسلم نے ایک شخص کو لبیک عن شبرمة کہتے
سنا تو آپ نے پوچھا کہ شبرمة کون ہے اس نے کہا
کہا کہ میرا بھائی یا میرا عزیز ہے آپ نے فرمایا تو
اپنی طرف سے حج کر چکا ہے اس نے کہا نہیں آپ نے
فرمایا تو اپنی طرف سے پہلے حج کر لے بعد اس کے
شبرمة کی طرف سے حج کر۔

(۳۷) عن عمرو بن الاحوص قال
سمعت رسول الله صلی الله علیہ
وسلم یقول فی حجة الوداع ای یوم
هدی قالوا یوم الحج الاکبر قال فان

عمرو بن احوص کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی
الله علیہ وسلم کو حجة الوداع میں یہ پوچھتے ہوئے
سنا آج کون دن ہے لوگوں نے کہا کہ حج اکبر
کا دن ہے آپ نے فرمایا تو تمہارے خون اور

عہ گویا وہ حضرت عبداللہ بن زبیر سے مکہ میں جنگ کرنا اس سبب جائز سمجھتا تھا کہ وہ ان کو گنہگار اور فسادی جانتا تھا
عہ ترجمہ میں شبرمة کی طرف سے لبیک کہتا ہوں۔

تمہارے مال اور تمہاری آبرو میں تم میں باہم
(ہمیشہ کے لئے) ایسی حرام ہیں جیسی ان کی
حرمت آج کے دن تمہارے اس شہر میں رہتے
کو معلوم ہے آگاہ رہو کوئی شخص اپنی جان
پر کوئی جنایت نہ کرے آگاہ رہو کوئی شخص اپنے
بیٹے پر اور بیٹی اپنے باپ پر جنایت نہ کرے آگاہ
رہو شیطان اس بات سے ایسے ہو گیا ہے کہ
تمہارے اس شہر میں کبھی اس کی عبادت کی جائے
ہاں عنقریب ان اعمال میں جن کو تم حقیر جانتے
سے خوش ہو جائے گا۔

وما آتاكم واموالكم واعراضكم
بينكم حرام كحرمة يومكم هذا في
بلدكم هذا الا لا يجتي جان علي
نفسه الا لا يجتي جان علي ولدا
ولا مولود علي والدا آكا و ابن
الشیطان قد ايس ان يعبد في
بلدكم هذا ابدا ولكن ستكون
له طاعة فيما تحتقرون من اعمالكم
فسيرضى به (الترمذی و صحیحہ)

ہو اس کی اطاعت کی جائے گی اور وہ اس سے خوش ہو جائے گا۔
(۳۸) عن یحییٰ بن سعید ان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان جالسا
وقد یحفر قبر بالمدینة فاطلع رجل
فی القبر فقال بئس مضجع الموتى فقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بئسما قلت قال الرجل انی لما اردت
هذا انما اردت القتل فی سبیل اللہ
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا مثل القتل فی سبیل اللہ ما علی
الارض بقعة احب الی ان یکون
قبری بها منها ثلث مرات رواه

حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور ایک
قبر میں کھودی جا رہی تھی تو ایک شخص نے
قبر میں جھانکا اور اس نے کہا کہ مومن کا کیا برا
تھکانہ ہے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ تو نے بہت برا کہا اس شخص نے عرض
کیا کہ میرا یہ مطلب یہ تھا میں نے تو یہ مراد لی تھی
کہ قتل فی سبیل اللہ مسلمانوں کے لئے زیادہ ہے
گھر میں مرجانا اچھا نہیں) تو رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ ہاں قتل فی سبیل اللہ کے برابر
تو کوئی چیز نہیں مگر وہ نئے زمین پر کوئی مقام ایسا

عہ جان پر جنایت کرنے کا مطلب ہے کہ کوئی ایسی جنایت کرے جس سے اس کی جان حاقی رہے اور
باپ پر جنایت کرنے کا یہ مطلب ہے کہ کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرے جس سے اس کا باپ یا خود ہو جائے
یا بتلائے بلا ہو جائے اسی قسم کا مطلب بیٹے پر جنایت کرنے کا ہے ۱۲۔

مالک مرسلہ۔

(مشکوٰۃ)

(۳۹) عن علی رضی اللہ عنہ قال ما کتبنا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا الاقران وما فی ہذا الصحیفۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المداہیۃ حرام ما بین عیرانی ثور فین احدیٰ فیما حدثا و اویٰ محدثا فعلیہ لعنة اللہ و الملائکة و الناس اجمعین لا یقبل منه صرف و لا عدل ذمۃ المسلمین و احدیۃ یسعی بہا اذنا ہم فین اخفر مسلما فعلیہ لعنة اللہ و الملائکة و الناس اجمعین لا یقبل صرف و لا عدل و من دان قوما بغیر اذن موالیہ فعلیہ لعنة اللہ و الملائکة و الناس اجمعین لا یقبل منه صرف و لا عدل۔

(متفق علیہ)

نہیں ہے کہ مجھے وہاں اپنی قبر کا ہونا مدینہ سے زیادہ محبوب ہو (یہ تین مرتبہ آپ نے فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں لکھا سوا قرآن کے اور سوا اس کے جو اس صحیفہ میں ہے (اس صحیفہ میں یہ ہے کہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدینہ غیر (نامی پہاڑ) سے لے کے ثور (نامی پہاڑ) تک حرام ہے جو شخص یہاں کوئی نئی بات (ظلم و بدعت کی) کرے یا کسی نئی بات کے کرتے والے کو جگہ دے اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام آدمیوں کی لعنت اس سے نہ کوئی عبادت قبول ہوگی نہ طاعت تمام مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے ان میں کا ادنیٰ شخص بھی اس ذمہ کی پیروی کر سکتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی آپروری بڑی کرے اس پر خدا کی اور فرشتوں کی اور تمام آدمیوں کی لعنت نہ اس کی کوئی عبادت قبول ہوگی نہ طاعت اور جو شخص کسی قوم سے بغیر اپنے موالی کی اجازت کے اولاد پیدا کرے اس پر خدا کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت نہ اس کی کوئی عبادت مقبول ہوگی نہ طاعت۔

عہ یعنی اگر کوئی مسلمان کسی کافر کو امان دیدے تو تمام مسلمانوں پر اس امان کا برتنا لازم ہے گو امان دینے والا بہت ادنیٰ درجہ کا آدمی ہو ۱۲۔

عہ موالی جمع ہے موالی کی جو شخص کسی غلام کو آزاد کرے وہ اس غلام کا موالی ہے یہی یہاں مراد ہے۔
بانی صفحہ ۶۵۲ پر

عمر بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عہدہ دعا عترہ کے دن والی دعا ہے اور سب سے عمدہ کلام جو میں نے اور مجھ سے اگلے نبیوں نے کیا ہے یہ ہے (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اسی کی ہے بادشاہت اور اسی کی ہے تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(۴۰) عن عمر بن شعیب عن ابيه عن جداه ان النبي صلي الله عليه وسلم قال خير الدعاء دعاء يوم عرفة وخير ما قلت انا و النبيون من قبلي لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير (الترمذي)

(بقیہ صفحہ ۶۵۱) یہ غلام اگر کچھ مال چھوڑ مرے اور کوئی وارث اس کا نہ ہو تو اس کا مال اس کے آزاد کرنے والے کو ملتا ہے اسی کو ولا کہتے ہیں پس اگر کوئی شخص اپنے مولیٰ کا حق قطع کر کے کسی دوسرے کو اپنا وارث بنا لے تو یہ ناجائز ہے ۱۲۔

حَامِدًا أَوْ مَصَلِيًّا
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

چہل آثار امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(۱) ابوبکر عن شیحہ قال عمر بن الخطاب من حج هذا البيت لا يرد له غيرة خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک شیخ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا جو شخص اس گھر کے حج کا ارادہ کرے اس کے سوا اور کچھ ارادہ نہ رکھتا ہو وہ اپنے گناہوں سے مثل اس

دن کے نکل جائے گا جس دن اسے اس کی ماں نے جنا تھا۔

(۲) ابوبکر عن موسى بن سعيد قال عمر تلقوا الحجاج والعمار والغزاة فليدعوا لكم قبل ان يتدنسوا۔

ابوبکر موسیٰ ابن سعید سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا حج کرنے والوں اور عمرہ کرنے والوں اور غازیوں سے ملو اور وہ تمہارے لئے دعا کریں قبل اس کے کہ گناہ میں ملوث ہوں۔

(۳) مالك عن سعيد بن المسيب ان عمر بن ابي سلمة استاذن عمر بن الخطاب ان يعتمر في شوال فاذن له فاعتمر ثم قفل الى اهله ولحقه حج۔

امام مالک سعید بن مسیب سے راوی ہیں کہ عمر بن ابی سلمہ نے حضرت عمر بن خطاب سے اس بات کی اجازت چاہی کہ شوال میں عمرہ کریں تو حضرت عمر نے ان کو اجازت دیدی اور انھوں نے عمرہ کر لیا پھر وہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ آئے اور حج نہیں کیا۔

بہم، البیهقی ان عمر بن الخطاب قال

بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے

خدا یہ ابوبکر حدیث میں ایک بڑے پاپے کے شخص ہیں ان کی ایک کتاب ہے جو مصنف بن ابی شیبہ کے نام

میں مشہور ہے یہ روایتیں اسی کتاب کی ہیں ۱۲۔

ان السبیل الذاد والراحتة -

(۵) ابوبکر عن منیة بنت محرز

سمعت عمر بن الخطاب یقول اجوا

هذبا الذریة ولا تاكلوا رزاقها

وتدعوا اربا قها فی اعناقها قیل

الذریة ههنا النساء -

(۶) البغوی روی ان عمر اذن ازواج

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اخر

حجة حجھا فبعث معهن عثمان بن

عقان وعبد الرحمن قلت اختلفوا

فی امرأة تخرج من غیر محرم فاحتم

الشافعی بهذا علی انه یجوز خروجها

من غیر محرم اذا كان معها نسوة

ثقات وللمنفاة ان یقولوا فی اکثر انه

جعل معهن عثمان وعبد الرحمن

بمعنی محافظتھن وتوقیرھن وان

كان معهن محارمین واللہ اعلم

اور عبد الرحمن کو کر دیا تھا تو یہ محض ان کی محافظت اور توقیر کے لئے اگرچہ ان کے ساتھ ان کے

کہا سبیل (سے مراد) زاد و راحت ہے۔

ابوبکر منیہ بنت محرز سے راوی ہیں کہ میں نے

عمر بن خطاب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ان ذریا

کو حج کراؤ اور ان کا مال خورد برد نہ کر جاؤ کہ

ان کے حقوق ان کی گردنوں پر رہ جائیں ذریا

سے مراد عورتیں ہیں۔

بغوی راوی ہیں کہ حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم کی ازواج کو اپنے اخیر حج میں اجازت حج

کی دی تھی اور ان کے ہمراہ عثمان بن عفان اور

عبد الرحمن کو کر دیا تھا میں کہتا ہوں کہ عورت کے

بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ کیا وہ بغیر

محرم کے باہر نکل سکتی ہے تو امام شافعی نے اسی

حدیث سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ بغیر

محرم کے اس کا نکلنا درست ہے بشرطیکہ اس

کے ہمراہ پرہیزگار عورتیں ہوں اور جو لوگ ناجائز

کہتے ہیں انھیں اختیار ہے کہ کہیں اس اثر میں

جو یہ ذکر ہے کہ حضرت عمر نے ان کے ہمراہ عثمان

کے ساتھ ان کے

عہ یعنی یہ آیت میں جو ذکر ہے کہ حج اس پر فرض ہے جو سبیل کی مقدرت رکھتا ہو وہاں سبیل کے لفظ

سے زاد راہ اور سواری مراد ہے ۱۱۔

عہ یعنی ایسا نہ کرو کہ ان کے مال تم اپنے تصرف میں لے آؤ کہ وہ فقیر ہو جائیں اور حج نہ کر سکیں اور اس

کی وجہ سے یہ باران کی گردن پر رہے ۱۲۔

سہ شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کا قول ہے ہر عقیقہ کے نزدیک بغیر محرم کے عورت کا سفر ناجائز ہے ان کی

طرف سے جو اہل ہادی ہے جو حضرت شیخ نے ذکر کیا ہے ۱۳۔

حرام بھی تھے۔

(۷) البخاری عن ابن عمر لما فتح هذا
المصران اتوا عبر فقالوا يا امير المؤمنين
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
حدك اهل نجد قرنا وهو حور عن
طريقتنا وان اسردنا قرنا شق علينا
قال فانظروا الحد وهما من طريقكم
فحد لهما ذات عرق۔

بخاری حضرت ابن عمر سے راوی ہیں کہ جب یہ
دونوں شہر (یعنی بصرہ اور کوفہ) فتح ہوئے تو
لوگوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد والوں کے لئے قرن
کو میقات مقرر فرمایا تھا اور وہ ہمارے راستہ
سے ہٹا ہوا ہے اور ہم اگر قرن جانا چاہیں تو
ہم پر شاق ہوگا حضرت عمر نے کہا کہ تم اس کے
لئے ذات عرق کو مقرر کر دیا۔

(۸) ابوبکر عن الحسن ان عمر ان بن
حصین احرم من البصرة فقدم على
عمر فاغظله فقال يتحدث الناس
ان رجلا من اصحاب النبي صلى الله
عليه وسلم احرم من الامصار۔

ابوبکر حسن بصری سے راوی ہیں کہ عمران بن حسین
بصرہ سے احرام باندھ کر حضرت عمر کے پاس آئے
تو حضرت عمر نے ان پر سختی کی اور فرمایا کہ لوگ
کہیں گے ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
اصحاب میں سے (دور دراز) شہروں سے احرام
باندھ کر آئے تھے۔

(۹) ابوبکر عن مسلم بن سلمان ان
رجلا احرم من الكوفة فراك عمر شئ
الهيأة فاخذ به وجعل يذو ربه
في الخلق ويقول انظروا الى ما صنع
هذا بنفسه وقد وسع الله عليه
قلبت معناه الكراهية للمقتدى
وطن حيف عليه ان يفوت حقوق
الاحرام۔

ابوبکر مسلم بن سلمان سے راوی ہیں کہ ایک شخص
نے کوفہ سے احرام باندھا تھا حضرت عمر نے
اس کو بری حالت میں دیکھا تو اسے پکڑ لیا اور
لوگوں میں اس کو گشت کرایا اور یہ فراتے جاتے
تھے کہ اس شخص کو دیکھو اس نے اپنی جان کے
ساتھ کیا (برا سلوک) کیا حالانکہ اللہ نے اسے
وسعت دی تھی میں کہتا ہوں کہ اس کا مطلب
یہ ہے کہ پیغمبر کے لئے (یہ بات) مکروہ ہے اور

علم معلوم ہوا کہ میقات سے پہلے احرام نہ باندھنا چاہیے ۱۲

اس شخص کے لئے جس سے حقوق احرام کے فوت ہونے کا خوف ہو۔

(۱۰) ابو بکر عن ابن عمر جد عمر بن الخطاب رجلا فتوعد صاحبهما فرجع معاوية فالتقى ملحقة كانت عليه يعني مطيبة قلت لم ياخذ بهذا اهل الفقه لما طم عندهم من حديث عائشة كاني انظر الى وبيض الطيب في مفرق رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد ثلث من احرامه اخرجہ الشيخان قلت والاوجه ان يقال استدامة الطيب على البدن يجوز لان اللان يكد رة ولا وث الثوب لا يجوز لان الطيب يبقى في الثوب كما كان۔

(۱۱) ابو بکر عن المسود بن مخرمة كانت تلبية عبر لبيك اللهم لبيك لا تشويك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا تشويك لك لبيك مرغوبا ومرهوبا اليك لبيك ذا الغماس والفضل الحسن۔

اور امید کے ساتھ میں حاضر ہوں اے نعمتوں اور عمدہ بزرگی والے۔

(۱۲) ابو بکر عن القاسم قال عمر يا

ابو بکر حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے کچھ خوشبو پائی تو جس کے پاس وہ خوشبو تھی اسے ڈانٹا پس حضرت معاویہ نے بھی اپنی خوشبو دار چادر اتار ڈالی میں کہتا ہوں کہ اہل فقہ نے اس اثر پر عمل نہیں کیا کیونکہ ان کے نزدیک حضرت عائشہ کی روایت سے یہ ثابت ہے (وہ کہتی ہیں) کہ گویا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں احرام کے تین دن بعد تک خوشبو کی چمک دیکھتی تھی میں کہتا ہوں کہ زیادہ دلیل یہ ہے کہ کہا جائے کہ بدن پر خوشبو کا لگا رہنا جائز ہے کیونکہ میل اس کو خراب کر دے گا اور کپڑے پر نا جائز ہے کیونکہ کپڑے پر خوشبو جیسی تھی ویسی ہی باقی رہے گی ابو بکر مسور بن مخرمہ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر کا تلبیہ یہ تھا۔ (ترجمہ) اے اللہ میں بار بار تیرے دروازہ پر حاضر ہوں کوئی تیرا شریک نہیں میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں بیشک ہر طرح کی تعریف اور احسان تیرے ہی لئے ہے اور بادشاہ میں کوئی تیرا شریک نہیں میں حاضر ہوں خوف

اور عمدہ بزرگی والے۔

ابو بکر قاسم سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے کہا

عہ یہی مذہب حنفیہ کا ہے کہ بدن پر اگر احرام سے پہلے خوشبو لگائی تو اب بعد احرام کے جسم سے اس کا زائل کرنا ضروری نہیں بخلاف کپڑے کے پس حضرت عمر کا کپڑے کی خوشبو سے ممانعت کرنا موافق حنفیہ کے ہے۔

اہل مکہ مالی اراکمدھتین و
الحجاج شعثا غیرا اذا راہتم ہلال ذی
الحجۃ فاہلوا۔

(۱۳) ابوبکر عن ابی وائل خرجنا حجک
ومعنا الصبی بن معبد فاحرم الحج و
العمرۃ فقد منالی عمر فذکر ذلک
لہ فقال ہدیت لسنة نبیک
صلی اللہ علیہ وسلم۔

تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی
(۱۴) ابوحنیفہ عن حماد عن ابراہیم
عن عمر بن الخطاب انہ انہا نہی عن
الافراد فاما القران فلا قال محمد
یعنی بقولہ نہی عن الافراد افراد
العمرۃ۔

(۱۵) ابوبکر عن طاؤس عن ابن عباس
تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وابوبکر وعمر و عثمان و اول من بھی
عنها معاویۃ۔

(۱۶) احمد بن حنبل عن ابی سعید
خطب عمر الناس فقال ان اللہ
عزوجل خص نبیہ ما شاء وان
نبی اللہ قد مضی سبیلہ فامتوا الحج
العمرۃ للہ کما امرکم اللہ عزوجل

اے اہل مکہ کیا بات ہے کہ میں تم کو (سروں میں)
تل ڈالے ہوے دیکھتا ہوں حالانکہ حاجی لوگ
پراگندہ موغبار آلودہ ہوتے ہیں تم جب ذی الحجہ
کا چاند دیکھو تو احرام باندھ لیا کرو۔

ابو بکر ابو وائل سے راوی ہیں کہ ہم حج کرنے کے لئے
نکلے اور ہمارے ہمراہ صبی بن معبد بھی تھے انھوں
نے حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھ لیا بعد اس
کہ ہم حضرت عمر کے پاس گئے اور صبی بن معبد
نے ان سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ

ہدایت پائی۔

امام ابوحنیفہ حماد سے وہ ابراہیم سے وہ حضرت
عمر بن خطاب سے راوی ہیں کہ انھوں نے صرف
افراد سے منع فرمایا ہے نہ قرآن سے۔ امام محمد
کہتے ہیں کہ افراد سے مراد صرف عمرہ کرنا۔

۱۵
ابوبکر طاؤس سے وہ حضرت ابن عباس سے
راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور
ابوبکر و عمر و عثمان نے (برابر) تمتع کیا ہے اور
سب سے پہلے جس نے تمتع سے منع کیا وہ معاویہ ہیں۔

۱۶
امام احمد بن حنبل ابو سعید سے راوی ہیں کہ
حضرت عمر نے خطبہ پڑھا تو (اس میں) بیان کیا
کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کے لئے جو چاہا
خاص کر دیا اور بے شک نبی خدا اپنی راہ پر
چلے گئے پس تم حج عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو
جیسا کہ اللہ عزوجل نے تمہیں اسکا حکم دیا ہے

(۱۷) احمد بن حنبل عن جابر بن عبد اللہ تمتعنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و مع ابی بکر فلما ولی عمر بن الخطاب خطب الناس فقال ان القرآن هو القرآن وان رسول اللہ هو الرسول کانتا متعتان علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدهما متعة الحج و الاخری متعة النساء۔ معناه لیست بعدہ۔

امام احمد بن حنبل حضرت جابر بن عبد اللہ سے راوی ہیں کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر کے ساتھ تمتع کیا پھر جب عمر بن خطاب خلیفہ ہوئے تو انھوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کے فرمایا کہ قرآن وہی قرآن ہے اور بیٹیک رسول اللہ وہی رسول ہیں دو متعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے ایک تو متعہ الحج و دوسرا متعہ النساء یعنی یہ دونوں آپ کے بعد نہیں رہے۔

(۱۸) مالک و ابو بکر عن ابن عمر قال افضلوا بین حجکم و عمر تکم فان ذلك اتم للحج و اتم لعمرته ان یعتمرنی غیر اشهر الحج۔ قلت و هذا اشد المواضع التي اختلف فیها علی عمر و اوجه عندی ان اکل کلام محصل و کان عمر یختار الا افراد یرخص فی التمتع و القران اما قول ابن عباس تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امام مالک اور ابو بکر حضرت ابن عمر سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ اپنے حج و عمرہ کے درمیان میں فصل کر دو کیونکہ اس میں تمہارا حج بھی کامل ہوگا اور عمرہ بھی کہ حج کے مہینوں کے علاوہ اور مہینوں میں عمرہ کرو۔ میں کہتا ہوں کہ جن مسائل میں حضرت عمر سے مختلف روایتیں نقل کی گئی ہیں ان میں سب سے زیادہ مشکل یہ مقام ہے اور میرے نزدیک عمدہ بات یہ ہے کہ ہر گفتگو کا ایک خاص مطلب ہوتا ہے حضرت عمر افراد کو بہتر سمجھتے تھے اور تمتع اور

عہ یہ قول شاہ ولی اللہ صاحب کا ہے واقعی نہایت نفیس فیصلہ کیا ہے اس پر جس قدر غور کیا جاتا ہے ہی قدر کی خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں تمتع کے بارے میں اکثر لوگوں کا یہی خیال ہے کہ حضرت عمر اسکے عدم جواز کے قائل تھے جیسا کہ بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے لیکن اس فیصلہ پر غور کر نیکیے بعد وہ صاف کھل جاتا ہے کہ حضرت عمر اس کے عدم جواز کے قائل نہ تھے بلکہ وہ جس چیز کو ناجائز کہتے تھے وہ حج کے احرام کا عمرہ سے بدل دیتا ہے نہ کہ تمتع ۱۲۔

والبیکر وعمر فمعا تقد یحطوف
 القدوم قبل طواف الا فامنة وجعل
 السعی عقیب طواف القدوم واما
 قوله خص لنبیہ ما شافہو فسأل
 الحج بالعمرة فذلك خاص بزمان
 النبوة اراد هذا النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم هذا مذهب الجاہلیة
 من قولہما العمرۃ فی اشہر الحج
 من الحجرا لفقیر واما الافراد الذی نہی
 عنہ فهو ترویج طواف القدوم۔

قرآن کی بھی اجازت دیتے تھے اور حضرت ابن
 عباس کا یہ کہنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 اور ابو بکر و عمر نے تمتع کیا ہے اس کا مطلب یہ
 ہے کہ طواف قدوم کا طواف افاطنہ سے پہلے
 کرنا اور بعد طواف قدوم کے سعی کرنا وہ لوگ
 کیا کرتے تھے) اور حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ اللہ
 نے اپنے نبی کے لئے جو چاہا خاص کر لیا اس سے
 مراد حج کا عمرہ سے بدل دینا کہ یہ زمانہ نبوت کے
 ساتھ خاص تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
 سے مذہب جاہلیت کے مشابہتے کا ارادہ کیا
 تھا جو لوگ کچھ تھے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا سخت برائی ہے اور لیکن وہ افراد جس سے حضرت
 عمر نے تمتع کیا یہ وہ افراد ہے جس میں طواف قدوم ترک کر دیا جائے۔

(۱۹) ابو بکر سئل عن العمرۃ
 بعد الحج فقال ہی خیر من لا شیء۔
 قلت معنا ان العمرۃ من المیقات
 افضل بکثیر من العمرۃ من التعمیم
 ونحوہ والعمرۃ فی غیر اشہر الحج افضل
 بکثیر من العمرۃ فی اشہر الحج۔

ابو بکر راوی ہیں کہ حضرت عمر سے بعد حج کے
 عمرہ کرنے کے بابت پوچھا گیا تو انہوں نے
 کہا کہ نہ کرنے سے بہتر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ
 اس کا یہ مطلب ہے کہ میقات سے عمرہ کرنا بدرجہا
 بہتر ہے، تعمیم وغیرہ سے عمرہ کرنے سے اور
 حج کے مہینوں کے سوا اور مہینوں میں عمرہ
 کرنا حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے سے۔

(۲۰) ابو بکر عن وہب بن الاعداء
 سمع عمر یقول اذا قدم الرجل
 حاجا فلیطف بالبیت سبعا ثم
 یصلی عند المقام رکعتین۔

ابو بکر وہب بن اجدع سے راوی ہیں کہ انہوں
 نے حضرت عمر کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب
 کوئی شخص حج کے ارادے سے آئے تو اسے
 چاہیے کہ سات مرتبہ کعبہ کا طواف کرے بعد اس کے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھے۔
 امام شافعی حنظلہ بن طاؤس سے راوی ہیں کہ
 انہوں نے کہا میں نے حضرت عمر کو یہ فرماتے

(۲۱) الشافعی عن حنظلہ بن طاؤس
 سمعت عمر یقول اقلوا الکلام فی

الطواف فانما انتم فی صلواتہ۔

ہوئے سنا کہ اے لوگو طواف میں باتیں کم کرو
کیونکہ تم گویا نماز میں ہو۔

ابوبکر عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے راوی ہیں
کہ حضرت عمر بن خطاب نے حجر اسود سے
لے کے حجر اسود تک رمل کیا۔

(۲۲) ابوبکر عن عبد اللہ بن عامر
بن ربیعۃ ان عمر بن الخطاب
رمل ما بین الحجر الی الحجر۔

امام احمد بن حنبل زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ
سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا
دونوں رمل اور شالوں کا کھولنا اب کیا مقصد

(۲۳) احمد بن حنبل عن زید بن
اسلم عن ابيه قال عمر فیما الرمل
والکشف عن امتناک وقد اطأ اللہ
الاسلام و تقی الکفر و اھله و
مع ذلک لا ندع شیئا کنا نفعل علی
عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہے اور بے شک اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا
اور کفر کو اور کفر والوں کو مٹا دیا مگر باوجود اس کے
ہم جو باتیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانے میں کرتے تھے ان کو ترک نہ کریں گے۔

(۲۴) ابوبکر عن عابس بن ربیعۃ سلم
عمر الحجر و قبلہ و قال لو کانی رأیت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قبلک ما قبلتک۔

ابوبکر عابس بن ربیعہ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر
نے حجر اسود کا استلام کیا اور اس کو بوسہ دیا
اور فرمایا کہ اگر میں نے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ دیتا

(۲۵) ابوبکر عن یعلی بن امیہ قال
الی عمر ما رأیت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لم یستلم منها
الا حجر قلت لی قال فما لک بہ

ابوبکر یعلی بن امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں
نے کہا مجھے حضرت عمر نے فرمایا کہ کیا تم نے رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ کعبہ میں
صرف حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے میں نے عرض

عہ یعنی پورے شوط میں رمل کرتے تھے ۱۲۔

عہ شالوں کے کھولنے سے مراد اضطباع ہے رمل اور اضطباع کی حکمت یہ تھی کہ کفار قریش نے
مسلمانوں کی نسبت کہا تھا کہ ان کو مدینہ کے بخارے کمزور کر دیا ہے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حکم دیا کہ اگر وہاں کے طواف کرو۔

کیا کہ ہاں (میں نے دیکھا ہے) حضرت عمر نے کہا

اسوۃ حسنۃ قلت بلی۔
تو کیا تم کو آپ کے ساتھ اقتدا نہیں ہے میں نے کہا کہ ہاں (ہے)

ابوبکر و سہب بن اجدع سے راوی ہیں کہ انھوں نے حضرت عمر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ صفا سے (طواف) کی ابتدا کی جائے اور کعبہ کی طرف منہ کر کے سات مرتبہ تکبیر کہی جائے ہر دو تکبیروں کے درمیان میں اللہ کی حمد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے اور اپنے لئے دعا مانگی جائے اور اسی طرح مردہ پر بھی۔

ابوبکر سے راوی ہیں کہ وہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر کے ہمراہ بطن مسیل میں سعی کی۔

ابوبکر ہشام بن عروہ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر صفا مروہ پر تلبیہ کرتے تھے اور اپنی آواز بلند کرتے تھے رات کو ان کی آواز سنائی دیتی تھی اور ان کا چہرہ نہ دکھائی دیتا تھا۔

ابوبکر علقمہ اور اسود سے وہ حضرت عمر سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھی بعد اس کے وقوف کیا۔ ابوبکر اسود سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے مزدلفہ میں مغرب اور عشا کی نماز ایک ساتھ پڑھی۔

امام احمد بن حنبل عمرو بن میمون سے راوی ہیں کہ ہمیں عمر بن خطاب نے مزدلفہ میں صبح کی نماز پڑھانی بعد اس کے وقوف کیا اور فرمایا کہ مشرکین (مزدلفہ سے) نہ جاتے تھے جب تک

(۲۶) ابوبکر عن وہب بن اکاجدع انه سمع عمر يقول يبدأ بالصفا ويستقبل البيت تحريك سبعم تكبيرات بين كل تكبيرتين حمد الله وصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم ومسألة لنفسه وعلى المرؤة مثل ذلك۔

(۲۷) ابوبکر عن بكر سعيت مع عمر في بطن المسيل۔

(۲۸) ابوبکر عن هشام بن عروة عن ابيه ان عمر كان يلي على الصفا والمرؤة ويشتملا صوتہ ويعرف صوتہ بالليل ولا يرى وجهہ۔

(۲۹) ابوبکر عن علقمة واکاسود عن عمر انه جمع بين الظهر والعصر بعرفات ثم وقف۔

(۳۰) ابوبکر عن اکاسود عن عمر انه صلاهما بجمع۔

(۳۱) احمد بن حنبل عن عمر بن میمون صلی بنا عمر ابن الخطاب بجمع الصلوة ثم وقف وقال ان المشركين كانوا لا يفيضون حتى تطلع الشمس وان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خائفہم ثم افاض قبل ان
تطلع الشمس۔

(۳۲) مالک بن عبد اللہ بن دینار
عن ابن عمر خطب الناس يعرفه
وعلمهم امرا لک فقال لهم فيما
قال اذا جئتم منى فمن رمى الجمرة
فقد حل له ما حرم على الحجاج الا
النساء والطيب لا يمسن احد النساء
ولا طيبا حتى يطوف بالبيت۔

قلت ترك الفقهاء قوله والطيب
لما صح عندهم من حديث
عائشة وغيرها ان النبي صلی اللہ
عليه وسلم تطيب قبل طواف
الاقاضة۔

ثابت ہو چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل طواف افاضہ کے خوشبو لگائی۔
(۳۳) ابو بکر عن ابن اسحاق سئل
عكرمة عن الالهلال متى ينقطع فقال
اهل رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم
حتى رمى الجمرة والوبكر وعسر۔

(۳۴) مالک عن يحيى بن سعيدان
عمر بن الخطاب سرد رجلاه من صر
الظهران ان لم يكن وداع البيت
حتى ودع۔

(۳۵) مالک انه بلغه ان عمر بن الخطاب

کہ آفتاب نہ نکل آئے اور بیشک رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت کی تھی
لہذا آپ نے قبل طلوع آفتاب کے کوچ کر دیا تھا۔
امام مالک عبد اللہ بن دینار سے وہ حضرت ابن عمر
سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے عرفات
میں لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور انھیں حج
کا طریقہ تعلیم کیا پس اپنی گفتگو میں ان سے یہ کہا
کہ جب تم مٹی پر پونچو تو جو شخص رمی کر چکے اس
کے لئے تمام وہ چیزیں جو حاجی کے لئے حرام ہوتی
ہیں حلال ہو جاتی ہیں صواعود توں کے اور
خوشبو کے لہذا کوئی شخص بغیر طواف کے
عورت اور خوشبو کے قریب نہ جائے میں کہتا
ہوں کہ فقہانے حضرت عمر کا یہ قول کہ خوشبو
حرام ہے ترک کر دیا ہے کیونکہ ان کے یہاں
حضرت عائشہ وغیرہ کی روایت سے یہ بات
ثابت ہو چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل طواف افاضہ کے خوشبو لگائی۔

(۳۳) ابو بکر بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ عکرمہ
سے اہلال کی بابت پوچھا گیا کہ کب موقوف کیا
جائے تو انھوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی تک اہلال کیا تھا اور ابو بکر و عمر نے
امام مالک یحییٰ بن سعید سے راوی ہیں کہ حضرت
عمر بن خطاب نے مرابطہ ظہران سے ایک شخص کو
واپس کر دیا اس نے طواف وداع نہ کیا تھا یہاں
تک کہ وہ طواف وداع کر آیا۔

(۳۵) امام مالک کہتے ہیں کہ ان کو یہ خبر ملی ہے کہ

كان يقف عند الجسرتين وقفا طويلا
حتى ميل القائر-

حضرت عمر بن خطاب دونوں جمروں کے پاس
بہت دیر تک وقوف کرتے تھے یہاں تک
کہ کھڑا ہونے والا ٹھک جاتا۔

(۳۶) ابوبکر عن سليمان بن ربيعة
نظرنا عبر قاني الجسرة الثالثة فرماها
ولم يقف عندها-

ابوبکر سلیمان بن ربیعہ سے راوی ہیں کہ ہم نے
حضرت عمر کو دیکھا کہ وہ تیسرے جمرہ کے پاس
آئے اور اسے رمی کی اور اسکے پاس وقوف نہیں کیا۔

(۳۷) مالك عن عطاء بن ابي رباح ان
عمر بن الخطاب قال ليعلی بن امية
وهو يصيب على عمر بن الخطاب ماء
وهو يغتسل يصب على راسي اصب
فلن يزيد الماء الا شعثا-

امام مالک عطاء بن ابی رباح سے روایت کرتے
ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے یعلیٰ بن امیہ سے
کہا اور وہ حضرت عمر بن خطاب پر پانی ڈال رہے
تھے اور وہ غسل کر رہے تھے کہ میرے سر پر
پانی ڈالو کیونکہ پانی پر لگندہ مرنی اور بھی زیادہ کر دیگا۔

(۳۸) ابو حلیفة عن ابي سلمة
عن رجل من ابي هريرة مرت
في البحر يساء لونه عن حم
الصيد يصيده الحلال هل يصلح
للمحرم ان ياكله فافتيهم
ياكله وفي نفسه منه شئ ثم

امام ابو حنیفہ ابو سلمیٰ سے وہ ایک شخص سے وہ
حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے
کہا میں (مقام) بحرین میں گیا تو لوگ مجھ سے
شکار کے گوشت کی بابت پوچھنے لگے کہ اگر اس
کو غیر محرم شکار کرے تو کیا محرم کو جائز ہے کہ اسے
کھائے میں نے ان لوگوں کو اسے کھانے کا فتویٰ

قدمت على عمر بن الخطاب فذكرت
ما قلت لهم فقال لو قلت غير
ذلك لحرقت بين اثنين ما بقيت
ان يء کیا انھوں نے کہا کہ اگر تم اس کے

دید یا اور میرے دل میں اس کی طرف سے تردد
تھا پھر میں حضرت عمر بن خطاب کے پاس آیا تو
جو کچھ میں نے ان لوگوں سے کہا تھا اس کا ذکر
سوا اور کچھ کہتے تو جب تک تم زندہ رہتے کبھی دو

عہ معلوم ہوا کہ حالت احرام میں غسل کرنا منع نہیں ۱۲۔

عہ مطلب یہ ہے کہ یہ فتویٰ تمہارا صحیح ہے مگر اس کے خلاف تم کہتے تو وہ غلط ہوتا اور اس غلط فتویٰ کی
سزا میں تمہارے لئے قطعی ممانعت کر دی جاتی کہ پھر کبھی تم کسی کو مسئلہ نہ بتاتے ۱۲۔

آدمیوں کے درمیان کچھ نہ کہنے پاتے۔

(۳۹) مالك عن عبد الملك بن قدير عن محمد بن سيرين ان رجلا جاء الى عمر بن الخطاب فقال اني اجریت انا و صاحب لي فرسين الى ثقرة ثنية فاصبنا ظبيا ونحن محرمان فماذا ترى فقال عمر لرجل الى جنبه تعال حتى حكما انا وانت قال فحكما عليه بغير قولي الرجل وهو يقول هذا امير اهل موثني لم يستطع ان يحكم في طي حتى دعا رجلا يحكم معه فسمع عمر قول الرجل فسأله هل تقرأ سورة المائدة قال لا قال فهل تعرف هذا الرجل الذي حكم معي فقال لا فقال عمر لو اخبرتني انك تقرأ المائدة لا وجعتك ضربا ثم قال ان الله تبارك وتعالى يقول في كتابه يحكم به ذوا عدل منكم هديا بالغ الكعبة وهذا عبد الرحمن بن عوف۔

۳۹
امام مالک عبد الملک بن قدير سے وہ محمد بن سيرين سے راوی ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطاب کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے اور میرے ایک ساتھی نے ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑایا تو ہم نے ایک ہرن کو شکار کیا اور ہم (اس وقت) حرم تھے پس آپ کی کیا رائے ہے حضرت عمر نے ایک شخص سے جو ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا یہ کہا کہ آؤ تاکہ ہم تم دونوں حکم دیں چنانچہ ان دونوں نے اس شخص پر ایک اونٹ قربانی کرنے کا حکم دے دیا تو وہ شخص یہ کہتا ہوا پھر چلا کہ یہ امیر المؤمنین ہیں کہ ایک ہرن کے بارے میں حکم نہیں دے سکتے یہاں تک کہ ایک اور شخص کو بلایا جو ان کے ساتھ حکم کرے پس حضرت عمر نے اس شخص کا کہنا سنا تو اس سے پوچھا کہ کیا تو سورہ مائدہ پڑھتا ہے اس نے کہا نہیں حضرت عمر نے کہا کہ تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے میرے ساتھ حکم دیا ہے اس نے کہا نہیں حضرت عمر نے کہا اگر تو مجھ سے بیان کرتا کہ سورہ مائدہ پڑھا ہوا ہے تو

میں تجھ کو بہت مارتا پھر انھوں نے کہا کہ اللہ بزرگ بزرگ اپنی کتاب میں فرماتا ہے بحکمہ

عہ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ دو عدالت والے آدمی اس شکار کے بدلے (باقی حاشیہ صفحہ ۶۶۵ پر)

ذو اعدل منکم جہد یا بالغ الکعبۃ اور یہ عبدالرحمن بن عوف ہیں۔

(۴۰) عن زید بن اسلم عن
ابیہ عن عمر قال اللهم ارزقنی
شہادۃ فی سبیلک و اجعل
موتی فی بلد رسولک۔
(بخاری)

زید بن اسلم اپنے والد سے وہ حضرت عمر
سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا
اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب
کر اور میری موت اپنے رسول کے شہر
میں کر۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۶۴) کا حکم دیا وہ ہدی ہو کہ تک پہنچنے والے، مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں
حکم ہے کہ دو آدمی شکار کی جزا تجویز کریں اس وجہ سے میں نے تمہا تجویز کرنا پسند نہیں کیا۔

علم الفقہ

جلد ششم

جس میں

نکاح کے مسائل اور نکاح کی اہمیت اور کن کن رشتوں سے نکاح ہو سکتا ہے

پوری تفصیل سے بیان کیا گیا ہے

اشرح خاصہ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب

ناشر

دارالانشاع

مولوی مسافر خانہ - کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَمَّا أَحْمَدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ طِينٍ - ثُمَّ جَعَلَ لَسُلَّةٍ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ
مَاءٍ مَّهِينٍ فَاصْطَفَىٰ لِبَنِّ إِسْرَائِيلَ الْبَنَاتِ وَأَعْطَىٰ مِنْ شَاءِ الْبَنَاتِ - وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ زَوْجَيْنِ
فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَى النَّبِيِّ الْأَمِينِ - سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا
مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ أَهْلِ الْمُهْتَدِينَ - کہاں اس پاک بے نیاز کے الطاف غیر متناہتہ کا شکر

اور کہاں ایک مشت خاک اور وہ بھی ناپاک مَالِ الثَّرَابِ وَرَبِّ الْأَرْيَابِ -
ان حادث اور بے جان لفظوں سے نہ اس کی صفت و ثنا ہو سکتی ہے نہ اس کی نعمتوں کا
شکر ادا ہو سکتا ہے ہاں اتنا تو ضرور ہو جاتا ہے کہ اس کے پاک نام سے ہمارے ناقص کلام
کی زینت ہو جاتی ہے، یہ اس کا بہت بڑا احسان ہے کہ مجھ جیسے کم علم و پیمیرزت سے اتنے بڑے
کام کو انجام سے آشنا فرمایا میں اس وقت خوش ہوں کہ علم الفقہ میں عبادات کا حصہ ختم ہو گیا
اسلام کے چاروں رکن نماز - روزہ - زکوٰۃ - حج کے مسائل بیان ہو چکے اب معاملات کا
حصہ شروع ہوتا ہے۔ وِبِذَلِكَ عَمَّا فَلِيْفِرْحِ الْمُؤْمِنُونَ مِرَادِلِ الْاَمِكِ عَرَصَةٍ مِّنْ عَمَلِكُمْ
اور میری آنکھیں ابر بہار کا نمونہ بن رہی ہیں اور اب میری حالت مرزا جان جاناں علیہ الرحمۃ
کے اس شعر کی مصداق ہے یہ

عہ ترجمہ ہر طرح کی تعریف اس خدا ہی کے لئے ہے جس نے انسان یعنی (آدم) کو مٹی سے پیدا کیا پھر اسکی نسل
ایک ذیل پانی کے خلاصہ (یعنی نطفہ) سے جاری کی پھر جس کو چاہتا ہے لڑکیاں عنایت کرتا ہے اور جس کو چاہا لڑکھے
عنایت کئے اور ہر چیز کو اس نے جوڑا جوڑا پیدا کیا پس بزرگ ہے اللہ بہتر پیدا کر نیوالا اور اللہ رحمت نازل کرے
امانت دار یعنی ہمارے سردار اور آقا محمد اور انکے ہدایت یافتہ آل و اصحاب پر ۱۲ عہ مٹی کو رب اللہ سے کیا نسبت
عہ ترجمہ اور اس بات پر تمام مسلمانوں کو خوش ہونا چاہیے ۱۲۔

خشک شدہ گہا و لے جا رہیست از زخم و لم جوئے خوں کو حسرت و سرور و انے ماندہ است
لیکن پھر بھی میں سچے دل سے اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ واقعہ غم میں بھی اس کے
ہزار ہزار لطف پوشیدہ ہیں۔ یہ زندگی سے زیادہ پیاری موت ہے صرف اس فرزند مرحوم کے
لئے بلکہ میرے لئے بھی باعث رحمت اور انشاء اللہ وسیلہ نجات ہے۔

جو لوگ اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں ان سے میری آرزو ہے کہ میرے اس نو بہنوں کے
لئے ارحم الراحمین سے دعا ہے رحمت فرمائیں اور ایصالِ ثواب سے اس طائرِ خلدِ آشیان کی
روح کو خوش کریں اَللّٰهُمَّ اَلْکُوْمُ نُوْلُهُ وَوَسِعَ مَدْخَلُهُ وَكَانَتْ حِرْمَتًا اَجْرًا اَمِيْنًا
يَا نَبِيَّ اَلْاَمِيْنِ ط اگرچہ علم الفقہ کے مقدمہ میں فقہ کی تعریف اور اس کے اقسام کا بیان
بہت تفصیل سے موجود ہے لیکن اس قدر معلوم کرنا یہاں بھی ضروری ہے کہ فقہ کی دو قسمیں
ہیں۔ عبادات۔ معاملات۔

عبادات۔ اس حصہ کو کہتے ہیں جس میں مکلف کے ان افعال سے بحث کی جاتی ہے جن
کا اجر شریعت کی طرف سے عباد اور معبود کے درمیان میں تعلق پیدا کرنے کے لئے ہوا ہے
جیسے نماز۔ روزہ۔

معاملات۔ اس حصہ کو کہتے ہیں جس میں مکلف کے ان افعال سے بحث ہو جن کا
اجر شریعت کی طرف سے بندوں میں باہمی تعلق پیدا کرنے کے واسطے ہوا ہے جیسے خرید و فروخت۔
بہر بعض افعال ایسے ہیں جو ذمہ دہن میں یعنی ان میں عبادات کی بھی شان موجود ہے اور
معاملات کی بھی جیسے نکاح۔ اس حیثیت سے کہ سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے
اور اس کی ترغیب قرآن و حدیث میں وارد ہوئی ہے اس کے ادا کرنے سے ثواب ملتا ہے جو عباد
اور معبود کے تعلق کا نتیجہ ہے وہ عبادات میں داخل ہے اور اس حیثیت سے کہ اس فعل کے
سبب سے دو بندوں یعنی زوجین میں باہمی تعلق پیدا ہو جاتا ہے وہ معاملات میں داخل ہے لہذا
مناسب معلوم ہوا کہ عبادات کے بعد اور معاملات سے پہلے ایسے ذمہ دہن افعال کا ذکر کیا جائے
پورچونکہ ان تمام افعال میں نکاح کے مصالح اور فوائد دینی اور دنیاوی زیادہ اور بہت زیادہ ہیں
اس لئے اس کا ذکر سب سے مقدم کیا گیا۔

عہ نامہ اس عزیز کا محمد عبدالرؤف تھا ۲۱۔ ریح الاول ۱۳۲۱ھ کو وفات پائی ۱۲ عہ اسماء اللہ اس کا بہمانی اچھی گزارا
اس کا تبرک کئی بار فواد پر ہوا اس (مصیبت پر صبر کے ثواب محروم نہ رہے۔ یہ دعائی امین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل
میں تبدیل فرمایا۔

نکاح

حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اس آخری شریعت تک کوئی شریعت نکاح سے خالی نہیں تھی ایک خاص معاہدہ مرد و عورت کا باہم اجتماع کے لئے ہر شریعت میں ہوتا تھا اور بغیر اس خاص معاہدہ کے مرد و عورت کا باہمی اجتماع کسی شریعت نے جائز نہیں رکھا ہاں یہ ضرور ہے کہ اس معاہدہ کی صورتیں مختلف ہیں اور اس کے شرائط وغیرہ میں تغیر و تبدل ہوتا رہا۔

نکاح کے لغوی معنی جماع کرنا۔ اصول فقہ میں نکاح کے یہی معنی برقرار رکھے گئے ہیں پس قرآن مجید میں یا حدیث میں جہاں کہیں نکاح کا لفظ واقع ہو اس سے یہی معنی لغوی مراد لینا چاہیے بشرطیکہ کوئی قرینہ اس کے خلاف نہ دلالت کرتا ہو۔

اور علماء فقہ کی اصطلاح میں نکاح اس معاہدہ خاص کو کہتے ہیں جو عورت و مرد میں ہوتا ہے جس سے دونوں میں زوجیت کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے یہی معنی زیادہ تر مشہور ہیں۔

نکاح کے فوائد و مصالح دینی و دنیاوی بہت زیادہ اور عظیم الشان ہیں جن کا کچھ اندازہ صرف اس امر پر غور کرنے سے ہو سکتا ہے کہ تمام آسمانی شریعتیں اس کی خوبی پر متفق ہیں، گویا یہ بھی اصول طہت میں سے اصل ہے، علمائے بہت سے مصالح بیان کئے ہیں اور ہر ذی عقل اپنا فہم کے موافق جدید فوائد نکال سکتا ہے۔ نمونہ کے طور پر کچھ یہاں بھی درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) حق تعالیٰ کو ایک وقت مہرود تک تمام حیوانات کا عموماً اور بنی آدم کا خصوصاً مانتی رکھنا مقصود ہے اور اس کا طریقہ حکمت بالغہ نے یہ مقرر فرمایا ہے کہ باہم تو والد و تناسل جاری ہوا اور تو والد و تناسل کا سبب تمام حیوانات میں نر و مادہ کے اس اجتماع خاص کو قرار دیا ہے اور تمام

عہ مثلاً ولا تنکحوا ما نکلھ اباؤکمہ میں نکاح سے جماع مراد لیا جائے گا کیونکہ اس کے مخالف کوئی قرینہ نہیں ہے پس باپ نے جس عورت سے نکاح کیا ہو خواہ حلال طریقہ سے یا حرام طریقہ سے یعنی زنا کیا ہو بہر صورت لڑکے کو اس عورت سے نکاح کرنا حرام ہو جائے گا بخلاف حق تنکح زوجاً غیرک کے کہ یہاں نکاح سے جماع نہ مراد لیا جائے گا بلکہ عقد مراد ہوگا کیونکہ قرینہ خلاف موجود ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ اگر جماع مراد ہوتا تو عورت کا طرف نسبت نہ کی جاتی کیونکہ جماع عورت کا کام نہیں ہے ۱۲۔

حیوانات کی طبیعت میں ایک قوت شہوانیہ و ودیعت فرمائی جو اس اجتماع خاص پر طرفین کو مجبور کر دے اگر یہ قوت نہ وودیت رکھی جاتی تو انسان کی فطری لطافت کبھی اس اجتماع کو پسند نہ کرتی اور ہمیشہ اس سے متنفر رہتی کیونکہ یہ اجتماع فی حد ذاتہ لطافت و نظافت سے بعید ہے پس جب توالد و تناسل کا یہ خاص طریقہ حکمت الہیہ نے قائم فرمایا تو یہ امر بہ لحاظ شرافت انسانی ضروری ہوا کہ اس فعل میں بھی اور حیوانات سے اس کو امتیاز عطا ہو جیسا کہ اور افعال میں مثل کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے وغیرہ کے عطا فرمایا گیا ہے۔ لہذا یہ حکم دیا گیا کہ اس اجتماع خاص کے لئے پہلے سے مرد و عورت میں باہم رضامندی سے ایک معاہدہ ہو جایا کرے اور اس معاہدہ کے لئے شرائط و ارکان وغیرہ مقرر کئے گئے تاکہ وہ ایک معمولی بات نہ سمجھی جائے اور بغیر اس معاہدہ کے مرد و عورت کے اجتماع کی (جس کو اہل شریعت زنا کہتے ہیں) سخت ممانعت کر دی گئی۔

(۲) نکاح میں تناسل عمدہ طریقہ پر ہوتا ہے بخلاف زنا کے، نکاح میں چونکہ ایک علاقہ محبت زوجین میں قائم ہوتا ہے اور دونوں مل کر بچے کی تعلیم و تربیت میں کوشش کرتے ہیں اس لئے امید کی جاتی ہے کہ اس کی تربیت اور تعلیم اعلیٰ پیدا نہ ہوگی۔

(۳) نکاح میں علاوہ تناسل کے اور بھی فائدے ہیں مثلاً سلسلہ نسب کا قائم رہنا اور زوجین اور ان کے اعزہ میں سلسلہ محبت کا پیدا ہونا، مرد و عورت کا یہ باہمی خاص اور دائمی تعلق نظام عالم کے لئے جس قدر مفید ہے اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے، عورت فطرتاً کمزور پیدا کی گئی ہے اس لئے زندگی کے اہم مقاصد میں اس کی منفردہ قوت کام نہیں دیتی مرد کی اعانت کی ضرورت پڑتی ہے اور مرد چونکہ اہم اور اعلیٰ مقاصد کی تحصیل میں مصروف رہتے ہیں لہذا ان

عہ اسی وجہ سے فقہاء کہتے ہیں کہ نکاح میں اصل حرمت ہے اور اباحت اس کی عارضی ہے اور ضرورت ہوتی ہے (بحسب الرایق) ۱۲۔

عہ سلسلہ نسب کے محفوظ نہ رہنے میں بہت خرابیاں ہیں تمام نظام عالم درہم برہم ہوا جاتا ہے نہ ایک کو دوسرے سے محبت ہوگی نہ کوئی کسی کی ہمدردی کرے گا نہ کوئی باپ ہے نہ بیٹا نہ بھائی نہ بھتیجا نہ کوئی وارث نہ کوئی مورث و علیٰ ہذا۔ اسی سبب سے اس سلسلہ نسب و زوجیت کے قائم فرمانے کو حق سبحانہ نے اپنے انعامات کی نہرستیں دینے فرمایا ہے قولہ تعالیٰ و جعلکم نسباً و صہراً ترجمہ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نسب اور سسرال قائم فرمائی۔

عائہ داری کی ضروریات میں عورتوں سے مدد لینے کی احتیاج ہے اس کے علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن سے مرد کو عورت کی طرف اور عورت کو مرد کی طرف سخت احتیاج، مثلاً وہ یہ کہ مرد و عورت کا یہ خاص تعلق تدبیر منزل کا جزو اعظم ہے۔

انہیں وجوہات سے شرائع ربانیہ کی توجہ نکاح کی طرف ہوتی اور اس کی ترغیب دی گئی اس کے عاقل بیان فرمائے گئے اور زنا کی مذمت اور قباحت بیان فرمائی گئی اور اس کے مرکب کے لئے سخت سخت وعیدیں وارد ہوئیں جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب واضح ہوگا۔
مقدمہ اصطلاحی الفاظ کی توضیح۔

ایجاب و قبول۔ مرد و عورت کا یا ان کے وکلایا اولیاء کا دونوں میں باہم زوجیت کا تعلق پیدا کرنیکی گفتگو کرنا۔ سب سے پہلی جس کی گفتگو ہوگی خواہ مرد کی ہو یا عورت کی اس کو ایجاب کہیں گے اور اس کے بعد دوسرے کی گفتگو کو قبول۔

مثال۔ (۱) مرد عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کر لیا، عورت کہے کہ میں نے منظور کر لیا، مرد کا کلام ایجاب ہے اور عورت کا کلام قبول۔

(۲) عورت مرد سے کہے کہ میں نے اپنے کو تیری زوجیت میں کیا مرد جواب دے کہ میں نے تجھ کو اپنی زوجیت میں لے لیا اس صورت میں عورت کا کلام ایجاب ہے اور مرد کا قبول۔

مہر وہ چیز ہے جو بوجہ عقد نکاح کے شوہر کی طرف سے عورت کو اس معاوضہ میں ملنا چاہیے کہ اس نے اپنے خاص منافع کا شوہر کو مالک بنا دیا ہے، حاصل یہ کہ ان منافع کی قیمت کا نام مہر ہے، مہر کی چار قسمیں ہیں۔

مہر محجل۔ وہ مہر جس کے ادا کرنے کا علی الفور وعدہ کیا گیا ہو۔

مہر مجمل وہ مہر جس کی ادائیگی کا علی الفور وعدہ نہ ہو بلکہ کسی مدت پر مجمل ہو خواہ وہ مدت معلوم ہو یا مجہول۔

مہر مسمی۔ وہ مہر کہ جس کی مقدار عقد نکاح کے وقت معین ہو گئی ہو۔

مہر مثل۔ آزاد عورت کا مہر مثل وہ مہر ہے جو اس کے باپ کے خاندان کی ان عورتوں کا ہو جو یہ

عہ ان تیرہ باتوں میں مماثلت اس سبب سے شرط کی گئی کہ ان باتوں کے اختلاف سے مہر کیسا نہیں رہتا مثلاً ایک جوان یا خلیصورت کا مہر جس قدر ہو گا بڑھ ہی یا بصورت کا اس قدر نہیں ہو سکتا شہر سے مراد یہ ہے کہ دونوں ایک ہی شہر کے رہنے والے ہوں کیونکہ مختلف شہروں کے رسم و رواج مختلف ہوتے ہیں زمانے سے مراد یہ ہے کہ دونوں کا زمانہ ایک ہی زمانہ کے بدل جانے سے بھی رسم و رواج میں فرق ہو جاتا ہے۔

باتوں میں اس کے مثل ہوں۔ عمر۔ جمال۔ مال۔ شہر۔ زمانہ۔ عقل۔ دینداری۔ بکارت و ثبوت۔ علم۔ ادب۔ خلق۔ صاحب اولاد ہونا نہ ہونا۔ شوہر کا ان اوصاف میں یکساں ہونا۔ اگر باپ کے خاندان کی عورتوں کا مہر معلوم ہو یا وہ عورتیں ان اوصاف میں ان کی مماثل نہ ہوں تو اور کسی اجنبی عورت کا مہر دیکھا جائے گا اور وہی اس کا مہر مثل قرار دیا جائے گا بشرطیکہ ان اوصاف کے علاوہ نسب میں بھی اس کی مماثل ہو اور لونڈی کا مہر مثل اگر وہ باکرہ ہے تو اس کی قیمت کا دسواں حصہ باکرہ نہ ہو تو بیسواں حصہ

ف۔ زنا کے معاوضہ میں جو چیز دی جائے اس کو مہر یعنی کہتے ہیں۔ اسی کو اردو زبان میں خسرچی کہتے ہیں۔

غ۔ وہ مہر ناجائز جماع کے معاوضہ میں عورت کو دیا جائے اور یہ ناجائز جماع کسی شبہ کے سبب سے نادانستہ وقوع میں آیا ہو۔

بکارت۔ کنواری ہونا جو عورت کنواری ہو کہہ کہتے ہیں۔ بکر کی دو قسمیں ہیں۔

بکر حقیقی۔ وہ عورت جس سے کبھی جماع نہ ہوا ہو نہ جائز طور پر نہ ناجائز طور پر خواہ جھلی باقی ہو یا ٹوٹ گئی ہو۔ جھلی کبھی حیض آنے سے بھی ٹوٹ جاتی ہے کبھی زخم کی وجہ سے کبھی زیادہ سن ہو جانے سے کبھی کودنے پھانڈنے کی وجہ سے جو عورت کسی کے نکاح میں آچکی ہو مگر قبل جماع کے نکاح سے علیحدہ ہو گئی ہو وہ بھی حقیقتہً بکر ہے۔

بکر حکمی۔ وہ عورت جو ایک مرتبہ زنا میں مبتلا ہو چکی ہو اور یہ فعل اس کا لوگوں میں مشہور نہ ہو نہ اس کو حاکم شریعت کی طرف سے اس کی سزا ملی ہو۔

ثبوت۔ کنواری نہ ہونا۔ جو عورت کنواری نہ ہو اس کو ثبوت کہتے ہیں یعنی وہ عورت جس سے جماع

۷۔ اگر شوہر دونوں کے اوصاف میں یکساں نہ ہوں گے تو مہر میں اختلاف ہو جائے گا کیونکہ ایک جوان یا ذی علم یا دیندار مرد کے ساتھ کم مہر پر بھی عورت یا اس کے ولی راضی ہو جاتے ہیں بخلاف بوڑھے یا جاہل یا فاسق کے ۱۲

۸۔ بعض فقہاء کا قول ہے کہ کل اوصاف میں دو عورتوں کا مماثل ہونا دشوار ہے لہذا بعض میں مماثلت بھی کافی ہے، مگر یہ قول منون فقہاء کے خلاف ہے ۱۲۔

۹۔ بعض فقہاء کا قول ہے کہ لونڈی کا مہر مثل وہ ہے جو اور لونڈیوں کا ہو بشرطیکہ وہ جمال میں اس کے مساوی ہوں اور مالک بھی ان دونوں کے مال و جاہ میں مماثل ہوں ۱۲۔

ہو چکا ہو۔ اگر زنا ہوئی تو ایک مرتبہ سے زیادہ یا مشہور ہوئی ہو۔

ولی۔ نعت میں تو اس کے معنی دوست اور اہل اصول کی اصطلاح میں خدا کا دوست جو اس کے اہل و صفات کا عارف ہو گناہوں سے بچتا ہو اور عبادات میں مشغول رہتا ہو اصطلاح فقہ میں وہ رشتہ دار جو مآقل و باطن ہو اور وارث ہو سکتا ہو اور اس کو تصرف کا اختیار شریعت نے دیا ہو۔ یہی معنی یہاں مراد ہیں۔

ف۔ اگر کوئی رشتہ دار نہ ہو تو قاضی یا اس کا نائب بھی ولی ہو سکتا ہے۔

کفو۔ جو دو شخص باہم ان تھو اوصاف میں شریک ہوں ان میں سے ہر ایک دوسرے کا کفو ہے نسب۔ اسلام۔ حریت۔ دیانت۔ مال۔ پیشہ۔

نسب کی برابری صرف عربی النسل لوگوں میں معتبر ہے ان کے علاوہ اور لوگ نسب میں مختلف ہونے کے سبب سے غیر کفو نہ کہلائیں گے، عرب میں قریشی قریشی سب برابر ہیں گو کوئی عدوی ہو کوئی تمیمی کوئی ذفلی غیر قریشی کا کفو نہیں اور غیر قریشی سب ایک دوسرے کے کفو ہیں اور غیر عربی النسل عربی النسل کا کفو نہیں۔

اسلام سے مراد۔ نو مسلم اس کو کہتے ہیں جو بذات خود مسلمان ہوا ہو یا اس کا باپ بھی مسلمان ہو گیا ہو اور جس کی دو پشتیں اسلام میں گذر جائیں یعنی باپ اور دادا کے وقت سے اسلام چلا آتا ہو وہ قدیم اسلام سمجھا جائے گا نو مسلم قدیم الاسلام کا کفو نہیں وہ نو مسلم جو عرف خود اسلام لایا ہے ایسے نو مسلم کا کفو ہو سکتا ہے جس کا باپ بھی مسلمان تھا، ہاں دو پشتوں کے بعد پھر سب باہم کفو سمجھے جائیں گے گو ایک کی کم پشتیں اسلام میں گزری ہوں اور ایک کی زیادہ اسلام کی برابری کا اعتبار وہاں کے لوگوں کے لئے نہیں ہے کہ جہاں نو مسلم ہونا کچھ عار نہیں سمجھا جاتا۔

(فتاویٰ ہندیہ)

عہدہ کی یہ ہے کہ عرب کا قریشی نسب پر بہت ہے اور ان کو غیر نسب میں مناکحت سے بہت نار آتی ہے بخلاف غیر عرب کے کہ انکو نسب اتنا ہی اظہار نہیں ۱۲ عہدہ اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو ہاشمی تھا اپنی صاحبزادی بی بی ام کلثوم کا جو حضرت فاطمہ زہرا کے بیٹے اقدس سے تھیں حضرت عمر سے نکاح کر دیا حالانکہ وہ عدوی تھے (رضی اللہ عنہم) ۱۱۔ مس جس مقام پر نبیؐ نے اشاعت فرمائی ہے وہاں کفو ہوتی ہے وہاں تو نو مسلم ہونا کچھ مجبور نہیں سمجھا جاتا ہاں جب اسلام کو کسی مقام پر بہت زیادہ زمانہ گزر جائے ہے وہاں پھر مجبور سمجھنے لگتے ہیں اکثر فقہانے اس مقام پر یہ لکھ دیا ہے کہ اسلام کی برابری کا اعتبار اہل عرب کے لئے نہیں ہے کیونکہ وہاں نو مسلم ہونا عیب نہیں سمجھا جاتا حالانکہ یہ صرف اسی زمانہ تک تھا جب وہاں اسلام شروع ہوا تھا اب وہاں بھی عیب سمجھا جاتا ہے۔

حسرت یعنی غلام نہ ہونا۔ غلام آزاد کا کفو نہیں نہ وہ شخص جو صرف خود آزاد ہوا ہو اس شخص کا کفو ہو سکتا ہے جو اپنے باپ کے وقت سے آزاد ہے، ہاں دو پشتوں کے بعد پھر آپس میں برابر سمجھے جائیں گے اگرچہ ایک کی زیادہ پشتیں آزادی میں گزری ہوں اور دوسرے کی کم دو پشتوں کی آزادی میں گزرنے کا یہ مطلب ہے کہ خود بھی آزاد پیدا ہوا ہو بلکہ بعد پیدا ہونے کے آزاد کیا گیا تو وہ شخص دو پشتوں سے آزاد سمجھا جائے گا جو غلام کسی شریف النسل کا آزاد کیا ہوا ہو اس کا کفو وہ غلام نہیں ہو سکتا جس کو کسی کم نسب سے آزاد کیا ہے۔

دیانت یعنی دینداری، جو شخص فاسق ہو وہ ایسی عورت کا کفو نہیں ہو سکتا جو خود بھی پرہیزگار ہے اور اس کا باپ بھی پرہیزگار ہے اور اگر وہ عورت خود پرہیزگار ہو مگر باپ پرہیزگار نہ ہو یا باپ تو پرہیزگار ہو مگر خود پرہیزگار نہ ہو تو اس کا کفو ایک فاسق ہو سکتا ہے فاسق میں تقیم ہے چاہے اس کا نسق علانیہ ہو یا چھپا ہوا۔ (رد المحتار)

مال سے مراد اس قدر مال ہے کہ جس کی وجہ سے مہر اور نفقہ کی ادائیگی پر قدرت ہو مہر اگر کل معجل ہے تو کل کی ادائیگی پر اور جو کوئی جزا اس کا معجل ہے تو صرف اسی جز کی ادائیگی پر قدرت کافی ہے اور نفقہ پر قدرت صرف بقدر ایک ماہ کے ضروری ہے اگر ہمیشہ وراثہ ہو اور جو پیشہ ور ہو اور وہ اپنے پیشہ سے اس قدر کمالات ہو جو ہر روز کے خرچہ کو کافی ہو جائے تو وہ صرف اتنی ہی بات سے نفقہ پر قادر سمجھا جائے گا، ایک ماہ کے خرچہ کے بقدر اس کے پاس اندوختہ ہونے کی حاجت نہیں (عالمگیری وغیرہ)

پس جو شخص اس قدر مال کا مالک نہ ہو وہ عورت کا کفو نہیں ہو سکتا چاہے عورت بالکل فقیر ہو اور جو شخص اس قدر مال کا مالک ہے وہ ہر عورت کا کفو ہے اگرچہ بڑی دولت مند ہو۔ پیشہ میں برابری کا مطلب یہ ہے کہ جس قسم کا پیشہ ایک کے یہاں ہوتا ہو اسی قسم کا دوسرے کے یہاں بھی ہونا ہو، پیشے چونکہ مختلف ہوتے ہیں اور عام طور پر کوئی پیشہ ذلیل سمجھا جاتا ہے جیسے نائی، دھوبی، بھنگی وغیرہ کا اور کوئی عزت والا سمجھا جاتا ہے، جیسے کاشت کار اور سوواگر

اس مقام پر فقہاء کی عبارتیں مختلف ہیں کوئی کہتا ہے کہ صرف عورت کا پرہیزگار ہونا کافی ہے فاسق اس کا کفو نہیں ہو سکتا کوئی کہتا ہے کہ نہیں اس کے باپ کا پرہیزگار ہونا ضروری ہے چاہے خود پرہیزگار ہو یا نہ ہو اسی وجہ سے صاحب بھرائق فرماتے ہیں کہ مجھے اس مسئلہ میں تردد ہے مگر علامہ شامی نے اسکی خوب تفسیر تحقیق کی ہے انہیں کی تحقیق بیان درج کی گئی ۱۲۔

وغیرہ کا لہذا پیشہ کی برابری کا اسی مقام میں لحاظ کیا جائے گا جہاں باہم پیشوں میں امتیاز سمجھا جاتا ہو اور کوئی ذلت کی نظر سے اور کوئی عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہو، پھر جو دو مختلف پیشے کسی مقام میں مساوی سمجھے جاتے ہوں وہاں کے لئے ان دونوں پیشوں کے کرنے والے باہم کفو ہیں اور جس مقام میں مساوی نہیں سمجھے جاتے ہیں وہاں کے لئے ان دونوں پیشوں کے کرنے والے باہم کفو نہیں ہیں۔

محرم وہ مرد و عورت جن کا نکاح باہم ناجائز ہو ایک دوسرے کے محرم ہیں خواہ یہ عدم جواز نکاح کا ابدی ہو جیسے ماں، بیٹے، بھائی، بہن۔ داماد۔ خوش دامن وغیرہم یا کسی زمانے کے ساتھ موقت ہو جیسے کسی غیر کی منکوحہ جس زمانہ تک غیر کے نکاح میں ہے اسی زمانہ تک اس کا نکاح ناجائز ہے یا کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو جیسے تین طلاق والی عورت اگر وہ کسی دوسرے سے نکاح کر کے اس سے طلاق لے لے تو پھر حرام نہیں۔

وکیل وہ شخص جو کسی دوسرے کے حقوق میں اس کی اجازت یا حکم سے بطور نائب کے تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہو اور جس نے اسے اختیار دیا ہے اسے موکل کہتے ہیں۔

فضولی جو شخص کسی دوسرے کے حق میں تصرف کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہو وہ اس دوسرے شخص کے اعتبار سے فضولی ہے مثلاً زید عمرو کے حقوق میں تصرف کا اختیار نہیں رکھتا تھا یعنی نہ اس کا ولی ہے نہ وکیل تو زید کو عمرو کے اعتبار سے فضولی کہیں گے۔

بطلان و فساد۔ عبارات کے مسائل میں تو ان دونوں لفظوں کا ایک ہی مفہوم ہے نماز باطل ہو گئی اور فاسد ہو گئی دونوں کا ایک مطلب ہے مگر معاملات کے مسائل میں بطلان اور چیز ہے اور فساد اور چیز باطل اس معاملہ کو کہتے ہیں جو منعقد ہی نہ ہو یعنی اس کے ارکان میں خلل آگیا ہو اور فاسد وہ معاملہ ہے جو منعقد تو ہو گیا ہو لیکن شرعاً قابل فسخ ہو اس کے ارکان میں خلل نہ آیا ہو بلکہ محنت کی شرطوں میں فتور پڑ گیا ہو۔

خلوت صحیحہ۔ زوجین کا ایک جگہ جمع ہونا اس طور پر کہ کوئی چیز جماع سے مانع نہ ہو مانع کی مثال۔ کوئی مرض ایسا ہو جس کی وجہ سے جماع ممکن نہ ہو یا نقصان کرے۔ زوجین میں سے

عہ مثلاً عورت کے لئے خاص حصہ میں پڑی ہو کہ مرد کا خاص حصہ اس میں داخل نہ ہو سکے یا اسی قسم

کا کوئی مرض ہو ۱۲۔

کوئی غایت درجہ کسین ہو یا مثلاً کوئی تیسرا شخص وہاں موجود ہو یا آجائے گا خوف ہو۔ اگرچہ یہ ثالث ان دونوں میں کسی کی لونڈی ہو یا مرد کی دوسری زوجہ ہو اور یا یہ ثالث نابینا ہو یا سورا ہو، ہاں اگر یہ ثالث کوئی نا سمجھ بچہ ہو یا کوئی بیہوش تو پھر مانع نہ سمجھا جائے گا یا مثلاً جماع کرنے میں کسی کا خوف ہو یا مثلاً شریعت کی طرف سے کوئی چیز جماع کو مانع ہو مثل احرام اور صوم رمضان کے یا وہ مقام جہاں زوجین ہیں مسجد ہو۔

شوہر کا عین یا خصی ہونا خلوت صحیحہ کے منافی نہیں اسی طرح مخنث ہونا بھی منافی نہیں بشرطیکہ خلوت سے پہلے اس کا مرد ہونا ظاہر ہو گیا ہو (در مختار وغیرہ) خلوت فاسدہ زوجین کا ایک جگہ جمع ہونا اس طور پر کہ کوئی چیز مانع جماع ان موانع میں سے پائی جائے۔

ف۔ ہم لفظ جماع کی بجائے خاص استراحت کا لفظ استعمال کریں گے اور بوسہ کی جگہ پر تقبیل اور عورت کے چہرے کو لمس اور شہوت کو نفسانی کیفیت لکھیں گے۔

نکاح کی ترغیب اور فضیلت

نکاح کی فضیلت بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں قرآن مجید اور احادیث کو جس نے سرسری نظر سے دیکھا ہے اس پر نکاح کی فضیلت پوشیدہ نہیں ہے اصل یہ ہے کہ جس طرح بعض مذاہب میں نکاح کو ترک کر دینا اور لذائذ زندگی سے کنارہ کش ہو جانا عبادت سمجھا

عہ اگر کوئی بے پردہ مقام ہو مثل عام شاہراہ اور میدان کے تو وہ مقام مانع سمجھا جائے گا کیونکہ وہاں کسی کے آجانے کا ظن غالب ہے، عہ بعض فقہانے لکھا ہے کہ لونڈی خواہ زوجین میں سے کسی کی ہو جماع سے مانع نہیں ہے لہذا اس کا موجود ہونا خلوت صحیحہ کے منافی نہ ہوگا مگر یہ خلاف تحقیق ہے ہمارے ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب میں بالاتفاق قائل ہیں کہ لونڈی کا موجود ہونا خلوت صحیحہ کے منافی ہے امام محمد پیشتر اس کے خلاف تھے مگر اخیر میں انھوں نے رجوع کیا قاضی خاں اور صاحب رد المحتار وغیرہ نے ایسا ہی لکھا ہے اور یہی صحیح ہے ۱۲۔ یہ شرط اس سبب سے لگائی گئی کہ اگر اس کا مرد ہوتا نہ معلوم ہوا ہوگا تو نکاح صحیح نہ ہوگا اور خلوت صحیحہ فرع اس بات کی ہے کہ نکاح صحیح ہو گیا ہو، مخنث اس کو کہتے ہیں جس میں عورت اور مرد دونوں کی علامتیں موجود ہوں اور ایک زمانہ خاص میں کس علامت کو غالب ہوتا ہو اور کسی زمانہ میں کسی کو۔

جاتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے اس کو کچھ نہیں سمجھا صاف صاف سنا دیا گیا کہ اَدْبَانِیَّةَ رِیٰضِ
 اِسْلَامِ اسلام میں تکالیف شانہ کا برداشت کرنا اور لڈا نڈ سے کنارہ کش ہو جانا عبادت نہیں
 ہے اس اعتدال اور میانہ روی کے شرف کا جو شریعت اسلامیہ کو حاصل ہے کوئی صاحب عقل
 انکار نہیں کر سکتا اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ خدا شناسی کی راہیں سب کے لئے کھلی ہیں جس طرح ایک
 فقیر گوشہ نشین اس پاک شریعت پر پورا عمل کر کے خدا کے دوستوں میں داخل ہو سکتا ہے اسی
 طرح ایک دنیا دار اہل وعیال والا بھی بے دقت اس شرف کو حاصل کر سکتا ہے، خدا کا تقرب
 اور اس کی مرضی پر پوری طرح چلنا کسی قوم کسی فرقہ کسی شخص کے ساتھ مخصوص نہ رہا اسلام میں یہ
 بہت بڑا کمال سمجھا گیا ہے کہ مشاغل میں مبتلا ہو کر یاد خدا سے غافل نہ ہو اس کی عبادت میں
 قصور نہ ہونے پائے۔

الغرض انہیں مقاصد عظیمہ کے پورا کرنے کے لئے رہبانیت کا دروازہ بند کر دیا گیا اور ہر
 امر میں میانہ روی کی ترغیب دی گئی۔ یہی باعث ہے کہ نکاح کرتا بھی ایک فضیلت قرار دیا گیا اور
 خود صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عملی طور پر رائج کیا اور تمام دنیا کو دکھا دیا کہ
 مشاغل میں رہ کے خدا پرستی اس طرح کرتے ہیں۔ خدا اور اس کی مخلوق دونوں کے حقوق
 اس طرح ادا کئے جاتے ہیں۔ کثرت ازدواج میں ایک مصلحت منجمہ مصارج کثیرہ کے یہ بھی تھی۔
 نکاح کی فضیلت کے لئے یہ بات کیا کم ہے کہ قرآن مجید میں جا بجا اس کا ذکر ہے کہیں
 تعداد ازدواج کی اجازت عطا ہو رہی ہے کہ فَاِنْ كُنْتُمْ اَطَابَ نَكَحْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَا
 ثَلٰثًا وَاَرْبَعًا جَوْعَدُ لَكُمْ بِهِنَّ کَمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور تین تین اور چار چار کہیں
 بی بیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید ہو رہی ہے کہ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ بِي بَیِّنٍ
 سے اچھی معاشرت کرو، کہیں زوجین کے حقوق تعلیم کئے جاتے ہیں کہیں مہر کے مسائل کہیں
 طلاق کے احکام کہیں عدت کے مسائل غرض نکاح کے متعلقات کا ذکر کلام پاک میں بیش از
 از بیش ہے، یہ بات کچھ کم فضیلت کی نہیں ہے سب سے زیادہ نکاح سے مانع انسان کو تنگدستی
 اور افلاس ہوتا ہے، لہذا اس کا بہت شد و مد سے دفعیہ کیا گیا۔ اور قرآن مجید میں بڑے اہتمام
 سے اس کے متعلق ایک بشارت نازل ہوئی کہ اِنْ يَكُوْنُوْا اَفْقَرًا فَيُنْفِخْهُمُ اللّٰهُ مِنْ فُقْرِهِمْ
 اگر وہ لوگ فقیر ہوں گے تو خدا ان کو اپنے فضل سے (بے باعث نکاح کے) مالدار کر دے گا اب
 اس سے زیادہ اور کیا چاہیے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو افلاس کے خیال سے اس سنت کو چھوڑے

ہوتے ہیں کیا یہ بشارت اور سچا وعدہ ان کے اطمینان کے لئے کافی نہیں ہے۔

احادیث کو اگر دیکھتے تو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل شریف پر نظر ڈالی جائے کہ آپ نے کس کثرت اور رغبت کے ساتھ نکاح کئے اس کے بعد آپ کے اقوال شریفہ پر غور کیا جائے یہاں نمونہ کے طور پر دو ایک صحیح حدیثوں کا ترجمہ درج کرتا ہوں۔

(۱) ایک مرتبہ تین شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج طاہرات سے آپ کی عبادات کی کیفیت پوچھنے آئے پھر جب ان کو آپ کی عبادات کی کیفیت بتائی گئی تو انہوں نے اس کو کم سمجھا اور کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کیونکر ہو سکتے ہیں، آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ سب معاف ہو چکے تھے (اس کے بعد) ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کرتا ہوں، تیسرے نے کہا کہ میں عورت کے پاس نہیں جاتا اور کبھی نکاح نہ کروں گا، اتنے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے یہ یہ باتیں کہیں حالانکہ خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ خاص اسی کے لئے پرہیزگاری کرنے والا ہوں مگر میں کبھی روزہ رکھ لیتا ہوں کبھی نہیں رکھتا اور رات کے وقت کچھ دیر نماز پڑھتا ہوں اور کچھ دیر سو رہتا ہوں اور عورتوں سے نکاح کرتا ہوں پس جو شخص میری سنت سے منہ پھیرے وہ میرا نہیں ہے (صحیح بخاری)

اس حدیث کا آخری جملہ سرسری نہیں ہے کیا اس سے زیادہ مسلمان کے لئے اور کوئی تہدید ہو سکتی ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے یہ فرمائیں کہ تو میرا نہیں ہے، شاید یہ حدیث ان لوگوں کو نہیں پہنچی جو اپنے زہد و تقویٰ پر فخر کیا کرتے ہیں اور بیوجہ اس سنت کو ترک کئے ہوتے ہیں اور پھر اس پر نادم نہیں ہوتے بلکہ ایک اچھی بات سمجھتے ہیں۔

(۲) علقمہ کہتے ہیں میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا کہ مقام متی میں ان سے عثمان رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی اور کہا کہ اے ابو عبد الرحمن مجھے تم سے کچھ کام ہے پس وہ دونوں تمہارے گئے، عثمان نے کہا کہ اے ابن مسعود کیا تم کو اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم کسی بکر سے تمہارا نکاح کر دیں کہ جو (عیش و عشرت) تم پہلے کیا کرتے تھے وہ تم کو یاد دلا دے۔ چونکہ عبد اللہ بن مسعود نے دیکھا کہ ان کو ضرورت نہیں ہے تو انہوں نے انکار کیا (اور) میری طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اے علقمہ چنانچہ میں ان کے پاس گیا اس وقت وہ یہ کہہ رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے جو انو! جو شخص تم میں سے نکاح کا مقدور رکھتا ہو وہ نکاح کرے اور جو نہ رکھتا

ہودہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ رکھنا اس کے لئے خصی کرنے کا فائدہ دے گا۔ اور ایک دوسری حدیث میں نکاح کی تعریف میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ وہ نظر کا (نا محرم پر پڑنے سے) باز رکھنے والا اور شرم گاہ کا (فعل حرام سے) حفاظت کرنے والا ہے۔ (صحیح بخاری)

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا میں سب چیزوں میں اچھی چیز نیک عورت ہے (صحیح مسلم) المختصر اسی قسم کی بہت سی احادیث ہیں جن سے نکاح کی فضیلت نکلتی ہے صحابہ میں ہمیشگی نہایت تلاش سے چند لوگ ایسے ملیں گے جنہوں نے نکاح نہ کیا سو وہ بھی عذر سے قالی نہ ہوں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے اس شخص کے مثل (بد نصیب) میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو بعد اس آیت کریمہ ان یتکونوا فقراء یفنیہم اللہ من فضیلہ کے (بخیاں تنگ دستی) نکاح نہ کرے۔ (مسند امام شافعی)

نکاح ہی کی ترویج کے لئے خدا کی طرف سے یہ اہتمام ہوا کہ زنا کی ممانعت کی گئی اس کے ارتکاب پر سخت سخت عذابوں کی تیر دی گئی دنیا میں بھی اس کی سزا نہایت سخت رکھی گئی کہ ایسی سخت سزا سوائے قتل انسان کے اور کسی جرم کی معلوم نہیں ہوتی 'اخری سزا کی بابت جو کچھ احادیث میں وارد ہوا ہے سب سے زیادہ میرے نزدیک یہ ہے کہ بعض احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ زنا کا مرتکب دائرہ ایمان سے خارج ہے اس سے زیادہ دنا کی مذمت اور کیا ہو سکتی ہے۔ (العیاذ باللہ منہ)

الغرض شریعت الہیہ کی پوری توجہ نکاح کی طرف مصروف ہے اس کی ترغیب و فضیلت میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا گیا اور جو جو چیزیں اس کی مانع ہو سکتی تھیں ان کا کافی انسداد کر دیا گیا اور سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ خود صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے ایسا کو زینت و عزت عطا فرمائی۔

انہیں وجہ سے فرقہ ظاہریہ کے لوگ مثل علامہ داؤد ظاہری وغیرہ کے اس امر کے قائل

عہ ایسے شخص کے بد نصیب ہونے کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ جب اللہ جل شانہ اس آیت میں وعدہ فرماتا ہے کہ اگر نکاح کر لو گے تنگ دست ہو گے تو تم ان کو اپنے فضل سے مالدار کر دینا گے تو اب نکاح کو بخیاں تنگ دستی ترک کرنا بد نصیبی نہیں تو اور کیا ہے! عہ وہ سزا ہے کہ اگر زنا کرنے والا محسن ہو تو اس کے سزا دہ مارے جائیں خواہ مرے یا زندہ ہے اور جو محسن ہو تو نصف جسم اس کا زمین میں گاڑ کر حرام لوگ اس کو پتھر ماریں یہاں تک کہ مر جائے اور حکم ہے کہ یہ دونوں سزائیں عام مجمع میں ہوں ۱۲۔

ہو گئے ہیں کہ حالت اعتدال میں نکاح (مثل روزہ نماز وغیرہ کے) فرض عین ہے اور خود حنفیہ میں بعض مشائخ اس کو فرض کفایہ کہتے ہیں اور بعض واجب اگرچہ ان کے قول پر فتویٰ نہیں ہے (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۴۲)

نکاح کے احکام

فرض ہے۔ اگر خاص استراحت مخی خواہش اس درجہ غالب ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں مبتلا ہو جانے کا یقین ہو اور مہر پر اور زہم کے نفع پر بھی قدرت حاصل ہو اور یہ خیال نہ ہو کہ بی بی کے ساتھ معاشرت عمدہ طور پر نہ کر سکے گا بلکہ اس پر ظلم کرے گا اور بد مزاجی اور کج خلقی کا برتاؤ اس کے ساتھ کرے گا۔

واجب ہے۔ اگر خاص استراحت کی خواہش غالب ہو مگر نہ اس درجہ کی کہ زنا میں مبتلا ہو جانے کا یقین ہو اور مہر اور نفقہ پر قادر ہو اور بی بی پر ظلم کرنے کا خوف نہ ہو۔
سنت ہو کدہ ہے۔ اگر اعتدال کی حالت ہو یعنی خاص استراحت کی خواہش نہ بہت غالب ہو نہ بالکل مفقود (بجز الرایق وغیرہ)

فسا۔ مستحب ہے اگر مہر و نفقہ کے لئے روپیہ پاس موجود نہ ہو تو قرض لے لے بشرطیکہ سودی قرض نہ ہو اور اس کے ادا کرنے پر قادر ہو سکے گو بالفعل قدرت نہ ہو۔ (در مختار وغیرہ)
مکروہ تحریمی ہے۔ اگر بی بی پر ظلم کا خوف ہو۔
حرام ہے۔ اگر ظلم کا یقین ہو۔

اگر خاص استراحت کی خواہش کا کمال درجہ غلبہ ہو کہ زنا میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہو مگر اس کے ساتھ ہی بی بی پر ظلم کرنے کا بھی خوف ہو تو اس صورت میں بھی نکاح حرام یا مکروہ (تحریمی) رہے گا۔ (بجز الرایق وغیرہ)

عمہ بعض لوگوں کا مزاج ایسا تند ہوتا ہے کہ ان کو غصہ میں اپنی طبیعت پر بالکل قابو نہیں رہتا اور ذرا سی بات میں غصہ آجاتا ہے ایسے لوگ کبھی یقین نہیں کر سکتے کہ ہم کسی سے دائمی تعلق پیدا کر کے اس کے ساتھ حسن معاشرت قائم رکھ سکیں گے۔ عمدہ بعض علمائے جو ایسی حالت میں نکاح کو مستحب کھاتے ہیں ان کی مراد مستحب سے سنت ہو کدہ ہے (فتح القدیر) عمدہ اسکی وجہ یہ ہے کہ نکاح نہ کرنے میں حق اللہ کے تلف ہونے کا خیال ہے اور نکاح کرنے میں حق اللہ کے تلف ہونے کا اور کلیہ قاعدہ ہے کہ حق اللہ کا زیادہ خیال کیا جاتا ہے ۱۲

نکاح کا مسنون و مستحب طریقہ

جب کوئی شخص نکاح کرنا چاہے خواہ مرد ہو یا عورت تو قبل اس کے کہ نکاح کا پیغام دیا جائے ایک دوڑ کے حالات کی اور اس کے عادات و اطوار کی خوب تحقیق کر لیں تاکہ پھر پیچھے سے کوئی امر خلاف طبع معلوم ہو کر ناموافقیت کا سبب نہ ہو جائے۔

مرد۔ کو عورت میں یہ باتیں دیکھنی چاہئیں، دینداری، حسب نسب اور حسن و جمال، نیک مزاجی، خوش خلقی میں اپنے سے زیادہ، مال و دولت، زور و قوت، قد و قامت، عمر میں اپنے سے کم، اگر کوئی عورتیں ان اوصاف کی ہوں تو ان میں سے اس کو ترجیح دے جو کم مہر پر راضی ہو جائے، جو عورت دیندار ہو مگر شکل و صورت میں اچھی نہ ہو۔ وہ ایسی عورت سے بہتر ہے جو شکل و صورت میں تو اچھی ہو مگر دیندار نہ ہو، بالآخر عورت سے نکاح کا قصد نہ کرے کیونکہ حدیث میں آیا ہے بد عورت جو بالآخر نہ ہو، خوبصورت بالآخر سے بہتر ہے۔

مرد کے لئے یہ امر بھی مسنون ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہے اس کو خود دیکھ لے۔ بشرطیکہ یہ یقین ہو کہ میں اگر اس کو پیغام دوں گا تو منظور ہو جائے گا (شامی جلد ۳ صفحہ ۲۸۴) عورت۔ کے دلی نہ ہو تو خود عورت کو مرد میں یہ باتیں دیکھنی چاہئیں، مرد کفو ہو عمر میں بہت زیادہ نہ ہو۔ جو مرد مال و دولت نسب وغیرہ میں کفو نہ ہو مگر دینداری میں کفو ہو تو وہ بہتر ہے بنسبت اس مرد کے جو اور صوب باتوں میں کفو ہو، مگر دیندار نہ ہو۔

جہاں خوب تفتیش و تحقیق سے تمام امور موافق مزاج معلوم ہوں وہاں مرد کی طرف سے

عمہ حسب کے معنی فضل و کمال عزت و وقار ایک شخص سید ہو مگر برے کام کرتا ہو کہ لوگوں کی نظر میں ذلیل ہو وہ صاحب نسب تو ہے مگر صاحب حسب نہیں ہے عمہ ان باتوں میں کم ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کو حقیر نہ سمجھے گی اور اگر ان باتوں میں شوہر کے برابر یا زیادہ ہوگی تو اس کو حقیر سمجھے گی پوسے طور پر (اطاعت نہ کریگی)۔ عمہ بالآخر ہونے کا علم اس طور پر ہو سکتا ہے کہ پہلے اسکی شادی ہو چکی ہو اور باوجودیکہ شوہر کے ساتھ بہت دنوں تک کجائی رہی ہو مگر کوئی بچہ نہ ہوا ہو ۱۲۔

لعمہ خود دیکھنا اس وقت مسنون ہے کہ جب اور کوئی صورت اسکے حالات دریافت کر سکی ممکن نہ ہو ۱۲۔

عورت کے ولی کو یا خود عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا جائے اس کو ہمارے عرف میں نسبت اور منگنی کہیں نہیں۔ مستحب ہے کہ پیغام نکاح بھیجنے سے پہلے دو لہا کا ولی یا جو محض پیغام نکاح کا بھیجتا چاہے نماز استخارہ مسنون طریقہ سے پڑھ لے بعد اس کے پیغام بھیجے، اسی طرح دو لہن کے ولی کو یا خود دو لہن کو بھی مستحب ہے کہ پہلے نماز استخارہ پڑھ لے بعد اس کے پیغام کی منظوری کا اظہار کرے۔ پیغام نکاح کے منظر ہو جانے کے بعد کوئی دن عقد نکاح کے لئے براہِ رضی طرفین مقرر کر لیا جائے۔ مستحب ہے کہ عہد کا دن ہوتا رات کے اور مہینہ میں اختیار ہے چاہے جو تاریخ جس مہینے کی مقرر کی جائے کیونکہ کوئی مہینہ کوئی دن کوئی تاریخ شریعت میں منحوس نہیں سمجھی جاتی نہ شریعت نے کسی دن کسی تاریخ کی نکاح کے لئے تخصیص کی ہے۔

عورت اگر عدت میں ہو تو عدت ختم ہو جانے کے بعد نکاح کا پیغام بھیجتا چاہیے جس عورت کے پاس ایک شخص نکاح کا پیغام بھیج چکا ہو تو جب تک اس کا سلسلہ قطع نہ ہو جائے دوسرے شخص کو اس کے پاس پیغام بھیجنا مکروہ تحریمی ہے۔

مستحب ہے کہ نکاح کی مجلس ملائم طور پر منعقد کی جائے اور اس میں طرفین کے احباب اعزہ اور نیز بعض ابرار و اخیار بھی شریک کئے جائیں (احیاء العلوم) مستحب ہے کہ نکاح مسجد کے اندر کیا جائے۔

مستحب ہے کہ اگر مجلس میں غیر لوگ بھی ہوں تو وہ لہن شریک مجلس نہ کی جائے بلکہ اس کا کوئی ولی جو پرہیزگار ہو اور طریقہ نکاح کا موافق سنت کے جانتا ہو اس کی طرف سے شریک مجلس ہو اور اگر دو لہن کا کوئی ولی نہ ہو اور وہ خود بالغ ہو تو کوئی اس کا وکیل شریک ہو ان سب مراتب کے سطرے ہو جانے کے بعد منوں ہے کہ ایک خطبہ پڑھا جائے جس میں حمد و نعت ہو اور توحید و رسالت کی

عہد ولی تاریخ کا منحوس سمجھنا بخیر میں کی تقلید ہے جس کی سخت ممانعت ہماری شریعت میں ہے اسلام نے جہاں وہ امور میں توحید کی بنیاد ڈالی ہے وہاں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ سوائے ایک خدا کے کسی کو ضرر پہنچانے والا اور نفع دینے والا نہ سمجھو۔ سب کی نبی اسی کے ہاتھ میں ہے جس کو وہ نفع پہنچاتا ہے کوئی دن یا تاریخ اسے روک نہیں سکتا۔ اسی طرح اس کی حضرت کو بھی کوئی دفع نہیں کر سکتا، مسلمانوں میں دن تاریخ کے سعد و نحس ہونے کا خیال ہندوؤں کے اعتلاط سے پیدا ہو گیا ہے اس کو ترک کرنا چاہیے ۱۲۔

عہد حدیث میں اس کی بہت ممانعت آئی ہے اس حرکت سے دو مسلمانوں میں رنجش پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے ۱۲۔

شہادت ہو اور خدا سے ڈرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی اور عہد و اقرار پر قائم رہنے کی ترغیب ہو، نکاح بھی ایک معاہدہ ہے وہ بھی اس عہد و اقرار کے ضمن میں آجائے گا اور زیادہ مناسب ہے کہ یہ خاص خطبہ پڑھا جائے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مُحَمَّدًا وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَعِيْزُكَ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ
اَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِيْ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَكَ وَمَنْ يُّضِلِّ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ
لَكَ وَاشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
وَرَسُوْلُهٗ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا
زَوْجًا ذَكَرًا وَّمِنْهَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً وَاَتَقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَاَلَا رَحْمٰتُ اللّٰهِ
كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تَقَاتِهٖ وَلَا تَمُرُّنَّ بِالْاَعْيُنِ
مُسْلِمُوْنَ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَتَقُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُضِلُّ لَكُمْ
اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا
عَظِيْمًا ط -

علامہ طحاوی نے حصن حصین سے نقل کیا ہے کہ یہ وہی خطبہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
پڑھا کرتے تھے۔ مشکوٰۃ میں یہ خطبہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے منقول ہے۔
یہ خطبہ پڑھا جائے جو حسب نقل مواہب لدنیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ زہرا رضی اللہ
عنها کے نکاح کے وقت پڑھا تھا وہ خطبہ یہ ہے۔

عہد ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے ہم اس کی تحریف کرتے ہیں اور اس سے مدد مانگتے ہیں اور اس سے معافی چاہتے
ہیں اور ہم اپنے نفسوں اور برے اعمال کی آفتوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں (اور یہ جانتے ہیں) کہ جس کو اللہ ہدایت
کئے اس کا کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور میں اس بات کی
شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا فریک نہیں (اور یہ بھی) شہادت دیتا ہوں کہ محمد
سکے بندہ اور اسکے پیغمبر ہیں اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص (یعنی آدم) سے پیدا کیا اور اس سے
آئی بی بی کو نکالا اور ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلادیں اور اس اللہ سے ڈرو جس کے واسطے
تم باہم سوال کرتے ہو، اور قرابتوں کے (حق تعالیٰ) سے (بچو) بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے۔ اے مسلمانوں اللہ سے ڈرو جیسا
اس سے ڈرنا چاہیے اور نہ مرد مگر بحالت اسلام۔ اے مسلمانوں اللہ سے ڈرو اور مضبوط بات کہو تاکہ اللہ تمہارے اعمال کی
اصلاح کر دے اور تمہارے گناہوں کو بخش دے اور یاد رکھو کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کی وہ بڑی کامیابی
کو پہنچا ۱۲۔

أَكْبَدُ لِلَّهِ الْمَعْبُودِ بِعِزَّتِهِ الْمَعْبُودِ بِقُدْرَتِهِ الْمَطَاعِ بِسُلْطَانِهِ الْمَرْهُومِ
 مِنْ عَذَابِهِ وَسَطْوَتِهِ الْمَأْخُذِ الْمَرْوَةِ فِي سَمَائِهِ وَارْضِهِ الَّذِي خَلَقَ الْخَلْقَ
 بِقُدْرَتِهِ وَمَيَّزَهُمْ بِأَحْكَامِهِ وَأَعَزَّهُمْ بِدِينِهِ وَالْكَرَمِ بِسَبَبِهِ
 مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَظَمَتُهُ
 جَعَلَ الْمُصَاهَرَةَ سَبَبًا لِجِقَاوَةِ أَمْرٍ مَقْتَرِضًا أَوْ شَمَحٍ بِهِ الْأَرْحَامَ وَالْكَرَامَ
 الْأَنَامَ فَقَالَ عَزَمِينَ قَائِلٍ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا وَجَعَلَهُ نَسَبًا
 وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا فَأَمَرَ اللَّهُ تَعَالَى بِحَجْرِي إِلَى تَضَائِهِ وَقَضَائِهِ
 بِحَجْرِي إِلَى قُدْرَةِ وَبِكُلِّ تَضَائِهِ قَدْرًا وَبِكُلِّ قَدْرٍ أَجَلٌ وَبِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ بِحُجُورِ
 اللَّهِ مَا يَشَاءُ وَيُؤْتِي وَيُعْطِي وَأَمَّا الْكِتَابُ ط

نکاح کا خطبہ خود تو مسنون ہے مگر اس کا سننا حاضرین پر واجب ہے اور کچھ تخصیص خطبہ
 نکاح کی نہیں بلکہ تمام خطیبوں کا یہی حال ہے خواہ وہ فی نفسہ مسنون ہوں یا واجب مگر ان کا اول
 سے اخیر تک سننا حاضرین پر بہر حال واجب ہے (طحطاوی شرح مراقی الفلاح صفحہ ۴۱۲)
 مسنون ہے کہ خطبہ نکاح کا وہ شخص پڑھے جو دوہن کا ولی ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

عہ ترجمہ۔ ہر طرح کی تعریف اللہ کو سزاوار ہے جو اپنی نعمت کے سبب سے سب کا محمود ہے اپنی
 اپنی قدرت کی وجہ سے سب کا معبود ہے، اپنے غلبہ کی وجہ سے سب کا مطاع ہے اس کے عذاب اور
 قہر سے لوگ ڈرتے ہیں اس کا حکم اس کے آسمان اور اس کی زمین میں جاری ہے اس نے مخلوقات کو اپنی
 قدرت سے پیدا کیا اور اپنے احکام سے ان کو امتیاز دیا اور اپنے دین سے ان کو عزت دی اور اپنے نبی صلی
 اللہ علیہ وسلم سے ان کو شرف کیا، بیشک اللہ نے (بزرگ ہے نام اس کا اور بزرگ ہے عظمت اس کی
 رشتہ) کو امر شدنی اور ضروری کام قرار دیا ہے اس سے قرابتوں کو زینت دی ہے اور لوگوں پر لازم کر دیا
 ہے چنانچہ اس نے کہا ہے (وہ ہر کہنے والے سے بزرگ ہے) اس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا اور اس کے
 لئے نسب اور سسرال بنائی اور تمہارا پروردگار قدرت والا ہے پس اللہ تعالیٰ کا حکم اس کی رضا کی طرف جاری
 ہے اور اس کی رضا اس کی قدرت کی طرف جاری ہے اور ہر قضا کا ایک انداز ہے اور ہر انداز کی ایک میعاد ہے
 اور ہر میعاد کے لئے ایک نوشتہ ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور
 اس کے پاس اصل کتاب (یعنی لوح محفوظ) ہے۔ ۱۲۔

حضرت قاضی زہرا کے نکاح کے وقت خود ہی خطبہ پڑھا تھا جیسا کہ مواہب لدنیہ وغیرہ میں مذکور ہے ہاں اگر کوئی جاہل شخص ولی ہو یعنی خطبہ نہ پڑھ سکتا ہو تو پھر اور کسی شخص سے خطبہ پڑھوا سکتے ہیں جب خطبہ تمام ہو جائے تو عورت کا ولی دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنا کر دوہما سے یا اس کے ولی سے مخاطب ہو کر کہے کہ میں نے فلاں عورت کا جس کا نام یہ ہے تمہارے ساتھ یا تم جس کے ولی ہو اس کے ساتھ اس قدر نہر کے عوض میں نکاح کر دیا دوہمایا اس کا ولی اس کے جواب میں کہے کہ میں نے منظور کر لیا، اسی باہمی گفتگو کا نام ایجاب و قبول ہے، جب گفتگو ہو چکی ہو تو نکاح ہو گیا۔ عورت کا ولی اگر خود اتنا سلیقہ نہ رکھتا ہو کہ ایجاب و قبول کرے تو کسی اور شخص کو اپنی طرف سے وکیل کر دے وہ وکیل نکاح کر دے یعنی ایجاب و قبول کر دے مگر اس صورت میں یہ شرط ہے کہ ایجاب قبول کے وقت ولی خود بھی موجود رہے یا دوہمن بالغہ ہو تو اس وکیل کو بلا واسطہ دوہمن سے اجازت و کالت کی دلاوے گواہوں کو اور دوہمایا اس کے ولی کو دوہمن کا نام اور اس کے باپ کا نام بتا دے محلہ اور پیشہ وغیرہ کی ضرورت ہو تو یہ بھی بتا دے تاکہ کسی قسم کا شبہ نہ رہ جائے اور وہ لوگ خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ فلاں عورت کا نکاح ہے۔

مستحب ہے کہ پرہیزگار آدمی گواہ بنائیں جائیں نہ فاسق۔

نکاح کے وقت جو ہمارے ملک ہندوستان کے اکثر مقامات میں دستور ہے کہ نکاح پڑھا دے دوہما سے تجدید ایمان کے کلمات پڑھوا جاتے ہیں یعنی اب سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور آمنت باللہ وغیرہ کہلاتے ہیں یہ امر نہ مسنون ہے نہ مستحب ہے غالباً اس کی مصلحت یہ ہے کہ بعض اوقات لاعلمی کی وجہ سے آدمی کی زبان سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جن سے مرتد ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور چونکہ وہ ناواقف ہے تو یہ بھی نہیں کرتا ایسے وقت میں نکاح کی صحت میں تردد ہو گا کیونکہ مرتد کا نکاح مسلمان کے ساتھ نہیں ہوتا۔ لیکن یہ مصلحت ہے تو دوہمن سے

عہ اس کی وجہ سے ہے کہ اس صورت میں ولی نکاح کا وکیل ہے اور نکاح کے وکیل کو یہ بات جائز نہیں ہے کہ اپنی طرف سے کسی اور کو وکیل کر دے اور اگر کر دے گا تو اس دوسرے وکیل کا نکاح کرنا اسی وقت جائز سمجھا جائے گا جب پہلے وکیل کے سامنے کرے یہ ہجرتیہ قاضی خاں میں صاف مذکور ہے مگر اکثر لوگ ناواقفی سے اس کا خیال نہیں رکھتے۔ عہ فاسق کی گواہی نکاح کے معاملہ میں امام شافعی کے نزدیک درست نہیں اور یہ کلیہ قائم ہے کہ دوسرے مذہب کی روایت مستحب ہے بشرطیکہ اپنے مذہب کا کوئی امر مکروہ نہ لازم آتا ہو۔

بھی تجدید ایمان گزانی چاہیے۔ مگر پھر بھی اس دستور کو ایسا لازم سمجھ لینا کہ ہر شخص کے ساتھ اس کا عمل کرنا
کیا جائے خواہ وہ ذی علم بھی ہو، محتاط بھی ہو یہ محض نادانی ہے اور اگر اس کو مسنون یا مستحب سمجھ لیا
جائے تو بدعت ہو جائے گا۔

مہر جہاں تک ہو کم باندھا جائے اور مقدور سے زیادہ ہرگز نہ ہونے پلے زیادہ مہر باندھنے
میں کوئی خوبی نہیں ہے بلکہ نہایت مناسب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات یا بنات
طیبات کے مہروں میں سے کسی مہر کو اختیار کرے انشاء اللہ باعث برکت ہوگا، ہم انشاء اللہ تعالیٰ
مہر کے بیان میں ایک نقشہ بنائیں گے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج و بنات کے
مہر انگریزی روپیہ مروجہ ہند کے حساب سے تحقیق کر کے لکھ دیں گے، نکاح ہو جانے کے بعد
چھوہارے کا ایک طبق لٹا دینا مستحب ہے۔

نکاح ہو جانے کے بعد اعتراف اور احباب زوجین کو یا ان کے اولیاء کو مبارک باد دیں۔ اس
طرح کہ اللہ تم کو یہ نکاح مبارک کرے اور تم دونوں میں موافقت اور مہلائی کے ساتھ کجائی رکھے
یہ مبارکبادی مستحب ہے۔ (وہ اصول الامانی یا سول التہامی)
نکاح ہو جانے کے بعد بغرض اعلان دف کا بجانا بشرطیکہ اس میں تھانجہ نہ ہو جائز ہے، دف
کا آراستہ کر کے رخصت کرنا مستحب ہے۔

شب زفاف یعنی اس رات کے بعد جس میں زوجین کی کجائی ہو شوہر کو چاہیے کہ اپنے اعزہ و
احباب وغیرہ کی حسب استطاعت دعوت کرے یہ دعوت ولیمہ کے نام سے مشہور ہے۔ سنت
موکدہ ہے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر برابر التزام رہا اور اپنے صحابہؓ کو بھی تاکید فرماتے رہے۔

رسوم

جس قدر امور نکاح کے وقت مسنون و مستحب ہیں وہ صرف اسی قدر ہیں جو بیان ہو چکے ہیں

عہ یہ کتاب نہایت نفیس ہے، علامہ سیوطیؒ کی تصنیف ہے، اس میں تمام ان باتوں کا ذکر ہے جن کا مولیٰ
پر مبارک باد دینا مسنون ہے ۱۲۔ عہ بعض غیر محققین کا خیال ہے کہ نکاح میں دف بجانا مستحب ہے یہ
صحیح نہیں حنفیہ کے نزدیک فنا اور ہمز امیر دونوں مطلقاً مکروہ تحریمی ہیں یہی صحیح ہے میں نے اس مسئلہ کی
تحقیق میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام رفع النزاع عما یخلق بالسماء ہے ۱۲۔

بارک ہیں وہ نکاح کی مجلسیں جن میں صرف انہیں امور پر اکتفا کی جائے، بابرکت ہیں وہ نکاح جن کے انعقاد کے وقت سوا طریقہ مسنونہ کے اور کوئی رسم نہ ہونے پائے۔

میں بہت افسوس کرتا ہوں کہ ہندوستان میں نکاح جیسا پاکیزہ معاملہ ہندوؤں کی ناپاک رسموں اور ملکی رواج سے محفوظ نہیں رہا یعنی ان رسموں نے اسلام کے عساف اور بے تکلف معاملات چمکتے ہوئے چہروں پر ایک نہایت کشیف پر وہ ڈال دیا ہے، اب اگر کوئی ان معاملات کی اصلی صورت دیکھنا چاہے جو قرن اول میں تھی تو شاید اس کو محرومی کے سوا کچھ بھی نصیب نہ ہو۔ افسوس صد افسوس۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سچے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کبھی اس بات کو گوارا نہ کریں کہ ان کے عبادات یا معاملات میں غیر قوموں کی اختراعی رسوم مختلط ہو جائیں۔ وہ کیسے مسلمان ہیں جو اپنے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو چھوڑ کر غیر قوموں کی رسوم سے اپنا دل خوش کرتے ہیں حالانکہ خدائے تعالیٰ جانتا ہے کہ آج تک دنیا کی بڑی سے بڑی مہذب اور تعلیم یافتہ قومیں اسلام کے حکیمانہ اور بے تکلف اصول و فروع سے سبق لے رہی ہیں۔

شاہی اور مہیاہ میں جس قدر رسمیں رائج ہیں ان سب کا احاطہ نہیں کر سکتے ایک کلیہ قاعدہ لکھے دیتے ہیں جو رسوم فی نفسہ جائز ہوں جیسے دولہن کا مانجھے میں بٹھانا، دولہا کو بطور سلامی کے کچھ دینا وغیرہ ایسی رسموں کو اگر کر لیا جائے تو کچھ ہرج نہیں مگر ان پر بھی ایسا التزام کرنا جس سے لوگوں کو رسوم کے مسنون یا مستحب یا شرط نکاح ہونے کا شبہ ہونا جائز ہے اور جو رسوم فی نفسہ ناجائز ہیں (جیسے ناچ گانا آتشبازی وغیرہ) کا چھوڑنا نہ صرف حاجت روشنی کرنا، محرموں کا سامنے آنا، غیر عمدہ تون سے ہنسی مذاق وغیرہ وغیرہ) ان کا کرنا کسی حالت میں جائز نہیں پس اگر تمام رسموں کو نہ چھوڑ سکے تو ان رسموں کو ضرور چھوڑ دے جو فی نفسہ ناجائز ہیں۔

۱۱۔ ہندوستان کے اکثر مقامات میں دستبرد ہے کہ لڑکی کو نکاح کی تاملخ سے کچھ دن پہلے مکان کے گوشہ میں بٹھا دیا جاتا ہے پھر وہ نہ کسی بڑے کے سامنے لولہتی ہے نہ چلتی ہے نہ کھاتی ہے اسی کو مانجھے میں بٹھانا کہتے ہیں ۱۲۔
۱۳۔ عسہ غیر عورتوں سے ہنسی مذاق کا ہمارے ملک میں ایسا رواج ہے کہ اب عوام الناس اس کو جائز سمجھتے ہیں بھاروچ سے اور سالی سے تو مذاق کا رشتہ ہی خیال کیا جاتا ہے حالانکہ یہ بالکل ناجائز ہے اپنی منکوحہ کے سوا کسی عورت سے مذاق ایک لفظ بھی کہنا جائز نہیں احادیث میں صاف صاف اسکی ممانعت ہے ۱۲۔

ہمارے یہاں ہر مقام پر کوئی نہ کوئی شخص نکاح پڑھانے والا مقرر ہوتا ہے اس کو قاضی کہتے ہیں
عام لوگوں کا خیال ہے کہ اگر اس کے سوا دوسرے شخص نکاح پڑھا دے یا زواجین خود ایجاب و قبول کر لیں
تو نکاح نہ ہوگا یہ محض جہل ہے بلکہ مسنون ہی ہے کہ دوہن کا ولی خود ہی خطبہ پڑھے خود ہی نکاح
پڑھائے ہاں یہ قاضی ان لوگوں کے مفید مطلب ہیں جو جاہل ہوں نکاح کا طریقہ نہ جانتے
ہوں جیسے دیہاتی گنوار۔

نکاح کا طریقہ اور اس کے سنن و مستحبات بیان ہو چکے اب ہم نکاح کے شرائط نکھتے ہیں اور
انہیں کے ضمن میں انشاء اللہ تعالیٰ نکاح کے تمام مسائل بہت خوش اسلوبی سے آجائیں گے۔

نکاح کے ارکان اور اس کے صحیح ہونے کی شرطیں

نکاح کا ایک رکن ہے ایجاب و قبول۔ اسی ایجاب و قبول کے مجموعہ کا نام نکاح ہے صرف
ایکبار ایجاب و قبول سے نکاح ہو جاتا ہے تین مرتبہ اس کی تکرار کرنا جیسا کہ مروج ہے بالکل بے
ضرورت ہے اور اس کے صحیح ہونے کی شرطیں سات ہیں جو ذیل میں مذکور ہوتی ہیں۔

(۱) دو گواہ۔ اگر ایک بھی گواہ نہ ہو یا صرف ایک ہو تو نکاح نہ ہوگا۔

(۲) عورت کا محرمات میں سے نہ ہونا۔

(۳) نابالغ اور مجنون اور غلام کے لئے ان کے اولیاء کی اجازت، نابالغ کے لئے اس کے

ولی کی اجازت شرط نفاذ ہے۔

(۴) عورت کے لئے اگر وہ غیر کفو سے نکاح کرنا چاہے تو ولی کی رضا مندی عورت بالغ ہو یا

نابالغہ ہر حال میں غیر کفو سے نکاح کرنے کے لئے ولی کی رضا مندی شرط ہے ولی راضی نہ ہوگا تو

نکاح صحیح نہ ہوگا۔

۷۔ ارکان جمع رکن کی ہے رکن اور شرط میں فرق یہ ہے کہ رکن ہر چیز کا اسکی ذات میں داخل ہوتا ہے یعنی اسکا جز ہوتا ہے بخلاف

شرائط کے کہ وہ اپنے مشروط کی ذات سے خارج ہوا کرتی ہے مثلاً قیام، رکوع، سجود تو نماز کے رکن ہیں یعنی نماز سے مرکب ہے

اور یہ نماز کے جز ہیں اور طہارت نماز کی شرط ہے نماز اس سے مرکب نہیں اور نہ وہ نماز کی جز ہے ۱۲۔

۸۔ یہ قول بواسطہ حسن بن زیاد کے امام ابو حنیفہ سے منقول ہے اس زمانہ میں اسی پر فتویٰ ہے (در المختار) اور المختار

فتح القدیر) اس کے مقابل میں امام محمد نے اپنی کتابوں میں امام ابو حنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایسی حالت میں بھی

بالغہ عورت کا نکاح جائز ہے گو ولی کی اجازت و رضا مندی نہ ہو ۱۲۔

(۵) عاقل بالغ ہونا اگر کوئی شخص اپنا نکاح خود کرے تو خود اسی کا عاقل ہونا اور اگر اس کا ولی اس کا نکاح کرتا ہو تو ولی کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے وکیل کا بالغ ہونا شرط نہیں! ہاں عاقل ہونا اس کا بھی شرط ہے۔ لہذا اگر بچہ وکیل بنا دیا جائے تو درست ہے (بجرا لائق)۔

(۶) مہر کے نہ دینے کی نیت نہ ہونا۔ اگر یہ نیت ہو کہ مہر دیا ہی نہ جائے گا تو عورت راضی بھی ہو جائے تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔

(۷) نکاح کو کسی مدت کے ساتھ مقید نہ کرنا جو نکاح کسی مدت کے ساتھ مقید ہو خواہ وہ مدت تھوڑی ہو مثلاً یوں کہا جائے کہ دو برس کے لئے نکاح کرتا ہوں یا مدت زیادہ ہو۔ مثلاً یوں کہے کہ دو سو برس کے لئے نکاح کرتا ہوں یا مدت بالکل بچھول ہو۔ مثلاً یوں کہے کہ جس وقت تک فلاں زندہ ہے اس وقت تک کے لئے نکاح کرتا ہوں، بہر حال یہ نکاح صحیح نہ ہوگا اس نکاح کو منقہ کہتے ہیں۔

عہ کسی جہاد میں تہجد کی وجہ سے صحابہ فرسخت پریشان ہو گئے تھے یہاں تک کہ بعض لوگوں نے جناب سائہ اب صلی اللہ علیہ وسلم سے خستی کرانے کی اجازت طلب کی اس وقت حضرت نے انکو منع کر نیکی اجازت دیدی تھی ضرورت رفع ہو جائیکے بعد آپ نے پھر اسکو حرام کر دیا بہت سی صحیح احادیث کتب صحاح ستہ وغیرہ میں متبرکھا سے روکی ہیں جو منقہ کی حرمت پر دلیل طلعی ہیں رہ گئی یہ بات کہ وہ کولسا جہاد تھا جس میں منقہ کی اجازت دی گئی تھی روایات اس میں مختلف ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ خیبر میں اس کی اجازت دی گئی تھی پھر حرام کر دیا گیا بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ میں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ ادھاس میں تحقیق یہ ہے کہ منقہ کی تحلیل و تحریم کئی بار ہوئی پہلے جنگ خیبر میں جو شہ کا واقعہ ہے پھر فتح مکہ میں جو شہ کا واقعہ ہے پھر جنگ ادھاس میں کہ وہ بھی شہ کا واقعہ ہے اور اس جنگ ادھاس میں تین دن کے بعد ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا۔ علامہ شاہی نے رد المحتار میں ابن حاتم سے جو نقل کیا ہے کہ منقہ کی حرمت حجۃ الوداع میں ہوئی صحیح نہیں ہے جنگ ادھاس میں اس کی حرمت ہمیشہ کے لئے ہو چکی تھی جیسا کہ احادیث کے تتبع سے ظاہر ہے الوداع کی ایک حدیث میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے مگر اس میں صرف اسی قدر ہے کہ منقہ کی حرمت حجۃ الوداع میں ہوئی۔ راوی کی غلط فہمی ہے حجۃ الوداع میں تحریم جدید نہیں ہوئی بلکہ اسی حرمت سابقہ واقعہ جنگ ادھاس کا اعلان حجۃ الوداع میں کیا گیا تھا اس میں مصلحت یہ تھی کہ حجۃ الوداع میں مسلمانوں کا مجمع بہت تھا لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور ہوا کہ منقہ کی حرمت سے تمام مسلمان واقف ہو جائیں، راوی کو پہلے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸۹ کا) سے منقہ کی حرمت کا علم نہ ہوگا، وہ یہ سمجھا کہ اس کی حرمت اب ہوتی ہے اس قسم کی غلطی بشر سے اکثر ہو جاتی ہے کوئی عجیب نہیں ہے۔

صاحب ہدایہ نے جو امام مالک کی طرف جواز منقہ کی نسبت کی ہے اس پر تمام فقہانے ان کی سخت گرفت کی ہے، ہدایہ کے بعد فقہ کی جتنی بڑی بڑی کتابیں تالیف ہوئیں تقریباً سب میں ہدایہ کی اس غلطی کا بیان کرنا لازم سمجھا گیا ہے درحقیقت یہ غلطی ان سے سخت ہوئی۔ مگر متضادے بیشتریت تمام اہل اسلام کا منقہ کی حرمت پر اجتماع ہے کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا فقہا کیا محدثین صحابہ رضی اللہ عنہم میں صرف ابن عباس پہلے بحالت اضطرار منقہ کو جائز سمجھتے تھے۔ مگر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر ان کو سخت تہدید کی اور منقہ کی حرمت قطعی وابدی سے ان کو واقف کیا تو انھوں نے اپنے قول سے رجوع کیا، ابن عباس کا رجوع کرنا حدیث و فقہ کی کتابوں میں مذکور شیعوں کا یہ کہنا ہے کہ منقہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حرام کیا ہے یہ محض غلط ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منقہ کو حرام کرنے کا کیا اختیار تھا ہاں انھوں نے جس طرح اور اسلامی احکام کی تسلیح میں ایک بڑا حصہ لیا ہے، قرآن مجید کی جمع و ترتیب حدیث و فقہ کی تعلیم کی اشاعت انھیں نے دی اور کبھی بہت سے جزئی مسائل میں انھوں نے بڑی بڑی کوششیں کیں اسی طرح منقہ کی حرمت کے اعلان میں بھی انھوں نے کوشش کی ان کا آخری اعلان یہ تھا، اگر میں نے سنا کہ کسی نے منقہ کیا ہے تو میں اس کو زنا کی سزا دوں گا، بعض لوگ جو منقہ کی حرمت سے اس وقت تک واقف نہ تھے وہ اب واقف ہو گئے الغرض انھوں نے صرف اتنا ہی کام کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک حکم کی تبلیغ کر دی اور ایسی کوشش کی کہ منقہ کی حرمت کی صداہر کان میں گونج گئی، افسوس وہ فتنی کے منادی کی آواز جو پہاڑوں اور جنگلوں اور دریاؤں میں اب تک گونج رہی ہے شیعوں کے کان تک نہیں پہنچی لہذا آذان کا یسمعون بجا پہنچی اور بیشک پہنچی مگر جس طرح انھوں نے خدا و رسول کے احکام کو سنا ان سنا کر دیا اور سمعنا و عصینا کے مصداق بنے اس حکم میں بھی انھوں نے ایسا ہی کیا مسلمانوں میں ان کے سوا کوئی منقہ کی حرمت کا منکر نہیں ہے، منقہ کی حلت پر ان کا اصرار رہا ہے گزر گیا ہے منقہ کو نہ صرف وہ جائز ہی کہتے ہیں بلکہ اس کے وہ فضائل بیان کرتے ہیں جو شاید کسی بڑی عبادت میں بھی نہ ہوں گے میں نے شیعوں کی کتابیں دیکھی ہیں خدا کی شان ہے کہ انھیں کی صحیح احادیث میں ائمہ سے منقہ کی حرمت منقول ہے جس کا جواب ان کے پاس سوا اس کے کچھ نہیں ہے کہ یہ حکم ائمہ نے بطور تفسیر کے دیا ہے یعنی کسی مصالحت سے قبل اس مسئلہ بیان کر دیا ہے۔ عجیب لطف ہے کہ بعض شیعوں کو یہ آرزو ہوئی کہ اہل سنت کی کتابوں سے منقہ کی حلت ثابت کریں مگر سوا اس کے کہ صحیح ابواب آورد آرزوئے محال (بقیہ بر صفحہ ۶۹۱) پر

شرائط کی تو او معلوم ہو چکی اب ہم ہر شرط کے تفصیلی احکام و مسائل بیان کرنے ہیں۔

ایجاب و قبول

ایجاب و قبول کے صحیح ہونے کے لئے قیامی ضروری ہیں۔

(۱) ایجاب و قبول دونوں یاد و نول میں سے ایک ماضی کے لفظ سے ادا کئے جائیں یعنی ایسا لفظ ہو جس سے یہ بات سمجھی جائے کہ نکاح ہو چکا دونوں کے ماضی ہونے کی مثال عاقدین میں سے کوئی چاہے کہ میں نے اپنا یا اپنے مائل کا یا اپنی بیٹی کا تیرے ساتھ نکاح کر دیا۔ دوسرا کہے کہ میں نے منظور کیا اور کوئی لفظ اس کے ہم معنی دونوں میں سے ایک کے ماضی ہونے کی مثال

(۱) ایک کہے کہ تو اپنا نکاح میرے ساتھ کر لے دوسرا کہے کہ میں نے کر لیا (۲) ایک کہے کہ میں تیرے ساتھ اپنا نکاح کرتا ہوں دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا ان دونوں مثالوں میں صرف قبول کی عبارت ماضی ہے (۳) ایک کہے کہ میں نے تیرے ساتھ اپنا نکاح کر لیا دوسرا کہے کہ مجھے منظور ہے یہ کہے کہ میں منظور کرتا ہوں اس مثال میں صرف ایجاب کی عبارت ماضی ہے۔

(۲) ایجاب و قبول دونوں بذریعہ نفل کے ادا کئے جائیں نہ بذریعہ فعل کے مثلاً کوئی شخص عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ اپنا نکاح کر لیا اور یہ تیرا مہر ہے عورت زبان سے

(بعضیہ حاشیہ صفحہ) اور کچھ نتیجہ نہ ہوا چونکہ یہ مقام اس قسم کے مضامین کیلئے مناسب نہیں ہے اس لئے ہم زیادہ

کھنا نہیں چاہتے بغرض علم صرف اسی قدر کافی ہے جو ہم نے لکھا یا ۱۲

داخل رہے کہ قرآن مجید کی آیتیں بھی اس کی حرمت کو صاف صاف بیان کر رہی ہیں قولہ تعالیٰ واحل لکم ما و اول ذلکدان تبخوابا موالکم محضتین غیرہ صاحبین ترجمہ اور مذکورہ اذ عورتوں کے علاوہ اور عورتوں سے نکاح تہائے لئے جائز کر دیا گیا بلکہ تم اپنے مال (یعنی مہر) کے بدلہ میں ان سے نکاح کرنا چاہو تو میں رکھتے ہیں شہوت پرستی کے ارادہ سے اس آیت سے منقہ کی حرمت ظاہر ہے کیونکہ منقہ سے قید میں لانا مقہود نہیں ہوتا بلکہ شہوت پرستی ۱۲

عہ اس صورت میں اگر قول اول امر کا صیغہ ہو (مثلاً مرو کہے کہ تو میرے ساتھ اپنا نکاح کر لے اور عورت کہے میں نے قبول کیا) تو فقہاء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ لفظ امر ایجاب نہیں ہے بلکہ وہ ایک قسم کی توکیل ہے صاحبہ یا یہ اسی طرف ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نکاح و طلاق وغیرہ میں لفظ امر کا بھی ایجاب ہے صاحب کنزالذائق اسی طرف میں صاحب بھرا لائق نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے صاحب فتح القدیر نے بھی اس کو احسن لکھا ہے اسی سبب ہم نے بلا تفصیل یہ لکھ دیا ہے کہ چاہے دونوں ماضی ہوں یاد و نول میں سے ایک ۱۱۔

کچھ نہ کہے اور مہر سے لے تو اس صورت میں ایجاب و قبول صحیح نہ ہوگا، اسی طرح اگر عورت کسی مرد سے کہے کہ میں نے اس قدر مہر کے عوض میں تیرے ساتھ نکاح کیا مرد زبان سے کچھ نہ کہے مگر مہر دینے سے تو ایجاب و قبول صحیح نہ ہوگا کیونکہ ان دونوں صورتوں میں ایجاب اگرچہ لفظ سے ادا کیا گیا ہے مگر قبول بذریعہ فعل کے ادا کیا گیا ہے کتابت بھی لفظ کے حکم میں ہے بشرطیکہ کاتب وہاں موجود نہ ہو اور اپنی تحریر دو گواہوں کو سنا دے اور رکھا دے اور ان کو اس پر گواہ کر دے مثلاً کوئی شخص کسی عورت کو یہ لکھ کر بھیجے کہ میں نے تیرے ساتھ اپنا نکاح کر لیا اور عورت دو آدمیوں کو گواہ بنا کر یہ کہے کہ بذلل شخص کی یہ تحریر میرے پاس آئی ہے لہذا میں اس سے نکاح کرتی ہوں تو ایجاب و قبول صحیح ہو جائے گا اور اگر کاتب وہاں موجود نہ ہو تو پھر کتابت لفظ کے حکم میں نہیں ہے بلکہ فعل کے حکم میں ہے، ایجاب و قبول کا اس کے ذریعہ ادا کرنا درست نہ ہوگا، ہاں جو شخص گونگا ہو اس کے لئے ایجاب یا قبول کا بذریعہ لفظ کے ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ بذریعہ اشارہ کے کافی ہے بشرطیکہ وہ اشارہ پہلے سے معین ہو۔ (رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۲۵۵)

(۳) ایجاب کی عبارت پوری ادا ہو چکنے کے بعد قبول کی عبارت ادا کی جائے مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں تیرے ساتھ نکاح کرتا ہوں ستور و پیہ مہر کے عوض میں عورت قبل اس کے کہ مرد ستور و پیہ مہر کا لفظ منہ سے نکالے یہ کہے کہ میں نے منظور کیا تو اس صورت میں قبول صحیح نہ ہوگا کیونکہ ابھی ایجاب کی عبارت تو تمام نہ ہوئے پائی تھی کہ قبول کی عبارت ادا کر دی گئی ایجاب کی عبارت تمام اس وقت سمجھی جائے گی کہ جب ایجاب کرنے والا اس کے بعد کوئی بات ایسی کہنا نہ چاہتا ہو جو گذشتہ عبارت کی معنی میں تغیر پیدا کر دے مثلاً صورت مذکورہ میں ستور و پیہ مہر کی عبارت اگر نہ بولی جاتی تو مہر مثل واجب ہوتا خواہ وہ تنو کا ہو یا کم زیادہ مگر اس عبارت نے اس کے معنی کو بدل دیا اب جیسے مہر مثل کے ستور و پیہ واجب ہوں گے لہذا اس صورت میں قبول صحیح نہ ہوگا بلکہ قبول کرنے والے پر لازم ہے کہ ایسی حالت میں پھر دوبارہ قبول کی عبارت بولے۔

(۴) ایجاب و قبول دونوں ایک ہی مجلس میں ادا کئے جائیں، اگر عاقدین میں سے کوئی اس

عیہ وہاں موجود نہ ہو لے گا یہ مطلب ہے کہ مجلس نکاح میں نہ ہو اگرچہ اسی مہر میں موجود ہو (شامی) ۱۲
 معین ہو لے گا یہ مطلب ہے کہ لوگ جانتے ہوں کہ جب کسی بات کو یہ شخص منظور کرتا ہے تو اس قسم کا
 اشارہ کرتا ہے جب کسی بات کو نامتناہی کرتا ہے تو اس قسم کا ۱۲۔

مقام میں موجود نہ ہو بلکہ اس نے اپنی تحریر بھیجی ہو تو وہ تحریر جس مجلس میں پڑھی جائے اسی مجلس میں قبول کا ہونا ضروری ہے، ایجاب و قبول کا متصل ہونا ضروری نہیں اگر ایک ہی مجلس میں ایجاب و قبول ہوں گو دونوں میں بہت کچھ فصل ہو جائے گا جو صحیح و درست ہے۔

مجلس کے ایک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب اور قبول کے درمیان میں کوئی ایسا فعل نہ ہونے پائے جو ایجاب سے اعراض پر دلالت کرتا ہو اگرچہ بقصد اعراض نہ کیا گیا ہو، بیٹھے سے اٹھ کھڑا ہونا کسی سے باتیں کرنے لگنا، کچھ کھا لینا بشرطیکہ وہ ایک لقمہ سے زائد ہو، کچھ پینا بشرطیکہ وہ چیز پہلے سے اس کے ہاتھ میں نہ ہو، لیٹ کر سو رہنا، نماز پڑھنے لگنا، چلنا پھرنا اور اسی قسم کے افعال اگر ایجاب اور قبول کے درمیان میں واقع ہو جائیں گے تو مجلس بدل جائے گی۔
(شامی جلد ۴ صفحہ ۲۱)

اگر بعد ان افعال کے قبول ادا کیا جائے گا تو صحیح نہ ہوگا بلکہ اس صورت میں ضروری ہوگا کہ ایجاب کا پھر اعادہ کیا جائے مثال یہ عورت کے وکیل کے کسی مرد سے کہا کہ میں اپنی موکلہ کا نکاح میری ساتھ کرتا ہوں مرد نے پہلے کسی سے کچھ اور باتیں کیں اور اس کے بعد کہا کہ میں نے منظور کیا تو قبول صحیح نہ ہوگا۔

اگر عاقدین چلنے کی حالت میں ایجاب و قبول کریں خواہ پیادہ چل رہے ہوں یا کسی جانور کی سواری میں تو نکاح نہ ہوگا اس لئے کہ ایجاب و قبول دونوں کی مجلس اس صورت میں ایک نہیں رہ سکتی اور اگر جہاز پر سوار ہوں اور وہ چل رہا ہو اور ایجاب قبول کریں تو صحیح ہے (بحر الرایق جلد ۳ صفحہ ۸۹)۔
سریل کی سواری بھی جہاز اور کشتی کا حکم رکھتی ہے اگر عاقدین ریل پر سوار ہونے کی حالت میں ایجاب و قبول کریں تو درست ہے۔

(۵) ایجاب اور قبول باہم مخالف نہ ہوں مثلاً کوئی مرد کسی عورت سے کہے کہ میں تیرے ساتھ دو تنہا رہنے کے عوض میں نکاح کرتا ہوں اور عورت کہے کہ میں نے نکاح تو منظور کیا مگر یہ مہر

۵ پان کے کھا لینے سے مجلس نہ بدلے گی کیونکہ ایک پان ایک لقمہ سے زائد نہیں ہوتا پان کوئی گلو ریاں بننے بعد یگے کھائے تو بدل جائے گی ۱۲۔

۵ کشتی کی سواری میں مجلس نہ بدلنے کی وجہ علامہ شامی نے یہ لکھی ہے کہ وہ مثل گھر کے ہے اور اس کے پھرانے کا عاقدین کو اختیار نہیں ہے یہی وجہ ریل میں بھی موجود ہے ۱۲۔

منظور نہیں ہے تو ایسی حالت میں ایجاب قبول صحیح نہ ہوگا کیونکہ قبول ایجاب کے مخالف ہے۔

ہاں اگر قبول عورت کی جانب سے ہو اور وہ مرد کے مقرر کئے ہوئے مہر سے کم مقدار کو قبول کرے یا قبول مرد کی طرف سے ہو اور وہ عورت کے مقرر کئے ہوئے مہر سے زیادہ مقدار کو قبول کرے تو ایسی حالت میں ایجاب و قبول باہم مخالف نہ سمجھے جائیں گے۔

مثال (۱) مرد نے کہا کہ میں ایک ہزار روپیہ مہر کے عوض میں تیرے ساتھ نکاح کرتا ہوں اور عورت نے کہا کہ میں پانچ سو روپیہ مہر کے عوض میں نے منظور کیا (۲) عورت نے مرد سے کہا کہ میں نے چار سو روپیہ مہر کے عوض میں تیرے ساتھ نکاح کیا مرد نے کہا کہ مجھے ایک ہزار روپیہ مہر کے عوض میں منظور ہے دونوں صورتوں میں ایجاب و قبول صحیح ہو جائے گا اور ایجاب و قبول باہم مخالف نہ سمجھے جائیں گے۔

(۶) ایجاب یا قبول کسی وقت پر موقوف یا کسی شرط پر مشروط نہ ہو مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ تیرے ساتھ کل نکاح منظور ہے یا یہ کہے کہ اگر فلاں بات ہو جائے گی تو میں نے تیرے ساتھ نکاح کر لیا ان دونوں صورتوں میں ایجاب قبول صحیح نہ ہوگا۔

(۷) جس عورت سے نکاح کیا جاتا ہو وہ عاقدین کے سامنے متعین کر دی جائے خواہ اسے اس طور پر کہ وہ عورت خود مجلس نکاح میں حاضر ہو خواہ اپنا چہرہ کھولے یا نہیں یا اس طور پر کہ اس عورت کا نام اور اس کے باپ کا نام عقد نکاح کے وقت گواہوں اور عاقدین کے سامنے لیا جائے یعنی اس طرح پر کہ مثلاً زینب جو حامد کی بیٹی ہے اس کا نکاح کیا جاتا ہے اگر کسی عورت کے دو نام ہوں تو جو نام مشہور ہو صرف اسی کا لینا کافی ہے اور اگر دونوں نام لئے جائیں تو زیادہ مناسب ہے۔ اگر عورت کے نام میں یا عورت کے باپ کے نام میں غلطی ہو جائے اور عورت مجلس نکاح میں موجود نہ ہو تو نکاح نہ ہوگا (بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۹۹)

اگر عورت مجلس نکاح میں حاضر نہ ہو اور نہ اس کا نام لیا جائے اور پھر بھی وہ گواہوں اور عاقدین کے نزدیک متعین ہو جائے تو کوئی ضرورت اس کے حاضر کرنے یا نام لینے کی نہیں ہے مثلاً کسی

عہہ عاقدین ان کو کہتے ہیں جو باہم ایجاب و قبول کریں اگر زوجین خود ایجاب و قبول تو وہی عاقدین بھی ہو جائیں گے اور جو زوجین خود ایجاب و قبول نہ کریں بلکہ ان کے وکیل یا ولی ایجاب و قبول کریں تو اس وقت میں وکیل یا ولی عاقدین ہونگے عورت کے موہن کرنے کی ضرورت اسی وقت ہے جبکہ عاقدین زوجین نہ ہوں۔

عہہ اگرچہ احتیاط اسی میں ہے کہ چہرہ کھولے (بحر الرائق)

شخص کا ایک ہی لڑکی ہے اس نے کسی سے کہا کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہوں اس نے کہا میں نے منظور کیا تو یہ ایجاب و قبول صحیح ہو جائے گا بشرطیکہ گواہ اور وہ شخص جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے یہ جانتے ہوں کہ اس شخص کی ایک ہی لڑکی ہے۔

اگر کسی شخص کی دو لڑکیاں ہوں، ایک بیابھی ایک بے بیابھی وہ کسی سے کہے کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تیرے ساتھ کیا تو اسی بے بیابھی کا نکاح ہو جائے گا بشرطیکہ گواہ اور وہ شخص جس کے ساتھ نکاح کیا گیا ہے یہ جانتے ہوں کہ اس شخص کے صرف دو لڑکیاں ہیں اور ان میں سے ایک شوہر والی ہے (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۲۸۹)

کسی شخص کی دو لڑکیاں ہوں حمیدہ اور سعیدہ ایک شخص نے اپنی منگنی سعیدہ کے ساتھ کی مگر نکاح کے وقت غلطی سے حمیدہ کا نام زبان سے نکل گیا اور ایجاب و قبول اسی نام پر ہوا تو یہ نکاح حمیدہ کے ساتھ ہو جائے گا نہ کہ سعیدہ کے ساتھ۔

اسی طرح جس مرد کے ساتھ نکاح ہوتا ہو وہ عاقدین کے سامنے مجین کر دیا جائے، مرد کے معین کرنے کی بھی وہی صورتیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔

(۸) عاقدین میں سے ہر ایک دوسرے کے کلام کو یا اس چیز کو جو قائم مقام کلام کے ہونے اگر نہ سنے گا تو نکاح نہ ہوگا (بحر الرایق جلد ۲ صفحہ ۸۹)

(۹) ایجاب و قبول میں یا تو خاص لفظ نکاح و تزویج کا استعمال کیا جائے یا اس کے معنی

عہ جیسے تحریر پس اگر ایک عاقد کی تحریر کو دوسرا نہ سنے اور قبول کر لے تو نکاح نہ ہوگا ۱۲۔

عہ مثلاً یوں کہا جائے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا یا تیرے ساتھ تزویج کیا۔

معہ ہم معنی کی صورت یہ ہے کہ مرد یوں کہے کہ میں نے تجھ کو اپنی بی بی بنا لیا یا یہ کہے کہ میں تیرا شوہر ہو گیا یا یہ کہے کہ تو میری ہو گئی یا عورت کہے کہ میں نے تجھ کو اپنا شوہر بنا لیا یا یہ کہے کہ میں تیری بی بی ہو گئی اس مقام پر فقہ کی کتابوں میں صرف نکاح اور تزویج کی لفظ کی تخصیص کر دی گئی ہے اور یہ لکھا ہے کہ نکاح اور تزویج کے علاوہ جس قدر لفظوں میں سب کنایات ہیں داخل ہیں اسی وجہ سے صاحب بحر الرایق نے اعتراض کیا ہے اور پورے ایک صفحہ میں وہ الفاظ لکھے ہیں جو نکاح اور تزویج کے علاوہ ہیں مگر ان کا شمار کنایات میں نہیں ہے پھر خود ہی جواب دیا ہے کہ چونکہ یہ الفاظ نکاح و تزویج کے ہم معنی ہیں لہذا نکاح و تزویج کے لفظ ان کو بھی شامل ہیں ۱۲۔

کوئی دوسرا لفظ جو نکاح کا مطلب صحیح طور پر ادا کرتا ہو۔

اگر نکاح و تزویج یا اس کا ہم معنی لفظ صراحۃً نہ استعمال کیا جائے بلکہ کوئی ایسا لفظ جس سے کنایۃً مفہوم نکاح کا سمجھا جائے تو اس کے صحیح ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔
پہلی شرط یہ ہے کہ وہ لفظ ایسا ہو کہ اس کے ذریعہ سے کسی ذات کامل کی ملکیت فی الحال حاصل کیجاتی ہو جیسے لفظ ہبہ کا اور صدقہ کا اور تملیک کا یا لفظ بیع و شرا کا اور قرض کا۔
دوسری شرط یہ ہے کہ متکلم نے اس لفظ سے نکاح مراد لیا ہو اور کوئی قرینہ اس امر پر دلالت

۵۔ اگر صراحۃً لفظ نکاح کا یا اس کا ہم معنی کوئی لفظ استعمال کیا جائے تو اس میں کسی کا اختلاف نہیں سب کے نزدیک درست ہے اور اگر کوئی لفظ کنایہ کا استعمال کیا جائے تو اس کی چار صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ ہبہ یا صدقہ یا تملیک کا لفظ استعمال کیا جائے مثلاً عورت یوں کہے کہ میں نے اپنی ذات تجھ کو ہبہ کر دی یا میں نے اپنی ذات بطور صدقہ کے تجھ کو دیدی یا میں نے تجھ کو اپنی ذات کا مالک بنا دیا اس صورت کے جواز میں حنفیہ کا اختلاف نہیں ہے اگر ہے تو غیر حنفیہ کا ہے دوسری صورت یہ ہے کہ خرید و فروخت یا قرض کی لفظ استعمال کی جائے مثلاً مرد کہے کہ میں نے تجھ کو اس قدر روپیہ کے عوض میں خرید لیا یا عورت کہے کہ میں نے اپنی ذات تیرے ہاتھ فروخت کر دی یا میں نے اپنی ذات تجھ کو بطور قرض کے دیدی اس صورت کے جواز میں خود حنفیہ کا اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جائز ہے تیسری صورت یہ ہے کہ اجارہ اور وصیت کی لفظ استعمال کی جائے مثلاً عورت کہے کہ میں نے اپنی ذات کا تجھ کو دیدیا یا عورت کا باپ کہے کہ میں وصیت کرتا ہوں کہ تو میری بیٹی کا مالک ہے اس صورت میں بھی حنفیہ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں چوتھی صورت یہ ہے کہ تحلیل یا عاریت یا رہن کی لفظ استعمال کی جائے اس صورت کے ناجائز ہونے میں سب کا اتفاق ہے ۱۲

(رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۲۹۰)

۶۔ عہد ذات کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جن سے ذات کی ملکیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ منافع کی جیسے عاریت اور تحنیکہ کامل کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جن سے پوری ذات کی ملکیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ کسی جزو کی مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے اپنی لونڈی کا نصف تجھے دیانی الحال کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جن سے اس وقت ملکیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ زمانہ بعد میں جیسے وصیت ملکیت کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جن سے بالکل ملکیت حاصل ہی نہیں ہوتی جیسے رہن یا امانت ۱۲۔

۷۔ قرینہ کی بہت سی صورتیں ہیں منجملہ اس کے یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے تجھ کو مول لیا اور وہ عورت آزاد ہو تو یہ قرینہ اس امر کا ہے کہ مول لینے سے نکاح مراد ہے یا لونڈی ہو مگر مہر کا ذکر اس کے بعد کیا ہو مثلاً لوگوں کو جمع کرنا خطبہ نکاح کا پڑھوانا لوگوں کو گواہ بنانا یہ سب باتیں اس امر کا قرینہ ہو سکتی ہیں کہ اس لفظ سے نکاح مراد ہے ۱۲۔

کرنا ہو اگر قرینہ نہ ہو تو قبول کر لے والے نے اس مراد کی تصدیق کر دی ہو۔

تیسری شرط یہ کہ گواہوں نے کچھ لیا ہو کہ اس لفظ سے مراد نکاح ہے خواہ بوجہ کسی قرینہ کے خود کچھ لیا ہو یا بتا دینے سے کچھ ہو۔

اگر مرد اور عورت باہم اس امر کا اقرار کریں کہ وہ دونوں زوج و زوجہ ہیں تو اگر یہ اقرار گواہوں کے سامنے ہوا ہو اور مقصود اس سے نکاح کرنا ہے کہ تو یہ اقرار ایجاب و قبول کے قائم مقام ہو جائے گا اور اگر مقصود اس سے اس بات کی خبر دینا ہے کہ پیشتر نکاح ہو چکا ہے حالانکہ پیشتر نکاح نہ ہوا تھا تو یہ اقرار قائم مقام ایجاب و قبول کے نہیں ہو سکتا (رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۱۸۸)

ایجاب و قبول کا دلی رضاء مندی سے ہونا شرط نہیں حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی خوف سے یا سحر اپنی زبان سے ایجاب و قبول کے الفاظ زبان سے نکال دے تو نکاح صحیح ہوگا (رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۲۹) ایجاب و قبول کا عربی زبان میں ہونا شرط نہیں ہر ملک کے لوگ اپنی اپنی زبان میں کریں صحیح ہو جائے گا (بحر الرایق وغیرہ)

ایجاب و قبول کے الفاظ کے معنی سے واقف ہونا شرط نہیں صرف اس بات کا جان لینا کافی ہے کہ اس لفظ سے نکاح ہو جاتا ہے مثلاً کسی مرد کو یہ سکھا دیا جائے کہ تو کہدے زواجت نفسی منک اور عورت کو سکھا دیا جائے تو کہدے قبلت تو ایجاب و قبول ہو جائے گا گو وہ دونوں عربی

عہ مثلاً کوئی شخص کسی سے یوں کہے کہ میں نے اپنی لونڈی تجھ کو بیہ کی دو مرتبہ شخص کہے کہ میں نے اس نکاح کو منظور کیا اس صورت میں اگرچہ کوئی قرینہ اس امر کا ہو کہ بیہ سے مراد نکاح ہے تب بھی نکاح ہو جائے گا کیونکہ قبول کرنے والے نے اس بات کو ظاہر کر دیا کہ بیہ سے مراد نکاح ہے ۱۲

عہ اس مسئلہ کے بیان کرنے میں فقہاء کی عبارات مختلف ہیں بعض تو کہتے کہ اقرار قائم مقام ایجاب و قبول کے نہیں ہو سکتا کیونکہ اقرار جملہ خبریہ ہوتا ہے اور ایجاب و قبول کو جملہ انشائیہ ہونا چاہیے بعض کہتے ہیں کہ اقرار اگر گواہوں کے سامنے ہو تو قائم مقام ایجاب و قبول کے ہو جائے گا لیکن اس مسئلہ کا صحیح جواب یہ ہے کہ مقصد کی نیت دیکھی جائے گی اگر اس کی نیت یہ ہے کہ زمانہ گذشتہ میں نکاح ہو چکا تب تو اقرار قائم مقام ایجاب و قبول کے نہ ہوگا اور اگر اس کی نیت یہ نہیں ہے تو نکاح ہو جائے گا اب رہ گیا گواہوں کے سامنے ہونا اس کے قائم مقام ہونے کی شرط نہیں بلکہ اس کے صحت کی شرط ہے جیسا کہ خود ایجاب و قبول بھی بغیر گواہوں کے صحیح نہیں ہوتا ۱۲ سے ترجمہ ۱۔ میں نے اپنا نکاح تیرے سامنے کیا ۱۲

لعمہ ترجمہ ۲۔ میں نے قبول کیا ۱۲۔

زبان اور ان الفاظ کے معانی سے ناواقف ہوں یا اتنی بات جانتے ہوں کہ اس لفظ کے کہہ دینے سے نکاح ہو جائے گا، یہ بھی نہ جانتے ہوں تو پھر نکاح نہ ہوگا (ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۲۹۰)

اگر نکاح عورت کے جسم کی طرف منسوب کیا جائے تو اس کے کل جسم کی طرف منسوب ہونا چاہیے مثلاً یوں کہا جائے کہ میں نے تیری ساتھ نکاح کیا اور اگر کسی خاص جزو کی طرف منسوب کیا جائے تو اس میں یہ شرط ہے کہ وہ جزو ایسا ہو کہ اس سے کل جسم بھی کبھی مراد لیا جاتا ہو جیسے سر، گردن، پشت، مثلاً یوں کہا جائے کہ میں نے تیرے سر کے ساتھ نکاح کیا، اگر کسی ایسے جزو کی طرف منسوب کیا جائے گا جس سے کل جسم کبھی مراد نہیں لیا جاتا، مثلاً یوں کہے کہ میں نے تیرے نصف جسم کے ساتھ نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا (ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۲۸۸)

اگر ایجاب و قبول میں کوئی غلط لفظ استعمال کیا جائے تو اس میں دیکھنا چاہیے کہ وہ استعمال کرنے والا ذی علم ہے یا جاہل یعنی وہ صحیح لفظ سے واقف ہے یا نہیں اگر ناواقف ہے تو بہر حال ایجاب و قبول درست ہو جائے گا اور اگر واقف ہے تو اگر وہ غلط لفظ ایسا ہے کہ عام طور پر رائج ہو گیا ہے تو درست ہوگا ورنہ درست نہ ہوگا (ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۲۹۳)

مثال۔ کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں تیرے ساتھ نکاح کرتا ہوں عورت کہے کہ میں نے قبول کیا اس صورت میں مذکورہ بالا امور کا لحاظ کر کے جواز یا عدم جواز کا فتویٰ دیا جائے گا۔

گواہی

گواہی صرف معاملہ نکاح کے لئے شرط ہے اور کسی معاملہ کے لئے مثل بیع اور وقف وغیرہ کے گواہی شرط نہیں یعنی اور معاملات بغیر گواہی کے بھی درست ہو جاتے ہیں۔
نکاح میں گواہی کی شرط ہونے کی مصلحت ظاہر ہے اگر نکاح میں گواہی نہ شرط ہوتی تو زنا میں اور اس میں کچھ فرق نہ ہوتا اور جن خرابیوں کے سبب سے شریعت نے زنا کی ممانعت فرمائی ہے وہ بدستور باقی رہتیں، زنا کی تحریم بے سود ہو جاتی علاوہ اس کے نکاح کی عظمت اور شان ظاہر کرنا بھی شارع کو مقصود ہے نکاح کی گواہی میں دس باتیں شرط ہیں۔

عہ۔ یہ وہ الفاظ ہیں کہ ہماری زبان میں بھی کبھی ان سے کل جسم مراد ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں کہ فلان آفت میرے سر سے ٹلی گئی یعنی میرے تمام جسم سے ٹل گئی، یا اس امر کا بار میری گردن پر ہے میرے اوپر ہے۔

- (۱) دو گواہ ہوں۔ ایک گواہ کے سامنے اگر ایجاب و قبول کیا جائے تو صحیح نہیں۔
- (۲) دونوں گواہ مرد ہوں یا ایک مرد ہو اور دو عورتیں۔
- (۳) دونوں (گواہ) آزاد ہوں، لونڈی غلاموں کی گواہی کافی نہیں۔
- (۴) دونوں گواہ عاقل ہوں، بھنون، مست، بیہوش کی گواہی کافی نہیں۔
- (۵) دونوں گواہ بالغ ہوں نابالغ بچوں کی گواہی گو وہ سمجدار ہوں کافی نہیں۔
- (۶) دونوں گواہ مسلمان ہوں کافروں کی گواہی کافی نہیں، مسلمانوں کی گواہی ہر حال میں کافی ہے۔
- گواہ وہ پرہیزگار ہوں یا فاسق، فسق ان کا کھلا ہوا ہو یا چھپا ہوا۔
- ف۔ گواہوں کا بننا ہونا یا زوجین کا رشتہ دار ہونا شرط نہیں، انڈھوں کی گواہی اور زوجین کے رشتہ داروں کی گواہی گودہ ان کے بیٹے ہی کیوں نہ ہوں کافی ہے۔
- (۷) دونوں گواہ ایسے ہوں کہ ان کو عدالت میں پیش کر سکیں اگر کوئی شخص کراما کا ترین فرشتوں کو گواہ بنائے تو کافی نہیں کیونکہ ان کو عدالت میں پیش نہیں کر سکتا اسی طرح اگر کوئی شخص ایک گواہ اللہ کو اور ایک گواہ کسی آدمی کو بنائے تب بھی کافی نہیں اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ اور رسول کو گواہ بنائے تب بھی کافی نہیں نکاح نہ ہوگا کیونکہ ان گواہوں کو عدالت میں پیش نہیں کر سکتا اور خیر صورت میں ناجائز ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ گواہوں کو مجلس نکاح میں موجود ہونا چاہیے تاکہ وہ ایجاب و قبول کو سنیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس نکاح میں موجود نہیں وہ عالم الغیب ہیں۔

عہ اس صورت میں فقہا کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب سمجھ کر نکاح کا گواہ بنائے تو کافر ہو جائے گا کیونکہ خدا کے سوا کسی دوسرے کو عالم الغیب سمجھنا کفر ہے، علامہ زین الدین بحر الرانی جلد سوم کے صفحہ ۹۲ پر قنادی قاضی خاں وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ اور رسول کی گواہی سے نکاح صحیح نہ ہوگا بلکہ وہ شخص بسبب ہی کے عالم الغیب سمجھنے کے کافر ہو جائے گا فقط ایسا ہی اور فقہا بھی کہتے ہیں اس اخیر زمانہ میں جہاں اور نئی نئی باتیں نکل رہی ہیں وہاں یہ بھی ایک مسئلہ ایجاد کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب سمجھنا چاہیے حالانکہ قرآن مجید کا بہت سی آیتیں صاف صاف و ثابت کرتی ہیں کہ خدا کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے قولہ تعالیٰ قُلْ لَا يَشْفَعُ لَكُمْ مَن فِي السَّمٰوٰتِ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ترجمہ ہے یہی کہہ دو کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں خدا کے سوا کوئی غیبی نہیں ہے اتنا ہی صاف صاف اور آیتیں بھی ہیں اور احادیث تو بے شمار ہیں جو اس امر پر (یقیناً از صفحہ ۹۲) صاف صاف

(۸) دونوں گواہ ایک ساتھ طرفین کے ایجاب و قبول کو سنیں اگر ایک ساتھ دونوں نے نہیں سنا

بلکہ پہلے ایک نے سنا پھر دوسرے نے سنا تو صحیح نہ ہوگا اسی طرح اگر گواہوں نے ایجاب قبول دونوں کو نہیں سنا بلکہ صرف ایجاب کو سن لیا صرف قبول کو سنا تب بھی نکاح صحیح نہ ہوگا۔

ف۔ اگر گواہ بہرے ہوں تو نکاح نہ ہوگا ہاں اگر عاقدین گونگے ہوں اور اشارہ سے ایجاب قبول کریں اور بہرے گواہ اس اشارہ کو دیکھ کر سمجھ لیں تو نکاح ہو جائے گا (شامی جلد ۲ صفحہ ۱۹۵)

(۹) دونوں گواہ ایجاب و قبول کے الفاظ استکریہ سمجھ لیں کہ نکاح ہو رہا ہے گوان الفاظ کے

معنی نہ سمجھیں مثلاً ایجاب و قبول عربی زبان میں ہو اور گواہ عربی نہ جانتے ہوں۔

(۱۰) دونوں گواہ زوجین سے واقف کر دیئے جائیں اگر صرف زوجین کے نام سے ان کو حیاں

جائیں تو صرف ان کا نام بتا دینا کافی ہے ورنہ زوجین کے باپ دادا کا نام بھی ان کو بتا دیا جائے تاکہ

وہ اچھی طرح واقف ہو جائیں کہ یہ کس کا نکاح ہے، اگر عورت برقع پہنے ہوئے مجلس میں بیٹھی ہوئی

ہو اور گواہ اس کو دیکھ لیں کہ چہرہ نہ دیکھیں تب بھی کافی ہے نام وغیر بتانے کی ضرورت نہیں مگر اس صورت

میں احتیاط کی بات یہ ہے کہ عورت نے چہرہ گواہوں کو دکھایا جائے۔

مسئلہ۔ اور جو لکھا گیا کہ فاسق کی اور رشتہ دار کی گواہی نکاح میں کافی ہے اس کا یہ مطلب ہے

کہ نکاح صحیح ہو جائے گا اور عند اللہ زوجین زنا کے مرتکب نہ ہوں گے یہ مطلب نہیں ہے کہ عدالت

میں ان کی گواہی ہوگی عدالت میں تو اسی کی گواہی معتبر ہوگی جس میں تمام شرائط شہادت کی پائی جائیں

کہ نجلہ ان شرائط کے یہ بھی ہے کہ گواہ مدعی کے رشتہ دار نہ ہوں، نہ فاسق ہوں، پس اگر فاسقوں

(بقیہ صفحہ ۶۹۹) عدالت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں ہیں اور انکو عالم غیب کہنا چاہیے ان آیات قرآنیہ اور روایات

متواترہ کے مقابلہ میں وہ لوگ بعض علماء کے اقوال چیلنج کرتے ہیں جنہوں نے غلوئے محبت اور جوش مدح میں کچھ الفاظ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی نعمت میں اس قسم کے کھربے ہیں جن سے علم غیب لازم آتا ہے مگر ان کو یہ خبر نہیں کہ اصول عقائد کی کتابوں میں یہ بات

مسلم ہو چکی ہے کہ عقائد کے متعلق وہ حدیث بھی قابل عمل نہیں ہے جو بسلسلہ آحاد کے روی ہو چہ جائیکہ بعض لوگوں کے اقوال

اور وہ بھی صریح نہیں یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت سے غیوب پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا تھا جن کی

بطور تجسزہ آپ نے خبر کر دی مگر اس سے عالم الغیب ہونا لازم نہیں آتا حضرت استاذ علامہ نے عبور

ہو کر ایک مستقل رسالہ اس مسئلہ میں لکھا ہے جس کا نام تحقیق الہجتی فی علم المسلمین ہے۔ نہایت محققانہ

اور موافقانہ بحث کی ہے ۱۲۔

بارشتہ داروں کو گواہ بنا کر نکاح کیا جائے اور بعد کذب و عین میں سے کوئی نکاح کا انکار کر جائے تو اس نکاح کا ثبوت صرف ان فاسقوں، بارشتہ داروں کی گواہی سے نہیں ہو سکتا قاضی اس نکاح کو قائم نہ رکھے گا۔

مسئلہ۔ اگر کسی شخص نے اپنی طرف سے نکاح کے لئے کسی کو وکیل کر دیا ہو اور وہی وکیل ایجاب یا قبول کرے اور وکیل خود بھی اس وقت وہاں موجود ہو تو وہ وکیل خود ہی عاقد سمجھا جائے گا اور وکیل کا شمار گواہوں میں ہو جائے گا پس اگر وکیل کے سوا صرف ایک مرد یا صرف دو عورتیں اور یہوں تو کافی ہے، اسی طرح اگر دلی ایجاب قبول کرے اور میں کا وہ ولی ہے وہ خود بھی وہاں موجود ہو تو وہ خود ہی عاقد سمجھا جائے گا بشرطیکہ وہ خود عاقل بالغ ہو اور ولی کا شمار گواہوں میں ہو جائے گا (در مختار، رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۲۹۷)

مسئلہ۔ صحیح ہے کہ بعد تمام ہو جانے کے ایجاب قبول کے نکاح نامہ تحریر کر لیا جائے۔
(بحر الرایق جلد ۳ صفحہ ۹۷) نکاح نامہ میں نکاح کا دن، تاریخ، وقت اور زور مہر کی تعداد اور زوجین اور گواہوں کے نام لکھے جائیں زوجین یا ان کے وکلاء یا اولیاء سے اور گواہوں سے اس پر دستخط کرائے جائیں۔

محرمات کا بیان

نکاح کی دوسری شرط یہ تھی کہ عورت محرمات میں سے نہ ہو لہذا اب ہم ان عورتوں کا ذکر کرتے ہیں جو محرمات میں سے ہیں یعنی ان سے نکاح حرام ہے ان کے علاوہ جس قدر عورتیں ہیں ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ محرمات میں سے نہیں ہیں۔

نکاح کے تمام ہونے کے گیارہ سبب ہیں، نسبی رشتہ، ششدری رشتہ، اودھ کا رشتہ، اختلاف مذہب، اتحاد نوع، اختلاف جنس، طلاق، احان، ملک، جمع، تعلق حق غیر۔ اب ہم ان تمام اسباب کے تفصیلی احکام بیان کرتے ہیں۔

چہ پہلا سبب

نسبی رشتہ۔ اس رشتہ کی صرف چار قسموں سے نکاح حرام ہے اپنے اصول اپنے فرروع، اپنے ماں باپ کے فرروع۔ اپنے ماں باپ کے اصول کے فرروع۔

اپنے اصول سے مراد اپنے ماں باپ اپنے دادا وغیرہ، اپنا پرانا وغیرہ دادی پردادی وغیرہ

نانی پر نانی وغیرہ۔ اپنے فروع سے مراد اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد اخیر سلسلہ تک۔ ماں باپ کے فروع سے مراد بھائی بہن اور ان کی اولاد اخیر سلسلہ تک۔

اپنی ماں باپ کے اصول کے فروع سے مراد چچا پھوپھی ماموں خالہ مگر ان کی حرمت صرف ایک بطن تک رہتی ہے اسی وجہ سے چچا پھوپھی ماموں خالہ کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔ ماں باپ کے چچا ماموں پھوپھی خالہ اسی چوتھی قسم میں داخل ہیں کیونکہ وہ بھی اپنے ماں باپ کے اصول کے فروع ہیں ان سے بھی نکاح حرام ہے مگر ان کی اولاد سے جو اپنے ماں باپ کی چچا زاد یا ماموں زاد بھائی بہن ہو نکاح جائز ہے حاصل یہ ہے کہ اس چوتھی قسم کی حرمت صرف ایک بطن تک رہتی ہے ایک بطن کے بعد حرمت جاتی رہتی ہے۔

ماں کی سگی پھوپھی اور باپ کی سگی خالہ کی خالہ بھی اسی چوتھی قسم میں داخل ہے اس چوتھی قسم میں بہت سی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔

نسب کی یہ چاروں قسمیں جو یہاں بیان ہوئیں اسی حالت میں حرام ہیں کہ جب ان کا رشتہ نکاح حلال سے پیدا ہوا ہو اور اگر ان کا رشتہ زنا وغیرہ سے پیدا ہوا ہو تو مذکورہ بالا اقسام میں سے پہلی دو قسمیں تو بدستور حرام رہیں گی یعنی اپنے اصول اور اپنے فروع پس زنا کے ماں باپ اور ان ماں باپ کے ماں باپ وغیرہ اخیر سلسلہ تک اور زنا کی اولاد اور اولاد کی اولاد اخیر سلسلہ تک بدستور حرام رہیں گی ہاں تیسری اور چوتھی قسم میں سے صرف ماں کے فروع اخیر سلسلہ تک اور ماں کے اصول کے فروع ایک بطن تک بدستور حرام رہیں گی اور باپ کے فروع اور باپ کے اصول کے فروع

عمہ اس مقام پر صاحب در مختار نے لکھا ہے کہ ماں کی سگی پھوپھی اور باپ کی خالہ کی خالہ سے نکاح جائز ہے مگر بیٹھ نہیں ہے صاحب در مختار کو اس مقام پر ایک عبارت سے دھوکا ہو گیا، شامی ۱۲ عمہ زنا سے رشتہ پیدا ہونے کی یہ صورت ہے کہ کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے اور اس زنا سے اس کی اولاد پیدا ہو تو وہ زنا کرنا والا اس کا باپ ہو جائے گا اور زنا کرنا والے کا بھائی اس کا چچا اور اس کی بہن اس کی پھوپھی ہو جائے گی اسی طرح ان کی طرف سے بھلا سبب و گت رشتہ دار ہو جائیں گے ۱۲۔

سہ وجہ اس کی یہ ہے کہ شریعت نے زنا کی اولاد باپ کو نہیں دلائی اور اس کا نسب باپ سے قائم نہیں کیا لہذا باپ کے فروع اور باپ کے اصول کے فروع رشتہ میں کوئی نتیجہ نہیں دلائیں گے ہاں باپ اور باپ کا باپ وغیرہ البتہ حرام ہیں لہذا کیونکہ ان کا رشتہ اعتبار پر موقوف نہیں ہے ۱۲۔

حرام نہیں ہیں۔

پس اخیانی بھائی بہن اصناموں خالہ تو حرام ہوں گی اور علاقائی بھائی بہن اور چچا بھوپھی حرام نہ ہوں گے لہذا ان کی اولاد بھی اپنی اولاد کے حکم میں ہے (فتح القدر جلد ۲ صفحہ ۵۸)۔
ان چار قسموں کے علاوہ اور جس قدر نسبی رشتہ دار ہوں سب سے نکاح جائز ہے۔

دوسرا سبب

شسرالی رشتہ۔ اس رشتہ کی بھی صرف چار قسموں سے نکاح حرام ہے۔
مدخولات کے فروع، منکوحات اور مدخولات کے اصول، اپنے اصول کے مدخولات اور منکوحات اپنے فروع کے مدخولات اور منکوحات۔

مدخولات کے فروع سے مراد ان عورتوں کی اولاد ہے جن سے خاص استراحت کی نوبت آپہنچی ہو خواہ بذریعہ نکاح یا بطور زنا کے، جس عورت سے نکاح صحیح ہو چکا ہو، اس سے اگر خلوت صحیحہ

عہ ماں کی اولاد جو اپنے باپ سے نہ ہو اخیانی کہلاتی ہے اور باپ کی اولاد جو اپنی ماں سے نہ ہو علاقائی کہلاتی ہے (۲۵)۔
اس مسئلہ میں فقہاء کی عبارتی بہت مختلف ہیں ایک ہی کتاب میں مختلف اقوال لکھے ہیں صاحب بحر الرائق عرنا کے بیان میں تو لکھتے ہیں کہ زانی کا چچا ماموں اس کی زنا کی اولاد سے نکاح نہیں کر سکتا پھر فقہاء کے بیان میں لکھتے ہیں کہ کر سکتا ہے اسی طرح صاحب فتح القدر نے عہرات کے بیان میں تو لکھا ہے کہ زنا کی اولاد زانی کے چچا ماموں پر حرام ہے اور رضاع کے بیان میں صاحب تھنیں سے نقل کیا ہے کہ حرام نہیں ہے منتحی الخالق سے یہ پتہ چل گیا کہ زنا کے چچا ماموں کا محرمات میں شمار کرنا صاحب بحر الرائق اور فتح القدر کی توائی رائے ہے، اصل مذہب یہی ہے کہ ان کا شمار محرمات میں نہیں ہے لہذا ہم نے زنا کے باپ کے فروع اور زنا کے باپ کے اصول کے فروع اور محرمات سے خارج کر دیا واللہ اعلم ۱۲۔ لہذا ان کی اولاد سے مراد اس عورت کی اولاد ہے جس سے لہذا ہو اور لہذا ان کی اولاد سے مراد نہیں ہے آگے بیان ہوگی ۱۲۔

للعہ خاص استراحت کی نوبت اس طرح برآتی ہو کہ جس سے غسل واجب ہوتا ہے اگر مرد نے اپنے خاص حصہ پر موٹا کپڑا لپیٹ لیا جو عورت کے جسم کی حرارت چھوئے ہوئے سے مانع ہے تو اس خاص استراحت سے اسی عورت کے فروع اس مرد پر حرام نہ ہوں گے ۱۲۔ بعض فقہاء کی کتابوں میں اس مسئلہ کو اختلافی لکھا ہے حالانکہ یہ صحیح ہے کہ خلوت صحیحہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اختلاف خلوت فاسدہ میں ہے (شامی جلد ۲ صفحہ ۲۰۱) ۱۲۔

ہو جانے کے تو وہ بھی مدخولات میں شامل ہو جائے گی جس عورت کے ساتھ نکاح صحیح ہو چکا ہے مگر خلوت صحیح نہیں ہوتی اس عورت کی اولاد حرام نہیں ہے اور جس عورت کے ساتھ نکاح فاسد ہوا ہو اور نوبت خاص استراحت کی یا ان چیزوں کی نہ آئی ہو جو قائم مقام خاص استراحت کے ہیں تو اس عورت کی اولاد حرام نہ ہوگی۔

اس میں یہ بھی شرط ہے کہ خاص استراحت ایسی حالت میں ہو کہ دونوں میں نفسانی کیفیت پیدا ہو چکی ہو اگر کسی ایسی کس عورت سے خاص استراحت کی جائے جس میں نفسانی کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو اس عورت کی اولاد اس کے شوہر یا اس کے زانی پر حرام نہ ہوگی اسی طرح اگر مرد اس قدر سن ہو کہ اس میں نفسانی کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو بھی اس عورت کی اولاد اس مرد پر حرام نہ ہوگی اور المختار جلد سوم صفحہ (۳۰)۔

مدخولات اور منکوحات کے اصول سے مراد ان عورتوں کے اصول یعنی ان کے باپ دادا دادی وغیرہ، ماں نانا نانی وغیرہ ہیں جن سے خاص استراحت کی نوبت آچکی ہو اور بطور زنا کے یا ان سے نکاح ہو چکا ہو جو خاص استراحت یا خلوت صحیح کی نوبت نہ آئی ہو حاصل یہ کہ فروع کے حرام ہونے کے لئے تو خاص استراحت شرط ہے اور اصول کے لئے صرف نکاح بھی کافی ہے۔

اپنے اصول کے مدخولات و منکوحات، مراد وہ عورتیں ہیں جن سے اپنے باپ دادا نانا پر نانا وغیرہ نے خاص استراحت کی ہوگی بطور زنا کے یا ان سے نکاح صحیح ہو چکا ہو جو نوبت خاص استراحت کی اور ان چیزوں کی نہ آئی ہو جو قائم مقام خاص استراحت کے ہیں۔

اپنے فروع کے مدخولات و منکوحات سے مراد وہ عورتیں جن سے اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد وغیرہ نے خاص استراحت کی ہوگی بطور زنا کے یا ان سے صرف نکاح صحیح ہو چکا ہو نوبت خاص استراحت کی نہ آئی ہو۔

مسئلہ کسی عورت کے خاص حصہ کے اندر ونی جانب کا دیکھنا یا اس کے بدن کو چھونا خواہ جس عضو کو چھوسے یا عورت کی تقبیل کرنا خواہ کسی مقام میں کرے، منہ میں یا اور کہیں یا عورت کو لپٹا لینا قائم مقام خاص استراحت کے ہے یعنی ان امور سے سسرالی رشتہ قائم ہونے کا وہ عورت اس مرد کے اصول و فروع پر حرام ہو جائے گی اور اس عورت کے اصول و فروع اس مرد پر حرام ہو جائیں گے اسی طرح اگر کوئی عورت کسی مرد کے خاص حصہ کو دیکھے یا اس کے بدن کو چھوسے یا اس کی تقبیل کرے یا اس کو لپٹا لے تب بھی سسرالی رشتہ قائم ہو جائے گا۔

مگر یہ امور قائم مقام خاص استراحت کے اسی وقت ہوں گے جب یہ پانچ شرطیں موجود ہوں۔
پہلی شرط یہ ہے کہ یہ امور نفسانی کیفیت کے جوش میں صادر ہوئے ہوں خواہ یہ جوش مرد
عورت دونوں میں ہو یا صرف ایک میں جس وقت یہ امور صادر ہوں اس وقت جوش موجود ہو اگر اس
وقت یہ تھا بلکہ بعد میں پیدا ہوا تو قابل اعتبار نہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ عورت و مرد دونوں میں نفسانی کیفیت کا جوش پیدا ہو چکا ہو یعنی بالغ
ہوں یا ترب بلوغ کے ہوں اگر نابالغ مرد کسی بالغ عورت سے یہ باتیں کرے گو عورت میں اس
وقت نفسانی جوش موجود ہو تو یہ امور قائم مقام خاص استراحت کے نہ ہوں گے۔
اسی طرح اگر عورت نابالغ ہو اور مرد بالغ تب بھی یہ امور قائم مقام خاص استراحت کے نہیں ہیں
تیسری شرط یہ ہے کہ ان امور کے بعد مرد کو انزال نہ ہو جائے انزال ہو جائے گا تو یہ امور
قائم مقام خاص استراحت کے نہیں رہیں گے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ مرد نے عورت کے یا عورت نے مرد کے خاص حصہ کو دیکھا ہو تو خاص کر
اسی مقام کو دیکھا ہو اس کی شبیہ کو پس اگر کسی کے خاص حصہ کا عکس آئینہ میں یا پانی میں دیکھنے
تو یہ دیکھنا قائم مقام خاص استراحت کے نہیں ہے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ مرد نے عورت کے یا عورت نے مرد کے بدن کو چھوا ہو یا اس
کو لپٹایا ہو تو کوئی کپڑا وغیرہ درمیان میں حائل نہ ہو جو ایک کو دوسرے کے جسم کی حرارت محسوس ہونے
سے مانع ہو، اگر کپڑا حائل ہو اور بہت ہی باریک ہو کہ ایک کو دوسرے کے جسم کی حرارت محسوس

عہ نفسانی کیفیت کا جوش جو ان مرد میں اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خاص حصہ میں استادگی پیدا ہو جائے
یا اگر استادگی پہلے سے تھی تو اب اس میں زیادتی ہو جائے اور عورت میں اور بزرگھے مرد میں یہ بات ہو کہ ان کے دل
میں خواہش پیدا ہو اور پہلے سے خواہش موجود ہو تو اب زیادہ ہو جائے اگر یہ باتیں نہ ہوں تو کسی کی طرف دیکھنے
یا کسی کی تقبیل کرنے سے مسلسل رشتہ قائم نہ ہوگا ۱۲۔

عہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ امور قائم مقام خاص استراحت کے صرف اس سبب کہتے ہیں کہ ان امور کے بعد خاص
استراحت کے واقع ہو جانے کا گمان غالب ہوتا ہے کہ یہ امور خاص استراحت کے لئے موجب ہو جانے میں اس سبب قائم
مقام سبب کے دریا گیا مگر انزال ہو جانے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اب خاص استراحت نہ ہوگی کیونکہ جوش فرو ہو گیا
لہذا انزال ہو جانے کی صورت میں یہ امور خاص استراحت کے قائم مقام نہیں کہتے ۱۳ (شامی وغیرہ)

ہونے سے مانع نہیں ہوتا تو وہ کپڑا حائل نہ سمجھا جائے گا کپڑا حائل ہونے کی صورت میں چھینا یا پٹانا قائم مقام خاص استراحت کے نہ ہوگا بلکہ ایسی حالت میں خاص استراحت سے بھی سسرالی رشتہ قائم نہ ہوگا بالوں کا چھولینا بھی مثل اور بدن کے چھولینے کے ہے بشرطیکہ بال سر کے اوپر ہوں۔ سر سے لٹکے ہوئے بالوں کا چھونا قائم مقام خاص استراحت کے نہیں ہے۔

جب یہ پانچوں شرطیں پائی جائیں تو یہ امور قائم مقام خاص استراحت کے ہو جائیں گے یعنی جس مرد و عورت میں یہ امور واقع ہوں گے ان میں باہم سسرالی رشتہ قائم ہو جائیگا خواہ یہ امور عمدتاً کئے جائیں یا بھولے سے یا دھوکہ سے کسی مجبوری سے یا جنون کی حالت میں یا نشہ میں۔

مثال (۱) اگر کسی شخص نے اپنی بی بی کو خاص استراحت کے لئے بیدار کرنا چاہا اور اس جوش میں اس کا ہاتھ بی بی کی لڑکی پر پڑ گیا تو اس کی بی بی اس پر حرام ہو جائے گی وہ اب اس کی ماں ہوگی مگر نکاح نہ ٹوٹے گا (۲) کسی شخص نے اندھیرے میں کسی اجنبی عورت کو اپنی بی بی سمجھ کر لپٹا لیا تو اب اس عورت کے اصول و فروع اس شخص پر حرام ہو جائیں گے یعنی ان سے نکاح نہیں کر سکتا کسی شخص نے جان کے خوف سے کسی عورت کو لپٹا لیا تو اس عورت کے اصول و فروع اس شخص پر حرام ہو جائیں گے اور نیز یہ عورت اس شخص کے اصول و فروع پر حرام ہو جائے گی (۳) کسی نے نشہ میں اپنی بی بی کی ماں کے تقبیل کر لی تو اب اس کی بی بی اس پر حرام ہو جائے گی مگر نکاح نہ ٹوٹے گا، اگر کوئی مرد کسی عورت سے یا کوئی عورت کسی مرد سے یہ باتیں کرے اور بعد اس کے اس امر کا انکار کر جائے کہ میں نے یہ باتیں نفسانی کیفیت کے جوش میں نہیں کیں تو یہ انکار مان لیا جائے گا بشرطیکہ کوئی قرینہ اس امر کے خلاف نہ ہو، مثلاً اس وقت خاص حصہ میں استاد کی ہو تو یہ قرینہ اس امر کا ہے کہ نفسانی کیفیت کے جوش میں یہ باتیں ہوئیں ہاں خاص حصہ کے چھونے میں اور منہ اور خسارہ کی تقبیل میں یہ اکیارہ مانا جائے گا (فتح القدر جلد ۲ صفحہ ۳۶۹)

عہ ان امور کا خاص استراحت کے قائم مقام ہونا محض عقلی نہیں ہے بلکہ احادیث و آثار سے بھی اسکا ثبوت ملتا ہے چنانچہ چند آثار و احادیث فتح القدر کی دوسری جلد کے صفحہ ۲۶۹ پر مرقوم ہیں ۱۲ عہ نکاح نہ ٹوٹنے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ وہ دوسرے سے نکاح نہ کر سکے گی اس کا نان و نفقہ اس شخص کے ذمہ واجب رہے گا اور حرام ہو جانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ شخص اس سے خاص استراحت نہ کر سکے گا اگر آئی یہ گنہگار ہوگا اگرچہ زمانا کی سزا اسکو نہ دی جائے گی (۱۲ دشامی)

اگر کوئی عورت کسی مرد کے بدن کو چھوئے اور کہے کہ میں نے نفسانی کیفیت کے جوش میں چھوا ہے اور مرد انکار کرے تو مرد ہی کی بات مانی جائے گی (فتح القدر جلد ۳ صفحہ ۳۶۸)

سسرال کے صرف اسی قدر رشتہ وار حرام ہیں، ان کے علاوہ اور جس قدر سسرالی رشتہ دار ہوں ان میں سے جس کے ساتھ چاہنے نکاح کر سکتا ہے مرد اپنی بی بی کی بہن اور چھو بھی اور خالہ اور سوتیلی ماں کے ساتھ اور عورت اپنے شوہر کے بھائی چچا بھانجے بھتیجے وغیرہ سے نکاح کر سکتی ہے۔

تیسرا سبب

عہہ دودھ کا رشتہ۔ دودھ پینے سے ایک تعلق دودھ پینے والے اور پلانے والے کے درمیان میں پیدا ہو جاتا ہے، اس تعلق کو شریعت نے مثل نسبی تعلق کے قائم کر کے ایک مسلسل رشتہ نسب کی طرح جاری کر دیا ہے۔

مثلاً جس عورت نے دودھ پلایا ہے دودھ پینے والے بچے کی رضاعی ماں اور اس عورت کا شوہر جس کے سبب سے یہ دودھ پیدا ہوا ہے اس کا رضاعی باپ اور ان ماں باپ کی اولاد اس بچے کے

عہہ بچہ کا دودھ پلوانا اور اس کی پرورش کرنا باپ کے ذمہ ہے خواہ اس بچے کی ماں سے دودھ پلوائے یا کسی اور عورت سے مگر ان چند باتوں کا خیال رکھنا چاہیے جس عورت سے دودھ پلویا جائے اس کے شوہر سے اجازت ملے لی جائے بے اجازت شوہر کے کسی بچے کو دودھ پلادینا عورت کے لئے مکروہ ہے ہاں اگر اس بچے کی جان کا خطرہ ہو تو بچہ مکروہ نہیں بلکہ واجب ہے جس عورت سے دودھ پلوانا منظور ہو تو سرسری ظہیر پر اس امر کا علم حاصل کر لیا جائے کہ یہ دودھ زنا کا تو نہیں ہے بے وقوف اور بد اعمال عورت سے دودھ نہ پلویا جائے کیونکہ دودھ کا اثر بچے میں آجاتا ہے عورتوں کو چاہیے کہ ہر بچے کو بے ضرورت دودھ نہ پلائیں اور جب کسی کو دودھ پلائیں تو خوب یاد رکھیں تاکہ نکاح میں دانستہ کسی رشتہ دار سے عقد نہ ہو جائے فقہانے لکھا ہے کہ اگر کسی بچے کو کسی شہر کے اکثر باشندوں نے دودھ پلایا ہو اور یہ معلوم ہو کہ کس نے دودھ پلایا ہے پھر بچہ اس شہر کے کسی آدمی سے نکاح کرنا چاہے تو جس شخص میں کوئی علامت اور کوئی قرینہ دودھ کے رشتہ کا نہ ہو اور نہ کوئی اس رشتہ کی گواہی دے اس سے اس کا نکاح جائز ہے ۱۲ (بخاری ج ۱۲)

عہہ شوہر کے سبب سے دودھ کے پیدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ہمارے سے ولادت ہو اور اس ولادت کے سبب سے دودھ پیدا ہو شوہر کی قیادت تاقی ہے حتیٰ کہ اگر کوئی عورت کسی کی بیٹی ہو اور اس مالک سے اس کے لڑکا پیدا ہو اس دودھ کو جو شخص پئے گا یہ مالک اس کا رضاعی باپ ہو جائے گا ۱۲

رضاعی بھائی بہن ہیں اولاد خواہ نسبی ہو یا رضاعی اور رضاعی ماں کی ماں رضاعی نانی، باپ رضاعی نانا،
 بیہائی رضاعی، ماموں بہن رضاعی خالہ اور رضاعی باپ کی ماں رضاعی دادی باپ رضاعی دادا بھائی رضاعی
 چچا بہن رضاعی پھوپھی غرض تمام رشتہ یہاں بھی نسب کی طرح قائم ہو جائیں گے رضاعی ماں باپ
 کے ماں باپ بھائی بہن خواہ نسبی ہوں یا رضاعی بہر حال وہ دودھ پینے والے کے نانا دادا نانی دادی
 چچا ماموں پھوپھی خالہ ہو جائیں گے۔ مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ دودھ پلانے والی اور اس کی
 طرف کے تو سب لوگ اس بچے کے رشتہ دار ہو جائیں گے یعنی دودھ پلانے والی خود بھی اور اس کا شوہر
 جس کا یہ دودھ ہے وہ بھی اور ان دونوں کے اصول و فروع بھی اور اصول کی فروع بھی لیکن دودھ
 پینے والے کی طرف سے صرف وہ خود رشتہ دار ہو جائے گا اور اس کی اولاد اور اگر وہ مرد ہے تو
 اس کی بی بی اور اگر عورت ہے تو اس کا شوہر رشتہ دار ہو جائے گا دودھ پینے والے کے اصول
 اور اصول کے فروع سے اس دودھ پلانے والی کو کوئی تعلق پیدا نہ ہوگا۔

ایک محقق فاضل نے ان تمام مطالب کو اس ایک شعر میں نہایت خوبی سے ادا کر دیا ہے۔
 از جانب شیردہ ہمہ خویش شوید ۱۱۰
 و از جانب شیرخوارہ زوجان فروع

عہ مثلاً سعیدہ کا دودھ زید نے پیا تو سعیدہ کی اولاد نسبی بھی زید کے بھائی بہن ہو جائیں گے اور اس کی اولاد
 رضاعی بھی یعنی جن جن لوگوں نے سعیدہ کا دودھ پیا ہے وہ سب زید کے بھائی بہن ہو جائیں گے خواہ انھوں نے
 زید کے ساتھ دودھ پیا ہو یا اس سے پہلے یا اس کے بعد۔

عہ اس شعر کو صاحب شرح وقایہ نے نقل کیا ہے واقعی عجیب جامع شعر ہے ترجمہ اس شعر کا یہ ہے کہ دودھ
 پلانے والی کی طرف سے سب لوگ عزیز ہو جاتے ہیں اور دودھ پینے والے بچے کی طرف سے صرف وہ دونوں میاں
 بی بی اور اس بچے کی اولاد بعض فقہانے اس مقام پر ایک عجیب بطف کیا ہے پہلے تو یہ کہہ دیا کہ دودھ پینے سے طرفین
 کے سب لوگ باہم رشتہ دار ہو جاتے ہیں پھر جن جن لوگوں میں باہم نکاح جائز ہے ان کو مستثنیٰ کیا ہے۔ صاحب بحر الزمان
 نے اگلی صورتیں مستثنیٰ کیں اور لکھا ہے کہ یہ ہماری کتاب کے ساتھ مخصوص ہے صاحب درمختار نے ایک سو بیس صورتیں
 ذکر کیں اور لکھا ہے کہ یہ ہماری کتاب کے مخصوصات سے ہے مگر تیسری لکھتے ہیں کہ ابھی ایک سو آٹھ صورتیں اور باقی
 رہ گئیں لیکن ہم کو ان صورتوں کے مستثنیٰ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ ہم نے شروع ہی میں یہ بت کہہ دی ہے کہ
 دودھ پینے والے کی طرف سے سب لوگ رشتہ دار نہیں ہو جاتے پس جن جن صورتوں کو انھوں نے مستثنیٰ کیا
 ہے ان میں ہم یہی کہہ دیں گے کہ ان میں باہم رشتہ ہی نہیں پیدا ہوا مثلاً انھوں نے بھائی بہن کی رضاعی ماں کو مستثنیٰ
 (باقی صفحہ ۷۰۹ پر)

پس جن جن لوگوں میں باہم دودھ کا رشتہ قائم ہو گیا ہے اور اس رشتہ سے نسب میں نکاح ناجائز ہے یہاں بھی اس رشتہ سے نکاح حرام ہے جیسے رضاعی ماں باپ اور ان باپ باپ کے ماں باپ وغیرہ اخیر سلسلہ تک اور رضاعی بھائی بہن چچا ماموں رضاعی بھائی بہن کی اولاد اور اولاد کی اولاد اخیر سلسلہ تک اور جن لوگوں سے رشتہ قائم ہی نہیں ہوا جیسے دودھ پینے والے کا باپ اور اس کی رضاعی ماں یا دودھ پلانے والے کی نسبی بہن اور اس کا رضاعی بھائی یا رشتہ تو قائم ہو گیا مگر اس رشتہ سے نسب میں نکاح جائز ہے جیسے چچا ماموں کی اولاد تو ان لوگوں میں باہم نکاح جائز ہے اسی طرح سُسرالی رشتہ کو بھی خیال کرنا چاہیے یعنی دودھ کی وجہ سے جو سُسرالی رشتہ پیدا ہوئے ہوں اور ان سے سُسرالی رشتہ میں نکاح جائز نہ تھا یہاں بھی ان سے نکاح جائز نہیں مگر دودھ سے سُسرالی رشتہ صرف تین قسم کے لوگوں سے پیدا ہوتا ہے منکوحات کے رضاعی اصول سے، رضاعی اصول کی منکوحات سے، رضاعی فروع کی منکوحات سے، انھیں تین رشتہ کے لوگوں سے نکاح ناجائز ہے، مدخولات زنا کے رضاعی اصول سے اور رضاعی فروع اور رضاعی اصول کی مدخولات زنا سے کوئی رشتہ پیدا نہیں ہوتا کیونکہ دودھ کا رشتہ زنا سے قائم نہیں ہوتا اور اپنی مدخولات اور منکوحات کی رضاعی فروع سے بھی کوئی رشتہ پیدا نہیں ہوتا، حاصل یہ کہ اس سُسرالی میں اور دودھ کے رشتہ کے سُسرالی میں دو فرق ہیں ایک یہ کہ دودھ کی سُسرالی زنا سے قائم نہیں ہوتی اور وہ سُسرالی زنا سے بھی قائم ہو جاتی ہے، لہذا جس شخص نے کسی عورت سے زنا کیا وہ اس عورت کی رضاعی لڑکی اور رضاعی ماں سے نکاح کر سکتا ہے، دوسرا فرق یہ ہے کہ دودھ کا سُسرالی رشتہ اپنی بی بی کی رضاعی فروع سے قائم نہیں ہوتا اور وہ سُسرالی رشتہ اپنی بی بی بلکہ مدخولہ زنا کی رضاعی فروع سے قائم ہو جاتا ہے لہذا اپنی بی بی کی ان رضاعی بیٹیوں سے جنھوں نے اور کسی مرد کا دودھ پیا ہو نکاح جائز ہے۔

(یعنی صفحہ ۷۰۸ کا) کیا ہے کہ اس سے نکاح جائز ہے ہم کہیں گے کہ دودھ پینے والے کے بھائی بہن سے اور دودھ پلانے والی سے کوئی تعلق ہی نہیں پیدا ہوا مستثنیٰ کرنے کی کیا ضرورت ہے ۱۲۔

عہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ زنا کے سبب سے جو دودھ پیا ہوا ہو اس دودھ کے پینے والے کے ساتھ ثانی نکاح نہیں کر سکتا مگر اکثر محققین اسی طرف ہیں کہ زنا کا دودھ پینے والے سے اور ثانی سے کوئی تعلق پیدا نہیں ہوتا ان میں باہم نکاح جائز ہے (شامی جلد ۲ صفحہ ۲۲۶)

دودھ کے رشتہ کی شرطیں

دودھ کے پینے سے ہر حال میں رشتہ قائم نہیں ہوتا بلکہ جب یہ آمٹھ شرطیں پائی جائیں۔

(۱) رضاعت دو برس کے اندر ہو یعنی جس بچے نے دودھ پیلا ہے اس کی عمر دودھ پیتے وقت دو

برس یا اس سے کم ہو بعد اس عمر کے دودھ پینے سے رشتہ قائم نہ ہوگا۔

(۲) دودھ حلق کے نیچے اتر جائے گو بہت ہی قلیل ہو اگر کسی بچے نے پستان منہ میں لیا مگر معلوم

نہیں ہو کہ اس نے جو سایا نہیں اور حلق کے نیچے اترایا نہیں تو یہ رشتہ قائم نہ ہوگا اسی طرح اگر بچے نے

چوس کر اگل دیا حلق کے نیچے ایک قطرہ بھی نہیں اترتا تو رشتہ قائم نہ ہوگا۔

(۳) دودھ منہ یا ناک کے ذریعہ سے اتر جائے یعنی اگر پچکاری وغیرہ کے ذریعہ سے اندر

پہنچا یا جائے تو اس سے رشتہ قائم نہ ہوگا۔

(۴) جو عورت دودھ پلائے وہ بالغ ہو خواہ دودھ اس کا ولادت کی وجہ سے ہو یا بغیر ولادت

کے بشرطیکہ دودھ کا رنگ زرد نہ ہو (شامی جلد ۲ صفحہ ۲۲۳)

(۵) دودھ کسی پینے کی چیز میں مثل دوا یا پانی کے ملا کر نہ پلایا جائے، اگر ملا کر پلایا جائے تو

دودھ غالب ہو اگر دودھ غالب نہ ہوگا تو گوئی نفسہ دودھ کی مقدار زیادہ ہو تو اس دودھ کے

پینے سے رشتہ قائم نہ ہوگا۔

(۶) دودھ کسی کھانے کی چیز میں ملا کر نہ کھلایا جائے اگر کھانے کی چیز میں ملا کر کھلایا جائے تو

رشتہ قائم نہ ہوگا، خواہ دودھ غالب ہو یا مغلوب۔

(۷) مرد کا رشتہ نہ ہو اگر کسی مرد کی پستان سے دودھ نکل آئے تو اس کے پینے سے رشتہ

عہ یہ تہہب صاحبین کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے قرآن مجید میں ہے وَالْوَالِدَاتُ يَرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ

حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ترجمہ اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک

دھائی برس تک دودھ پینے کی عمر ہوتی ہے لہذا لکے نزدیک دھائی برس کے اندر اندر دودھ پینے سے رشتہ قائم

ہو جائیگا مگر اس قول پر فتویٰ نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ دو برس کے بعد دودھ پلانا ناجائز ہے اور اس کے پینے سے رشتہ

قائم نہ ہوگا ۱۲۔

عہ امام شافعی کے نزدیک جب تک پانچ مرتبہ سیر ہو کر دودھ نہ پیئے رشتہ قائم نہیں ہوتا ۱۳۔

قائم نہ ہوگا ہاں محنت کی پستان سے دودھ نکلے اور اس قدر زیادہ ہو کہ اس قدر سوا عورت کے اور کسی کے نہیں نکل سکتا تو اس کے پینے سے رشتہ قائم ہو جائے گا (در مختار)

(۸) دودھ اپنی اصلی حالت میں پلایا جائے دودھ اگر علیحدہ نکال کر وہی بنا لیا جائے اور وہ کسی

کسی بچے کو کھلا دیا جائے تو اس وہی کے کھانے سے رشتہ قائم نہ ہوگا (بحر الرائق)

یہ آٹھوں شرطیں اگر پائی جائیں گی تو دودھ کے پینے سے رشتہ قائم ہو جائے گا خواہ دودھ

کم ہو یا زیادہ اور خواہ زندہ عورت کا ہو یا مردہ کا اور خواہ جوان عورت کا دودھ ہو یا بوڑھی کا اور خواہ

دودھ پیٹ میں رہے یا فوراً پیتے ہی تے ہو جائے اور خواہ اس بچے کا دودھ چھوٹ چکا ہو یا ابھی

پیتا ہو اور خواہ دودھ پستان سے پلایا جائے یا اس سے علیحدہ نکال کر۔ اگر دو عورتوں کا دودھ

کسی بچے کو پلایا جائے تو ان دونوں عورتوں سے اس کا رشتہ قائم ہو جائے گا گو کسی کا دودھ کم ہو

یا کسی کا زیادہ۔ اگر کسی شخص کی دو بیٹیاں ہوں سعیدہ اور حمیدہ، حمیدہ کی عمر دس برس سے کم ہو اور

سعیدہ حمیدہ کو دودھ پلا دے تو یہ دونوں بیٹیاں اس شخص پر حرام ہو جائیں گی، کیونکہ یہ دونوں

آپس میں ماں بیٹیاں ہو گئیں، ہاں اگر اس نے سعیدہ کے ساتھ خاص استراحت نہیں کی تو پھر حمیدہ

کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے اور اگر سعیدہ کو طلاق دے چکا تھا اور وہ طلاق بائن تھی یا رجعی تھی

اور اس کی عدت گزر چکی تھی بعد اس کے اس نے حمیدہ کو دودھ پلایا تو پھر حمیدہ کا نکاح بدستور قائم

رہے گا دوبارہ نکاح کرنے کی حاجت نہیں۔

چوتھا سبب

اختلاف مذہب۔ اختلاف مذہب سے مراد یہاں دینی اختلاف ہے، جیسے ہندو مسلمان کسی

مسلمان کو غیر مسلمان سے نکاح کرنا جائز نہیں سوا اہل کتاب کے کہ ان سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ وہ

عدت نکاح اول کے قائم نہ رہنے کی وجہ سے کہ وہ دونوں ماں بیٹیاں ہو گئیں اور ماں بیٹیاں ایک ساتھ

نکاح میں نہیں ہو سکتیں اور حمیدہ کے ساتھ دوبارہ نکاح جائز ہونے کی وجہ سے کہ جس عورت کے ساتھ

صرف نکاح ہوا ہو خواہ استراحت نہ ہوئی ہو اس کی بیٹی سے نکاح جائز ہے ۱۲۔

عدت دوبارہ نکاح کرنا کی حاجت اس سبب نہیں ہے کہ اس کی ماں نکاح سے باہر ہو چکی ہے ۱۲۔

۱۳۔ اگرچہ حنفیہ کے نزدیک اہل کرب کے تمام فرقوں سے نکاح جائز ہے مگر چونکہ یہود و نصاریٰ کے سوا

کسی کا اہل کتاب ہونا یقینی نہیں لہذا ان کے سوا کسی سے نکاح نہ کیا جائے ۱۲۔

بت پرستی نہ کرتے ہوں۔

اہل کتاب ان کا قرون کہتے ہیں جو کسی آسمانی شریعت کے معتقد ہوں جیسے یہود و نصاریٰ، یہود و نصاریٰ کا اہل کتاب ہونا تو یقینی ہے کیونکہ قرآن مجید میں ان کا اہل کتاب ہونا مذکور ہے ان کے علاوہ اور جس قدر کافر ہیں جیسے زرتشتی مذہب والے یا ہندوان کا اہل کتاب ہونا یقینی نہیں ہے کیونکہ ہماری شریعت میں ان کا کچھ ذکر نہیں ہے علاوہ اس کے ان میں سے اکثر لوگ بت پرست بھی ہیں۔ لہذا نکاح کی اجازت صرف یہود و نصاریٰ سے دی جاتی ہے وہ بھی اس طور پر کہ مسلمان مرد کا نکاح تو یہودیہ یا نصرانیہ عورت کے ساتھ جائز ہے مگر نصرانی یا یہودی مرد کا نکاح کسی مسلمان عورت سے خواہ وہ آزاد ہو یا لونڈی جائز نہیں۔

جس طرح اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے اسی طرح ان کی لونڈیوں سے بھی نکاح درست ہے اہل کتاب کے ساتھ نکاح اگرچہ جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ حربی اہل کتاب کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے اور غیر حربی کے ساتھ مکروہ تنزیہی۔

مرتد کے ساتھ نکاح جائز نہیں گو اس نے مرتد ہو کر کسی آسمانی مذہب کو اختیار کر لیا ہو جیسے آج کل کے وہ عیسائی جو پہلے مسلمان تھے ہاں ان کی اولاد سے نکاح جائز ہے کیونکہ وہ مشروع ہے عیسائی ہیں۔

مسلمانوں کے جس قدر فرقے ہیں گو ان میں بہت کچھ اختلاف ہے مگر دینی اختلاف نہیں ہے لہذا سب آپس میں نکاح کر سکتے ہیں، شیعہ ہوں یا سنی خارجی یا معتزلی ہاں وہ فرقے جو ضروریات عامہ امام شافعی کے نزدیک اہل کتاب کی لونڈیوں سے نکاح درست نہیں ۱۲۱ عہ حربی ان کا قرون کہتے ہیں جن سے مسلمانوں کی صلح نہ ہو وہ مرتد و شتھن ہے جو پہلے مسلمان ہو بعد اس کے پھر اس کا عقیدہ شراب ہو جائے اور کسی دوسرے مذہب کو قبول کرے مثلاً یہودی ہو جائے یا عیسائی ہو جائے نحوذ بانہ ۱۲۲ عہ یعنی کوئی کافر نہیں ہے اہل سنت کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے آدمی کافر نہیں ہوتا خواہ گناہ کبیرہ اعتقادات کے قبیلہ سے ہو یا اعمال کے قبیلہ سے ۱۲۳ عہ شیعوں میں بہت سے فرقے ہیں بعض علماء نے ان کی تکفیر کا فتویٰ دیا ہے اویہما اب متحقق ہے اس لئے کہ قرآن مجید کے ایک حرف کا انکار بھی بالاجماع کفر ہے اور یہ فسق قرآن مجید میں ہر قسم کی کمی و بیشی اور تحریف و تغیر کا عقیدہ قائل ہے اس کے علاوہ اور بہت سی وجوہ ان کے کفر پر پیش کی جاسکتی ہیں جن لوگوں نے انہیں مسلمان کہا یا لکھا ہے انہیں حقیقت میں شیعوں کے اصلی عقائد کا حال معادم نہیں ہو سکا ہے۔

دین کے منکر ہوں یعنی ایسی چیزوں کا انکار کریں جو بدلیل قطعی شریعت اسلامیہ میں ثابت ہیں جیسے نیچری فرقہ کے لوگ کہ وہ جنت و دوزخ کا فرشتوں کا قیامت کا ثواب و عذاب کا مردوں کے زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں حالانکہ یہ امور نص قطعی شریعت میں ثابت ہیں لہذا ایسے لوگ مسلمان نہ سمجھے جائیں گے گواپنے آپ کو مسلمان کہیں اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں اگرچہ مناقحت جائز ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ اہل سنت اپنی لڑکی کسی دوسرے فرقہ کو حتی الامکان نہ دیں کیونکہ عورت محکوم ہوتی ہے اندیشہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کا مذہب نہ اختیار کر لے۔

پانچواں سبب

اتحاد نوع۔ یعنی مرد کا نکاح مرد کے ساتھ اور عورت کا نکاح عورت کے ساتھ جائز نہیں۔ مختلث کا نکاح نہ مرد کے ساتھ جائز ہے نہ عورت کے ساتھ کیونکہ اس میں دونوں حیثیتیں موجود ہیں 'مرد ہونے کی بھی عورت ہونے کی بھی۔

خصی مرد کا نکاح عورت کے ساتھ جائز ہے کیونکہ وہ عورت کی نوع سے نہیں۔

چھٹا سبب

احتمالات جنس یعنی انسان کا نکاح جن یا دریا کی آدمی سے یا اور کسی مخلوق سے سوا اپنی جنس کے جائز نہیں۔

ساتواں سبب

طلاق۔ یعنی جو شخص اپنی بی بی کو تین طلاقیں دیدے تو اس کی بی بی اس کے نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اور اب اس شخص کو اس عورت سے دوبارہ نکاح کرنا حرام ہے ہاں اگر یہ عورت کسی دوسرے شخص

عدیل قطعی سے مراد وہ آیت یا حدیث ہے جس کا ثبوت شارع سے قطعی ہو اور اپنے مضمون پر صاف صاف دلالت کرتی ہو کہ اس میں کسی دوسرے معنی کا احتمال نہ نکلتا ہو اور اس کی دلالت ایسی بیسی ہو کہ ہر شخص جو عربی زبان جانتا ہو اس کو سمجھے حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی حقیقت خلافت جن آیتوں سے ثابت ہے کہ انکی دلالت ایسی صریح نہیں ہے کہ عربی زبان وال اس کو سمجھ سکے بلکہ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو استدلالی قوت رکھتا ہو اور عقل سلیم کے ساتھ انصاف کا بھی کچھ حصہ اس کو ملا ہو۔ ۱۲۔

سے نکاح کرے اور اس سے خاص استراحت کی بھی نوبت آجائے اور بعد اس کے یہ دوسرا شوہر اس کو طلاق دیدے تو اب اس سے اس کا پہلا شوہر نکاح کر سکتا ہے۔

آکھواں سبب

لعان کی تعریف اور اس کے احکام انشاء اللہ آئندہ بیان ہوں گے یہاں صرف اس قدر سمجھ لینا چاہیے کہ جس عورت سے لعان کے بعد تفریق ہو جائے اس سے پھر نکاح کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہے اور خاص استراحت تو تفریق سے پہلے ہی حرام ہو جاتی ہے۔

لعان اس کو کہتے ہیں کہ شوہر اپنی بی بی کو زنا کی تہمت لگائے اور پھر قاعدے کے موافق حاکم شریعت کے سامنے شوہر اپنے سچے ہونے کی چار مرتبہ قسم کھائے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں پھر چار مرتبہ عورت اپنے برائے کی قسم کھائے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ خدا کا غضب مجھ پر ہو اگر وہ سچ کہہ رہا ہو۔

نواں سبب

ملک یعنی مالک کا نکاح اپنے ملوک کے ساتھ جائز نہیں۔

آزاد عورت کا نکاح اپنے غلام کے ساتھ باسکل جائز نہیں یعنی نکاح کے سبب سے اس غلام کو اپنی مالک کے ساتھ خاص استراحت جائز نہ ہوگی، ہاں کسی دوسرے شخص کا غلام ہو تو اس کے ساتھ آزاد عورت کا نکاح ہو سکتا ہے لیکن وہ غلام شوہر اگر کسی وجہ سے اس آزاد بی بی کی مالک میں آجائے گا تو فوراً ملک میں آئے ہی نکاح فاسد ہو جائے گا۔

آزاد مرد کا نکاح بھی اپنی لونڈی کے ساتھ صحیح نہیں ہے مگر اس کے صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ فضول ہے یعنی نکاح کا نتیجہ مرتب نہ ہوگا اور خاص استراحت وغیرہ تو یوں بھی اپنی لونڈی کے ساتھ بغیر نکاح کے جائز ہے ہاں اگر اس لونڈی کے لونڈی ہونے میں کچھ شبہ ہو تو ایسی حالت میں

عہہ ملک میں آجانے کی بہت سی صورتیں ہیں مجملہ ان کے یہ خود خرید کرے یا کوئی شخص اس کو بطور ہبہ کے دیدے یا بطور وراثت کے اس کو مل جائے ۱۲۔

عہہ نکاح کا مسئلہ یہ ہے کہ مہر واجب ہو سوا اپنی لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے میں مہر واجب نہیں ہوتا ۱۳۔

احتیاطاً نکاح کر لینا بہتر ہے۔

ہمارے زمانہ میں لونڈی غلاموں کی خرید و فروخت کا بالکل رواج نہیں رہا، صرف حرمین شریفین میں البتہ یہ رواج باقی ہے مگر ان میں اکثر لونڈی غلام ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ہونے میں شبہہ ہوتا ہے اور آخر میں جا کے پتہ چلتا ہے کہ یہ آزاد تھا اور اس کو دھوکا دیکر کوئی شخص اس کے وطن سے بھگالایا اور اس نے بیچ ڈالا تھا لہذا اس قسم کی لونڈیوں سے بغیر نکاح کے خاص استراحت کرنا خلاف احتیاط ہے اس کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں جو لونڈیاں جہاد سے حاصل ہوئی ہیں ان سے خاص استراحت جائز نہیں کیونکہ مال غنیمت کی تقسیم آج کل باقاعدہ نہیں ہوتی لوگوں کے حقوق باقی رہ جاتے ہیں۔

اگر کسی آزاد مرد نے کسی دوسرے کی لونڈی سے نکاح کیا ہو اور وہ لونڈی کسی وجہ سے اس کی ملک میں آجائے تو فوراً ملک میں آتے ہی نکاح فاسد ہو جائے گا مگر خاص استراحت اس سے اب بھی جائز رہے گی۔

دسواں سبب

جمع۔ جمع کے ہم نے دو مطلب رکھے ہیں، پہلا مطلب یہ ہے کہ ایسی دو عورتیں جو ایک دوسرے کی رشتہ دار نہ ہوں اور ایسا رشتہ ہو کہ اگر ان میں سے ایک مرد فرض کر لی جائے تو اس کا نکاح دوسرے کے ساتھ ناجائز ہو مگر ان میں علاقہ جزئیت کا نہ ہو جیسے دو بہنیں کہ اگر ان میں ایک مرد فرض کر لی جاتے تو اس کا نکاح دوسرے کے ساتھ ناجائز ہو گا کیونکہ بھائی کا نکاح بہن کے ساتھ حرام ہے یا خالہ بھانجیاں یا بھوپھی بھتیجیاں ہوں تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا ناجائز ہے خواہ اس طور پر جمع کرے کہ ایک ہی وقت میں ان دونوں سے نکاح کرے یا اس طور پر کہ ایک پہلے سے نکاح میں ہے اب دوسری سے نکاح کر لے اور اگر ایک کو طلاق دے چکا تھا اس کے بعد دوسری سے نکاح کیا تو اگر اس مطلقہ کی عدت نہیں گزری تو یہ بھی جمع سمجھا جائے گا اور ناجائز ہو گا، فرق صرف اس قدر ہے

عہ یہ تیسرا مسئلہ بگائی گئی کہ اگر دونوں میں جزئیت کا تعلق ہو گا جیسے ماں بیٹیاں تو ان میں جمع کرنا کیا بلکہ ایک کے بعد دوسرے سے نکاح کرنا جائز نہیں جیسا کہ اوپر بہت تفصیل سے یہ مسئلہ بیان ہو چکا ہے۔

کہ اگر دونوں کے ساتھ یکدم نکاح کیا ہے تو دونوں کا نکاح باطل ہو جائے گا اور اگر ایک کے ساتھ پہلے کیا ہے اور اس کے بعد دوسرے کے ساتھ تو اگر اس کو یہ یاد نہ رہے کہ کس کے ساتھ پہلے نکاح ہوا تھا اور کس کے ساتھ بعد میں تو بھی دونوں کا نکاح باطل ہو جائیگا اور اگر یہ یاد ہے کہ فلاں کے ساتھ پہلے ہوا تھا اور فلاں کے ساتھ پیچھے، تو پہلے والی کا نکاح صحیح رہے گا اور پیچھے والی کا نکاح باطل ہو جائے گا، ہاں اگر دوسرے کے ساتھ خاص استراحت کرنی ہے تو جب تک اس دوسری کی عدت نہ گزرے پہلی کے ساتھ خاص استراحت جائز نہیں گو نکاح اس کا بدستور باقی ہے۔

اسی طرح اگر دو لونڈیوں میں باہم اسی قسم کا رشتہ ہو کہ اگر ان میں سے ایک مرد فرض کی جلتے تو اس کا نکاح دوسرے کے ساتھ ناجائز ہو تو ان دونوں لونڈیوں کو خاص استراحت میں جمع کرنا جائز نہیں، یعنی یہ بات ناجائز ہے کہ اس سے بھی خاص استراحت کرے اور اس سے بھی بلکہ اس کو چاہیے کہ ان دونوں میں سے ایک کو اپنے اوپر حرام سمجھ لے اور دوسرے کے ساتھ خاص استراحت کرے، اگر ان دو عورتوں میں جو باہم اسی قسم کا رشتہ رکھتی ہیں ایک لونڈی ہو ایک آزاد تو اس لونڈی کے مالک کو جائز نہیں کہ لونڈی سے خاص استراحت کرے اور اس کی اس رشتہ دار سے بھی جو آزاد ہے نکاح کر کے خاص استراحت کرے ہاں یہ جائز ہے کہ اس سے نکاح کرے اور بعد نکاح کے یا تو اس لونڈی ہی سے خاص استراحت کرے۔ یا اس کی اس آزاد رشتہ دار سے، آزاد بی بی کے ہوتے ہوئے لونڈی سے نکاح کرنا ناجائز ہے ہاں اگر آزاد بی بی کو طلاق دے چکا ہے اور اس کی عدت بھی گزر گئی ہے تو اب اگر کسی لونڈی سے نکاح کرے تو صحیح ہے، اور اگر عدت نہ بھی گزری ہو تو بھی ناجائز ہے گو طلاق بائن دے چکا ہو۔

دوسرا مطلب جمع کا یہ ہے کہ جس قدر نکاحوں کی شریعت نے اجازت دیدی ہے ان سے زیادہ نکاح کرنا شریعت نے آزاد مرد کو ایک وقت میں چار نکاح تک کی اجازت دی ہے اور غلام کو ایک وقت میں دو نکاح کی اور آزاد مرد کے لئے لونڈیوں کے ساتھ خاص استراحت کرنے میں کوئی حد نہیں مقرر کی گئی جس قدر لونڈیاں چاہے رکھ سکتا ہے اگر کوئی شخص ایک ساتھ ہی چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرے تو سب کا نکاح باطل ہو جائیگا اور اگر کچھ عورتوں سے پہلے کر چکا ہے اور کچھ عورتوں سے اب کرتا ہے تو بعد والی عورتوں کا نکاح باطل ہو جائے گا، اگر کسی شخص کے نکاح میں چار عورتیں تھیں ان میں سے ایک کو اس نے طلاق دیدی تو جب تک اس کی عدت نہ گزرے پانچواں نکاح نہیں کر سکتا۔

گیارہواں سبب

تعلق حق غیر یعنی جس عورت کے ساتھ کسی دوسرے کا حق زوجیت متعلق ہو اس سے نکاح جائز نہیں، جو عورت کسی کے نکاح میں ہو یا اس کی عدت میں ہو، عدت خوراء طلاق کی ہو یا موت کی اس عورت سے غیر کا حق متعلق ہے اس سے نکاح جائز نہیں اسی وجہ سے حاملہ عورت سے نکاح ناجائز ہے مگر جس عورت کو زنا کا حمل ہو اس سے نکاح جائز ہے لیکن قبل وضع کے اس سے خاص استراحت کرنا ممنوع ہے ہاں اگر اس حاملہ زنا سے وہی شخص نکاح کرے جس نے زنا کی ہے تو اس کو قبل وضع حمل کے بھی خاص استراحت جائز ہے اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کا کسی سے نکاح کرنا چاہے اور خود اس لونڈی سے خاص استراحت کرتا رہا ہو تو اس پر واجب ہے کہ پہلے اس بات کا یقین حاصل کرے کہ اس لونڈی کو حمل تو نہیں ہے پھر اس کے بعد جس سے چاہے اس کا نکاح کر دے، اگر کوئی شخص لونڈی مول لے تو اس پر واجب ہے کہ پہلے اس امر کا یقین حاصل کر لے کہ اس لونڈی کو حمل تو نہیں ہے، جب یہ یقین حاصل ہو جائے تو اس سے خاص استراحت کر لے۔ محرمات کا بیان ختم ہو گیا، ان کے علاوہ اور جس عورت سے چاہے نکاح کر لے صحیح ہوگا خواہ وہ زانیہ ہو اور خود اس نے اس کو زنا کرتے دیکھا ہو یا محرمہ ہو۔

محرمات کا بیان قرآن مجید میں بھی بہت تفصیل کے ساتھ ہے چنانچہ وہ آیت ہم اس مقام پر لکھتے ہیں۔ وَلَا تَنْكِحُوا مَا بَلَغْتُمْ أَبَاءُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ لِتِلْكَ كَانَتْ حُرْمَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا حُرْمَتٌ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخُواتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ

عہ جس شخص کے ساتھ نکاح ہو اس کو بھی مستحب ہے کہ جب تک اس امر کا یقین نہ ہو جائے کہ اس کو حمل نہیں ہے اس وقت تک اس سے خاص استراحت نہ کرے اور حمل نہ ہونے کا یقین حیض کے آنے سے ہو جاتا ہے حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا ۱۲۔

عہ امام شافعی کے نزدیک زانیہ سے نکاح ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَنْكِحُوا إِلَّا نِزَاہًا مَشْرُوفًا یعنی زانیہ سے نکاح نہ کرے مگر نانی یا مشرک حنفیہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور اب اس آیت پر عمل ہے فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ یعنی جو عورتیں تم کو اچھی لگیں ان سے نکاح کر لو عہ محرمہ یعنی جو عورت احرام باندھے ہوتے ہو اسکے ساتھ نکاح تو ناجائز ہے مگر خاص استراحت مکر وہ تحریمی ہے ۱۲۔

وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّتُكُمْ أُمَّتِي وَأَخْوَاتُكُمْ مِنَ الرِّفَاعَةِ
 وَأُمَّتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِكُمْ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ الَّتِي كَلَّتُمْ بِهِنَ
 فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمُوهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَالٌ لَكُمْ الْبَنَاتُ
 مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ يَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِنْ مَأْتَاكُمْ سَلَافٌ مِنَ اللَّهِ كَانَ
 غَفُورًا رَحِيمًا وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِذَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ
 ذَاتِ بَيْتٍ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُصَافِحِينَ
 ترجمہ۔ نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں مگر جو کچھ (ابتک) ہو چکا ہے وہ (معاف ہے)
 بیشک یہ برا اور ناپسند کام ہے اور برا طریقہ ہے اور تم پر حرام کر دی گئیں تمہاری ماں اور تمہاری بیٹیاں
 اور تمہاری بہنیں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ شریکی بہنیں اور
 تمہاری بیبیوں کی مائیں اور تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری حمایت میں ہوں تمہاری ان بیبیوں
 کے (شکم) سے جن کے ساتھ تم نے خاص استراحت کی ہے پس اگر تم نے ان سے خاص استراحت نہ کی
 ہو تو تم پر ان سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں اور تمہارے ان بیٹیوں کی بیٹیاں جو تمہارے
 پشت سے ہوں اور یہ بھی حرام کر دیا گیا کہ تم دو بہنوں کے درمیان میں جمع کرو مگر جو (اب تک) ہو چکا
 (وہ معاف ہے) بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور شوہر والی عورت (بھی تم پر حرام ہے) مگر وہ عورتیں
 جو (جہاد سے) تمہارے قبضہ میں آئی ہوں (گو شوہر والی ہوں تب بھی حرام نہیں اور مذکورہ بالا عورتوں
 کی حرمت) تم پر اللہ کی طرف سے فرض کی ہوئی ہے اور ان عورتوں کے علاوہ سب تمہارے لئے
 حلال کر دی گئی ہیں (بشرطیکہ) تم اپنے مال (یعنی مہر) کے بدلے میں ان سے نکاح کرنا چاہو اور طاق کو
 (ہمیشہ کے لئے) قید میں رکھنے کا ارادہ کرو نہ مستی نکالنے کا اس آیت کریمہ میں پانچ سبب حرمت
 نکاح کے ذکر فرمائے ہیں، نسبی رشتہ، دودھ کا رشتہ، شہسرا لیا رشتہ۔

عہ مراد اس سے اپنی بی بی کی لڑکی ہے جو پہلے شوہر سے ہوا اور چونکہ اکثر وہ صغیرا سن ہوتی ہیں اور دوسرا شوہر انکو
 پرورش کرتا ہے اس لئے پرورش کردہ فرمایا، یہ مقصود نہیں ہے کہ اگر پرورش کردہ نہ ہوں تو ان سے نکاح
 حلال ہے، ۱۲۔ عہ سب سے پہلے شہسرا لیا رشتہ کی ایک صورت ذکر فرمائی کیونکہ اس صورت میں حرمت بہت سخت
 ہے تمام آسمانی شدہ لعینیں اس کی حرمت پر متفق ہیں اس کے بعد اور صدیوں کا ذکر فرمایا ہے اس کے بعد دودھ کے
 رشتہ کا اس کے بعد شہسرا لیا رشتہ کا اس کے بعد شہسرا لیا رشتہ کی باقی صورتوں کا اس کے بعد جمع کا اس کے بعد
 تعلق جن غیر کا ۱۲۔ نسبی رشتہ کا بیان اہمیت کے ساتھ بناتُ الأخت تک (باقی صفحہ ۷۱۹ پر)

تعلق حقیقی غیر اور تین سبب دوسرے مقامات پر ذکر فرمائے ہیں مثلاً اختلاف مذہب کو اس آیت میں
 لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا مِن اٰوْرَاتِهَا نُوْرٌ كُوْمِ لُوْہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ كَے قصہ کے ضمن میں اور طلاق کو
 اس آیت میں لَعَنَ لَعَانٌ فَلَا تَحِلُّ لَہٗ اَحْتٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرًا كَا یہ کل آئمہ سبب ہوئے باقی رہے تین سبب
 یعنی لعان، ملک کے اختلاف جنس ان کا بیان قرآن مجید میں نہیں ہے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۷۱۸) جس میں سات قسم کے لوگ ذکر فرمائے ہیں، مائیں بیٹیاں بہنیں پھوپھیاں خالائیں بھانجی
 کی بیٹیاں بہن کی بیٹیاں ماؤں سے مراد عام ہے خواہ لہو یا بی بی یا پاپنے باپ کی ماں یا اپنی ماں کی ماں ہو غرض اصول
 ہں میں داخل ہیں، بیٹیوں کا لفظ بھی اسی طرح عام ہے اپنی بیٹیاں ہوں یا اپنی اولاد کی بیٹیاں ہوں سب اس میں آگئیں،
 بھائی بہن کی بیٹیوں میں بھی اسی طرح تقسیم ہے خواہ وہ انھیں کی بیٹیاں ہوں یا ان کی اولاد کی حاصل یہ کہ نسب کے
 چاروں حسام رشتوں کا ذکر اس آیت میں آگیا، اصول کا بھی فروغ کا بھی ماں باپ کے فروغ کا بھی ماں باپ کے اصول
 کے فروغ کا بھی ۴ سے دودھ کے اگرچہ صرف دو ہی رشتوں کا ذکر کیا ہے یعنی رضاعی بہن کا مگر دودھ پلانے والی کو
 ماں کہہ کر اس بات کی طرف صریح اشارہ کر دیا کہ دودھ کا رشتہ بھی نسب کی طرح محجوب۔ نسب کی ساری صورتیں یہاں
 ہی جاری کرو اس اشارہ کو احادیث میں بہت وضاحت سے بیان فرما دیا ہے ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔
 ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔
 ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔
 ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔
 ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔
 ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔
 ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔
 ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔
 ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔

عہ تعلق حقیقی غیر کو دال محصنت کے لفظ میں بیان فرما دیا ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔

نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔

ولی کا بیان

نکاح کے صحیح ہونے کی تیسری شرط یہ تھی کہ نابالغ اور مجنون اور غلام کا نکاح بغیر ان کے اولیا کی اجازت کے صحیح نہیں لہذا اب ہم یہاں ولی کے احکام بیان کرتے ہیں پہلے یہ بات بیان کرتے ہیں کہ کون کون لوگ ولی ہو سکتے ہیں اور اس کے بعد یہ بیان کریں گے کہ ان کے کیا اختیارات ہیں، غلام کا ولی تو اس کا مالک ہے اور آزاد آدمی کا ولی اس کا وہ رشتہ دار ہے جو عصبہ بنفسہ ہو، اگر کوئی عصبہ بنفسہ ہوں تو ان میں مقدم وہ ہے جو وراثت میں مقدم ہو، اگر عصبیات بنفسہ میں کوئی نہ ہو تو ماں کو ولایت حاصل ہوگی پھر دادی پھر بیٹی کو پھر پوتی کو۔ پھر پر پوتی کو پھر نواسی کی بیٹی کو و علیٰ ہذا اور اگر عصبیات بھی نہ ہوں اور ماں دادی بھی نہ ہوں اور پوتیاں نواسیاں وغیرہ بھی نہ ہوں تو نانا کی ولایت حاصل ہوگی پھر حقیقی بہن کو پھر علاتی بہن کو پھر اخیافی بہن کو پھر ان تینوں کی اولاد کو اسی ترتیب سے اور اگر یہ کوئی نہ ہوں تو ذوی الارحام کو ولایت حاصل ہوگی ذوی الارحام میں سب سے پہلے چھو بھیاں ولی ہوں گی ان کے بعد ماموں ان کے بعد خالائیں ان کے بعد چچا کی بیٹیاں پھر اسی ترتیب سے ان کی اولاد، اگر رشتہ دار کوئی

عہ رشتہ داروں کی تین قسمیں ہیں صحابہ ذرائع من کا قصہ مفصلاً قرآن مجید میں بیان ہوا ہے، عصبیات جن کا قصہ قرآن مجید میں مذکور نہیں ہے اور ان کا رشتہ کسی عورت کے توسط سے نہ ہو۔ ذوی الارحام وہ اغزا ہیں جن کا رشتہ کسی عورت کے توسط سے ہو جیسے خالہ کہ اس کا رشتہ ماں کے توسط سے ہے اور نواسی کہ اس کا رشتہ بیٹی کے توسط سے عصبیات کی تین قسمیں ہیں عصبہ بنفسہ بغیر عصبہ مع وغیرہ عصبہ بنفسہ جس کا ذکر آیت میں ہے اس عصبہ کو کہتے ہیں جو ذکر ہو عصبہ بنفسہ چار قسم کے لوگ ہیں اپنے ذکر فروع یعنی بیٹے پوتے وغیرہ اپنے ذکر اصول باپ دادا پر دادا وغیرہ اپنے باپ کے ذکر فروع یعنی بھائی اور بھائی کی اولاد وغیرہ اپنے دادا کی ذکر فروع یعنی چچا اور چچا کی اولاد وغیرہ ۱۲ عصبہ وراثت میں سب سے مقدم اپنے ذکر فروع میں اس کے بعد اپنے اصول اس کے بعد باپ کے فروع اس کے بعد دادا کے فروع پھر فریب بہ نسبت بعد کے مقدم ہے بیٹا بھی پوتا بھی ہو تو بیٹا مقدم ہے یا باپ بھی ہو دادا بھی ہو تو باپ مقدم ہے بھائی بھی ہو بھائی کی اولاد بھی ہو تو بھائی مقدم ہے یا چچا بھی ہو چچا کی اولاد بھی ہو تو چچا مقدم ہے ۱۳ عصبہ یعنی آخر سلسلہ تک بیٹے کی اولاد بہ نسبت بیٹی کی اولاد کے ایک درجہ مقدم رہے گی ۱۴ عصبہ یعنی حقیقی بہن کی اولاد علاتی بہن کی اولاد سے مقدم ہے اور علاتی بہن کی اولاد اخیافی بہن سے مقدم ہے ۱۵ عصبہ یعنی اگر چھو بھیاں خالائیں چچا کی بیٹیاں نہ ہوں بلکہ ان کی اولاد ہو پہلے چھو بھیاں ولی ہوں گی وہ نہ ہوں تو ماموں کی بیٹیاں وہ نہ ہوں تو خالہ کی بیٹیاں، وہ نہ ہوں تو چچا کی بیٹیوں کی بیٹیاں ۱۶۔

نہ ہونہ عصبہ نہ غیر عصبہ تو مولی الموالیات کو حق ولایت حاصل ہوگا، اگر وہ بھی نہ ہو تو بادشاہ وقت ولی ہے بشرطیکہ مسلمان ہو، بادشاہ وقت کا نائب بھی نکاح کا ولی ہو سکتا ہے، بشرطیکہ بادشاہ کی طرف سے اس کو یہ اختیار دیا گیا ہو، کسی کافر کو کسی مسلمان کی ولایت کا حق حاصل نہیں ہو سکتا گو وہ اس کا رشتہ دار ہو، ہاں اگر کوئی کافر لونڈی کسی مسلمان کی ملک میں ہو تو اس مسلمان کو اس لونڈی پر ولایت حاصل ہے، کوئی غلام کسی آزاد کا ولی نہیں ہو سکتا گو اس کا رشتہ دار ہو، کوئی بے عقل یعنی مجنون کسی دوسرے کا ولی نہیں ہو سکتا گو وہ باہم رشتہ دار ہوں، یہاں اس قدر تفصیل ہے کہ اگر جنون مطبق ہے تو اس کی ولایت بالکل صحیح نہیں اور اگر جنون غیر مطبق ہے تو ہوش کے زمانہ میں اس کو ولایت حاصل رہے گی حتیٰ کہ اگر کہیں سے پیغام نکاح آئے اور دوسری طرف کے لوگ اس قدر انتظار کریں کہ اس مجنون ولی کو ہوش آجائے تو اس کے ہوش آنے کا انتظار کیا جائے گا اور اگر وہ لوگ نہ ہوں تو بغیر انتظار کے نکاح کر دیا جائیگا بشرطیکہ یہ ولی لڑکی کا ہو اور جہاں سے پیغام آیا ہے وہ اس کے کفو ہوں (شامی جلد ۲ صفحہ ۳۳۸) کوئی نابالغ کسی دوسرے کا ولی نہیں ہو سکتا گو وہ ایک دوسرے کے رشتہ دار ہوں، ^{للعہ} دوسری نکاح کا ولی نہیں ہو سکتا اگرچہ وصیت کرنے والے نے اس کو نکاح کا اختیار بھی دیدیا ہو۔

ان لوگوں کا بیان ختم ہوا جو ولی ہو سکتے ہیں، اب ولی کے اختیارات بیان کئے جاتے ہیں ولی کو اختیار ہے کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کر دے اور باپ دادا کو یہاں تک اختیار حاصل ہے کہ چاہے صریح نقصان کے ساتھ نکاح کر دیں اور چاہے کسی غیر کفو کے

عہ مولی الموالاة وہ شخص ہے جس سے اس بچے کے اس بات کا معاہدہ لے لیا ہو کہ اگر میں کوئی خیانت کریں گا تو اس کا تانا بان تم کو دینا ہوگا اور جو مال چھوڑ جاؤں گا تو تم کو میری میراث ملے گی ۱۲۔
عہ جنون مطبق وہ ہے جو کم از کم ایک مہینہ تک رہے ۱۳۔

۱۴۔ وجہ یہ ہے کہ کفو بہت وقت سے دریافت ہوتے ہیں معلوم نہیں پھر دستیاب ہو یا نہ ہو ۱۴۔
للعہ دوسری اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے لئے کچھ وصیت کی جائے۔

۱۵۔ صریح نقصان سے مراد مہر میں سخت دہوکا کھا جانا مثلاً لڑکے کا ولی ہے تو اس کا نقصان یہ ہے کہ زیادہ مہر بندہ جائے لڑکی کے ولی کا نقصان اس میں ہے کہ کم مہر بندہ جائے ۱۰۰۰۰ روپے ہم کچھ چکے ہیں کہ یہی مذہب صحیح ہے متاخرین کا اسی پر فتویٰ ہے حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے اسی کو روایت کیا ہے ۱۲۔

ساتھ کرے، باپ اور دادا کے سوا اگر اور کوئی ولی لڑکی کا نکاح غیر کفو کے ساتھ کرے گا تو وہ نکاح صحیح نہ ہوگا، اسی طرح اگر صریح نقصان کے ساتھ کر دیا ہے تب بھی صحیح نہ ہوگا خواہ لڑکے کا نکاح ہو یا لڑکی کا۔

ولی کو بالغ لڑکے یا لڑکی کے بہ جبر نکاح کر دینے کا اختیار نہیں ہے خواہ لڑکی کنواری ہو یا نہیں اور خواہ ولی باپ دادا ہو یا کوئی اور عزیز، ہاں مستحب ہے کہ بالغ لڑکی اپنے نکاح کا معاملہ اپنے ولی کے سپرد کرے مگر حقیقت یہ ایک قسم کی وکالت ہو جائے گی، نہ ولایت، مخنون اور معتوہ اگرچہ بالغ ہوں مگر ان کے بہ جبر نکاح کر دینے کا حق ولی کو حاصل ہے اسی طرح لونڈی غلام اگرچہ بالغ ہوں تو ان کے مالک کو بہ جبر نکاح کر دینے کا اختیار ہے۔

بالغ مرد و عورت اگر بغیر اجازت اور رضامندی ولی کے اگر اپنا نکاح کر لیں تو صحیح ہو جائے گا، لیکن عورت اگر غیر کفو کے ساتھ اپنا نکاح بغیر رضامندی ولی کے کرے تو درست نہ ہوگا، گو بعد نکاح کے وہ ولی رضامند ہو جائے۔

اگر کوئی عورت بغیر رضامندی ولی کے مہر مثل سے کم پر اپنا نکاح کسی کے ساتھ کرے تو ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہے وہ اس نکاح کو قاضی کے ذریعہ فسخ کر سکتا ہے اور اگر بہر کی کسی پوری کر دی جائے تو پھر اس کو فسخ کرانے کا حق نہیں ہے۔

اگر کسی عورت کے کئی ولی ہوں اور سب ذریعہ مساوی ہوں تو ان میں سے بعض کا راضی ہونا مثل کل کے ہو جانے کے ہے اور اگر وہ سب ولی درجہ میں مساوی نہیں ہیں بلکہ کوئی قریب ہے اور کوئی بعید تو بعید کے راضی ہو جانے سے قریب کا راضی ہو جانا لازم نہیں آتا، قریب کو اعتراض کا حق حاصل رہے گا۔

عہ اس مسئلہ میں امام شافعی مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو عورت کنواری نہ ہو گو وہ نابالغ ہو ولی کو اس کے بہ جبر نکاح کر دینے کا اختیار نہیں ہے اور جو عورت کنواری ہو اس کے بہ جبر نکاح کر دینے کا اختیار ہے گو وہ بالغ ہو چکی ہو۔

عہ معتوہ اس شخص کو کہتے ہیں جس کی غرض میں فتور آگیا ہو، بائکل سلوب العقل نہ ہو ۱۲۔

سہ ولی کے بغیر رضامندی نکاح کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ ولی کو خبر ہی نہ کی جائے جس سے اس کی رضامندی کا

حال معلوم ہو دوسرے یہ کہ اس کی جانے مگر وہ سکوت کرے یا کہدے کہ میں راضی نہیں ہوں ۱۳ اور دیکھو (الریق)

للعہ درجہ میں مساوی ہونے کی صورت یہ ہے کہ اس کے ولی اس کے لڑکے ہوں اور وہ کسی ہوں ۱۴۔

ولی کا سکوت کر لینا اس کی رضامندی کی دلیل نہیں ہو سکتا لیکن اگر کوئی فعل اس قسم کا اس سے صادر ہو جس سے رضامندی سمجھی جاتی ہے تو وہ فعل رضامندی کی دلیل ہو سکتا ہے مثلاً ولی نے نہ ہر پر قبضہ کر لیا یا سامان چھیز لے لیا، ہاں اگر ولی اتنے زمانہ تک سکوت کیے رہے کہ اس عورت کے بچہ ہو جائے تو اب اس کا سکوت رضامندی کے حکم میں ہو گا اور اب اس کو کسی طرح اعتراض کا حق باقی نہ رہے گا نابالغ کو بعد بلوغ کے اس نکاح کے فسخ کر دینے کا اختیار ہے جو بجا لیتا نابالغی اس کے ولی نے کیا ہے یا ولی کی اجازت سے اس نے کیا ہے اگر باہم زوجین میں خاص استراحت کی بھی نوبت آچکی ہو مگر باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح کے فسخ کر دینے کا اختیار نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کسی کا نکاح بجا لیتا جنون اس کے ولی نے کر دیا ہو تو بعد ہوش آجانے کے وہ اس نکاح کو فسخ کر سکتا ہے مگر باپ دادا کے یا اپنے پیٹے کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ نہیں کر سکتا اس نکاح کے فسخ ہو جانے کی دو شرطیں ہیں (۱) یہ کہ قاضی کے ذریعہ سے فسخ کرایا جائے (۲) یہ کہ اگر اس نابالغ مرد یا عورت کو نکاح کا علم پہلے سے ہے تو جس وقت بالغ ہو یعنی جس وقت اپنے بلوغ کا علم حاصل ہو مگر اسی وقت نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کر دے اور پہلے سے علم نہ تھا تو جس وقت علم حاصل ہو فوراً اسی وقت اپنی ناراضی کا اظہار کر دے اگر بلوغ کے بعد یا نکاح کا علم حاصل ہونے کے بعد اگر عورت تھوڑی دیر بھی سکوت کر جائے یا وجود یکہ بوسنے کا اختیار رکھتی ہو تو اس کو فسخ کا اختیار باقی نہ رہے گا خواہ اس کو یہ مسئلہ معلوم ہو یا نہیں کہ میرے سکوت سے میرا اختیار باطل ہو جائے گا (۳) (رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۶)

نابالغ لڑکے اور تیبہ عورت کا اختیار البتہ اس کے سکوت سے باطل نہ ہو گا تا وقتیکہ صریحی رضامندی اپنی نہ ظاہر کر دے یا کوئی فعل ایسا کرے جس سے رضامندی سمجھی جائے۔

۱۱۔ مگر کوئی شخص بالغ ہو گیا مگر اس کو اپنے بلوغ کا علم حاصل نہیں ہوا تو اس کو جب علم ہوا اسی وقت انکار کرنا چاہیے۔ مگر کو اپنے بلوغ کا علم اس طرح حاصل ہو گا کہ اس کا سلام ہوا اور وہ اپنے کپڑوں پر مٹی کا نشان دیکھے، عورت کو اس طرح کہ حیض آجائے ۱۲

۱۳۔ پس اگر حسب وقت اس کو خیز نکاح کی پہنچے یا بالغ ہوئی اور کسی نے اس کا منہ بند کر لیا تو اس حالت کا رضامندی کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ ۱۴۔

۱۵۔ مثلاً اپنا منہ طلب کرے یا نفقہ مانگے یا ہنس دے ۱۶۔

لوٹدی کو بعد آزاد ہو جانے کے اپنے اس نکاح کے فسخ کر دینے کا اختیار ہے جو لوٹدی ہونے کی حالت میں اس کے مالک نے کر دیا تھا اور اس کو اس نکاح کے فسخ کرنے کے لئے قاضی کی ضرورت نہیں ہے اور جس مجلس میں وہ آزاد کی گئی ہو یا جس مجلس میں اس کو اپنے نکاح کا علم ہوا ہو اس مجلس کے آخر تک اس کو فسخ کرنے کا اختیار ہے اگر قبل مجلس بدلنے کے وہ کچھ دیر سکوت کئے رہے تو اس کا اختیار باطل نہ ہوگا ہاں اگر مجلس بدل جائے اور وہ کچھ نہ کہے تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا بشرطیکہ وہ اس مسئلہ سے واقف ہو کہ میرے اس قدر سکوت سے میرا اختیار باطل ہو جائے گا۔

ولی کو اختیار ہے کہ نابالغ لڑکی یا لڑکے کا نکاح خود اپنے ساتھ کر لے مگر بعد بالغ ہونے کے اس نابالغ کو اختیار فسخ کا بدستور باقی رہے گا، قاضی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جس نابالغ کا وہ ولی ہو اس کا نکاح اپنے ساتھ یا اپنے کسی رشتہ دار کے ساتھ کر دے جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہ ہو۔ اگر کسی عورت کا نکاح اس کے ولی نے مثلاً زید کے ساتھ کر دیا اور دوسرے ولی نے مثلاً خالد کے ساتھ اسی عورت کا نکاح کر دیا پس اگر یہ دونوں ولی درجہ میں مساوی ہیں تو ان میں سے جس شخص نے پہلے نکاح کیا ہے اس کا صحیح ہو جائے گا اور اگر یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کون پہلے ہوا اور کون پیچھے تو دونوں نکاح باطل ہو جائیں گے اور اگر دونوں ولی درجہ میں مساوی نہ ہوں تو ولی قریب نے جو نکاح کیا ہے وہ صحیح ہو جائے گا اور ولی بعید کا کیا ہوا نکاح باطل ہو جائے گا۔

ولی بعید کو بجا لیت نہ موجود ہونے ولی قریب کے لڑکی کے نکاح کر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ ولی قریب ایسے مقام میں ہو کہ اگر اس کے آنے کا انتظار کیا جائے تو وہ نسبت نکاح کی قطع ہو جائے گی اور جہاں ٹھہری ہے وہ کفر ہو مثال کسی نابالغ لڑکی کا باپ سفر میں گیا اس کی عنیت میں کسی کفو کے

لوٹدی کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ غلام کو یہ اختیار نہیں کہ نکاح اس کے مالک نے کر دیا تھا اس کو وہ بعد آزاد ہونے کے فسخ کر سکے ۱۲

لوٹدی کے لئے مسئلہ سے واقف نہ ہونا عذر ہے کیونکہ وہ اپنے مالک کی خدمت میں مصروف رہتی ہے تحصیل علم کا اس کو موقع نہیں ملتا بخلاف آزاد عورت کے کہ اس کو تحصیل علم کا موقع ہر وقت حاصل ہے پس اس کے حق میں مسئلہ سے ناواقف ہونا عذر نہیں سمجھا گیا ۱۳

بعض فقہانے سفر میں مدت قصر کا اعتبار کیا ہے یعنی اگر وہ ایسا سفر ہو کہ اس میں قصر جائز ہے تو ولی بعید کو اختیار ہے ورنہ نہیں مگر یہ قول قوی نہیں ہے (شامی)

یہاں سے اس لڑکی کے نکاح کا پیغام آیا تو اس لڑکی کا نکاح اس کا دادا کر سکتا ہے بشرطیکہ شہرہ کی طرف سے لوگ اس کے باپ کے لیٹنے تک انتظار کرنے پر راضی نہ ہوں پھر جب باپ اس کا لوٹ کر آجائیکا تو وہ اس نکاح کو فسخ نہیں کر سکتا۔

دلی قسریب کی موجودگی میں اگر ولی بعید نکاح کر دے تو وہ نکاح اس ولی قریب کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر وہ اپنی رضامندی ظاہر کر دے گا تو نکاح صحیح ہوگا ورنہ باطل ہو جائے گا ولی قسریب اگر نکاح کر دینے سے انکار کر دے تو ولی بعید نکاح کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ ولی اگر کسی بالغ عورت کا نکاح کرنا چاہے اور اس سے اجازت طلب کرے خواہ خود یا بذریعہ اپنے وکیل کے یا نکاح کرنا چاہے اور اس کی اس عورت کو خبر کرے تو اگر وہ عورت اپنی رضامندی ظاہر کر دے یا سکوت کرے یا کوئی فعل ایسا کرے جو حسب رواج رضامندی کے منافی نہ ہو تو وہ نکاح صحیح ہو جائے گا خواہ باکرہ ہو ثیبہ۔

اگر کوئی مرد یا عورت کسی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنا دے یعنی اس کو اختیار دیدے کہ تو جس کے ساتھ چاہے میرا نکاح کر دے تو وہ وکیل جس کے ساتھ اس کا نکاح کر دے گا صحیح ہوگا مگر اس نکاح کے صحیح ہونے کی یہ شرط ہے کہ جس قدر مہر موکل نے کہہ دیا ہے اس کے خلاف نہ ہو اگر اس کے خلاف ہو جائے گا تو نکاح نہ ہوگا ہاں اگر موکل بعد میں اپنی رضامندی اس مہر سے ظاہر کر دے تو نکاح ہو جائے گا اگر وکیل نے موکل کے مقرر کئے ہوئے مہر کے خلاف پر نکاح کر دیا اور موکل کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی تو جس وقت یہ بات اس کو معلوم ہو جائیگی اور وہ اس سے راضی ہو جائے گا تو نکاح صحیح رہے گا اور اگر اس سے راضی نہ ہوگا تو نکاح باطل ہو جائے گا گو باہم خاص استراحت کی بھی ذیبت آگئی ہو مثال را کسی مرد نے کسی شخص کو وکیل کر دیا اور اس سے کہہ دیا کہ ایک ہزار روپیہ مہر مقرر کرنا وکیل نے دو ہزار پر نکاح کر دیا اور موکل کو اس امر کی اطلاع نہیں کی یہاں تک کہ زوجین میں خاص استراحت کی بھی ذیبت آگئی تو اب بھی اس مرد کو اختیار ہے چاہے نکاح کو قائم رکھے یا باطل کر دے وکیل کو اختیار نہیں ہے کہ یہ کہے کہ میں زیادتی اپنے پاس سے دیدوں گا (۲) کسی عورت نے کسی کو اپنے

عہ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ثیبہ عورت جب تک صریحی اجازت نہ دے اس کا نکاح صحیح نہ ہوگا مگر درحقیقت یہ بات رواج سے متعلق ہے جہاں کہیں یہ رواج ہو کہ ثیبہ عورتیں صریحی اجازت دیتی ہوں وہاں بغیر ان کے صریحی اجازت کے نہ ہوگا اور جہاں یہ رواج نہ ہو وہاں یہ قید نہیں ہے۔

نکاح کا وکیل کیا اور کہہ دیا کہ چار سو روپیہ مہر مقرر کرنا وکیل نے اس کا نکاح تین سو روپیہ مہر پر کر دیا اور اس عورت کو اطلاع نہیں کی یہاں تک کہ اس سے خاص استراحت کی بھی نوبت آگئی تو اب بھی اس عورت کو اختیار ہے چاہے نکاح قائم رکھے چاہے باطل کر دے (بحر الرایق جلد ۳ صفحہ ۱۴۷)۔

اگر موکل نے ایک عورت سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہو اور وکیل دو عورتوں سے نکاح کر لے تو یہ دونوں نکاح باطل ہو جائیں گے۔

حاصل یہ ہے کہ وکیل اگر اپنے موکل کے حکم کے خلاف کرے مگر وہ بات موکل کے حق میں زیادہ مفید ہو یا خلاف بہت ہی خفیف ہو تو وہ نکاح قطعاً صحیح ہو جائے گا اور اگر وہ بات موکل کے حق میں مفید نہیں بلکہ مضر ہے تو یہ نکاح موکل کی اجازت پر موقوف رہے گا مثلاً کسی موکل نے اپنے وکیل سے یہ کہا کہ میرا نکاح بوڑھی یا اندھی عورت سے کر دے وکیل نے آنکھ والی یا جوان عورت سے اس کا نکاح کر دیا یا مثلاً موکل مرد نے وکیل سے کہا تھا کہ پانچ سو روپیہ مہر پر میرا نکاح کر دے وکیل نے چار سو روپیہ مہر پر کر دیا یا موکل عورت ہو اور وہ کہے کہ ایک ہزار روپیہ مہر پر نکاح کر دے وکیل دو ہزار مہر پر نکاح پر کر دے تو یہ سب نکاح قطعاً صحیح ہو جائیں گے کیونکہ ان سب صورتوں میں وکیل کی مخالفت موکل کے حق میں مضر نہیں ہے (بحر الرایق جلد ۳ صفحہ ۱۵۱) وکیل کو یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے موکل کا نکاح اپنے ساتھ کر لے اگر کوئی فضولی کسی شخص کا نکاح کر دے اور بعد اس کے اس شخص کو خبر کرے جس کا نکاح کیا ہے پس اگر وہ راضی ہو جائے تو نکاح صحیح ہوگا ورنہ باطل ہو جائے گا، اگر فضولی کے مرجانے کے بعد نکاح سے رضامندی ظاہر کر دی جاتے تب بھی نکاح صحیح ہو جائے گا۔

وکیل کو نکاح کر دینے کے بعد قبل اجازت کے فسخ کر دینے کا اختیار ہے فضولی کو یہ اختیار نہیں ہے۔

مثلاً کسی وکیل نے اپنے موکل کا نکاح ایک بالغ عورت سے لیجیرا اس کی اجازت کے کر دیا تو اس وکیل کو اختیار ہے کہ قبل اس عورت کی اجازت کے اس نکاح کو فسخ کر دے اور اپنے موکل کا نکاح دوسری عورت سے کر دے، بخلاف فضولی کے کہ وہ نکاح کر چکنے کے بعد خود فسخ کرنے کا اختیار نہیں رکھتا وکیل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے موکل کا نکاح اپنی لونڈی کے ساتھ یا اس نابالغ لڑکی کے ساتھ کر دے جس کا وہ ولی ہے اور اگر ایسا کرے تو موکل کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر وہ راضی ہو جائے گا تو نکاح صحیح ہو جائے گا ورنہ باطل ہو جائیگا (بحر الرایق جلد ۳ صفحہ ۱۵۱)۔

مسئلہ ایک ہی شخص زوجین کی طرف سے ایجاب و قبول دونوں کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ دونوں کا ولی ہے۔

دونوں کے ولی ہونے کی صورت ہے کہ ایک اس کا بیٹا ہو اور ایک اسکی بیٹی (باقی حاشیہ صفحہ ۷۲ پر)

ہو یا دونوں کا وکیل ہو یا ایک طرف سے وکیل ہو دوسری طرف سے ولی ہو یا ایک طرف سے اصیل ہو دوسری طرف سے ولی ہو یا ایک طرف سے اصیل ہو دوسری طرف سے وکیل فصولی کو اختیار نہیں ہے کہ وہ دونوں طرف سے خود ہی ایجاب و قبول کرے۔

کفو کا بیان

نکاح کے صحیح ہونے کی چوتھی شرط یہ ہے کہ عورت اگر غیر کفو سے نکاح کرے تو ولی کی رضامندی شرط ہے کفو کی تعریف تو ہم مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں اب چند مسائل اس کے یہاں درج کرتے ہیں۔
(۱) کفو ہونے کا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہے یعنی مرد عورت کا کفو ہونا چاہتیے عورت اگر مرد کی کفو نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔

(۲) کفایت کا اعتبار صرف ابتدائے نکاح کے وقت ہے اگر کوئی مرد نکاح کے ہوتے وقت کفو تھا مگر بعد نکاح کفایت جاتی رہی مثلاً پہلے پرہیزگار تھا اب بدکار ہو گیا تو یہ نکاح فسخ نہ ہوگا۔
(۳) اگر کسی عورت نے اپنا نکاح کسی غیر کفو کے ساتھ کر لیا مگر نکاح کرتے وقت یہ نہ معلوم تھا کہ وہ کفو نہیں ہے بعد نکاح کے معلوم ہوا تو اس عورت کے ولی اس نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں بشرطیکہ یہ نکاح بغیر ان کی اجازت کے ہوا ہو اور اگر اس عورت کا نکاح انھیں اولیاء نے کیا ہے تو پھر ان کو بھی فسخ کرانے کا اختیار نہیں، ہاں اگر نکاح کرتے وقت اس عورت نے یا اس کے اولیاء نے مرد سے اس بات کی شرط کر لی ہو کہ ہم تیرے ساتھ اسی شرط پر نکاح کرتے ہیں کہ تو کفو ہے یا اس مرد نے ان لوگوں سے کہا ہو کہ میں تمہارا کفو ہوں اور انھوں نے اس کے کہنے پر اعتبار کر کے نکاح کر دیا ہو تو اب اگر بعد نکاح کے معلوم ہو گا کہ وہ مرد کفو نہیں تو اس عورت کو یا اس کے اولیاء کو

(پتھرا شہ از صفحہ ۷۲۶ کا) وکیل ہونے کی صورت ظاہر ہے ایک طرف سے وکیل وہ ہو اور دوسری طرف کا ولی ہو مثلاً اس کا بیٹا ہو یا بیٹی کا ایک طرف سے اصیل ہونے کی صورت یہ ہے کہ خود اپنے ساتھ اپنے چچا کی بیٹی یا مولدہ کا نکاح کر لے۔
عہ اس کلیہ کے خلاف ایک چیز یہ علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی مجاہد کسی مجہول النسب عورت سے نکاح کرے اور بعد اس نکاح کے کوئی قریشی اس کا دعویٰ کرے کہ یہ بڑی میری ہے اور اس کو ثابت کر دے تو اب قریشی کو اختیار ہے کہ اس عورت کا نکاح اس تمام سے فسخ کرادے مگر دراصل یہ چیز یہ اس کے خلاف نہیں بلکہ یہ جدا گانہ صورت ہے کہ نکاح کے وقت کفو ہونا معلوم ہی نہ تھا اب معلوم ہوا ہے اور ایسی حالت میں ولی کو اختیار فسخ نکاح کا ہے بشرطیکہ اس کی بے اجازت نکاح ہوا ہو۔

نکاح فتح کر دینے کا اختیار ہے۔

(۴) کفو ہونے کے لئے صرف انہیں چھ چیزوں میں برابری شرط ہے جن کا ذکر ہم مقدمہ میں کر چکے ہیں ان کے علاوہ اور کسی بات میں برابری شرط نہیں نہ عقل میں برابر ہونا شرط ہے نہ عمر میں برابر ہونا شرط ہے نہ حسن و جمال میں نہ عیوب سے سالم ہونے میں۔

اگر کوئی شخص خود مالدار نہ ہو مگر اس کے ماں باپ مالدار ہوں اور اس کی خرچ کی کفالت کرتے ہوں تو وہ شخص مالدار سمجھا جائیگا اس کے کفو ہونے میں کسی طرح کا نقصان نہ ہوگا، مقدمہ میں ہم کچھ چکے ہیں کہ غیر عربی النسل عربی النسل کا کفو نہیں ہو سکتا اس سے ایک صورت مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ اگر غیر عربی النسل علم دین کا عالم ہو تو وہ عربی النسل بلکہ خاص قریشی عورت کا جو علم سے بے بہرہ ہو کفو ہو جائے گا (ردا مختار جلد ۳ صفحہ ۳۵۰)

نکاح کی چار شرطوں کا بیان ہو چکا اب تین شرطیں اور باقی ہیں مگر پانچویں اور ساتویں شرط باہل صاف ہے اس کی شرح کرنے کی حاجت نہیں، اب ہم چھٹی شرط کا ذکر کرتے ہیں۔

مہر کا بیان

ہم کچھ چکے ہیں کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے کہ یہ نیت نہ ہو کہ مہر دیا ہی نہ جائے گا، اس شرط کو ادو لوگوں نے ذکر نہیں کیا، بعض نے اس کے خلاف لکھا ہے۔

مہر کا ذکر کرنا نکاح کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں ہے اگر مہر کا ذکر نہ کیا جائے تو نکاح صحیح ہو جائے گا اور مہر مثل شوہر کے ذمہ واجب ہوگا۔

عہ بعض لوگوں نے ان کے علاوہ ادو باتیں بھی لکھی ہیں جن میں برابری ہونا چاہیے مثلاً فتاویٰ حامد میں ہے کہ مرد کا خاص استراحت پر قادر ہونا بھی کفالت کی شرط ہے اگر باپ دادا کے علاوہ کوئی ولی عورت کا نکاح کسی عین کے ساتھ باوجود علم کے کر دے تو یہ نکاح صحیح نہ ہوگا یا مثلاً فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے کہ متاخرین کا اس میں اختلاف ہے کہ عقل میں شرط ہے یا نہیں مگر یہ اقوال ضعیف ہیں ۱۲۔

عہ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ غیر عربی النسل قریشی عورت کا کفو نہیں ہو سکتا گو کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو۔ علامہ شامی اس قول کو رد کر کے لکھتے ہیں کہ کون کہے گا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا امام حسن بصری جو عربی النسل نہیں ہیں ایک عربی النسل جاہل عورت کے کفو نہیں ہیں ۱۲۔

عہ اکثر فقہانے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مہر دینے کی شرط کرے تو نکاح صحیح ہو جائے گا (باقی صفحہ ۷۲۹ پر)

مہر میں دو باتیں شرط ہیں (۱) یہ کہ وہ از قسم مال ہو پس اگر کوئی شخص کسی لونڈی سے نکاح کے اور اس کا مہر اس کی آزادی کو قرار دے تو صحیح نہیں یعنی یہ آزادی مہر نہ ہوگی کیونکہ آزادی از قسم مال نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی شخص سو یا شراب کو مہر قرار دے تب بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ دونوں چیزیں شریعت میں مال نہیں سمجھی گئی ہیں۔

وہ منافع جن کے معاوضہ میں اجرت لینا جائز ہے از قسم مال سمجھے جائیں گے اور ان کا مہر قرار دینا صحیح ہوگا پس اگر کوئی شخص اپنی بی بی کا مہر اپنے گھوڑے کی سواری یا اپنے ملازم کی خدمت یا اپنے گھر کی سکونت کو قرار دے تو صحیح ہے کیونکہ ان چیزوں کے مقابلہ میں اجرت لینا جائز ہے لیکن اگر شوہر خود اپنی خدمت کو مہر قرار دے، مثلاً یہ کہے کہ میں سال بھر تک تیرا پانی بھر دیا کروں گا تو درست نہیں کیونکہ اس میں شوہر کی اہانت ہے، ہاں اگر کوئی ایسی خدمت ہو جو باعث ذلت نہ ہو جیسے بکریوں کا چرا دینا یا کاشت کر دینا تو درست ہے اسی طرح اگر شوہر اپنی زوجہ کے مالک یا ولی کی خدمت کر دینے کو مہر قرار دے تب بھی درست ہے بشرطیکہ زوجہ راضی ہو جائے اور وہ عورت اگر چاہے تو اپنے ولی سے اس خدمت کی قیمت لے سکتی ہے ہاں لونڈی اپنے مالک سے نہیں لے سکتی کیونکہ لونڈی کے

(باقی از صفحہ ۲۸) اور شبہہ کے ذمہ مہر مثل واجب ہو جائے گا مگر اس کی دلیل کوئی نہیں بیان کرتے اور جو بیان کرتے ہیں اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی مثلاً یہ آیت پیش کرتے ہیں لَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ اِنْ طَلَقْتُمْ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْهُنَّ فَرِیضَةً یعنی تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم اپنی بیبیوں کو طلاق دے دو قبل اس کے کہ ان سے خاص استراحت کر دیا ان کا مہر مقرر کر دے اس آیت سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ بغیر مہر مقرر کرنے سے بچے بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور یہ ہم بھی کہتے ہیں کہ مہر کا ذکر کرنا شرط نہیں ہے اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مہر کے نہ دینے کی نیت ہو تب بھی نکاح صحیح ہو جائے گا اور یہ بات دوسری آیت سے ثابت ہے کہ مہر کا ہونا نکاح کے لئے نہایت ضروری ہے پس جب اس کے نہ دینے کی نیت ہوگی تو نکاح کیسے صحیح ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِکُمْ مُحْصِنِیْنَ ۝ بشرطیکہ تم اپنے مال کے بدلہ میں نکاح کرنا چاہو ۱۲۔

عہ شافعیہ کے خلاف ہیں انکے نزدیک از قسم مال ہونا ضروری نہیں البتہ ہماری دلیل یہی آیت ہے اِنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِکُمْ اللہ تعالیٰ نے مال کی تخصیص کر دی ہے ۱۲ عہ بکریوں کا جہانہ دلیل کام نہیں ورنہ حضور اود حضرت موسیٰ علیہم السلام ہر گزہ پراتے ۱۲

عہ جیسے حضرت شعیب علیہ السلام نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہا تو یہی مہر مقرر کیا تھا کہ تم میری بکریاں آٹھ برس تک چرا دو اس فقہ کا حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر (باقی حاشیہ از صفحہ ۳۰)

مال کا مالک اس کا آقا ہے بخلاف آزاد عورت کے کہ اس کے مال کا مالک اس کا دلی نہیں ہے۔
اگر کوئی شخص تعلیم قرآن کو مہر قرار دے تو جائز نہیں کیونکہ تعلیم قرآن ان منافع میں نہیں ہے جس
کے مقابلہ میں اجرت لینا جائز ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مہر کم سے کم دس درہم چاندی کی قیمت کا ہو خواہ چاندی سونے کی قسم سے
ہو یا اور کوئی چیز جو جس کی قیمت دس درہم کے برابر ہو پس اگر کوئی شخص دس درہم سے کم مہر باندھے
تو صحیح نہیں دس درہم اس کے ذمہ واجب ہو جائیں گے، اگر کسی شخص نے مہر میں کوئی چیز ایسی مقرر

بغیہ حاشیہ صفحہ ۷۲۹ کا) فرمایا ہے اور پھر اس کے بعد کوئی ذکر اس امر کا نہیں ہے کہ یہ حکم اب منسوخ ہے، لہذا
اس پر عمل باقی ہے بعض لوگوں نے اس قصہ سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ اگر خود بی بی کی خدمت کو مہر قرار دیدے تب بھی
درست ہے حالانکہ یہ بات اس قصہ سے ثابت نہیں ہوتی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو خدمت کی تو اپنی بی بی کے
باپ کی کہ نہ کہ اپنی بی بی کی ۱۲۔

عہد شافعیہ کہتے ہیں کہ تعلیم قرآن کو مہر قرار دینا درست ہے اس لئے کہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضرت نے ایک شخص
کا نکاح کیا اور فرمایا کہ تیرے پاس کچھ ہے اس نے عرض کیا کہ کچھ نہیں آپ نے فرمایا کہ کوئی لوہے کی انگوٹھی ہی تلاش
کر لاس نے تلاش کی مگر وہ بھی نہ نکلی تو آپ نے فرمایا کہ جس قدر قرآن تیرے پاس ہے یعنی تجھے یاد ہے اس کے عوض
میں نے تیرے ساتھ اس عورت کا نکاح کر دیا، حنفیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں بما معولف من القرآن
ترجمہ :- جس قدر قرآن تیرے پاس ہے اس کے عوض میں صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ جس قدر قرآن تیرے پاس
ہے، سکی وجہ سے تیرے ساتھ نکاح کر دیا یعنی چونکہ یہ بزرگی تھے جو حاصل ہے اگرچہ اس وقت مال دنیاوی تیرے پاس
نہیں ہے اس سبب میں نے تیرے ساتھ نکاح کر دیا اور مہر کا ذکر تو آپ نے اس وجہ سے نہیں کیا جب اس کے پاس ہوگا
دس درہم دیدیگا یا آپ نے ذکر فرمایا مگر راوی نے نقل نہیں کیا بعض متأخرین حنفیہ نے بھی اس بنا پر کہ تعلیم قرآن کی اجرت
لینا ان کے نزدیک بضرورت جائز ہے تعلیم قرآن کو عہد الضرورت مہر قرار دینا بھی جائز کر دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں کہ تعلیم قرآن
پر اجرت لینا جائز نہ اسکو مہر قرار دینا جائز چنانچہ ہم آئندہ اس کی تحقیق کریں گے ۱۲۔

سہ شافعیہ کے نزدیک دس درہم سے کم مہر بھی درست ہے کیونکہ بعض احادیث میں اس سے کم مہر وارد ہوا ہے حنفیہ کہتے
ہیں وہ سب حدیثیں ضعیف ہیں سو اس حدیث کے جس میں لوہے کی انگوٹھی کا ذکر ہے جو ابھی صحیح بخاری سے منقول ہو چکی
ہے سو اس میں بھی ہوا حتمال ہے کہ شاید آپ نے اس انگوٹھی کی تلاش مہر کا بعض حصہ ادا کرنے کے لئے کرائی ہوئی کہ وہی انگوٹھی
پورا مہر تھی کیونکہ اس زمانہ میں دستور تھا کہ کچھ حصہ مہر کا قبل خاص استراحت کے ادا کر لیا (باقی حاشیہ صفحہ ۷۳۱ پر)

کر دی جس کی قیمت اس وقت دس درہم کی تھی مگر اس کے بعد وہ چیز ارزاں ہو گئی یہاں تک کہ جب اس نے اپنی بی بی کو وہ چیز دی اس وقت اس کی قیمت آٹھ درہم کی تھی تو کچھ حرج نہیں اس کے ذمہ اسی چیز کا دیدینا واجب ہے مثال کسی شخص نے دو گز کپڑے پر مہربانہ دھا جس وقت نکاح ہوا اس وقت تو اس کپڑے کی قیمت فی گز پانچ درہم تھی مگر بعد نکاح کے وہ کپڑا ارزاں ہو گیا یعنی جس وقت اس نے اپنی بی بی کو وہ کپڑا دیا تو اس کی قیمت فی گز چار درہم تھی تو اس صورت میں شوہر کو اس کپڑے سے زیادہ دینے کی ضرورت نہیں۔ زیادہ مہر کی کوئی حد شریعت نے مقرر نہیں فرمائی جس قدر دینے کی جس شخص میں استطاعت ہو اس قدر مہربانہ دھا سکتا ہے مگر مناسب یہ ہے کہ منظر اتباع سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج طاہرات و بنات طیبات کے ہر دوں میں سے کسی مہر کو اختیار کرے جو ذیل میں ہم نہایت محقق روایات سے درج کرتے ہیں۔۔۔۔۔ علماء و سیر نے لکھا ہے کہ حضرت سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ بیبیاں ایسی تھیں جن کو آپ کی خاص استراحت کا شرف حاصل ہوا تھا ان میں سے ام المؤمنین خدیجہ اور ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں وفات پا چکی تھیں باقی نو بیبیاں آپ کے بعد تک زندہ رہیں ہم نے یہاں ان ہی گیارہ بیبیوں کا ذکر کیا ہے، سوا ان کے بیس یا کچھ زیادہ بیبیاں اور ہیں کہ بعض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا مگر خاص استراحت کی نوبت نہیں آئی کہ ان سے مفارقت فرمائی اور بعض سے صرف خواستگاری نکاح کی فرمائی مگر نوبت نکاح کی نہیں آئی اور بعض سے نکاح ہو چکا تھا مگر حسب یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا النبی قل لا زواجی ان کنتن تروون الحیوة الدنیا و زینتھا فتنھا لئن امنتکن و استرحکن سوا حا جیبنا ^{عہ} تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس آیت کا مضمون سنا دیا

دبقیہ حاشیہ صفحہ ۷۳۱ کا) کرتے تھے پس اس حدیث سے استدلال شافعیہ کا صحیح نہیں اور حنفیہ کا استدلال اس حدیث سے ہے لامہرا قل من عنثرة دسراھد یعنی مہر دس درہم سے کم (درست) نہیں اس حدیث کو بیہقی نے پسند ضعیف اور ابن ابی حاتم نے بقول حانظ ابن حجر بسند حسن روایت کیا ہے ۱۲

عہ دس درہم موافق وزن رانغ کے ایک تولہ و ماشہ، رتی کے ہوتے ہیں کیونکہ ایک درہم در ماشہ ڈیڑھ رتی کا ہوتا ہے جیسا کہ ہم چوتھی جلد میں بہت تحقیق سے لکھ چکے ہیں ۱۲۔

عہ ترجمہ:۔۔۔ اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کے سارے سامان کو چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دیدوں اور تمہیں اپنی طرح سے رخصت کر دوں ۱۲۔

اور انہوں نے علیحدگی اختیار کر لی..... شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعاده میں ایک بار بی بی کا بھی پتہ دیا ہے ان کا نام ریحانہ بنت زید تھا یہ پہنے ہمدی سٹیشن قید ہو کر آئی تھیں حضرت آتے ان کو آزاد کر کے ساتھ میں ان سے نکاح کر لیا حجۃ الوداع سے لوٹتے وقت ان بی بی نے وفات پائی (شرح سفر السعاده ص ۵۵) مگر اکثر علماء اس کے مخالف ہیں کہتے ہیں کہ حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا ازواج میں سے نہ تھیں بلکہ لونڈیوں میں تھیں، واللہ اعلم... صاحبزادیاں آپ کی چار تھیں ان میں سے تین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی وفات پا گئی تھیں صرف حضرت فاطمہ زہرا رضی آپ کے بعد باقی رہ گئیں تھیں۔ اب ہم دو نقشے بناتے ہیں ایک میں ازواج پاک کے مہر لکھے گئے ہیں اور دوسرے میں بنات طاہرات کے ایک خانے میں مہر کی مقدار اس وزن سے لکھی گئی ہے جو حضرت کے زمانہ میں رائج تھا دوسرے خانہ میں اس زمانہ کے امر و وجہ وزن کے حساب سے تیسرے خانہ میں اس کی قیمت اس زمانہ کے حساب سے جو تھے خانہ میں مختصر حالات۔

مہر کی مقدار واجب کا بیان

چونکہ مہر کی مقدار مختلف طور پر واجب ہوا کرتی ہے یعنی کبھی تو دس درہم کبھی مہرستی، کبھی مہر مثل، کبھی دس درہم کا یا مہرستی کا نصف ہذا مناسب ہے کہ ہر مقدار کی صورتیں علیحدہ علیحدہ ذکر کر دیں دس درہم واجب ہونے کی صورتیں علیحدہ ایک جگہ جمع کر دیں اور مہر مثل وغیرہ کی صورتیں علیحدہ علیحدہ تاکہ ناظرین کو مسائل کے معلوم کرنے میں آسانی ہو۔

دس درہم کے واجب ہونے کی صورتیں ہیں (۱) مہر دس درہم مقرر کیا جائے خواہ صاف طور پر دس درہم کی تصریح کر دی جائے یا اشارۃً مثلاً کوئی مرد کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور تیرا مہر وہ ہے جس سے کم شریعت نے جائز نہیں رکھا (۲) مہر دس درہم سے کم مقرر کیا جائے گو عورت راضی ہو جائے تب بھی دس ہی درہم دینا پڑیں گے۔

مہر مسمیٰ کے واجب ہونے کی یہ صورت ہے کہ نکاح کے وقت کوئی خاص مقدار معین کر دی گئی ہو خواہ صراحتہً معین کر دی گئی ہو مثلاً یوں کہے کہ پانچ سو روپیہ مہر پر تیرے ساتھ نکاح کیا یا کوئی بات ایسی کہہ کر

عہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں تیرے ساتھ شریعی مہر پر نکاح کرتا ہوں اور عام طور پر شریعی مہر دس درہم کہتے ہیں تو اس صورت میں بھی مہر دس درہم ہوگا ۱۲۔

نقشہ ہر اہمات المؤمنین یعنی ازواج سلیمہ صلی اللہ علیہ وسلم

مختصر کیفیت

ان کے والد کا نام خولید ہے، ماں کا نام ناطقہ پہلے ابو ال کے نکاح میں تھیں پھر عتیق بن مائد کے نکاح میں آئیں بعد ان کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اس وقت عمران کی چالیس سال کی تھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ سال کی، سب اولادیں آپ کی انھیں سے تھیں سوا حضرت ابراہیم کے کہ وہ مدینہ منورہ سے تھے واقوفیل سے ۲۵ سال بعد ان کے ساتھ نکاح ہوا اور ہجرت سے تین برس پہلے وفات پائی امیرہ جو کہ معتظہ میں مدفون ہیں۔

ان کے والد کا نام زینبہ بنت علی کا نام ہمیں پہلے انکا نکاح سکران کے ساتھ ہوا یہ دونوں اقل بعثت میں مسلمان ہوئے اور ہمیشہ کہ عیض ہجرت کی، سکران کی وفات کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں حضرت مناویہ یا حضرت عمریہ ان کے زبیر نے بھی وفات پائی گمراہ کی ایسا دسب سے پہلا تھیں کہ بنا زکریا ہوئی تھی مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔

ان کے والد کا نام ابو بکر صدیق خلیفہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ معتظہ میں ہجرت میں ساگی حضرت کے عقد نکاح میں آئیں حضرت کی وفات کے وقت انکی عمر ۱۸ سال کی تھی حضرت کو تمام ازواج سے زیادہ ان کے ساتھ نبوت تھی حضرت مناویہ کے زمانہ میں وفات پائی مدینہ منورہ ہجرت واقع میں مدفون ہیں۔

عہ حضرت
مؤلف علام
مظللہ تعالیٰ نے
انگریزی روپے
سے جو حساب
لگایا ہے وہ
اس زمانہ تک ہے
جب سونا للقرعہ
تولہ اور چاندی
ایک روپیہ کی
۱۰ ماشہ ملتی تھی
۱۰

ام المؤمنین کا نام	مشاورہ عمر	وزن اون	قیمت بجا اب روپیہ انگریزی
حضرت خدیجہ	۱۳ - ادقیہ	۹۱ تولہ ایک ماشہ	۱۳۱۳ روپے
رضی اللہ عنہا	طلحہ	۹۲ تولہ ۱۱ ماشہ	۱۳۱۳ روپے
حضرت سہوہ رضی اللہ عنہا	۲۰۰	۲۰ تولہ ۱۱ ماشہ	۱۳۱۳ روپے
حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا	۲۰۰	۲۰ تولہ ۱۱ ماشہ	۱۳۱۳ روپے

نصیحتیں مہربان مومنین

ان کے والد کا نام حضرت عرفان بن علیؓ ہے اور ماں کا نام زینب بنت جعفر بن علیؓ ہے ان کے ساتھ نکاح ہوا جب واقعہ بدر یا احد کے بعد ان کی وفات ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں شہوان مستحکم میں ان کے ساتھ نکاح ہوا بخاری الاصل سے ہے بہر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وفات پائی

نام نکاح زینبؓ والد کا نام امیہ مال کا نام ماکہ بیٹا ابو سلمیٰ کے نکاح میں تھیں ابولہب کا بیٹا جگر حدیث زعمی ہوئے تھے وہی زعمی نام زہرہ والہ سے ہے یہی وفات پائی اس کے بعد حضرت کے نکاح میں آئیں شمالی سے ہے میں ان کے ساتھ نکاح ہوا رمضان ۱۵ھ میں بنید بن معاویہ کے زمانہ میں حضرت سیدنا حسینؓ کی شہادت کے بعد وفات پائی اجنتہ البقیع میں مدفون ہیں۔

نام ان کا بڑھ چڑھا والد کا نام خزیمہ بنی تھیں ابی خزیمہ تھیں زمانہ ہجرت سے ام المومنین کے لقب سے مشہور تھیں بیٹے ابی اسحاق جیش کے نکاح میں تھیں جب وہ جنگ حدیبیہ میں سے تھے حضرت کے نکاح میں آئیں رمضان ۳ھ میں ان کے ساتھ نکاح ہوا اولیٰ کا ح کے چھ بیٹے بعد بیعت الاوّل سے ہیں وفات پائی اجنتہ البقیع میں مدفون ہیں۔

نام ان کا بھائی بڑھ چڑھا حضرت نے زینب رکھا والد کا نام جیش مال کا نام امیمہ بیٹے زینب بن جابر کے نکاح میں تھیں جب بیعت خلافت دہری تو زینب سے حضرت نے ان کے ساتھ نکاح کیا ان کا نکاح اللہ تعالیٰ نے عرش پر حضرت کے ساتھ کر دیا تھا انہیں نکاح کی ضرورت نہیں ہوئی اس لئے میں بہر حضرت فاروق اعظمؓ وفات پائی، اجنتہ البقیع میں مدفون ہیں۔

حضرت حفصہ	۲۰۰۰	درہم	۱۱	ما شہ	۲	تاولہ	۳	تاولہ	۲۰۰۰	حضرت زینب رضی اللہ عنہا
حضرت زینب	۱۰۰۰	درہم	۱۰	ما شہ	۱۱	ما شہ	۱۱	ما شہ	۲۰۰۰	حضرت زینب رضی اللہ عنہا
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	۱۰۰۰	درہم	۱۰	ما شہ	۱۱	ما شہ	۱۱	ما شہ	۲۰۰۰	حضرت زینب رضی اللہ عنہا
حضرت زینب	۱۰۰۰	درہم	۱۰	ما شہ	۱۱	ما شہ	۱۱	ما شہ	۲۰۰۰	حضرت زینب رضی اللہ عنہا

بقیہ نقشہ ہر اہمات المؤمنین

ان کے والد کا نام سفیان، ماں کا نام صفیہ، پہلے عبد الرشید بن جحش کے نکاح میں تھیں جب وہ مرتد ہو گیا اور یہ ان مد فون بحرت سر کے حبش گئے ہوئے تھیں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی بادشاہ حبش کو لکھ کر بھیجا کہ ام حبیبہ کا نکاح میرے ساتھ کرنا انھوں نے تعمیل ارشاد کی اس لئے میں ان کے ساتھ نکاح ہوا اور اللہ صہ میں وفات پائی۔ مدینہ منورہ میں مد فون ہیں۔	۱۱۳	۱۰۲	۲۰۰	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
ان کے والد کا نام حارث، ماں کا نام ہند، ان کا نام بھی بڑا تھا حضرت نے میمونہ لکھا پہلے مسعود بن عمرو کے نکاح میں تھیں پھر ابوبکر کے نکاح میں آئیں ان کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بقرہ سے بی بی بقیہ صرف جو تکہ عظم سے آٹھ میل ہے ان کا نکاح ہوا والد اسی مقام میں لے گئے ہیں وفات پائی مدینہ منورہ میں۔	۱۱۴	۱۰۳	۲۰۰	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا
ان کا نام بھی بڑا تھا حضرت نے جوئیہ لکھا ان کے والد کا نام حارث تھا غزوہ بدر میں تھے اور ثابت بن سہیل کے صف میں پڑے حضرت نے ان کے پردہ میں روپیہ دیکر شیخان شہ میں ان کے ساتھ نکاح کیا حضرت معاویہ کے زمانہ میں حج الاذول سنہ میں وفات پائی، جنتہ البقیع میں مد فون ہیں۔	۱۱۵	۱۰۴	۲۰۰	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا
ان کے والد کا نام جمی بن اخطیب تھا حضرت ہارون بن زینب کی اولاد میں تھی پہلے یہودی تھیں سلام بن مشکم کے نکاح میں تھیں کنادہ بن ربیع کے ساتھ نکاح ہوا جب وہ جنگ خیبر میں قتل ہوا اللہ تعالیٰ نے ان کو آرزو کر لیا اور رمضان کے عشر میں وفات پائی۔	۱۱۶	۱۰۵	۲۰۰	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

نقشہ مہربان طبیات سر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت زینب

بنی ان کی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں سنی صحابہ و اہل بیت میں پیدا ہوئی انکا نکاح حضرت اُمی خاتون کے بیٹے ابو العاص بن ابی اسحاق سے ہوا تھا حضرت زینب سے آپ مسلمان ہو گئی مگر آٹھ شہر مشرک تھے اس وقت تک مشرکوں کے ساتھ نکاح جا رہا تھا حضرت زینب ہجرت کر کے مدینہ آ گئیں پھر ان ابو العاص بھی سہ ماہان ہو گئے حضرت زینب کو آپ نے پھر نکاح فرمایا اور آپ نے ایک بیٹی ام ایسی نام رکھی اس وقت سے پہلے ہی علی نے سن نبویؐ کو پہنچ کر وفات پائی امامہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے حضرت فاطمہ کے نکاح کیا حضرت زینب کی وفات سے ۱۰۰ سال بعد ہوئی۔

ماں ان کی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں ۳۳ سال تک عمر میں پیدا ہوئی پہلے انکا نکاح عقیقہ بن ابی اسحاق کے ساتھ ہوا اگرچہ اس نے ابو اسحاق سے نکاح نہ کیا تھا اسے ایک طلاق دی اور نکاح حضرت عثمان سے ساتھ کر دیا نکاح کے چند روز بعد رمضان ۱۰ھ میں وفات پائی۔ ابو اسحاق کے وفات کے دو سال بعد ہی وفات پائی کہ سورہ بقرہ میں انتقال ہوا جس میں اسکی مذمت تھی اس کو سنکر وہ جل گیا۔

ماں اُمی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں ان کا نکاح عقیقہ بن ابی اسحاق سے ہوا اس نے بھی حسب قصہ مذکورہ بالا اپنے بیٹے کے کہنے سے ان کو طلاق دی اور یہی بیچ الا اول سے ہے جس میں حضرت زینب کے انتقال کے بعد ان کو بھی حضرت عثمان سے نکاح ہوا یہاں تک کہ ان کے سوا کسی اور میں وفات پائی۔

ماں ان کی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں ان کا نکاح حضرت صفیر سے ہوا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی کا نکاح ہوا پھر حضرت زینب سے نکاح ہوا جس میں حضرت عثمان نے نکاح کیا اور یہی بیچ الا اول سے ہے جس میں حضرت زینب کے انتقال کے بعد ان کو بھی حضرت عثمان سے نکاح ہوا یہاں تک کہ ان کے سوا کسی اور میں وفات پائی۔

قیامت بحجاب
رسول اللہ کریم
وزن راجح
تقداد میر لوزن
تقدیر شریفی

نام معلوم
نام معلوم
نام معلوم
نام معلوم
حضرت زینب رضی اللہ عنہا

نام معلوم
نام معلوم
نام معلوم
نام معلوم
حضرت زینب رضی اللہ عنہا

نام معلوم
نام معلوم
نام معلوم
نام معلوم
حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

نام معلوم
نام معلوم
نام معلوم
نام معلوم
حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

کہ اس سے کسی مقدار کا تعین ہو سکے مثلاً یوں کہے کہ فلاں شخص کے غلام کو میں نے مہر مقرر کیا تو اس صورت میں اس غلام کی قیمت دینا پڑے گی اگر کسی شخص نے مہر میں ایسے منافع کا ذکر کیا جن پر اجرت لینا جائز ہے تو وہ مہر سہمی میں شامل ہیں، مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور مہر تیرا یہ ہے کہ میرا غلام تیری خدمت کیا کرے گا تو اس صورت میں اس شخص پر صرف اپنے غلام سے خدمت کرانا ضروری ہوگا۔

مہر مثل کے واجب ہونے کی سات صورتیں ہیں (۱) نکاح کے وقت مہر کا بالکل ذکر نہ آیا ہو (۲) مہر کا ذکر آیا ہو مگر اس کی مقدار نہ معین کی گئی ہو، مثال کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ مہر جائز فی الشرع کی عوض میں نکاح کیا یا یوں کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور مہر جس قدر تو کہے منظور کیا یا جو میرے دل میں آئے گا دیدوں گا یا جو کوئی اور آدمی تجویز کرے گا دیدوں گا یا یوں کہے کہ جس قدر روپیہ مجھے اس سال یا اس مہینہ میں ملے وہ تیرا مہر ہے (۳) مہر کی مقدار بھی معین کر دی گئی ہو مگر اس کی قسم نہ بیان کی گئی ہو، مثال کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ دس گز کپڑے یا ایک قطعہ مکان یا ایک جانور کے عوض میں نکاح کیا مگر یہ نہ بیان کیا کہ وہ کپڑا کس قسم کا ہے سوتی یا ادنی یا ریشمی یا دلائی یا دیسی اور وہ جانور کس قسم سے ہے گھوڑا ہے یا گائے یا بکری یا کیا اور مکان کس شہر کس محلہ میں ہے اس میں کتنی گنجائش ہے (۴) کسی ایسی چیز کو مہر قرار دے جو نہ شرعاً مال سمجھا جاتا ہو مثلاً سور یا شراب پر مہر باندھے (۵) کسی ایسی چیز کو مہر قرار دے جو نہ شرعاً مال ہو نہ عرفاً نہ اس منافع میں سے ہو جن کی عوض میں مال لینا جائز ہے، مثال کوئی شخص عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور مہر تیرا یہ ہے کہ جو فرض میرا تجھ پر آتا ہے میں ایک سال تک نہ لوں گا یا یوں کہے کہ تیرا مہر یہ ہے کہ میں تجھے قرآن مجید پڑھا دوں گا یا یہ کہے کہ میں سال بھر تک تیری خدمت کروں گا یا مثلاً نکاح اس طور پر ہوا ہو کہ ایک شخص اپنی بہن کا نکاح دوسرے شخص سے کر دے اور وہ دوسرا شخص اس کے معاوضہ میں اپنی بہن کا نکاح اس شخص سے کر دے اور یہی معاوضہ مہر قرار دیا جائے (۶) مہر کی مقدار مقرر کر کے کوئی ایسی بات کا ذکر کر دے جس سے مہر کی نفی ہو جائے، مثال کسی عورت سے کہے کہ ایک ہزار روپیہ مہر پر میں

عہ یا اس وقت ہے جبکہ عام طور پر لوگ جائز فی الشرع مہر مثل کو کہتے ہوں یا یہ کہ اس لفظ کا عام رواج نہ ہو جو کچھ معنی عرف عام میں رائج ہوں گے۔ وہی معنی مراد لئے جائیں گے ۱۲

نے تیرے ساتھ نکاح کیا مگر شرط یہ ہے کہ تو ایک ہزار روپیہ مجھے دے یا کوئی عورت کسی مرد سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ بچا اس اثرفی مہر پر نکاح کیا اور میری بچا اس اثرفیوں جو تجھ پر قرض ہیں میں نے معاف کر دیں (بحرالرائق جلد ۳ صفحہ ۱۵۶-۱۵۷) مہر مثل کا ذکر نکاح میں کیا گیا ہو مثلاً مرد نے عورت سے یہ کہا ہو کہ میں نے تیرے ساتھ مہر مثل کے عوض میں نکاح کیا خواہ اس مرد کو اس عورت کا مہر مثل معلوم ہو یا نہیں۔

مہر کی یہ مقداریں جو اوپر مذکور ہوئیں یعنی دس درہم اور مہر سنی اور مہر مثل یہ پوری پوری مقدار اس وقت دینا ہوتی ہے کہ جب زوجین میں باہم خاص استراحت یا خلوت صحیح کی نوبت آجائے یا دونوں میں سے کوئی مرجائے یا کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جو پہلے اس کے نکاح میں تھی اور اس سے خاص استراحت ہو چکی تھی اور بعد اس کے اس نے اس کو طلاق بائن دیدی تھی مگر ابھی عدت نہیں گزرنے پائی ایسی عورت سے نکاح کرنے میں دوسرے نکاح کا پورا مہر دینا ہوگا گو اس نکاح کے بعد خاص استراحت یا خلوت صحیح کی نوبت نہ آئی ہو اور اگر مذکورہ بالا امور میں سے کوئی بات نہ ہوئی ہو تو ان مقداروں کا نصف دینا پڑے گا جیسا کہ ہم نصف مہر کی صورتوں میں ذکر کرتے ہیں۔

نصف مہر واجب ہونے کی یہ صورت ہے کہ نکاح کے وقت مہر معین ہو چکا ہو خواہ وہ دس درہم ہوں یا اس سے کم و بیش یا مہر مثل ہو اور قبل اس کے کہ اس عورت سے خلوت صحیح یا خاص استراحت کی نوبت آئے اس کا شوہر اس کو طلاق دیدے، اس صورت میں شوہر کو نصف مہر دینا ہوگا۔ مثال۔ کسی مرد نے کسی عورت سے دس درہم چاندی یا اس قیمت کی کسی اور چیز کو مہر قرار دیکر نکاح کیا اور بعد نکاح کے قبل خلوت صحیح اور خاص استراحت کے اس عورت کو طلاق دیدی تو اب اس شخص کو پانچ درہم چاندی یا دس درہم کی قیمت والی چیز کا نصف دینا ہوگا اور اگر دس درہم سے کم مہر یا نصف مہر یا پانچ درہم دینا ہوں گے اور اگر مہر مثل پر نکاح کیا ہے تو جس قدر اس عورت کا مہر مثل ہوگا اس کا نصف دینا ہوگا۔

اور اگر مہر زوجہ کے حوالہ کر چکا ہے تو اب اس سے نصف مہر واپس لینے کا حق رکھتا ہے لیکن نہ جبراً بلکہ اس کی رضامندی سے یا بذریعہ حکم قاضی کے جب تک وہ عورت خود راضی ہو کر شوہر کو نصف مہر واپس نہ کرے یا قاضی کی عدالت سے واپسی کا حکم نافذ نہ ہو جائے اس وقت تک

عہ یعنی قاضی کے یہاں درخواست دیجائے اور قاضی اپنے حکم سے نصف مہر واپس کرادے ۱۲۔

اس کل مہر کی مالک عورت سمجھی جائے گی اور اس کے تصرفات اس میں صحیح رہیں گے۔
 اگر مہر میں بعد عقد نکاح کے کچھ زیادتی پیدا ہو جائے تو دیکھنا چاہیے کہ وہ زیادتی اصل کے ساتھ متصل ہے یا اس سے علیحدہ ہے متصل ہو تو پھر دیکھنا چاہیے کہ زیادتی اصل سے پیدا ہوتی ہے یا خارج سے پیدا ہوتی ہے اسی طرح جو زیادتی علیحدہ ہوگی اس کی بھی دو حالتیں ہوں گی یا تو اصل سے پیدا ہوتی ہوگی یا خارج سے یہ چار صورتیں ہوتیں، یہ چاروں صورتیں اگر قبل اس کے پیدا ہوتی ہوں کہ زوجہ کا قبضہ مہر پر کرایا جائے تو جن صورتوں میں زیادتی اصل سے پیدا ہوتی ہے ان میں اصل مہر کے ساتھ زیادتی کی بھی تنصیف کر کے اس کا نصف ہی زوجہ کو ملے گا، اور باقی دو صورتوں میں زیادتی کی تنصیف نہ ہوگی اور اگر یہ چاروں صورتیں قبضہ کے بعد پیدا ہوتی ہوں تو کسی صورت میں زیادتی کی تنصیف نہ کی جائے گی یعنی صرف مہر کا نصف مہر کو ملے گا، زیادتی سے اس کو کچھ نہ ملے گا یہ سب صورتیں اس وقت جاری ہوں گی کہ جب زیادتی قبل طلاق کے پیدا ہوتی ہو اور اگر یہ زیادتی بعد طلاق کے پیدا ہوئی ہو تو اس میں دیکھنا چاہیے کہ وہ زیادتی قبل قبضہ زوجہ کے پیدا ہوتی ہے یا بعد قبضہ کے اگر قبل قبضہ کے پیدا ہوئی ہو تو اس زیادتی کی تنصیف کی جائے گی اور اگر بعد قبضہ کے پیدا ہوتی ہے تو دیکھنا چاہیے کہ قبل فیصلہ قاضی کے پیدا ہوتی ہے یا بعد فیصلے کے اگر بعد فیصلہ کے پیدا ہوتی ہے تب بھی اس زیادتی کی تنصیف کی جائے گی، اور اگر یہ زیادتی قبل فیصلہ کے پیدا ہوتی ہو تو اس

عہ یعنی جو چیز مہر میں اس کو دی گئی ہے اگر وہ بیچ ڈالے تو یہ بیچ صحیح ہو جائے گی اسی طرح اگر کسی کو ہبیہ کر دے تو بھی درست ہو جائے گا ۱۲۔

عہ زیادتی متصل ہو اور اصل سے پیدا ہوتی ہو اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی جانور مہر میں دیا گیا ہو اور وہ جانور فریہ ہو جائے تو یہ فریہ کی زیادتی اس جانور کے ساتھ متصل ہے اور اسی سے پیدا ہوتی ہے جیسے کچھ درخت مہر میں دیئے گئے ہوں ان درختوں میں پھل آجائیں یا وہ درخت پہلے چھوٹے تھے اب بڑے ہو جائیں اور جو زیادتی متصل تو ہو مگر اصل سے پیدا نہ ہوتی ہو اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی کپڑا مہر میں مقرر کیا گیا ہو اس میں کسی قسم کا رنگ دیدیا جائے یا مثلاً کوئی مکان مہر میں مقرر ہوا تھا اب اس میں کچھ عمارت بڑھادی جائے ان صورتوں میں زیادتی اصل کے ساتھ متصل تو ہے مگر اصل سے پیدا نہیں ہوتی بہادر جو زیادتی علیحدہ ہو مگر اصل سے پیدا ہوتی ہو اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی جانور مہر میں مقرر کیا تھا اب اسکے بچے پیدا ہو جائے اور زیادتی علیحدہ ہو اور اصل سے پیدا نہ ہوتی ہو اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی زمین مہر میں دی گئی تھی اس میں غلہ پیدا ہوا اور وہ غلہ کٹ لیا جائے یا کوئی مکان مہر میں مقرر کیا تھا اسکے کرائے میں کوئی دوسرا وغیرہ ملے ۱۳۔

صورت میں اس زیادتی کا وہی حکم ہے جو بیع فاسد البیع کی زیادتی کا بعد قبضہ مشتری کے ہے۔
(شامی جلد ۲ صفحہ ۳۶۰)

اگر مہر میں بعد عقد کے کچھ نقصان پیدا ہو جائے تو دیکھنا چاہیے کہ وہ نقصان کسی آسمانی حادثہ کے سبب سے پیدا ہوا ہے یا شوہر کے فعل سے یا زوجہ کے فعل سے یا اجنبی کے فعل سے یا خود مہر کے فعل سے یہ کئی پانچ صورتیں ہوتیں، یہ صورتیں اگر قبل اس کے پیدا ہوتی ہوں کہ زوجہ کا قبضہ مہر پر کر لیا جائے تو پہلی صورت میں زوجہ کو اختیار ہے چاہے اس ناقص مہر کا نصف لے لے چاہے اس کی اس قیمت کا نصف شوہر سے لے لے جو عقد کے وقت تھی، دوسری صورت میں زوجہ کو اختیار ہے چاہے اس مہر ناقص کا نصف اور نقصان کا معاوضہ شوہر سے لے لے چاہے اس کی اصلی قیمت کا نصف شوہر سے لے لے، تیسری صورت میں شوہر کو اختیار ہے چاہے اسی ناقص چیز کا ایک نصف اپنے پاس رکھ لے اور دوسرا نصف زوجہ کو دیدے اور چاہے وہ کئی مہر ناقص زوجہ کے حوالہ کر دے اور زوجہ سے اس کی اس قیمت کا نصف لے لے جو نقصان پہنچانے کے وقت میں اس کی تھی جو تھی صورت میں زوجہ کو اختیار ہے چاہے اسی ناقص مہر کا نصف لے لے اور نقصان کا معاوضہ اس اجنبی سے لے لے اور چاہے اس کی اصلی قیمت کا نصف شوہر سے لے لے پانچویں صورت کا وہی حکم ہے جو دوسری صورت کا ہے اور اگر یہ پانچویں صورتیں قبضہ کے بعد پیدا ہوتی ہوں تو پہلی، تیسری اور پانچویں صورت میں خواہ قبل طلاق کے پیدا ہوتی ہوں یا بعد طلاق کے بشرطیکہ قبل فیصلہ قاضی کے ہوں، شوہر کو اختیار ہے چاہے اسی ناقص مہر کا نصف لے لے اور چاہے اس کی اس قیمت کا نصف زوجہ سے لے لے جو قبضہ کے وقت اس کی تھی اور اگر یہ صورتیں بعد طلاق کے اور بعد فیصلہ قاضی کے پیدا ہوتی ہوں تو شوہر کو اس ناقص مہر کا نصف اور نقصان کا تاوان زوجہ سے دلایا جائے گا اور دوسری صورت میں شوہر کو اختیار ہے کہ اس ناقص مہر کا نصف لے لے چاہے اس کی اصلی قیمت کا نصف زوجہ سے لے لے،

عہ یعنی اگر وہ زیادتی متصل ہے اور اصل سے پیدا نہیں ہوئی تو اس زیادتی کی تنصیف نہ کی جائے گی اور ایک نصف شوہر کو واپس دلایا جائے گا ۱۲۔

عہ خود مہر کے فعل سے نقصان پیدا ہو جانے کی صورت ہے کہ مثلاً کوئی غلام مہر میں مقرر کیا گیا ہو وہ غلام چوری کرے اور اس کی سزائیں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے یا مہر میں کوئی جانور مقرر کیا گیا ہو اور وہ جانور کسی کو یا مال میں خود گر پڑے اور مر جائے تو یہ نقصان خود مہر کے فعل سے پیدا ہوا ۱۱۔

چوتھی صورت میں شوہر کو اس کی اصلی قیمت کا نصف زوجہ سے دلایا جائے گا۔ (بحر الرایق جلد ۲ صفحہ ۱۵۵)

مسئلہ جس عورت کا مہر نکاح کے وقت معین نہ کیا گیا ہو اس کو اختیار ہے چاہے اپنے شوہر سے کبکریا ہم رضا مندی سے کوئی مقدار مہر کی مقدار کر لے چاہے قاضی کی عدالت میں تعیین مہر کی درخواست دیکر قاضی سے۔

قاضی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنی طرف مہر کی کوئی مقدار مقرر کر کے شوہر کو اس کو قبول کرنے پر مجبور کرے بلکہ اس کو چاہیے کہ زوجین کی رضا مندی سے کوئی مقدار مقرر کر دے اور اگر زوجین میں باہم اختلاف ہو ایک مقدار پر دونوں راضی نہ ہوتے ہوں مثلاً شوہر کہتا ہو کہ پانچ سو روپیہ مقرر کیا جائے اور عورت کہتی ہو کہ ایک ہزار روپیہ مقرر کیا جائے تو ایسی حالت میں قاضی کو چاہیے کہ اس عورت کا مہر مثل دریافت کرے اور جس قدر اس کا مہر مثل ہو اسی قدر اس کا مہر مقرر کر دے۔ (بحر الرایق جلد ۳ صفحہ ۱۵۹)

مسئلہ جس عورت کا مہر نکاح کے وقت بھی معین نہ ہوا ہو اور بعد نکاح کے تراضی طرفین سے یا حکم قاضی سے بھی کوئی مقدار معین نہ ہوئی ہو ایسی عورت کو اگر اس کا شوہر قبل خلوت عیجہ اور خاص استراحت کے اس عورت کو طلاق دیدے تو ایسی حالت میں شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے کہ اس عورت کے مہر مثل کا نصف اس عورت کو دیدے بلکہ اس کے ذمہ صرف اس قدر واجب ہے کہ ایک جوڑا کپڑا اس عورت کے لئے بنا دے یا اس کی قیمت اس کے حوالہ کرے، ان کپڑوں کی تعداد ہر شہر کے دستور کے موافق ہوتی چاہیے اور ان کپڑوں کی قیمت پانچ درہم سے کم نہ ہو اور اس عورت کے مہر مثل کے نصف سے زائد نہ ہوں اور زوجین کی حالت کے متناسب ہو یعنی اگر دونوں امیر ہوں تو اعلیٰ درجہ کا لباس بنایا جائے اور اگر کوئی غریب ہے اور کوئی امیر تو متوسط درجہ کا، ان کپڑوں کے بنا دینے کو یا ان کی قیمت دینے کو متفقہ کہتے ہیں۔

عہ اس مقام پر فقہانے بہت اختلاف کیا ہے بعض نے لکھا ہے کہ صرف شوہر کی حالت کے موافق یہ لباس بننا چاہیے بعض نے لکھا ہے کہ عورت کی حالت کا لحاظ کیا جائے مگر صحیح یہی قول ہے کہ دونوں کی حالت کا لحاظ کرنا چاہیے ۱۲۔

عہ یہ متعہ وہ نہیں ہے اس کی حالت کے شیعہ قائل ہیں اس کو نکاح متعہ یا متعہ النساء (باقی صفحہ ۱۶۰ پر)

مسئلہ جس عورت کا مہر نکاح کے بعد معین ہوا ہو خواہ تراضی طرفین سے یا حکم قاضی سے اس عورت کو اگر قبل خلوت صحیحہ اور خاص استراحت کے طلاق دیجائے تو اس کے مہر کی تنصیف نہ ہوگی بلکہ پورا مہر اس عورت کو دلایا جائے گا اور اگر لے چکی ہے تو اس کا نصف شوہر کو واپس نہ دلایا جائے گا۔

مسئلہ شوہر کو اختیار ہے کہ نکاح میں جس قدر مہر معین ہوا ہے نکاح کے بعد اسکی مقدار بڑھا دے مگر یہ بڑھائی ہوئی مقدار اس کے ذمہ اسی وقت واجب الادا سمجھی جائیگی جبکہ عورت اسی مجلس میں اس زیادتی کو قبول کرے اور اگر وہ نایالغہ ہو تو اس کا ولی قبول کر لے، اگر اس عورت کو قبل خلوت صحیحہ اور خاص استراحت کے طلاق دیجائے تو اس کی زیادتی کی تنصیف نہ ہوگی، تنصیف صرف اسی مقدار کی ہوگی جو نکاح کے وقت معین ہو چکی ہے۔

مسئلہ عورت کو اختیار ہے کہ اپنے مہر کا کوئی جزو یا کل معاف کر دے شوہر اس معافی کو قبول کرے یا نہ کرے ہر حالت میں اس کا معاف کرنا صحیح ہو جائے گا یعنی اب شوہر کے ذمہ وہ معاف کردہ مقدار واجب الادا نہ رہے گی ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ عورت خود اپنی ذات سے معاف کرے اس کے ولی کا معاف کرنا معتبر نہیں گو وہ اس کا باپ ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر عورت منظور کر لے تو پھر صحیح ہو جائے گا، اگر کسی نایالغہ عورت کا باپ اس کی طرف سے مہر معاف کر دے تو صحیح نہیں۔ مسئلہ جو تفریق کہ شوہر کی طرف سے ہوئی ہو اور عورت کی طرف سے اس کا ہونا ممکن نہ ہو اس تفریق کا شمار طلاق میں ہے مثال۔ العان کی وجہ سے تفریق ہوگی یا شوہر کے عین یا خصی ہونے کے سبب سے قاضی کی عدالت میں دعویٰ کر کے تفریق کرائی گئی، یا مثلاً معاذ اللہ شوہر مرتد ہو گیا، اور جب اس سے مسلمان ہو جانے کو کہا گیا تو اس نے انکار کر دیا یا اس نے اپنی بی بی کی بیٹی یا ماں کی نفسانی کیفیت کے جوش میں تقبیل کر لی ان سب صورتوں میں تفریق طلاق سمجھی جائے گی

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۷۴۱) کہتے ہیں اس متعہ کے معنی عورت کے لئے لباس بنا دینا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا طَلَقْتُمُ الْمُنْثَاءَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرًا وَعَلَى الْمُقْتَدِرِ قَدَرًا (ترجمہ۔ اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دیدو قبل اس کے کہ ان سے خاص استراحت کرو یا ان کے لئے مہر مقرر کرو اور تم ان کو متعہ

(یعنی کچھ فائدہ) دیدو، امیر پر اس کے موافق اور فقیر پر اس کے موافق (یہ متعہ واجب ہے) ۱۲۔

اور شوہر کے ذمہ مہر یا منقہ دینا واجب ہوگا ہاں اگر تفریق عورت کی طرف سے ہوئی ہو مثلاً عورت مرتد ہوگئی یا شوہر کے غیر کفو ہونے کے سبب اس نے یا اس کے ولی نے تفریق کرا لی یا عورت نے اپنے شوہر کے بیٹے کی نفسانی کیفیت کے جوش میں تقبیل کر لی تو شوہر کے ذمہ مہر یا منقہ واجب ہوگا اگر کسی مرد کا نکاح نابالغی کی حالت میں اس کے ولی نے کر دیا تھا بعد بلوغ ہونے کے اس نے اس سے نکاح کرنا منظور نہ کیا تو یہ منظور نہ کرنا طلاق نہ سمجھا جائے گا اور مہر یا منقہ شوہر کے ذمہ واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ مہر اگر از قسم نقد ہو یعنی چاندی سونے کی قسم سے ہو تو یہ شوہر کو اختیار ہے چاہے چاندی سونادے چاہے اس کی قیمت دے اور اگر مہر چاندی سونے کی قسم سے نہ ہو بلکہ اور کسی قسم کا مال ہو تو اگر وہ سامنے موجود ہو اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہا گیا ہو کہ یہ چیز مہر ہے یا اور کسی طریقے سے اس کی پوری تعیین کر دی جائے، مثلاً جانور کو مہر قرار دیا ہو تو اس کی قسم بیان کر دے کہ گائے ہے یا بھینس اور اس کا پورا حلیہ بیان کر دے یا مکان کو مہر قرار دیا ہو تو اس کا عرض و طول اور مقام اور حدود اربعہ وغیرہ بیان کر دے تو ایسی حالت میں خاص وہی چیز دینا پڑے گی اور اس کی تعیین نہیں کی گئی تو دیکھنا چاہیے کہ وہ چیز مکمل اور موزوں ہے یا نہیں اگر مکمل و موزوں نہیں ہے تو اس کی قسم بیان کر دی گئی ہو مثلاً جانور کو مہر قرار دیا گیا ہو تو یہ بیان کر دیا ہو کہ وہ گھوڑا ہے ایسی حالت میں شوہر کو اختیار ہوگا چاہے وہ چیزیں متوسط درجہ کی لے کر مہر دے چاہے اس چیز کے متوسط درجہ کی قیمت زوجہ کے حوالے کر دے مثال: کسی شخص نے کسی عورت سے کہا کہ میں نے دس گز سوتی کپڑے کے عوض میں تیرے ساتھ نکاح کیا تو شوہر کو اختیار ہے چاہے دس گز سوتی کپڑا متوسط درجہ کا مول لے کر دیدے چاہے اس کی قیمت حوالہ کرے، متوسط درجہ سے یہ مراد ہے کہ سوتی کپڑے جتنی قسم

عہ یعنی اگر نکاح کے وقت نہیں ہو گیا تھا تو مہر اور جوہر نہ معین ہوا تو وہ منقہ واجب ہوگا عہ مگر قیمت اس کی اسی حساب سے دینا پڑے گی جو نکاح کے وقت اس کی تھی مثلاً کسی نے ۵ تولہ سونا مہر میں مقرر کیا تھا اور اس وقت ۵ تولہ سونے کی قیمت ایک سو پچیس روپہ تھی تو اب اگر قیمت دے تو ایک سو پچیس دے خواہ اب سونا ۱۲۵ روپہ ہو یا گراں ۱۲ سے عرب میں کچھ چیزیں ناپ کر بھی جاتی تھیں جیسے فلہ اور میوہ جابت اور کچھ چیزیں تول کر بھی جاتی تھیں جو چیزیں ناپ کر بھی جاتی تھیں ان کو مکمل کہتے ہیں اور جو تول کر بھی جاتی تھیں ان کو موزوں کہتے ہیں ۱۲ لٹحہ مثلاً کپڑے کو مہر قرار دیا ہو اور یہ بیان کر دیا ہو کہ سوتی کپڑا مراد ہے یا ریشمی اور نام اس کپڑے کا اور قیمت اس کی نہ بیان کی ہو ۱۲۔

کے راج ہوں مثلاً گاڑھا، نین سکھ، تب زیب وغیرہ، ان قسموں میں جو قسم متوسط درجہ کی ہو یعنی قیمت اس کی نہ سب سے بڑھکر ہو اور نہ سب سے گھٹ کر وہ کپڑا لے کر دیدے اور اگر وہ چیز کیل یا موزوں ہو اور اس کی قسم بیان کر دی گئی ہو مثلاً غلہ کو مہر قرار دیا ہو اور یہ بیان کر دیا ہو کہ وہ غلہ گیہوں ہے تو یہی شوہر کو اختیار ہے گا چاہے متوسط درجہ کے گیہوں مول لے کر مہر میں دیدے چاہے اس کی قیمت حوالہ کرے (شامی جلد ۲ صفحہ ۲۷۷)

مسئلہ ۱۰۔ اگر مہر میں دو چیزیں ذکر کی جائیں ایک معلوم ہو اور ایک مجہول مثلاً کدائی مرد کسی عورت سے کہے کہ میں نے ایک ہزار روپیہ ادرا ایک کپڑے کے عوض میں تجھ سے نکاح کیا تو ایسی حالت میں اگر قبل خلوت صحیحہ یا خاص استراحت کے طلاق دیدے تو شوہر کے ذمہ متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد خلوت صحیحہ یا خاص استراحت کے طلاق دے تو دیکھنا چاہیے کہ مہر دے چکا یا نہیں اگر دے چکا ہے تو جو دے چکا وہی مہر تھا اور اگر نہیں دیا تو مہر مثل واجب ہوگا (شامی جلد ۲ صفحہ ۳۷۸)

مسئلہ ۱۱۔ مہر میں قرض کا حوالہ بھی دیدینا جائز ہے خواہ وہ قرض کسی اور شخص پر ہو یا خود زوجہ کے اوپر ہو۔ مثال کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور میرا سو روپیہ جو تجھ پر قرض ہے یا فلاں شخص پر قرض ہے اس کو میں مہر قرار دیتا ہوں اس صورت میں اگر کسی اور شخص پر وہ قرض ہوگا تو زوجہ کو اختیار ہے گا چاہے اپنے مہر کا مطالبہ اس قرضدار سے کرے چاہے اپنے شوہر سے اس کا مطالبہ کرے۔

مسئلہ ۱۲۔ اگر مہر میں علاوہ مال کے کوئی ایسی بات بھی مشروط کی گئی ہو جس میں زوجہ یا اس کے کسی عزیز کا نفع ہو اور وہ نفع شریعت میں جائز ہو اور نکاح کے لوازم میں سے نہ ہو تو ایسی حالت

۱۔ یہ قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر کوئی ایسی شرط کی گئی جس میں زوجہ کا یا اس کے عزیز کا فائدہ نہ ہو بلکہ کسی اجنبی کا فائدہ ہو مثلاً شوہر نے ایک ہزار روپیہ مہر پر نکاح کیا اس شرط کے ساتھ کہ کسی غیر شخص کو سو روپیہ دیدوں گا تو ایسی صورت میں شوہر اس شرط کو پورا کرے یا نہ کرے وہی ایک ہزار روپیہ اس کے ذمہ واجب ہوگا، نفع کی شریعت میں جائز ہونے کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر وہ نفع نا جائز ہوگا تو اس کے پورا کرنے کے لئے دونوں حالتوں میں مہر معین دینا ہوگا اس نفع کے لوازم نکاح سے نہ ہونے کی شرط اس لئے لگائی گئی کہ اگر وہ نفع لوازم نکاح سے ہو مثلاً شوہر ایک ہزار روپیہ پر نکاح کرے اس شرط کے ساتھ کہ اپنی بی بی کے ساتھ خاص استراحت کرے گا تو یہ شرط فضول ہو جائے گی کیونکہ یہ فائدہ تو خود نکاح سے حاصل ہے۔ ۱۲۔

میں اگر شوہر اس شرط کو پورا کر دیکھا تو مال کی وہی مقدار دینا پڑے گی جو مہر میں معین ہو چکی ہے اور اگر اس شرط کو پورا نہ کرے گا تو اس کے ذمہ مہر مثل واجب ہو جائے گا بشرطیکہ مہر مثل اس مقرر کی ہوئی مقدار سے کم نہ ہو۔ مثال کسی مرد نے کسی عورت سے ایک ہزار روپیہ مہر پر نکاح کیا اس شرط کے ساتھ کہ عورت کو اس کے وطن سے باہر نہ لی جائے گا یا یہ کہ اس کو اس کے ماں باپ کے گھر سے جدا نہ کرے گا یا اس شرط پر کہ اس کے بھائی کے ساتھ اپنی بہن کا عقد کر دے گا یا یہ شرط کہ میں تیری زندگی میں دوسرا عقد نہ کروں گا یا یہ شرط کہ میری جو دوسری بی بی ہے اس کو طلاق دیدوں گا ان سب صورتوں میں اگر شوہر ان شرائط کو پورا کر دے گا تو اس کو وہی ایک ہزار روپیہ دینا ہوگا جو مہر میں مقرر پا چکا ہے اور اگر شوہر ان شرائط کو پورا نہ کرے گا تو اس کو مہر مثل دینا پڑے گا خواہ مہر مثل ایک ہزار ہو یا ایک ہزار سے زیادہ ہاں اگر مہر مثل ایک ہزار سے کم ہو تو اس صورت میں پھر وہی ایک ہزار دینا پڑے گا۔

مشکلہ اگر نکاح کے وقت مہر کی دو مقداریں ذکر کی جائیں ایک کم اور ایک زیادہ اور کوئی شرط بیان کی جائے کہ اگر یہ شرط پائی جائے گی تو یہ زیادہ مقدار دی جائے گی ورنہ یہ کم مقدار تو ایسی حالت میں اگر وہ شرط پائی جائے گی تو مہر کی زیادہ مقدار واجب ہوگی اور اگر نہ پائی جائے گی تو مہر مثل واجب ہوگا بشرطیکہ مہر مثل اس مقدار سے کم نہ ہو اور اس تر از مقدار سے زیادہ نہ ہو مثالی کسی مرد نے کسی عورت سے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور اگر تو اپنے گھر میں رہے گی تو ایک ہزار روپیہ مہر دوں گا اور جو میرے ساتھ ہے گی تو دو ہزار روپیہ یا یہ شرط کی کہ تو اگر باکرہ ہے تو دو ہزار روپیہ مہر ورنہ ایک ہزار تو اس صورت میں اگر یہ شرط پائی جائے یعنی وہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ رہے یا باکرہ ہو تو دو ہزار مہر اس کو ملے گا ورنہ مہر مثل ہاں اگر مہر مثل ایک ہزار سے کم ہو تو پھر ایک ہی ہزار اس کو ملے گا یا دو ہزار سے زیادہ ہو تو پھر وہی دو ہزار ملے گا دو ہزار سے زائد نہ ملے گا۔

عہ صاحبین کے نزدیک اگر وہ شرط نہ پائی جائے تو مہر کی کم مقدار واجب ہوگی مگر امام ابوحنیفہ نے اس مسئلہ میں تفریق کوئی ہے کہ اگر وہ شرط بدیہی نہیں ہے تو پائی جانے کی صورت میں وہ شرط صحیح ہو جائے گی اور نہ پائی جانے کی صورت میں اس شرط کا اعتبار نہیں اور اگر وہ شرط بدیہی ہو تو دونوں صورتوں میں اس کا اعتبار کیا جائے گا اس تفریق کی مصلحت یہ ہے کہ جب بدیہی ہوگی تو اس میں کسی طرح کا جھگڑا نہیں ہو سکتا بخلاف اسکے اگر بدیہی نہ ہو تو اس میں جھگڑا پڑے گا لہذا ایسی تدبیر کی گئی جیسی میں جھگڑے کی نوبت ہی نہ آئے۔ ۱۲۔

ہاں اگر وہ شرط ایسی بدیہی ہو کہ ہر شخص دیکھنے ہی معلوم کر لے کہ شرط پائی جاتی ہے یا نہیں تو ایسی حالت میں اگر وہ شرط پائی جائے گی تو مہر کی زیادہ مقدار واجب ہوگی اور نہ پائی جائے گی تو کم مقدار واجب ہوگی۔
مثال کسی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور کہا کہ اگر تو حسین ہے تو دو ہزار مہروں کا اور نہ ایک ہزار یا یہ کہا کہ اگر تو جوان ہے تو دو ہزار ورنہ ایک ہزار تو اس صورت میں اگر وہ عورت حسین ہوگی یا جوان ہوگی تو دو ہزار مہر اس کو ملے ورنہ ایک ہزار کیونکہ حسین ہونا یا نہ ہونا، یا جوان ہونا یا جوان نہ ہونا ہر شخص دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے (شامی جلد ۲ ص ۳۵۵)

مسئلہ اگر مہر کی ایک ہی مقدار ذکر کرنے اور اس مقدار کو کسی چیز پر مشروط کرے تو وہ شرط لغو ہو جائے گی اور جس قدر مہر ملے ہو گیا ہے دینا پڑے گا مثال کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنے اور اس سے یہ کہے کہ تیرا مہر ایک ہزار روپیہ ہے بشرطیکہ تو باکرہ ہو یا بشرطیکہ تو جوان ہو تو ایسی حالت میں اس شخص کو پورا ایک ہزار روپیہ مہر دینا پڑے گا گو وہ عورت باکرہ یا حسیۃ نہ ہو۔

مسئلہ اگر زوجین مہر کے بارہ میں اختلاف کریں ایک کہے کہ نکاح کے وقت مہر کا کچھ ذکر نہیں آیا اور دوسرا کہے کہ مہر کا ذکر آیا تھا اور یہ مقدار مقرر ہوئی تھی تو ان میں سے جو شخص مہر کے معین ہو جانے کا دعویٰ کرتا ہے اس سے ثبوت طلب کیا جائے اگر وہ ثبوت پیش کر دے تو قاضی کو چاہیے کہ اسی کے موافق فیصلہ کر دے اور اگر وہ ثبوت نہ پیش کر سکے تو جو شخص مہر کی تعیین کا اقرار کرتا ہے اس سے حلف لیا جائے اگر وہ حلف پر راضی نہ ہو تو بھوٹا سمجھا جائے گا اور اگر راضی ہو جائے اور حلف اٹھائے تو زوجہ کو مہر مثل شوہر سے دلایا جائے گا۔

اور اگر مہر کی مقدار میں اختلاف کریں یا ایک کہے کہ مہر ایک ہزار روپیہ تھا اور دوسرا کہے کہ دو ہزار تھا اور یہ اختلاف بحالت قیام نکاح کے ہوا ہو یا بعد طلاق کے ہوا ہو مگر خاص استراحت اخلاصت صحیحہ ہو چکی ہو تو دیکھا جائے گا کہ مہر مثل کس کی تائید کرتا ہے اگر مہر مثل شوہر کی تائید کرے یعنی جس قدر مہر اس نے بیان کیا ہے مہر مثل اسی قدر ہو یا اس سے کم ہو تو شوہر کا قول مان لیا جائے گا اور اگر عورت کی تائید کرتا ہو یعنی جس قدر مہر اس نے بیان کیا ہے مہر مثل اسی قدر ہو یا اس سے زیادہ ہو تو عورت کا قول مان لیا جائے گا اور اگر مہر مثل کسی کی تائید نہ کرے یعنی شوہر کی بیان کی ہوئی مقدار سے زیادہ ہو اور عورت کی بیان کی ہوئی مقدار سے کم ہو تو دونوں سے حلف لیا جائے اور مہر مثل شوہر کے ذمہ واجب کیا جائے اسی طرح اگر مہر مثل نامعلوم ہو تب بھی شوہر کے ذمہ مہر مثل واجب ہوگا اور اگر ان میں سے کوئی اپنے قول کا ثبوت پیش کر دے تو اسی کا قول مان لیا جائے گا خواہ مہر مثل اس کی تائید کرتا ہو یا نہیں اور اگر دونوں

اپنے اپنے قول کا ثبوت پیش کر دیں تو مہر مثل جس کی تائید نہ کرنا ہو اس کا قول مان لیا جائے گا مہر مثل اگر مشوہہ کی تائید کرتا ہو تو عورت کا قول مانا جائے گا اور اگر عورت کی تائید کرتا ہو تو شوہر کا قول مانا جائے گا اور اگر یہ اختلاف بعد طلاق کے واقع ہوا ہو اور خاص استراحت یا خلوت صحیحہ کی اس وقت تک ثبوت نہ آئی ہو تو دیکھا جائے گا کہ متعہ مثل کس کی تائید کرتا ہے اگر شوہر کی تائید کرتا ہو یعنی متعہ مثل شوہر کی بیان کی ہوئی مقدار کے نصف کی برابر ہو یا اس سے کم تو شوہر کا قول مان لیا جائے گا اور اس کی بیان کی ہوئی مقدار کا نصف مہر اس سے دلایا جائے گا اگر متعہ مثل عورت کے قول کی تائید کرتا ہو یعنی اس کی بیان کی ہوئی مقدار کے نصف کے برابر ہو یا اس سے زیادہ تو عورت کا قول مان لیا جائے گا اور اس کی بیان کی ہوئی مقدار کا نصف مہر شوہر سے دلایا جائے گا اور اگر ان میں سے کوئی اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کر دے گا تو اس کی بات مان لی جائے گی اور اگر دونوں اپنے اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کر دیں تو متعہ مثل جس کی تائید کرتا ہو اسی کا قول مانا جائے گا اور اگر متعہ مثل کسی کے قول کی تائید نہ کرتا ہو تو دونوں سے حلف لیا جائے اور بعد اس کے متعہ مثل شوہر کے ذمہ واجب کرویا جائے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کسی خاص چیز کو مہر نہ بیان کیا جائے اور اگر کوئی خاص چیز میں بیان کی جائے مثلاً شوہر کہے کہ میں نے یہ گھوڑا مہر میں مقرر کیا تھا اور عورت کہے کہ نہیں یہ گائے مہر میں مقرر کی گئی تھی تو ایسی حالت میں متعہ مثل کی تائید کی کچھ ضرورت نہیں شوہر کے ذمہ متعہ واجب ہو جائے گا اور اگر زوجین مرچکے ہوں اور ان میں خاص استراحت کی ثبوت نہ آئی ہو اور ان کے درمیان باہم اختلاف کریں تو یہ اختلاف اگر اصل مہر میں ہے ایک کہتا ہے کہ مہر مقرر ہوا تھا اور دوسرا کہتا ہے کہ مہر کا ذکر ہی نہیں آیا جو منکر ہے اسی کی بات مانی جائے گی اور مہر مثل شوہر کے وارثوں سے زوجہ کے وارثوں کو دلا یا جائیگا اور اگر مہر کی مقدار میں اختلاف ہوا ہے تو شوہر کے وارثوں کی بات قبول کی جائے گی اور اگر زوجین میں خاص استراحت کے وقت کچھ حصہ مہر کا دیدیا جائے تو حکم سابق بدستور باقی رہے گا اور اگر اس مہر کا یہ دستور ہو کہ کچھ حصہ مہر کا قبل خاص استراحت کے زوجہ کو ضرور دیدیا جاتا ہو تو جس قدر دینیے کا دستور ہو

عہ متعہ مثل سے مراد وہ متعہ ہے جو اس عورت کے باپ کے خاندان کی عورتوں کا ہو اور اگر ان عورتوں کو متعہ لینے کی

ثبوت نہ آئی ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر ان کو متعہ دیا جاتا تو کس قیمت کا متعہ دیا جاتا ۱۲۔

عہ یعنی متعہ مثل نہ واجب ہوگا بلکہ بطور خود اپنی اور اس عورت کی حیثیت کے مناسب اس کو متعہ دینا چاہیے

تو وہ متعہ مثل سے قیمت میں کم ہو یا زیادہ یا مساوی ۱۲۔

مثلاً چوتھائی مہر دینے کا دستور ہو تو اس قدر حقہ وضع کر دینے کے بعد باقی مہر زوجہ کے وارثوں کو دلیا جائے گا۔ مثال: شوہر کے وارث کہتے ہوں کہ مہر پانچ سو مقرر ہوا تھا اور زوجہ کے وارث کہتے ہوں کہ ایک ہزار اور زوجین میں خاص استراحت ہو چکی ہو اور اس شہر کلیہ دستور ہو کہ قبل استراحت کے چوتھائی مہر زوجہ کو دید یا جاتا ہے تو ایسی حالت میں زوجہ کے وارثوں کو تین سو پچتر روپیہ دلیا جائے گا اور اگر مثال مذکور میں شوہر کے وارث کہتے ہوں کہ مہر مقرر ہی نہیں ہوا تھا اور عورت کے وارث کہتے ہوں کہ مہر مقرر ہو چکا تھا تو اب مہر مثل کا چوتھائی حقہ وضع کر دینے کے بعد باقی مہر زوجہ کے وارثوں کو دلیا جائے گا۔

مسئلہ - مہر کے ادا ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ دیتے وقت یہ بھی بنا دے کہ یہ مہر ہے بلکہ اگر کوئی شخص اپنی بی بی کو کوئی چیز بھیجے اور یہ نہ بیان کرے کہ کس طور پر بھیجتا ہے آیا بطور مہر کے یا تحفہ ادا نیت یہی ہو کہ بطور مہر کے بھیجتا ہوں تو یہ چیز مہر میں محسوب ہوگی۔

ہاں اگر زوجین میں اختلاف ہو جائے شوہر کہے کہ میں نے وہ چیز مہر میں بھیجی تھی اور زوجہ کہے کہ نہیں بطور تحفہ کے بھیجی تھی اور وہ چیز بالفعل کھانے پینے کی نہ ہو تو دونوں سے اپنی اپنی بات کا ثبوت طلب کیا جائے، اگر دونوں ثبوت پیش کر دیں تو زوجہ کا ثبوت مان لیا جائے اور اگر زوجہ ثبوت نہ پیش کر سکے اور شوہر پیش کر دے تو اس کا ثبوت مان لیا جائے اور اگر دونوں ثبوت نہ پیش کر سکیں تو شوہر سے حلف لیا جائے اور اگر وہ حلف اٹھالے تو اسی کی بات مان لی جائے اب اگر وہ چیز موجود ہو تو زوجہ کو اختیار ہے چاہے تو اس چیز کو واپس کر دے اور کہدے کہ میں اس چیز کو مہر میں منظور نہیں کرتی۔ اور اگر وہ چیز بالفعل کھانے پینے کی ہو تو اس صورت میں زوجہ کی بات مان لی جائے گی مگر پہلے اس سے حلف لیا جائے گا۔

ف - جو چیزیں ایک مہینہ تک اپنی حالت پر قائم رہ سکتی ہیں وہ چیزیں بالفعل کھانے پینے کی نہ کہی جائیں گی، جیسے گھی، شہد، بعض بعض میوہ جات مثل بادام، پستہ اور کشمش وغیرہ کے اور جو چیزیں ایک مہینہ تک اپنی حالت پر قائم نہیں رہ سکتیں وہ چیزیں بالفعل کھانے پینے کی کہی جائیں گی جیسے روٹی، گوشت اور دودھ دہی وغیرہ۔

مسئلہ اگر شوہر نے اپنی زوجہ کو کوئی چیز بھیجی اور زوجہ یہ کہتی ہے کہ مجھے یہ چیز مہر میں بھیجی ہے اور شوہر یہ کہتا ہے کہ نہیں میں نے امانت کے طور پر رکھائی ہے تو اس صورت میں دیکھنا چاہیے کہ وہ چیز از قسم مہر ہے یا نہیں اگر از قسم مہر ہو تو زوجہ کی بات مان لی جائے گی اور وہ چیز اس کو مہر میں

دلاوی جائیگی ورنہ شوہر کی بات مان لی جائیگی اور شوہر اگر چاہے تو اس چیز کو واپس لینے مثال میں ایک گھوڑا سو روپیہ کی قیمت کا مقرر ہوا تھا شوہر نے ایک گھوڑا اسی قیمت کا اپنی زوجہ کو بھیجا پس اس صورت میں اگر زوجہ دعویٰ کرے کہ یہ گھوڑا مجھے مہر میں ملا ہے اور پھر شوہر کو واپس نہ دے تو درست ہے اور اگر شوہر نے گائے بھیجی تو اب اگر زوجہ دعویٰ کرے کہ یہ گائے مجھے مہر میں ملی ہے تو اس کی بات نہ مانی جائے گی۔

مسئلہ اگر کوئی مرد کسی عورت کو بائید نکاح کچھ دے (جیسا کہ ہمارے ملک ہندوستان میں دستور ہے کہ نسبت ہو جانے کے بعد اور یوں بھی وقتاً فوقتاً شوہر کی طرف سے کچھ چیزیں منسوبہ کے گھر میں بھیجی جاتی ہیں اور کہیں کہیں یہ دستور ہے کہ نسبت کے یا اس کے بعد منسوبہ کے لئے کچھ زیورات بھی بنوا کر بھیجے جاتے ہیں) بعد اس کے وہ عورت خود یا اس کا ولی نکاح کرنے سے انکاف کر جائے تو شوہر کو اختیار ہے کہ جو چیزیں اسے مہر میں دی ہیں وہ اگر موجود ہوں تو خود انھیں سو واپس کرے اور اگر وہ چیزیں موجود نہ ہوں تو ان کی قیمت اور جو چیزیں بطور تحفہ کے بھیجی ہوں وہ اگر موجود ہوں تو ان کو واپس لے سکتا ہے اور اگر عورت یہ دعویٰ کرے کہ یہ چیزیں میرے پاس بطور ودیعت کے بھیجی تھیں اور شوہر یہ کہے کہ میں نے ودیعت کی نیت سے نہیں بھیجی تھیں بلکہ میں نے مہر میں بھیجی تھیں تو اگر وہ چیزیں از قسم مہر ہوں تو شوہر کا دعویٰ در نہ عورت کا دعویٰ قابل قبول ہے۔

مسئلہ اگر کوئی شخص اپنی بی بی پر کچھ خرچ کرے اور بعد کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ نکاح فاسخ تھا مثلاً ان دونوں میں رضاعت کا کوئی رشتہ ثابت ہو جائے تو ایسی حالت میں شوہر نے اگر قاضی کی تجویز سے اس پر خرچ کیا تھا تو اس کو اس خرچ کے واپس کر لینے کا اختیار ہے اور اگر بغیر تجویز قاضی کے کیا تھا تو کچھ اختیار نہیں (رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۳۹۶)

عہ یعنی ان چیزوں کا مہر میں ہونا باتفاق زوجین ثابت ہونا یا صرف شوہر ان چیزوں کے مہر میں ہونے کا دعویٰ کرنا ہوا اور اس کا قول قاعدہ مذکورہ بالا کے موافق قابل قبول ہوگا۔

عہ گو یہ چیزیں استعمال میں اگر خراب ہو گئی ہوں ۱۲

عہ ودیعت امانت کو کہتے ہیں عورت کو اس امر کے دعویٰ کرنے میں کہ یہ چیزیں بطور امانت کے میرے پاس بھیجا تھیں یہ ثابت ہے کہ اس کو تاوان دینا پڑے گا یعنی امانت اگر ہلاک ہو جائے تو اس پر تاوان نہیں آتا بلکہ اس کے اگر وہ چیزیں اور مہر کے لئے جانیں تو در صورت ہلاک ہو جانے کے ان کا تاوان دینا پڑے گا۔ (رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۳۹۶)

مشکلہ عورت کو جو چیزیں بطور جہیز کے ماں باپ کے گھر سے ملتی ہیں ان کی مالک وہی عورت ہے اور جہیز میں دی ہوئی چیزوں کے واپس لینے کا اختیار ماں باپ وغیرہ کو نہیں ہے نہ ان کے بعد کوئی ان کا وارث ان چیزوں کو واپس لے سکتا ہے بشرطیکہ ماں باپ نے ان چیزوں کو صحت کی حالت میں اس کے نامزد کر دیا ہو مثلاً اس کے بچپن میں ان چیزوں کو اس کے جہیز کے لئے خریدا ہو اگر جہیز میں دی ہوئی چیزوں کی نسبت دوہن کا باپ کہنے کہ میں نے یہ چیزیں جہیز میں نہیں دیں بلکہ عاریتہً دی تھیں تو ایسی حالت میں اس شہر کا اور اس کی قوم کا دستور دیکھنا چاہئے اگر وہاں اسکی قوم میں عاریتہً دینے کا دستور نہ ہو تو باپ کی بات نہ مانی جائے گی اور اگر عاریتہً دینے کا بھی دستور ہو تو باپ سے حلف لے کر اس کی بات مان لی جائیگی اور جن جن چیزوں کی نسبت وہ کہتا ہے کہ میں نے عاریتہً دی تھیں وہ چیزیں اس کو واپس دلا دی جائیں گی۔

مشکلہ اگر کسی عورت کو اس کے ماں باپ یا نکل جہیز نہ دیں یا بہت قلیل دیں جو شوہر کے یہاں سے آئی ہوئی چیزوں کے مناسب نہ ہو تو ایسی صورت میں شوہر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جو کچھ اس نے بھیجا تھا اس کو واپس لے لے یا دوہن کے ماں باپ سے جہیز کا مطالبہ کرے (رد المحتار جلد ۲ ص ۳۹۹) مشکلہ عورت پر اگر جبر کر کے مہر معاف کرایا جائے تو درست نہیں حالت مجبوری کی معافی قابل اعتبار نہیں مجبور کرنے کا یہ مطلب ہے کہ در صورت نہ معاف کرنے کے اس کو مار پیٹ کا یا اور کسی قسم کی بے عزتی کا خوف دلا یا جائے اسی طرح اگر کوئی عورت اپنے مرض موت میں مہر معاف کرے تو بھی درست نہیں ہے اسی طرح اگر کسی عورت سے عبارت معافی مہر کی کسی ایسی زبان میں گھوالی جائے جس کو وہ نہ جانتی ہو تب بھی معافی درست نہ ہوگی (بحر الرائق جلد ۳ ص ۱۶۱، ۱۶۲)

نکاح فاسد و باطل کا بیان

نکاح فاسد و باطل کی تعریف تو ہم مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں اب یہاں اس کی صورتیں اور اس کے احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

عہ مقدمہ میں یہ بات لکھی گئی ہے کہ باطل وہ معاملہ ہے جو باطل منقطع ہی نہ ہو اور فاسد وہ معاملہ ہے جو منعقد ہو گیا ہو لیکن شرعاً قابل نسخ ہو اس کے ارکان میں خلل نہ آیا ہو بلکہ صحت کی شرطوں میں فتور پڑ گیا ہو نکاح کی باہت فقہاء کا عجب اختلاف ہے بعض تو کہتے ہیں کہ نکاح باطل اور نکاح (باقی حاشیہ ص ۳۳ پر)

(۱) نکاح فاسد میں جو مہر مقرر کیا جائے وہ نہیں واجب ہوتا بلکہ ہمیشہ مہر مثل واجب ہوا

کرتا ہے۔

(۲) نکاح فاسد میں خلوت صحیحہ قائم مقام خاص استراحت کے نہیں ہے یعنی اگر نکاح فاسد کی مشکوہ کو قبل خاص استراحت کے طلاق دیدی جائے گو خلوت صحیحہ بھی ہو چکی ہو تو اس عورت پر عدت واجب نہ ہوگی۔

(۳) نکاح فاسد میں اگر قبل خاص استراحت کے طلاق دیدے تو شوہر کے ذمہ الزام

مہر کچھ نہ واجب ہوگا۔

(۴) نکاح فاسد میں بعد خاص استراحت کے اگر طلاق دیدی جائے تو مہر مثل واجب ہوگا

خواہ مہر معین ہو چکا ہو یا نہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ اگر مہر مقرر ہو چکا ہو تو مہر مثل اس سے زیادہ واجب نہ ہوگا بلکہ اگر مہر مثل زیادہ ہوگا تو اس زیادتی کو نکال ڈالیں گے مثلاً کسی شخص نے نکاح

فاسد میں ایک ہزار روپیہ مہر مقرر کیا ہو اور اس عورت کا مہر دو ہزار ہے تو اب شوہر کے ذمہ ایک ہزار

روپیہ واجب ہوگا ہاں اگر مہر مثل کم ہو تو پھر جتنا ہوگا اتنا ہی واجب ہوگا مثلاً کسی شخص نے نکاح

فاسد میں پانچ سو روپیہ مہر مقرر کیا ہو اور اس عورت کا مہر مثل چار سو روپیہ ہو تو شوہر کے ذمہ پانچ

ہی سو روپیہ واجب ہوگا اور اگر مہر کا تعین نکاح کے وقت نہ ہوا تھا یا مہر انتخاباً یاد نہیں رہا تو ایسی

صورت میں مہر مثل واجب ہوگا خواہ اس کی مقدار بہت زیادہ ہو یا بہت کم۔

(۵) نکاح فاسد میں عورت کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں حتیٰ کہ اگر نکاح کے وقت

فساد نکاح کا معلوم نہیں ہو اور شوہر نے بطور نفقہ کے کچھ خرچ کیا تو اس کے واپس لینے کا اس

(بقیہ حاشیہ ص ۳۷۳) فاسد میں کچھ فرق نہیں جس طرح عبادات میں فساد و بطلان کے ایک معنی ہیں ویسا ہی نکاح

میں بھی، فتح القدیر میں ایسا ہی لکھا ہے بعض کہتے ہیں کہ نکاح باطل و فاسد میں فرق ہے مگر کوئی جامع و مانع

تعریف اس کی نہیں بیان کرتے صاحب بحر الرائی نے نقل کیا ہے کہ جس نکاح کے جواز کا کوئی شخص علماتے

امت میں سے قائل نہ ہو وہ باطل ہے اور جس کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہو وہ فاسد ہے اس تعریف پر بھی

اعتراض ہوتا ہے اور بہت سی صورتیں ایسی ہیں جن کے قدم جواز میں کسی کا اختلاف نہیں پھر یہی وہ نکاح

فاسد میں داخل کیا جاتا ہے جیسے عہدہ سے نکاح کرنا بالآخر اس کی تدبیر یہی ہے کہ جو مثالیں فقہانے بیان

کی ہیں انھیں پر قیاس کر لیا جائے ۱۲۔

کو اختیار ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔

(۶) نکاح فاسد میں بعد اس امر کے معلوم ہو جانے کے یہ نکاح فاسد ہے خاص استراحت کرنا گناہ ہے اور ایسے نکاح کا فسخ کر دینا ہی ضروری ہے مرد اور عورت دونوں کو فسخ کا اختیار حاصل ہے اور یہ بھی اختیار ہے کہ ایک دوسرے کے عیاجبہ میں فسخ کرے یا عیبت میں خولہ خاص استراحت ہو چکی ہو یا نہیں، اگر وہ دونوں کسی وجہ سے فسخ کرنے میں تاخیر کریں تو قاضی کو چاہیے کہ فوراً ان دونوں کے درمیان میں تفریق کر ایسے فسخ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے کہے کہ میرا تجھ سے کوئی تعلق نہیں یا میں نے نکاح کو فسخ کر دیا یا اور کوئی اسی قسم کا کلمہ کہہ دئے نکاح فاسد میں مرد عورت کو طلاق دیدے تو یہ بھی فسخ ہے۔

(۷) فسخ نکاح کے بعد بشرطیکہ خاص استراحت کے بعد ہوا جو عورت پر عدت واجب ہے اور عدت بھی ہوگی جو مطلقہ عورت کی عدت ہوتی ہے اگر منکوحہ یہ نکاح فاسد کا شوہر مر جائے تب بھی اس پر عدت واجب ہے اور اس صورت میں بھی اس کی وہی عدت ہے جو طلاق کی عدت ہے۔ (در مختار)

(۸) بغیر گواہوں کے نکاح کرنا یا محارم سے نکاح کرنا یا غیر کی منکوحہ یا غیر کی معتدہ سے نکاح کرنا بشرطیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ یہ غیر کی منکوحہ یا معتدہ ہے اور جو عورت کی عدت میں پانچویں عورت سے نکاح کرنا اور باوجود موجود ہونے آزاد بی بی کے لوندی سے نکاح کرنا اور کسی کا فرمودہ (گودہ اہل کتاب میں سے ہو) کسی مسلمان عورت سے نکاح کرنا یہ سب نکاح فاسد ہیں اور در صورت معلوم ہونے اس امر کے کہ یہ غیر کی منکوحہ یا معتدہ ہے اس سے نکاح کر لینا نکاح باطل ہے (رد المحتار جلد ۲ منہ ۳۸)

عہ نہرا نفایق میں لکھا ہے کہ بعد خاص استراحت کے ان دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کی عیبت میں فسخ کرے بلکہ صرف ہوا جب میں فسخ کرنے کا اختیار ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ ۱۲۔

عہ نکاح فاسد اور باطل میں با اختیار نتیجہ کے صرف اتنا ہی فرق ہے کہ نکاح فاسد میں خاص استراحت کے سبب سے عدت لازم ہوتی ہے اور نکاح باطل میں عدت نہیں لازم ہوتی۔ بلکہ نکاح باطل میں خاص استراحت زنا کا حکم رکھتی ہے اور اس کا مرتکب شرائے زنا کا مستحق ہوتا ہے ۱۲۔

حقوق زوجین

نکاح کا تعلق جو محض ایجاب کی وجہ سے مرد اور عورت میں قائم ہوتا ہے شریعت اسلام میں ایسا سخت اور مستحکم تعلق ہے کہ اس تعلق کے قائم ہوتے ہی طرفین کے بہت سے حقوق ایک دوسرے پر ثابت ہو جاتے ہیں جن کی تفصیل بیان ذیل سے واضح ہے۔
زوجہ کے حقوق۔ عورت کے حقوق اس کے شوہر پر چار ہیں۔

(۱) اس کا ہر جس قدر معین ہوا ہو اس کے حوالہ کر دے اگر موجد ہے تو جو مدت معین ہوتی ہو وہی مدت میں اور اگر موجد ہو تو فوراً اور کچھ موجد اور کچھ موجد ہو تو جس قدر موجد ہو اس کو فوراً اور جس قدر موجد ہو اس کو اس کی میعاد معینہ پر ادا کر دے ہاں اگر عورت معاف کر دے تو یہ دوسری بات ہے۔

اگر کوئی شوہر اپنی زوجہ کا ہر موجد ادا کرے تو زوجہ کو اختیار ہے کہ وہ اس کے ساتھ تنہا اس استراحت اور تقبیل وغیرہ پر راضی نہ ہو اور ان افعال پر اپنے شوہر کو قدرت نہ دے اور اس کے ہمراہ سفر میں جانے سے انکار کر دے اگر کسی وجہ سے برضا منبری یا بوجہ خاص استراحت ہو بھی گئی ہو تب بھی سفر میں جانے سے وہ انکار کر سکتی ہے اور اس انکار سے نفقہ اس کا سا قضا نہ ہوگا بلکہ بدستور اس کے شوہر کے ذمہ واجب رہے گا۔

اگر عورت نابالغ ہو تو اس کا ولی ہر موجد کے وصول کرنے کے لئے یہ باتیں کر سکتا ہے کہ اس لڑکی کو اس کے شوہر کے گھر نہ بھیجے اور نہ اس کی اور اس کے شوہر کی کچھائی ہونے دے اور ایسی بات میں وہ نابالغ لڑکی اگر اپنے شوہر کے ہمراہ جانے پر راضی بھی ہو جائے تب بھی قابل اعتبار نہیں اور ماں باپ کے سوا اور کسی ولی کو بغیر موجد کے وصول کئے ہوئے نابالغ لڑکی کا اس کے شوہر کے حوالے کر دینا درست نہیں (در مختار رد المحتار جلد ۲ ص ۳۸۸)

(۲) اس کی عیش و آرام کی فکر نہ کیے اور کم از کم جو نفقہ زوجہ کا شریعتاً مقدر کر دیا ہے اس کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے شریعت نے عورت کا کھانا کپڑا رہنے کا مکان شوہر کے ذمہ واجباً کر دیا ہے اسی کو نفقہ کہتے ہیں نفقہ کے مسائل بقدر ضرورت ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔

نفقہ کے مسائل

عورت کا نفقہ بشرطیکہ وہ نکاح صحیح زوجیت میں آئی ہو اس کے شوہر پر ہر حال میں واجب ہے

خواہ وہ عورت مسلمان ہو یا کافر یا فقیر ہو یا مالدار اور خواہ کبیرا لسن ہو یا صغیرا لسن ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ وہ قابل خاص استراحت کے ہو یا شوہر کی خدمت کر سکے اور اس کی مالوسی کا باعث ہو سکے خواہ اپنے ماں باپ کے گھر میں رہتی ہو یا فقوہر کے گھر میں رہتی ہو اور اگر عورت بہت ہی صغیرا لسن ہو کہ نہ حساس استراحت کے قابل ہو اور نہ اپنے شوہر کی خدمت یا انیست کا کام دے سکے اور اگر وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں رہے تو اس کا نفقہ اس کے شوہر کے ذمہ واجب نہیں اسی طرح اگر شوہر نے اس کو اپنے گھر بھجوانا چاہا اور وہ باوجود قدرت کے نہ لاضی ہوئی تو اس کا نفقہ اس کے شوہر کے ذمہ واجب نہ ہوگا مگر یہ شرط ہے کہ وہ پہلے کبھی شوہر کے گھر جا چکی ہو لیکن اگر عورت کا شوہر کے گھر جانے سے انکار کرنا بوجہ عدم وصولی بہر کے ہو تو اس انکار سے اس کا نفقہ ساقط نہ ہوگا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا جو عورت مرتعہ ہو جائے یا بغیر رضامندی شوہر کے اور بغیر کسی عذر شرعی کے اس کے گھر سے نکل جائے اور وہ عورت جو موت کی عدت میں اور حین سے نکاح فاسد ہوا ہو اور وہ مرلیفہ جو ابھی تک اپنے شوہر کے گھر نہیں گئی اور نہ اب بحالت موجودہ جاسکتی ہے اور وہ عورت جو کسی کی قید میں ہو یا کوئی اس کو غضب کر لے گیا ہو اور وہ عورت جو اپنے شوہر کے سوا اور کسی کے ہمراہ حج کو گئی ہو گو شوہر نے اجازت دیدی ہو ان تمام عورتوں کا نفقہ ان کے شوہروں پر واجب نہیں جو عورت پیشہ ور ہو اور دن کو اپنے پیشہ

عمہ کافر سے مراد ہر دو نصاریٰ ہیں کیونکہ اہل کتاب سے نکاح جائز ہے اہل کتاب کے علاوہ اور کافروں سے نکاح جائز نہیں جیسا کہ عیالات کے بیان میں گزر چکا ۱۲۔

عمہ اگر اس کو نقل و حرکت کی قدرت ہی نہ ہو مثلاً ایسی مرلیفہ ہو کہ کسی سواری پر بھی آجاء سکتی ہو تو ایسی حالت میں اس کا شوہر کے گھر جانے سے انکار کرنا اس کے نفقہ کو ساقط نہ کرے گا ۱۲۔

عمہ عذر شرعی سے مراد یہ ہے کہ جن حالتوں میں شریعت نے بغیر رضامندی شوہر کے عورت کو باہر نکل جانے کی اجازت دیدی ہو، ان حالتوں میں نکلنے سے نفقہ ساقط نہ ہوگا مثلاً بہر وصول کرنے کے لئے یا اپنے ماں باپ کی زیارتی کے لئے جبکہ اس کے سوا اور کوئی تیمار داری کرنے والا نہ ہو ۱۲۔

عمہ چشمہ لیں وہ گھر سے نکلی رہے گی اتنے دنوں کا نفقہ اسے نہ ملے گا جب بھردا پس آجائے گی تو اسے نفقہ ملے گا۔

عمہ اگر شوہر کے ہمراہ حج کو جائے تو شوہر پر اسی قدر نفقہ دینا واجب ہوگا جس قدر وہ بحالت حضور دیا کرتا تھا سفر کے اخراجات مثل کرایہ وغیرہ کے اس کے ذمہ نہ ہوں گے ۱۲۔

میں مشغول رہتی ہو مثلاً کھانا پکانے یا دودھ پلانے کی نوکری کیا کرتی ہو یا قابضہ کا کام کیا کرتی ہو اس وجہ سے دن کو اپنے شوہر کے گھر میں نہ رہ سکتی ہو صرف رات کو اپنے شوہر کے پاس رہتی ہو ایسی عورت کا نفقہ اس کے شوہر پر صرف شب کے وقت واجب ہے بشرطیکہ اپنے شوہر کی خلاف مرضی ان کاموں کو کرتی ہو اور اگر اس کی مرضی سے کرتی ہو تو بدستور شب و روز کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب رہے گا اور اگر بغیر کسی عذر کے دن کے وقت اپنے شوہر کے پاس نہ جاتی ہو تو اس کا نفقہ نہ دن کے وقت اس کے شوہر پر واجب ہوگا نہ رات کے وقت (ردالمحتار جلد ۲ ص ۷۲)

اگر عورت اپنے یا اپنے ماں یا پ کے گھر میں رہتی ہو اور جب اس کا شوہر اس کے یہاں جاتا ہو تو وہ شوہر کو اپنے پاس نہ آنے سے اس صورت میں بھی اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا ہاں اگر شوہر سے یہ کہتی ہو کہ مجھے اس مکان سے لے چل میں اس مکان میں رہنا نہیں چاہتی اور وہ نہ بیجاتا ہے تو اس کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔

نفقہ کے متعلق تین چیزیں ہیں، کھانا، کپڑا، رہنے کا مکان، کھانے میں اس امر کا لحاظ ضروری ہے کہ اپنی اور اس عورت کی دونوں کی حیثیت کے موافق کھانا کھلائے اور اگر وہ بالکل غیر مستطیع ہو کہ عورت کی حیثیت کا لحاظ نہ کر کے تو جس قدر اس سے ہو سکے کھلائے باقی اس کے ذمہ قرض رہے گا کہ جب اس کو وسعت حاصل ہو تو اس قرض کو ادا کرے، مثال عورت بہت امیر ہو کہ اپنے باپ کے گھر میں مرغ پلاؤ اور کھیر وغیرہ کھاتی ہو اور شوہر نہایت فقیر ہو کہ جو کی روٹی سے زیادہ نہ کھا سکتا ہو اور نہ کھلا سکتا ہو تو اس پر واجب ہے کہ گھیموں کی روٹی اور بکری کا گوشت اس کو کھلائے مگر بالفعل وہ اس کو جو کی روٹی کھلائے اور جو کی روٹی اور بکری کے گوشت کی قیمت میں جس قدر فرق ہو اس پر قرض رہے گا (ردالمحتار ص ۷۳)

عورت اگر کھانا پینے اور کھانا پکانے سے انکار کرے تو دیکھنا چاہیے کہ وہ ان لوگوں میں ہے جو کام کرتی ہیں یا نہیں کرتیں۔ اگر ہو تو شوہر پر واجب ہے کہ اس کو پکا پکا یا کھانا لادیا کرے یا کوئی ملازم رکھنے کے عہدے پر لے کر دلوں امیروں جیسا کھانا کھلائے اور دونوں فقیروں کو فقیروں جیسا اور جو ایک امیر اور دوسرا فقیر ہو تو متوسط درجہ کا عہدہ اس کا مطلب ہے کہ اسکے ماں باپ کے یہاں اگر سب لوگ اپنا اپنا کام خود کرتے ہیں تو کر چاکو ہوں تو وہ ان لوگوں میں سمجھی جائے گی جو کام کرتی ہیں اور جو اس کے ماں باپ کے یہاں دولت و ثروت ہو کہ نوکروں کے ذریعہ کام کیا جاتا ہو تو وہ ان لوگوں میں سمجھی جائے گی جو اپنا کام خود نہیں کرتیں پس اصل وارث اور وارث اس کا امیری اور فقیری پر ہے۔

جوان کاموں کو کر دیا کرے اور اگر نہ ہو تو شوہر پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ پکا پکایا کھانا اس کو لادیا کرے بلکہ اس عورت پر واجب ہے کہ خود پکائے اور خود ہی تمام کام کرے۔

خانہ داری کے تمام سامانوں کا مہیا کر دینا مثل چکی، توال، اڑی، پیار، رکابی، گھڑے، ٹوٹا اور فرش وغیرہ شوہر کے ذمہ واجب ہے اور عورت کی آرائش کی چیزوں کا مہیا کر دینا بھی شوہر کے ذمہ ہے مثل گنگسی، تیل، صابون وغیرہ کے، پانی بھرنے کی اجرت بھی شوہر کے ذمہ ہے، پان تمباکو حقہ وغیرہ کی قیمت بھی شوہر کے ذمہ واجب نہیں (ردالمحتار جلد ۲ ص ۷۰۴)

عورت اگر بیمار ہو جائے تو اس کی دوا علاج کے مصارف شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہیں، (ردالمحتار جلد ۲ ص ۷۰۴)

جس طرح عورت کے کھانے پینے میں دونوں کی حیثیت کا لحاظ ہے اسی طرح لباس میں بھی دونوں کی حیثیت کا لحاظ رہنا ضروری ہے، شوہر کے ذمہ واجب ہے کہ سال میں دو مرتبہ اس کے کپڑے گرمیوں میں گرمی کی ضرورت کے موافق اور جاڑوں میں جاڑے کی ضرورت کے موافق لباس کی تعداد اور اس کی نوعیت دونوں کی حیثیت کے موافق ہونی چاہیے یعنی اگر دونوں امیر ہیں تو امیروں کا لباس اور دونوں غریب ہوں تو غریبوں کا سا اور جو ایک غریب ہو اور دوسرا امیر تو متوسط درجہ کا۔

کپڑے کی نوعیت میں ہر قسم کے رسم و رواج کا لحاظ بھی ضروری ہے عورت کے لئے بستر اور لحاف وغیرہ علیحدہ بنا دینا چاہیے اگر وہ اس کی خواہش کرے، جوئی وغیرہ بھی لباس میں داخل ہے۔ مکان بھی عورت کے رہنے کا دونوں کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے اور اس مکان میں بغیر عورت کی رضا مندی کے کوئی اور عزیز شوہر کا نہیں رہ سکتا سوا ایسے نابالغ بچوں کے جو عورت مرد کے باہمی تعلقات کو نہ سمجھتے ہوں، شہر کا بھائی، بیٹا، ماں باپ، دوسری بی بی یا وغیرہ سب سے وہ مکان خالی ہونا چاہیے اسی طرح شوہر کو بھی اختیار ہے کہ اس مکان میں عورت کے کسی عزیز کو نہ رہنے دے۔

اگر کسی بڑے مکان کا کوئی خاص حصہ محفوظ ہو اور مقفل ہو سکے عورت کو وہاں جا کے تب بھی کافی ہے یہ کچھ ضروری نہیں کہ مکان بالکل علیحدہ ہو۔

اگر شوہر اپنی عورت کے لئے کوئی ایسا مکان تجویز کرے جس کے اطراف میں بالکل آبادی نہ ہو تو عورت کو چننا حاصل ہے کہ اس مکان میں رہنے پر راضی نہ ہو پس شوہر پر یہ بات ضروری ہوگی

کہ کسی ایسے مکان میں اس کو رکھے جس کے پڑوس میں شرفا اور صلحا رہتے ہوں اگر عودت کے ہمراہ کوئی غلام یا لونڈی ہو تو اس کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ ہے بشرطیکہ حاجت سے زائد نہ ہوں اگر لونڈی غلام نہ ہوں بلکہ نوکر ہو تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ نہیں ہے عورت جب مریض ہو جائے تو اس کی خدمت کے لئے کوئی ملازم رکھ دینا شوہر کے ذمہ ہے اگر کوئی شخص اپنی عورت کا نفقہ نہ ادا کرتا ہو تو عورت کو حق حاصل ہے کہ قاضی کی عدالت میں اپنے نفقہ کی نالش کرے اور قاضی موافق قاعدہ مذکورہ کے اس شخص سے نفقہ دلادے قاضی کو چاہئے کہ اس مرد کے پیشہ اور اس کی آمدنی کے لحاظ سے نفقہ دینے کی مدت مقرر کر دے یعنی اگر کوئی دستکار ہو جسے روزانہ آمدنی ہوتی ہے تو اسے روزانہ نفقہ دینے کا حکم دے اور اگر کوئی ملازم ہو جسے ماہانہ آمدنی ہوتی ہو تو اسے ماہانہ دینے کا حکم دے اور اگر کوئی کاشتکار یا زمیندار ہو جسے سالانہ آمدنی ہوتی ہے تو اسے سالانہ دینے کا حکم دے اور نیز قاضی کو چاہئے کہ شہر کا نرخ وغیرہ دریافت کر کے نفقہ مقرر کرے اور اگر قاضی نے جو مقدار روپیہ کی مقرر کی تھی غلہ گراں ہو جانے کے سبب وہ مقدار نا کافی ہو جائے تو ایسی صورت میں شوہر کو روپیہ کی مقدار بڑھانا ہوگی تاکہ کافی ہو جائے اسی طرح اگر غلہ ارزاں ہو جائے تو جس قدر روپیہ قاضی بچتا ہے وہ عورت کو واپس کرنا ہوگا (رد المحتار جلد ۲ ص ۷۰)

اگر عورت کو شوہر کے مفروضہ یا ردپوش ہو جانے کا خوف ہو تو اس کو اس امر کا حق حاصل ہے کہ اپنے نفقہ کے لئے شوہر سے ضامن طلب کرے خواہ ایک ماہ کے لئے ضامن طلب کرے یا اس سے زیادہ کے لئے جیسی اس وقت مصلحت ہو (رد المحتار جلد ۲ ص ۷۰)

عورت کو اختیار ہے کہ اپنے شوہر کے مال میں سے کھانے پینے کی چیزوں کو موافق دستور کے کھاپی لے اور اپنا لباس وغیرہ اس کے روپیہ سے بنو لے شوہر کو اطلاع کرے یا نہ کرے اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے نفقہ کی بابت بہ رضا مندی خود کوئی مقدار روپیہ کی مقرر کرے پھر بعد چند روز کے کہے کہ یہ مقدار مجھے کافی نہیں ہوتی تو اگر درحقیقت وہ مقدار کافی نہ ہو تو شوہر پر لازم ہے کہ اس مقدار کو بڑھا دے اور اگر بعد تعین مقدار کے شوہر کہے کہ میں اس مقدار کے دینے کی استطاعت نہیں رکھتا تو اس کی بات نہ مانی جائے گی ہاں اگر غلہ میں ارزانی ہو گئی ہو یعنی اس مقدار معینہ سے کم اس عورت کے لئے کافی ہو جائے تو پھر قاضی اس مقدار کو کم کر دے گا۔

گزشتہ دنوں کی بابت نفقہ کا دعویٰ ایک ماہ یا ایک ماہ سے زائد کے لئے نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک مہینہ گزر جانے سے نفقہ ساقط ہو جاتا ہے ہاں اگر قاضی کے فیصلے سے یا باہمی رضامندی سے

نفقہ کی بابت کوئی مقدار خاص نفقہ کی سفر ہو گئی ہو تو اس کا دعویٰ ایک ماہ سے زائد کے لئے بھی ہو سکتا ہے (رد المحتار جلد ۲ ص ۱۷۷)

اگر عورت و مرد میں باہم اس گزشتہ زمانے کی مقدار میں اختلاف ہو جس میں شوہر نے نفقہ نہیں دیا مثلاً عورت کہتی ہو کہ دو مہینہ سے نہیں دیا شوہر کہتا ہو کہ ڈیڑھ مہینہ سے نہیں دیا تو ثبوت عورت سے طلب کیا جائے گا اگر وہ ثبوت نہ پیش کر سکے تو شوہر کی بات مانی جائے گی اور اگر عورت نفقہ دینے کی منکر ہو اور شوہر مدعی ہو تو قسم لے کے عورت کی بات مان لی جائے گی۔ طلاق سے عورت کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا یعنی جب تک اس کی عدت نہ گزر جائے اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے بشرطیکہ وہ عدت کے زمانے میں گھر ہی پر مقیم رہے طلاق بائن ہو خواہ رجعی (حجبر الرایق)

(۳) تیسرا حق زوجہ کا حسن معاشرت، یعنی شوہر پر واجب ہے کہ وہ اس کی خاطر داری اور رضامندی کا ہر امر میں لحاظ رکھے بشرطیکہ کوئی مصیبت لازم نہ آتی ہو۔

ہماری شریعت اسلام میں ایک مرد کے لئے ایک ساتھ چار نکاح کی اجازت دی گئی ہے مگر اس کے ساتھ ہی حکم بھی ہے کہ اگر سب کے ساتھ حسن معاشرت نہ کر سکے اور برابر کا برتاؤ نہ رکھ سکے تو ایک سے زیادہ نکاح نہ کرے یہاں سے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ ہماری شریعت میں حسن معاشرت کا کہاں تک خیال کیا گیا ہے۔

جس شخص کی کئی بیبیاں ہوں اس پر واجب ہے کہ کھانے میں اور ہر ایک کے پاس رہنے میں برابری کا لحاظ رکھے جس قسم کا کھانا اور لباس ایک کو دے ویسا ہی دوسری کو بھی دے اور جتنی دیر ایک کے پاس رہے اتنی ہی دیر دوسری کے پاس بھی رہے مثلاً ایک شب ایک کے پاس رہے تو ایک شب دوسری کے پاس بھی اور جو دو شب ایک کے پاس رہے تو دوسری کے پاس بھی دو شب رہے ہاں خاص استراحہ میں برابری کا لحاظ نہیں واجب کیا گیا کیونکہ یہ بات دل کے میلان سے اخلاق رکھتی ہے اور دلی میلان انسان کے اختیار سے باہر ہے لیکن جتنی الامکان اس میں بھی برابری کا لحاظ رکھے تو مستحب ہے اور گو خاص استراحت میں برابری کا لحاظ واجب نہیں لیکن یہ بات واجب ہے کہ

عہ اللہ تعالیٰ نسرانا ہے کہ فان خفتہم اقلعدا لوالدات یعنی اگر تمہیں ہے انصافی کا خوف ہو تو ایک ہی سے نکاح کرو۔ ۱۲۰۔

اتنی مدت تک کسی بی بی سے خاص استراحت ترک نہ کیے کہ ایسا کی صورت تک پہنچ جائے ایسا
کی مدت چار مہینے ہے۔ مریضہ اور صحیحہ اور جائزہ غیر جائزہ اور عاقلہ اور باکرہ اور شیبہ جدیدہ اور
قریبہ مسلمہ اور کافرہ کتابیہ سب کا حق یکساں ہے سب کے ساتھ برابر کا برتاؤ کرنا چاہیے۔
اگر کوئی شخص اپنی بی بیوں کے ساتھ برابر کا برتاؤ نہ کرتا ہو تو قاضی کو چاہیے کہ پہلی مرتبہ اسے
تنبیہ کر دے اس پر بھی نہ مانے تو اسے سزا میں قید کا اختیار نہیں ہے سفر میں
برابری واجب نہیں ہے شوہر کو اختیار ہے کہ اپنی بی بیوں میں سے جتنے چاہے سفر میں اپنے ہلو لے جائے۔
شوہر کو چاہیے کہ اپنی بی بی سے اس قدر خدمت نہ لے جو اس کی طاقت سے باہر ہو ایسی بات
اس سے نہ کہہ جو اس پر شاق ہو والدین کے یہاں جانے سے اور نیز ان کو اپنے یہاں آنے سے نہ
روکے اور یہ آمدورفت دستور کے موافق ہونی چاہیے مثلاً ایک ہی شہر میں رہتے ہوں تو
ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ اور جو مختلف شہروں میں رہتے ہوں تو ہر سال میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ سے
زیادہ آمدورفت ہو تو شوہر کو روکنے کا اختیار ہے۔

چونکہ حق زوجہ کا تعلیم ہے یعنی شوہر پر واجب ہے کہ اسے ضروریات دین کی تعلیم دے اس کے
مقائد کے اصلاح کی کوشش کرے اور پابندی رشد و ہدایت کی اس پر تاکید رکھے خود علم دین رکھنا ہو
تو خود تعلیم کرے ورنہ کسی دوسرے سے بطرز مناسب تعلیم دلانے اور نیزہ تعلیم زجر و تنبیہ کی بھی
اجازت ہے خواہ ترک نماز کے لئے آخر میں یعنی جبکہ زبانی تاکید اور ظاہری ناخوشی سے کلام نہ
چلے مارنے کی بھی اجازت ہے مگر غصہ پر مارنے کی اور اس طرح مارنے کی جس سے چوٹ آجائے
ممانعت ہے۔

زوج کے حقوق۔ جس طرح زوجہ کے حقوق شوہر کے ذمہ بیان کئے گئے اسی طرح زوجہ کے بھی

عہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ شہید کو گفتہ کہ ہے تمہیں یکایک ایک عمریت کو سناوہ کہہ تھی فواظ اللہ لولا اللہ
تخشونی عواقبہ۔ لزوجہ من ہذا السیۃ حیوا نسیہ یعنی خدا کی قسم اگر عہد الہی کا خوف نہ
ہوتا تو آج ہی اس تخت کے پاس پہنچتی یہ کسی مرد سے مشغول اور مستہوتی تو حضرت عمرؓ نے اس کی کیفیت
بیافت کی معلوم ہوا کہ اس کا شوہر جہاد میں ہے پھر اپنی صاحبزادی ام المومنین حفصہؓ سے دریافت کیا کہ عورت
اپنے شوہر کے بغیر کتنے دنوں صبر کر سکتی ہے انھوں نے کہا چار مہینے تو انھوں نے اپنے سرواں شکر کو حکم لکھوایا کہ
نہ گھنٹیں جس کی بی بی مرد ہو چاہے مہینے سے زیادہ باہر روکا جائے چار مہینے کے بعد فوراً اسے رخصت دیدی جایا کہ ۱۲۔

حقوق زوجہ کے ذمہ ہیں اور بہت سے اس میں حاصل ان تمام حقوق کا یہ ہے کہ شوہر کا راضی رکھنا اور اس کی اطاعت کرنا زوجہ پر واجب ہے بشرطیکہ خلاف مرضی الہی اور خلاف شریعت یا ت کا حکم نہ دے شوہر کے حقوق کی تفصیل میں طول ہو گا لہذا مختصر صرف اسی قدر لکھ دینا کافی ہے کہ زوجہ پر اللہ کے حق کے بعد سب سے زیادہ شوہر کا حق ہے ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اگر خدا کے سوا کسی کا سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو حکم دیا جاتا کہ وہ اپنے شوہر کا سجدہ کرے ایک دوسری حدیث میں ہے کہ پانچ آدمیوں کی نماز روزہ اور کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی بجز ان کے کہ وہ عورت ہے جس کا شوہر اس سے ناخوش ہو۔

عورت کو یہ بھی چاہیے کہ اپنے شوہر کے سامنے اپنی آرایض وغیرہ میں کوتاہی نہ کرے اور اس کے بزرگوں کا ویسا ہی خیال و ادب رکھے جیسے اپنے بزرگوں کا اور شوہر کے مال کی حفاظت جہاں تک اس سے ممکن ہو کرے اور شوہر کی غیبت میں اپنا بناؤ سنگار یا مکی نہ کرے۔

زوجین کے حقوق کا بیان ہو چکا اب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز معاشرت جو اہمات المؤمنین کے ساتھ تھا نقل کرتے ہیں جس کو دیکھ کر سوا اسکے کہ یہ آپ ہی کی قوت تھی اور کچھ نہیں کہا جاسکتا اس قدر کثرت ازواج پر ایسی حسن معاشرت ہر بشر کے حوصلے سے باہر ہے یہ بھی ایک پکا معجزہ تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن معاشرت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے خیار کھنڈیا کھلا لہو وانا خیرکھلا لہنی یعنی تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی بی بی سے عمدہ برتاؤ کرے اور میں اپنی بی بی کے ساتھ تم سب سے زیادہ عمدہ برتاؤ کرتا ہوں یہ ایک بہت بڑی شہادت حسن معاشرت کی ہے جو خود حضرت کے کلام سے ثابت ہوئی اب آپ کا برتاؤ اپنی ازواج کے ساتھ جو ہر بی بی کی کتابوں میں مروی ہے نقل کیا جاتا ہے بیان سابق سے یہ اندازہ ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ بی بیوں نہیں اور ان کو بی بیوں کے علاوہ کچھ چیزیں بھی تھیں یعنی لونڈیاں یہ ایک نام بات ہے کہ جب کسی کے نکاح میں کئی عورتیں ہوتی ہیں تو ان میں باخود رنجش و کشمکش کے علاوہ بوسوت کے ہونے کے لوازم

عہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولھن مثل الذی علیھن یعنی جس طرح عورتوں پر مردوں کا حق ہے

اسی طرح مردوں پر بھی عورتوں کا حق ہے ۱۲۔

سے ہے ان کو اپنے شوہر سے بھی رنج و ملال رہتا ہے اور اس رنج و ملال اور تنازروں تباغض کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ شوہر کا التفات سب کی طرف یکساں نہیں ہوتا مگر ایک مصنف مؤرخ جس نے خوب تحقیق سے تواریخ و احادیث و سیر کی کتابیں دیکھی ہوں، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ طاہرات کو ان عیوب سے پاک پائے گا، اس کی وجہ سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ کا التفات سب کی طرف برابر تھا، گواحدیث کی کتابوں میں یہ مروی ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ آپ کو محبت زیادہ تھی مگر کبھی اس زیادتی محبت کے باعث یہ نہیں ہوا کہ آپ نے اوروں کی طرف التفات کم کر دیا ہو یا اوروں کے یہاں آمد و رفت کم کر دی ہو، ان کی خبر گیری میں نان نفقہ وغیرہ کے مصارف میں کچھ کمی کر دی ہو، اسی سبب سے کبھی کسی بی بی کو آپ سے اس امر کی شکایت کا موقع نہیں ملا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرماتے تھے جُبِبَ رَأْيِي مِنْ دُنْيَا كَهْرِ النِّسَاءِ وَاطْيَابِ بَعْضِ نَهَارِي وَنِيَا كِي هِزْوِي فِي سَائِرِ يَوْمِي مِنْ حَيْثُ لَمْ يَكُنْ يَكْفُرُ بِي وَنِيَا كِي نِكَاحِ كَيْ كَثُرَتْ اَزْوَاجِي كِي كُفْرَتِي بِمِ اَوْ بِرِ سِيَانِ كِي كِي فِي شَيْخِ عَبْدِ الْحَقِّ مَحْدَثِ دِہْلَوِي شَرْحِ سَفَرِ السَّادَةِ فِي بَكْتَفِي ہِي كِي اَنْحَضَرْتِ لِي بِهْتِ سِي نِكَاحِ كِي فِي اَسْ فِي يَہْ عَمَلْتِ تَحْتِي كِي بِهْتِ سِي اِحْكَامِ شَرِيعَتِ جُو عَمُورَتُوں سِي مَتَلُوقِ ہِي اُو رِ مَرْدُوں كُو اِن پَر اَطَّلَعْتِ ہِي ہِي سُو كِي تَحْتِي وَہِ اِحْكَامِ اِن اَزْوَاجِ پَاكِ كِي ذَرِيعِ سِي اَمْتِ كُو پُو نَجِيں اُو رِ حُجَّتِ خَدَا وَنَدِي قَاكُم رَسِي اُو رِ عَمُورَتُوں كِي حَقُّوقِ اَدَا كَرْنَا اُو رِ اِن كِي سَاكْتِ حَسَنِ مَوَاشَرَتِ كَا بَرْتَنَا كَامِ اَمْتِ كُو مَعْلُومِ ہُو جَاكِي، وَاقِعِي يَہْ عَمَلْتِ اِيكِ بِهْتِ بَرِي حَكْمَتِ، اُو رِ دَقِيقِ نَظَرِ سِي دِيكِي جَاكِي، تُو اِيكِ اُو لُو الْعَزْمِ مَغْمِيْرِ جُو اِن كِي حَقِيقَتِي مَالِكِ كِي دَر كَاہِ فِي اَعْلَى دَرَجِہِ كَا تَقَرُّبِ رَكْتَابِہِ اُو رِ مَنَہِبِ نَبُوْتِ كِي فَرَاغِ كِي اِنْجَامِ دِہِي اِس كِي مَتَلُوقِ ہُو وَہِ اِلَيْسَا كَثِيْرُ التَّعْلُقَاتِ ہُو كَر اِن تَعْلُقَاتِ كِي اَدَاكِي حَقُّوقِ كَا اِس قَدْرِ خِيَالِ كِي رَسِي اُو رِ اِن كِي بَہَا رِ قَتِ شَرِيفِ كَا اِيكِ حَقِّقِہِ اِن بَاتُوں فِي صَرَفِ كِي رِي اَكْثَرِ اَزْوَاجِ سِي جِس طَرِجِ عَمُورَتُوں كِي حَقُّوقِ اُو رِ اِن كِي سَاكْتِ حَسَنِ مَوَاشَرَتِ كِي سِي نَفِيْرِ تَا كِي دِثَا بِتِ ہُو تِي ہِي اِسِي طَرِجِ اَنْحَضَرْتِ صَلِي اللہ عَلِيہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ كِي عَالِي ظَرْفِي اُو رِ بَلَنْدِ حَوْسَلِكِي كَا كِي كِي كِي اِنْدَازِہِ ہُو تَا ہِي اُو رِ حَقِيقَتِ يَہْ ہِي كِي اَنْحَضَرْتِ صَلِي اللہ عَلِيہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ كِي كَمَالَاتِ كَا اِنْدَازِہِ كَرْنَا بَشَرِي قُوْتِ سِي بَاہِرِ ہِي۔

اللہما صلِّ على آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام ازواج کے ساتھ یکساں برتاؤ رکھتے تھے یعنی سب کے ادا کے حقوق کا برابر خیال کرتے تھے ہر ایک کے یہاں رہنے کی آپ نے باری مقرر کر دی تھی ایک کی باری میں دوسرے کے یہاں ہر گونہ رہتے تھے حضرت عائشہؓ سے یا جو بیکہ محبت زیادہ

تھی مگر ایک مرتبہ وہ حضرت صفیہؓ کی باری کے دن حضرت کے پاس آئیں تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ تم کیوں آئی ہو، جاؤ، انھوں نے عرض کیا کہ آج صفیہؓ نے اپنی باری مجھے دیدی ہے، باری کا یہاں تک خیال تھا کہ عرض و فطرت میں جیکہ آپ کی طبیعت حضرت عائشہؓ کے یہاں رہنے کو چاہتی تھی آپ نے بغیر اجازت اور ازواج کے اس امر کو گوارا نہ کیا جب سب نے اجازت دیدی اس وقت آپ حضرت عائشہؓ کے یہاں تشریف لے گئے جب آپ سفر میں تشریف لے جاتے تھے تو قرعہ ڈالتے تھے جس کا نام قرعہ میں نکل آتا تھا آپ اسی کو اپنے ہمراہ لے جاتے تھے۔

ہر روز نماز عصر کے بعد آپ اپنی تمام ازواج کے یہاں تشریف لے جاتے تھے اور سب کی خیریت دریافت فرماتے تھے۔

بہت ہی خوش گوئی اور خوش خلقی سے پیش آیا کرتے تھے کبھی سخت کلامی نہ فرماتے تھے گو کہی ہی خلاف مزاج بات کیوں نہ ہو ایک مرتبہ تمام ازواج مطہرات بل کے آپ سے اپنی اخراجات کا مطالبہ کیا حضرت ۴ کو بہت ناگوار گزرا لیکن اس کے جواب میں کسی قسم کا سخت کلمہ بان مبارک سے نہیں نکلا ہاں اس واقعہ پر آپ نے ایک مہینہ کا ایلا کر لیا تھا یعنی ایک مہینے تک آپ اپنی ازواج کے پاس تشریف نہیں لے گئے۔

حضرت ام المومنین حضرت صفیہؓ کو ایک مرتبہ وحی طلاق دی بعد اس کے رجوع کر لیا۔ کسی روایت میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج پاک کو خطا یا بے خطا کوئی سخت اور ناملائم کلمہ کہا ہو ہمیشہ تحمل اور بردباری سے آپ نے کام لیا اگر کبھی کوئی بات نصیحت اور تعظیم کے طور پر فرماتے تھے تو نہایت نرم اور با اثر الفاظ میں۔

لوٹڈی غلام اور ان کے نکاح کے احکام

- (۱) یہ مسئلہ ادیب بیان ہو چکا ہے کہ عورت اپنے غلام کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی اور یہ طرح ان میں باہم نکاح جائز نہیں اس طرح بغیر نکاح کے بھنی خاص استراحت درست نہیں۔
- (۲) مرد کا نکاح بھی اپنی لوٹڈی کے ساتھ درست نہیں مگر اس کے درمست نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ نکاح کا نتیجہ مرتب نہ ہوگا اور اجید آزاد کر دینے کے نکاح قائم نہ رہے گا اور اگر اس لوٹڈی کو طلاق دی جائے تو طلاق نہ ہوگی (رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)
- (۳) اپنی لوٹڈی کے ساتھ بغیر نکاح کے خاص استراحت جائز ہے مگر اس زمانہ میں اس امر کے

لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اکثر لونڈیاں ناجائز طریقہ سے قبضہ میں آ رہی ہیں یعنی آزاد عورتوں سے بغیر تجویز شرع کے لونڈی بنائی جاتی ہیں جہاں وہاں سے جو عورتیں گرفتار ہو کر آتی ہیں وہ بوجہ اس سے کہ آج کل مال غنیمت کی تقسیم قاعدہ شرعیہ کے موافق نہیں ہوتی لونڈی کا حکم نہیں رکھتیں اور ان سے بغیر نکاح کے خاص استراحت درست نہیں ہیں اگر کسی طریقہ سے یہ امر معلوم ہو جائے کہ یہ لونڈی دراصل لونڈی ہے تو اس کے ساتھ خاص استراحت میں کوئی مصلحت نہیں اور نہ احتیاطاً بغیر نکاح کے خاص استراحت سے اجتناب بہتر ہے اور اگر اس کا لونڈی نہ ہونا محقق ہو جائے تو ایسی حالت میں اس سے بغیر نکاح کے خاص استراحت ناجائز ہے۔

(۴) ایسی صورت میں جبکہ کسی لونڈی کے لونڈی ہونے میں احتمال ہو اگر اس سے نکاح کیا جائے تو گو اور نتائج نکاح کے اس نکاح پر مرتب نہ ہوں گے مگر ایک نتیجہ اس پر احتیاطاً ضرور مرتب کر لیا جائے گا اور وہ یہ کہ اس نکاح کے بعد صرف تین نکاح اس شخص کے لئے جائز ہیں پختہ نکاح سے احتیاطاً اجتناب کرے (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

(۵) اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنی لونڈی خاص استراحت کے لئے دے تو اس دوسرے شخص کو اس لونڈی سے خاص استراحت جائز نہیں کیونکہ خاص استراحت کے جائز ہونے کی صرف دو ہی صورتیں ہیں نکاح یا بیگ (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۳۸۰)

(۶) باپ کی لونڈی سے بیٹے کو اور بیٹے کی لونڈی سے باپ کو اور اسی طرح اپنی زوجہ کی لونڈی سے شوہر کو خاص استراحت جائز نہیں گویا لوگ اجازت دے بھی دیں۔

(۷) ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی لونڈی غلام کا نکاح دوسرے سے کر دے یا انھیں اجازت نکاح کی دیدے اگر لونڈی غلام نکاح پر راضی نہ ہوں تو اس کا مالک جبراً ان کا نکاح کر سکتا ہے بشرطیکہ بیگ اس کی کامل ہے۔

عہ لونڈی کا لونڈی ہونا اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ دراصل نسلاً ابتداً غلام بنتی ہوئی پہلی آدمی ہو یا اس طور پر کہ خود اقرار کرے یا اس طرح پر کہ بیت المال کے ذمیل سے مولیٰ جائے۔

عہ غلام کی کئی قسمیں ہیں ایک قن اور یہی کامل غلام ہے دوسرے مکاتب کہ جس سے یہ معاملہ ہو گیا ہو کہ وہ ایک مدون قن رہی گئی ہے اور اس کے بعد آزاد ہے تیسرے مدبر جس سے مالک نے یہ کہہ دیا ہو کہ تو مجھ سے مرنے کے آنا دیکھنا دو قسموں کے غلام کامل غلام نہیں ہیں ۱۲

(۸) جس لونڈی کے ساتھ اس کا مالک خاص استراحت کیا کرتا ہو اس کا نکاح کسی دوسرے سے کرنے تو یہ امر ضروری ہے کہ پہلے اس کے رحم کا صاف ہونا معلوم کر لے اگر بغیر اس کے معلوم کئے ہوئے نکاح کر دیا اور اس لونڈی کا اپنے مالک سے حاملہ ہونا ظاہر ہوا تو یہ نکاح فاسد ہو جائے گا۔

(۹) اگر کوئی شخص اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی کے ساتھ کر دے تو اس صورت میں اس غلام پر مہر و نفقہ واجب نہ ہوگا اور اگر لونڈی کسی اور کی ہے اور غلام کسی اور کا یا کسی آزاد عورت سے کسی غلام کا نکاح کیا جائے یا کسی لونڈی کے ساتھ کسی آزاد مرد کا نکاح کیا گیا ہو تو ان سب صورتوں میں نفقہ اور مہر شوہر کے ذمہ واجب ہوگا اور اگر کسی غلام کو بعد نکاح کر دینے کے اس کا مالک فروخت کر دے گا تو اس کی بی بی کے مہر و نفقہ کا مطالبہ اس مالک سے نہ کیا جائے گا بلکہ وہ اسی غلام کے ذمہ رہے گا۔

(۱۰) جب کوئی غلام اپنی عورت کا نفقہ اور مہر ادا کر سکے تو اس کے مالک کو چاہیے کہ اسے بیچ ڈالے اور اس کی قیمت سے نفقہ اور مہر ادا کرے اور اگر یہ قیمت کافی نہ ہو تو بقیہ رقم کا مطالبہ اس سے بعد آزادی کے کیا جائے گا پھر دوسرے مالک کے یہاں بھی اگر وہ نفقہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو پھر بیچا جائے گا۔ ہاں مہر کے عوض میں اب دو بارہ نہ بیچا جائے گا کیونکہ ایک مرتبہ اس کے لئے یک چکا ہے البتہ نفقہ چونکہ بار بار واجب ہوتا ہے لہذا اس کے لئے بار بار بیچنا چاہیے اگر کوئی شخص اپنے غلام کو مہر و نفقہ کی وجہ سے بیچنے میں سستی کرتا ہو تو قاضی بجز اس کی موجودگی میں اسے فروخت کر ڈالے گا۔

(۱۱) بغیر مالک کی اجازت کے اگر کوئی لونڈی یا غلام اپنا نکاح کسی سے کر لے تو وہ نکاح مالک کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر مالک اجازت دیدیے گا تو نکاح صحیح ہو جائے گا ورنہ باطل ہو جائے گا اور باطل ہونے کی صورت میں مہر و نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہ ہوگا ہاں اگر خاص استراحت کی کی نوبت آگئی ہے تو مہر مثل کا مطالبہ اس سے کیا جائے گا وہ بھی بعد آزاد ہو جانے کے۔

(۱۲) مالک نے اگر ایک نکاح کی اپنے غلام یا لونڈی کو اجازت دی اور اس نے دوسرا نکاح کر لیا تو پہلا نکاح صحیح ہو جائے گا اور دوسرا نکاح باطل ہو جائے گا۔

عسہ رحم کے صاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حاملہ تو نہیں ہے حمل کا ہونا نہ ہونا حیض کے آنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ ۱۲۔

(۱۳) اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کا نکاح کسی سے کرے تو اس پر یہ امر ضروری نہیں ہے کہ اس لونڈی کو اس کے شوہر کے حوالے بھی کر دے یا باہم دونوں میں خلوت کا موقعہ دیدے لیکن اس لونڈی کا مہر و نفقہ اس کے شوہر کے ذمہ جب ہی واجب ہوگا کہ جب اسے خلوت کا موقع دیا جائے۔ (۱۴) بعد نکاح کے بھی مالک اپنی لونڈی کو سفر میں اپنے ہمراہ لے جاسکتا ہے اگرچہ اس کا شوہر راضی نہ ہو۔

(۱۵) جس لونڈی کا نکاح ہو گیا ہو وہ اگر آزاد ہو جائے تو اس کو اختیار ہے چاہے تو اس نکاح کو قائم رکھے اور چاہے نسخ کر دے اور یہ نسخ قاضی کے فیصلے پر موقوف نہیں بلکہ اس کی نافرمانی ظاہر کرتے ہی نکاح نسخ ہو جائے گا یہ اختیار سکوت سے باطل نہ ہوگا تا وقتیکہ صریح طور پر رضامندی یا نارضامندی ظاہر نہ کر دے اسے اختیار حاصل رہے گا نیز اگر اس کو مسئلہ نہ معلوم ہو یعنی یہ نہ جانتی ہو کہ لونڈی کو بعد آزاد ہو جانے کے نکاح سابق کے قائم رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہو جاتا ہے اور اس نہ جاننے کے سبب سے اس نے اپنی رضامندی یا نارضامندی ظاہر نہ کی ہو تو یہ نہ جانتا شرعاً عذر سمجھا جائے گا اور بعد مسئلہ معلوم ہونے کے اگر وہ اپنی رضامندی ظاہر کرے گی گو کتنا ہی زمانہ گزر گیا ہو نکاح نسخ ہو جائے گا ہاں جس مجلس میں یہ مسئلہ اسے معلوم ہوا ہے اس مجلس سے اگر بغیر رضامندی ظاہر کئے ہوئے اٹھ جائے گی تو اس کا اختیار باطل ہو جائیگا۔ (۱۶) اگر کوئی شخص اپنے غلام کا نکاح اپنی ہی بیٹی کے ساتھ کر دے اور اس کا کوئی وارث سوا اس بیٹی کے نہ ہو تو جس وقت وہ مر جائے گا اور وہ غلام وراثتاً اس بیٹی کی ملک میں آجائے گا اسی وقت فوراً وہ نکاح فاسد ہو جائے گا ہاں اگر وہ غلام مدثر ہو تو نکاح فاسد نہ ہوگا کیونکہ وہ اپنے مالک کے مرتے ہی آزاد ہو جائے گا اس کی بیٹی کی ملک میں نہ آئے گا، اسی طرح اگر وہ غلام مکاتب ہو تب بھی نکاح فاسد نہ ہوگا کیونکہ مکاتب میں غلامی کی حیثیت کامل نہیں ہوتی، ہاں اگر وہ مکاتب زر کتابت کے ادا کرنے سے عاجز ہو جائے اور پھر اپنی اصلی حالت غلامی میں عود کر جائے تو البتہ نکاح فاسد ہو جائے گا۔

(۱۷) اگر کوئی آزاد عورت جو کسی غلام کے نکاح میں ہو اپنے شوہر کے مالک سے کہے کہ

مکاتب کی تحریف تو ہم اور کچھ چکے ہیں یعنی اس سے جس قدر روپیٹے ہوا ہو اس روپہ کو زر کتابت کہتے ہیں، چونکہ اہل عرب کا دستور تھا کہ اس معاملہ کو کھلیا کرتے تھے اس لئے ہی اس کا نام پڑ گیا۔ ۱۲۔

تو اس غلام کو میری طرف سے ایک ہزار روپیہ میں آزاد کر دے اور وہ آزاد کر دے تو فوراً نکاح فاسد ہو جائے گا کیونکہ اس عورت میں گویا وہ غلام اس شخص نے ایک ہزار روپے کے عوض میں اس عورت کے ہاتھ بیچا پھر گویا اس کی طرف سے نکاح ہے آزاد کیا ہاں اگر وہ عورت یہ نہ کہے تو ایک ہزار میں بلکہ صرف اسی قدر کہے کہ اس کو میری طرف سے آزاد کر دے تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور یہ آزادی اس عورت کی طرف سے نہ سمجھی جائے گی۔

(۱۸) جب کوئی شخص اپنی لونڈی کا نکاح کسی سے کر دے تو پھر اس لونڈی سے اس کو خاص استراحت کرنا جائز نہیں ہاں جب اس کا شوہر اس کو طلاق دیدے یا کسی وجہ سے نکاح فاسد ہو جائے تو پھر اس سے خاص استراحت جائز ہے مگر بعد اس امر کے معلوم کرنے کے کہ اسے حمل تو نہیں ہے۔

نابالغ بچوں کے نکاح کا بیان

نابالغ بچوں کے نکاح کے مسائل اگرچہ ضمناً کچھ اور پر بیان ہو چکے ہیں لیکن خاص طور پر اب ان کے احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) جس طرح لونڈی غلام کا نکاح بغیر اجازت مالک کے نہیں ہوتا اسی طرح نابالغ بچوں کا نکاح بغیر اجازت ان کے ولی کے نہیں ہوتا۔

(۲) نابالغ لڑکوں کو بعد بلوغ کے نکاح کے قائم رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر یہ اختیار صرف زمانہ بلوغ تک کے لئے ہے، اتنا کہ جس وقت اپنے بلوغ کا علم ہوا ہو یا بعد بلوغ کے نکاح کی خبر ملی اور فوراً نابالغ کا علم ہوتے ہی یا نکاح کی خبر سننے ہی رضامندی یا نارضامندی ظاہر نہ کی تو اختیار باطل ہو جائے گا، ہاں اگر عورت شبیبہ ہو تو اس کا اختیار بغیر صریح رضامندی یا نارضامندی کے باطل نہ ہوگا اس اختیار میں مسئلہ کا معلوم نہ ہونا غریب نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی نابالغ نے بوجہ اس امر کے نہ معلوم ہوئے کے کہ نابالغ کو بعد بلوغ کے اپنے نکاح سابق کو قائم رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہوتا ہے، اپنے نکاح کی خبر سن کر سکوت کیا تو اس سکوت سے بھی اس کا اختیار باطل ہو جائے گا، یہ اختیار جس طرح عورت کو حاصل ہوتا ہے اسی طرح مرد کو بھی حاصل ہوتا ہے اور مرد کا اختیار شبیبہ عورت کی طرح بغیر صریح رضامندی یا نارضامندی ظاہر کئے ہوئے باطل نہیں ہوتا۔

ہاں اگر یہ نکاح باپ نے یا دادا نے کیا ہو تو پھر بلوغ کے بعد اس کو فسخ کا اختیار نہیں ہے۔ اسی طرح اگر یہ نابالغ کوئی غلام یا لونڈی ہو اور اس کے مالک نے اس کا نکاح کیا ہو تو اس کو بھی بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی شخص مجنون ہو گیا ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور بحالت جنون اس کا نکاح اس کے بیٹے نے کر دیا ہو تو اس مجنون کو بعد زوال جنون کے اس نکاح کے فسخ کا اختیار نہیں ہے (رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۳۲)

اور اگر یہ لوگ معاملات میں غلطی کرتے اور دھوکا کھانے میں مشہور ہوں یا یہ نکاح انھوں نے نیت میں کر دیا ہو تو باپ دادا اور بیٹے کے کئے ہوئے نکاح میں اختیار حاصل رہے گا مگر مالک کے کئے ہوئے نکاح کے فسخ کا اس صورت میں بھی اختیار نہیں ہے۔

(۳) باپ دادا کے سوا اور کوئی ولی اگر کسی نابالغ کا نکاح غیر کفر سے کر دے تو یہ نکاح صحیح نہ ہوگا ہاں باپ دادا کا کیا ہوا نکاح اس حالت میں بھی صحیح ہوگا بلکہ لازم ہوگا یعنی فسخ کا اختیار باقی نہ رہے گا جیسا کہ اوپر گزر چکا۔

یہاں تک کہ مسلمانوں کے نکاح کے احکام تھے جو بیان کئے گئے اب کچھ ٹھوڑے مسائل کافروں کے نکاح کے متعلق بھی بیان کئے جاتے ہیں اگرچہ ان مسائل کی زیادہ ضرورت اس وقت تھی جب اسلام کی حکومت تھی غیر ذاہب کے لوگ اپنے مقدمات وغیرہ اسلام کے قاضیوں اور حاکموں کے سامنے پیش کرتے تھے اور اب ان کی چنداں ضرورت نہیں رہی لیکن بغرض تحصیل علم کے اور نیز اس وجہ سے کبھی زوجین میں سے کوئی ایک یا دونوں مسلمان ہو جاتے ہیں اور ان کو اپنے نکاح سابق کا حکم قواعد اسلامیہ کے موافق دریافت کرنا منظور ہوتا ہے اور اس قسم کی کبھی کبھی اور ضرورتیں بھی پیش آجاتی ہیں لہذا بقدر ضرورت کافروں کے نکاح کے مسائل بھی لکھے جاتے ہیں۔

کافروں کے نکاح کا بیان

(۱) جو نکاح مسلمانوں کے یہاں از روئے شریعت صحیح ہیں وہ کافروں کے لئے بھی صحیح ہیں (در مختار وغیرہ)

عہ نام مالک اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں یہ نکاح ناجائز ہیں حنفیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ وَافْرًا
تَا حَتَّامَا انْحَطَبَ رَجْمًا۔ عورت اسی ابولہب کی اٹھائیوالی کانٹوں کی بیس اگر یہ نکاح ناجائز ہوتا تو ابولہب کی مکہ پر
پہنچتا تو اس کی عورت نہ فرماتا آخر کے دونوں مسئلوں میں بھی غالباً امام مالک مخالف ہیں گے ۱۲

نتیجہ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ کسی کافر کی بی بی سے جن میں قواعد شرعیہ کی رو سے نکاح صحیح ہو گیا ہو، کوئی مسلمان نکاح کرنا چاہے تو جائز نہیں اگرچہ وہ عورت ان کافروں میں سے ہو جن کے ساتھ مسلمانوں کو نکاح کرنا جائز ہے یعنی اہل کتاب۔

دوسرا نتیجہ۔ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ اگر زوجین ایک ہی وقت میں مسلمان ہو جائیں تو اسی نکاح سابق پر قائم رکھے جائیں گے جدید نکاح کی ضرورت نہ ہوگی۔

(۲) جو نکاح مسلمانوں کے یہاں ناجائز ہے بوجہ کسی شرط صحت نکاح کے نہ پائے جانے کے وہ کافروں کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وہ اس کے جواز کا اعتقاد رکھتے ہوں۔

نتیجہ اس مسئلہ کے بھی وہی ہیں جو پہلے مسئلہ کے تھے مثال کسی عیسائی یا یہودی نے اپنے ہم مذہب عورت سے نکاح کیا اور اس نکاح میں از روئے شریعت اسلامیہ کوئی شرط صحت نکاح کی نہ پائی مگر شریعت عیسوی یا موسوی میں وہ نکاح بہم وجوہ صحیح ہے تو ایسی صورت میں کوئی مسلمان یہ سمجھ کر کہ اس کا نکاح تو ہمارے نزدیک صحیح نہیں اس کی بی بی سے نکاح کرنا چاہے تو ناجائز ہے اور دونوں زوجین کو اگر خدا ہدایت کرے اور مسلمان ہو جائیں تو اسی سابق نکاح پر برقرار رکھے جائیں گے۔

(۳) جو نکاح مسلمانوں کے یہاں بوجہ عدم صلاحیت محل کے ناجائز تھا وہ ان کے لئے جائز رکھا گیا ہے یہ صحیح ہے (رد المحتار وغیرہ)

اس مسئلہ کے بھی دو نتیجے ہیں اول یہ کہ ایسی منکوحہ سے اگر کوئی مسلمان نکاح کرے تو ناجائز ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے زوجین پر بوجہ اس نکاح کے تہمت زنا کی لگائے تو اس پر حد قذف جاری کی جائے گی، یہ نتیجہ صرف اسی زمانہ کے ساتھ خاص تھا جب اسلام کی سلطنت تھی اور قوانین اسلام پر عمل کیا جاتا تھا، یہ نتیجہ پہلے دونوں مسئلوں میں بھی ہے (رد مختار وغیرہ)

اس مسئلہ میں یہ نتیجہ نہیں پیدا ہو سکتا کہ اگر زوجین بتوفیق خداوندی مسلمان ہو جائیں تو بھی نکاح ان میں باقی رکھا جائے گا، مسلمان ہو جانے کے بعد اس نکاح پر وہ قائم نہ رہ جائیں گے اور نہ اب جدید نکاح بوجہ عدم صلاحیت محل کے جائز ہوگا، مثال کسی یہودی نے اپنی ماں سے نکاح

عہ قذف کے معنی کسی پاک دامن کو تہمت زنا کی لگانا، ایسے شخص کی سزا شریعت میں اتنی درجہ ہیں اسی کو قذف کہتے ہیں ۱۲۔

کر لیا تو اب اس کی ماں سے کوئی مستمان نہیں کر سکتا اور اگر اس یہودی یا اس کی ماں پر کوئی شخص باس نکاح کے سبب سے زنا کا الزام لگاتا تو اسلامی شریعت کی رو سے قذف کی سزا دی جاتی ہے اگر یہ دونوں مسلمان ہو جائیں تو یہ نکاح قائم نہ رہے گا۔

۱۴) جس نکاح پر کفار بعد اسلام کے قائم نہ رکھے جائیں اس نکاح میں زوجین باہم ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے اور جس پر قائم رکھے جائیں گے اس میں وارث ہو سکتے ہیں یہی صحیح ہے۔ (رد المحتار)

(۵) اگر کفار مسلمانوں میں کسی کو حکم بنا سکے اپنا نکاح فسخ کر لیا جائے تو وہ نکاح اگر وہی ہو جس کا بیان تیسرے نمبر میں ہوا تو وہ حکم ان دونوں میں تفریق کر دے اور جو زوجین میں سے کوئی ایک کسی مسلمان کو حکم بنا سکے تفریق کا خواہش گزار ہو تو اس صورت میں وہ حکم تفریق کا حکم نہیں دے سکتا کیونکہ مسلمانوں کو اس امر سے منع کر دیا گیا ہے کہ وہ کسی کے مذہبی معاملات میں دست اندازی کریں، ہاں اگر کوئی خود ان سے دست اندازی کی استدعا کرے تو البتہ انہیں دست اندازی جائز ہے اور اس صورت میں چونکہ یہ معاملہ دو آدمیوں سے متعلق ہے اور ان میں سے صرف ایک نے دست اندازی کی استدعا کی ہے لہذا ایسی حالت میں از روئے شریعت کسی کو دست اندازی کا حق حاصل نہیں ہے۔

۱۵) اگر کافر زوجین میں سے صرف ایک آدمی مسلمان ہو جائے تو دوسرے کو بھی اسلام کی ترغیب دی جائے اور اس سے مسلمان ہونے کے لئے کہا جائے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو بہتر لیجئے نکاح سابق بدستور قائم رہے گا اور اگر وہ مسلمان ہو جانے سے انکار کر دے تو قاضی ان دونوں کے درمیان میں تفریق کر دے، یہ سب صورتیں اس وقت ہیں جبکہ زوجین عاقل و بالغ ہوں اور اگر وہ بھی مسلمان ہو گیا تو عاقل و بالغ ہے اور اگر مسلمان نہیں ہو تو وہ عاقل و بالغ نہیں ہے وہ بھی اس صورت میں اس کے سن تمیز کا انتظار کیا جائے گا جب سن تمیز کو پہنچ جائے تو بالغ نہ ہو اس وقت اس پر اسلام پیش کیا جائے اگر مسلمان ہو جائے تو وہی نکاح سابق قائم رہے گا ورنہ تفریق کر دی جائے اور اگر وہ نابالغ جنون ہو تو پھر اس کے سن تمیز کا انتظار نہ کیا جائے گا۔

۱۶) در مختار کے بعض محشیوں سے اس مقام پر غلطی ہو گئی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ اگر اس مجنون کی ماں زندہ ہو باپ نہ ہو تو اس ماں پر اسلام پیش نہ کیا جائے بلکہ قاضی وہی مقرر کرے کہ نکاح فسخ کر دے گا۔

بلکہ اس کے والدین پر اگر وہ زندہ ہوں گے تو اسلام پیش کیا جائے گا ان میں سے اگر ایک بھی اسلام لے آئے گا تو یہ نابالغ بچوں اسی کا تابع قرار دیا جائے گا اور نکاح سابق قائم رکھا جائے گا اور اگر والدین زندہ نہ ہوں تو پھر قاضی اس کی طرف سے کسی کو وصی مقرر کر دے اور اس وصی کے موافقہ میں ان زوجین میں باہم تفریق کر دے۔

(۱۸) کافروں کی طلاق اور خلع وغیرہ صحیح ہے۔

نتیجہ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ اگر کوئی کتابی کافر اپنی بی بی کو طلاق دیدے یا اس سے خلع کر لے تو اس سے دوسرا شخص جو مسلمان ہو نکاح کر سکتا ہے۔

(۱۹) کافروں کے ذمہ ان کی بی بیوں کا مہر اور نفقہ واجب ہے۔

نتیجہ اس مسئلہ کے دو ہیں اول یہ کہ اگر کسی قاضی کی عدالت میں کوئی کافر عورت اپنے کافر شوہر پر نان و نفقہ کا دعویٰ کرے گی تو اس کا دعویٰ مسوع ہو گا مگر یہ نتیجہ اس وقت کے مسلمانوں کو کچھ کارآمد نہیں کیونکہ ان کی حکومت ہے اور نہ کوئی ان کا قاضی۔

دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی کافر عورت مسلمان ہو جائے اور اس کے شوہر نے زمانہ

نکاح میں اس کو نان و نفقہ نہ دیا ہو اور مہر بھی اس کا نہ ادا کیا ہو تو اس عورت کی طرف سے بعد مسلمان ہو جانے کے بھی مہر و نفقہ کا دعویٰ وائر کر سکتا ہے اور اگر اس کا شوہر کچھ مال چھوڑ کر مرے تو یہ عورت اس شوہر کے تمام وارثوں سے زیادہ اس کے مال کا استحقاق رکھتی ہے پہلے اس کا نفقہ و مہر ادا کر دیا جائے گا بعد اس کے وارثوں کا حق اس مال میں قائم ہو گا کیونکہ یہ عورت قرض کا دعویٰ کرتی ہے اور قرض کا ادا کرنا میراث پر مقدم ہے۔

(۲۰) کافر زوجین میں جو تفریق ہو خواہ طلاق و خلع وغیرہ کے سبب سے یا تفریق قاضی کی

وجہ سے یا ان میں سے کسی کے مسلمان ہو جانے کے باعث سے یہ تمام تفریقیں طلاق

کے حکم میں ہیں۔

نتیجہ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ کافر عورت سے بعد تفریق کے قبل عدت گزار جانے کے نکاح کرنا مسلمانوں کو جائز نہیں ہاں جو تفریق کافر عورت کے طرف سے ہوگی وہ طلاق کے حکم میں نہیں ہے

عہ خلع اس کو کہتے ہیں کہ عورت کچھ مال دیکے شوہر سے اپنی نگو خلاصی کرے، طلاق اور خلع کے مسائل

عنقریب کسی جلد میں انشاء اللہ بیان ہوں گے ۱۲۔

مثال کوئی کافر مسلمان ہو گیا مگر جب اس کی عورت سے مسلمان ہو جانے کو کہا گیا اس نے انکار کر دیا ایسی صورت میں تفریق تو ہو جائیگی مگر یہ تفریق طلاق نہ سمجھی جائے گی حتیٰ کہ اگر اس عورت سے اگر وہ کتابیہ ہو کوئی مسلمان نکاح کرنا چاہے تو جائز ہے۔

۱۰) اگر کتابی کافروں سے کوئی دوسرا کتابی مذہب کو اختیار کر لے خواہ وہ مرد ہو یا عورت تو اس کا نکاح نسخ نہ ہو گا ہاں وہ اگر کسی ایسے مذہب کو اختیار کرے جو کتابی نہ ہو تو نکاح نسخ ہو جائے گا مثالی کوئی عیسائی یہودی ہو گیا ہو تو اس کی بی بی اس کے نکاح سے خارج نہ ہوگی ہاں اگر یہ آتش پرست بن جائے تو اس کی بی بی اس کے نکاح سے باہر ہو جائے۔

نتیجہ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ اگر کوئی عیسائی یہودی ہو جائے تو کوئی مسلمان یہ سمجھ کے کہ اس کی بی بی اس کے نکاح سے باہر ہوگئی ہے اس سے نکاح کرنا چاہے تو ناجائز ہے ہاں اگر وہ ہندو ہو جائے تو بے تامل اس کی بی بی سے بعد عدت گذر جانے کے نکاح کی اجازت ہے۔

۱۱) مرتد ہو جانے سے بھی نکاح ٹوٹ جاتا ہے اگر کوئی مسلمان معاذ اللہ عیسائی ہو جائے تو بے تامل بعد عدت گذر جانے کے اس کی بی بی سے نکاح درست ہے ہاں اگر دونوں ساتھ ہی مرتد ہوئے ہوں تو اس صورت میں نکاح قائم رہے گا اور پھر اگر ان میں سے کوئی شخص دوسرے سے پہلے مسلمان ہو جائے گا تو یہ نکاح نسخ ہو جائے گا اور دونوں اسلام لے آئیں تو پھر قائم رہے گا۔

یہ مسئلہ بہت خیال رکھنے کے قابل ہے بعض اوقات جاہلوں کی زبان سے ایسے کلمات نکلی جابجا کرتے ہیں جن سے کفر و شرک لازم آجاتا ہے اور بعض اوقات وہ کلمات ایسے صاف ہوتے ہیں کہ خواص خواہ اس کے کہنے والے کو مرتد کہنا پڑتا ہے اور اس کی بی بی اس کے نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اور اسے خبر بھی نہیں ہوتی اب جو ان میں باہم خاص استراحت ہوتی ہے وہ حرام ہے اور اولاد و اولاد الزامیہ سب خرابیاں جہالت سے لازم آتی ہیں اس کا تدارک جاہلوں کے لئے کچھ نہیں سوا اللہ کے کہ تو یہ کاہر وقت در در کہیں تاکہ اگر کسی وقت بے خبری میں کوئی کلمہ نکلی جائے تو تو بہ سے اس کی تلافی ہو جائے میں نے خود دیکھا ہے کہ بعض اوقات جب جاہلوں کی خلاف مرضی کوئی مسئلہ انہیں بتایا جاتا ہے تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ اپنی شریعت کو طاق پر رکھو ایسی شریعت کو ہم نہیں مانتے یہ کلمات صاف کفر ہیں بعض عالم تاجاہل آج کل یہ فساد برپا کر رہے ہیں کہ جب دو میاں بی بی میں انہیں تفریق کرنا منظور ہوتی ہے تو ان میں سے کسی سے کفر کے کلمات نکلا دیتے ہیں معاذ اللہ

یہ کسی شوخ چٹھی ہے بعض لوگ جاہلوں کے خوش کرنے کو فقہا کی طرف یہ مسئلہ منسوب کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بی بی کو مطلقہ طلاق دے اور پھر اس سے تجدید نکاح چاہے بغیر اس کے کہ کسی دوسرے شخص سے اس کی بی بی کا نکاح کیا جائے اور پھر اس کی طلاق کا انتظار کیا جائے کہ وہ شخص کوئی کلمہ کفر کا اپنی زبان سے نکال دے حالانکہ فقہا کا یہ فقہا ہرگز نہیں ہے عورت کیا اگر جان بھی جائے تو کفر کا کلمہ زبان سے نکالنا درست نہیں۔

(۱۲) مرد مرد یا عورت کا نکاح کسی سے درست نہیں نہ کسی مسلمان سے نہ کسی کافر سے

نہ کسی مرتد سے۔

(۱۳) اگر کوئی کافر مسلمان ہو جائے اور اس کے نکاح میں پانچ عورتیں ہوں تو اگر ان کا نکاح

ایک ہی عقد میں کیا تھا تو ان سب کا نکاح باطل ہو جائے گا اور اگر یکے بعد دیگرے ان کے ساتھ نکاح کیا ہے تو جس کے ساتھ آخر میں نکاح کیا ہے اس کا نکاح باطل ہو جائے گا۔

مثال: (۱) کسی کافر نے پانچ عورتوں سے مخاطب ہو کے کہا کہ میں نے تم سب کے ساتھ اپنا نکاح کیا تو مسلمان ہو جانے کے بعد یہ سب عورتیں اس کے نکاح سے باہر ہو جائیں گی اور یکے بعد دیگرے پانچ عورتوں سے نکاح کیا تو جس عورت سے اخیر میں نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہو جائے گا۔

(۲) کسی کافر نے دو بہنوں یا دو ماں بیٹیوں سے مخاطب ہو کے کہا کہ میں نے تم

دونوں سے اپنا نکاح کیا تو مسلمان ہو جانے کے بعد یہ دونوں اس کے نکاح سے باہر ہو جائیں گی اور اگر پہلے ایک سے کیا اس کے بعد دوسرے سے کیا تو اخیر میں جس سے نکاح کیا اسی کا نکاح باطل ہو جائے گا۔

نکاح کا بیان ختم ہو گیا!

تمام شد

(آغاز پر مقرر کیا ہے)

